مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ



مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مکمل فائل

جنوری تا دسمبر 2025ء

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش: تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

رجب المرجب ۱۴۴۶ھ جنوری ۲۰۲۵ء
JANUARY-2025 Rs. 30/-

ہندوستان میں مذہبی منافرت کی آگ بھڑکائی جارہی ہے

شب معراج سے متعلق بیان کی جانے والی دو روایات کا جائزہ

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یوم آزادی اور یوم جمہوریہ! ہماری ذمہ داریاں

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

مدیر اعلیٰ

مدظلہ العالی

ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

نہ جانے کتنے سنبھل ابھی باقی ہیں

سرکار مجی! فنا فی المرشد

واقعہ معراج اور دیدار الٰہی

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

رنگ اختلاف

نعت، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعرا

اسلامی اقدار پر حملہ اور عالمی سازش

مسلمانو! اپنے بچوں کو پہلے دین پڑھاؤ

اخلاق حسنہ سے دور ہوتا مسلم معاشرہ

مذہبی مقامات کی دستوری حیثیت

حد اور اس کے اسباب و علاج

مدیر:
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتئ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتئ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

جنوری ۲۰۲۵ء — رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

Issue No. 1 — شمارہ نمبر ۱

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۷۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۱۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مہمان اداریہ

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی *

نہ جانے کتنے سنبھل ابھی باقی ہیں

فی الحال سنبھل جامع مسجد کے سروے پر سپریم کورٹ نے پابندی لگا دی ہے لیکن اس وقتی راحت کو ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ بدایوں کی جامع مسجد پر نیل کنٹھ مندر ہونے کا مقدمہ سامنے آ گیا، تین دسمبر کو اس مقدمے کی بھی شنوائی ہونا ہے۔اس طرح ایک ہی ہفتے میں جامع مسجد سنبھل، درگاہ غریب نواز اجمیر اور جامع مسجد بدایوں پر مندر ہونے کا مقدمہ کر دیا گیا ہے۔شر پسندوں کی رفتار اور حکومتی پشت پناہی کے مدنظر خیر کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی ہے۔آنے والے وقت میں دیگر شہروں میں بھی ایسے درجنوں نہیں سیکڑوں مقدمات سامنے آسکتے ہیں جہاں ہندو تنظیموں کے لوگ سِول کورٹوں میں علاقائی مسجدوں اور مزاروں کے خلاف مقدمات قائم کر کے ہیرو بننے اور مسلمانوں کو دبانے کی پوری کوشش کریں گے۔

ان کی تیاری پوری ہے کوئی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ یہ معاملات اتفاقی یا حادثاتی ہیں، یہ سارے مقدمات ایک منصوبہ بند سازش کا حصہ ہیں۔بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ مرکزی مسجدوں اور خانقاہوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے باقاعدہ ریسرچ ورک کر کے ایسی مسجدوں/ خانقاہوں/ مدرسوں کی فہرست بنائی گئی ہے جنہیں شدت پسند مندر بنانا چاہتے ہیں۔اس ضمن میں سیتارام گویل کی کتاب Hindu Temples what happened to them (ہندو مندروں کا کیا ہوا) شر پسندوں کے لیے سب سے مضبوط سہارا بنی ہوئی ہے۔جس میں مصنف نے اپنے جھوٹ اور پروپیگنڈے کو دستاویزی شکل دے کر ان مسجدوں/ مزاروں کی فہرست بنائی ہے جو ان کے بقول مندر توڑ کر یا مندروں کو تبدیل کر کے بنائے گیے ہیں۔یہ فہرست صوبہ جاتی اور ضلع وار طریقے سے تیار کی گئی ہے۔جس میں صوبہ، ضلع اور مقام کے ساتھ مذکورہ مسجد/ مزار کا نام بھی درج ہے۔

اس فہرست میں تقریباً اٹھارہ سو مسجدیں اور خانقاہیں شامل ہیں، جن پر ہندو مندر بدل کر یا توڑ کر بنائے جانے کا الزام ہے۔مذکورہ کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان تمام شہروں/ مسجدوں اور مزاروں کے نام لکھ دیئے گیے ہیں۔اس طرح ہر علاقے کا کوئی بھی چھٹ بھیّا نیتا یا لوکل کورٹ کا منشی نما وکیل کھڑا ہو سکتا ہے اور اپنے شہر کی کسی بھی مسجد یا مزار کے خلاف رٹ فائل کر کے مسلمانوں کے خلاف مورچہ کھول سکتا ہے۔اس طرح آنے والے دنوں میں ہمارے سامنے ایک دو نہیں نہ جانے کتنے سنبھل موجود ہوں گے جہاں مسلمانوں کی جان، مال اور عبادت گاہیں سب کچھ شر پسندوں کے نشانے پر ہوں گی۔

مسجدیں جو نشانے پر ہیں

سیتارام گویل کی مذکورہ کتاب کے مطابق جو مسجدیں اور مزارات نشانے پر ہیں، اس کی صوبہ جاتی تفصیل اس طرح ہے:
(۱) یوپی 299 : مساجد/ مزارات۔(۲) کرناٹک 192: مساجد/ مزارات۔(۳) بنگال 102: مساجد/ مزارات۔(۴) راجستھان 170: مساجد/ مزارات۔(۵) ہریانہ 77: مساجد/ مزارات۔(۶) ایم پی 151: مساجد/ مزارات۔(۷) مہاراشٹر 143: مساجد/ مزارات۔(۸) گجرات 170: مساجد/ مزارات۔(۹) دہلی 170: مساجد/ مزارات۔(۱۰) بہار 77: مساجد/ مزارات۔(۱۱) تمل ناڈو 174: مساجد۔

ایسا نہیں ہے کہ جن مساجد و مزارات پر شدت پسندوں کا پروپیگنڈہ ہے، وہ کسی گمنام جگہ یا گاؤں دیہات میں بقیہ ص ۵۰ پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

اسلامیات

رجب المرجب کی چھبیسویں تاریخ ہے، اظہارِ نبوت کا بارہواں سال ہے، ہجرت کو ابھی ایک سال باقی ہے، یکشنبہ کا دن ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خلقِ خدا کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بذات خود ایک ایک کافر کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی حقانیت پر مدلل ومسکت خطاب فرماتے ہیں، باوجود یکہ اغیار کے پاس سوائے حق قبول کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا مگر بغض وعناد کی وجہ سے اغیار نہ صرف یہ کہ منکر ہوئے بلکہ الٹے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن کر ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز عشا کے بعد حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جن کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا، مالک کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی ارشاد فرماتے ہیں: آج رات ہم یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اگر تمہاری اجازت ہو؟ سرکار کے اس فرمان عالی شان کو سن کر حضرت ام ہانی مسرت وشادمانی سے جھوم جاتی ہیں، اور نہایت تعظیم وتکریم سے عرض کرتی ہیں آقا! قربان جاؤں آج تو میری قسمت کی معراج ہوگئی، زہے نصیب کہ آپ کرم فرمارہے ہیں، کیونکہ اللہ کے محبوب ہمارے غریب خانے میں رونق افروز ہوں تو واقعی میرا مکان عرش سے بھی افضل ہوجائے گا، میں اپنی قسمت پر جتنا ناز کروں کم ہے، ہر عاشق کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اے کاش کبھی ایسا ہو۔ ؎

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہوجائے چراغاں یارسول اللہ

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما ہوئے، اور حضرت ام ہانی مکان کے ارد گرد پہرا دیتی ہیں کہ کہیں کوئی دشمن خدا معاذ اللہ حضور کو ایذا پہنچانے کی غرض سے یہاں تک نہ آجائے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں، حیرت ہے کہ اپنی امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رورو کر بسر فرمانے والے آقا آج خرق عادت آرام فرما ہیں اور مطمئن ہیں اور ایسا کیوں نا ہو وہ عالم ما کان وما یکون ہیں سب جانتے ہیں کہ جس امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رورو کر گزاریں ہیں، آج کی شب اس کی قبولیت کی شب ہے، آج تو باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوکر اپنی امت کی بخشش کرالوں گا، بایں وجہ سرکار مطمئن ہوکر آرام فرما ہیں۔

سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ندائے باری تعالیٰ ہوتی ہے اے جبرئیل! دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ (حالانکہ وہ علم الغیب والشھادہ ہے، ہر چھپے ظاہر کو جانتا ہے، مگر یہاں محبوب کی شان بیان کرنا مقصود ہے) عرض کرتے ہیں مولیٰ! تیری ایک خوش نصیب بندی کے علاوہ ساری دنیا آرام میں ہیں، مگر حضرت ام ہانی دشمن کے اندیشہ سے تیرے محبوب کے ارد گرد شمشیر برہنہ لیے پہرا دے رہی ہے، حکم ربی ہوتا ہے اسے بھی سلادو، چنانچہ جنت سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس میں حضرت ام ہانی کھڑی کھڑی سوجاتی ہیں، پھر خطاب ہوتا ہے اے جبرئیل! اب دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ عرض کرتے ہیں مولیٰ! اب تو سب اہل زمین محوخواب ہیں، ارشاد ہوتا ہے فرشتوں کی جماعت میں اعلان کردو کہ حورانِ خلد جنتی لباس سے مزین ہوجائیں اور جنتیں خوب سجائی جائیں اور آسمان کے سب فرشتے میرے محبوب کے استقبال کے لیے تیار رہے، تم ایک خوبصورت براق لے کر میرے حبیب کی بارگاہ اقدس میں جاؤ اور ان سے بصد ادب واحترام عرض کرو!

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَشْتَاقُ اِلَيكَ (ترجمہ) بیشک آپ کا رب آپ کے دیدار کا مشتاق ہے، کیا شان ہے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی اور عرض کیا تھا: رَبِّ اَرِنِی اَنظُرْ اِلَيكَ، تو جواب ملا: لَن تَرَانِی، مگر حبیب کو خود ہی اپنا جلوہ دکھانے کے لیے فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ شان وشوکت سے اپنے قرب خاص میں بلایا جارہا ہے، اسی کی منظر کشی کرتے ہوئے امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فوراً رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور محبوب کے استقبال کے لیے جلوس تیار ہوجاتا ہے، خیال ہوتا ہے کہ ستائیسویں شب ہے جس میں چاند کا کہیں نام ونشان نہیں، تاریکی مسلط ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ عظیم الشان معراج اگر روشنی میں ہو، فوراً غیبی ندا ہوتی ہے فرشتو! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنے حبیب کے چہرہ انور پر اپنی صفت غیرت کے ستّر ہزار پردے ڈال رکھے ہیں، ان میں سے صرف ایک پردہ اٹھادو سارا عالم روشن ہوجائے گا تمام روشنی اس نور کے سامنے بے نور ہوجائیں گی، حضرت جبرئیل فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوتے ہیں دیکھا کہ سرکار آرام فرما ہیں قدموں کو بوسہ دیتے ہیں، سرکار بیدار ہوتے ہیں، آگے کا نقشہ ان اشعار میں پڑھیں: ؎

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
آنکھیں کھلیں تو پوچھا جبریل کہئے کیا ہے؟
جبریل بولے: آقا! خالق بلا رہا ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِهٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَهٗ لِنُرِیَهٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیعُ البَصِیر - (پ15 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر1) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔" (کنزالایمان)

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور کا وہ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں، نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے نوازے گئے، مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی، مکہ مکرمہ سے حضور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدتواتر کے قریب پہونچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے، معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں، نصوص آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں، حضرت جبریل کا براق لے کر حاضر ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ سوار کرکے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انبیا کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کھلوانا، ہر ہر آسمان کے صاحب مقام انبیائے علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا

اورحضور کی تکریم کرنا، احترام بجالانا تشریف آوری کی مبارک بادیں دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہٰی کو پہنچنا، جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو مجال نہیں ہے، جبریل امین کا وہاں معذرت کرکے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کی ترقیاں فرمانا اور اس قرب اعلیٰ میں پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام وافکار بھی پرواز سے عاجز ہیں، وہاں مورد رحمت و کرم ہونا اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت سمٰوٰت وارض اوران سے افضل و برتر علوم پانا اورامت کے لئے نمازیں فرض ہونا حضور کا شفاعت فرمانا، جنت ودوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اوراس واقعہ کی خبریں دینا کفار کا اس پر شورشیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنا حضور کا سب کچھ بتادینا اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا، یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان اوران کی تفاصیل سے مملو ہیں۔" (خزائن العرفان)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! زہے نصیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا، اور خیر امت کے شرف سے مشرف فرمایا، یہ وہ رسول ہیں جن کے طفیل کائنات تخلیق کی گئی، یہی وہ آقا ہیں جن کا تذکرہ دائمی ہوتا رہے گا، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

روز حشر جہاں انبیائے کرام علیہم السلام "اِذْهَبُوا اِلٰی غَيْرِی" کی صدا دیں گے مگر ہمارے آقا "اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا" فرما کر گنہگاروں کو اپنے دامن کرم میں لے کر شفاعت فرمائیں گے: ؎

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے سرکار کے لب پر انا لھا ہوگا

قیامت بھی اسی لیے قائم ہوگی کہ وہاں اولین وآخرین دیکھ لیں کہ اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کس درجہ ارفع واعلیٰ ہے، ورنہ رب تعالیٰ کی ذات تو یہ ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے، وہ علم الغیب والشھادہ ہے، وہ جسے چاہے اپنے فضل سے جنت بھیج دے، اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم بھیج دے، کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوگی — مگر اس کے باوجود روز حشر میزان ہوگا، نامہ اعمال تولے جائیں گے، حساب ہوگا، پل صراط سے گزرنا ہوگا وغیرہ وغیرہ — استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے میدان محشر کے نقشے کو دو مصرعے میں کس خوبصورتی سے بیان کیے ہیں: ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اخیر میں ہم یہ عرض کردیں کہ نماز تو پچاس وقت کی فرض ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر سرکار نو بار تشریف لے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے طفیل ہم پر کتنا بڑا کرم فرمایا کہ پچاس وقت سے تخفیف فرماکر محض پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی، مگر ثواب میں کوئی کمی نہیں کی، پانچ وقت کی نماز پڑھئے اور ثواب پچاس وقت کی نماز کا پائیے۔ (سبحان اللہ)

◆◆◆

ص ۴۴ کا بقیہ

تک پہنچ گیا اور نہ بدی سے پھرنا نہ نیکی کی طاقت، مگر اللہ کی توفیق سے۔

میں نے اس لیے اس مقام میں کلام طویل کیا کہ ان باتوں پر تنبیہ کرنا ان چیزوں میں تھا، جو ہر مہم سے بڑھ کر مہم ہے اور اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہے اور کیا اچھا کام بنانے والا اور سب سے بہتر اور سب سے کامل تر تعظیم ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کی تمام آل پر اور سب خوبیاں خدا کو جو مالک سارے جہان کا۔" (حسام الحرمین، ص ۹۰–۹۱)

◆◆◆

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

واقعۂ معراج اور دیدارِ الٰہی

شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو اپنے پاس بلا کر، جو خصوصیت، شرف، قُرب اور اپنا دیدار بخشا، خوش بختی کی ایسی معراج وسعادت کبھی کسی اور نبی ورسول کے حصے میں نہیں آئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ۔ (۱) پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ (جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہے)؛ تاکہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے۔

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو جہاں ﷺ کو بے حد وحساب اِنعام واِکرام سے نوازا، اس مبارک رات تاجدارِ رسالت ﷺ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی سَیر فرماتے ہوئے سدرۃُ المنتہیٰ سے اوپر، جہاں تک ربِ کائنات نے چاہا تشریف لے گئے، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنّت ودوزخ وغیرہ بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا، انبیائے کرام کی اِمامت فرمائی، آپ کو فرض نمازوں کا تحفہ عطا ہوا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرّف فرمایا، حضور نبی کریم ﷺ کو جو رؤیتِ باری تعالیٰ بخشی گئی، وہ چشمانِ مبارک سے تھی یا قلبی طور پر تھی، اس بارے میں صحابۂ کرام کی آرا باہم مختلف ہیں، البتہ زیادہ صحیح، راجح اور مختار قول یہی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی چشمانِ سر سے اپنے ربّ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اس موقف کی تائید میں قرآن وحدیث، فرامینِ صحابہ اور علمائے اُمّت کے چند اَقوال بطورِ دلائل حسبِ ذیل ہیں:

شبِ معراج دیدارِ الٰہی قرآن کی روشنی میں

(1) حضور نبی رَحمت، شفیعِ امّت ﷺ نے سفرِ معراج میں خالقِ کائنات کے قُربِ خاص میں تجلّیات واَنوار کا مشاہدہ کیا اور راز ونیاز کے جو پیغامات انہیں عطا ہوئے، وہ مخلوق کی عقل سے بالاتر ہیں، اِس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۚ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی۔ (۲) وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خُوب اُتر آیا، تو اُس جلوے اور اس حبیبِ کریم میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم۔ اَب وَحی فرمائی اپنے بندۂ خاص پر جو چاہا وَحی فرمائی۔"

حضرت امام ابن جریر طَبری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وقال آخرون: بل معنى ذلك: ثمّ دَنا الربُّ من محمدٍ فتدلّى۔ (۳) دیگر مفسّرین نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ سے قریب ہوا، تو وہ بھی اپنے ربّ تعالیٰ سے قریب ہوگئے۔"

علّامہ بغَوی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ثمّ دَنا الرَّبُّ مِن محمدٍ فتدلّى۔ (۴) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ سے قریب ہوا، تو وہ بھی اپنے ربّ تعالیٰ سے قریب ہوگئے۔"

(2) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی۔ (۵) اس حبیب کریم کی آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے تجاوز کیا، یقیناً اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

دیکھیں۔"

یہ سرورِ کونین ﷺ کی شان اور اللہ کی دی ہوئی طاقت تھی، کہ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا قُربِ خاص حاصل کیا، اَنوار و تجلّیات کے نظارے کیے، جنّت و دوزخ اور عالم ملکوت کے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا، انبیا و ملائکہ سے ملاقات کی، لیکن نہ تو آپ کی آنکھیں اُن اَنوار کی چمک دَمک سے خیرہ ہوکر چُندھیائیں، نہ بند ہوئیں، نہ جھپکیں، نہ دل گھبرایا، بلکہ جی بھر کر دیدار کیا۔

شبِ معراج دیدارِ الٰہی، اَحادیث مبارکہ کی روشنی میں

(1) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" رَأَيْتُ رَبِّي ۔(۶) میں نے اپنے رب جل شانہ کو دیکھا۔"

امام جلال الدین سُیوطی "خصائص کبریٰ" اور علّامہ عبد الرؤف مُناوی "تیسیر شرح جامع صغیر" میں فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث بسند صحیح ہے۔"

(۷) نیز حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک کو حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے (رؤیت کی نفی سے متعلق) قول پر فوقیت حاصل ہے۔

(2) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قال لي ربي :نحلتُ إبراهيمَ خلّتي، وكلّمتُ موسى تكليمًا، وأعطيتُك يامحمد كفاحاً۔(۸) مجھے میرے رب نے فرمایا کہ میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تمہیں اے حبیب مُواجہ بخشا، کہ بے پردہ و حجاب تم نے مجھے دیکھا۔" (۹)

(3) حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"إنّ الله تعالى أعطى موسى الكلامَ، وأعطاني الرُؤية، وفضّلني بالمقام المحمود، والحوض المورود۔(۱۰) بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا اور مجھ کو شَفاعت کبریٰ و حوض کوثر سے فضیلت بخشی۔"

(4) حضرت سیّدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، حضور سرورِ کائنات ﷺ سِدرۃ المنتہی کا وصف بیان فرما رہے تھے، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا :

"رأيته عندها« يعني ربّه۔(۱۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کے پاس رب تعالیٰ کا دیدار ہوا۔"

(5) حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ الصُّورَةِ۔(۱۲) میں نے اپنے ربّ کو سب سے خوبصورت ترین صورت میں دیکھا۔"

(6) ایک روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ بلندیوں کو طَے فرما کر قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (۱۳) کی منزلِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے، تو قربِ خداوندی میں آداب کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کی: التحياتُ لِلهِ والصّلواتُ وَالطّيّباتُ "ہماری قولی، فعلی اور مالی تمام عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں" خالقِ کائنات جل جلالہ نے تحفۂ سلام قبول فرما کر مہمانِ معراج کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: السّلامُ عليكَ أَيُّها النّبيُّ وَرَحمةُ الله وبركاتُهٗ۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں" پھر سرکار دو عالم ﷺ نے اِس طرح عرض کی: السّلامُ علينا وعَلى عِبادِ اللهِ الصّالحين "ہم پر بھی سلام ہو اور تیرے نیک بندوں پر بھی" پھر عالم بالا کے فرشتوں نے یہ صدا بلند کی: أَشهَدُ أَن لّا إلٰه إلّا الله، وَأَشهدُ أَنَّ محمّداً عَبدُهٗ وَرَسولُهٗ پھر سلام وجواب کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ سے بہت سی گفتگو فرمائی، جس میں کچھ راز تھے، کچھ خبریں تھیں اور کچھ اَحکام۔ (۱۴)

(7) معراج کی رات اس قُربِ خاص میں بِلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ سے وہ خاص باتیں کیں، جو کسی کے وَہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ محدثین کرام فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اس قُربِ خاص میں اپنے محبوب ﷺ پر ایسا کرم

فرمایا کہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں:

"فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔(۱۵) اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی اور اس کی برکت سے میں نے مشرق ومغرب کے علوم جان لیے۔"

نبی کریم ﷺ کی پُشتِ مبارک پر دستِ قدرت رکھے جانے سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ سرکارِ دوجہاں ﷺ کو شبِ معراج کس قدر قُربِ الٰہی میسّر آیا۔

(8) حضرت سیّدنا محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُهُ بِفُؤَادِي مَرَّتَيْنِ (۱۶) میں نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دل سے (یعنی تصدیقِ قلب کے ساتھ) دیکھا" اس کے بعد سرورِ دوجہاں ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۷) دل نے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا" یعنی جو آنکھ سے دیکھا، دل نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(9) بعض احادیث میں مذکور ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لِي مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ (۱۸) میرے لیے خدا کے ساتھ ایک خاص وقت ہے، جس میں کسی مقرّب فرشتے یا مُرسَل نبی کی گنجائش نہیں۔"

شبِ معراج دیدارِ الٰہی! اقوالِ صحابہ کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں صحابۂ کرام کے زمانے ہی سے اختلاف رہا ہے، چنانچہ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہا اس بات کے قائل ہیں، کہ حضور ﷺ کو براہِ راست دیدارِ الٰہی نہیں ہوا، جبکہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس، دیگر صحابہ اور تابعین وغیرہم کی رائے یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو، براہِ راست اور بے پردہ وحجاب دَولتِ دیدار سے شرفیاب فرمایا، چنانچہ اس بارے میں چند روایات حسبِ ذیل ہیں:

(1) حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"إنّا بنو هاشم نزعم أنْ نقولَ: إنّ محمّداً قد رأى ربّه مرّتَين (۱۹) ہم بنی ہاشم (اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ) تو کہتے ہیں، کہ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔"

(2) حضرت سیّدنا عبداللہ بن ابی سلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں دیکھا" (۲۰)

(3) حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا" حضرت سیّدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام رکھا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ہمارے آقا ﷺ کو بلا حجاب اپنا دیدار کرایا۔" (۲۱)

(4) حضرت سیّدنا انس بن مالک فرماتے ہیں: إنّ محمّداً رأى ربّه (۲۲) یقیناً جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب جل شانہ کو دیکھا۔

(5) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"أتَعْجَبُونَ أَنْ تَكُونَ الخلّةُ لِإبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لموسى، وَالرُّؤْيَةُ لمحمّدٍ، وَصَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجمعِينَ۔ (۲۳) کیا ابراہیم کے لیے دوستی اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام اور محمد ﷺ کے لیے دیدار ہونے میں

تمہیں کچھ تعجب ہے؟"

(6) حضرت سیّدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"إنّ الله قَسَمَ رُؤيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ محمّدٍ وَمُوسَى، فكَلَّمَ مُوسَى مَرَّتَيْنِ وَرَآهُ محمّدٌ مَرَّتَيْن (۲۴) اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت (دیدار) اور کلام کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمادیا، حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام دو بار رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے دو بار اپنے رب کا دیدار کیا۔"

(7) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"إنّ محمّداً رَأى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ: (1) مَرَّةً بِبَصرِهِ، (2) وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ (۲۵) بے شک محمد ﷺ نے دو بار اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا: (1) ایک بار اس آنکھ سے، (2) اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔"

(8) مَروان نے حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: نعم (۲۶) "ہاں" یعنی حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔

شبِ معراج دیدارِ الٰہی، اقوالِ علما کی روشنی میں

(1) حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا، کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ آپ نے بار بار فرمایا: "رَآهُ رَآهُ رَآهُ۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، دیدار کیا، دیدار کیا! اور یہ جملہ اتنی بار دُہرایا کہ آپ کے سانس کا تسلسل ٹوٹ گیا۔" (۲۷)

(2) امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "إنّ الحسنَ كان يحلِفُ بالله: لقَد رَأى محمّدٌ ربّه۔ (۲۸) امام حسن بصری قسم کھا کر فرمایا کرتے، کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔"

(3) امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

"أنّ الأصحَ الراجح أنّه رأى ربّه بعَين رأسِه حين أُسرِيَ به، كما ذهب إليه أكثرُ الصحابة۔ (۲۹) زیادہ صحیح اور مختار یہی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے معراج کی رات، چشمانِ سر سے اپنے ربّ کا دیدار کیا اور اکثر صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔"

(4) امام شرف الدین نَوَوی فرماتے ہیں:

"إنّ الراجحَ عند أكثر العلماء إنّ رسول الله رأى ربّه بعَينَي رأسِه ليلةَ الإسراء؛ لحديث ابن عباس وغيره مما تقدّم، وإثباتُ هذا لا يأخذونه إلّا بالسماع من رسول الله۔ (۳۰) اکثر علما کے نزدیک راجح یہی ہے کہ شبِ معراج رسول اللہ ﷺ نے چشمانِ سر سے دیدارِ الٰہی کا شرف پایا؛ کیونکہ حضرت سیّدنا ابن عبّاس کی روایت نیز دیگر روایات میں بھی اس کا ثبوت ہے اور ان صحابہ نے حضور ﷺ سے سُن کر ہی اسے ثابت کیا ہے، پھر اس میں کسی قسم کا شک وشبہ مناسب نہیں۔"

(5) امام ابو القاسم قُشیری فرماتے ہیں کہ امام ابو الحسن نُوری نے فرمایا:

"شاهَد الحقُّ القلوبَ، فلم يرَ قلباً أشوَقَ إليه من قلبِ محمّدٍ، فأكرَمَه بالمعراج تعجيلاً للرُؤية والمكالمة۔ (۳۱) حق تعالیٰ نے تمام لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ کے قلبِ پاک کو اپنا مشتاق پایا، لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ کو معراج کے ذریعہ اپنا دیدار اور ہم کلامی کا جلد شرف بخشا۔"

(6) امام شہاب الدین قسطلانی فرماتے ہیں:

"مَن أثبتَ له أنّه رآه بقلبه، أنّ الرؤيةَ التي حصلت له خُلقت له في قلبه كما تخلق الرُؤية بالعَين لغيره، والرؤيةُ لا يشترط لها شيءٌ مخصوصٌ عقلاً، ولو جرت العادةُ بخلقها في العين۔ (۳۲) جن لوگوں نے سرورِ کونین ﷺ کے لیے رؤیتِ قلبی ثابت کی ہے، اُن کی مُراد یہ ہے کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے، اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر

میں بینائی پیدا کر دی گئی (جس سے رسول اللہ ﷺ نے حق تعالیٰ کا مُشاہدہ کیا) اور دیکھنے کے لیے عقلاً کسی خاص جُز و بدن کا ہونا، یا کسی چیز کا پایا جانا ضروری نہیں، اگر چہ عادۃً بینائی آنکھ ہی میں پیدا ہوتی ہے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے، کہ خرقِ عادت کے طَور پر آنکھ کے علاوہ کسی اَور عضو میں بینائی پیدا کر دے؛ کیونکہ اسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔

(7) امام برہان الدین حلبی فرماتے ہیں:

"واختلف في رؤيته لربّه تبارَكَ وتعالى تلك الليلةَ، فأكثرُ العلماءِ على وُقوعِ ذلك:أي أنّه رأه بعَين رأسِه۔(۳۳) دیدارِ الٰہی کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے، مگر اکثر علما اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چشمانِ سر سے ربّ تعالیٰ کا دیدار کیا۔"

(8) مفسّر قرآن علّامہ اسماعیل حقّی شبِ معراج دیدارِ الٰہی کے بارے میں عقلی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومِن المحال أن يدعوَ كريمٌ كريماً إلى دارِه و يضيِّف حبيبٌ حبيباً في قصرِه، ثمّ يتستر عنه و لا يُريه وجهَه۔(۳۴) یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی کریم کسی کریم کو دعوت دے کر بلائے اور کوئی حبیب اپنے محبوب کو اپنے محل میں مہمان بنائے، پھر اس سے چُھپ جائے اور اسے اپنا چہرہ نہ دکھائے۔"

(9) مفسّرِ قرآن علّامہ سیِّد محمود آلُوسی بغدادی شبِ معراج دیدارِ الٰہی کے قائلین کا موقف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إنّه رأى ربَّه بعينه۔(۳۵) تاجدارِ رسالت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی چشمانِ مبارک سے دیکھا۔"

(10) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس مقامِ رفیع پر لے جائیں اور خلوتِ خاص میں حضوری کرائی جائے اور سب سے اعلیٰ واقصیٰ مطلوب جو کہ دیدارِ باری تعالیٰ ہے، اس سے مشرّ ف نہ کیا جائے۔"(۳۶)

(11) امام اہلِ سنّت امام احمد رضا "شرح ہمزیّہ" کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "موسیٰ علیہ السلام کو دولتِ کلام عطا ہوئی، ہمارے نبی ﷺ کو ویسی ہی شب اِسراء ملی اور زیادتِ قُرب اور چشمِ سر سے دیدارِ الٰہی اس کے علاوہ اور بھلا کہاں کوہِ طور جس پر موسیٰ علیہ السلام سے مُناجات ہوئی! اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی ﷺ سے کلام ہوا۔"(۳۷)

واقعۂ معراج اور اس میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیدارِ الٰہی کا شرف ملنا، اس بات پر دلیل ہے کہ اگر بندے کی طلب سچی ہو، قول وفعل میں اِخلاص ہو اور فرائض وواجبات کی پابندی کرے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر خوب اِنعام واِکرام فرماتا ہے، اُس پر اپنی رحمتوں کا نُزول فرماتا ہے، اس کی بے حساب بخشش ومغفرت فرماتا ہے اور اُسے عُروج وبلندی سے سرفراز فرماتا ہے۔ لہٰذا اللہ ورسول کے اَحکام وتعلیمات پر عمل کریں، فرائض وواجبات کی پابندی کریں، اعمالِ صالحہ پر کاربند رہیں، گناہوں سے اجتناب برتیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن کر رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے، ہمارے گناہوں کو مُعاف فرمائے اور ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنائے، آمین یاربّ العالمین! وصلى الله تعالى على خيرِ خلقِه سيّدِنا ونبيّنا وحبيبِنا وقرّةِ أعيُنِنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَكَ وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين۔

حوالہ جات:

(۱) پ15، الإسراء.1 (۲) پ27، النّجم 7:-10 (۳) "جامع البیان" سورۃ النّجم، تحت الآیۃ8:، 9، ر25109:، الجزء 27، ص60 (۴) "معالم التنزیل" سورۃ النّجم، تحت الآیۃ8:، 9، 4/ .246 (۵) پ27، النّجم 17:، .18 (۶) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد اللہ بن عباس ...إلخ، ر2580:، 1/ .611 (۷) انظر: "الخصائص الکبرٰی" باب خصوصیتہ بالإسراء...إلخ، حدیث ابن عباس، 1/ .267 و"التیسیر شرح الجامع الصغیر" حرف الراء، تحت ر4377:، 3/ .526 (۸) فی "مجمع بحار الأنوار": "کفاحا" أی: مواجهة لیس بینهما حجاب ولا رسول" [حرف الکاف، کفح، 4/ 424]" کفاح کا معنی بالمشافہ دیدار کرنا ہے، جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو" (۹) "تاریخ دِمشق" حرف الألف، باب ذکر عروجہ إلى السماء واجتماعہ بجماعۃ من الأنبیاء، ر800:، 3/ .517 (۱۰) "کنز العمال" حرف القاف، کتاب القیامۃ من قسم الأقوال،

رؤیۃ اللہ تعالی، ر39200:، 14/ .191 (۱۱) "الدر المنثور" سورۃ الإسراء، تحت الآیۃ1 :، 5/ .221 (۱۲) "السنۃ" لابن أبی عاصم، باب، ر467 :، 1/ .203 (۱۳) پ27، النجم .9 (۱۴) "التفسیرات الأحمدیۃ" صح.۵۰۶ و "روح البیان" تفسیر سورۃ الإسراء، تحت الآیات1:—7، 5/ .121 (۱۵) "سنن الترمذی" أبواب التفسیر، [باب ومن] سورۃ ص، ر۳۲۳٤ :، صح.۷۳۵ (۱۶) "تفسیر ابن کثیر" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات5:—18، 4/ .255 (۱۷) پ27، النجم .11 : (۱۸) "الأسرار المرفوعۃ" للقاری، حرف اللام، ر764:، صح.197 (۱۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ، [باب ومن] سورۃ والنجم، ر3278 :، صح.745 و"الدر المنثور" سورۃ النجم، تحت الآیۃ13:، 7/ .647 (۲۰) "سنن الترمذی" ر3279:، صح.746 و"المعجم الأوسط" باب الہاء، من اسمہ: الہیثم، ر9396 :، 6/ .459 و"الأسماء والصفات" باب ما جاء فی قول اللہ: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ٭ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ※ ...الخ، 2/ .190 (۲۱) "الأسماء والصفات" باب ما جاء فی قول اللہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ※ ...الخ، 2/ .190 و"الدر المنثور" سورۃ النجم، تحت الآیۃ : 13، 7/ .648 (۲۲) "مسند البزار" مسند أبی حمزۃ أنس بن مالک، ر : 7165، 13/ .426 (۲۳) "مُستدرَک الحاکم"، کتاب التفسیر، ر : 3747، 4/ .1404 (۲۴) "تفسیر ابن کثیر" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات5 :—18، 4/ .254 (۲۵) "المعجم الأوسط" باب المیم، من اسمہ: محمد، ر5761 :، 4/ .215 (۲۶) "مناہل الصفا فی تخریج أحادیث الشفا" للسیوطی، ر417 :، صح.100 (۲۷) "الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ" للسہیلی، ذکر الإسراء والمعراج، 3/ .271 (۲۸) "الشفا" القسم 1، الباب3، الفصل5، الجزء1، صح.126 (۲۹) "نسیم الریاض" القسم 1، الباب 3، الفصل5، 3/ .144 (۳۰) "شرح النووی علی مسلم" کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ...الخ، 3/ .5 (۳۱) "الرسالۃ القشیریۃ" فصل فی بیان اعتقاد ہذہ الطائفۃ فی مسائل الأصول، صح.10 (۳۲) "المواہب اللدنیۃ" المقصد الخامس: الإسراء والمعراج، 3/ .105 (۳۳) "السیرۃ الحلبیۃ" باب ذکر الإسراء والمعراج...الخ، 1/ .573 (۳۴) "تفسیر روح البیان" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیۃ18 :، 9/ .231 (۳۵) "تفسیر روح المعانی" پ27، سورۃ النجم، تحت الآیات18:—32، 14/ .54 (۳۶) "مدارج النبوۃ" باب ششم، دیدارِ الٰہی میں اختلافِ سلف، جزء1، 173۔ (۳۷) "فتاوی رضویہ" کتاب العقائد والکلام، رسالہ: "منبہ المنیۃ بوصول الحبیب إلی العرش والرؤیۃ"، 18/ 407۔

◆◆◆

ص ۲۱ کا بقیہ............................

جانا چاہئے مگر میں نے وعدہ کرلیا ہے، نہیں پہنچوں گا تو غریبوں کا دل ٹوٹ جائے گا، مذہب کا نقصان ہوگا۔"

(حافظ ملت افکار و کارنامے ص ۱۰۱)

حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نہایت خلیق، مہربان، ہمدرد اور خدمت خلق کے جذبات سے سرشار بزرگ تھے، حضرت مولانا قمر الحسن بستوی صاحب ہی نے مذکورہ اقتباس کے بعد لکھا ہے کہ:

" بیان کیا جاتا ہے عارف کامل، قطب وقت سیدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اگر رات بھر جگے ہوتے پھر نماز فجر کے بعد سوتے۔ آنکھ لگی ہی ہوتی کوئی تعویذ چاہنے والا آتا تو فوراً اٹھتے تعویذ لکھتے دعا کرتے مگر اپنی ذات کا سکون ہر گز قطعاً ملحوظ نہ ہوتا، اگر کوئی کہتا کہ حضرت ابھی سور ہے ہیں.............. اور انہیں بیدار نہ کیا جاتا، پھر کہیں آنے والا نامراد لوٹتا تو آنکھ کھلنے کے بعد معلوم ہونے پر برہمی کا اظہار فرماتے، چونکہ رہروان عشق کو کائنات کا کرب بخش دیا جاتا ہے اور ان کی راحتیں عقیدت کیشان وفا کو ہبہ کر دی جاتی ہیں۔"

(حافظ ملت افکار و کارنامے ص ۱۰۱)

آج ہمارے معاشرہ کو ایسے ہی حافظ ملت اور مفتی اعظم کی ضرورت ہے جو دین وملت کی حفاظت وصیانت اور خدمت خلق کے لیے ہر حال میں ہمیشہ تیار رہے اور اپنی راحت وآرام کو ترجیح نہ دے، آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے مسلم معاشرہ کو حسن اخلاق کی تابندگی سے جگمگا دے اور غیر محمود افعال و حرکات سے بچائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۰ کا بقیہ............................

ذہنی کے ساتھ کارروائی شروع کر دیتا ہے جب پارلیامینٹ سے پاس شدہ قانون Places of worship 1991 کے تحت تمام مذہبی مقامات اور عبادات گاہوں کے قانونی طور پہ تحفظ فراہم کیا گیا تو پھر ایسی کسی درخواست کو قابل توجہ سمجھنا کورٹ کا قیمتی وقت برباد کرنا اور نفرت کی اس ماحول سازی میں درپردہ ایک نادانستہ تعاون ہے، عدالت عظمٰی کے بااختیار اور فاضل ججوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے، ان ملک دشمن عناصر کے خلاف سخت قانونی کارروائی کریں تا کہ نفرت کی ان منہ زور آندھیوں کے خلاف سخت اقدامات ہوسکیں۔

◆◆◆

اسلامیات

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

حسد اور اس کے اسباب وعلاج

آج ہمارے معاشرے میں جہاں بہت سی برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں وہیں حسد بھی عام وتام ہو چکا ہے، دورِ حاضر میں شاید باید کوئی اس سے محفوظ و مامون نظر آئے گا، الا ماشاء اللہ! حسد کس قدر مہلک ہے اس کا اندازہ لگانا ہو تو شیطان اور قابیل کے بھیانک انجام کو دیکھا جا سکتا ہے۔ حسد ہی کی بنیاد پر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے شکمَ پاک پر تھوکنے کی جسارت کی اور اسی حسد نے اسے اس قدر متکبر بنا دیا کہ اس نے حکم خداوند قدوس کی بھی پرواہ نہ کی اور سجدے سے انکار کر بیٹھا۔ انجام کار قیامت تک اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔

قابیل جو حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا یہ نوع انسانی میں پہلا قاتل ہے جس نے حسد کے سبب اپنے ہی بھائی حضرت ہابیل رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کر کے عند اللہ خائب وخاسر ہو گیا۔

اسی طرح رسول کائنات ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل مدینے کے آباد یہودیوں کے بڑے بڑے علما مدینے کے مشرکوں کو نہ صرف یہ کہ گھر گھر جا کر نبی آخر الزماں کی آمد کی خوش خبری دیا کرتے تھے بلکہ آیاتِ توریت کی روشنی میں آپ کی صفاتِ حمیدہ بھی بیان کرتے تھے۔ مزید برآں یہ لوگ مشرکینِ مدینہ کو یہ کہہ کر دھمکیاں دیا کرتے تھے کہ خبردار ہو جاؤ عنقریب نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے۔ ان کے آتے ہی ہم تم مشرکوں سے قتال کریں گے اور بالآخر تمھیں مدینے سے نکال باہر کر دیں گے۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ نبیِ آخر الزماں بنو اسماعیل سے ہیں تو پھر وہ حسد کی آگ میں ایسے جل بھن گئے کہ حق جانتے ہوئے بھی اسلام سے دور ونفور رہے اور نبیِ آخر الزماں اور ان کے متبعین پر ظلم وغدر کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ ربِّ کائنات نے قرآن مقدس کی ایک سو نویں آیت میں یوں یہودیوں کے بغض وحسد کو واشگاف کیا۔

"وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔ یعنی "بہت سے کتابیوں نے چاہا کہ کاش تمھیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔"

واضح رہے کہ یہودیوں کی خواہش تھی کہ نبیِ آخر الزماں بنو اسحٰق سے ہوں نہ کہ بنو اسمٰعیل سے۔

اگر حسد کے اسباب پہ غور وخوض کیا جائے تو بنیادی طور پر اس کے سات اسباب سمجھ میں آتے ہیں۔ پہلا سبب بغض و عداوت ہے۔ حاسد کے بغض وعداوت میں اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے کہ پھر ناکام ہونے کی صورت میں اس بات کا متمنی رہتا ہے کہ حریف پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹے اور میں خوشیاں مناؤں۔ دوسرا سبب تکبر ہے۔ تکبر کی بنیاد پر حاسد اپنے گریبان میں جھانکے بغیر اپنی برتری کی خواہش میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ پھر اسے اپنی کوئی برائی نظر نہیں آتی اور وہ "ہم چنیں دیگر نیست" کے زعم کے حصار میں آ جاتا ہے۔ تیسرا سبب سرداری کی آرزو ہے۔ حاسد اس آرزو کے پیش نظر چاہتا ہے کہ سارے کے سارے میرے غلام اور محتاج بن جائیں اور سب پر میری سربراہی کا سکّہ چلے۔ چوتھا سبب بڑائی ہے۔ حاسد اپنی بڑائی کی چاہت میں دوسروں کو نعمت کا نااہل سمجھتے ہوئے اس بات کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے کہ نعمت سے دوسرا یکسر محروم ہو جائے۔ پانچواں سبب دوسروں کی خوبیوں کو ناقابلِ برداشت سمجھنا ہے۔ حاسد دوسروں کی اچھائیاں دیکھ کر اس قدر جل بھن جاتا ہے کہ دوسروں کے کمال

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

کو اپنے لیے باعثِ زوال گردانتا ہے۔ چھٹا سبب غلبۂ نفسانیت ہے، حاسد پر نفسانیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کا نفس اس بات کا آرزومند ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑا با کمال سمجھا جائے دوسرا کوئی اس کے برابر نہ ہو۔ ساتواں سبب حاسد کی کم ظرفی ہے۔ حاسد پہ اس کی کم ظرفی کا ایسا تسلط ہوجاتا ہے کہ پھر وہ کسی اور کی خوشی دیکھ نہیں پاتا۔ یعنی دوسروں کو خوش وخرم دیکھ کر اس کا کلیجہ پاش پاش ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ دوسروں پر بجائے خوشی کے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

اس سے پہلے کہ ہم حسد کا علاج بتائیں آئیے بغض وحسد سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جو انتہائی درس خیز، عبرت ناک اور سبق آموز ہیں۔ ابوداؤد شریف میں مرقوم ہے:

"عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔"

حسد سے متعلق ترمذی شریف میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث یوں ہے:

"قال رسول الله ﷺ دبّ الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء ھی الحالقة لا اقول تحلق الرأس لکن تحلق الدین۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگلی امتوں کی بیماری تمہاری طرف بھی آگئی، وہ بیماری حسد وبغض ہے جو مونڈنے والی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ بال مونڈتی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈتی ہے۔"

اسی طرح صحیح المسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ یعرض اعمال الناس فی کل جمعة مرتین یوم الاثنین ویوم الخمیس فیغفر لکل عبد مؤمن الا عبدا بینه و بین اخیه شهناء فیقال اترکوا ھذین حتی یفیئا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندوں کے اعمال ہر ہفتہ دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں، دوشنبہ اور جمعرات کو، پس ہر بندے کی مغفرت ہوجاتی ہے سوائے اس بندے کے جو اپنے مسلمان بھائی سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ اس کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رہو (یعنی فرشتے ان کے گناہوں کو نہ مٹائیں) یہاں تک کہ وہ آپس کی عداوت سے باز آجائیں۔"

مذکورہ احادیث سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حسد کس قدر مذموم ہے اور یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نہ صرف یہ کہ حسد حاسد کے ذہنی توازن کو بگاڑ دیتا ہے بلکہ یہ دین تک کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے، یہی حسد ہے جو حاسد کے دل میں محسود کی طرف سے عداوت کو جنم دیتا ہے پھر آگے چل کر عداوت بڑھتے بڑھتے ترک تعلقات ہی نہیں بلکہ انقطاعِ سلام وکلام تک پہنچا دیتی ہے۔ حالاں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ دو مسلمان عداوت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے منقطع التعلق قطعی نہ ہوں جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی حدیث ہے:

"قال رسول الله ﷺ لا یحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلث فان مرّت به ثلث فلیلقه فلیسلّم علیه فان ردّ علیه السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یردّ علیه فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الهجرة۔ یعنی حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو عداوتاً چھوڑ رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے بھائی سے مل کر سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو نہ دینے والا گنہ گار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلقات کے گناہ سے بری ہوگیا۔"

جیسا کہ ہم اسبابِ حسد کے ضمن میں بتا چکے ہیں کہ حسد کے اسباب میں سے اہم سبب تکبر ہے۔ تکبر کس قدر ہلاکت خیز ہے یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں۔ آئیے اس ضمن میں ایک

انتہائی سبق آموز حدیث ملاحظہ فرمالیں:

"عن عمر قال و هو على المنبر يا ايها الناس تواضعوا فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول من تواضع لله رفعه الله فهو فى نفسه صغير و فى اعين الناس عظيم و من تكبر وضعه الله فهو فى اعين الناس صغير و فى نفسه كبير حتى لهوا هون عليهم من كلب او خنزير۔ بیہقی شریف کے اندر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا اے لوگو! تواضع اختیار کرو۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تواضع یعنی عاجزی اختیار کرتا ہے تو ربِّ قدیر اپنی رحمتِ کاملہ سے اسے بلند فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو چھوٹا تصور کرتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں وہ بڑا سمجھا جاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے پست کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل خوار رہتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے حالاں کہ انجام کار ایک دن وہ لوگوں کی نگاہ میں کتّے اور سور سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔"

الحفیظ والامان! حاسد یکسر یہ بھول جاتا ہے کہ منعمِ حقیقی خداوند قدوس کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے نوازا کرتا ہے۔ ربِّ کائنات نے ہمیں جو عطا کیا اس پر ہمیں اکتفا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا مشکور وممنون ہونا چاہیے نہ کہ ہم حرص وہوس کے شکار بن جائیں۔ حسد ایک ایسی بلا ہے جو حاسد کو ایسا حریص بنادیتا ہے کہ وہ شب وروز صبح ومسا حصولِ دنیا میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ اس خواہش پر کہ میں محسود سے مال واقتدار میں آگے بڑھ جاؤں اور محسود کنگال ہوجائے۔ حاسد کو یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ حریص کو کبھی بھی سیری وتشفی حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ صحیحین شریفین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

"عن النبى ﷺ قال لو كان لابن أدم واديان من مال لابتغى ثالثا و لا يملأ جوف ابنِ أدم الا التراب۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر (دنیادار) آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں جب بھی وہ تیسرے جنگل کی آرزو کرے گا اور ایسے حریص آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی نہیں بھر سکتی۔"

اسی طرح ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال اور مرتبہ کی لالچ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے، اللہ الصمد!

احادیث میں حسد اور اس کے اسباب سے متعلق کس قدر وعیدیں موجود ہیں۔ ان احادیث سے حاسدوں کو عبرت پکڑنا چاہیے اور خود کو ہلاکت خیزی سے بچانا چاہیے۔ تفسیر عزیزی میں جن گرہوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے ان میں ایک حاسدین کا بھی گروہ ہوگا۔ برخلاف اس کے وہ شخص جو اپنے دل اور دماغ کو بغض وحسد سے مبرا ومنزہ رکھتا ہے وہ اس قدر خوش نصیب ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس اسے عرش کا سایہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سایے میں دیکھ کر ربِّ قدیر کی بارگاہ میں عرض کی مولیٰ تعالیٰ! اس شخص کو یہ بلند مقام کس عمل کی بنیاد پر حاصل ہوا۔

پروردگار عالم جلّ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ تین وجہوں سے (۱) یہ کسی پر حسد نہیں کرتا تھا (۲) یہ اپنے والدین کی اطاعت شعار تھا (۳) چغل خوری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا تھا۔ مذکورہ بالا باتیں حسد کے اسباب سے متعلق بیان کی گئیں اب آئیے اس کے علاج وسدباب پر غور کریں۔

جہاں تک حسد کے علاج وسدباب کا تعلق اس سلسلے میں صوفیائے کرام نے بالخصوص حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے اپنی مشہور زمانہ مایۂ ناز تصنیف ''احیاء العلوم'' میں تفصلاً بڑی کارآمد باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ان تمام باتوں کا ماحصل نذرِ قارئین ہے۔

اگر چہ حاسد یہ چاہتا ہے کہ وہ حسد سے محفوظ و مامون رہے تو اس کے لیے یہ نا گزیر ہوگا کہ وہ اس امر پر راسخ عقیدہ رکھے کہ ہر چیز تقدیر سے ہوتی ہے یعنی من جانب اللہ مقدر ہوتی ہے حاسد کے چاہنے سے محسود کی ترقی رک سکتی ہے اور نہ حاسد اس بات پر قادر رہے کہ وہ محسود کی خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو روبہ زوال کردے۔ چاہے وہ اس سلسلے میں جتنی کوششیں کرلے، جس قدر ہاتھ پاؤں مارلے انجام کار اسے خود ہی منہ کی کھانا پڑے گی اور سوائے اپنی دینی ودنیاوی تباہی و بربادی کے کچھ ہاتھ نہیں آنے والا۔ یادرہے کہ حسد ایمان کی آنکھ کا تنکا اور خاک ہے جیسے کہ دماغ کی آنکھ ان چیزوں سے گدی ہوجاتی ہے ایسے ہی حاسد کا ایمان بلکہ اس کے دین ودنیا حسد سے مکدر ہوجاتے ہیں۔

حسد کے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حاسد کو انتہائی وسیع الظرف بننا ہوگا۔ یعنی اسے اپنی طبیعت وخواہش کے خلاف کام کرنا ہوگا، وہ اس طرح کہ حاسد کا دل یہ چاہتا ہے کہ وہ محسود کی خدمت کرے تو وہ خواہش طبیعت کو مات دیتے ہوئے اس کے برعکس محسود کی تعریف وتوصیف بیان کرنا شروع کردے۔ اسی طرح اگر دل چاہتا ہے کہ محسود کے سامنے تکبر کا اظہار کرے تو وہ اپنی ہلاکت خیز خواہش کو مغلوب کر کے تکبر کے بجائے عاجزی وفروتنی کا مظاہرہ کرے طبیعت اگر نفرت کرنے پر مجبور کرے تو وہ خلاف طبیعت محسود سے اس قدر محبت سے پیش آئے کہ نہ صرف یہ کہ محسود اس کے اخلاق سے متاثر ہوکر اس کا گرویدہ بن جائے بلکہ محسود کی گرویدگی حاسد کے جذبۂ حسد کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دے۔

حسد کے اسباب وعلاج پڑھنے کے بعد کوئی ضروری نہیں کہ حاسد اپنی خو بدل دے اور حسد سے بالکلیہ اجتناب کرلے۔ دراصل صرف حسد کی خصیص نہیں بلکہ کسی بھی برائی کا انسان اگر عادۃً مرتکب بن جائے تو وہ اس برائی سے اس وقت مکمل طور پر مبرا ہوسکتا ہے جب اس کے اندر احساس بیدار ہو اور خود اس کا ضمیر اسے ملامت کرے۔

اگر حاسدین مندرجہ ذیل حدیث پر عمل پیرا ہوجائیں تو عجب نہیں کہ وہ حسد کے مہلک مرض سے دائمی شفا پالیں، ترمذی شریف کے اندر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمادیا ہے اس پر راضی رہے اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ وہ ربِّ قدیر سے بھلائی مانگنا چھوڑ دے اور آدمی کی بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ خداوند قدوس نے اس کے بارے میں جو کچھ مقدر فرمادیا ہے وہ اس پر آزردہ ہو۔ پروردگارِ عالم سارے مسلمانوں کو بغض وحسد، حرص وطمع اور غرور وتکبر سے یکسر محفوظ ومامون فرمائے۔

◆◆◆

ص ۵۲ / کا بقیہ..........

اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرسکے! وہ ہمارے اسلاف تھے جو ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق برملا کہتے تھے۔ وہ ہمارے اسلاف تھے کہ حق کی پاداش میں شہادت قبول کرلیتے تھے لیکن "سچ" سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔

وہ حضرت بلال تھے جو ظلم کے مقابل کلمۂ حق بلند کرتے۔ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب تھے جو شاہِ نجاشی کے روبرو حقانیت اسلام کا نعرہ بلند کررہے تھے۔ وہ حضرت ربعی بن عامر تھے جو سالارِ روم کے روبرو حق بیاں تھے۔ وہ حضرت سلمان فارسی تھے جو ایوانِ فارس میں حق برملا کہہ رہے تھے۔ وہ امام حسین تھے جو ظالم یزیدیوں کے روبرو حفظِ شریعت کا فریضہ انجام دے رہے تھے، وہ حضرت امام احمد ابن حنبل تھے جو ظلم واسیری سہنے کو اقتدار کے آگے جھکنے پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ امام ربانی شیخ احمد فاروقی تھے جو الحادِ اکبری کے مقابل سینہ سپر تھے۔

آج کے مصلحت پسند ہیں جو ظلم کے خلاف خاموش ہیں جو اقتدار کے آگے خمیدہ ہیں، جو ہر ستم برداشت کرجاتے ہیں حتیٰ کہ غیرتوں اور حمیتوں کا قتل بھی جھیل لیتے ہیں ؎

اس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے، وہ صاحبِ آفاق

◆◆◆

از: مولانا محمد منصور عالم نوری مصباحی※

اخلاق حسنہ سے دور ہوتا مسلم معاشرہ

ایک اچھا صحت مند معاشرہ اور اچھا سماج اسے ہی کہا جاتا ہے، جہاں حسن اخلاق کی شعاعیں پھیلی ہوں، خصائل حمیدہ کے انوار سے ماحول منور ہو، خلوص، محبت، ایثار، ایمانداری، امانت داری، وفاداری، قناعت، صبر، تحمل، قوت برداشت، خیر خواہی اور امدادی باہمی وغیرہ کے جذبات پائے جاتے ہوں اور غیر محمود و مقبوح افعال وحرکات کی کوئی گنجائش نہ ہو، فی زمانہ ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے بہت زیادہ مریض ہو چکا ہے اور صحت بخش ہواؤں سے محروم ہو چکا ہے، قوت برداشت، صبر و تحمل اور قناعت و استغنا وغیرہ جیسے اخلاق فاضلہ سے خالی ہوتا جا رہا ہے اور معمولی بحث و مباحثہ پر علمی بالادستی ثابت کرنے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے، سوال بے جا اور خلاف مزاج امر دیکھ کر چراغ پا ہونا تو عام ہے۔

اصلاح کے لئے اخلاقی قدروں اور اچھے طریقوں کو نبھانے کے بجائے خسیس و رزیل حرکتیں ہونی لگ جاتی ہیں، یہ حرکات شنیعہ و افعال رزیلہ جلسوں، محفلوں، تقریروں اور تحریروں تک در آئے ہیں جن سے بلا واسطہ یا بالواسطہ ہمارا بیمار مسلم معاشرہ مزید متاثر ہو رہا ہے اور اس آلودہ ماحول کی آلودگیوں میں آئے دن اضافہ در اضافہ ہو رہا ہے، جب کہ مسلم معاشرہ کو صحت مند فضا کی سخت ضرورت ہے جس میں وہ آرام و عافیت، سکون اطمینان کی سانس لے پائے اور اپنے مستقبل کو روشن و تابناک بنانے کے تئیں فکر مند و بیدار رہ سکے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی قدروں پر عمل کیا جائے، حسن اخلاق کی تعلیم پر زور دی جائے، آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نمونۂ عمل بنایا جائے، آقائے کریم ﷺ کی بعثت ہی اخلاقی قدروں کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حسن اخلاق (کے قدروں) کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (مؤطا، مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

اس مختصر تمہید کے بعد پہلے اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی قدر تعریف و تشریح پیش کی جاتی ہے، اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ اچھی عادتوں کو اخلاق حسنہ سے اور بری اور خسیس عادتوں کو اخلاق قبیحہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اخلاق کے تعلق سے علمائے کرام کے تفصیل کے ساتھ مضامین و تحریرات موجود ہیں، ان کا کچھ لب لباب یہاں راقم الحروف بیان کرنے کی جسارت کرے گا، حضرت علامہ مفتی محمد ارشاد مصباحی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک گراں قدر مضمون "اسلامی نظام اخلاق اور حضرات محدثین" میں اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے، حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے اخلاق کی تشریحات پیش کئے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"انسانی عادات اور اعمال کے مجموعے کو اخلاق کہتے ہیں جن کا تعلق انسانی فطرت سے گہرا ہوتا ہے، حضرت امام غزالی اس کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: خلق، نفس کی ایسی کیفیت اور ہیئت راسخ کا نام ہے جس کی وجہ سے بہ سہولت اور فکر و توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں، اگر یہ ہیئت اس طور سے قائم ہے کہ اس سے عقل اور شرع کی نظر میں اعمال حسنہ کہے جانے والے افعال صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام خلق حسن ہے اور اگر اس سے غیر محمود افعال کا صدور ہوتا ہے تو اسے اخلاق بد کہتے ہیں۔" (احیاء العلوم ۵۶/ ۳)

ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

"یہی ہیئت جسے نفس کی قوت راسخہ کہتے ہیں، انسانی طبعی

※ مضمون نگار مدرسۃ البنات عظمت عائشہ پوسد مہاراشٹر کے استاذ ہیں۔

قوتوں کا سرچشمہ ہے اور اسی کی تہذیب اور تربیت سے اخلاق فاضلہ جنم لیتے ہیں، فطرت انسانی جو طبعی قوت لے کر پیدا ہوتی ہے وہ خلقی اور مستحکم ہوتی ہے، اس لئے اس میں کوئی بنیادی تبدیلی تو پیدا نہیں کی جاسکتی، البتہ اس کی تہذیب اور آراستگی کا ساماں ضرور ہونا چاہیے، اسلام جو مذہب اخلاق بھی ہے اور دین فطرت بھی اسی تہذیب اخلاق کی دعوت لے کر تشریف لایا، اسلام میں ''تزکیۂ نفس'' کی اصطلاح ارشاد باری تعالیٰ ''قد افلح من زکھا'' اور حدیث نبوی ''احسنوا اخلاقکم'' اسی بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔"

(اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۰ء)

احلاق کے تعلق سے مختصر تعریف وتشریح کے بعد چند اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی فہرست پڑھئے، حالانکہ اخلاق حسنہ اور اخلاق قبیحہ کی یہ قسمیں خود اپنے آپ عنوان کی حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) اخلاق حسنہ (۱) ایمان (۳) اخلاص (۴) تدبر (۵) تفکر (۶) تامل (۷) اطاعت (۸) استقامت (۹) خوف خدا (۱۰) رجا (۱۱) نماز (۱۲) روزہ (۱۳) حج (۱۴) زکاۃ (۱۵) پاکیزگی (۱۶) عفت (۱۷) حسن سلوک (۱۸) انفاق فی الخیر (۱۹) ذکر (۲۰) دعا (۲۱) استعانت (۲۲) دعوت خیر (۲۳) ارشاد حق (۲۴) موعظت (۲۵) بشارت (۲۶) انذار (۲۷) شکر (۲۸) تواضع (۲۹) صبر (۳۰) احتساب (۳۱) یقین (۳۲) توکل (۳۳) قوت ارادہ (۳۴) ہمت (۳۵) عزم (۳۶) ثبات (۳۷) توبہ (۳۸) استعاذہ (۳۹) استغفار (۴۰) استخارہ (۴۱) فراست (۴۲) زیرکی (۴۳) راست بازی (۴۴) انصاف (۴۵) احتیاط (۴۶) امانت (۴۷) راست بازی (۴۸) عبرت پذیری (۴۹) قبول نصیحت (۵۰) حیا (۵۱) بیدار مغزی وغیرہ۔ (اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۰ء)

یہ وہ اخلاق حسنہ ہیں جو اللہ رب العزت و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مطلوب ہیں، جن پر عمل سے ہی ایک بیمار معاشرہ کی صحیح تعمیر ہوسکتی ہے:

(۱) اخلاق قبیحہ (۲) الحاد (۳) بدمذہبی (۴) نافرمانی (۵) گمراہ گری (۶) سحر (۷) سرکشی (۸) سخت دلی (۹) فریب نفس (۱۰) تکبر (۱۱) بخل (۱۲) بزدلی (۱۳) اسراف (۱۴) زنا (۱۵) فحش گوئی (۱۶) تکاثر (۱۷) غفلت (۱۸) طمع (۱۹) غضب (۲۰) قتل ناحق (۲۱) ظلم وزیادتی (۲۲) بدکاری (۲۳) رشوت (۲۴) خیانت (۲۵) نفاق (۲۶) احسان ناشناسی (۲۷) سرقہ (۲۸) والدین کی نافرمانی (۲۹) کذب (۳۰) غیبت (۳۱) بہتان (۳۲) چغل خوری (۳۳) حرام خوری (۳۴) سود (۳۵) سوئے معاملت (۳۶) ریاکاری (۳۷) بدسلوکی (۳۸) کینہ پروری (۳۹) حسد (۴۰) بدعہدی (۴۱) تعاون علی الاثم وغیرہا۔ (حوالۂ سابق)

یہ وہ اخلاق قبیحہ اور رزیل عادتیں ہیں جو ایک صالح معاشرہ کو ہلاکت وبربادی کے دہلیز تک پہنچاتی ہیں اور خدا اور سول کے نزدیک نافرمانوں کے صف میں داخل کردیتی ہیں، موجودہ دور میں مسلم معاشرہ مذکورہ اخلاق قبیحہ میں سے اکثر کی لپیٹ میں آکر دنیا کے سامنے اپنا وزن کھودیا ہے، ہمارے اسلاف واکابرین اخلاق حسنہ سے مزین وآراستہ تھے، ان کی زندگیاں آسمان کے ستاروں کے مانند تھیں، جنہیں پڑھ اور سن کر آج بھی دلوں کو سکون وقرار کے ساتھ فکر وتدبر میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، عملی زندگی میں سدھار ونکھار پیدا ہوتا ہے اس پر تمثیلاً بھی بزرگوں کی زندگی سے جڑی کچھ باتیں لکھی جائیں تو یہ مضمون بہت طویل ہوجائے گا، علامہ محمد احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

" مسلمانوں کے سارے اخلاق کی اصل ان کا ایمان اور خوف خدا ہے، یہ ایسی چیز ہے جو ہر حال میں انسان کو اخلاق عالیہ کی دعوت دیتی ہے، اگر یہ نہ ہو تو عارضی طور پر یا نمائشی طور پر انسان اچھی باتیں اپنا سکتا ہے مگر جب اسے کسی کی آگاہی یا رسوائی کا اندیشہ نہ ہو تو کچھ بھی کرسکتا ہے اسی طرح کوئی طاقتور اور فاتح کسی کمزور اور مفتوح سے کوئی بھی سخت سے سخت معاہدہ کرلے لیکن اس کے اندر اگر عہد شکنی اور بے وفائی پر خدا کا خوف نہیں تو کسی بھی وقت وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرسکتا ہے اور مفتوح وکمزور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

اسلامیات

رہ گیا دنیا میں رسوائی اور بدنامی کا اندیشہ تو جھوٹ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ایسی طاقت ہے جو کسی بھی کمزور کے سچ کو بڑی آسانی سے زیر کرسکتی ہے۔ دنیا وہی مانے گی جو سنے گی۔ آج جو اخلاقی گراوٹ آچکی ہے اس کا سب سے بڑا سبب خوف خدا کا فقدان اور دنیا کی حرص ہے خلفائے راشدین کا حال یہ تھا :

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار بیت المال صاف کیا اس میں ایک درہم رہ گیا تھا، اتفاقاً حضرت عمر فاروق کا کوئی فرزند وہاں سے گزرا، حضرت ابو موسیٰ نے وہ درہم اسے دے دیا۔ فاروق اعظم نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھا تو پوچھا یہ تجھ کو کہاں سے ملا؟ اس نے بتایا حضرت ابوموسیٰ نے دیا۔ اب حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ کے پاس آئے فرمایا: تم کو مدینہ میں آل عمر سے کمتر کوئی گھرانا نہ ملا۔ تم چاہتے ہو کہ ایک درہم کے واسطے امت کا ہر فرد اس ایک درہم میں اس کی جو حق تلفی ہوئی ہے، اس کا مطالبہ لائے اور آخرت میں ہم سے سوال ہو۔ فرمایا اور وہ درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ (کنز العمال بحوالہ اہل سنت کی آواز)

(۲) مصر کے گورنر حضرت عمرابن عاص نے معاویہ بن خدیج کو فتح اسکندریہ کی خبر دینے کے لیے مدینہ فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیجا وہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا، سواری مسجد کے دروازے پر بٹھائی اور خود مسجد کے اندر چلے گئے، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک باندھی آگئی کہ امیر المومنین طلب فرمارہے ہیں، خیر و خبر اور طعام وضیافت کے بعد حضرت عمر نے معاویہ سے پوچھا تم میرے پاس آنے کے بجائے مسجد میں کس خیال سے چلے گئے، انھوں نے عرض کیا: میں نے سوچا دوپہر کا وقت ہے امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہوں گے، فرمایا: تم نے برا گمان کیا۔ سن لو اگر دن کو سوتا ہوں تو رعایا کا نقصان اور ان کی بربادی ہے اور اگر رات کو سوؤں تو میرا نقصان اور میری بربادی ہے، معاویہ! ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے سونا کیسا؟ (کنز العمال بحوالہ سابق)

خلفائے راشدین نے منہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اخلاق حسنہ یعنی عدل وانصاف، راست گوئی اور صبر وقناعت اور خدا خوفی اور ایثار و بخشش کی جو بساط بچھائی تھی اور جیسا سکون و قرار اپنے ملک کے باشندوں کو عطا کیا تھا کہ معاشرہ کا ہر طبقہ کھلی فضا میں آزادی کے ساتھ سکون کی سانس لیتا تھا، اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم پر کوئی ظلم، جفا ہوا تو ہماری فریاد سننے اور عدل کے لیے ایسے حاکم موجود ہیں جہاں کسی کے ساتھ ناانصافی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیا آج کسی بھی ملک میں کسی مظلوم کو یقینی بھروسہ ہوسکتا ہے کہ اسے انصاف ملے گا ہی، شاید نہیں! ہمارے اسلاف کا طریقہ کار ہمارے لئے نمونہ ہے اگر ہم ان کی سیرت و کردار کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں تو ہمیں کامیابی کی منزل تک پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

آئیے اب ہم ماضی قریب کی طرف جھانکیں، ہمیں ایسے اکابرین اور داعین کی لمبی فہرست مل جائے گی جو دین اسلام کے تئیں نہایت مخلص تھے اور اپنے فرائض منصبی کے ساتھ کبھی سمجھوتا نہیں کئے، ان کا طرۂ امتیاز تھا کہ اپنی قوم کے ساتھ جو ان کا پر خلوص رابطہ رہا وہاں کسی طرح کی کوتاہی سے بدگمانی کا موقع نہیں دیئے، حضور سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمہ جب کسی جلسہ کی دعوت قبول فرماتے تھے تو علالت طبع کے باوجود وعدہ وفا کرتے، حضرت مولانا محمد قمر الحسن بستوی مصباحی مضمون "حافظ ملت ایک درویش کامل" میں لکھتے ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ گورکھپور کے کسی جلسہ کی دعوت قبول فرمائی مگر وقت پر طبیعت علیل ہوگئی کہ سفر مشکل ہوگیا۔ لیکن جذبۂ صادق القولی کا مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آیا کہ بخار سے تپتا بدن بس کا دشوار گزار سفر تا ہم شریک اجلاس ہوئے .... حالانکہ لوگوں نے منع کیا کہ حضور! بخار شدید ہے، سفر نقصان دہ ثابت ہوجائے گا، آرام فرمائیں: مگر جو جذبۂ صادق کے ساتھ خدمت خلق کی بے چینیاں رکھتے ہیں، ان کے راستوں میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی.................

آپ نے ارشاد فرمایا:............. ہاں رک بقیہ ص ۱۴؍ پر

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

نعت، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعرا

نعت رسول دراصل اصناف سخن کی وہ نازک صنف ہے جس میں طبع آزمائی کرتے وقت اقلیم سخن کے تاجدار حضرت مولانا جامؔی نے فرمایا ہے: ؎

لا یُمکن الثناء کما کان حقّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یا

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اردو میں ''نعت'' ان اشعار کے لئے مخصوص ہے جو صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ممدوحہ میں کہے گئے ہوں، عربی میں اس کے لیے ''مدح'' کا لفظ مستعمل ہے۔ نظم اور نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ انبیا، اولیا یا عام انسان ہر ایک کی تعریف وستائش اس ضمن میں آتی ہے۔ کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو مدح کہتے ہیں اور اگر اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف ومناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ رسول انسان کامل ہیں۔ وہ بشری صفات کا نہایت اعلیٰ وارفع نمونہ ہیں۔ ان کی حیات طیبہ کی مثل اعلیٰ اور مکارم اخلاق اسوۂ حسنہ ہیں، اُن کی مدح وثنا خود قرآن کریم میں جابجا مذکور ہے، قرآن کریم خود ان کے اخلاق اور سیرت طیبہ کا آئینہ ہے۔ ایسی عظیم المرتبت شخصیت کے اوصاف وکمالات، فضائل وشمائل کا بیان کرنا کسی معمولی کیا غیر معمولی انسان سے بھی ممکن نہیں۔ اسی لیے نعت میں مبالغہ اور غلو کی گنجائش ہرگز نہیں، البتہ غیر محتاط انداز بیان بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آجاتا ہے۔

نعت گوئی یعنی رسالت مآب کی مدح کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی ہوگئی تھی بلکہ اللہ کے رسول نے کفار قریش کو ہرزہ سرائی کا جواب دینے کے لیے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ کو جوابی اشعار لکھنے کا حکم دیا، جن کا مرکزی نقطہ مدح رسالت ہی ہوتا تھا۔ آپ نے بعض اوقات مسجد نبوی میں بیٹھ کر اشعار کی سماعت فرمائی اور اچھے اشعار پر اظہار پسندیدگی بھی فرمایا۔ بعض اشعار پر آپ نے اصلاح بھی فرمائی۔ یہ بھی رسم رہی ہے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والے کو بطور صلہ انعام واکرام سے بھی نوازتا بلکہ اہلِ دنیا کے لیے تو بیشتر مدحیہ قصیدے ''صلے کی تمنا'' میں ہی لکھے گئے ہیں۔ مدح رسول اور مدح شاہ میں بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ رسول اللہ کے مدّاح کو دین ودنیا دونوں کی نعمتیں سرفراز کیا جاتا ہے جبکہ مدح شاہ میں دنیاوی انعام واکرام کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سب سے پہلے جس نے زبان کھولی وہ حضور کے مربی ومحسن عمؓ نامدار ابوطالب ہیں۔ سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے ایک قصیدہ کے سات شعر نقل کیے ہیں جس میں ابوطالب نے پرجوش انداز میں نبی کریم کی مدح کی اور اپنے خاندان (بنوہاشم) کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ ابوطالب وہ پہلے شخص ہیں جن کی زبان سے سب سے پہلے آپ کے لیے مدحیہ اشعار نکلے۔ جن کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس قصیدہ سے پہلے کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو، اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں: ؎

اذا اجتمعتْ یوماً قریشٌ لمفتخر
فعَبدُ منافِ سِرّھا وصمیمھا

* مضمون نگار مجلہ پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف کے ایڈیٹر ہیں۔

وإن حصلت أشراف عبد منافها
وفی هاشم أشرافها وقدیمها
وإن فخرت یوماً فإن محمداً
هو المصطفیٰ من سرّها و کریمها(1)

اس قصیدہ کے بقیہ چار اشعار کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے: ؎

تداعت قریش غثُّها و سمینُها
علینا، فلم تظفر و طاشت حلومها
وکنا قدیماً لانقرّ ظلامة
إذا ماثنو صُعر الخدود نقیمها
ونحمی حماها کل یوم کریهةٍ
وَتضرب عن أحجارها من یرومها
بنا انتعش العود الذواء وإنما
بأکنافنا تندی وتنمی أرومها(2)

اس قصیدہ کے آخری شعر "بنات النعش العود الذوای" سے اردو کا یہ شعر لفظ و معنی دونوں میں بہت قریب ہے: ؎

سر سبز ہو جو سبزہ ترا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدافعت میں جناب ابو طالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جس کا مطلع ہے: ؎

وَلما رأیتُ القومَ لاودّ فیهم
وَقَدْ قطعوا کلَّ العریٰ والوسائلِ

(ترجمہ) جبکہ میں نے دیکھ لیا کہ لوگوں میں اُنس و محبت نہیں رہی اور تمام وسائل اور ہر کڑی توڑ چکے ہیں۔

یہ قصیدہ ۹۵؍ اشعار پر مشتمل ہے، نعت ایک اہم صنف ہے، نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز تو حضرت ابو طالب نے کیا بعد میں اصحاب رسول نے بھی نعت گوئی کا سلسلہ شروع کیا جس کی توثیق خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی، نعت گوئی کی روایت عہد صحابہ سے موجودہ عہد تک مسلسل قائم ہے، صرف تمام مسلم شعرا نے ہی نہیں بہت سے غیر مسلم شعرا نے بھی آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کا منظوم تذکرہ کر کے آپ فن کو اعتبار بخشا۔(3)

شعرا نے ہر دور میں اور ہر زبان میں آپ کی شان میں اپنے اپنے انداز سے مدح و توصیف کا نذرانہ پیش کیا ہے اور ثنا خوان رسول کی مبارک فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے "شاعر رسول" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ؎

اَحسَنُ مِنْکَ لم تَرَ قَطّ عَیْنِی
اَجمَلُ مِنْکَ لم تَلِدَ النِّسَاء
خُلِقْتَ مُبرّئاً مِنْ کُلِّ عَیْب
کانَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

(یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ سے زیادہ خوب رو میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور نا ہی آپ سے زیادہ صاحب جمال کو عورتوں نے کبھی جنا ہے۔[دوسرا شعر] آپ ہر طرح کے عیوب و نقائص سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ اپنی حسب خواہش پیدا ہوئے ہیں)

اسی طرح سے ایک اور جلیل القدر صحابی حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک طویل قصیدے "قصیدۂ بردہ" کے صرف ایک شعر پر ہزاروں شعری مجموعے اور بیاضیں قربان کہ اس شعر پر نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر و شعر دونوں کو حیاتِ جاوداں عطا فرمادی، یہ قصیدہ "قصیدۂ بردہ: بانت سُعاد" کے نام بھی جانا جاتا ہے اور اس کو (چادر والا قصیدہ) بھی کہا جاتا ہے، بردہ چادر کو کہتے ہیں، یہ چادر بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس ہزار درہم (دینار) کے بدلے میں ان سے لے لیا تھا اور اموی حکمراں اسے اپنی مسند نشینی کے وقت بطور تبرک پہنا کرتے تھے۔ بعد میں یہی مبارک چادر عثمانی خلفا تک پہنچی تھی۔

اس قصیدے کا ۵۳؍واں شعر جو نعت کی بہترین مثال ہے، ذیل میں وہ شعر درج کیا جارہا ہے: ؎

اسلامیات

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیفٌ یُستَضَاءُ بِہٖ
مُہَنَّدٌ مِنْ سُیُوفِ اللّٰہِ مَسْلُولُ (4)

(یعنی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شمشیر ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ شمشیر جو ہندی لوہے کی بنی ہوئی ہے، اللہ کی تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی ہے۔)

قصیدہ بردہ کے نام سے ایک دوسرا قصیدہ بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عالم رویا میں اپنی چادر مبارک سے نوازا تھا، اس لیے یہ قصیدہ بھی ''قصیدہ بردہ'' کہلایا جو سیکڑوں برس سے ہر خاص وعام کے زبان زد ہے، اس کی تاثیر اور کیف میں ہزاروں بار پڑھنے پر بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، وہ قصیدہ اتنا مشہور ہوا کہ عربی، فارسی اور شعرا نے اس کی خوب تضمینیں کیں ہیں، مثال کے طور پر قصیدہ کا مطلع:۔

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیرانٍ بِذِی سَلَمٍ
مَزَجْتَ دمعاً جَرَیٰ مِن مُقلَۃٍ بِدَمٖ

اَم ھبَّتِ الرِّیحُ مِنْ تِلْقَاءِ کَاظِمَۃٍ
واَوْمَضَ البرقُ فی الظلْمَاءِ مِنْ اِضَمٖ (5)

شاعر اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے: (۱) تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسوں کیوں رواں ہیں! کیا ذوسلم کے پڑوسی یاد آرہے ہیں؟ (۲) یا کاظمہ کی جانب سے کوئی ہوا لی ہے، یا تاریکی میں اضم کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔)

مذکورہ بالا شعرائے رسول کے علاوہ بھی ایک لمبی فہرست ہے جن کے نعت کو خود رسول ﷺ نے سماعت فرمایا اور اظہار مسرت سے نعت گوئی کو تقدّس و پاکیزگی عطا فرمادی، ان میں اعشیٰ، عبداللہ بن رواحہ اور عبداللہ بن مرد جیسے عظیم شعرا شامل ہیں، جن کے اشعار سیرت نبوی کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں۔

دیگر زبانوں کی طرح اردو شاعری کو بھی نعت گوئی میں ممتاز مقام حاصل ہے اور اردو شعرا نے اس صنف میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی ہے۔ دراصل نعت گوئی عشقِ رسول اور شوقِ مدینہ ہندوستانی شعرا کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔ (6)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اردو کے تمام قدیم اصناف کی ابتدا دکن میں ہوئی، اردو کی قدیم مثنویاں اس کی شاندار مثال ہیں، ان مثنویوں میں جابجا نعت یا نعت گوئی کی کوئی نہ کوئی مثال مل ہی جاتی ہیں۔ نویں صدی سے لے کر گیارہویں صدی تک دکنی مثنویوں میں اردو نعت کا ایک شاندار ماضی ملتا ہے اور یہ سلسلہ دورِ قدیم سے دورِ جدید تک چلتا آرہا ہے، اردو ادب میں دکنی عہد کی قدیم ترین مثنویوں میں نعت گوئی کا رواج پایا جاتا ہے، نویں صدی ہجری/ پندرھویں صدی عیسویں میں فخر دین نظامی نے اپنی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' میں نعتیہ اشعار کہے ہیں، دسویں صدی ہجری، سولہویں صدی عیسوی میں گجرات کے مشہور صوفی شاعر خوب محمد چشتی نے ''خوب ترنگ'' اور اس کی شرح ''امواج خوبی'' تصنیف کی، اس کے بعد مثنویوں میں ''حمد'' کے ساتھ ساتھ ''نعت'' اور ''منقبت'' لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ گیارہویں صدی ہجری میں ملّا وجہی اور ملّا نصرتی کے علاوہ سبھی شعرا نے نعت نگاری پر قلم اٹھایا، یہ سلسلہ عہد قدیم سے انیسویں صدی کے اواخر تک جاری ہے اور تقریباً ہر شاعر نے چاہے وہ غزل گو رہا ہو چاہے مثنوی نگار، نعت گوئی کے دلکش نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ (7)

ویسے تو اردو میں باقاعدہ نعت گوئی کا آغاز سولھویں اور سترھیوں صدی میں ہوا جب اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان ''محمد قلی قطب'' شاہ (۱۵۶۵ء—۱۶۱۱) نے نعت کی مستقل حیثیت قائم کی۔ ان کے کلیات میں عید میلاد النبی پر چھ، بعثت نبی پر پانچ، شب معراج پر ایک نظم اور پانچ نعتیہ غزلیں اور نعتیہ رباعیاں ملتی ہیں، اٹھارویں صدی عیسوی میں ''ولی دکنی'' کا نعتیہ کلام اردو نعت کے ارتقائی سفر میں یک نئی منزل کی نشاندہی کرتا ہے، ولی کے معاصرین میں ''قاضی محمود بحریؔ'' نے اپنی صوفیانیہ شاعری کی بدولت شہرت حاصل کی ہیں، خواجہ ''الطاف حسین حالیؔ'' اردو شاعری کے دورِ جدید کے اہم نعت گو شاعر ہیں جن سے اردو میں نعت گوئی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ حالی کا نعتیہ کلام مقدار میں بہت کم ہے لیکن معیار میں بہت اعلیٰ وارفع ہے، بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری ''پرانی غزلوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری

کا شاید ہی کوئی جز ہو جس میں آنحضرت کی سیرت اور پیغام کا عکس صاف نظر نہ آتا ہو۔'' (8)

ان کے علاوہ جن شعرا نے اس فن میں طبع آزمائی کی یا کر رہے ہیں ان میں مشہور اور مقبول امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفٰے رضا بریلوی، حضرت تاج الشریعہ اختر رضا بریلوی، مولانا جمیل الرحمن قادری، امیر مینائی، محسن کاکوروی، جگر مرادآبادی، اقبال سہیل، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، حمید صدیقی، نشور واحدی، ثانی حسنی، عامر عثمانی، تسنیم فاروقی، جلیل مانک پوری، رئیس نعمانی، سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی، امجد حیدرآبادی، ظفر علی خان علیگ، ہمسر قادری، مظفر وارثی، اعجاز رحمانی، ابوالمجاہد، فضا ابن فیضی، ساجد صدیقی، تابش مہدی، افسر امروہوی، ابرار کرتپوری اور ڈاکٹر ماجد دیوبندی کا نام خاص طور سے لیا جا سکتا ہے، ماجد دیوبندی کا نعتیہ کلام ''ذکر رسول ﷺ'' ہر خاص وعام میں مقبول ہے، ان کے مشہور نعتیہ شعر: ؎

ذکر رسول کر نہیں سکتے زبان سے
توفیق جب تلک نہ ملے آسمان سے

کا اگر ماہر غزلیات جگر مرادآبادی کے مشہور نعتیہ شعر سے موازنہ کیا جائے تو کافی حد تک دونوں میں مطابقت نظر آتی ہے: ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
پیغام محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

نعتیہ شاعری میں نہ صرف شعر وسخن کی آزمائش ہوتی ہے بلکہ اس کسوٹی پر عقیدۂ توحید ورسالت اور عشق حقیقی کی پرکھ بھی بدرجۂ اتم ہوتی ہے، اس لیے ارباب سخن نعتیہ شاعری کو دودھاری تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی ترمیم وتنسیخ یا افراط وتفریط کا شائبہ ہو گیا تو سامان بخشش بننے کے بجائے طوق کفر و ضلالت بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے: ؎

میاں! یہ عشق ہے اور آگ کی قبیل سے ہے
کسی کو خاک بنائے، کسی کو زر کردے

نعت گوئی میں نہ صرف زبان دیکھی جاتی ہے اور نہ بیان پر نظر جاتی ہے، نہ فنی نکات تلاش کئے جاتے ہیں، اس کی روح صرف اخلاص اور محبت رسول ﷺ ہے، اگر بات دل سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب میں وہ نذرانۂ عقیدت اور محبت قبول ہو جائے تو اشعار کو حیات جاویدانی نصیب ہو جاتی ہے، جیسے فارسی میں سعدی شیرازی، عبد الرحمان جامی، محمد جان قدسی وغیرہ کی بعض نعتیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔

حوالہ جات: (1) بحوالہ سیرۃ النبی ابن ہشام، ج ۱/ص ۱۵۶/طبع بیروت (2) بحوالہ سیرۃ النبی ابن ہشام، ج ۱/ص ۲۰۱/طبع بیروت (3) سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: (بانت سعاد کے حوالے سے) کور پیج (4) سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: (بانت سعاد کے حوالے سے) ص ۶۷ (5) ردائے رحمت، طبع شدہ، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ، ص ۶۳ (6) کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ، ص ۱۷۶ (7) سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی اور قصیدہ بردہ: ایک تحقیقی مطالعہ، طباعت، انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، ص ۱۰ (8) اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۲۷۔

◆◆◆

ص ۴۶/ کا بقیہ

نہیں کہ حضور غوث پاک کی روح مبارک اس وقت آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کوئی خدمت بجالائی، اس روایت کی سند ہمارے سامنے نہیں کہ اس کی کوئی تنقید کریں واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی بحر العلوم، جلد 6، صفحہ 178)

◆◆◆

از: محمد طاہر القادری کلیم فیضی بستوی *

مسلمانو! اپنے بچوں کو پہلے دین پڑھاؤ

احوال قوم وملت

اس دور کے مسلمانوں کی ذہنیت پر ماتم ہے کہ وہ اپنے "کم سن کوتاہ شعور اور چھوٹے بچوں کا ہوش سنبھالتے ہی" انگلش میڈیم اسکول میں خطیر رقمیں دے کر ایڈمیشن کروادیتے ہیں اور لمبی لمبی فیس بھی ادا کرتے ہیں لیکن ان کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی اور وہ بڑے ہی شوق سے ہندی وانگلش پڑھواتے ہیں، بعض لوگ تو" ناظرہ قرآن پاک" ٹیوشن کے ذریعے کسی طرح پڑھوا دیتے ہیں مگر اس میں وہ بات کہاں جو مدارس دینیہ کے پڑھنے میں ہوتی ہے، مسلمان ہیں اس لئے کم سن ونوعمر بچوں کی زبان پر پہلے" بسم اللہ الرحمن الرحیم ادا ہونا چاہئے، تاکہ انہیں" اللہ رب العزت کے نام پاک کی برکتیں حاصل ہوں اور ضرورت کی حد تک پہلے بچوں کو دینی معلومات کرائی جائے اور مذہبی تعلیم دلا دی جائے پھر دنیا کی تعلیم کی طرف توجہ کریں، دور حاضر میں اکثر لوگوں کے اندر اپنی مذہبی تعلیم نہ ہونے کے سبب وہ گمراہیت کے دلدل میں پھنس رہے ہیں اور گناہ کے کام سے بچ نہیں پاتے ہیں" ڈاکٹر، انجینئر، ایڈوکیٹ وغیرہ تو بن جاتے ہیں لیکن دینی معلومات سے بالکل بے بہرہ رہتے ہیں" جبکہ مسلمان صرف دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے بلکہ اس کے لئے" جنت الفردوس اور اس کی بے نظیر بہاریں ونعمتیں اور آرام وآسائش ہیں، جس کے حصول کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم ضروری ہے تا کہ ہر مسلمان اپنے رب کو پہچانے اور اس کی عبادت وبندگی کر کے اپنی عظمت وجلالت کا چراغ روشن ومنور کرے اور مسائل فقہ میں عبور حاصل کرے تا کہ جائز و ناجائز میں امتیاز کر سکے۔

حقوق اللہ وحقوق العباد کیا ہے اس کا بھی شعور جاگ اٹھے، یہود ونصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن عناصر تو اس بات کے لئے ہمہ دم کوشاں وسرگرداں ہیں ہی کہ مسلم بچے اپنی مذہبی تعلیم سے دور رہیں تا کہ ان کو آسانی سے گمراہ کیا جا سکے، اس لئے فقیر تمام مسلمانان اہل سنت سے مخلصانہ گزارش کرتا ہے کہ چاہے دوسری تعلیم دلائیں یا نہ دلائیں مگر اپنے لالوں کو مذہبی تعلیم سے ضرور آراستہ وپیراستہ کریں اور ان کی دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے ہی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ" طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

اس لئے یہ فرض کسی بھی طرح قضا نہیں ہونا چاہئے، آج میں دیکھتا ہوں کہ" مدارس میں مذہبی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہونے کے باجود پڑھنے والے بچوں کی تعداد کم اور اقلّ قلیل ہے اور اگر پڑھنے کے لئے کچھ بچے جاتے بھی ہیں تو مشکل سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے کیونکہ انہیں اپنے وقت پر ہندی وانگلش اسکولوں میں جانا رہتا ہے، بچوں کی مذہبی تعلیم نہ ہو پانے کے لئے ماں باپ ہی زیادہ قصوروار ہیں، اس لئے اپنے ذوق اور مزاج پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور بچوں کو دینی تعلیم دلانے کا مزاج بنانا چاہئے آج کل کا معاملہ یہ ہے کہ مسلمان دنیاوی تعلیم کو فوقیت دے رہا ہے اور اپنی مذہبی تعلیم جو لازم وضروری ہے، اس کو مؤخر کرتا ہے، جو انتہائی تشویشناک ہے۔

اے کاش کہ مسلمان دینی تعلیم کی اہمیت سمجھتے اور اپنے نونہالوں کو پہلے مذہبی تعلیم دلاتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اولاد جب مذہبی تعلیم سے آراستہ ہو جاتی ہے تو ان کے والدین کے لئے ثواب جاریہ ہوتا ہے اور اولاد جب بھی کوئی نیک عمل، یا روزہ ونماز ادا کرے گی تو والدین کو بھی اس کے عمل کا ثواب ملتا رہے گا۔ ◆

* مضمون نگار مدرسہ انوار الاسلام سکندرپور بستی یوپی کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

از: مفتی جمیل احمد قادری*

رنگ اختلاف

قدرت کی انوکھی کاریگری کا ایک نمایاں وصف یہ بھی ہے کہ اس کی مخلوق کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ خود انسان اپنی شناخت، رنگ، نقوش، آواز، بلکہ ہر ہر عضو میں ایک دوسرے سے ممتاز ہے اور مزے کی بات یہ کہ ظاہر کی طرح باطن یعنی عقل وفکر و دانائی میں بھی الگ الگ۔

اسی فکری تنوع نے اختلاف رائے کو جنم دیا، اختلاف اگر دینی مسائل میں ہو تو محمود اور مفید ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

"اختلاف امتی رحمة۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

صحابہ اور اکابرین دین کا اجتہادی مسائل میں اختلاف، اسی رحمت کا حصہ ہے۔ شوہر اگر لاپتہ ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی عمر 80 / برس تک پہنچنے تک عورت انتظار کرے گی، دوسری شادی نہیں کر سکتی، پھر قاضی اسے مردہ قرار دے کر فسخ نکاح کی سند فراہم کرے گا، جبکہ امام مالک کے نزدیک قاضی کے یہاں مقدمہ دائر ہونے کے چار سال بعد ہی شوہر کو مفقود مان کر فسخ نکاح کا عمل وجود میں آجاتا ہے اور پھر اس لاپتہ شوہر کی بیوی عدت گزار کر اپنا دوسرا نکاح کرنے کی مجاز ہو جاتی ہے۔

چونکہ احناف کے یہاں ضرورتاً کسی دوسرے امام کے قول پر عمل جائز ہے۔ اس لیے فسخ نکاح کے باب میں علی العموم قول مالک پر عمل ہوتا ہے اور مفقود الخبر کی زوجہ (یعنی جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو) چار سال میں ہی شرعی طور پر نکاح ثانی کی حقدار ہو جاتی ہے، غور کریں کہ ائمہ امت کا اختلاف، عامہ امت کے لیے کتنا مفید اور کارگر ثابت ہوا؟

اختلاف کا یہ خوشنما کارواں صدیوں سے چلتا ہوا ہم تک پہنچا، آج ہم بھی اختلاف کرتے ہیں، مگر ہمارا اختلاف شرعی اور علمی حدوں سے گزر کر عزت وآبرو کو داغدار کرنے لگتا ہے، شمس العلوم گھوسی کے پرنسپل، ممتاز العلماء علامہ ممتاز عالم اشرفی، میرے کرم فرما اساتذہ میں سے ہیں، آج بھی جب کہیں پھنستا ہوں تو براہِ موبائل "المدد یا استاد" کی فریاد لگاتا ہوں اور حضرت والا گھوسی رہیں یا اپنے گھر سہرسہ! وہیں سے مشکل کشائی فرماتے ہیں، حضرت کی ذات اہل سنت کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ ملک کی گنی چنی شخصیات میں سے ہیں۔ ایک دن میں نے عرض کیا:

"حضرت! آج سوشل میڈیا پر خواندہ اور ناخواندہ ہر قسم کے افراد منہ کھولے بیٹھے ہیں۔ ہر شخص اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے، کسی شرعی مسئلے پر اتنی رائیں سامنے آتی ہیں، کہ نو آموز، علما طے نہیں کر پاتے کہ کون قابل عمل ہے اور کون ناقابل اعتبار؟ ایسے میں آپ اگر کچھ بیان فرما دیا کریں، تو بیشتر مسائل میں آپ کا ارشاد، قول فیصل ثابت ہوگا، میری بات سن کر حضرت کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا: مجھے اس بھیڑ سے معذور ہی رکھیں، میں حالات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔"

حضرت کے مختصر جملے کا مطلب میں نے یہی سمجھا، کہ آج کے لوگوں کا جورویہ ہے" ڈھاک کے تین پات" کہ شخصیتوں کو دیکھتے نہیں، سب کو اپنے جیسا ہی سمجھتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے، بول جاتے ہیں، اس لیے ممتاز العلماء اس سے کنارہ کش ہیں، لہٰذا میں نے پھر ہمت جٹائی اور عرض کیا: جی! ایسا تو ہوتا ہے، کمنٹ میں لوگ سراہتے بھی ہیں اور کچھ جاہل قسم کے افراد برا بھلا بھی بولتے ہیں۔ اتنا تو ہوگا، ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے۔"

اس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ" آپ گرم چشیدہ ہیں"

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسر پرست ہیں۔

میں سمجھ گیا، کہ ایک عزت دار اور باوقار شخص کے لیے آج کے میڈیائی میدان میں علمی اور تحقیقی کام کرنا "اوکھل میں سر دینے" کی طرح ہے اور ہر فرد اس کا متحمل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی موجودہ مقتدر شخصیات، جہاں کہیں بھی ہیں، گم گشتہ حال اور گوشہ نشین ہیں، سوشل میڈیا پر شاذ ونادر ہی کبھی کوئی بیان یا اعلان ان کی طرف سے آتا ہے، ورنہ آج کی گہما گہمی اور خودنمائی کی گرم بازاری میں کون پیچھے رہنا چاہتا ہے؟ ع

کسے اس انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے

پندرہ بیس سال پہلے تک جو علمی اختلافات ہوتے، ان کا ایک معیار ہوتا تھا، جو اہل ہوتے، وہی میدان میں آتے، بقیہ لوگ تماشائی بنے دیکھتے اور سنتے رہتے، پھر ان اہلوں کے لیے کچھ پابندیاں ہوتی تھیں، کسی کا رد یا جواب پیش کرنا ہے تو کتاب لکھ کر کرو ورنہ کوئی کتابچہ نکالو، اتنا بھی نہیں کر سکتے، تو کسی رسالے یا اخبار میں اپنا تردیدی مضمون شائع کراؤ وہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک پوسٹر نکالو اگر اس کی بھی صلاحیت نہیں تو اپنی باتیں کاغذ پر لکھ کر ڈاک یا کسی کے ہاتھ سے مقابل تک پہنچاؤ یا پھر جلسہ کرا کر تقریر کے ذریعہ زبانی تردید کراؤ، اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

آپ سوچ سکتے ہیں، کہ ایسے کاموں کے لیے کیسے افراد کی ضرورت تھی؟ مگر آج وہ لوگ بھی جنہیں ٹھیک سے اردو میں لکھنا اور پڑھنا تک نہیں آتا، کسی کے بھی خلاف بول پڑتے ہیں، سیاسی، سماجی یا معاشی مسئلہ ہو تو کہیں، یہاں شرعی اور بعض دفعہ اعتقادی مسئلہ بھی ہوتا ہے تو لوگ اپنی رائے اور پسند ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پاکستانی مرزا کا میں نے رد کیا تھا۔ انجینئر مرزا نے امام اہل سنت کے اس قول پر اعتراض کیا تھا، کہ " شمالی ہوا بانجھ ہے، اس سے پانی نہیں برستا" میں نے جو جواب دینا تھا، دیا، پھر میرے کمنٹ میں ایک صاحب نے لکھا کہ " شمالی ہوا بانجھ کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ کوئی عورت ہے؟" میں نے اپنا سر پیٹ لیا، کہ یا اللہ! ایسے ایسے بھی نمونے اس دھرتی پر موجود ہیں اور اگر ہیں بھی، تو کیا ان کا منہ کھولنا ضروری ہے؟

بانجھ ہونے کے لیے عورت ہونا کب ضروری ہے، جانور بھی بانجھ ہوتے ہیں، پیڑ پودے بانجھ ہوتے ہیں، ہر چیز بانجھ ہوتی ہے، جو بے فائدہ اور بے ثمر ہو۔ ـ

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے سے

مختصر یہ کہ اختلاف برا نہیں، طرز اختلاف اور رنگ اختلاف اچھا ہونا چاہیے۔

◆◆◆

ص ۵۳ر کا بقیہ...

بے پناہ آپ کے ہیں احسانات
ساری دنیا پہ کل زمانے پر

دل کو کیف وسرور ملتا ہے
عشقِ آقا میں دل جلانے پر

آج بھی میرے آقا ہیں مامور
رب کی نعمت سدا لٹانے پر

کس کی آمد ہے بزمِ امکاں میں
وجد طاری ہے خود ترانے پر

اپنے احمدؔ پہ ہو نگاہِ کرم
تیر اعدا کے ہیں نشانے پر

ص ۵۳ر کا بقیہ...

اترے گا خوب مجھ پہ شہا نورِ التفات
جودوعطا کے آج میں غارِ حرا میں ہوں

خاکی! یہ پاک طینتِ عثماں کا فیض ہے
ملبوس جو لبادۂ شرم وحیا میں ہوں

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

احوال وطن

از: پرویز عالم*

مذہبی مقامات کی دستوری حیثیت

سلطان الہند کا آستانہ ہمارے وطن کی شان ہے

اس وقت ملکی سطح پہ عام لوگوں کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان میں سب سے اہم بے روزگاری اور کمر توڑ مہنگائی ہے لیکن نیوز چینلز اور سوشل میڈیا پہ نہ تو ان بنیادی اور اساسی مسائل کا ذکر و تذکرہ ہے نہ ہی مباحثہ و مذاکرہ اگر شور سنائی دیتا ہے تو صرف قومی منافرت کی چنگاری کو شعلہ بنانے والے موضوعات پہ گرما گرم بحث و مباحثے، مذاکرے و مناظرے کا یوں لگتا ہے کہ ملک کی ترقی اور خوشحالی کی اصل اساس و بنیاد انہی چیزوں پہ ہے در اصل حکومت کی ناقص کارکردگی پہ ملکی سطح پہ پھیلی ہوئی عوامی ناراضگی اور اپنے رپورٹ کارڈ پہ ردعمل کا رخ موڑنے کے لیے یہ شاطر دماغ عناصر کی ایک حکمت عملی ہے آج حال یہ ہے کہ عام آدمی کی زندگی اس کے ناتواں و کمزور کاندھوں پہ دن بدن بوجھ بنتی جا رہی ہے پڑھے لکھے نوجوانوں کا مستقبل تاریکیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے ان جبری مسائل سے عوامی توجہات ہٹانے کے لیے ہر آنے والے دن ایک نیا شوشہ چھوڑ کر یہ سیاسی کرتب باز آرام کی نیند سونے چلے جاتے ہیں نا سمجھ عوام ان مسائل میں الجھ کر اپنے اصل دکھ درد بھول جاتے ہیں جھوٹ، پروپیگنڈے اور غلط دستاویزات کی اساس و بنیاد پہ تحریر کی جانے والی سیتا رام گوئل، ارون شوری، ہرش نارائن، جئے دوباش اور ہرش نارائن سوروپ کی مشترکہ کاوشوں سے دو حصوں میں ترتیب دی گئی کتاب Hindu temples what happened to them (ہندو مندروں کا کیا ہوا) ہے جس میں ہندستان کے مختلف مقامات پہ تقریباً دو ہزار مساجد و مزارات اور درگاہیں ان کے نشانے پہ ہیں، سنبھل کی شاہی مسجد کے سروے کے نام پہ جو شیطانی کھیل کھیلا گیا وہ بھی منصوبہ بند تھا اس کے بعد بدایوں شریف کی تاریخی شاہی جامع مسجد پہ نیل کنٹھ مندر ہونے کی درخواست کورٹ میں دائر کی گئی اور پھر اس کے بعد ہندستان کی مرکزی درگاہ اجمیر معلیٰ پہ ہندو سینا کے قومی صدر کی جانب سے ایک درخواست داخل کی گئی جس میں اس بابرکات درگاہ کے تعلق سے سنکٹ موچن مہادیو مندر ہونے کا دعویٰ پیش کیا گیا ہے، بدھ کے دن مقامی عدالت نے قابل سماعت تسلیم کرتے ہوئے اس ضمن میں اجمیر شریف کی درگاہ کمیٹی، وزارت اقلیت اور محکمۂ آثارِ قدیمہ تینوں کو نوٹس بھیج دی ہے گویا اب اس بات کی جانچ ہوگی کہ اجمیر شریف کی درگاہ کے نیچے شیو مندر ہے یا نہیں اور ایک مرتبہ پھر تحفظ عبادت گاہ قانون کی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔

حقیقت بیان غیر جانبدار اور معروف صحافی ابھیشار شرما کے بقول ان تمام معاملات میں صرف ایک شخص کے ماتھے پہ ٹھیکرا پھوڑا جا سکتا ہے اور وہ نام ہے سابق چیف جسٹس آف انڈیا ڈیوائی چندرا چوڑ کا جنہوں نے گیان واپی مسجد معاملے میں سروے کی اجازت دے کر اس قسم کی نفرتی ذہنیت رکھنے والوں کے لیے راہ ہموار کر دی وہ کہتے ہیں کہ "اس کے بعد تو ایک طوفان سا آ گیا ملک کی تمام مسجدوں کے نیچے مندروں کو تلاش کرنے، شیولنگ تلاش کرنے کی مہم تیز سے تیز تر ہو گئی" وہ کہتے ہیں کہ "اس میں شراکت کسی اور کی نہیں ہماری عدالتوں کی ہے اور اس میں مثال کسی اور نے نہیں قائم کی ہے چیف جسٹس آف انڈیا ڈیوائی چندرا چوڑ نے قائم کی ہے" رام جنم بھومی کے مقدمے کا فیصلہ جس پانچ رکنی بنچ نے صادر کیا تھا اس نے اپنے فیصلے کے متن میں اس بات کی صاف وضاحت کر دی تھی کہ تحفظ عبادت گاہ قانون 1991ء رام مندر پہ لاگو نہیں ہوگا لیکن باقی ملک کے تمام مذہبی مقامات پہ اس کی بالادستی قائم رہے گی اور یہ دستور ہند کی بنیادی اسپرٹ کے مطابق ہے۔

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

احوال وطن

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس پانچ رکنی بنچ کے معزز ممبران کی فہرست کا ایک اہم نام جناب ڈیوائی چندرا چوڑ کا بھی ہے، 1991ء میں تحفظ عبادت گاہ قانون پارلیمنٹ سے منظور شدہ قانون ہے اس قانون کے تحت تمام مذہبی مقامات کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی اور اس میں اس امر کی وضاحت بھی کر دی گئی تھی کہ 1947ء میں عبادت گاہیں جس طرح تھیں انہیں ان کی حالت میں بحال رکھا جائے گا اس قانون کی مخالفت کرنے والوں کے لیے تین سال کی سزا اور جرمانہ بھی مقرر کر دیا گیا ہے، مشہور صحافی رجت شرما جو برسر اقتدار جماعت کے زبردست حمایتی ہیں انہوں نے اس سلسلے میں باقاعدہ ایک پروگرام کیا تھا جس میں انہوں نے سنبھل کی تاریخی شاہی مسجد کے معاملے میں جج ادیتیہ سنگھ نے جو فیصلہ لیا اس پہ تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ "سنبھل میں مندر کے نام پہ جو کچھ ہوا اور جس طریقے سے ہوا وہ انتہائی افسوسناک ہے کورٹ نے دوسرے فریق کو سنے بغیر درخواست منظور کر لی اور سروے کا حکم دے دیا دو گھنٹے میں سروے شروع بھی ہو گیا اور رپورٹ بھی بن گئی اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی اس سے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے اگر کسی کو دعویٰ کرنا بھی ہے تو اصولی طریقے سے کرے کورٹ میں دونوں فریقوں کو سنا جائے لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔" وہ اس ضمن میں اپنے انسانی دکھ درد کا اظہار کرتے ہوئے اور ایک وطن دوست ہندستانی کی حیثیت سے ملک کی سلامتی اور نفرتوں کی چلائی جانے والی منظم آندھی سے ملک کے خوشگوار مستقبل سے مایوس دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں "جب رام مندر پہ سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تھا تو لگا تھا کہ اب ایسے اختلافات کھڑے نہیں ہوں گے لیکن کچھ لوگ ہیں کہ مانتے نہیں اسی لیے میں نے آپ کو موہن بھاگوت کا وہ پرانا بیان سنوایا جس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہر مسجد کے نیچے شیولنگ تلاش کرنا ٹھیک نہیں ہے" رجت شرما بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ" یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر مسجد کو مندر کہنا ہر جگہ اختلاف کھڑا کرنا سماج کے لیے اچھا نہیں ہے" اجمیر شریف درگاہ کی آٹھ سو سال قدیم پرانی ناقابل تردید تاریخ ہے سن 1950ء میں جسٹس غلام حسن کمیٹی نے اسے کلین چٹ دے دی ہے، اس کے تحت درگاہ کی ایک ایک عمارت کی جانچ کی جا چکی ہے۔

اس درگاہ کے تعلق سے 800 سال قدیم تاریخ ہے عدالتی فیصلوں کے دستاویزات ہیں اس کے باوجود اس سے چھیڑ چھاڑ اچھی ذہنیت اور مثبت فکر کی عکاسی نہیں کر رہی ہے، ہم ملک میں چاہتے کیا ہیں؟ کیا سنبھل جیسا حادثہ ملک کے دیگر مقامات پہ بھی رونما ہو؟ کیا ہم ہر جگہ وہی تناؤ چاہتے ہیں؟ وہی انتشار وہی اختلاف کی بھٹی میں سلگتا ہوا سماج دیکھنا چاہتے ہیں؟ کیا ملک کی ترقی اور خوشحالی کے یہی راستے باقی بچے رہ گئے ہیں؟ کیا وطن کے باشندوں کے لیے امن وسکون کی جگہ اسی طرح کے حالات کا منظر نامہ بنانے کی ضرورت ہے؟ کیا نوکری اور روزگار کے لیے نئی نسلوں کا بہتر اور شاندار مستقبل اسی میں پوشیدہ ہے؟ کیا مذہبی تنازعات میں لوگوں کی تمام ذہنی وفکری صلاحیتوں اور توانائیوں کو ہم صرف کرنا چاہتے ہیں؟ ہم اپنی نئی نسلوں کو نفرتوں کی آگ میں جھلستا ہوا تاریک مستقبل حوالے کرنا چاہتے ہیں؟

یہ وہ موضوعات ہیں جن پہ سوشل میڈیا پہ مذاکرات ومباحثات کی اشد ضرورت ہے، خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلا تفریق مذہب وملت مرکز عقیدت تھے اور رہیں گے لیکن یہ باتیں چند مٹھی بھر نفرت کا کاروبار پھیلانے والے اور سستی شہرت کے حصول کے طالب افراد کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے، چنانچہ وہ اس سلسلے میں طرح طرح کے شیطانی کھیل کھیلنے میں مصروف عمل ہو چکے ہیں، سلطان الہند کا آستانہ ہمارے وطن کی شان ہے اور اس کی عزت وآبرو سے کھیلنے کی اجازت قطعی نہیں دی جائے گی ہم یہ جنگ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔

چند ملک دشمن عناصر جن کا اخلاقی ریکارڈ خراب ہے وہ مقامی کورٹ میں اس قسم کا شوشہ چھوڑتے ہوئے ایک درخواست دیتے ہیں اور یہ ضلعی کورٹ اس پہ مکمل سنجیدہ ذہنی

بقیہ ص ۱۴ ر پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

ہندوستان میں مذہبی منافرت کی آگ بھڑکائی جارہی ہے

ہندوستان میں ان دنوں نفرت کے پجاری جگہ جگہ مندروں کی تلاش میں سرگرداں ہیں، سنبھل ابھی سنبھل نہیں پایا اور معاملہ بدایوں، دہلی ہوتا ہوا سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گیا۔ عالمی سطح پر معروف دنیا بھر کے کروڑوں عقیدت مندوں کی عقیدت کا مرکز بارگاہِ خواجہ غریب نواز اب مسلم دشمن بھگوا ٹولہ کے نشانہ پر ہے، مسلمان اپنے مذہبی مقامات سے کسی صورت دستبردار نہیں ہو سکتے مگر سوال یہ ہے کہ آخر یہ مذموم سلسلہ کس لئے شروع کیا گیا اور اس کا دار کون ہے؟

ابھی حال ہی میں مسلم مخالف راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ ہر مسجد اور مسلم مقدس مقامات کے نیچے مندر تلاش نہیں کرنے چاہئیں، بھاگوت کے واضح موقف کے باوجود بی جے پی قیادت والی ریاستوں میں اسی بہانے مذہبی منافرت اور قتل وخون کی آگ دہکائی جارہی ہے، کیا زعفرانی تنظیمیں بھاگوت کی اس تجویز کو تسلیم نہیں کررہی ہیں یا پھر بھاگوت کے قول وفعل میں تضاد ہے؟ ملک کی متعدد ریاستوں میں مسجد مخالف مہم کے لئے جہاں فرقہ پرست ومسلم دشمن تنظیمیں ذمہ دار ہیں جو گمراہ کن اور جھوٹے دعوے کرتے ہوئے مذہبی منافرت کی آگ بھڑکا رہی ہیں وہیں اس سے کہیں زیادہ سابق چیف جسٹس آف انڈیا ڈی وائی چندر چوڑ بھی ہیں جنہوں نے تحفظ عبادتگاہ قانون 1991ء کو نظر انداز کرتے ہوئے گیان واپی مسجد کے خلاف دائر درخواست کو سماعت کے لئے قبول کرتے ہوئے فرقہ پرستوں کو قانونی شکنجہ سے آزاد کر دیا۔

1991ء ایکٹ اسی لئے بنایا گیا تھا کہ بابری مسجد کے بعد کسی اور مسجد، درگاہ، خانقاہ یا کسی عبادت گاہ کو کوئی چیلنج نہ کر سکے، جب گیان واپی مسجد کا مسئلہ سپریم کورٹ پہنچا تو اس وقت کے چیف جسٹس چندر چاہتے تو 1991ء ایکٹ کے تحت اس عرضی کو مسترد کر سکتے تھے، لیکن اُنہوں نے عرضی سماعت کے لئے قبول کرلی، یہیں سے سنگھ وبھاجپا لیڈران اور مسلم دشمن طاقتوں کے حوصلے بلند ہوئے اور پورے ملک میں زعفرانی ٹولہ کو شر انگیزی، مسلم دشمنی اور اشتعال انگیزی کا موقع مل گیا جس کے ذریعے فرقہ پرستی ومذہبی عصبیت کا زہر بڑی تیزی سے پھیلایا جارہا ہے۔ یہ رجحان ملک کے لئے خطرناک ہے لیکن عواقب و نتائج کی پرواہ کئے بغیر ملک کو اس راہ پر گامزن کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جہاں سے واپسی آسان نہیں ہوگی۔

فرقہ پرستی ومذہبی عصبیت کا زہر کہاں تک سرایت کر چکا ہے اس کا اندازہ الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شیکھر کمار یادو کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ملک اکثریت کی خواہش کے مطابق چلے گا، انہیں یہ کہتے ہوئے کوئی عار تک محسوس نہیں ہوئی، اگر آئین کے محافظ اور عدل وانصاف کی فراہمی پر مامور اعلیٰ عدالت کا جج بھی اصول وضوابط اور ضابطہ اخلاق کو نظر انداز کرتے ہوئے برسرعام اپنی تنگ نظری وفرقہ پرستی کو بڑی بے شرمی وڈھٹائی کے ساتھ درست قرار دینے کی کوشش کرے تو اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ملک کے اقلیتی، مظلوم اور انصاف سے محروم طبقات اس امید پر عدلیہ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں کہ انہیں یہاں سے انصاف ملے گا، عدلیہ ان کے جمہوری، آئینی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کرے گی۔ عدلیہ پر عوامی اعتماد ہمیشہ برقرار رہا لیکن حالیہ کچھ عرصہ کے دوران نظام عدل بھی سنگھ پریوار کی چیرہ دستی کا شکار ہو رہا ہے۔

ملک کی کئی عدالتوں میں انصاف کی فراہمی پر مامور جج

علی الاعلان مذہبی عصبیت کا بدترین مظاہرہ کررہے ہیں۔ ابھی کچھ ماہ قبل کرناٹک ہائی کورٹ کے جج نے بنگلور کے مسلم اکثریت علاقہ کو پاکستانی علاقہ قرار دیتے ہوئے مسلمان کو معتوب ومطعون کرنے کی کوشش کی تھی۔ جج کے اس ناقابل تبصرہ پرسپریم کورٹ نے جب سخت موقف اختیار کیا تو جج نے معذرت کرلی، اب الہ آباد ہائی کورٹ کے جج نے مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی اور بدزبانی کی۔ یہ قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے جج شیکھر کمار یادو مسلمانوں سے کس قدر بغض وعنادرکھتے ہیں یہ ان کی بازاری زبان اورلب ولہجہ سے ثابت ہوجاتا ہے۔ انہوں نے فرقہ پرست غنڈوں اور مجرمانہ ذہنیت کے حامل سماج دشمن عناصر کی طرح مسلمانوں کو ملا کہتے ہوئے دھمکی تک دے ڈالی کہ ہندوؤں کے عدم تشدداورمہربانی کو بزدلی یا کمزوری نہیں سمجھنا چاہئے۔

راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کی سخت گیر ومسلم دشمن تنظیم وشوہندو پریشد کا قانونی سیل وقتاً فوقتاً ایسی تقاریب منعقد کررہا ہے۔ ان تقاریب میں قانونی ماہرین کو مدعو کرکے مختلف موضوعات پر ان کی رائے اورنظریہ سے نہ صرف واقفیت حاصل کی جارہی ہے بلکہ اسے عام کرتے ہوئے ایک مخصوص ایجنڈہ پر عمل درآمد کی مذموم کوششیں کی جارہی ہیں۔ وی ایچ پی کی ایسی ہی ایک تقریب میں جسٹس شیکھر کمار یادو نے ایک حساس موضوع پر اظہارخیال کرتے ہوئے مسلمانوں کونشانہ بنایا۔ جسٹس یادو نے یکساں سول کوڈ ایک آئینی ضرورت کے موضوع پر بات کرتے ہوئے اسے ملک کے لئے ضروری قرار دیا۔ موضوع کے انتخاب سے ہی واضح ہوجاتا ہے کہ ان کا مقصد مسلمانوں کو ہی نشانہ بنانا تھا۔ یکساں سول کوڈ کا شوشہ صرف اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مسلمانان ہند اس کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ اس ملک کا فرقہ پرست مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کرنا چاہتا ہے۔ جسٹس یادو نے مسلمانوں کے لئے توہین آمیز اصطلاح استعمال کرتے ہوئے انہیں ملک کے لئے نقصاندہ قرار دیا۔ مسلمان اس مسلم دشمن جج سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ بتائے کہ کس مسلمان نے کب اور کیسے ملک کو نقصان پہنچایا؟ کٹر فرقہ پرست ومسلم دشمن عناصر کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کرسکتے کہ مسلمان ملک دشمن ہیں۔

سپریم کورٹ نے بابری مسجد کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے مسلمانوں کو واضح طور پر یہ پیغام پہنچایا تھا کہ اب ملک کی سب سے بڑی عدالت بھی آئین وقانون کے بجائے آستھا کی بنیاد پر فیصلہ کرے گی اور یہ بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ صرف اکثریتی طبقہ کی آستھا کے لئے ہی آئین ودستور اورعدل وانصاف کا خون کیا جائے گا۔ کسی اقلیتی طبقہ کے مذہبی عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ سپریم کورٹ کے اسی فیصلہ کے بعد جسٹس شیکھر کمار یادو نے جسارت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ ہندوستان ہے اور یہاں کی اکثریت کی مرضی کے مطابق ہی یہ ملک چلے گا۔ جسٹس شیکھر یادو نے یکساں سول کوڈ کے بہانے مسلمانوں کے شرعی معاملات کو بھی ہدف تنقید بنایا، طلاق ثلاثہ، تعدادازدواج، حلالہ اور مطلقہ کو نان نفقہ جیسے خالص شرعی معاملات کے بہانے مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی کی، جسٹس شیکھر کمار نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہ ملک ایک دن یکساں سول کوڈ نافذ کرے گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسی اشتعال انگیز زہرافشانی کی مخالفت ومذمت ہی کی جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ جب ججز کے لئے ایک ضابطہ اخلاق ہے، عوامی تقاریب میں شرکت اور بہت زیادہ عوامی میل جول پر بھی کسی قدر پابندی ہے، خدمات کی انجام دہی تک انہیں کچھ اصول وضوابط پر مکمل عمل کرنا ہے تو پھر جسٹس شیکھر کمار یادو ایک سخت گیر مسلم دشمن تنظیم کے اجلاس میں کیسے شریک ہوئے؟ یہ ایک آئینی عہدہ ہے اور جو اس عہدہ پر رہتے ہوئے آئین ودستور کو ٹھوکر پر رکھتا ہے اس کے خلاف سپریم کورٹ کو سخت کارروائی کرنی چاہئے۔ سپریم کورٹ ازخود نوٹس لے تا کہ ملک کے اقلیتی طبقات کا عدلیہ پر اعتماد بحال ہوسکے۔ اگر بھارت کی عدالت کے جج صاحبان چاہیں تو ملک میں فرقہ پرست عناصر کی ہمت نہیں کہ وہ کسی مسجد کے نیچے مندر ہونے کا دعویٰ بھی کرسکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب دہلی کی شاہ جہانی جامع مسجد کو بھی متنازع بنانے کی کوشش شروع ہوگئی۔ زی نیوز کی خبر کے مطابق ہندوسینا کے قومی صدر وشنو گپتا نے آرکیالوجی کل سروے آف انڈیا (اے ایس آئی) کے ڈائریکٹر جنرل کو خط لکھ کر دہلی کی تاریخی جامع مسجد کا سروے کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جودھ پور اور ادے پور کے مندروں سے ٹوٹی ہوئی مورتیوں کی باقیات مسجد کی سیڑھیوں میں نصب کئے گئے ہیں، یہ معلومات اورنگزیب کی درباری تاریخ سے متعلق کتاب معاصر عالمگیری میں درج ہے جسے ساقی مشتاق خان نے تحریر کیا تھا۔ وشنو گپتا نے بتایا کہ معاصر عالمگیری میں لکھا ہے کہ 24–25 / مئی 1689ء کو جودھپور سے واپس آنے والے خان جہاں بہادر نے بہت سے مندروں کو توڑ دیا تھا۔ ان مندروں کے بت بیل گاڑیوں میں لاد کر دہلی بھیجے گئے جس سے اورنگزیب بہت خوش ہوا۔ گپتا کا کہنا ہے کہ ان مجسموں کے باقیات کو جامع مسجد کی سیڑھیوں میں استعمال کیا گیا تھا جس کو ثابت کرنے کے لئے اے ایس آئی کا سروے ضروری ہے۔ گپتا کا کہنا ہے کہ ان باقیات کو ایک سروے کے ذریعے دریافت کیا جائے اور انہیں مندروں میں دوبارہ نصب کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ سروے بقول ہندو سینا دنیا کے سامنے مغل حکمران اورنگزیب کے ظلم اور مندروں کی تباہی کی حقیقت کو سامنے لائے گا۔ واضح رہے کہ یہ جامع مسجد شاہجہاں نے بنوائی تھی نہ کہ اورنگزیب نے۔

2014ء میں جیسے ہی بی جے پی مرکز اور مختلف ریاستوں میں برسر اقتدار آئی موسم تبدیل ہونے لگا تھا، تشویشناک بات یہ ہے کہ ملک کا سب سے بڑا اقلیتی طبقہ مسلمان بدلتی رت اور ہواؤں کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی قیادت نے بھی آئین وعدلیہ کے احترام کا ایسا سبق پڑھایا کہ بابری مسجد معاملہ میں انصاف کے نام پر ناانصافی کو بھی مسلمانوں نے بسرو چشم قبول کرلیا۔ اگر اسی وقت مسلمان اپنا موقف واضح کر دیتے کہ صرف انصاف پر مبنی فیصلہ ہی قبول کیا جائے گا ناانصافی برداشت نہیں کی جائے گی تو عدالت بھی آنکھوں پر پٹی باندھ کر فیصلہ نہ کرتی۔ موجودہ منظر نامہ میں اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ماضی کی غلطیوں سے کچھ سبق سیکھا جائے۔ فرقہ پرستوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو بھی ٹھوس حکمت عملی ترتیب دیتے ہوئے عملی اقدامات کا آغاز کرنا ہوگا۔ مسلم مذہبی تنظیموں کے ساتھ ساتھ مسلم سیاسی قیادت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں، صورتحال کا باریکی سے جائزہ لیں، فرقہ پرستوں کے عزائم ناکام بنانے کے لئے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے اس پر مشاورت کریں اور متحدہ ومتفقہ فیصلہ کر کے اس شر انگیزی اور مسلم دشمنی کے سد باب کے لئے فوری فعال و متحرک ہوجائیں۔

◆◆◆

ص ۵۳ / کا بقیہ

گنبد خضریٰ کے مکیں تخت نشیں ہیں آفریں
صدیق وحضرت عمر پہلو میں ہیں غلام دو

عشق حضور میں جیوں عشق حضور میں مروں
پی کے مگن سدا رہوں ساقی مجھے وہ جام دو

عشق حقیقی ہے یہی اہل شعور و آگہی
تحفہ انھیں درود کا صبح دو اور شام دو

بزم نبی میں رقص وجد صوفی نما اے دیوبند
جو بھی کہو کہو مگر اس کو نہ عشق نام دو

چاہوا گر کہ ہوں قبول ہوں نہ عبادتیں فضول
خارِ گل حرم کو بھی عزت واحترام دو

ساری وبا مٹائیں گے بہر مدد وہ آئیں گے
ان کو ندا بصد خلوص بندۂ مستہام دو

محو الم رہے جسیم کب تک بتاؤ اے کریم
اب تو مدینہ آنے کا اذن شہ انام دو

◆◆◆

احوال وطن

از: محمد خوشتر ضمیر قادری*

یوم آزادی اور یوم جمہوریہ! ہماری ذمہ داریاں

آج دین اسلام کے متبعین کے حالاتِ بے بسی آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہیں، بالخصوص ملک عزیز ہندوستان میں! جہاں نت نئے انداز سے انھیں ہراساں کیا جاتا ہے، کبھی این. آر. سی. کبھی مساجد کی سروے، کبھی مدارس کی جانچ اور کبھی یکساں سول کوڈ کے نام پر انھیں مشق ستم بنایا جاتا ہے۔ اسے ظلم نہیں تو اور کیا عنوان دیا جائے کہ جس قوم نے تن کے گورے اور من کے کالے انگریزوں کے پنجہ استبداد سے اس ملک عزیز کو آزاد کرانے میں بت دریغ اپنا لہو بہایا تھا، اس سے ہی شہریت کا سرٹیفکیٹ مانگا جا رہا ہے، بربریت کی حد تو یہ ہے کہ مسلم نوجوانوں کو حکومت کا باغی اور دیش کا غدار بتا کر" دیش کے غداروں کو گولی مارو سالوں کو" جیسے منافرت آمیز اور اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے انھیں بے دریغ قتل کر دیا جاتا ہے، کھلے بند انصاف کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

بے انصافی اور تاریخی حقائق سے منہ موڑ لینے کی اس سے بدتر اور مثال کیا ہوگی کہ مسلمانوں بالخصوص علما کے لئے" ملّے کاٹے جائیں گے تو رام رام چلائیں گے" جیسے گھٹیا نعرے لگائے جا رہے ہیں، جن علمائے ربانیین نے اس ملک کی آزادی میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے انگیریزوں کے خلاف اس وقت فتویٰ جہاد صادر کیا جب پورا ہندوستان کشمکش کا شکار تھا۔

الحاصل: اس قوم مسلم کی تمام تر کاوشوں اور قربانیوں کو یکسر فراموش کرتے ہوئے ان کے حقوق کی پامالی کی ناروا کوشش کی جا رہی ہے اور قوم کے نوجوانوں کو ان کے تاریخی کارنامے، انقلابی کردار اور ہمت جواں مردی سے دور کر کے عیاشوں اور بزدلوں کا پیروکار بنایا جا رہا ہے، نوعمروں کو مکتب طفل سے ہی مغربی تہذیب وثقافت کا پیروکار بنایا جا رہا ہے تا کہ یہ طلبہ بڑھتی عمر کے ساتھ اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہو جائیں۔ اس ناپاک سازش کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آج نوجوان مغربی تہذیب کا دلدادہ ہو چکا ہے۔ اس کے ہر نئے فتنے کا بآسانی شکار ہو رہا ہے اور اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ یاد رکھیں! ؎

پیغام یہ دیتا ہے تمھیں ہر شام کا سورج
مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے

ان تمام تر حالات کی یاد دہانی کا مقصد فقط اتنا ہے کہ جب ہمارے اکابرین، علمائے ربانیین اور آبا و اجداد کی شہادت سے غافل کر کے تاریخ آزادی دو، چار ناموں کے ساتھ ہی محدود کر دی گئی ہے، ہمیں خود اپنی تاریخ محفوظ کرنی ہوگی اور اس امانت کو بے کم وکاست نئی نسلوں کی طرف منتقل کرنی ہوگی، اس میں معمولی تساہلی اور ادنی سی غفلت صفحہ ہستی سے ہمارے وجود کو مٹانے کے لیے کافی ہے۔ ہماری قوم کا مستقبل جو آج اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہے، افسوس صد افسوس! ان طلبہ نے تو اپنے نصاب (sallybus) کی کتابوں میں یہ سنا بھی نہ ہوگا، کہ کون ہیں قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ جنہوں نے سب سے پہلے ان تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد تحریر کر کے دہلی کی جامع مسجد میں خطاب فرمایا تھا جس کی بنیاد پر اس مرد مجاہد کو جزیرہ انڈمان کے مسموم فضا کا لا پانی کی سزا سنائی گئی اور بے آب ودانہ رکھ کر ظلم وتشدد کے کوڑے برسائے گئے یہ کہہ کر کہ اس فتویٰ جہاد سے رجوع کر لو اگر تم ایسا کر لیتے ہو تو باعزت تمہارے اہل وعیال تک تمہیں پہنچا دیا جائے گا، مگر بستر مرگ کا وہ نحیف وناتواں جبر وتشدد کے باوجود بھی کرب و اضطراب کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا اور گرج کر جواب دیا" یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی ہزار جانیں بھی لی جائیں تب بھی فضل حق یہی

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

کہے گا کہ ان انگریزوں کے خلاف جہاد فرض ہے۔ ؎

کانپ اٹھا اس کے فتووں سے فرنگی سامراج
جس کے نعرے سے ہوئے بیدار شیرانِ وطن

آج کے ماڈرن اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو کیا معلوم کہ کون ہیں مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی علیہ الرحمہ؟ 1857ء کا وہ مجاہد جنگ آزادی کہ جب علامہ فضل حق خیرآبادی نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد تحریر کیا تو اس فتویٰ جہاد میں برجستہ تصدیقی دستخط کرنے والے علما میں سے ایک ذات علامہ سید کفایت علی کافی کی بھی ہے، جس دستخط کی خبر انگریزوں تک اپنوں ہی کی غداری سے پہنچی تھی، بس اور کیا تھا، 30/اپریل سنہ 1858ء کو فخر الدّین کلال کی مخبری سے انگریزوں نے سید صاحب کو گرفتار کرلیا اور اس آلِ رسول پر انگریزی حکومت سے بغاوت کی بنیاد پر ظلم وستم کے نہ جانے کیسے، کیسے حیلے آزمائے گے، آپ کی ذات اقدس کو حکومت کا باغی بتا کر مقدمہ چلایا گیا۔

آپ کے جسم مبارک پر گرم استری (iron) چلائی گئی جس سے آپ کی جلد اکھڑ گئی پھر اسی زخم آلود جسم پر نمک اور مرچ چھڑکا گیا، 4/مئی 1858ء کو مقدمہ کی پیشی ہوئی اور دو دن کی قلیل مدت میں ہی مقدمے کی کاروائی پوری کر کے پھانسی کی سزا سنائی گئی کہ اس نے انگریزی حکومت کے خلاف لوگوں کو جہاد پر برانگیختہ کیا۔

لہٰذا اسے مرادآباد کے چوراہے پر پھانسی دی جائے، چنانچہ جب آپ کو پھانسی کے لئے چوراہے کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو اللہ اکبر کبیرا رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور آپ کی زبان پر یہ نعت پاک تھی: ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
ایک رسول اللہ ﷺ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
نام شاہان جہان مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام ونشان پنجتن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہوجائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

ہمارے نونہالوں کو کون بتائے گا کہ کون ہیں مولانا رضا علی خان؟ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کا خاندان احقاق حق اور ابطال باطل کی پہچان ہے، یہ دنیا بخوبی جانتی ہے، جہاں آپ کی ذات نے اپنی تصنیفی خدمات کی شکل میں عالم اسلام کو بے مثال لعل وگوہر سے مالامال کیا ہے وہیں ضرورت پڑنے پر اقوال وافعال کی بے نیام تلوار سے بھی باطلوں کو دھول چٹایا۔ جنگ آزادی میں آپ کا قولاً اور عملاً ہر طرح کا کردار تاریخ نے ضبط کی ہے آپ شہر بریلی کے گردونواح پورے روہیل کھنڈ کے مجاہد آزادی کے صف کے قائد تھیں۔

جب پہلا فتویٔ جہاد علامہ فضل حق خیرآبادی نے صادر کیا تھا تو انگریزوں پر فتح پانے والوں میں مولانا رضا علی خان بھی تھے جس کے بعد برطانیہ جنرل کی جانب سے آپ کے سر پر ۵۰۰/ سو روپے کا انعام رکھا گیا تھا، اگرچہ پوری انگریزی حکومت تادمِ حیات اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ ؎

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

آج جبکہ قوم مسلم میں اپنے انقلابی کردار سے بڑھتی غفلت جو ہمارے نوجوانوں کی فطری قوت اور ذہنی ریاضت ویگانگت پر اثر انداز ہوتی چلی جا رہی ہے، تو کیا ایسے ماحول میں ہماری قوم کے رہنما و قائد یعنی ائمہ مساجد، ارباب مدارس اور خطبا وشعرا کے سر پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ وہ عوام میں اصل تاریخ آزادی کی ترجمانی کریں۔ ہماری نئی نسلوں کو ہمارے علما کی شہادتوں،

اکابرین کی قربانیوں اور اسلاف کی ہمت جواں مردی سے آشنا کرائیں اور پوری قوم کو آزادی کی اس حقیقی تاریخ سے واقفیت کی طرف رغبت دلائیں، جسے آج ذات، مذہب اور تعصب پرستی کے عناد نے صرف چار پانچ نام تک محدود دائرہ میں سمیٹ کر رکھ دیا اور ہزاروں علمائے کرام اور لاکھوں مسلمان کی جانی قربانیوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

ستم ظریفی تو یہ ہے جب ہمارے مقررین اپنی تقریروں میں کسی مجاہد آزادی کا نام لیتے بھی ہیں تو ان کی فہرست میں ابو الکلام آزاد، محمد علی جوہر، اشفاق اللہ خان اور مزید علامہ فضل حق خیرآبادی تک ہی کے اسما بتاتے ہیں، جبکہ ان کے علاوہ اور ہزاروں علمائے ربانیین بھی ہیں جنہوں نے اپنے خون جگر سے اس وطن عزیز کو ہرا ابھرا کیا اور اپنی بے لوث جانبازیوں سے اس کے گیسوئے برہم کو سنوارا ہے، ہماری اس کوتاہی کا بھیانک انجام اس وقت ہمارے وجود کو جھنجھوڑتا ہے جب کوئی مقرر مجاہد آزادی (freedom fighters) کے طور پر مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا سید فیض احمد بدایونی، مولانا رضا علی خان، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا احمد شاہ مدراسی وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے تو ہماری قوم ایسے منہ تکتی نظر آتی ہے جیسے عنقا پرندہ کے وجود کی گواہی دی جارہی ہو، افسوس! ہماری قوم نے تو نصابی کتابوں (sallybus) فلموں، نیتاؤوں کی تقریروں میں صرف جھانسی کی رانی، تاتیا ٹوپے، منگل پانڈے، بھگت سنگھ، جواہر لال نہرو اور گاندھی کا نام ہی پڑھا، دیکھا اور سنا ہے اور بس۔

یقیناً ہمارے اسلاف اور مجاہدین آزادی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی میں جتنا تاریخ نویسوں اور اسلام دشمن عناصر کی شرکت ہے اتنی ہی ہماری بھی ہے، دشمنان اسلام تو ہماری تاریخ اور نشانیوں کو مٹانے کے درپے ہیں، ایسے میں ہماری بے حسی اور ہماری بے توجہی ان کے مقصد برآری میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے، کیا تعلیمی اداروں میں مختلف مواقع پر منعقد ہونے والے پروگراموں میں ہماری قوم کے خطبا و شعرا کی شرکت نہیں ہوتی ہے۔ یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقع پر مجلسیں منعقد نہیں ہوتیں؟ ہوتی ہیں اور ضرور ہوتی ہیں! مگر ہم ان موقعوں کا فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور مستزاد یہ کہ ایک روزہ تعلیمی نقصان کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے مگر اس کا ضمان صحیح تاریخ سنا کر اور حق بیانی کا جوہر دکھا کر نہیں لے پاتے ہیں۔

اگر ہم واقعی آزادی کی حقیقی تاریخ، ملک کی آزادی میں علمائے ربانیین کی کاوشیں اور قوم مسلم کا کردار واضح انداز میں بیان کریں کہ مساجد کے ائمہ اور مدارس کے فارغین نے ہی اپنی ہتھیلیوں پر اپنے سروں کا نذرانہ لے کر 1857ء میں انقلاب کی چنگاری جلائی تھی" تو ضرور یہ اس تعلیم کا ازالہ ہوسکتا ہے، بلا شبہ آج ضرورت ہے کہ ائمہ مساجد اور ارباب مدارس کم از کم ان مخصوص دنوں میں مدرسوں میں پرچم کشائی کے دوران علمائے اہل سنت و جماعت کی بارگاہ میں خاص طور پر خراج عقیدت پیش کریں اور وطن کی آزادی میں ان کے حقیقی کردار کو بیان کریں، ائمہ کرام اپنے خطبات کے ذریعہ عوام کو اس پر راغب کریں کہ وہ چوراہوں پر مجالس کا انعقاد کریں جن میں ائمہ کرام کی تقاریر ہوں۔ نوجوانوں کو صحیح سمت پر لگانے کی ضرورت ہے۔ ان میں حوصلے کی کمی نہیں ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ نوجوان کس طرح چوراہوں پر 14 / اگست اور 25 / جنوری کی شام سے ہی ناچ گانے کی مجلس سجا کر اگلی صبح پرچم کشائی کی تیاری میں لگے رہتے ہیں، تاکہ طلوع آفتاب کے بعد علاقے کا کوئی سرکاری ملازم یا نواب زادہ آئے، پرچم کشائی کرے، گاندھی، نہرو کی مدح و ستائش کرے، مٹھائی کھائے اور قوم کی نگاہوں میں گمراہیت کی دھول جھونک کر چلتا بنے، حیف صد حیف، کاش کہ اس موقع پر مسلمان اپنے اسلاف کو بھی یاد کرنا اپنا شیوہ بنالیں۔

مسلمانو! بس دلِ بے تاب یہ کہہ کر آپ کو ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے دعوت فکر و عمل دیتا ہے کہ :؎

کیا اسی لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

◆◆◆

از: عبدالوحید قادری*

صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اسلام لانے کا ایمان افروز واقعہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں "اصبہان" کے ایک گاؤں میں رہتا تھا، میرا باپ ایک بڑا جاگیردار تھا اور وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، میں اس کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا تھا، اس محبت کی وجہ سے وہ مجھے گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا، ہر وقت مجھے گھر ہی میں رکھتا، میری خوب دیکھ بھال کرتا، میرے باپ کی یہ خواہش تھی کہ میں پکّا مجوسی (یعنی آتش پرست) بنوں کیونکہ ہمارا آبائی مذہب "مجوسیت" ہی تھا اور میرا باپ پکّا مجوسی تھا، وہ مجھے بھی اپنی ہی طرح بنانا چاہتا تھا لہٰذا اس نے میری ذمہ داری لگادی کہ میں آتش کدہ میں آگ بھڑکاتا رہوں اور ایک لمحہ کے لئے بھی آگ کو نہ بجھنے دوں، میں اپنی ذمہ داری سرانجام دیتا رہا، ایک دن میرا باپ کسی تعمیری کام میں مشغول تھا جس کی وجہ سے وہ زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں جاسکتا تھا۔

چنانچہ میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! آج میں یہاں بہت مصروف ہوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں جاسکتا، آج وہاں تو چلا جا اور خادموں کو فلاں فلاں کام کی ذمہ داری سونپ دینا اور ان کی نگرانی کرنا، اِدھر اُدھر کہیں متوجہ نہ ہونا، سیدھا اپنے کھیتوں پر جانا اور کام پورا ہونے کے فوراً بعد واپس آجانا، اپنے باپ کا حکم پاتے ہی میں اپنی زمینوں کی طرف چل دیا، راستے میں عیسائیوں کا عبادت خانہ تھا، جب میں اس کے قریب سے گزرا تو مجھے اندر سے کچھ آوازیں سنائی دیں، وہاں کچھ راہب نماز میں مشغول تھے، میں جب اندر داخل ہوا تو ان کا اندازِ عبادت مجھے بڑا انوکھا اور اچھا لگا، میں نے پہلی مرتبہ اس انداز میں کسی کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا، میں چونکہ زیادہ تر گھر ہی میں رہتا تھا، اس لئے لوگوں کے معاملات سے آگاہ نہ تھا۔ اب جب یہاں ان لوگوں کو دیکھا کہ یہ ایسے انداز میں عبادت کر رہے ہیں جو ہم سے بالکل مختلف ہے تو میرا دل ان کی طرف راغب ہونے لگا اور مجھے ان کا اندازِ عبادت بہت پسند آیا۔ میں نے دل میں کہا: خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ان راہبوں کا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے پھر میں سارا دن انہیں دیکھتا رہا اور اپنے کھیتوں پر نہیں گیا، جب تاریکی نے اپنے پَر پھیلانا شروع کئے تو میں ان لوگوں کے قریب گیا اور ان سے پوچھا: تم جس دین کو مانتے ہو اس کی اصل کہاں ہے؟ یعنی تمہارا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا: ہمارا مرکز شام میں ہے، پھر میں گھر چلا آیا، میرا باپ بہت پریشان تھا کہ نہ جانے میرا بچہ کہاں گُم ہوگیا؟ اس نے میری تلاش میں کچھ لوگوں کو آس پاس کی بستیوں میں بھیج دیا تھا، جب میں گھر پہنچا تو میرے باپ نے بے تاب ہو کر پوچھا: میرے لال! تو کہاں چلا گیا تھا؟ ہم تو تیری وجہ سے بہت پریشان ہوگئے تھے، میں نے کہا: میں اپنی زمینوں کی طرف جارہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا، ان کا اندازِ عبادت بہت پسند آیا، چنانچہ میں شام تک انہی کے پاس بیٹھا رہا، یہ سن کر میرا باپ پریشان ہوا اور کہنے لگا: میرے بیٹے! ان لوگوں کے مذہب میں کوئی بھلائی نہیں، جس مذہب پر ہم ہیں اور جس پر ہمارے آباو اجداد تھے وہی سب سے اچھا ہے، لہٰذا تم کسی اور طرف توجہ نہ دو، میں نے کہا: ہر گز نہیں، خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! ان راہبوں کا مذہب ہمارے مذہب سے بہت بہتر ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر میرے باپ کو یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں میرا بیٹا مجوسیت کو چھوڑ کر نصرانی مذہب قبول نہ کرلے، اسی خوف

*مضمون نگار شاہ پور بلگام کرناٹکا کے مقیم ہیں۔

کے پیشِ نظر اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دیں اور مجھے گھر میں قید کر دیا تاکہ میں گھر سے باہر ہی نہ نکل سکوں، مجھے ان راہبوں سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی تھی، میں نے کسی طریقے سے ان تک پیغام بھجوایا کہ جب کبھی تمہارے پاس ملکِ شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے ضرور اطلاع دینا، چند روز بعد مجھے اطلاع ملی کہ شام سے راہبوں کا ایک قافلہ ہمارے شہر میں آیا ہوا ہے، میں نے پھر راہبوں کو پیغام بھجوایا کہ جب یہ قافلہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد واپس "شام" جانے لگے تو مجھے ضرور اطلاع دینا، کچھ دن بعد مجھے اطلاع ملی کہ قافلہ واپس شام جا رہا ہے، میں نے بہت جدوجہد کے بعد اپنے قدموں سے بیڑیاں اُتاریں اور فوراً شام جانے والے قافلے کے ساتھ جا ملا، ملکِ شام پہنچ کر میں نے لوگوں سے پوچھا: تم میں سب سے زیادہ معزز اور صاحبِ علم و عمل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: فلاں کنیسہ (یعنی عبادت خانہ) میں رہنے والا راہب ہم میں سب سے زیادہ قابلِ احترام اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔

چنانچہ میں اس راہب کے پاس پہنچا اور کہا: مجھے آپ کا دین بہت پسند آیا ہے، اب میں اس دین کے بارے میں کچھ معلومات چاہتا ہوں، اگر آپ قبول فرما لیں تو میں آپ کی خدمت کیا کروں گا اور آپ سے اس دین کے متعلق معلومات بھی حاصل کرتا رہوں گا، برائے کرم! مجھے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیجئے، یہ سن کر اس راہب نے کہا: ٹھیک ہے، تم بخوشی میرے ساتھ رہو اور مجھ سے ہمارے دین کے بارے میں معلومات حاصل کروں، چنانچہ میں اس کے ساتھ رہنے لگا لیکن وہ راہب مجھے پسند نہ آیا، وہ بہت بُرا شخص تھا، لوگوں کو صدقات و خیرات کی ترغیب دلاتا، جب لوگ صدقات و خیرات کی رقم لے کر آتے تو یہ اس رقم کو غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم نہ کرتا بلکہ اپنے پاس ہی جمع کر لیتا، اس طرح اس بَدباطن راہب نے بہت سارا خزانہ جمع کر کے سونے کے سات بڑے بڑے مٹکے بھر لئے تھے مجھے اس کی ان حرکتوں پر بہت غصہ آتا، بالآخر جب وہ مرا تو لوگوں کا بہت بڑا ہجوم اس کی تجہیز و تکفین کے لئے آیا، میں نے لوگوں کو بتایا: جس کے بارے میں تمہارا گمان تھا کہ وہ سب سے بڑا راہب ہے وہ تو بہت لالچی اور گندی عادتوں والا تھا، لوگ کہنے لگے: یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ راہب بُرا شخص تھا؟ میں نے کہا: اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو میرے ساتھ چلو، میں تمہیں اس کا مال و دولت اور خزانہ دکھاتا ہوں جو وہ جمع کرتا رہا اور فقرا و مساکین اور یتیموں پر خرچ نہ کیا لوگ میرے ساتھ چل دیئے، میں نے انہیں وہ مٹکے دکھائے جن میں سونا بھرا ہوا تھا۔

انہوں نے وہ مٹکے لئے اور کہا: خدا عزوجل کی قسم! ہم اس راہب کو دفن نہیں کریں گے، پھر انہوں نے اس کے مردہ جسم کو سولی پر لٹکایا اور پتھر مار مار کر چھلنی کر دیا پھر اس کی لاش کو بے گور و کفن پھینک دیا، اس کے بعد لوگوں نے ایک اور راہب کو اس کی جگہ منتخب کر لیا، وہ بہت اچھی عادات و صفات کا مالک اور انتہائی متقی و پرہیزگار شخص تھا، طمع و لالچ اس میں بالکل نہ تھی، دن رات عبادت میں مشغول رہتا، دُنیوی معاملات کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دیتا، میرے دل میں اس کی عقیدت و محبت گھر کر گئی، میں نے اس کی خوب خدمت کی اور اس سے نصرانیت کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا" آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ کے بعد میری رہنمائی کون کرے گا؟ وہ راہب کہنے لگا: اے میرے بیٹے! اللہ عزوجل کی قسم! جس دین پر میں ہوں اس میں سب سے بڑا عالم و فقیہ ایک شخص ہے جو" موصل" میں رہتا ہے، میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی نہیں جو تمہاری رہنمائی کر سکے، اگر تم سے ہو سکے تو اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، راہب کی یہ بات سن کر میں" موصل" چلا گیا اور وہاں کے راہب کے پاس پہنچ گیا، میں نے واقعی اسے ایسا پایا جیسا اس کے بارے میں بتایا گیا تھا، وہ بہت نیک و زاہد شخص تھا۔

چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں جو آپ کے بعد میری صحیح رہنمائی

کرے؟ اس نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! اس وقت ہمارے دین کا سب سے بڑا باعمل عالم "نصیبین" میں رہتا ہے۔ میری نظروں میں اس سے بہتر کوئی اور نہیں، اگر ہو سکے تو اس کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا "نصیبین" پہنچا اور اس راہب کے پاس رہنے لگا۔ وہ بھی نہایت متقی و پرہیزگار شخص تھا، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے پوچھا: آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ اس نے کہا: اس وقت ہمارے دین پر قائم رہنے والوں میں سب سے بڑا باعمل راہب "عموریہ" میں رہتا ہے، میری نظروں میں اس سے بہتر کوئی نہیں تم اس کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری صحیح رہنمائی کرے گا۔

چنانچہ میں "عموریہ" پہنچا اور اس راہب کی خدمت میں رہنے لگا۔ وہ واقعی بہت نیک و صالح شخص تھا۔ میں اس سے دینِ نصاریٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا اور دن کو بطورِ اجیر (یعنی مزدور) ایک شخص کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتا۔ اس طرح میرے پاس اتنی رقم جمع ہوگئی کہ میں نے کچھ گائے اور بکریاں وغیرہ خرید لیں۔ پھر جب اس راہب کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا: آپ مجھے کس کے پاس بھیجیں گے جو آپ کے بعد میری صحیح رہنمائی کرے؟ اس راہب نے کہا: اے میرے بیٹے! اب ہمارے دین پر قائم رہنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس میں تجھے بھیجوں۔ ہاں! اگر تم نجات چاہتے ہو تو میری بات توجہ سے سنو: اب اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری کا وقت بہت قریب آ گیا ہے جو دینِ ابراہیمی لے کر آئے گا۔ وہ سرزمینِ عرب میں مبعوث ہوگا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت فرمائے گا۔

اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ واضح نشانیاں یہ ہیں: (۱) وہ ہدیہ قبول فرمائیں گے (۲) لیکن صدقے کا کھانا نہیں کھائیں گے اور (۳) ان کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت ہوگی۔ اگر تم اُس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان کے پاس چلے جانا ان شاء اللہ عزوجل تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے، اے میرے بیٹے! تم اس رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور ملنا۔

اتنا کہنے کے بعد اس راہب کا بھی انتقال ہو گیا پھر جب تک میرے رب عَزَّ وَجَلَّ نے چاہا میں "عموریہ" میں ہی رہا، پھر مجھے اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی کلب کے کچھ تاجر عرب شریف جا رہے ہیں تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ عرب شریف جانا چاہتا ہوں، میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں ہیں، یہ سب کی سب تم لے لو اور مجھے عرب شریف لے چلو۔ ان تاجروں نے میری یہ بات منظور کر لی اور میں نے انہیں تمام گائیں اور بکریاں دے دیں۔ چنانچہ ہمارا قافلہ سوئے عرب روانہ ہوا۔ جب ہم وادی "قُریٰ" میں پہنچے تو ان تاجروں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے جبراً اپنا غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ یہودی مجھے اپنے علاقے میں لے گیا۔ وہاں میں نے بہت سے کھجوروں کے درخت دیکھے تو میں سمجھا کہ شاید یہی وہ شہر ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے، چنانچہ میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا چچا زاد بھائی مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا سے اس کے پاس آیا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی قریظہ سے تھا، یہودی نے مجھے اس کے ہاتھوں فروخت کر دیا، وہ مجھے لے کر مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کی طرف روانہ ہو گیا۔

خدا عزوجل کی قسم! جب میں مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضاؤں میں پہنچا تو میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہی جگہ میری عقیدتوں کا محور و مرکز ہے۔ یہی وہ پاکیزہ شہر ہے جس میں نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوگی۔ جو نشانیاں راہب نے مجھے بتائی تھیں کہ وہاں بکثرت کھجوریں ہوں گی، وہ میں نے وہاں پالی تھیں۔ اب میں منتظر تھا کہ کب میرے کانوں میں یہ صدا گونجے کہ اس پاکیزہ ہستی نے اپنے جلوؤں سے مدینہ منورہ کو نور بار کر دیا ہے جس کی آمد کی خبر سابقہ آسمانی کتب میں دی گئی ہے، بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، ایک دن میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور میرا مالک

نیچے بیٹھا تھا، اس کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا: اللہ عزوجل فلاں قبیلے (یعنی اوس وخزرج) کو برباد کرے، وہ لوگ مقام "قبا" میں جمع ہیں اور ایک ایسے شخص کا دین قبول کر چکے ہیں جو مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا سے آیا ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا نبی کہتا ہے۔ اس قبیلے (یعنی اوس وخزرج) کے اکثر لوگ اپنے آباواجداد کا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لا چکے ہیں۔

جب میں نے اپنے مالک کے چچا زاد بھائی کی یہ بات سنی تو میں خوشی کے عالم میں جھوم اُٹھا۔ قریب تھا کہ میں اپنے مالک کے اوپر گر پڑتا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی جلدی نیچے اُترا، پھر پوچھا: ابھی تم نے کیا بات کہی ہے؟ اور کون شخص مکہ سے آیا ہے؟۔ میری یہ بات سن کر میرے مالک کو بہت غصہ آیا اور اس نے مجھے ایک زوردار طمانچہ مارا اور کہا: تمہیں ہماری باتوں سے کیا مطلب؟ جاؤ! جا کر اپنا کام کرو، میں نے کہا: میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا یہ کہہ کر میں دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میرے پاس کچھ رقم بچی ہوئی تھی۔ ایک دن موقع پا کر میں بازار گیا، کچھ کھانے پینے کی اشیاء خریدیں اور بے تاب ہو کر اس رخِ زیبا کی زیارت کے لئے "قبا" کی طرف چل دیا جس کے دیدار کی تمنا نے مجھے فارس سے مدینہ منورہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا تک پہنچا دیا تھا۔

جب میں وہاں پہنچا تو میں نے ان کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ عزوجل کے بندے! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندے ہیں اور آپ کے اصحاب میں اکثر غریب اور حاجت مند ہیں، میں کچھ اشیائے خورد ونوش لے کر حاضر ہوا ہوں، میں یہ اشیا بطورِ صدقہ آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، آپ قبول فرمالیں۔ یہ سن کر اس پاکیزہ ومطہر ہستی نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آؤ! اور یہ چیزیں کھالو، لوگ کھانے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: ایک نشانی تو میں نے پالی ہے پھر کچھ دنوں کے بعد میں کھانے کا کچھ سامان لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: حضور! یہ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں، انہیں بطورِ ہدیہ قبول فرمالیں، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھایا اور اپنے اصحاب کو بھی اپنے ساتھ کھانے کا حکم فرمایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی بھی پوری ہو گئی ہے، پھر ایک دن میں جَنَّتُ الْبَقِیْع کی طرف گیا تو دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اَطہر پر دو چادریں ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ ﷺ کے گرد اس طرح جمع ہیں جیسے شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں۔

میں نے جا کر سلام عرض کیا اور پھر ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے میری نظر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پُشت مبارک پر پڑے تاکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت کو دیکھ سکوں کیونکہ مجھے راہب نے جو نشانیاں بتائی تھیں وہ سب کی سب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں دیکھ لی تھیں۔ بس آخری نشانی (یعنی مُہرِ نبوت) دیکھنا باقی تھی، میں بڑی بے تابی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا، جب نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی تو میرے دل کی بات جان لی اور میری طرف پیٹھ پھیر کر مبارک شانوں سے چادر اُتار لی جیسے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چادر ہٹائی تو آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت جگمگا رہی تھی، میں دیوانہ وار آپ ﷺ کی طرف بڑھا اور مُہرِ نبوت کو چومنا شروع کر دیا، مجھ پر رقت طاری ہو گئی، بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی جس کے روئے زیبا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے میں نے اِتنی مصیبتیں اور مشقتیں جھیلیں، آج وہ نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے موجود تھے اور میں ان کے جلووں میں اپنے جسم کو منور ہوتا دیکھ رہا تھا، میں نے فوراً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیجئے اور اپنے غلاموں میں شامل فرمالیجئے، پھر اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ میں مسلمان ہو گیا۔ میں ابھی تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مُہرِ نبوت کو بوسے دے رہا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب بس کرو۔" چنانچہ میں ایک طرف ہٹ گیا، پھر میں نے حضور ﷺ کو اپنی ساری روداد سنائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت حیران ہوئے کہ میں کس طرح یہاں تک پہنچا اور میں نے کتنی مشقتیں برداشت کیں۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم اپنے مالک سے مکاتبت کرلو (یعنی اسے رقم دے کر آزادی حاصل کرلو) جب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مالک سے بات کی تو اس نے کہا: مجھے تین سو (۳۰۰) کھجوروں کے درخت لگا دو اور چالیس (۴۰) اوقیہ بھی دو، پھر جب یہ کھجوریں پھل دینے لگ جائیں گی تو تم میری طرف سے آزاد ہو جاؤ گے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے مالک کی شرطیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتائیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھرپور تعاون کیا کسی نے کھجوروں کے تیس (۳۰) پودے لا کر دیئے، کسی نے پچاس (۵۰) الغرض! مددگار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدد سے میرے پاس تین سو (۳۰۰) کھجوروں کے پودے جمع ہو گئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان فارسی! تم جاؤ اور زمین کو ہموار کرو۔

چنانچہ میں گیا اور زمین کو ہموار کرنے لگا تاکہ وہاں کھجور کے پودے لگائے جاسکیں، اس کام سے فارغ ہو کر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے زمین ہموار کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ چل دیئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں کے پودے اُٹھا اُٹھا کر دیتے اور آپ صلی الہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دستِ اقدس سے اسے زمین میں لگاتے جاتے، حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جان ہے! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے پودے لگائے وہ سب کے سب اُگ آئے اور ان میں بہت جلد پھل لگنے لگے، چنانچہ میں نے تین سو (۳۰۰) کھجوریں اپنے مالک کے حوالے کیں، ابھی میرے ذمہ چالیس (۴۰) اوقیہ دینا باقی تھا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی نے مرغی کے انڈے جتنا سونے کا ایک ٹکڑا بھجوایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: سلمان فارسی کا کیا ہوا؟ پھر مجھے بلوا کر فرمایا: اسے لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو، میں نے عرض کی: اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ اتنا سا سونا چالیس (۴۰) اوقیہ کے برابر کس طرح ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ سونا لو اور اس کے ذریعے چالیس (۴۰) اوقیہ جو تمہارے ذمہ ہے، اسے ادا کرو، اللہ عزوجل تمہارے لئے اسی سونے کو کافی کر دے گا اور تمہارے ذمہ جتنا دینا ہے یہ اس کے برابر ہو جائے گا۔

میں نے وہ سونے کا ٹکڑا لیا اور اس کا وزن کیا، اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! وہ تھوڑا سا سونا چالیس (۴۰) اوقیہ کے برابر ہو گیا اور اس طرح میں نے اپنے مالک کو دے دی اور غلامی کی قید سے آزاد ہو کر سرکار ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو گیا، پھر میں غزوہ خندق میں حضور ﷺ کے ساتھ شامل ہوا، اس کے بعد میں ہر غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سلمان الفارسی، ج۹ ص۱۸۵ تا ۱۸۹)

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

از: محمد فیضان رضا علیمی *

سرکارِ محبیؒ! فنا فی المرشد

اسلاف و اخلاف

یہ فنائیت بھی بڑی عجیب چیز ہے کہ پہلے انسان کسی کی تلاش و جستجو کرتا ہے، تلاشِ بسیار کے بعد جب اس کو پاتا ہے، تو اس سے وارفتگی کی حد تک محبت کرتا ہے، پھر عشق و عقیدت کے گہرے سمندر میں خوطہ زن ہوتا ہے اور جب جامِ عشق و مستی دیوانگی کی حد پیدا کر دیتا ہے تو انسان اس کی یاد میں فنا ہو جاتا ہے، پھر کیا ہے ہر مجلس میں وہی نظر آتا ہے، ہر انجمن میں اسی کا جلوہ دکھتا ہے، ہر کلام میں اسی کی لذت ملتی ہے، ہر گفتگو میں اسی کی مٹھاس ہوتی اور ہر شخص میں اسی کا عکس نظر آتا ہے، گو ہر جگہ وہی ہوتا ہے۔

یہی کچھ حال ہمارے اتری بہار کے سرخیل عالمِ ربانی، فاضلِ اماثل، فخرِ بہار، قاطعِ شرک و بدعت، محبِ اعلیٰ حضرت علامہ محمد عبدالرحمن قادری المعروف بہ سرکارِ محبیؒ پوکھریروی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۷۲ھ/ وفات ۱۳۵۱ھ) کا ہے، تحصیل علم کی تکمیل کے بعد مرشد کامل کی تمنا و آرزو نے تلاش و جستجو کا سچا اشتیاق پیدا کر دیا تھا، جذبہ صادق ہی کا اثر تھا کہ ربیع الآخر ۱۲۹۲ھ میں کاشغر کے عظیم بزرگ عارف باللہ، مردِ حق آگاہ، سیدنا داتا نور الحلیم قادری کاشغری رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳۰۶ھ) جیسے شیخ کامل اور مرشد اکمل کی بارگاہِ فیض اور صحبت بابرکت حاصل ہوئی تو پھر کیا تھا، محبت و الفت اور عشق و عقیدت کے سارے راستے عبور کر کے فنائیت کی منزل پر قدم جما دیا اور مرشد کی یاد و بات کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، ذیل کی سطروں میں حضرت محبی کی پیر و مرشد سے عقیدت و شیفتگی اور فنائیت پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرت محبی قادری نے اپنی زندگی میں تین عظیم تحریک کا آغاز کیا اور ان تینوں کی نسبت اپنے شیخ طریقت کی جانب کر کے مرشد گرامی کی الفت و محبت کا بین ثبوت پیش کیا اور مرشد کی بارگاہ میں خراج تحسین بھی، پہلی تحریک: درس و تدریس کے لیے "مدرسہ نور الہدیٰ" اور دوسری تحریک: دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے لیے "انجمن نور اسلام" اور تیسری تحریک: دینی و فکری اصلاح کے لیے پندرہ روزہ رسالہ "نور الہدیٰ" کا پوکھریرا شریف سے اجرا۔ یہ تینوں تحریکیں آپ کے دورِ حیات میں جس تیزی کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہیں وہ اہل علم و دانش اور صاحب فہم و فراست پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت محبی پوکھریروی کو اپنے مرشد گرامی سیدنا داتا نور الحلیم کاشغری (۱۳۰۶ھ) سے ایسی محبت و عقیدت تھی کہ اپنی بیشتر تصانیف کا نام اپنے مرشد کے نام پر تجویز کیا، ایک شمارے کے مطابق ۱۱/ سے زائد کتابوں کے نام انہوں نے حضرت نور الحلیم کاشغری کے نام پر رکھے، چند کتابوں کے اسما دیکھیں: ☆ نور الایمان فی ترجمۃ القرآن ☆ نور اسلام ☆ نور الطلاب ☆ نور الہدیٰ فی ترجمۃ المجتبیٰ ☆ نور الجمعہ وغیرہ۔

تحریک و تصنیف کی دنیا سے ذرا آگے نکلیے اور شعر و شاعری کے میدان کا تھوڑا جائزہ لیجیے تو حیرانی ہوگی، مرشد کی محبت کا کیسا خمار چڑھا تھا کہ اپنے اکثر کلام میں مرشد کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہیں پر وسیلہ بناتے ہیں تو کہیں پر استغاثہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے دکھتے ہیں۔ حیرت بالائے حیرت تو تب ہوئی کہ بارہ ماسہ جیسے پیچیدہ ادب میں بھی ہر ماسہ میں مرشد کے نام کا ذکر کر کے دنیا کو آگاہ کر دیا کہ مرشد کی محبت و عقیدت کیسی ہوتی ہے اور ان کی یاد میں فنائیت کسے کہتے ہیں، آپ کے نعتیہ دیوان "نورِ بخشش" اور "بارہ ماسہ" سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں، جس سے قارئین کو بخوبی میری بات کی تائید مل جائے گی، بارہ ماسہ میں ہندی کے ۱۲/ مہینوں کی نسبت سے آپ نے بارہ

* مضمون نگار سہ ماہی پیام بصیرت سیتامڑھی، بہار کے مدیر ہیں۔

اسلاف واخلاف

کلام پیش کئے اور ہر کلام کے مقطع میں اپنے مرشد کا نام ذکر کیا، چند نمونے دیکھیں: ؎

چہیتے نبی کے نورِ حلیم کرہو اب ادّہار ہے
پڑا غم میں تیرو مجیؔ بیکس دربل لچار ہے

میرو مرشد نورِ حلیم مجیؔ کا ہرنام ہے
درس دکھا دو پیارے نبی کا یا ہی موکو کام ہے

نورِ حلیم پیارے واکے مجیؔ کے سلطان ہے
بھادو گذرا آن ملاؤ تمھرا ہے احسان ہے

حضرت مجی نے مرشد روحانی سیدنا نورالحلیم کاشغری علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت وشیفتگی اور سپردگی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ اپنے مرشد کی شان میں ایک شاندار منقبت لکھ کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا، جس کا مطلع یہ ہے: ؎

اے معدنِ لطف وعطا داتا مرے نورالحلیم
اے منبعِ جود وسخا داتا مرے نورالحلیم

حضرت مجی قادری علیہ الرحمہ کی اپنے پیر ومرشد سے عقیدت ومحبت اور ربط وتعلق کا عالم ایسا تھا کہ ان کے پاس بیشتر اوقات گزارتے اور ان کی خدمت فیض رساں سے نوازشیں حاصل کرتے تھے، مرشد کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ وہیں موجود تھے، حضرت داتا نورالحلیم کاشغری رحمۃ اللہ کا انتقال ۳؍ربیع الاوّل شریف ۱۳۰۶ھ میں نستہ شریف وایا بھروارہ ضلع دربھنگہ میں ہوا اور وہیں بڑے سے ٹیلہ پر تالاب کے کنارہ آپ کا مزار پرانوار مرجع خلاق بنا ہوا ہے، جب کہ حضرت علامہ عبدالرحمن قادری المعروف بہ سرکارِ مجی کی وفات ۱۸؍جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ میں پوکھریرا شریف ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی، اللہ پاک ان دونوں بزرگوں کا صدقہ عطا کرے اور ان کے مشن ومسلک پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ۵۲؍کا بقیہ...

دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا دیتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے بیٹی کو عزت وحیا کا نمونہ بنایا ہے؟

اے مسلمانو! کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ آپ کی بے حسی اور لاپرواہی آج آپ کی اولاد کو کن اندھیروں میں دھکیل رہی ہے؟ کیا آپ نے اپنی بیٹی کے چہرے پر وہ معصومیت دیکھی ہے جو اب موبائل فون، دوستوں کی محفلوں اور غیر ضروری تعلقات کے دھوئیں میں گم ہو چکی ہے؟ کیا آپ نے اپنے بیٹے کے رویے میں وہ تبدیلی محسوس کی ہے جو اس کی بے قابو آزادی نے پیدا کی ہے؟ آپ دنیاوی آسائشوں کی فراہمی کو اپنی ذمہ داری کا اختتام سمجھ بیٹھے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مہنگے اسکولوں میں داخلہ، برانڈڈ کپڑے اور عیش وآرام کے سامان ہی آپ کی کامیاب والدین ہونے کی علامت ہیں۔ لیکن حقیقت اس سے کوسوں دور ہے! آپ نے اپنی اولاد کے دل ودماغ میں وہ خالی جگہ چھوڑ دی ہے جسے میڈیا، غلط صحبت اور شیطانی ترغیبات نے پر کر دیا ہے۔

مسلمان بیٹی، جس کا کردار کبھی معاشرے کے لیے ایک مثال ہوتا تھا، آج کیوں غیر مسلموں کے دھوکے میں آ کر اپنی عزت وحرمت گنوا رہی ہے؟ کیا وہ والدین قصوروار نہیں جو اپنی اولاد کو اخلاقی اور دینی بنیادوں پر استوار کرنے میں ناکام رہے؟ جو اپنی بیٹیوں کو ان کی حدود اور شرعی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں؟ غیر مسلم مردوں کی جانب سے دھوکے، استحصال اور قتل کے ان گنت بڑھتے ہوئے واقعات کو کیا محض اتفاق کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ یہ والدین اور معاشرے کے لیے ایک واضح وارننگ ہے۔ اگر آج ہم اپنی بچیوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیں گے، انہیں ان کی اصل پہچان، عزت اور دینی تعلیمات سے روشناس نہیں کرائیں گے تو کل کو یہی معصوم زندگیاں کسی کی ہوس کا شکار بن جائیں گی۔

والدین اپنی اولاد، خاص طور پر بیٹیوں کو صحیح اور غلط کی تمیز سکھائیں اور ان کے ذہن میں یہ بٹھائیں کہ ان کی عزت اور ایمان دنیا کی کسی خواہش سے زیادہ قیمتی ہیں، دین اسلام نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے اور اس مقام کو کھونا سب سے بڑی ناکامی ہے، یہ وقت جاگنے، اپنی اولاد کو سنوارنے کا اور اپنی قوم کی بیٹیوں کو گمراہی سے بچانے کا ہے، ورنہ یہ بے حسی اور لاپرواہی ایک دن پورے معاشرے کے زوال کا سبب بن سکتی ہے۔ ◆◆◆

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری*

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

''مرزا غلام احمد قادیانی! مثیل مسیح دجال کذاب''

غلام احمد قادیانی وہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ ابتداءً مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور واللہ اس نے سچ کہا کہ وہ مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے، پھر اسے اور اونچی چڑھی اور وحی کا ادِّعا اور واللہ وہ اس میں بھی سچا ہے، اس لیے کہ اللہ دربارۂ شیاطین فرماتا ہے:

''یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً۔ (ایک ان کا دوسرے کو وحی کرتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کی)''

رہا اس کا اپنی وحی کو اللہ سبحانہٗ کی طرف نسبت کرنا اور اپنی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتانا یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے کہ لے مجھ سے اور نسبت کر رب العالمین کی طرف، پھر دعوئ نبوت و رسالت کی صاف تصریح کردی پھر اپنے نفس لئیم کو بہت انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے افضل بتانا شروع کیا اور گروہِ انبیا علیہم السلام سے کلمۂ خدا اور روحِ خدا اور رسول خدا عزوجل، عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو تنقیص شان کے لیے خاص کرکے کہا۔ (حسام الحرمین، ص۷۶-۷۷)

یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں باجماع اُمت، اسلام سے خارج ہیں اور بزازیہ، دُرَر، غُرَر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانھر، دُرِ مختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا:

''من شک فی کفرہٖ وعذابہٖ فقد کفر (کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے، خود کافر ہے)''

اور ''شفاء شریف'' میں فرمایا:

''ونکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل او وقف فیھم او شک۔ (ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے)''

اور ''بحرالرائق'' وغیرہ میں فرمایا:

''من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہٗ معنیٰ صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسّن۔ (جو بددینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنیٰ رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنیٰ ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا)''

اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الاعلام'' کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے ائمۂ اعلام کا اتفاق ہے، فرمایا:

''من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنہٗ او رضی بہٖ یکفر۔ (جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے)''

ہاں ہاں! احتیاط احتیاط!

اے مٹی اور پانی کے پتلے، کہ تمام چیزیں جو پسند کی جائیں دین ان سب سے زیادہ عزت والا ہے اور بے شک کافر کی توقیر نہ کی جائے گی اور بے شک گمراہی سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے اور بے شک ایک ایک شر دوسرے شر کو نہایت کھینچ لانے والا ہے اور بے شک جن چیزوں کا انتظار کیا جاتا ہے ان سب میں بدتر دجال ہے اور بے شک اس کے پیروان لوگوں کے پیروؤں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے اور بے شک اس کے اچنبے ان کے شعبدوں سے زیادہ ظاہر اور بڑے ہوں گے اور بے شک قیامت سب سے زیادہ دہشت والی اور سب سے زیادہ کڑوی ہے تو اللہ کی طرف بھاگو کہ آھلاً (سیلاب کا پانی) ٹیلوں بقیہ ص ۸۱ پر

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی کے پرنسپل ہیں۔

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

شبِ معراج

اوراس موقع پر بیان کی جانی والی دو مشہور روایات کا تحقیقی جائزہ

آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ذیشان ہے:

"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔ یعنی سب قرنوں سے بہتر میرا قرن ہے پھر اس کے بعد وہ جو اس سے ملا ہو پھر وہ جو اس سے ملا ہوا ہو۔"

یہ تینوں قرون مشہود بھا بالخیر دیانت وعدالت، طہارت و پاکیزگی، خداترسی و خداشناسی میں اپنی مثال آپ تھے کیوں کہ ان پاکیزہ ادوار میں ملکوتی صفات نفوس کا ایک جھمگٹا تھا، کہکشاؤں کی ایک بارات تھی جو ہر آن و ہر لمحہ تسبیح مولا و یاد شہنشاہ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہی مستغرق رہتی تھی، احقاق حق و ابطال باطل ان کی زندگانی کا وطیرہ تھا، دودھ کا دودھ و پانی کا پانی کر دینا ان کی سرشت میں داخل تھا اس لیے دین اسلام کی فصیل پر جب بھی کوئی خارجی یا داخلی دشمن حملہ آور ہوتا تو یہ عزیمت المرتبت ہستیاں اس کی بکھیاں اڈھیر کر رکھ دیتیں، اسلام کو نقصان گو کہ خارجی دشمنوں سے بھی پہنچا لیکن ان سے بھی زیادہ نقصان داخلی دشمنوں سے پہنچا کیوں کہ ان کا کفر عیاں تھا لیکن یہ سیاہ بخت اندرونی جراثیم اندرون خانہ ہی دبک کر دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو حتی الامکان مسخ کرنے کی سعی لاحاصل کرتے اور اپنے اس ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے۔

بعض نے نصف قرآن ہی کا انکار کر دیا، بعض سیاہ رو احادیث کے منکر ہوئے بعض کم ظرفوں نے اپنی دکان چمکانے کے لیے چند احادیث و روایات ایسی گھڑ لیں کہ جن سے اسلام کا مقدس چہرہ مجروح ہوتا ہوا اور اغیار کو طعن و تجریح کا شوشہ ہاتھ آتا ہو، سینکڑوں رحمتیں ہوں ان پاکیزہ ہستیوں پر کہ جنہوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے ان ناخداترسوں کا پردہ فاش کیا اور ان کے کید و فریب کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اس کے اشباہ و نظائر پر تو مستقل کتابیں تصنیف کی ہوئی ہیں مگر یہاں مشتے از خروارے دو روایات حاضر خدمت ہیں، جن میں سے ایک موضوع و من گھڑت اور ایک درست و صحیح تاکہ آپ قارئین کو بھی معلوم کہ صحیح اور غیر صحیح روایات کی مقبولیت کا تحقیقی معیار کیا ہونا چاہیے۔

(۱) یہ روایت زبان زد عام ہے کہ شب معراج کو جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش اعظم پر پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نعلین پاک اتارنے چاہے کہ آواز آئی: اے حبیب! نعلین کے ساتھ تشریف لائیں تاکہ عرش کو زینت و عزت حاصل ہو سکے، اس روایت کے متعلق علامہ مفتی محمد اسماعیل نورانی فرماتے ہیں:

بعض صوفیائے کرام کے نزدیک یہ روایت ثابت اور درست ہے، چناں چہ قرآن کریم کی آیت کریمہ "انی انا ربك فاخلع نعليك" کے تحت تفسیر کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے روح البیان جلد ۷ رمیں باضابطہ اس روایت کو تحریر فرمایا ہے لیکن علمائے محققین نے اس روایت کو بالکل بے اصل اور باطل قرار دیا ہے، چناں چہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ امام قزوینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے ان (نعلین) کے ذریعے عرش کو شرف بخشا ہے" کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جہاں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے کا تعلق ہے تو یہ غلط اور غیر ثابت ہے، بعض محدثین نے امام قزوینی کے اس جواب کے بارے میں لکھا کہ یہی درست ہے۔ (انوار الفتاویٰ، صفحہ 190)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مذکورہ روایت کے تعلق سے لکھتے

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

ہیں کہ یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ (احکام شریعت، حصہ 2/صفحہ 160) نیز آپ کے ملفوظات میں ہے کہ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔ (الملفوظ) صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ: یہ مشہور ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین مبارک پہنے عرش پر گئے اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں، اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے، لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ16/صفحہ645)

علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احکام شریعت حصہ دوم میں تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، جلد1/صفحہ306)

ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ نے اسے موضوع لکھا ہے، حالاں کہ علامہ ارشد القادری ودیگر علما نے اسے تقریر میں بیان کیا ہے، اس کے علاوہ یہ کتابوں میں موجود بھی ہے، آپ نے جواباً فرمایا کہ: اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے، ان سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے واللہ تعالیٰ اعلم، علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی نے یہ کبھی بیان نہیں کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج1/ص107)

(۲) ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ شب معراج کو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش اعظم پر تشریف لے جانے لگے تو غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک حاضر خدمت ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں پر اپنے قدمان مبارک رکھے اور عرش اعظم پر تشریف لے گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: بیٹا! میرے یہ قدم تمہاری گردن پر ہیں اور تمہارے قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہوں گے۔

یہ واقعہ مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے، اس لیے ممکن ہو کہ کوئی اور روایت اس روایت سے الفاظ میں متفاوت ہو تاہم متقارب المفہوم ضرور ہوگی، سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روایت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے مختلف مطالب کو اجاگر کرتے اخیر میں فرمایا کہ:

"بالجملہ روح مقدس کا شب معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت غوثیت کی گردن مبارک پر قدم اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرما ہونا اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں یہ انعام عطا ہونا کہ تمہارا قدم ولیوں کی گردنوں پر ہوگا، ان میں کوئی امر نہ عقلاً اور شرعاً مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور و ماثور، کتب حدیث میں ذکر معدوم، نہ کہ عدم مذکور، نہ روایات مشائخ اس طرح سند ظاہری میں محصور اور قدرت قادر وسیع و موفور اور قدر قادری کی بلندی مشہور، پھر رد و انکار کیا مقتضائے ادب وشعور۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد28/صفحہ411-412)

مفتی جلال الدین امجدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ: فتاویٰ افریقہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ تفریح الخاطر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش بر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد1/صفحہ153)

شارح بخاری سے ایک سوال ہوا کہ شب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پائے اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھے کا سہارا دیا جب کہ وہ موجود نہیں تھے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہاں مراح مراد روح مبارک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج,1: ص312:)

آپ نے روایت کا مطلقاً انکار نہ فرمایا بلکہ اس کو روح پر محمول فرمایا اور حقیقت بھی یہی ہے، علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: تفریح الخاطر وغیرہ میں اس قسم کی روایتوں کا ذکر ہے اور عقل شرعی میں اس کا استبعاد بھی بقیہ ص ۲۵ / پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

حدیث شریف: حضرت مصنف اپنے شیخ محمد ابن خزیمہ سے سن کر، بحوالہ اسناد تام، حضرت جریر (بزرگ صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مامن قوم یکون فیھم رجل یعمل بالمعاصی- الحدیث۔ (ترجمہ) یعنی اگر کسی قوم میں کوئی بدکار ہو جو (کھلم کھلا) معصیت کے کام کرتا ہو اور اہل قوم کو یہ قدرت (استطاعت) حاصل ہو کہ اس کے عمل میں تغیر کر سکتے ہیں (یعنی انکار و اصلاح پر دسترس رکھتے ہیں) اس کے باوجود وہ تغییر نہ کریں (اس کو بدعملی سے نہ روکیں) تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پوری قوم کو، ان کی موت سے پہلے کسی بلائے عام میں مبتلا نہ کرے۔''

فریضہ امر و نہی استطاعت کے ساتھ مشروط

تشریح: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریضۂ امر و نہی کو قدرت کے ساتھ مشروط فرمایا ہے نہ کہ علی الاطلاق مطلب یہ ہے کہ جب اہل صلاح کو اہل معاصی پر غلبہ حاصل ہو تو ایسی صورت میں ان پر ضرور واجب ہوگا کہ اہل معاصی کو معصیت کے ارتکاب سے روکیں (یعنی روکنے کی پوری کوشش کریں) یہ حکم بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ لوگ معاصی کھلم کھلا کرتے ہوں۔

امر و نہی کا وجوب قرآن سے ثابت

اور (معلوم ہو کہ) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وجوب اس دلیل سے نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کی اسی (آمر و ناہی ہونے کی) صفت کے ساتھ مدح فرمائی ہے، فرماتا ہے:

''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (ترجمہ) تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی، ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔''

[سورۂ آل عمران — ۱۱۰ / کنزالایمان]

اس امت کو خیر اُمت کا لقب کس وجہ سے؟

قول علما: (اور آیت کریمہ کے معنی کی تعیین میں) ایک قول یہ آیا ہے کہ (اے امت مرحومہ) تمہارا نام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ''خیر امت'' جو لوگوں کے لئے پیدا ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے لوگوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لئے تا کہ تم انہیں طاعت کا (یعنی ثوابی کاموں کا) حکم کرو اور منکر سے (یعنی گناہ کے کاموں سے) منع کرو۔ (روکو ٹوکو)

معروف و منکر سے کیا مراد؟

قول مصنف: تو معروف وہ کام ہے جو کتاب و سنت (یعنی شریعت) کے بھی موافق ہو اور عقل کے بھی اور منکر وہ ہے جو کتاب و سنت اور عقل کے خلاف ہو اور رب کریم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

''وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (ترجمہ) اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی

سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔''

[سورۂ آل عمران– ۱۰۴/ کنزالایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) :لتکن میں لام، لام امر ہے۔تو مطلب یہ ہوا کہ تم میں ایک جماعت ایسی (ضرور) رہنی چاہئے جو معروف کا حکم دیا کریں اور منکر سے منع کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے (قرآن شریف میں) ترک امر و نہی پر کچھ قوموں کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ (ایک جگہ) فرماتا ہے:

''كَانُواْ لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ۔ (ترجمہ) (مستحق لعنت وعذاب ہوئے وہ لوگ) جو اپنے معاشرے کی بُرائیوں سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے ٹوکتے تھے۔ یقیناً اُن کے کرتوت بہت ہی بُرے تھے۔''

[سورۂ مائدہ–۷۹/ کنزالایمان]

یعنی وہ منکرات کرتے اور ایک دوسرے کو ان سے منع نہیں کرتے تھے اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

''لَوْلاَ يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ۔ (ترجمہ) انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کر رہے ہیں۔''

[سورۂ مائدہ– ۶۳/ کنزالایمان]

توضیح از مصنف: یعنی ان کے علما وفقہا اور حاملان کتاب ان (مجرموں) کو گناہ کی بات بولنے اور حرام چیز کھانے پینے سے کیوں منع نہیں کرتے...(قولھم الاثم) سے مراد ہے فحش گوئی (گندی گھنونی بات) اور (سُحت) سے مراد ہے حرام چیز۔

امر و نہی کے لئے سلیقے کا سجھاؤ

نصیحت: (مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) آمر بالمعروف کو چاہئے کہ جب کسی کو امر و نصیحت کرے تو پست آواز سے نرم لہجے میں (یا تنہائی میں) کرے بشرطیکہ اس کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔کیونکہ چپکے کی موعظت ونصیحت زیادہ مؤثر اور رسا ہوتی ہے۔

سمجھانے بجھانے کا ڈھنگ کیسا ہونا چاہئے؟

ہدایت: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو علانیہ موعظت کی تو گویا اس کا عیب کھولا (اسے عیب دار کہا) اور جس نے فی السر (یعنی آہستہ یا تنہائی میں) نصیحت کی تو گویا اسے خوبی سے آراستہ کیا، ہاں! اگر سرّی موعظت نے نفع نہیں دیا (اس سے کام نہیں چلا) تو ایسی صورت میں علانیہ بھی امر و نہی کرے اور اس پر، اہل صلاح و اہل خیر سے اعانت چاہے (اگر ضرورت سمجھے) تا کہ سب ملکر اسے ڈانٹیں ڈپٹیں۔

ترک امر و نہی کے وبال کی تمثیل با تاثیر

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ خلیل ابن احمد دبیلی سے سن کر باسنادتام، بطریق امام شعبی، حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

''مثل المُداهن فی حقوق الله تعالی و الواقع فیها - الحدیث۔ یعنی وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں (یعنی حدود شرع میں) مداہنت (چشم پوشی یا چکنی چپڑی) کیا کرتا ہے اور وہ جو اُن میں واقع ہے (یعنی تارک حقوق ہے) اور وہ جو ان (کی ادائیگی) پر مستعد ہے ان تینوں کی مثال ان تین قسم کے آدمیوں کی سی ہے جو بڑی کشتی میں (بحری جہاز میں) سفر کر رہے ہوں۔جنہوں نے قرعہ اندازی سے درجے بانٹ لیے ہوں۔ان میں بعض کو اوپر والی منزل ملی اور بعض کو بیچ والی اور بعض کے حصے میں نیچے والا درجہ آیا۔ وہ بدستور (کچھ وقت تک) اسی طرح سفر کرتے رہے حتی کہ (ایک دن) اچانک ان میں کے ایک شخص نے (اپنے ہاتھ میں) بسولہ لیا۔ساتھ والوں نے پوچھا (اور ٹوکا کہ) کیا ارادہ ہے۔ بولا میں اپنے درجے میں (تھوڑا تختہ) کاٹ کر سوراخ کروں گا کہ پانی میرے قریب ہوجائے (اور استعمال کے لئے پانی کا حاصل کرنا آسان ہوجائے) اور بول و براز وغیرہ کے اخراج کے لئے راستہ بن جائے۔ ساتھیوں میں سے بعض نے کہا: اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دو، یہ اپنی منزل میں جو چاہے پھٹن بنائے۔ اللہ اسے دور کرے اور بعض نے کہا: اسے مت کاٹنے دو، ورنہ ہمیں بھی ہلاک کرے

گا اور خود بھی ہلاک ہوگا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے فرمایا) تو اگر انہوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے تو (ڈوبنے سے) وہ بھی بچا اور یہ بھی بچے۔ اور اگر انہوں نے اس کے ہاتھوں پر گرفت نہیں کی تو یہ بھی ڈوبے اور وہ بھی ڈوبا۔"

ترک امر و نہی کی سزا، ظالم حاکم کا تسلط

اثر ابودرداء: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے (حدیث شریف کی روشنی میں) فرمایا: قسم سے کہتا ہوں کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہو کے رہے گی یا تو (یہ ہوگا کہ) تم لوگ ضرور ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کا فریضہ ادا) کرتے رہو گے اور یا (یہ ہوگا کہ) تم پر اللہ تعالیٰ ظالم حکمراں مسلط فرما دے گا جو نہ بڑوں کی توقیر کرے گا نہ چھوٹوں پر ترس کھائے گا اور (اس وقت) نیک لوگوں کی بھی دعائیں قبول نہیں ہوں گی اور (دشمن پر اللہ سے) مدد طلب کریں گے تو ان کی مدد نہیں ہوگی۔ گناہوں کی معافی چاہیں گے تو معافی نہیں ملے گی۔

ترک امر و نہی کا وبال عام

حدیث شریف: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور پرنور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف-الحدیث۔

یعنی قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (دو باتوں میں سے ایک کا وقوع ضرور ہوگا) یا تو تم لوگ ضرور ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو گے اور بری باتوں سے منع کرو گے، یا عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عقاب (یعنی کڑی سزا) بھیجے گا پھر تم اللہ سے دعا کرو گے تو قبول نہیں فرمائے گا۔"

ظالم کی مداہنت مذموم خصلت

حدیث شریف: حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم (ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

"اذا ھابت امتی ان یقولوا للظالم انت ظالم، فتودّع منھم۔ (ترجمہ) جب میری امت کے لوگوں کو ظالم کی ہیبت، (اس کے منہ پر) یہ کہنے سے روکے کہ "تو ظالم ہے" تو ایسے لوگوں سے تو رخصت ہو چل۔ (۱)

نہی عن المنکر کے تین درجے

حدیث شریف: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا رأی احدکم منکرا فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقبلہ وذلک اضعف الایمان۔

(ترجمہ) جب تم میں کا کوئی شخص کسی منکر کو (خلاف عرف وشرع کام کو) دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے بدل دے (یعنی انکار کرے، ناگواری ظاہر کرے) اور اگر اس کی بھی دسترس نہیں رکھتا ہو تو (آخری درجہ یہ ہے کہ) دل سے تبدیل کر دے (یعنی اسے دل سے برا جانے) اور وہ اضعف ایمان ہے۔"

اضعف الایمان کی تشریح

توضیح: مصنف علیہ الرحمہ نے کہا "ذلک اضعف الایمان" کا معنیٰ "اضعف فعل اھل الایمان" ہے یعنی اہل ایمان کے (ایمانی) کاموں میں سب سے کمزور تر کام۔ (۲)

تشریح حدیث: (مصنف علیہ الرحمہ نے مزید کہا کہ): بعض علما نے فرمایا ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینے کا حکم، اہل حکومت و اقتدار کے لئے ہے اور لسانی تغییر کا حکم، اہل علم کے لئے ہے اور قلبی تغییر کا حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جو شخص جس طور پر قادر ہو اس پر وہی واجب ہے۔

[۱] یعنی ظالم کی طرح، ظالم کی مداہنت یا حمایت کرنے والے بھی مستحق ترک تعلق ہیں، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

[۲] حالانکہ اس جملہ (ذلک اضعف الایمان) کا ترجمہ عموماً اہل علم یہ کرتے ہیں کہ "وہ شخص سب سے کمزور ایمان والا ہے"، مگر اہل نظر غائر کے نزدیک از روئے عربیت، حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی توضیح ہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ویسے وہ معروف ترجمہ بھی غلط نہیں ٹھہرے گا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

.... جاری

ترغیبات

ص ۶ رکا بقیہ..........

واقع ہیں، یہ مقامات حد درجہ مشہور و معروف اور بڑے بڑے شہروں میں واقع ہیں، مثلاً اجمیر شریف ہی کو لیں تو یہاں آستانہ غریب نواز کے علاوہ شاہ جہانی مسجد، ڈھائی دن کے جھونپڑے اور چلہ انا ساگر سمیت کل 9 رمقامات ان کے نشانے پر ہیں۔ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی، مدرسہ فیروز شاہ تغلق حوض خاص، نیلی مسجد، پرانے قلعہ کی خیر المنازل مسجد اور شاہ جہاں کی بیٹی زینت النسا کی تعمیر کردہ زینت المساجد جیسی حد درجہ تاریخی مساجد و مدارس اور خانقاہیں بھی ان کے جھوٹ سے محفوظ نہیں ہیں۔

مراد آباد اور رامپور جیسے مسلم اکثریتی شہروں کی جامع مسجد ان کی ہٹ لسٹ میں ہیں۔ پنڈوا بنگال کی معروف خانقاہ جلال الدین تبریزی، ششش ہزاری خانقاہ نور قطب شہید، پنڈوا بھی ان کی فہرست میں شامل ہیں۔ بہار کے نالندہ ضلع کی درگاہ مخدوم الملک شرف الدین اور درگاہ شاہ فضل اللہ گوسائیں ان کے نشانے پر ہے۔

پٹنہ کی جامع مسجد اور معروف بزرگ حضرت مخدوم یحییٰ منیری کی خانقاہ بھی ان کی جھوٹی لسٹ میں شامل ہیں۔ یہ فہرست تو نمونہ بھر ہے ورنہ مسلمانوں کا ہر بڑا شہر اور ہر شہر کی بڑی مسجد یا عیدگاہ اور علاقے کی مشہور خانقاہیں ان کی سازشی فہرست میں شامل ہیں۔ یکے بعد دیگرے وہ لوگ اپنے منصوبے پر آگے بڑھتے جائیں گے اور مسلمانوں کی مذہبی نشانیوں کو اسی طرح متنازعہ بنا کر مٹانے اور چھیننے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔

کیا کریں مسلمان؟

یوں تو کرنے کے بہت سارے کام ہیں لیکن سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اپنے اندر دینی اور قومی جذبہ بیدار کیا جائے۔ ہمارے یہاں افراد کی کمی ہے نہ اسباب کی، کمی ہے تو دینی جذبات کی۔ چونکہ یہ معاملات براہ راست دو چیزوں سے متعلق ہیں ایک سیاست دوسرے عدلیہ (Judiciary) اور ان دونوں ہی امور پر ہمارے یہاں دو طرح کی لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ سیاست میں ہمارے یہاں غیروں کی اتباع کا مزاج ہے جب کہ عدلیہ کو ہمارے یہاں زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا، جو لوگ کسی طرح عدلیہ میں پہنچ جاتے ہیں ان میں وہ جذبہ نظر نہیں آتا جو بحیثیت قوم ضروری ہوتا ہے۔

اب اسے اس طرح سمجھیں کہ شاہی مسجد گیان واپی اور سنبھل جامع مسجد کے خلاف مقدمہ کرنے والا نمایاں شخص وشنو شنکر جین ہے جو اس وقت درجن بھر سے زائد مساجد کے خلاف پٹیشن فائل کیے ہوئے ہے۔ اس سے پہلے اس کا باپ ہری شنکر جین بھی یہی کام کرتا تھا۔

دہلی کا اشونی اپادھیائے بھی مسلم کمیونٹی کے خلاف آئے دن سپریم کورٹ/ ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن لگاتا رہتا ہے۔ ہندوؤں کے مسائل پر لگاتار کام کرتا ہے لیکن ان سب کے مقابلے ہمارے مسلم وکیل ہر کام فیس لے کر ہی کرتے ہیں۔ معاملہ چاہے مسجد کا ہو یا خانقاہ کا ہمارے وکلا بغیر فیس لیے کسی کام پر آمادہ نہیں ہوتے۔

دوسری طرف یہی وکلا دلتوں/ آدی واسیوں اور دیگر سماجی/ سیاسی تنظیموں کے لیے فری آف کاسٹ کام کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے مذہب وقوم کے لیے یہ لوگ سننے/ بولنے/ دیکھنے سے معذور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قابل وکیلوں کی اتنی بھی کمی نہیں ہے کہ ہم اس نوعیت کے کام نہیں کر سکتے؟ کمی ہے تو بس جذبے کی، اس لیے سب سے پہلے ہمیں اپنے اندر دینی اور قومی جذبہ بیدار کرنا ہوگا ایک بار یہ جذبہ بیدار ہو گیا تو ان شاء اللہ چیلنجز کا مقابلہ بھی کیا جا سکتا ہے اور مشکلات کو آسان بھی بنایا جا سکتا ہے۔

مشکلوں سے گھبرانا ہماری روایت نہیں رہی۔ ہم نے تو آندھیوں میں بھی امیدوں کے چراغ جلائے رکھے ہیں اور آگے بھی ان شاء اللہ اس روایت کو برقرار رکھیں گے۔ ؎

واقف کہاں زمانہ ہماری اڑان سے
وہ اور تھے جو ہار گئے آسمان سے

◆◆◆

اسلامی اقدار پر حملہ اور عالمی سازش

از: سید محمد رضا حنفی
جامعہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی

سعودی عرب آج ایک ایسا منظر پیش کر رہا ہے جو ہر صاحبِ ایمان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا، ایک چوکور ڈیجیٹل کیوب جو خانۂ کعبہ سے مشابہت رکھتا ہے، اُس پر عریاں مناظر اور برہنہ اجسام کی تھرکتی ہوئی تصویریں دکھائی جا رہی ہیں، یہ صرف ایک ٹیکنالوجیکل نمائش نہیں، بلکہ امت مسلمہ کے دل میں چھری گھونپنے کے مترادف ہے۔

وہ سرزمین جو توحید کا مرکز، حرمین شریفین کا محافظ اور اسلامی اقدار کی پہچان تھی، اب ایک ایسی ریاست میں بدلتی جا رہی ہے جو نہ صرف اسلامی تعلیمات سے روگردانی کر رہی ہے بلکہ کھلے عام ان کا مذاق اڑا رہی ہے، نوے سال پہلے وہی سعودی عرب جو محمد بن عبد الوہاب کی شدت پسند وہابی آئیڈیولوجی کے ذریعہ اسلام کی "اصلاح" کے نام پر قائم ہوا تھا، آج مکمل طور پر اپنے پرانے چہرے سے دستبردار ہو چکا ہے، اُس وقت وہابیت کو استعمال کرتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو "شرک" اور "بدعت" کے نام پر موت کے گھاٹ اتارا گیا، یہ شدت پسند نظریہ دنیا بھر میں ٹی ٹی پی، داعش اور القاعدہ جیسے فتنے کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنا، لیکن یہ سب ایک عالمی منصوبے کا حصہ تھا، ایک ایسا منصوبہ جس کے ذریعہ امت مسلمہ کو اندر سے کھوکھلا کرنا تھا۔

آج سعودی عرب "Vision-2030" کے تحت مغربی اقدار کو اپنانے کی راہ پر گامزن ہے، حرمین شریفین کے تقدس کو نظر انداز کرتے ہوئے، میوزک فیسٹیولز، عریاں فیشن شوز اور بے حیائی کو "ترقی" کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے، کل تک جو حکمران اسلامی لباس اور داڑھی کو دین کی پہچان قرار دیتے تھے، آج وہی مغرب کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، یہ صرف تفریح نہیں، بلکہ ایک پیغام ہے کہ اب اس سرزمین پر مغربی ایجنڈا حکمرانی کرے گا، یہ تبدیلی پورے عالم اسلام کے لیے ایک خطرہ ہے، مغربی طاقتیں پہلے شدت پسندی کے ذریعہ امت کو بدنام کرتی تھیں اور اب سیکولرزم اور بے حیائی کو فروغ دے کر مسلمانوں کی روحانی و فکری بنیادیں کھوکھلی کر رہی ہیں، یہ امت کے تشخص کو مٹانے کی عالمی سازش کا حصہ ہے۔

ریاض کا یہ ڈیجیٹل کیوب ایک علامت ہے، ایک انتباہ کہ اگر ہم نے ابھی بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو شاید وہ دن دور نہیں، جب امت مسلمہ اپنی شناخت کھو دے، یہ وقت ہے کھڑے ہونے کا، آواز بلند کرنے کا اور ان تمام طاقتوں کے خلاف صف آرا ہونے کا جو اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، ابابیلیں آج بھی اللہ کے حکم کی منتظر ہیں، لیکن ان کی آمد سے پہلے امت کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہوگا۔

◆◆◆

زخمی معاشرہ

از: مولانا نثار احمد مصباحی
دار العلوم نعیمیہ چھپرہ، بہار

ایک اور قوم کی بیٹی مرتد ہوگئی، 17/ نومبر 2024 مقام بچھپرا شیخ پورہ ریول گنج میں بعد مغرب میلاد شریف کا پروگرام چل رہا تھا، ایک طرف کھانا بن رہا تھا، دعوت کی وجہ سے لوگوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی، امام صاحب کی خطابت شباب پر تھی، اچانک خطیب کا لہجہ بدل گیا، الفاظ دم توڑنے لگے، اس لئے کہ جس لڑکے کی بارات نکلنے والی تھی وہی لڑکا اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ امام صاحب پروگرام ختم کریں، اب یہ شادی نہیں ہوسکتی، پوچھنے پر بتایا کہ ابھی ابھی ایک غیر مسلم لڑکے کا فون آیا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ وہ صرف میری ہے، تم دولہا بن کر آؤ گے لاش بن کر جاؤ گے، اس لئے ہرگز بارات لے کر مت آنا، خیر کھانا پک گیا تھا، سب لوگوں کو کھلا دیا گیا۔

لڑکی کے والد سے بات کی گئی تو اس نے اقرار کیا کہ میری بیٹی اس سے محبت کرتی ہے، اسی نے اس لڑکے کو نمبر دیا ہے،

شادی نہیں ہوسکی اور وہ لڑکی اپنے یار کے ساتھ گھر سے نکل گئی، افسوس ناک بات یہ ہے کہ ارتداد کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے، ابھی دو چار دن پہلے ہم نے اپنے ضلع سارن کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ گزشتہ دو سالوں میں 35 ر سے 40 ر لڑکیاں مرتد ہوگئیں، اگر اس راستے پر ہم اور آپ پہرے دار بن کر کھڑے نہیں ہوئے تو اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور ایک دن ایسا آئے گا کہ لوگ اس کو عیب ماننا چھوڑ دیں گے، اس کے بعد ہم جبہ اور دستار کے ساتھ ممبر سے چلّاتے رہیں گے اور ہماری آواز صحراؤں میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوگی، وہ محرر اپنی قوم کا ادیب نہیں ہوسکتا جو عشق کی داستان سنا کر قوم کو گہری نیند سونے پر مجبور کردے، اب ضرورت ہے کہ ہم اٹھیں اور قوم کے دل و دماغ کو صیقل کرنے کی سعی کریں۔ ے

رہ طلب سے گزرنا بہت ضروری ہے
حیات کے لئے مرنا بہت ضروری ہے
یہ اور بات کہ ہم پار ہو سکے نہ مگر
ندی میں اب کے اترنا بہت ضروری ہے

◆◆◆

تو بندۂ آفاق ہے، وہ صاحبِ آفاق

از: غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن، مالے گاؤں، مہاراشٹرا

ہند میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ناموس پاک میں ہر دن نئی نئی توہین و گستاخی کا ارتکاب ہو رہا ہے، اصنام پرستوں نے پاکیزہ سیرتوں میں نقص نکالنے کی نامراد کوششیں جاری رکھی ہیں، وہ جب چاہتے ہیں زہر اُگل دیتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح ''جہاد'' پر لگاتار اٹیک ہے۔ اس کے تمسخر میں کبھی لینڈ جہاد، کبھی لو جہاد، کبھی ووٹ جہاد کا استعمال کر کے اسلام کے پاکیزہ نظامِ جہاد کو نشانہ بنایا جاتا ہے، مسلمانوں کے عائلی قوانین، شرعی حدود، معاشرتی و ثقافتی امور پر لگاتار حملے کیے جارہے ہیں۔

یہ سب حکومت کی سربراہی میں کیا جارہا ہے، حتیٰ کہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں رخنہ اندازی کے لیے قانون پاس کیے جارہے ہیں، بنیادی حقوق پر ڈاکے ڈالے جارہے ہیں، ان حالات میں بھی بعض طبقے، ادارے، تحریکیں ایسی ہیں جو مصلحت کی چادر اوڑھ کر ہر ظلم پر خاموش ہیں، اقتدار کے آگے سرنگوں ہیں۔ زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ آزادیِ اظہارِ رائے کو بھی نذرِ ظلم کر بیٹھے ہیں، سچ نہیں کہتے، نام اسلامی، مقصد تبلیغ دین اور ناموسِ رسالت ﷺ میں توہین پر بے غیرتی و خموشی!

ایک طبقہ وہ ہے جو نماز کی دعوت دیتا ہے۔ چھ باتوں کی تبلیغ کرتا ہے؛ انھیں بھی کالی گھٹاؤں کو نہیں پہچاننا آتا، انھیں بھی اسلامی شعار کی توہین برداشت ہے! لیکن مجال ہے کہ ظالم کے خلاف کچھ اظہار کر سکیں! درجنوں مقامات پر تاریخی مساجد کو غیر قانونی طریقے سے (۱۹۹۱ء کے The Place of Wrship Act کو نظر انداز کر کے) ختم کرنے کی مہم جاری ہے، مجال ہے کہ ''مصلحت پسند'' حلقہ جنبشِ لب کشائی کر سکے! بقیہ ص ۱۸ ر پر

مرتد ہوتیں بنات اسلام! معاشرہ کے لیے لمحۂ فکریہ

از: سوشیل میڈیا رضوی نیٹ ورک

آج ایک خوفناک حقیقت ہمارے معاشرے پر سایہ فگن ہو چکی ہے۔ بے راہ روی کی ایسی خبریں روزانہ ہماری نظروں سے گزرتی ہیں جہاں مسلم لڑکیاں اپنی حدود کو پار کر کے غیر مسلم مردوں کے جال میں پھنستی ہیں اور نتیجتاً اپنی زندگی، عزت اور دین سب کچھ کھو بیٹھتی ہیں۔ کچھ اپنی نادانی اور کم فہمی کے باعث غیر محفوظ رشتوں میں الجھ جاتی ہیں، جبکہ کچھ ایسے افراد کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں جو ان کی محبت کے دعوے دار تھے لیکن حقیقت میں درندے ثابت ہوتے ہیں۔

یہ المیہ صرف ایک فرد کی تباہی نہیں، بلکہ ایک قوم کی اخلاقی بنیادوں کی شکست کا اعلان ہے، اس تباہی کی بنیادی وجہ والدین کی لاپرواہی اور معاشرتی بے حسی ہے، وہ والدین جو اپنی بیٹیوں کو دین کی روشنی سے آراستہ کرنے کی بجائے بقیہ ص ۴۳ ر پر

منظومات

چشمِ رحمت ہے آشیانے پر

از: مولانا طفیل احمد مصباحی، بانکا، بہار

چھا گئے ہم تو کُل زمانے پر
نازِ عشقِ نبی اٹھانے پر

آرزو کا ہوا چمن شاداب
شاہِ بطحا سے لو لگانے پر

پھول مدح و ثنا کے کِھل اٹھے
فکر و فن کی انجمن سجانے پر

برقِ غم کیا بگاڑے جب ان کی
چشمِ رحمت ہے آشیانے پر

فکر و فن کی نکھر گئی صورت
نعت کے بحر میں نہانے پر

دل کو ملتی ہے دولتِ تسکین
" نعتیہ شعر" گنگنانے پر

اپنا نوری دیار دکھلائیں
ہو کرم کی نظر دوانے پر

رحم فرمائیے ہے آمادہ
ساری دنیا ہمیں مٹانے پر

جان کر اپنا ماویٰ و ملجا
پڑ گئے آ کے آستانے پر

یرجع کل شئی پہ کر کے عمل
" پڑ گئے آ کے آستانے پر"

ربِّ اکبر کی خاص رحمت ہے
مصطفیٰ آپ کے گھرانے پر

رجعتِ قہقہری کی سورج نے
رب کے محبوب کے بلانے پر

اپنی قسمت پہ پھر میں ناز کروں
گر وہ آئیں غریب خانے پر

تاج داروں کے گھستے سر دیکھے
شاہِ بطحا کے آستانے پر

بقیہ ص ۲۸ ر پر

مصروف میں تو مدحت خیر الوریٰ میں ہوں

از: مولانا شمس تبریز خاں ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

میں تابشِ ثنائے شہِ انبیا میں ہوں
جب سے خیالِ شرحِ رخِ والضحیٰ میں ہوں

پھر آرزوئے مدحِ مرصع لیے ہوئے
مصروف میں تو مدحت خیر الوریٰ میں ہوں

سارا وجود اس لئے میرا ہے عطر بیز
خوشبوئے مصطفیٰ کی مہکتی ردا میں ہوں

آقا کے در پہ دامنِ دل کو پسار کر
میں مندرج قبیلۂ فہم و ذکا میں ہوں

مجھ پر بھی ڈال دیجیے چشمِ کرم حضور
جکڑا ہوا شکنجۂ رنج و بلا میں ہوں

کیونکر نہ جاں گدازیٔ محشر سے ہو امان
بیٹھا جب ان کے سایۂ زلفِ دوتا میں ہوں

مجھ پر اثر یہ صحبت عشاقِ یار ہے
ثابت قدم اگر رہِ عشق و وفا میں ہوں

دھوون پلائیے مجھے اب پائے شاہ کا
مدت سے مبتلا میں علاج و دوا میں ہوں

ان کی طلب میں مجھ کو فنا ہونے دیجیے
اب سے میں جستجوئے طریقِ بقا میں ہوں

بقیہ ص ۲۸ ر پر

چہرے سے پردۂ بشر سرکا مہ تمام دو

از: محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

صبح دو یا کہ شام دو چاہے برائے نام دو
پر اے حبیب حق نما ہونٹوں سے اپنے جام دو

شک دیا بنہ ہو دور دیکھے تمہاری ذات نور
چہرے سے پردۂ بشر سرکا مہ تمام دو

کرتی ہے یک جادو پہر شام سیاہ اور سحر
چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو

بقیہ ص ۳۳ ر پر

ہیں آشنائے رمز حقیقت ابوالحسین

(از: پھول محمد نعمت رضوی، امام احمد رضا لائبریری سرلاہی نیپال)

ہیں آشنائے رمز حقیقت ابوالحسین
اور پاسدار حکم شریعت ابوالحسین

بے حد خوشی تھی خانۂ سید ظہور میں
جب آپ کی ہوئی تھی ولادت ابوالحسین

آئی نظر کسی میں نہ وہ دور تک ہمیں
پائی ہے آپ نے جو شرافت ابوالحسین

پائی ہے آپ نے جو بزرگوں سے دم بدم
فیضان کی وہ خوب ہے دولت ابوالحسین

سن کر اکابرین زمانہ بھی دنگ ہیں
جو کر گئے ہیں لوگوں پہ شفقت ابوالحسین

لکھتے رہے کتابیں بھی ملت کے واسطے
جب جب ملی ہے آپ کو فرصت ابوالحسین

چھپ جائیں سب کتابیں ہے میری یہی دعا
جو آپ کی ہیں تشنہ طباعت ابوالحسین

ذکر جمالی ذکر جلالی میں غرق تھے
سالوں کی تج کے عشرت و فرحت ابوالحسین

مبہم سے مسئلے بھی ہوتے تھے آشکار
کرتے تھے آپ ایسی وضاحت ابوالحسین

دین نبی کی آپ نے کی خوب خدمتیں
سہ کر ہر ایک کرب وصعوبت ابوالحسین

کروا کے عالموں میں سدا صلح و آشتی
دل سے مٹایا سب کے کدورت ابوالحسین

لذت ہمیں ملی نہیں لنگر میں وہ کہیں
مارہرہ میں جو ملتی ہے لذت ابوالحسین

برتر قیاس سے ہے رضا نے یہ سچ کہا
ہے واقعی جو آپ کی رفعت ابوالحسین

جن کے مرید ابن رضا مصطفیٰ رضا
ایسے ہیں آپ پیر طریقت ابوالحسین

ہوتا ہے رشک اہل نظر کو یہ جان کر
یوں کر گئے ہیں دیں کی اشاعت ابوالحسین

شہرت کسی کو بھی نہ ملی ایسی بے گماں
پائی ہے جیسی آپ نے شہرت ابوالحسین

چشم کرم ہو آپ کی اس خستہ حال پر
ہے حاضر دربار جو نعمت ابوالحسین

جامعۃ الرضا میں ذکر مجاہد ملت

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا میں ۴؍جمادی الاولیٰ کو حضور مجاہد ملت کے عرس کی نسبت سے ایک روح پرور اور بابرکت محفل کا اہتمام کیا گیا، مولانا قربان خان مرکزی، مولانا سلطان رضا مرکزی، مولانا غلام صادق مرکزی، مولانا شعیب مرکزی اور مولانا شیخ امیر الدین مرکزی صاحب نے محفل کو سجانے اور اسے منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ محفل میں مفتی صدام صاحب منظری اور جامعہ رضویہ منظر اسلام سے تعلق رکھنے والے مولانا عبد الرحمن، مولانا علیم اللہ اور مولانا علی حسین کی شرکت نے اس تقریب کو مزید معتبر اور بابرکت بنا دیا، اس محفل کا بنیادی مقصد حضور مجاہد ملت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنا اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا تھا تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کے نقش و نگار تازہ رہیں۔

پروگرام کا آغاز ختمِ قادریہ شریف سے کیا گیا، جس نے محفل کو روحانی فضا میں ڈبو دیا، اس کے بعد جامعہ کے مختلف طلبہ نے نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منقبت سرکار حضور مجاہد ملت پیش کیے، اس بابرکت موقع پر حضور مجاہد ملت کی حیاتِ طیبہ اور ان کی عظیم خدمات پر روشنی ڈالی گئی، جسے سامعین نے بڑے شوق وعقیدت سے سنا اور اس پر بھرپور داد دی، محفل کے اختتام پر جامعۃ الرضا کے پرنسپل جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مولانا شکیل احمد صاحب نے تمام شرکا کے ساتھ مل کر خصوصی دعا فرمائی۔

رپورٹ: میر محسن رضا (بستہ بالاسور)
طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ فروری ۲۰۲۵ء
FEBRUARY-2025 Rs. 30/-

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ ۔۔۔ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

سوشل میڈیائی ہوتے تعلقات

جب سے سوشل میڈیا کا زمانہ آیا ہے ہماری ہر چیز سوشل میڈیائی ہوتی جارہی ہے، ایک وقت تھا جب لوگ شب برأت سے پہلے اپنے ماں باب، بھائی بہن اور دوست ورشتہ دار سے براہ راست معافی تلافی کیا کرتے تھے، لیکن اب تو لوگ سوشل میڈیا پر ایک مسیج چھوڑ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ بری الذمہ ہو گئے، سوشل میڈیا پر اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا، ایسے میں ان سے معافی تلافی کا کوئی مطلب نہیں، جبکہ جن سے تعلقات ہیں وہ سلام تک کو ترس جاتے ہیں، لوگ صبح اٹھتے ہی ''احباب! السلام علیکم'' کا مسیج ڈال دیتے ہیں اور بوڑھے ماں باپ اپنے لاڈلے کی شکل بھی دیکھنے کو ترس رہے ہوتے ہیں۔

نشتر فاروقی

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نوردیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

فروری ۲۰۲۵ء — شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

Issue No. 2 — شمارہ نمبر ۲

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دو پہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنّی دُنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

سوشل میڈیائی ہوتے تعلقات

جب سے سوشل میڈیا کا زمانہ آیا ہے ہماری ہر چیز سوشل میڈیائی ہوتی جارہی ہے، ایک وقت تھا جب لوگ شب برأت سے پہلے اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور دوست ورشتہ دار سے براہ راست معافی تلافی کیا کرتے تھے، لیکن اب تو لوگ سوشل میڈیا پر ایک مسیج چھوڑ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ بری الذمہ ہوگئے، سوشل میڈیا پر اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا، ایسے میں ان سے معافی تلافی کا کوئی مطلب نہیں، جبکہ جن سے تعلقات ہیں وہ سلام تک کو ترس جاتے ہیں، لوگ صبح اٹھتے ہی ''احباب! السلام علیکم'' کا مسیج ڈال دیتے ہیں اور بوڑھے ماں باپ اپنے لاڈلے کی شکل بھی دیکھنے کو ترس رہے ہوتے ہیں۔ نشتر فاروقی

مہمان اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

پندرہویں شعبان کے فضائل و اَحکام

اللہ تعالیٰ نے دن و رات کو پیدا فرما کر، ان میں سے بعض کو خاص امتیاز بخشا، انہیں میں ماہِ شعبان المعظم کی پندرہویں شب (جسے شبِ برأت یعنی نَجات والی رات کہا جاتا ہے) کو بھی خاص اہمیت سے سرفراز فرمایا۔ یہ ایک ایسی مبارک رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص نظرِ رحمت فرماتا ہے، اہلِ ایمان پر خصوصی کرم کرتے ہوئے ان کی بخشش ومغفرت فرماتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ يَطْلُعُ عَلَى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِينَ، وَيُمْلِي الْكَافِرِينَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتَّى يَدَعُوهُ۔ (۱) یقیناً اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات اپنے بندوں پر خاص تجلّی فرماتا ہے، مؤمنوں کو بخش دیتا ہے، کافروں کو ڈھیل دیتا ہے اور آپس میں کینہ وعداوت (دشمنی) رکھنے والوں کو چھوڑے رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے دل سے عداوت نکال دیں۔"

حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔ (۲) اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات خاص تجلّی فرماتا ہے اور مشرک وچغل خور کے سوا سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔"

لہٰذا ہمیں ہر اُس فعل سے بچنا لازم وضروری ہے، جو ہمارے پروردگار کی ناراضگی کا سبب ہو کر، ہماری بخشش ومغفرت میں رکاوٹ کا باعث بنے۔

شبِ برأت میں قبرستان جانا

اس رات قبرستان جانا بھی سنّتِ مستحبہ ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں نے ایک رات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں نہ پایا، تو میں آپ کی تلاش میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ مدینۂ منوّرہ کے قبرستان بقیع میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ۔ کیا تمہیں ڈر تھا کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟"

میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! میں نے سوچا شاید آپ کسی اَور زوجہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ۔ (۳) اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات آسمانِ دنیا پر خاص تجلّی فرماتا اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔"

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اس رات قبرستان جائیں، اپنی آخرت کی فکر کریں؛ کہ وہ لوگ ہم سے پہلے دنیا سے چلے گئے اور ہمیں بھی بالآخر اس دارِ فنا سے اُس دارِ بقا کی طرف جانا ہے، اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر تمام اعمال کا حساب دینا ہے، تو ضروری ہے کہ اپنے تمام گناہوں، بالخصوص بغض وکینہ اور عداوت ودشمنی سے سچی توبہ کریں۔ دوسری حدیثِ پاک میں فرمایا:

"فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِينَ، وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِينَ، وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الحِقْدِ كَمَا هُمْ۔ (۴) بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے، رحم کے طلبگاروں پر رحم فرماتا ہے اور بُغض وعداوت (دشمنی) رکھنے والوں کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔"

مغفرتِ عامّہ

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا :

"یَطَّلِعُ اللہُ إِلَی خَلْقِہِ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَیَغْفِرُ لِعِبَادِہِ إِلَّا لِاثْنَیْنِ :(۱) مُشَاحِنٍ، (۲) وَقَاتِلِ نَفْسٍ۔(۵) شعبان کی پندرہویں رات اللہ اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتا ہے، سوائے دو 2 کے باقی سب کی مغفرت فرمادیتا ہے :(۱) کینہ پرور (۲) اور کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔"

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا :

"یَنْزِلُ اللہُ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَیَغْفِرُ لِکُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ، أَوْ فِي قَلْبِہِ شَحْنَاءُ۔(۶) اللہ پندرہویں شعبان کی رات آسمانِ دنیا کی طرف تجلّی فرماتا ہے اور دل میں بُغض وعداوت رکھنے والے اور مشرک (کافر) کے سوا سب کی مغفرت فرمادیتا ہے۔"

حضرت سیّدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، دو جہاں کے سردار ﷺ نے فرمایا :

"إِذَا کَانَ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، نَادَی مُنَادٍ :ھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَہُ، ھَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِیَہُ، فَلَا یَسْأَلُ أَحَدٌ شَیْئًا إِلَّا أُعْطِيَ، إِلَّا زَانِیَۃٌ بِفَرْجِھَا أَوْ مُشْرِكٌ (۷) جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے، تو ایک پکارنے والا پکارتا ہے، کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی مغفرت کردُوں! ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کردُوں! سوائے بدکار عورت اور مشرک (کافر) کے، جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے۔"

دوسری حدیثِ پاک میں یہ بھی ہے :

"لَا یَنْظُرُ اللہُ فِیھَا إِلَی مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَی مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَی قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَی مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَی عَاقٍّ لِوَالِدَیْہِ، وَلَا إِلَی مُدْمِنِ خَمْرٍ۔(۸) اس رات اللہ مشرک (کافر)، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والے (رشتہ داری توڑنے والے)، تکبّر سے کپڑا لٹکانے والے، والدین کے باغی ونافرمان اور شراب کے عادی کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔"

بخشش سے محروم لوگ

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ کچھ بدنصیب لوگ اپنی بداعمالیوں کے باعث، اس قدر عظیم اور عام رحمت والی رات میں بھی، اللہ واحد وقہار کی نظرِ کرم اور بخشش ومغفرت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پندرہویں شعبان کا روزہ

جہاں دیگر مہینوں اور مقدّس ایّام میں روزہ رکھنے کی فضیلت ہے، وہیں ماہِ شعبان کی پندرہ 15 رکو روزہ رکھنا بھی باعثِ اجر وثواب ہے، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

"إِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَیْلَھَا وَصُومُوا نَھَارَھَا، فَإِنَّ اللہَ یَنْزِلُ فِیھَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُولُ: أَلَا مُسْتَغْفِرٌ لِي فَأَغْفِرَ لَہُ! أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَہُ! أَلَا مُبْتَلًی فَأُعَافِیَہُ! أَلَا کَذَا...، حَتَّی یَطْلُعَ الْفَجْرُ۔(۹) جب پندرہ 15 رشعبان کی رات آئے، تو اس میں قیام یعنی عبادت کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو، کہ اس رات اللہ تعالیٰ سورج غروب ہوتے ہی، آسمانِ دنیا پر خاص تجلّی فرما کر ارشاد فرماتا ہے، کہ ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا کہ اسے بخش دُوں! ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ اسے روزی دُوں! ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اسے عافیت عطا کردُوں! ہے کوئی ایسا...! ہے کوئی ایسا...! یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوجائے۔"

پانچ مبارک راتیں

حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"خمسُ لیالٍ لاتُردُّ فیھنّ الدّعوۃُ :(1) أوّلُ لیلۃٍ من رجب، (2) ولیلۃُ النّصف من شعبان، (3) ولیلۃُ الجمعۃ، (4) ولیلۃُ الفِطر، (5) ولیلۃُ النّحر۔(۱۰) پانچ 5 راتیں ایسی ہیں، جن میں دعا ردّ نہیں ہوتی :(1) رجب کی پہلی رات، (2) شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شبِ براَت، (3) شبِ جمعہ، (4) شبِ عید الفطر یعنی چاند رات، (5) اور شبِ نحر یعنی ذوالحجۃ الحرام کی دسویں شب۔"

حضرتِ سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی رَحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مَن أَحيَا اللَّيَالِي الخمس، وَجَبتْ لَہُ الجنّۃُ :(1) لَیلَۃَ الترَوِیۃ، (2) وَلَیلَۃَ عرَفَۃَ، (3) وَلَیلَۃَ النَحر، (4) وَلَیلَۃَ الفِطر، (5) وَلَیلَۃَ النّصف من شعبَان۔(۱۱) جس نے ان پانچ 5 راتوں میں جاگ کر عبادت کی، اس کے لیے جنّت واجب ہوگئی : (1) شبِ تَرویہ، یعنی آٹھویں ذی الحجہ، (2) شبِ عرفہ، یعنی نویں ذی الحجہ، (3) قربانی کی رات، (4) شبِ عید الفطر، (5) اور شعبان کی پندرہویں شب۔"

بیداریٔ شبِ براَت

"علمائے شام کا بیداریٔ شبِ براَت میں ایک قول ہے، کہ مسجدوں میں اجتماعی طَور پر بیداری مستحب ہے۔ یہ قول اکابر تابعین مثل حضرت خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امامِ مجتہد اسحاق بن راہوَیہ نے بھی اس بارے میں ان کی مُوافقت فرمائی ہے۔" (۱۲)

شبِ براَت اور آتش بازی

شبِ براَت، دوزخ کی آگ سے نَجات، چھٹکارے اور آزادی کی رات ہے، لیکن بدقسمتی سے آج بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات اور علمائے دین کی صحبتِ بابرکات سے دُوری کے باعث، بے راہ رَوی کا شکار ہوکر، اپنے ہی ہاتھوں اپنا مال فضول خرچ کر کے، آتش بازی کا سامان خریدتے اور آخرت کی تباہی و بربادی مول لیتے ہیں۔ یقیناً یہ کام حرام اور جُرم ہے؛ کہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيراً (26) إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً۔ (۱۳) کسی طرح بے جا خرچ نہ کیا کرو! کیونکہ فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پرورَدگار کا بہت بڑا ناشکرا ہے۔"

شیخ محقق عبد الحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ "یہ کام بُری بدعات میں سے ہے، جو ہندوستان کے کئی شہروں میں لوگوں نے رَواج دے رکھا ہے، جیسے (پندرہ شعبان کی رات) آگ سے کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لیے جمع ہونا، گندھک (مثلاً بارود) جلانا وغیرہ" (۱۴)

اقوالِ علمائے کرام

علّامہ ابن الحاج مالکی فرماتے ہیں کہ "اس رات کے بڑے فضائل ہیں، یہ بڑی خیر والی رات ہے، ہمارے اَسلاف کرام اس کی بڑی تعظیم کیا کرتے اور اس رات کے آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری کر لیتے تھے۔" (۱۵)

علّامہ ابن نُجیم مصری فرماتے ہیں کہ "شعبان کی پندرہویں رات کو بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے۔" (۱۶)

شبِ براَت میں کرنے کے کام

آخر میں اس مبارک رات میں کرنے والے کیا کیا کام ہیں؟ ان کا ذکر کیا جاتا ہے؛ تاکہ اِفراط وتفریط سے بچتے ہوئے، اس

رات کے فضائل کو سمیٹا جا سکے:

(۱) نمازِ عشا اور نمازِ فجر باجماعت کا اہتمام۔(۲) اس رات میں کثرتِ عبادت کی توفیق ہو یا نہ ہو، گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا، بالخصوص ان گناہوں سے جو اس رات کے فضائل سے محرومی کا باعث بنتے ہیں۔(۳) اس رات میں توبہ و اِستغفار اور کثرت سے دُرود وسلام کا خاص اہتمام اور ہر قسم کی رُسومات اور فُضول کاموں سے اجتناب کرنا۔(۴) اپنے اور پوری امّت کے لیے ہر قسم کی خیر کی دعا۔(۵) بقدرِ استطاعت ذِکر و اَوراد، نوافل اور تلاوتِ قرآن پاک کا اہتمام۔(۶) اگر بآسانی ممکن ہو تو پندرہ 15 شعبان کا روزہ رکھنا۔

واضح رہے کہ مذکورہ تمام اعمال شب برأت کا لازمی حصہ نہیں، بلکہ ان کا ذکر محض اس لیے ہے کہ ان میں مشغولی کے سبب ہر قسم کے گناہوں سے بچ کر، اجر وثواب کا ذخیرہ اکٹھا کیا جا سکے۔

اے اللہ! ہمیں پندرہ ۱۵/شعبان المعظم میں بھی زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اِطاعت کے ساتھ اپنی سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارا خاتمہ بالخیر فرما، یہود و ہنود اور تمام دشمنانِ اسلام کی بیہودہ رُسومات سے بچا، ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ایسا بندہ بنا جو تجھے اور تیرے حبیبِ کریم ﷺ کو پسند آ جائے، اے اللہ! ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق اور خاتمہ بالخیر کی نعمتِ عظمیٰ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین وصلّی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقِہ ونورِ عرشِہ، سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا وقرّۃ أعیُننا محمّدٍ، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین وبارَك وسلّم، والحمد للہ ربّ العالمین!

حوالہ جات: (۱) "المعجم الکبیر" باب اللام ألف، ما أسند أبو ثعلبۃ، ر۵۹۳: ۲۲، /۲۲۴. (۲) "سنن ابن ماجہ" کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، ر1390/ص ۲۳٤ (۳) "سنن الترمذی" أبواب الصوم، ر۷۳۹: ص.۱۸۷ (۴) "شُعب الإیمان" 23– باب فی الصیام، ر۳835: 3/ .1406 (۵) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد اللہ بن عمرو، ر۳665: 2/ .589 (۶) "شُعب الإیمان" 23– باب فی الصیام، ر۳827: 3/ .1403 (۷) "شُعب الإیمان" 23– باب فی الصیام، ر۳836: 3/ .1406 (۸) "شُعب الإیمان" 23– باب فی الصیام، ر۳837: 3/ .1407 (۹) "سنن ابن ماجہ" کتابُ إقامۃ الصَّلاۃ والسنّۃ فیہا، ر1388: ص.234 (۱۰) "تاریخ دِمشق" تحت ر2603: 10/ .408 (۱۱) "الترغیب والترہیب" کتاب العیدَین والأُضحِیۃ، ر۲: ۲/ .98 (۱۲) "مَراقی الفلاح" کتاب الصّلاۃ، ص.154 (۱۳) پ15، الإسراء 26: .27 (۱۴) "ماثبتَ من السنّۃ" شہر شعبان، المقالۃ 3، ص.282 (۱۵) "المدخل" لیلۃ نصف شعبان، 1/ .299 (۱۶) "البحر الرائق" کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، 2/ 92، 93 بتصرّف۔

◆◆◆

ص ۲۴/ کا بقیہ......................................

خوب ذوق سے دعا مانگیں، خوب شوق سے نماز پڑھیں، خوب استغفار کا مزاج بنائیں۔ آپ لوگوں کے بیچ رہ کے سکھ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ کو پتہ ہے؟ کئی کئی مہینے غارِ حرا میں رہنا بھی مدینے والے محبوب ﷺ کا طریقہ ہے، ہر سال اعتکاف بیٹھنا الگ سے، یہ بھی حضور ﷺ کا طریقہ ہے، مسجد نبوی کے اندر دروازہ کھلتا تھا نبی کریم ﷺ کا، پر گھر کے اندر نفل پڑھے نبی پاک ﷺ نے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں، کچھ نفل نماز گھر میں بھی پڑھا کرو، گھر کو قبرستان نہ بناؤ! ہمارا گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہوگا، اگر ہم نماز پڑھیں گے! میں جب سنت پڑھنے کے لیے گھر میں کھڑا ہوتا ہوں تو میرا جوڑھائی۔ تین سال کا بیٹا ہے، وہ بھی میرے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دیتا ہے، اسے پتہ کوئی نہیں نماز کیا ہوتی ہے! لیکن وہ بھی سجدہ نہ بھی کرنا آئے تو ساتھ لیٹ ضرور جاتا ہے۔ پتہ چلا بچے لیکچر دینے سے نماز نہیں پڑھتے، نماز شروع کر دیں تو بچے بھی شروع کر دیتے ہیں، ہم جب پریشان ہوتے ہیں تو لیکچر دیتے ہیں تو لیکچر تو باہر شائد چل جائے، گھر میں کیسے چلے گا؟ گھر میں تو عمل چلے گا، تو میرے عزیز! آج کے اس روحانی اجتماع میں ہمارے دوستوں نے جو محنت کی، ہم نے بار بار اپنی نیت سے پوچھا، خدا ہمیں معاف کرے اگر کوئی ذاتی شہرت ہے، کوئی ہمارے ذاتی مفادات ہیں، رب ہمیں ہدایت دے، آمین۔ ◆◆◆

از: مولانا محمد عامر حسین مصباحی*

شب برأت میں زیارتِ قبور اور اس کے آداب

اللہ رب العزت کے بے شمار فضل واحسان، بخشش وعطا اور کرم نوازیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے امتِ محمدیہ کو پانچ ایسی مخصوص راتیں عطا فرمائیں ہیں جن میں عبادتوں کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا خصوصی کرم اور اس کی نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ وہ مبارک راتیں درج ذیل ہیں: (۱) شبِ معراج (۲) شبِ برأت (۳) شبِ قدر (۴) شبِ عیدالفطر (۵) شبِ عیدالاضحیٰ ان راتوں میں سے شبِ برأت کو نزولِ رحمت وبرکت کی وجہ سے ''شبِ مبارک'' اور ''شبِ رحمت'' کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے، شبِ برأت کا معنیٰ چھٹکارے اور نجات کی رات ہے کیونکہ اس رات میں بے شمار بندگانِ خدا کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا ہوتا ہے۔

یہ مبارک رات ماہِ شعبان المعظم کی ۱۴؍ رویں تاریخ کا دن ختم کرکے بعد مغرب شروع ہوتی ہے۔ اس مبارک رات میں اہلِ سنن عبادت وریاضت اور قرآن کی تلاوت کا خوب اہتمام کرتے ہیں، پوری شب مختلف عبادتوں میں گزاری جاتی ہے اور ساتھ ہی زیارتِ قبور کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہیں تنہا تنہا اور کہیں اجتماعی طور پر قبرستان جا کر اپنے پیش رو مسلمانوں کے لیے بخشش ودرجات کی بلندی کی دعائیں کرتے ہیں۔ یقیناً ان کا یہ فعل مستحب اور سنت رسول علیہ السلام سے ثابت ہے ام المومنین صدیقہ، عفیفہ، طیبہ، طاہرہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ اپنی باری کے روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا، ناگاہ دیکھا کہ وہ (مدینہ طیبہ کے قبرستان) بقیع میں موجود ہیں، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تمھیں اندیشہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہارے ساتھ عدل نہ کریں گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ بات نہیں، مجھے گمان ہوا کہ آپ اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے ہیں تو سرکار نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ عزوجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الیٰ السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔ بے شک اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں رات میں آسمانِ دنیا کی طرف تجلی رحمت کا نزول فرماتا ہے تو قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بال سے بھی زیادہ بندوں کو بخش دیتا ہے۔'' (ابن ماجہ: ص۹۹)

مطلب یہ ہے کہ اے عائشہ! اگرچہ آج کی شب تیری باری کی ہے لیکن چونکہ اس مقدس رات کا ایک لمحہ خیرات وبرکات اور تجلیاتِ رحمانیہ کے نزول کا ہے، اس لیے میں نے چاہا کہ اپنی امت کے لیے بخشش کی دعا کروں، اس حدیثِ پاک سے خاص شبِ برأت میں زیارتِ قبور کا ثبوت ملتا ہے، اس لیے اس مبارک شب میں مسلمانوں کا زیارتِ قبور کرنا جائز ومستحسن بلکہ سنت رسول علیہ السلام ہے اور خاص اس شب کے علاوہ زیارتِ قبور کے متعلق کثیر احادیث ہیں جیسے (۱) اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انی کنت نہیتکم عن ثلاث عن زیارۃ القبور فزوروھا والتزدکم زیارتھا خیرا۔ ترجمہ: میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا، ان میں سے ایک قبر کی زیارت تھی لیکن اب قبروں کی زیارت کرو اور اس کی زیارت سے اپنی نیکیاں بڑھاؤ۔''

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''انی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فمن شاء ان یزور قبرا فلیزرہ فانہ یرق القلب و یدمع العین

ویذکر الاٰخرۃ ۔ ترجمہ: بے شک میں نے تمھیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب جو قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے اجازت ہے کہ وہ زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے (خشیت الٰہی) میں آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔"

(٣) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور، فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الآخرۃ۔ میں نے تمھیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور کی اجازت سرکار علیہ السلام نے دی ہے اور اس کی ترغیب کے لیے اس کے فوائد بھی شمار فرمایا نیز اس کو مطلق رکھا کسی طرح کی کوئی قید نہیں کہ انفرادی طور پر جانا ہے اجتماعی طور پر نہیں یا کسی خاص دن میں جانے یا نہ جانے جیسی کوئی تفصیل نہیں ذکر فرمائی تو اب قبرستان جانا جائز ہوا اور قبروں کی زیارت مسنون ہوئی خواہ وہ قبر کسی عام انسان کی ہو یا اللہ کے کسی خاص بندے کی مثلاً انبیا و رسل یا اولیا یا علما کی۔ لہٰذا کسی کی جانب سے کسی طرح کی کوئی قید لگانا کہ خاص شبِ برأت یا شبِ قدر میں نہیں جانا ہے یا اجتماعی طور پر نہیں جانا ہے حدیث میں بے وجہ اپنی جانب سے تصرف کرنا ہے، ہاں! قبرستان جانے کے بعد قبروں کی زیارت کے آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

جہالت و نادانی و لاعلمی کی بنا پر کچھ لوگ مزارات یا قبروں کی زیارت میں کچھ ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں جن سے گناہ سر مول لینے کے ساتھ ساتھ اپنے مخالفین کو مخالفت اور بھولی بھالی سنی عوام کو بہکانے کا موقع فراہم کرتے ہیں، مزارات پر جانے کا ارادہ کریں کہ تو پہلی غور کرنے والی بات یہ ہو کہ جس مزار یا قبر کی زیارت کو جانا ہے، اس کے بارے میں تحقیق ہو کہ وہ مزار کسی مقربِ بارگاہِ الٰہی کا ہے ورنہ آج کل فرضی مزارات کی بھی کمی نہیں، جھوٹا خواب بیان کر کے لوگ فرضی مزار بناتے اور اس پر بھیڑ لگواتے، بیش قیمتی چادروں کو مال کمانے کا ذریعہ بناتے اور نجانے کیا کیا خرافات کرتے کراتے ہیں، اللہ کی پناہ!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ کتاب الجنائز، جلد ٧/ص ٢٥٢)

ذیل میں زیارت قبور کے آداب قلم بند کئے جاتے ہیں اللہ رب العزت عمل کی توفیق بخشے۔ قبرستان میں چلنا، قبروں پر پاؤں رکھنا یا ٹیک لگانا بعض جگہ قبرستان میں راستے بنے ہوئے نہیں ہوتے ہیں اور قبریں بھی بے ترتیب ہوتی ہیں ایسی صورت میں لوگ اپنے اقربا کی قبروں پر جاتے ہیں تو دوسروں کی قبروں پر چلتے ہوئے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ میت کی تدفین کے انتظار میں قبروں پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ سب گناہوں کا سبب ہے، فتاویٰ رضویہ میں درمختار کے حوالے سے مذکور ہے:

"قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنا لیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کیے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا ترک کرے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ٩/ص ٥٢٦)

اور احکامِ شریعت میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"اور قبورِ اولیائے کرام و عباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب و تکریم ہیں، ولہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع، امام احمد و حاکم و طبرانی، مسند مستدرک کبیر میں عمارہ بن حرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن راوی: رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا علیٰ قبر فقال یا صاحب القبر انزل من القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ۔ نہ تو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔" (احکامِ شریعت، ص ٨٥)

اسی کتاب میں آپ علیہ الرحمہ نے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے:

”لان امشی علی جمرۃ او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الیٰ من ان امشی علیٰ قبر مسلم۔

ترجمہ: میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔“ (احکامِ شریعت، ص ۸۵)

زیارتِ قبور، سجدہ، بوسہ وطواف فتاویٰ رضویہ شریف سے پہلے مزارات پر حاضری کا مکمل طریقہ ملاحظہ فرمائیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے بزرگوں کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو ارشاد فرمایا:

”مزارِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب عرض کرے السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقتِ فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرآت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا، پھر جو اپنا مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دے، پھر اس طرح سلام واپس آئے، مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام، واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹، ص ۵۲۴)

تعلیماتِ امام احمد رضا قدس سرہٗ پر عمل کرنے والوں کے لیے چند باتیں معلوم ہوئیں۔(۱) پائنتی کی طرف سے جائے۔(۲) کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔(۳) متوسط آواز اور باادب سلام عرض کرے۔(۴) حسبِ توفیق جو میسر ہو پڑھے۔(۵) صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دے۔(۶) مزار کو ہاتھ نہ لگائے۔(۷) بوسہ نہ دے۔(۸) طواف بالاتفاق ناجائز ہے۔(۹) اور سجدہ حرام ہے۔مزارات کے طواف اور بوسہ دینے کے متعلق سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔”مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علما اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹، ص ۵۲۹)

مذکورہ باتیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تعلیمات سے ہیں لہٰذا جواز وعدم جواز سے قطعِ نظر تعلیماتِ اعلیٰ حضرت پر عمل بہتر ہے۔ان پر عمل کی صورت میں بہت سی خرافات خود بخود ہی ختم ہوجائیں گی۔ضرورت سے زیادہ چادر ڈالنا اکثر لوگ مزار پر بغیر چادر کے جانا ہی گوارا نہیں کرتے اور اولیاء اللہ کے عرس کے موقع سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اتنی چادریں ڈالتے ہیں کہ اصلِ قبر کے علاوہ قبر کی اونچائی دوگنی تین دوگنی معلوم ہوتی ہے۔ امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا”جب چادر موجود ہو اور وہ ابھی پُرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو، تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام (مال) اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کے لیے کسی محتاج کو دے دیں“ (احکامِ شریعت ص ۸۹: مطبوعہ، شبیر برادرز)

سجدہ کرنا سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔(۱) سجدۂ عبادت (۲) سجدۂ تعظیمی مزار پر سجدہ اگر پہلی صورت کا ہے یعنی سجدۂ عبادت صاحبِ مزار کو خدا سمجھ کر اس کے لیے سجدہ کیا تو یقیناً شرک ہوا اور اگر خدا تو نہیں سمجھا مگر قابلِ تعظیم مان کر سجدہ کیا تو یہ سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس تعلق سے ارشاد فرمایا”غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے، سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نصوصِ فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحریم پر چالیس ۴۰/حدیثیں رویات کیں اور نصوصِ فقہیہ کی گنتی نہیں،”فتاویٰ عزیزیہ“ میں ہے کہ اس کی حرمت پر اجماعِ امت ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵/ص ۴۹۱)

بعض لوگ مزار پر جا کر کچھ اس طریقے سے جھکتے ہیں گویا سجدے میں چلے گئے ہوں اور اس حرکت سے دیوبندی حضرات کچھ زیادہ ہی واویلا مچاتے ہیں اور بے سوچے سمجھے کفر وشرک کا فتویٰ لگاتے ہیں حالانکہ ادنیٰ عقل وخرد رکھنے والا مسلمان بھی جانتا ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی سجدہ کے لائق نہیں تو کوئی کسی صاحبِ مزار کو خدا سمجھ کر سجدہ نہیں کرتا لہٰذا اگر کوئی سجدہ کرتا ہوا مل بھی جائے تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس نیت سے سجدہ کر رہا تھا کیا صاحبِ مزار کو خدا مان کر سجدہ کر رہا تھا یا قابلِ تعظیم سمجھ کر؟ اگر کہے کہ میں صاحبِ مزار کو خدا مان کر سجدہ کر رہا تھا تو یقیناً اس نے شرک کیا لیکن یہ کسی مسلمان کے متعلق بعید بات ہے اور اگر وہ صاحبِ مزار کو قابلِ تعظیم وتوقیر سمجھ کر سجدہ کر رہا تھا تو اس کو بتایا سمجھایا جائے کہ یہ بھی حرام وگناہ کبیرہ ہے۔

موم بتیاں، چراغ یا اگربتی وغیرہ جلانا قبروں پر موم بتی، اگربتی، چراغ وغیرہ جلانا تضیع مال اور اسراف ہے کہ اس سے صاحبِ قبر کو کوئی فائدہ نہیں کہ جو اللہ کا نیک بندہ ہے، اس کی قبر میں حدیث کے مطابق جنت کی ہوا، جنت کی خوشبو اور جنت کا بستر موجود ہوتا ہے اور جہاں یہ ساری جنتی سہولتیں حاصل ہوں وہاں دنیاوی خوشبو اور دنیاوی چراغ ولائٹ کی کیا ضرورت؟ اور اگر صاحبِ قبر گناہ گار ہے تو ان چیزوں سے اس کو کیا فائدہ پہنچنے والا ہے؟ ہاں! اگر اللہ کے کسی نیک بندے کی قبر ہو اور وہاں لوگوں کا بغرضِ ایصالِ ثواب وفاتحہ خوانی آنا جانا رہتا ہو تو جلانے میں حرج نہیں کہ یہاں صاحبِ قبر کے لیے انتظام نہیں بلکہ لوگوں کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے ہے لہٰذا کوئی حرج نہیں، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جس طرح یہاں جہال میں رواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں، جسے عوام لحد کہتے ہیں وہاں چالیس ۴۰ رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس ۴۰ شب روح پر آتی ہے اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے، یونہی اگر وہاں جُہال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا، تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے اور بے شک اس خیال سے جلانا، فقط اسراف وتضیع مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو بلکہ بدعت عقیدہ ہوئی کہ قبر کے اندران چراغوں سے روشنی واموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا۔" (فتاویٰ رضویہ، کتاب الجنائز)

عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اس کے متعلق فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے؟ اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے؟ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک وہ واپس ہوتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔"

جب عورتوں کا مزارات پر جانا اس قدر سخت حکم رکھتا ہے تو پھر بزرگوں کے اعراس کے موقع سے جو میلا ٹھیلا اور مینا بازار لگایا جاتا ہے جہاں آوارہ اور اوباش قسم کے نوجوان کے جانے کا مقصد ہی غیر محرم عورتوں سے تعلقات استوار کرنا اور حرام کاری کرنا ہوتا ہے ان کا آپس میں ایک جگہ اکٹھا ہو کر خریداری کرنا کس قدر لعنت وملامت کا حقدار ہوگا۔ خانقاہوں کے سجادگان اور ذمہ داران پر لازم ہے کہ اس طرح کے میلے ٹھیلوں سے ضرور بزرگوں کے اعراس کو پاک رکھا جائے تاکہ زائرین کو کسی طرح کی دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ بزرگوں کے فیضان سے مالا مال ہوں، اللہ سمجھ عطا کرے، آمین۔

◆◆◆

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

فضائل و برکات شب برأت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کو مبارک فرمایا ہے ارشاد گرامی ہے:

"حٰمٓ والکتاب المبین انّآ انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ قسم ہے روشن کتاب کی جسے ہم نے برکت والی رات میں اتارا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "حٰمٓ" یعنی روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما چکا ہے "والکتاب المبین۔ قسم ہے کتاب مبین کی یعنی قرآن مجید کی۔" انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ" ہم نے یہ قرآن یعنی کتاب مبین برکت والی رات میں اتارا، یعنی نصف شعبان کی رات میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے شب قدر مراد ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کو بھی مبارک فرمایا ہے: هٰذا ذکر مبارك انزلنٰہ۔ یہ قرآن مبارک ذکر ہے جس کو ہم نے نازل کیا، قرآن کی برکتیں طرح طرح کی ہیں، مثلاً جس نے اس کو پڑھا اور اس کو مانا اس نے نار جہنم سے نجات پائی یہ برکت اس سے بڑھ کر اس کے اب وجد اولاد تک پہنچتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پاک کی تلاوت اوراق دیکھ کر کی، اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ سے عذاب ہلکا کر دیتا ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح پانی کو بھی برکت والی چیزوں میں فرمایا:

"وانزلنا من السمآء مآءً مبارکاً۔ ہم نے اوپر سے برکت والا پانی نازل کیا۔"

یہ پانی ہی کی برکت ہے چیزیں اس سے زندہ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وجعلنا من المآء کل شئ حیٍّ افلا یؤمنون۔ ہم نے سب چیزوں کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر بھی تم ایمان نہیں لاتے۔"

کہا گیا ہے کہ پانی میں دس خوبیاں ہیں: (۱) رقت پتلا پانی (۲) نرمی (۳) طاقت (۴) پاکیزگی (۵) صفائی (۶) حرکت (۷) تری (۸) خنکی (۹) تواضع (۱۰) زندگی۔

یہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ نے دانشمند مؤمن کو بھی عطا فرمائی ہیں، دل میں نرمی بھی ہے اور رقت بھی، طاعت وبندگی کی طاقت بھی ہے اور لطافت نفسی بھی، عمل کی صفائی بھی ہے اور بھلائی کی طرف حرکت بھی ہے، آنکھوں میں تری، گناہوں سے افسردگی، مخلوق سے تواضع بھی ہے اور حق بات سننے سے زندگی بھی۔ [غنیۃ الطالبین]

پانی کی طرح اللہ تعالیٰ نے زیتون کو بھی مبارک فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"شجرۃ مبارکۃ زیتونۃٍ۔ برکت والے زیتون کے درخت سے۔"

یہی وہ پہلا درخت ہے جس کا پھل حضرت آدم علیہ السلام نے اتارے جانے کے بعد سب سے پہلے کھایا۔ اس میں غذا بھی ہے اور روشنی بخشنے والا تیل بھی، اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

"وصبغ الاٰکلین۔ یہ درخت کھانے کا کام دیتا ہے۔"

یعنی کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "شجرۂ مبارکہ" سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے یا مومن کا وہ

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

نفس مطمئنہ ہے جو نیکی کا حکم کرنے والا ہے اور ممنوعات سے بچنے والا اور قضا و قدر کو قبول کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا اور حکم فرمایا وہ اس کی موافقت کرنے والا ہے۔

مجھے برکت والا بنایا گیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اللہ تعالیٰ نے مبارک نام رکھا، حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وجعلني مبارك اينما كنت۔ اور مجھے برکت والا بنایا گیا جہاں کہیں بھی میں ہوں۔"

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی برکت تھی کہ حضرت کی والدہ مریم علیہا السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے خشک درخت میں پھل پیدا کر دیئے تھے اور نیچے چشمہ رواں فرما دیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"فنادا ها من تحتها الّا تحزني قد جعل ربّك سريّا وهزّي اليك بجزع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا فكلي واشربي وقرّي عيناه۔ ترجمہ: درخت کے نیچے سے مریم کو ہم نے پکارا کہ غمگین نہ ہو، ترے رب نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے اور کھجور کے درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر پکے پھل گریں گے، بس کھا پی اور بچہ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کر۔"

مادر زاد نابینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر دینا، دعا سے مردوں کو زندہ کر دینا اور دوسرے معجزات بھی عیسیٰ علیہ السلام کی برکتوں میں سے ہیں۔ (ایضاً)

کعبہ شریف کو بھی مبارک فرمایا گیا ہے

"انّ اوّل بيتٍ وضع للناس للّذي ببكةٍ مباركاه۔ بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے برکتوں والا ہے۔"

یہ کعبہ ہی برکت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوا اس میں گناہوں کا کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ہو جب وہ اس گھر سے باہر آتا ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو مومن گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے کعبہ میں داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عذاب سے مامون و محفوظ کر دیتا ہے، اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ بعض علمائے کرام نے مذکوہ آیت میں مامون ہونے سے مراد یہ لی ہے کہ حرم کے اندر کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جا سکتی تاوقتیکہ وہ باہر نکل کر نہ آ جائے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حرمت کعبہ کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے حرم کے جانوروں کا شکار کرنا، وہاں کے درخت کاٹنا حرام قرار دیا گیا ہے، یہ خانۂ کعبہ کی حرمت کی وجہ سے اور مسجد حرام کی حرمت خانۂ کعبہ کی حرمت کے باعث ہے، مکہ مکرمہ کی حرمت مسجد حرام کی حرمت کے باعث ہے، حرم کی حرمت مکہ مکرمہ کی بنا پر ہے جیسا کہ منقول ہے کہ کعبہ مسجد حرام والوں کا قبلہ ہے اور مسجد حرام اہل مکہ کا قبلہ ہے، مکہ مکرمہ اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم تمام اہل زمین کا قبلہ ہے، اس کا نام مکہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہاں مختلف الرائے فرقوں کا ہجوم اور اژدہام ہوتا ہے اور آدمی اس ہجوم میں ایک دوسرے پر روندے جاتے ہیں بکہ اور مکہ ایک ہی لفظ ہے۔

حضرات! اسی طرح شب برأت بھی برکت والی چیزوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی مبارک فرمایا ہے کیوں کہ اہل زمین کے لئے اس رات میں رحمت، برکت، خیر، گناہوں سے معافی اور نزول مغفرت ہے۔ اس کی ثبوت میں دوسری روایات کے منجملہ ایک روایت وہ بھی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذاكانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان الله تعالىٰ ينزل فيها الغروب الشمس الى السّماءِ الدنيا ويقول الله الا من مستغفر فأغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من تبتل فانما فيه الا من كذا الا من كذا حتّى يطلع الفجره۔ ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو یعنی

نماز پڑھو اور دن کو روزہ رکھو کیوں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے اسے عطا کردوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اسے چھوڑ دوں، کیا کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے میں اس کی حاجت پوری کردوں حتیٰ کہ صبح ہوجاتی ہے۔" [ابن ماجہ]

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پندرہویں شعبان کی رات بڑی ہی رحمت وبرکت والی ہے، اس رات گنہگاروں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا سے ارشاد فرماتا ہے:؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

جولوگ ایسی مبارک راتوں کو یادالٰہی میں گذارتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اولٰئك وعليهم صلوات من ربهم ورحمة۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہے۔''

ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں:

"فقدت رسول الله ﷺ ليلة فاذا هو بالبقيع فقال اكنت تخافين ان يحيف الله عليک ورسوله قلت يا رسول الله انى ظننت انک اتيت بعض نسائك فقال ان الله تعالىٰ ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم بنى كلب۔ ترجمہ: میں نے ایک رات حضور علیہ السلام کو نہ دیکھا، پھر وہ قبرستان مدینہ میں مجھے ملے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خیال کیا تھا کہ شاید آپ ازدواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں، تب آپ نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ گنہگاروں کو بخشتا ہے۔" [ترمذی]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں رات کو قبروں پر جانا حضور علیہ السلام کی سنت ہے، حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور شرک، دل میں کینہ رکھنے والے اور رشتہ داروں کو منقطع کرنے والے اور بدکار عورت کے سوا تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں رات آنے سے پہلے جملہ حقوق عبادات سے حتی الوسع فراغت حاصل کی جائے۔

شب برأت کی وجہ تسمیہ

شب برأت کو شب برأت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں دو بیزاریاں ہیں، بدبخت لوگ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوتے ہیں اور دور ہوجاتے ہیں اور اولیاء اللہ ذلت اور گمراہی سے دور ہوجاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر فرماتا ہے یعنی متوجہ ہوتا ہے، مومنوں کو تو بخشش دیتا ہے اور کافروں کو اور ڈھیل دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اس وقت تک چھوڑے رہتا ہے جب تک وہ کینہ پروری سے باز نہ آجائیں۔

روایت ہے کہ فرشتوں کے لئے آسمان میں دو راتیں عید کی ہیں جس طرح زمین پر مسلمانوں کے لئے عید کے دو دن ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ، فرشتوں کی عید کی راتیں ہیں شب برأت اور شب قدر۔ فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے نہیں ہیں مسلمانوں کی عیدیں دن میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے ہیں، بعض علما نے فرمایا کہ اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ شب برأت کو تو ظاہر فرمایا اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا۔ شب قدر رحمت وبخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے،

اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ اس لئے رکھا کہ لوگ اسی پر تکیہ نہ کرلیں اوراعمال صالحہ سے غافل ہوجائیں۔

شب برأت کواس لئے ظاہر کردیا کہ یہ رات حکم وفیصلہ کی رات ہےاورخوشی والم کی رات ہے،ردوقبول کی رات ہے،رسائی اورنارسائی کی بات ہے،یعنی وصل اوراعراض کی رات ہے،خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے،حصول شرف اوراندیشہ عذاب کی رات ہے، کسی کواس میں سعادت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو شقاوت، کسی کوجزادی جاتی ہےتوکسی کورسوا کیاجا تا ہے۔

بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں لیکن کفن پہننے والے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔(اپنی لاعلمی اورغفلت کی بدولت) بہت سےلوگ ایسے ہیں جن کی قبریں کھدی ہوئی تیار ہیں اورقبروں والے خوشی میں مگن غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، بہت سے چہرے ہنستے ہوئے ہوتے ہیں حالانکہ ان کی ہلاکت کاوقت بہت قریب ہوتا ہے، بہت سے مکانوں کی تعمیر قریب تکمیل ہوتی ہے،لیکن صاحب مکان کی موت قریب لگی ہوتی ہے، بہت سے بندےثواب کےامیدوار ہوتے ہیں لیکن ناکامی اٹھانا پڑتی ہے، بہت سےلوگ جنت کا یقین رکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن دوزخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سےلوگ عطا کےامیدوار ہوتے ہیں اورمصیبت کا سامنا کرتا پڑتا ہے، بہت سے بندوں کووصل کا یقین ہوتا ہے،لیکن فراق کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، بہت سےلوگ حکومت کی امید لگائے ہوئے ہوتے ہیں اورانہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔[غنیۃ الطالبین]

مذکورہ روایات سے ثابت اورمعلوم ہوا کہ شب برأت کی بڑی اہمیت ہے، اسی رات میں ہرخوش عقیدہ مسلمان کو اپنے اعمال پرغوروفکر کرکے جہاں حقوق العباد سےسبکدوشی حاصل کرنا ضروری ہے، وہیں اپنے گناہوں سےتوبہ واستغفارضروری ہے، نیزاپنی زندگی کے معمولات پرتوجہ سے محاسبہ کرکے آئندہ کے لئے برائیوں سے بچنے کاعزم مصمم کیاجائے۔

شب برأت میں نماز

شب برأت میں جونماز اسلاف سےمنقول اوروارد ہیں اس میں سورکعتیں ہیں:ایک ہزارمرتبہ سورۂ اخلاص کے ساتھ یعنی ہررکعت میں دس مرتبہ قل ہواللہ احد پڑھی جائے،اس نمازکا نام صلوۃ الخیر ہے، اس کے پڑھنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں ،اس نمازکی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مجھ سےسرور کائنات ﷺ کےتیس صحابہ نے بیان کیا کہ اس رات کو جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار دیکھتا ہےاورہربار کے دیکھنے میں ستر حاجتیں اس کی پوری کرتا ہے جن میں سب سے ادنیٰ حاجت اس کے گناہوں کی مغفرت ہے،مستحب ہے کہ اس نمازیعنی صلوۃ الخیر کوان چودہ میں بھی پڑھے، جن میں عبادت کرنا اورشب بیداری کرنا مستحب ہے ،ان راتوں کا ذکرمیری کتاب ماہ رجب کےفضائل میں موجود ہے،اس میں مطالعہ کریں تا کہ نماز پڑھ کرعزت وفضیلت اور ثواب حاصل کریں۔ [غنیۃ الطالبین]

ہمیں لازم ہےشہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئےتورحمت پروردگار اپنی

◆◆◆

ص ۳۲ کا بقیہ..

زیادہ لمبانہیں چلاسکتے،اس لیےسماجی حکمران ہوں یامذہبی حکمران، دونوں ہی طبقات کو چاہیے کہ عوام پراتنا ظلم اوراستحصال نہ کریں کہ لوگ عاجزآ کرغیروں کے ساتھی بن جائیں۔دوسری جانب عوام کوبھی ضبط وتحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے تا کہ بعد میں کف افسوس نہ ملنا پڑے۔تاریخ محض پڑھنے کانہیں سیکھنے کا نام ہے کاش ہمارے قائدین اورعوام بھی کچھ سیکھ پائیں۔ ؎

یہ جبر بھی دیکھا ہےتاریخ کی نظروں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نےسزا پائی

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

قارئین !اگرآپ میں سے کسی کورسالہ نہیں مل پارہا ہےتو 8755096981 پرہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

از: پیر محمد اجمل رضا قادری *

دعا اور عبادت کی لذت

اسلامیات

انسان کھائے پیے، سوئے جاگے تو اس کے جسم کی ضروریات پوری ہوتی ہیں لیکن جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، دعا مانگتا ہے، استغفار پڑھتا ہے، درود وسلام کے گجرے پیش کرتا ہے تو پھر اس کی روحانی ضروریات پوری ہوتی ہے۔ آج جس زمانے میں ہم وقت گزار رہے ہیں، لوگوں کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لیے، غزائی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت سارے بندوبست کیے جارہے ہیں، لیکن جتنا لوگ اپنی ظاہری ضروریات میں خود کفیل ہوتے جارہے ہیں، اتنا ہی زیادہ وہ روحانی طور پر کمزور ہوتے جارہے ہیں، گھنٹوں بیٹھ کر گپ شپ کرنے والے لوگوں کے لیے تھوڑی دیر بھی ذکرِ الٰہی کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ لمبی چوڑی باتیں کرنے والے، لمبے چوڑے دلائل دینے والے لوگ اور سمجھدار لوگ اور سیانے لوگ عبادت کے معاملے میں سستی کرتے ہیں، عمل کے مسئلے میں کمزور ہوجاتے ہیں۔

تسبیحات کرنا، وضائف پڑھنا، کم بولنا، سچی بات کرنا، صبر سے رہنا، شکر کو اپنانا، قناعت اختیار کرنا، حسد، بغض، عداوت سے بچنا، یہ لوگوں کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔ پھر اس کا نقصان یہ ہے کہ معاشرہ ایک عجیب سی بے سکونی اور بے قراری کا شکار ہے۔ جیب میں بہت زیادہ پیسے رکھنے والا، خوش شکل نظر آنے والا، پیٹ بھر کے روٹی کھانے والا شخص بھی ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ آخر میں پریشان ہوں کیوں۔

آپ انسانیت کی تاریخ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ انسان نے کبھی پتھر کی پوجا کی، کبھی معاذ اللہ! چاند سورج کی، درختوں کی، بتوں کی پوجا کی، معاذ اللہ! یہ غلط ڈائریکشن پہ تو چڑھ گیا لیکن ایسا نہیں ہے کہ کوئی بندہ دنیا میں آیا ہو اور کسی کی اس نے عبادت نہ کی ہو، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح ہمارے جسم میں کھانے کی طلب رکھی ہے، پینے کی طلب رکھی ہے، سونے کی طلب رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے طلب رکھی ہے جسم میں، تو ہوا کہ انسان گمراہ ہوگیا، غلط رستوں پہ چل نکلا، اس نے جھوٹے معبودوں کی طرف معاذ اللہ! توجہ کر لی لیکن وہ کسی نہ کسی کے سامنے جھکتا رہا کیونکہ اس کے وجود میں طلب تھی، شوق تھا اسے کہ وہ عبادت کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب مسلمان کو توفیق دے اور اللہ کی بارگاہ کی جانب وہ رجوع کرے تو پھر اس کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ اس کی توجہ ہو اللہ کی جانب۔ ہمارے یہاں تسبیحات پڑھ لی جاتی ہیں اگر کبھی موقعہ ملے لیکن وہ خاص انہماک، وہ خاص شوق، وہ خاص ذوق اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کا! ایک ہوتا ہے نماز پڑھنا، ایک ہوتا ہے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھنا یعنی ذرا وقت پہ اٹھنا، ذرا صحیح کرکے وضو کرنا، ذرا شوق سے مصلیٰ بچھانا۔ ایک ہوتا ہے تسبیح پڑھ لینا اور ایک ہوتا ہے ذرا تھوڑا سا شوق کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا۔ آپ کبھی جو میں نے آیۂ کریمہ پڑھی، اس کی آپ شانِ نزول دیکھیں، نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ اللہ کی محبت کے شوق میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہوں نے آکے عرض پتہ ہے کیا کیا؟ عرض کرنے لگے، یارسول اللہ ﷺ! سالوں بیت گئے ہیں سجدے کرتے ہوئے، حضور ﷺ سالوں بیت گئے ہیں تسبیح پڑھتے ہوئے، سالوں بیت گئے کہتے ہوئے کہ سبحان اللہ! وہ پاک ہے، ہمیں سالوں بیت گئے یہ کہتے ہوئے کہ اللہ اکبر! وہ ہی سب سے بڑا ہے۔

سالوں بیت گئے کہتے ہوئے کہ الحمد للہ! ساری تعریفیں اللہ کے لیے، سالوں بیت گئے اس کی تسبیح کرتے، تحلیل کرتے، تکبیر

کہتے، حضور ﷺ! اب ہمارا اپنے رب سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
لکھوں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

اور اقبال کہنے لگے کہ ؎

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
میرا ذرا سا تو دل ہے مگر شوخ اتنا
میں وہ ہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

میرا بھی دل کرتا ہے کہ اللہ میں تجھے کہوں میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام نے کہا تھا اور تو مجھے کہے کہ لن ترانی، تو نہیں دیکھ سکتا۔ ؎

ذرا سا تو دل ہے مگر شوخ اتنا
میں بھی وہ ہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

پھر کہنے لگے ؎

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

دیکھو سب لوگوں کے بیچ ہی میں نے یہ کہہ دیا، کتنے سارے لوگ ہیں آپ۔ کتنی ماشاء اللہ! بڑی تعداد میں آپ آئے ہیں۔ ہم بھی کبھی اس شوق میں گئے ہیں کہ ہمارا ہمارے رب کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ہمارا جی چاہے وہ کبھی ہمیں ملے، ہم کبھی اس کی زیارت کریں، اس کی بارگاہِ کرم میں ہم حاضر ہوں! صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا رب کہاں ہے؟ ہمارا اپنے رب کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ جب صحابہ نے یہ عرض کیا تو اللہ نے قرآن مجید نازل کیا، فرمایا:

''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ-اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ-(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۶) محبوب! جب میرے بندے آپ کی بارگاہ میں آ کے میرے بارے میں پوچھیں، تو ان سے کہہ دینا میں ان کے قریب ہی ہوں۔''

دلیل کیا ہے؟

''اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ-(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۶) یہ جب بھی مجھ سے دعا مانگیں گے، میں ان کی دعاؤں کو قبول فرماؤں گا، میں ان کے قریب ہوں، میں ان کے قریب ہوں۔ یہ جب بھی دعا مانگیں گے میں قبول کروں گا، میں ان کے قریب ہوں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے اللہ سے محبت کرتے، رب کی بارگاہ میں جھکتے، اس کو اپنے دکھ سناتے۔ اس کے پیارے محبوب ﷺ کا وسیلہ لے کے اس کے حضور حاضر ہو جاتے، پیشانیاں سجدوں سے روشن ہوتیں۔

ہم ہر چیز کے لیے وقت نکالتے ہیں، ہر چیز کے لیے، لیکن عبادت کے لیے وقت نہیں نکالتے ہیں، ہر شے آباد ہے، ہر شے! ہماری فیس بک بھی آباد ہے، واٹس ایپ بھی آباد ہے، ہمارے ٹویٹر بھی آباد ہیں، ہماری ہر چیز آباد ہے! سب سے کم آباد ہمارا مصلیٰ رہ گیا ہے، سب سے کم! وہ لوگ اب ڈھونڈنے سے ملتے ہیں جن کی بغل میں مصلیٰ ہوتا تھا، میرے بھائی! آپ کتنا دنیا کے پیچھے بھاگو گے، تھکا دے گی! کتنا دولت کے پیچھے بھاگو گے، تھکا دے گی، آپ جب اپنی زندگی میں جمع تفریق کرو گے تو مرتے وقت احساس ہوگا کہ سارا کچھ تو لوگوں کے لیے کیا، اپنے لیے تو کر ہی کچھ نہ سکے اور ہم عبادت کے معاملے میں بہانے بازی بھی کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں، او ہو! رزق کمانا بھی تو عبادت ہی ہے! میں حلال روزی کے لیے جا رہا ہوں، یہ بھی تو عبادت ہے! میری طرح کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں سویرے اٹھ کے مدرسے میں کچھ اسباق دیکھتا ہوں تو یہ بھی تو عبادت ہے، میں بیان کرنے کے لیے مطالعہ کرتا ہوں تو یہ بھی تو عبادت ہے! اتنے اتنے لمبے سفر کر کے ملک میں، دنیا میں گھومتا ہوں تو یہ بھی تو میں عبادت ہی کر رہا ہوں! اب سپیشل نفلوں کے لیے وقت کس طرح نکلے؟ سپیشل کر کے تسبیح میں کیسے چلاؤں؟ ہم بہانے بنا لیتے ہیں نا؟ میرا سوال یہ ہے کہ یہ ساری باتیں صحابہ کو، نبی کریم ﷺ کو، دیگر لوگوں کو بھی تو پتہ تھیں نا؟

لیکن آپ غور تو کریں! ۲۳ رسال حضور ﷺ کو وقت ملا، مختصر وقت ظاہراً، تبلیغ کرنے کے لیے۔ پوری دنیا میں دین بھی

پھیلانا ہے، گھر میں گیارہ ازواج ہیں، چار بیٹیاں ہیں، ان کی اولادیں۔ سارے کام کاج بھی دیکھنے ہیں لیکن، سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، سارا دن تبلیغ کرتے، ہر غلام کے دکھ سنتے، گھر میں آتے تو اپنے گھر والوں کا خیال کرتے، کام میں ہمارا ہاتھ بٹاتے، قربان جاؤں! کہتی ہیں، زمانہ سارا سو جاتا لیکن آمنہ کے لال مصلیٰ بچھا لیتے، دنیا سو گئی ساری، سب سو گئے، جو خدام تھے، وہ جو غلام تھے وہ سو گئے۔ صحیح مسلم میں لفظ ملیں گے، سیدہ پاک فرماتی ہیں، او! میرے نبی ﷺ کے غلامو! میں نے یہ رنگ بھی دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اتنا کھڑے رہے، اتنا قیام کیا! اتنا قیام کیا! کہ مقدس پیروں میں ورم آ گئے، سوج گئے پیر! دل پہ ہاتھ رکھ کے نہیں بتا سکتا کہ میرے کبھی نماز میں پیر سوج، کوئی نہیں بتا سکتا، بچوں کی روٹی کماتے تھک گئے، بات الگ ہے، ہم سیر کرنے گئے تو تھک گئے بات الگ ہے لیکن عبادت میں! یہ بھی تو مسلم شریف ہے نا! یہ بھی تو دین ہے نا! یہ بھی تو حضور ﷺ کی سنت ہے! یہ بھی تو وہ چیز ہے جو کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدہ فرماتی ہیں، پیروں میں ورم آ گئے، ساری رات ہی حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور ایک ہی آیت بار بار دہرائی، مسجد نبوی میں بلالِ حبشی نے فجر کی اذان دے دی اور حضور ﷺ ابھی مصلے پہ تھے، کریم ﷺ فارغ ہوئے، میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ کے تو صدقے اللہ اگلے پچھلوں کے گناہ معاف کرے گا تو آپ اتنی آہ وزاری کیوں فرماتے ہیں؟ آپ تو شفیع ہیں، آپ تو انبیا کے امام ہیں! تو حضور ﷺ نے فرمایا، عائشہ! تم نے گنوایا ہے میرے اللہ کی مجھ پر کتنی رحمتیں ہیں "أفلا أكون عبدا شكورا" فرمایا، اگر اس نے اتنی نعمتیں دی ہیں تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اس کا پھر؟ اگر اتنی نعمتیں اس نے دی ہیں مجھے، اتنا نوازا ہے تو پھر میں اس کے سامنے سجدے نہ کروں؟ او! میرے بھائی! بڑے قابلِ فخر لوگ ہیں ہم کہ ہم نبی پاک ﷺ کے غلام ہیں! کیا کبھی اس غلامی کے شکرانے میں بھی دو نفل پڑھے ہیں کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے تو نے ہمیں حضور ﷺ کا غلام بنایا ہے۔

یاد رکھیں! کہ اپنی روحانی زندگی کو آباد کریں، استغفار پڑھیں، تسبیحات کریں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر کے صاحب زادے ہیں، مکہ مکرمہ میں ان کی قبر ہے۔ میں جب انہیں پڑھا تو مجھے ان سے بڑا پیار ہو گیا، لیکن آپ کو پتہ ہے وہاں جا کے کسی شخص کا مزار تلاش کرنا یا پوچھنا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ تو ایک دفعہ میں مکہ شریف میں حاضر تھا تو ایک گاڑی والا ڈرائیور مجھے کہنے لگا کہ مولانا میں آپ کو جانتا ہوں، مجھے آپ سے محبت ہے، ایک بات بتاؤں آپ کو؟ میں نے کہا، بتاؤ! کہنے لگے حضرت عبد اللہ ابن عمر کی قبر دیکھنی ہے؟ میں نے کیا یہ تو نہیں کہہ رہا، یہ کسی نے بندوبست کرایا ہے، یہ اللہ نے تیرے دل میں بات ڈالی ہے! یہ ہو گیا! تو لے چل مجھے! حضرت عبد اللہ ابن عمر کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا، "رجل صالح"، یہ نیک بندہ ہے! یہ متقی آدمی ہے!

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں اور ان کی ہمشیرہ سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ایک دن اپنی ہمشیرہ سے کہنے لگے، کہ نبی کریم ﷺ گھر میں آئیں اور اگر حضور ﷺ غمِ امت میں پریشان نہ ہوں، طبیعت کو ہشاش بشاش دیکھو تو ذرا پوچھنا تو سہی حضور ﷺ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ پوچھنا تو سہی کہ کریم ﷺ کی بارگاہ میں میرا کیا مقام ہے، میرے بارے میں حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں! اب بہن کو کام بتائے اور بتائے بھی بھائی! اور پھر بہن وہ کام نہ کرے، یہ تاریخ میں ہوتا نہیں۔ حضرت عمر فاروق کی صاحب زادی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تو بس منتظر تھی، انہوں نے تو کہا تھا کہ اگر تم ہشاش بشاش دیکھو تو بات کرنا! لیکن حضور ﷺ تشریف لائے، میری باری تھی، میرے گھر تشریف لائے، کھانا پیش کیا تو فوراً میں نے عرض کی، حضور ﷺ! ایک بات پوچھنی تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا، پوچھیے! میں نے عرض کی، حضور ﷺ! میرے بھائی عبد اللہ ابن عمر کے بارے میں آپ کا

کیا خیال ہے؟ نوجوانو! میری بات پہ غور کرنا۔ تو نبی کریم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور پھر حضور ﷺ زیرِلب تھوڑا مسکرائے اور بریلی کے امام کہتے ہیں کہ حضور ﷺ مسکرا دیتے تھے تو جو بڑا دکھی ہوتا تھا وہ بھی ہنس پڑتا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر تو اس مسکراہٹ کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہوگا کئی کئی مہینے کہ حضور ﷺ مسکرائیں تو رونے والے ہنسے، تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، نہیں! انتظار نہیں کرنا پڑتا، یہ مسکراتے رہنا تو حضور ﷺ کی عادت ہے۔ ؎

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

یعنی یہ تو عادت ہے حضور ﷺ کی مسکراتے رہنا، اس کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑتا، بھائیو! آپ خیال رکھیں گے، غور کریں گے! حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا تو سیدہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ زیرِلب مسکرائے اور فرمایا، حفصہ! تیرا بھائی ہے تو اچھا لیکن میں نے سنا ہے کہ عشا کی نماز پڑھتا ہے تو فجر تک سویا ہی رہتا ہے۔ او نوجوانو! دس بجے تک سونے کی بات نہیں ہوئی، نو بجے تک سونے کی بات نہیں ہوئی، گیارہ بجے اٹھنے کی بات نہیں! حضور ﷺ فرمانے لگے، میں نے سنا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کے سو جاتا ہے اور فجر تک سویا ہی رہتا ہے، اسے چاہیے کہ تہجد کے وقت اٹھا کرے، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرے، آہ وزاری کرے، سجدے کرے، عبادت کرے! اٹھتا ہے اور فجر میں جاکے اٹھتا ہے! حضرت جنابِ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں، میں نے جناب عبد اللہ ابن عمر کو پیغام دیا اور میں نے کہا، او میرے جوان بھائی! سُن! نبی پاک ﷺ نے فرمایا، ہے تو اچھا پر تہجد میں نہیں اٹھتا! نفل نہیں پڑھتا۔

او میری ملت کے جوانو! مزہ نہیں آجاتا جب ساری دنیا سوئی ہو، ساری دنیا اور بستر بھی گرم ہو اور نیند بھی پورا غلبہ کر رہی ہو اور اچانک گھنٹی بجے دماغ میں، آنکھ کھلے، گھڑی پہ نظر پڑے، ساڑھے تین چار بجے کا پیغام گھڑی بتائے اور کوئی چڑھتی جوانی والا اٹھے، اٹھ کے وضو کرے اور جب وہ مصلیٰ کھول کے بچھائے تو مدینے والے محبوب ﷺ کہتے ہیں کہ ہر نماز پہ رب ثواب دیتا ہے اور جو اٹھ کے تہجد کی نماز پڑھے اسے دیکھ کے تو رب مسکراتا ہے! جو اس کی شان کے لائق ہے، وہ مسکراتا ہے، خوش ہوتا ہے کہ میرا بندہ تہجد میں اٹھ گیا۔ وہ مسکراتا ہے۔

کاش! ہماری صبحیں کبھی اپنے مالک کے نام ہو جائیں۔

حضرت ابو الحسن رحمت اللہ تعالیٰ علیہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے، فرماتے ہیں، ان سے جو پیار بڑھا تو پھر میرا مصلے سے بھی بڑھ گیا، تابعی ہیں، فرماتے ہیں صحابی رسول ﷺ سے محبت ہوئی تو ذکر سے بھی ہوگئی پھر درود شریف سے بھی ہوگئی۔ محبت ان سے بڑھی تو پھر اللہ نے مسجد کا پیار بھی بڑھا دیا، آپ فرماتے ہیں کہ میری ہر وقت طبیعت چاہتی تھی کہ بس اللہ اللہ کروں! بس اللہ اللہ کروں، بس میں ذرا تھوڑی جان چھڑاؤں لوگوں سے، کوئی دس منٹ ملیں تو میں کوئی چار نفل پڑھ لوں، میں تھوڑا سا بچوں لوگوں سے اور مجھے تسبیح ملے تو میں کوئی چار پانچ سو دفعہ استغفار پڑھوں، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ! میں تسبیحات پڑھوں۔ فرماتے ہیں کہ بچے تھے گھر میں چھ سات، غربت تھی، کام ملتا کوئی نہیں تھا۔ اور میں کام چور نہیں تھا، کام ڈھونڈتا تھا پر اللہ کی قدرت کہ کام نہیں ملتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنی اہلیہ سے کہا کہ آج میں پھر جاتا ہوں کام ڈھونڈنے تو میری بیوی بڑی فرمانبردار تھی پر اس دن غربت کے ہاتھوں تنگ آ کے کہنے لگی، آج نہ کوئی تو چیز لے کے آیا تو اب مجھ سے بچوں کی بھوک نہیں دیکھی جاتی۔ ؎

سب روگاں دا روگ محم ذجس دا نام غریبی
کنڈ وَلا کے لَنگ جاندے نیں دوست یار قریبی

تو آج نہ کچھ لے کے آیا تو میں بچے لے کے میکے چلی جاؤں گی۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں بڑا پریشان گھر سے نکلا اور میں نے صبح سے لے کے ظہر تک کام ڈھونڈا، کام ملا کوئی نہیں تو میرے دل میں خیال آیا، چلو کام نہیں ملتا تو اللہ اللہ تو کریں نا! چلو بندوں

کی مزدوری نہیں ملتی تو رب کریم کی عبادت ہی کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے فرات کے پانی سے وضو کیا، نہر کے، شدید دھوپ تھی، ساتھ ریت تھی اور ریت تپ رہی تھی، میں نے اپنا رومال وہیں مصلیٰ کے طور پر بچھا لیا اور فرماتے ہیں کہ ظہر سے لے کر عصر تک نماز پڑھی، دھوپ بھی پورے زور پہ پر میرے سجدے کا ذوق بھی پورے زور پہ۔ فرماتے ہیں، سورج بھی چمک رہا ہے اور رب کی عبادت کا ذوق بھی پورے زور پہ، میں سجدہ کروں تو پھر میرا اٹھانے کو جی نہ چاہے۔ میرے استاد لکھا کرتے تھے، یہ ان کا شعر ہے، وہ کہا کرتے تھی ؎

مجھے سوز دے، مجھے ساز دے اور مجھے نیم شب کا نیاز دے
دمِ سجدہ خود کو میں توڑ دوں مجھے ایسا ذوقِ نماز دے
اور میں تیری بہار کا پھول ہوں، میں کھلا بھی ہوں تو تیرے لیے
مجھے میری شاخ سے توڑ لے، مجھے اپنی زلف کا ناز دے

بھائی! فرماتے ہیں کہ عصر تک میں نے نفل پڑھے، دن ڈھلنے لگا، عصر کی نماز پڑھی اور میں وہاں سے چلا۔ اب میں جب نکلنے لگا تو دل میں خیال آیا کہ چھوٹی چھوٹی دیواریں ہیں گھر کی، بغیر کچھ لیے جاؤں گا تو بیوی دور سے دیکھے گی تو شور کرے گی کہ پھر خالی ہاتھ آ گیا ہے۔ کہتے ہیں میں نے اپنے اسی رومال میں جس پہ میں نے نماز پڑھی تھی، کہتے ہیں اسی میں میں نے کچھ ریت بھر لی کہ وہ دور سے دیکھے گی تو سمجھے گی کچھ لے کے آیا ہے، چلو! جا کے اسے بتا دوں گا کہ آج پھر مزدوری نہیں ملی۔ کہتے ہیں وہ ریت لے کر جب میں گھر میں گیا تو پہلے بیوی دروازے پر کھڑی ہوتی تھی، پوچھتی تھی، خالی ہاتھ آ گئے ہو؟ آج میں نے دیکھا تو ہے ہی کوئی نہیں۔ فرماتے ہیں، میں اندر داخل ہوا، سلام لی، ایک کونے میں میں نے وہ رومال رکھ دیا اور میں نے آواز دی کہ بھلی مانس کہاں ہو؟ تو وہ کہنے لگی، آپ منہ ہاتھ دھو لیں، میں روٹی لے کے آئی، میں نے کہا روٹی کہاں سے آ گئی؟ یہاں تو کئی دنوں کے فاقے ہیں، یہاں تو کئی دنوں کی غربت ہے، یہاں تو اس گھر میں تو فقیری ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ روٹی لے کے آئی اور اس وقت کی جو موجودہ نعمتیں تھیں، سمجھ لیں، سلاد، اچار، ہر چیز ساتھ لائی، میں نے کہا کہ بچے کہاں گئے؟ کہنے لگی، وہ کھانا کھا کے کھیلنے گئے ہیں، آپ کھانا کھا لیں، آ جاتے ہیں، کھانا اس نے چن دیا، میں نے حیرت انگیز لہجے میں ساری نعمتیں اپنے دسترخوان پہ دیکھ کر کے، بیوی سے پوچھا، یہ کہاں سے آیا کھانا؟ بچوں کو تو نے کہاں سے کھانا کھلایا؟ یہ سارا کچھ کیسا ہے؟

تو کہنے لگیں، پتہ نہیں آج آپ کس کریم کی مزدوری کرنے چلے گئے تھے! میرے گھر میں تو اتنی نعمتیں آئی ہیں کہ مجھ سے سنبھالی نہیں جا رہیں، اتنا اناج ہے، اتنا گندم ہے، کس کریم کے دروازے آپ چلے گئے تھے؟ یہ کہتے کہتے وہ اٹھی اور اٹھ کر کے کہنے لگی، پہلے ہی بڑا کچھ آیا تھا، اب کیا لے آئے ہو؟ اور جا کر کے اس نے وہ ریت والا رومال کھولا، کہنے لگے میں تو لے کے آیا تھا ریت، تو میرے رب نے اسے بھی سونے اور ہیرے بنا دیا تھا! جب آپ کی توجہ اللہ کی جانب! میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا، ہر چیز اپنے رب سے مانگ! ہر چیز مانگ! ہر چیز مانگ! یا رسول اللہ ﷺ! کیا کچھ؟ تو میرے محبوب ﷺ نے فرمایا، تیرے گھر میں نمک بھی ختم ہو جائے تو وہ بھی اپنے رب سے مانگا کر۔ تو مانگ وہ تجھے دے گا، تو اس کی بارگاہ میں کشکولِ طلب دراز تو کر! اور ترمذی شریف میں عجیب لفظ ہیں، رسولِ کائنات ﷺ نے فرمایا، رب کریم فرماتا ہے جب میرا بندہ ہاتھ اٹھاتا ہے تو مجھے حیا آتی ہے کہ میں خالی کیسے لوٹا دوں اس کے ہاتھ! اتنے بڑے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

او بھائی! لوگوں سے عزتیں تلاش کرتے ہو تو وہ کیا تمہیں عزت دیں گی؟ وہ تو کل اچھا کہتے ہیں پرسوں برا کہنے لگ جاتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے گڈ بک میں آنا چاہو گے تو وہ تو سویرے تمہارے بارے میں کچھ کہیں گے، شام کچھ اور کہیں گے۔ اپنی روحانی زندگی آباد کریں، اپنے مصلے کو وقت دیں اور دنیا سے چھپ کر، اس موبائل کو بند کر کے اور اپنے آپ سے بھی چھپ کے اور تنہا ہو کے، چھپا کے سارا کچھ، اپنے آنسو اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کریں، اس کے حضور حاضری دیں، سنو نا! ترمذی کی حدیث! اور اسے یاد رکھنا، نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا:

اپنے دکھ لوگوں کے سامنے نہ بیان کرنا، سیٹھوں، نوابوں کو نہ بتاتے پھرنا، دنیا داروں کے سامنے جا کے نہ رونا کہ میں تکلیف میں ہوں، فرمایا، اگر دنیا داروں کو دکھ بتاؤ گے، رب تمہیں کبھی غنی نہیں کرے گا اور لوگ ہیں کہ الٹا مذاق اڑائیں گے۔ آپ کی جس سے بڑی پکی یاری ہے نا پکی! وہ تب تک پکی ہے جب تک آپ نے پچاس ہزار مانگا نہیں اور جس وقت آپ نے کہہ دیا کہ میں مجبور ہوں میری مدد کر تو پھر ختم ہوگئی دوستی! لوگوں کے تعلقات آپ کے ساتھ تب تک ہیں جب تک آپ ان سے کوئی ضرورت وابستہ نہیں کرتے۔ کریم محبوب ﷺ فرمانے لگے، بندوں کے سامنے دکھ نہ بیان کرنا، اللہ تجھے کبھی غنی نہیں کرے گا، تو اپنے دکھ اپنے رب کو بتا، تو دعائیں مانگ، تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہو، تو اس کے حضور عرض کر! فرمایا تو اپنے دکھ اپنے رب کو بتا، وہ جلدی کرے یا دیر سے کرے، تجھے ساری دنیا سے بے نیاز کر دے گا، تجھے کسی کا محتاج نہیں رہنے دے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے دعا مانگنے کا طریقہ اپنی بیوی سے سیکھا ہے۔ سیکھنے والے تو اپنے بچوں سے بھی سیکھ لیتے ہیں، سیکھنے والے تو ہر ایک سے سیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے اپنی بیوی سے سیکھا ہے۔ حضرت! وہ کس طرح؟ فرمانے لگے، میری بیوی نے مجھے کوئی کام بتایا، کچھ پیسوں کی ضرورت کے لیے کہا تو میں نے اسے کہا کہ بھئی! ابھی میرے پاس نہیں ہیں، کچھ دنوں میں آتے ہیں تو میں دے دوں گا۔ عورتوں کی عادت ہوتی ہے وہ بار بار یاد کراتی ہیں۔ دو چار دنوں کے بعد پھر اس نے کہا، حضرت! وہ میں نے کہا تھا، کچھ پیسے! میں نے اسے کہا کہ ابھی میرے پاس نہیں ہیں کچھ دنوں میں ملتے ہیں تو میں تمہیں دے دوں گا، اس نے کچھ دنوں کے بعد پھر کہا، حضور! وہ میں نے کچھ پیسے کہے تھے، فرماتے ہیں، میں نے ڈانٹ دیا، میں نے کہا کہ کیا تو روز مجھے شرمندہ کرتی ہے، کہا نا کہ میرے پاس نہیں ہیں! ہوں گے تو دے دوں گا، تو روز یاد کراتی ہے، فرماتے ہیں:

اس نے پہلے تو میری ڈانٹ کو سہا پھر میرے سخت جملوں نے اس کی آنکھوں میں آنسو پیدا کر دیئے پھر اس نے اپنے آنچل میں اس دکھ کو سمیٹا اور پھر اس نے ایک جملہ کہا تو میں رو پڑا اور مجھے اپنے رب سے مانگنے کا طریقہ آ گیا۔ مجھے کہنے لگی، حضرت جی! آپ نے ڈانٹ دیا، میں نے سہہ لیا پر آپ ہی میرے شوہر ہیں، بتائیں نا؟ آپ سے نہ کہوں تو میں کس سے جا کے کہوں؟ فرماتے ہیں میں رو پڑا اور میں کُھل کے رویا اور میں تڑپ کے رویا اور پھر میری سسکیاں بندھ گئیں۔ وہ مجھے کہنے لگی، آپ کو کیا ہوا؟ میں نے کہا مجھے بھی دعا مانگنی آ گئی ہے۔ جب میں اس سے کہوں گا، اللہ! تو ہی میرا رب ہے، میں تجھ سے نہ کہوں تو میں کس سے جا کے کہوں، میں کیوں کسی بندے سے سوال کروں، میں کیوں کسی دنیا دار سے کہوں؟ میں تیرے نیک بندوں کا وسیلہ لے کے، تیرے محبوب کی غلامی لے کے تیری بارگاہ میں آیا ہوں، تجھ سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں؟ سمجھ آ گئی ہے، جب میں اس رنگ میں مانگوں گا تو میرا رب میرے اوپر بڑا ہی فضل فرمائے گا۔ وہ میرے اوپر بڑی رحمت کرے گا، وہ میرے لیے آسانیاں کرے گا۔

عزیز دوستو! ہم اس طرح کرنے لگ گئے ہیں کہ ہم نے اپنے تعلقات پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے، میرے تعلقات بہت ہیں! ہم نے اپنی دولت پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے، میرے پاس دولت بہت ہے! ہم نے اپنے علم پر، اپنی شہرت پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے کہ میرے پاس فلاں چیز بہت ہے۔ یاد رکھنا! جب بے نیاز اپنی صفتِ بے نیازی دکھاتا ہے تو پھر بڑی دولتوں والے مجبور نظر آتے ہیں۔

بھائیو! جب انسان کا رشتہ اپنے مالک کے ساتھ ہوتا ہے پھر تو غم بھی کچھ نہیں کہتے، پریشانیاں بھی کچھ نہیں کہتیں۔ پھر تو زندگی صبر والی، پھر تو زندگی توکل والی، پھر تو زندگی بھروسے والی، پھر انسان اپنے آپ کو رسوا نہیں کرتا، دنیا داروں سے امیدیں اس کی ختم ہوجاتی ہیں، امیدیں اللہ رسول ﷺ سے لگا لیتا ہے، مضبوط ہوجاتا ہے مضبوط! طاقتور ہوجاتا ہے، خوددار ہوجاتا ہے، باوقار باعزت ہوجاتا ہے!

حضرت بہلول دانا رحمت اللہ علیہ بیٹھے تھے تو ہارون رشید

حج کر کے آرہا تھا تو رستے میں حضرت شیخ سے ملاقات ہوگئی تو السلام علیکم کے بعد کہنے لگا، حضور! کوئی حکم ہو تو بتائیے گا، تو حضرت بہلول دانا فرمانے لگے، تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا، اللہ! تو فرمایا، میرا کون ہے؟ کہا، اللہ! فرمانے لگے، تو بڑا ہی بے وقوف ہے! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ رب ہارون رشید کو تو دے گا اور بہلول دانا کو بھول جائے گا؟ تیرا بھی وہ ہی رب ہے، میرا بھی وہ ہی رب ہے، اس نے اگر تجھے دے کے آزمایا ہے تو ہوسکتا ہے مجھے نہ دے کے آزمار ہا ہو۔ جب اس کی حکمت کے تقاضے ہوں گے تو وہ عطا کرے گا اور دے گا۔ تو جا! اپنا کام کر! بھائی! اپنی روحانی زندگی، اپنی عبادات، اپنے وضائف، اپنے روزمرہ کے معاملات، اپنی دعائیں، اپنا استغفار!

دیکھو! کوئی مشکل کام تو نہیں! دو رکوع ہیں سورہ واقعہ کے اگر رات کو پڑھ لی جائے تو میں کس طرح یہ بات بیان کروں کہ تعویذ بانٹنا آسان ہے اور وظیفہ بتانا مشکل ہے۔ سارا دن تعویذ بانٹیں تو لوگ لینے کو تیار ہیں اور اگر آپ وظیفہ بتائیں تو کہتے ہیں یہ تو مشکل کام ہے، او خدا کے بندے! اگر آپ کا تعلق قرآن پاک کے ساتھ مضبوط ہو، قرآن پاک کے ساتھ اگر آپ کا رشتہ ہو! لوگ سفارشیں ڈھونڈتے ہیں دنیا میں کوئی تعلق مل جائے تو میرا کام ہو جائے، دنیا میں اتنا مشکل معاملہ ہے، آخرت میں مجھے بتائیے گا کتنا مشکل معاملہ ہوگا؟ میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا، جو لوگ سورہ ملک پڑھا کرتے تھے، یہ سورہ ملک قیامت میں ان کی سفارش کرے گی اور اس طرح کرے گی کہ کہے گی، اے اللہ! یا اس بندے کو جنت میں داخل کر دے یا مجھے قرآن پاک سے علیحدہ کر دے! تو رب فرمائے گا، جا اس کا دامن تھام کے اسے جنت تک پہنچا یا!

آپ بات کو سمجھیں! جب آپ کے تعلقات اپنے معاملات کے ساتھ مضبوط ہوں گے، یہ نبی کریم ﷺ نے وعدہ کیا ہے کہ تو سورۃ الواقعہ پڑھ تیرے گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے اور جا کر کے کہا کہ آپ بڑے بیمار ہیں، آپ کی بیٹیاں زیادہ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ خزانہ میں سے کچھ مدد کروں! تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے، امیر المومنین! اللہ آپ کو میری طرف سے، میری بیٹیوں کی طرف سے بہتر صلہ دے، میری بیٹیوں کو کسی خزانے کی ضرورت نہیں، میں نے انہیں خزانہ دے دیا ہے! کہا، جناب! آپ نے کون سا خزانہ دیا ہے؟ میں آپ کے مالی معاملات کو جانتا ہوں۔ تو فرمانے لگے، امیر المومنین! میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، جو سورہ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہیں آتا، میں نے بیٹیوں کو یاد کرا دی ہے، یہ خزانہ میں نے انہیں دے دیا ہے۔

وہ سارے والدین سنیں! جو بیٹیوں کے لیے پریشان رہتے ہیں، حضرت عبد اللہ ابن مسعود نصیحت کر رہے ہیں، فرمانے لگے، میں نے سورہ واقعہ یاد بھی کرا دی ہے، پڑھنے کی عادت بھی ڈال دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، جو سورہ واقعہ پڑھے اسے فاقہ نہیں آتا۔ کہنے لگے، چاند تو اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے، سورج گر سکتا ہے، تارے ٹوٹ سکتے ہیں پر مدینے والے رسول ﷺ کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، فاقہ نہیں آئے گا تو ان شاء اللہ! کبھی بھی نہیں آئے گا!

کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم اپنے معاملات، اپنی عبادات، اپنی دعائیں! کبھی دس منٹ عادت ہو جائے دعا مانگنے کی، علیحدہ سے رات کو، حضور ﷺ نے فرمایا، جو فرض نماز کے بعد دعا مانگے، اللہ اس کی قبول کر لیتا ہے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ مسافر کی دعا قبول فرماتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ مظلوم کی دعا قبول فرماتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بیمار سے دعا کراؤ، اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا، ماں باپ جب بھی اولاد کے لیے ہاتھ اٹھائیں ؎

بلھے شاہ آسمانی اُڈدیاں پھڑناں ایں
یہڑا گھر بیٹھا اونھوں پھڑیا ای نئیں

حضور ﷺ فرمانے لگے، ماں باپ جب بھی اولاد کے لیے دعا فرمائیں، اللہ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

آپ اپنا تعلق بنائیں، دعا کے ساتھ، عبادت کے ساتھ، مصلے کے ساتھ رشتہ بنائیں، استغفار پڑھیں، صلاح الدین ایوبی صلیبی جنگوں میں تھے، رات کو مسجد اقصی میں نماز پڑھی تو پریشان تھے، ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ آپ بڑے پریشان ہیں! کہنے لگے، حضور! پریشان اس لیے ہوں کہ پہلے ہی مسلمان کمزور ہے، اب میں نے سنا ہے دشمن کا ایک بحری بیڑا، وہ جنگی سامان سے بھرا ہوا آرہا ہے تو اب ان کے پاس اور تلواریں اور نیزے آجائیں گے، مسلمانوں کے پاس پہلے ہی وسائل کی کمی ہے، پریشان ہوں کس طرح کر کے مقابلہ کریں گے؟ یہ بات کہتے ہی صلاح الدین ایوبی نے بزرگوں سے کہا، حضور! آپ بھی دعا کرنا، دعا کی بڑی طاقت ہے، میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا، دعا مومن کا ہتھیار ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: تقدیر کو سوائے دعا کے کوئی چیز نہیں بدل سکتی، دعا مومن کا ہتھیار ہے! یہ کافر کے پاس کوئی نہیں! یہ ہتھیار ہے مومن کا! اللہ کرے آپ کو سمجھ آئے، پھر سنیں! کئی بار کہہ چکا ہوں، یہ ہتھیار ہے، کافر کے مقابلے میں جو تیرے پاس سب سے بڑا ہتھیار ہے، وہ دعا ہے، دعائیں کرانی چھوڑ دیں، کرنی چھوڑ دیں، لینی چھوڑ دیں۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے، میں نے وہ رنگ دیکھا ہے جب حضور ﷺ دعا مانگتے تھے اور حضور ﷺ کی مقدس آنکھوں میں آنسو بھی ساتھ ہی بہا کرتے تھے، میں نے وہ انداز دیکھا ہے! تو صلاح الدین ایوبی بزرگ سے کہنے لگے، آپ بھی دعا کیجیے اور خود رونے لگے اور سر سجدے میں رکھ کے رونے لگے اور عشا سے لے کر فجر تک روئے، خوب روئے۔ صبح وہ بزرگ آئے تو صلاح الدین ایوبی کا خوبصورت اور ہنستا ہوا چہرہ دیکھا۔ کہنے لگے، آپ بڑے خوش ہیں، رات تو میں نے بڑے روتے ہوئے دیکھا تھا، تو کہنے لگے، حضور! وہ جو بحری بیڑا آرہا تھا وہ پانی میں ڈوب گیا ہے۔ اب وہ نہیں آرہا ابھی ابھی خبر آئی ہے تو میں بڑا خوش ہوں۔ بزرگ کہنے لگے، اٹھ سینے سے لگ! اور سن ایک بات، وہ بحری بیڑا پانی میں نہیں ڈوبا وہ تیرے آنسوؤں میں ڈوب گیا ہے، وہ جو تو رات رویا ہے رب کریم کی بارگاہ میں تو وہ ڈوب گیا ہے۔

بھائی! اپنا مصلے کا، عبادت کا، وضائف کا، اللہ اللہ کا سلسلہ! اس کو مضبوط کریں، اپنی دعاؤں کے تعلق کو مضبوط کریں، دعائیں بڑے انقلاب برپا کر دیتی ہیں۔ ہم تھوڑے تھوڑے جب سے خشک ہوئے ہیں، خشک اور میری تو جماعت ہی صوفیا کی جماعت تھی، ہم تو داتا علی ہجویری کی جماعت سے ہیں، ہم تو خواجہ اجمیری کی جماعت سے ہیں، ہم تو شیخ احمد فاروق سرہندی کی جماعت سے ہیں، ہم تو صوفیاء جماعت سے ہیں۔ ہماری جماعت نے بھی وہ تعلق جو ہمارے بزرگوں نے بنایا تھا، بزرگ اللہ کے قریب کیسے جاتا ہے؟ ہمارے یہاں بہت سارے لوگ کہتے ہیں، جی! نظر ہو گئی تو کام ہو گیا! بھئی! جو بخاری مسلم میں طریقہ ہے اللہ کا قرب پانے کا، وہ تو نفل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا، بندہ نفلوں کے ذریعہ رب کے قریب جاتا ہے اور اتنا قریب جاتا ہے کہ پھر اللہ اس کی زبان بن جاتا ہے، اللہ اس کی آنکھیں بن جاتا ہے، کان بن جاتا ہے، ہاتھ اور پیر بن جاتا ہے تو یہ تو عبادت ہے، یہ تو اللہ کی بارگاہ کی حاضری ہے جو آپ کو اللہ کے قریب کرے گی۔ تو اپنی نماز کو اہمیت دے کے ادا کریں، نمازیں موبائل بند کر کے ادا کریں۔

دیکھیں نا! کچھ لوگ کہتے ہیں، مجھے ٹائم نہیں ملتا نماز کا، تو میں کہتا ہوں یہ آپ نے بڑی جرت کی بات کی ہے۔ مجھے کوئی میرا پیر بھائی کہہ دے، مجھے ٹائم نہیں آپ کو ملنے کا، تو میں کہتا ہوں آج کے بعد آنا ہی نہ! تو کیا سمجھتا ہے؟ تو بڑا آدمی ہے؟ تیرے پاس ٹائم نہیں ہے اور ہمیں ملنے کا ٹائم؟ موج کر! آپ نے اللہ رسول ﷺ کو ہی کہہ دیا ہے، ٹائم نہیں اور عجیب فلسفہ ہے نا؟ کہا جائے، نماز پڑھنے آؤ تو کہتا ہے کپڑے ٹھیک نہیں اور کہا جائے کہ آؤ! ذرا دعوت پہ چلیں، تو کہتے ہیں، ایک منٹ ٹھہر، میں کپڑے بدل کے آیا! نماز کے لیے کہا تو کہتا ہے ٹھیک نہیں، دعوت کے لیے کہا تو کہتا ہے، میں ذرا تیاری کر لوں، یوں جانا مناسب نہیں! یہ معاملہ ٹھیک نہیں! رب تو فرماتا ہے کہ جب تو مسجد میں آ تو زینت اختیار کر کے آ۔

بقیہ ص ۸۱ پر

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *)

مال حرام کھانے والے کی عبادت مقبول نہیں

اسلامیات

اکل حلال اشد ضروری ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے لگائیں، جس میں رب تعالیٰ نے گروہ معصومین یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو خطاب فرمایا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ، واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام قصداً غلطی نہیں کرتے، ان حضرات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ انہیں ایسا عظیم الشان منصب عطا فرما کر لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے منتخب فرمایا، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں کسی نے تجارت، تو کسی نے زراعت اور دیگر مختلف پیشے اختیار فرمائے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (پ2 سورہ البقرہ آیت نمبر 188) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر۔" (کنز الایمان)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اگرچہ تأكلوا - اكل سے بنا جس کے معنیٰ ہیں کھانا مگر یہاں کھانا پینا پہننا وغیرہ ہر قسم کے استعمال کی ممانعت مقصود ہے، اسی لیے اموال کو جمع فرمایا گیا اور اموالکم سے یا تو خود اپنے ذاتی مال مراد ہیں یا ایک دوسرے کے مال مگر بینکم سے ظاہر یہ ہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے مال مراد ہیں، باطل بطل، سے بنا، جس کے معنیٰ ہیں جانا رہنا اور مٹ جانا اس کی جمع بواطل اور ابطولہ کی جمع اباطیل ہے، شریعت میں ہر غلط چیز کو باطل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مٹنے والی ہے یہاں اس سے خرچ اور آمدنی کے تمام ناجائز طریقے مراد ہیں، شراب خوری، حرام کاری فضول خرچی یہ سب باطل خرچ ہیں اور رشوت غصب لوٹ چوری جھوٹی قسمیں جوا کہانت، خیانت وغیرہ ناجائز پیشے یہ سب باطل آمدنیاں ہیں، یعنی نہ تو تم اپنے مال غلط طرح خرچ کرو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے حاصل کر کے استعمال کرو۔

خلاصۂ تفسیر: اے مسلمانو تم آپس میں ایک دوسرے کے مالوں پر ناجائز قبضہ نہ کرو اور انہیں غلط طریقہ سے استعمال میں نہ لاؤ اور اپنے ظلم پر مدد لینے کے لیے جھوٹے مقدمات حاکموں کے پاس اس نیت سے نہ لے جاؤ کہ انہیں کچھ دے دلا کر جھوٹی گواہی قائم کر کے یا غلط ثبوت پہنچا کر اور حکام کو فریب دے کر ان سے غلط فیصلے کر لو گوں کے مال ناجائز طور پر کھاؤ، حالانکہ تم یہ جانتے بھی ہو کہ ہم اس مقدمہ میں جھوٹے ہیں۔" (تفسیر نعیمی)

قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ ہر قسم کے ناجائز طریقے سے مال ودولت کے حصول سے بچو، مگر دور حاضر میں مسلمان اس قدر مال ودولت کے حصول کے خواہاں ہو چکے ہیں، کہ ذرہ برابر بھی حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے، غیب داں نبی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ پرواہ نہیں کریں گے کہ مال کہاں سے حاصل کیا" آج کا ماحول دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ زمانہ آ چکا ہے۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتا ہے (یعنی رب تعالیٰ بے

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا جس کا انبیائے کرام علیہم السلام کو حکم دیا، (یعنی کسب حلال وطلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کو جمع فرما دیا ہے۔

لہٰذا یہ فرض خداوندی بھی ہے سنتِ مصطفوی بھی اور سنتِ انبیا بھی، اس لیے کسبِ حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی) فرمایا اے نبیو! طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو، (تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے، ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی، چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کیے، کسی نے چندوں یا یا سوال پر زندگی نہ گزاری، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، حضرت ادریس علیہ السلام درزی گری، حضرت ھود وصالح علیہما السلام تجارت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام جانور پالتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانا، حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہو کر پنکھے اور جھیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کیے (اسلامی زندگی) اور رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو ہماری دی ہوئی طیب ولذیذ روزی کھاؤ، (طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، تطیف، پسندیدہ شرعی چیز طیب ہے۔

اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمٰن کے لیے)

پھر ذکر فرمایا کہ آدمی پراگندہ گرد آلود بال لمبے لمبے سفر کرتا ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے رب اے رب اور اس کا کھانا حرام اور پینا حرام لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے، (یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی، جس سے غذا لباس حرام کا رہا) تو ان وجوہ سے دعا کیسے قبول ہو، (یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندہ بال، پریشان حال رہا۔

کعبہ معظّمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی وغازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا صوفیا فرماتے ہیں، کہ دعا کے دو بازو یعنی پر ہیں اکل حلال، صدق مقال، اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی، تقوٰی کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعہ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ۔" (مرآۃ المناجیح)

اللہ اکبر! مندرجہ بالا حدیث شریف میں مال حرام کی کس قدر سخت وعید بیان کی گئی ہے، پتہ نہیں اکل حرام کے عادی محنت ومشقت کرکے جائز طریقے سے کمائی کر کے اپنی اور اہل وعیال کی پرورش کیوں نہیں کرتے؟ کہ جس میں رضائے الٰہی بھی حاصل ہو اور دونوں جہان کی فلاح وکامرانی بھی میسر ہو، حضرت حکیم الامت کی دور اندیشی کو سلام کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ "انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کیے، کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری۔"

افسوس کہ آج اہل علم کا ایک طبقہ (اہل خلوص اس جملے سے مستثنیٰ ہیں) دار العلوم کے نام پر جس طرح سے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے، وہ قابل مذمت ہے، (معاذ اللہ) ایسا لگتا ہے کہ ان کے دلوں میں خشیتِ الٰہی ذرہ برابر نہیں، اب ایسے اہل علم کو کس نام سے موسوم کیا جائے یہ فیصلہ باذوق قارئین کی نذر کرتا ہوں، ہاں مگر ایسوں کو سورہ الزلزال کی آخری دونوں آیتیں ضرور یاد رکھنی چاہیے۔

◆◆◆

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

امید افزا آیتیں

وطن عزیز کے حالات قدرے ناساز ہیں، وثنیت کے علم بردار آئے دن مسلمانوں اور مسلم عبادت گاہوں پر شب خون مار رہے ہیں؛ کہیں کوئی جرم ہوتا ہے تو شک کی سوئی سیدھے مسلمانوں کی طرف گھوم جاتی ہے، کاف شین نظام بڑے منظم طریقۂ کار کے ساتھ مسلمانوں کے درپے آزار ہے اور انہیں زندگی کے ہر موڑ پر پسپا کر دینا چاہتا ہے؛ تاہم ہمیں ایسے حالات میں بھی یاسیت کا شکار نہیں ہونا چاہیے بلکہ حوصلہ وہمت کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔ زندگی میں حالات اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں مگر ہمیں آخری سانس تک دین اسلام پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہ کر باطل سے نبرد آزما ہونا ہے اور اگر حالات کا مقابلہ کرتے کرتے کبھی حوصلہ پست ہونے لگے یا سانس بیٹھنے لگے تو مندرجہ ذیل آیات کو بار بار پڑھیں، جی ہاں، بار بار! لاریب! قرآن حکیم کی یہ آیات ہمیں امید کی ایک نئی کرن فراہم کرتی ہیں، مثبت فکر اور رجائیت کی ترغیب دیتی ہیں اور دیدہ و دل کو ایقان واذعان سے مالامال کر دیتی ہیں۔

ارشادات رحمٰن ورحیم ہے:

(۱) "لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔ تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا کر دے۔"

(۲) "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اور تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔"

(۳) "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

(۴) "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

(۵) "وَعَسٰى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

(۶) "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ اور اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کرو، بے شک تم ہماری نظر میں ہو۔"

(۷) "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

(۸) "أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ۔ کون ہے جو بے کس کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے؟"

(۹) "إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(۱۰) "وَهُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔"

(۱۱) "وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اگر تم زمین میں جو کچھ ہے خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے، لیکن اللہ نے انہیں جوڑ دیا، بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔"

(۱۲) "وَعَسٰى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دے۔"

(۱۳) "وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي۔ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو۔"

(۱۴) "وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو،

اسلامیات

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

بیشک اللہ کی رحمت سے کافرلوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔"

(۱۵)"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ۔ کہہ دو: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

(۱۶)"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ۔ پس بہترین صبر ہے اور اللہ ہی سے مدد طلب کرنی چاہیے اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔"

(۱۷)"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں، تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔"

(۱۸)"وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔ اور میں اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔"

(۱۹)"فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ۔ پھر اُس نے اندھیروں میں پکارا: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں سے ہوں، ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔"

(۲۰)"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کے دل میں وسوسے آتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

(۲۱)"إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔"

(۲۲)"أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟"

(۲۳)"رَبِّ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

(۲۴)"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔ اس کا حکم تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "ہوجا" اور وہ ہوجاتی ہے۔"

(۲۵)"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، جیسے پتھر یا اس سے بھی زیادہ سخت۔"

(۲۶)"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا۔ پھر میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر بارش برسائے گا۔"

(۲۷)"قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ کہہ دو: ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

(۲۸)"رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔"

(۲۹)"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ جان لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔"

(۳۰)"رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ اے میرے رب! جو بھی بھلائی تو نے مجھ پر نازل کی ہے، میں اس کا محتاج ہوں۔"

(۳۱)"هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور ہوسکتا ہے؟"

(۳۲)"إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ۔ میں اپنا دکھ اور غم اللہ ہی سے بیان کرتا ہوں۔"

(۳۳)"وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔ اور اے میرے رب! میں تیری دعا مانگنے میں کبھی محروم نہیں رہا۔"

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

ویلن ٹائین ڈے اور اس موقع پر ہونے والی خرافات

انسان فطرتاً جلد باز اور جدت پسند ہوتا ہے، اگر اپنی عقل سے احکام شریعت کو سمجھ کر اس کے دائرہ میں زندگی بسر نہ کرے تو عادتیں اسے قدم قدم پر برائی میں مبتلا کرتی رہتی ہیں اسے اپنے کئے کا احساس بھی نہیں ہوتا اور بُرائی کے بھنور میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ اس سے نکلنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر ایک فطری عادت انسان کی مل جل کر زندگی بسر کرنے کی بھی اس میں موجود ہے اس لئے دوسروں کے ساتھ رہنا اس کے لئے ضروری ہے۔ مسلمانوں میں نیک اور نافرمان دونوں طرح کے ہوتے ہیں اس لئے معاشرتی زندگی میں بگاڑ کے اسباب زیادہ اور سدھار کے کم دستیاب ہوتے ہیں۔

موجودہ گلوبلائزیشن کے اس دور میں جب میڈیا کی بڑی کمپنیوں کے مقاصد میں برائیاں، بدکرداریاں، بداخلاقیاں عام کرنا شامل ہے، نفسانی لذات وشہوات کو دکھا دکھا کر لوگوں کا سکون برباد کرنا اور ان کی طبیعتوں میں ہیجان برپا کئے رکھنا ان کے اہداف میں سے ہے، منظم طریقہ سے بُرائی کی نشر واشاعت کا کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے جس سے اغیار کے طور طریقے اور نت نئی نافرمانیاں منٹوں سیکنڈوں میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔ اس لئے معاشرہ میں تباہ کن اثرات ڈھکے چھپے نہیں ہیں بلکہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر خرابیوں اور اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہونے والے زیادہ تر دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں :

اوّل: جو مالی لحاظ سے آسودہ حال تعیش پسند، کر وفر، جاہ وحشمت کے ساتھ رہنے والے۔

دوم: جو عقل کے لحاظ سے کمزور اور غیر سمجھدار، عقل کے لحاظ سے کمزور لوگ اس لئے اخلاقی برائیوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں کہ اپنے بھلے برے سے کماحقہ واقف نہیں ہوتے۔

اس لئے ان سے عقل کے لحاظ سے فائق طبقہ جب زور و شور سے اپنا پیغام ان میں نشر کرتا ہے تو اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ بُرائی کی دعوت دینے والے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے برائی عوام میں بہت جلد وسیع پیمانے پر پھیلتی ہے اور بچانے والے اگرچہ انتہائی عقلمند دیندار چونکہ کم ہوتے ہیں اس لئے برائی سے بچنے والوں کی تعداد تھوڑی ہوتی ہے۔

ویلن ٹائین ڈے کا پس منظر

ویلن ٹائن ڈے کا تاریخی پس منظر اور اس دن ہونے والی خرافات کا جائزہ لیں تا کہ مسلمانوں پر واضح ہو کہ گناہوں سے بھر پور اس دن کی حقیقت کیا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ ایک پادری جس کا نام ویلن ٹائن تھا تیسری صدی عیسوی میں رومی بادشاہ کلاڈیس ثانی کے زیرِ حکومت رہتا تھا۔ کسی نافرمانی کی بنا پر بادشاہ نے پادری کو جیل میں ڈال دیا، پادری اور جیلر کی لڑکی کے مابین عشق ہو گیا حتیٰ کہ لڑکی نے اس عشق میں اپنا مذہب چھوڑ کر پادری کا مذہب نصرانیت قبول کر لیا۔ اب لڑکی روزانہ ایک سرخ گلاب لے کر پادری سے ملنے آتی، بادشاہ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو اس نے پادری کو پھانسی دینے کا حکم صادر کر دیا۔ جب پادری کو اس بات کا علم ہوا کہ بادشاہ نے اس کی پھانسی کا حکم دے دیا ہے تو اس نے اپنے آخری لمحات اپنی معشوقہ کے ساتھ گزرنے کا ارادہ کیا۔

بالآخر 14 فروری کو اس پادری کو پھانسی دے دی گئی اس کے بعد سے ہر 14 فروری کو یہ محبت کا دن اس پادری کے نام ویلن ٹائن ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کو منانے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے بے پردگی و بے حیائی کے ساتھ میل ملاپ تحفے تحائف کے لین دین سے

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

مغربی خرافات

لے کر فحاشی وعریانی کی ہر قسم کا مظاہرہ کھلے عام یا چوری چھپکے جس کا جتنا بس چلتا ہے انجام دیتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق فیملی پلاننگ کی ادویات عام دنوں کے مقابلے ویلن ٹائن ڈے میں کئی گنا زیادہ بکتی ہیں اور خریدنے والوں میں اکثریت نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی ہوتی ہے، گفٹ شاپس اور پھولوں کی دکان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور ان اشیا کو خریدنے والے بھی نوجوان لڑکے لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔

مشرقی اقدار کے حامل ممالک میں کھلی چھوٹ نہ ہونے کی وجہ سے نوجوان جوڑوں کو محفوظ مقام کی تلاش ہوتی ہے اسی مقصد کے لئے اس دن ہوٹلز کی بکنگ عام دنوں کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے اور بکنگ کرانے والے رنگ رلیاں منانے والے نوجوان لڑکے لڑکیاں ہوتی ہیں۔ شراب کا بے تحاشہ کاروبار ہوتا ہے۔ ساحلِ سمندر پر بے پردگی اور بے حیائی کا ایک نیا سمندر دکھائی دیتا ہے، مغربی ممالک میں جہاں غیر مسلم مادر پدر آزادی کے ساتھ رہتے ہیں اور فحاشی وعریانی وجنسی بے راہ روی کو وہاں ہر طرح کی قانونی چھوٹ حاصل ہے اس دن کی دھما چوکڑی سے بعض اوقات وہ بھی پریشان ہوجاتے ہیں اور اس کے خلاف بعض اوقات کہیں کہیں سے دبی دبی صدائے احتجاج بلند ہوتی رہتی ہے۔

انتہائی دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس دن انگریز کی چھوڑی ہوئی پھلجھڑی کو جلانے اور اغیار کی طرح بے حیائی کے ساتھ منانے والے بہت سے مسلمان بھی اللہ رب العزت اور اس کے رسول کریم ﷺ کے عطا کئے ہوئے پاکیزہ احکامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے کھلم کھلا گناہوں کا ارتکاب کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے نامہ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ مسلم معاشرے کی پاکیزگی کو بھی ان بے ہودگیوں سے ناپاک و آلودہ کرتے ہیں۔ بدنگاہی، بے پردگی، فحاشی عریانی، اجنبی لڑکے لڑکیوں کا میل ملاپ ہنسی مذاق، اس ناجائز تعلق کو مضبوط رکھنے کے لئے تحائف کا تبادلہ یہ وہ باتیں ہیں جو اس روز زور وشور سے جاری رہتی ہیں جبکہ یہ وہ باتیں ہیں جن کے ناجائز وحرام ہونے میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم کی آیات بینات اور نبی کریم ﷺ کے واضح ارشادات سے ان اُمور کی حرمت ومذمت ثابت ہے۔ مگر ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دینی نقطہ نظر سے سمجھایا جائے اور اس دن کی خرافات کے ساتھ اس کو منانے کی شناعت وبرائی سے انہیں آگاہ کر کے ان کے دلوں میں خوفِ خدا اور شرمِ مصطفیٰ ﷺ پیدا کی جائے تاکہ وہ ان ناپاکیوں سے تائب ہو کر اپنے افکار وکردار کی اصلاح میں مشغول ہو کر بروزِ قیامت سرخرو ہوں۔

لہٰذا! ترغیب وترہیب کے لئے چند باتیں دین سے محبت کرنے والے اپنے اسلامی بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہ خود بھی پڑھیں اور اس کو عام کریں تاکہ عَامَّۃُ الْمُسْلِمِین کے دین ودنیا کا بھلا ہو۔ کس طرح بدنگاہی بے حیائی، بے پردگی اور ہر قسم کی فحاشی وعریانی کی مذمت قرآن کریم کی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں بیان ہوئی ہے۔ ویلن ٹائن ڈے والے دن اجنبی مرد وعورت کے مابین جو ناجائز محبت کا تعلق قائم ہوتا ہے اور آپس میں جو تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے فقہائے کرام فرماتے ہیں: یہ رشوت کے حکم میں داخل ہے۔ اس لئے ناجائز وحرام ہے۔ ایسے گفٹ لینا اور دینا دونوں ہی ناجائز وحرام ہیں اگر کسی نے یہ تحائف لئے ہیں تو اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ یہ تحائف واپس کرنا بھی لازم ہے، بحر الرائق میں ہے ”عاشق ومعشوق (ناجائز محبت میں گرفتار) آپس میں ایک دوسرے کو جو (تحالف) دیتے ہیں وہ رشوت ہے ان کا واپس کرنا واجب ہے اور وہ ملکیت میں داخل نہیں ہوتے۔ (بحر الرائق)

غور کیجئے! اس قسم کے آزاد معاشرے اور اس میں جنم لینی والی برائیوں سے مسلم معاشرہ کیوں محروم ہے، اس فکر میں مغربی مفکرین اور اسلام دشمن قوتیں ہر لمحہ مصروف رہتی ہیں اور ویلن ٹائن ڈے جیسے دنوں کے نام پر اپنی ان خرافات سے مسلم دنیا کو بھی روشناس کرانا چاہتی ہیں اور جانتی ہیں کہ موجودہ حالات میں اکثر مسلمان دین سے اور دینی تعلیمات سے دور ہیں اور نفس وشیطان کے مکروفریب میں بآسانی مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اس لئے ایک ایک دن کی حد تک ہی سہی جب ہماری

طرح جدت ولذت کے نشہ میں مدہوش ہوکر بے حیائی و بے پردگی اور وہ بھی سرعام کریں گے تو پھر اس لت سے پیچھا چھڑانا ان کے لئے مشکل ہوجائے گا اور آہستہ آہستہ یہ برائیاں ان کے معاشرے میں بھی جڑ پکڑ لیں گی اور دیمک کی طرح اسے چاٹتی رہیں گی۔ چونکہ دینی وروحانی پاکیزگی سے روشناس کرانے والے علمائے حق جوان کے معالج بھی ہیں اور رہبر بھی ان سے تو پہلے ہی قوم دور ہے۔ اس لئے ان کے سمجھانے کا ان پر اثر تو کم ہی ہوتا ہے، ان بے حیائیوں کے باعث ان سے مزید دور ہوکر ان کی برکات سے مزید محروم ہوجائے گی پھر اس لاعلاج مرض کا علاج ان کے بس میں نہ رہے گا، بدقسمتی سے کافی حدتک وہ اپنے اس ناپاک منصوبے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔

شرم وحیا کے پیکر، نبیوں کے سرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو یاد رکھو! حقیقی ترقی ان یورپین کی خرافات میں نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات میں ہے۔ مغربی معاشرے کی مادر پدر آزادی کی یہ جھلکیاں اس لئے نقل کی ہیں تاکہ جولوگ یہ کہہ کر سمجھانے والوں سے جان چھڑا لیتے ہیں کہ تھوڑا بہت تو چلتا ہے تہوار ہی تو ہے ایک ہی دن کی تو بات ہے ہم کون سے پاک وصاف ہیں اس طرح کے بیبا کی اور ناانصافی کے ساتھ جملے ادا کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ دین سے محبت اور اس کے احکام اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام کے مطابق زندگی گزارنے سے محبت کرنے والا طبقہ ان کے بھلے کی بات کر رہا ہے اگر وہ آج ہنس ہنس کر گناہ کریں گے تو کل ان کی اولاد یا اولاد کی اولاد ان مصائب اور گناہوں کی نحوست کی بنا پر دنیا میں بھی آفات کا شکار ہوں گی اور آخرت کی تباہی اس پر مزید ہوگی۔

قارئین! آپ سے اتنی گزارش آخر میں ضرور کروں گا کہ غیر مسلم آئے دن مسلمانوں کے دلوں کو توہین آمیز خاکوں سے چھلنی کر رہے ہیں اور مسلمان جو یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ سرکار کے نام پر جان بھی قربان ہے اور ہر بے ادب کی بے ادبی اور شرارت پر سراپا احتجاج ہوتے ہیں اور حقیقتاً اور ایماناً ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، ان کی مبارک پرنور ہستی سے مسلمانوں کو وابستگی ہے اور ان سے وہ اپنے ماں باپ اولاد بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کا حکم حدیث شریف میں مسلمانوں کو دیا بھی گیا ہے تو جان سے بڑھ کر عزیز ہستی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین برداشت نہ کرسکنا بلاشبہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے۔

مگر اس پہلو پر تو غور کیجئے کہ آج کے مسلمان بالخصوص ہمارے نوجوان انہیں غیرمسلموں کے ایجاد کردہ گناہوں سے بھرپور رسم ورواج اور دنوں تہواروں کے ناپاکیوں کا شکار ہیں جیسا کہ ویلن ٹائن ڈے اور اس روز بدنگاہی بے پردگی ناجائز تحائف کا لین دین اور شراب وکباب، زنا کی برائیاں عام ہوتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں۔

اس لئے خدارا ہوش کے ناخن لیں کہ شیطان کے آلہ کاروں کے نقشِ قدم پر چلنا جہنم کی راہ ہے۔ لہٰذا! اللہ رب العزت سے ڈرتے ہوئے اس کے محبوب سے شرم کرتے ہوئے اس دن اور اس کے علاوہ زندگی بھر بے حیائی بے پردگی فسق وفجور سے توبہ کرلیجئے اور آئندہ شریعت کے احکامات کی پابندی ستھری اسلامی زندگی گزارنے کا پختہ عزم کرلیجئے۔

◆◆◆

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

غیروں کے ساتھی بنتے اپنے لوگ

اورنگ زیب عالمگیر کے وصال کو ابھی نصف صدی ہی گزری تھی کہ نا اہلی اور داخلی کمزوریوں کی بنیاد پر سلطنت مغلیہ کا اقبال ڈھلتا چلا گیا۔ جس کا فائدہ اٹھا کر مختلف گورنروں/منصب داروں اور باغیوں نے جہاں تہاں خود مختار ریاستیں قائم کرلیں، انہیں میں ایک ریاست خطہ کیتھل تھی۔ (کیتھل آج ہریانہ کا ایک ضلع ہے جو کرنال اور پٹیالہ شہر کے قریب ہے) کیتھل کسی زمانے میں صوبہ سرہند کے ماتحت شہر ہوا کرتا تھا لیکن مغلوں کی کمزوری کی بنیاد پر نعمت خان نامی سردار نے یہاں اپنی خود مختار ریاست قائم کررکھی تھی۔

اس زمانے میں کیتھل میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، بڑے بڑے صوفیا اور مبلغین یہاں کی زینت ہوا کرتے تھے، سلسلہ قادریہ کے مشہور شیخ، شاہ کمال قادری (895-981ھ) کا حلقہ اثر اسی شہر میں تھا اور یہیں آپ کی وفات بھی ہوئی۔ خود مختاری کے بعد اس ریاست کا دہلی دربار سے رسمی سا تعلق تھا، انہیں بس سالانہ خراج پیش کردیا جاتا تھا، شاہ عالم ثانی اتنے پر ہی مطمئن تھے، اس لیے کسی کو جواب دہی کا ڈر تھا نہ معزول ہونے کا خوف! روپے اور طور طریقے صحیح رکھے جاتے تو ریاست کیتھل کو کوئی خطرہ نہیں تھا کہ کمزور ہی سہی مغل سلطنت کی ہیبت کی بدولت کسی کو بھی حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن خود مختاری کے خمار میں یہاں کے حکمرانوں کی زیادتی اور ظلم بڑھتا گیا۔ غیر تو غیر اپنے بھی ان کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہ سکے۔ عرصہ دراز تک لوگ ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔

جب حدیں پار ہونے لگیں تو مسلمان بھی بددل ہونے لگے، مناسب تھا کہ ان کی بے اطمینانی کو دور کیا جاتا، انہیں قریب کرکے ان کی شکایات سنیں جاتیں لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہر کے سرآوردہ لوگوں نے بھچّو (بھٹنڈا کی قریبی ریاست) کے حاکم دیسو سنگھ عرف بھائی بھگتو کو یہاں قبضہ کرنے کی دعوت دی ڈالی، دیسو سنگھ نے بھاری فوج کے ساتھ کیتھل پر حملہ کردیا مگر مسلم حکمرانوں کی عیاشی کا عالم یہ تھا کہ انہیں دفاع کا ہوش تھا نہ حملے کی اطلاع، اس لیے بڑی آسانی کے ساتھ کیتھل پر دیسو سنگھ کا قبضہ ہوگیا، مغل بادشاہ کی مداخلت کا خوف تھا اس لیے دیسو سنگھ نے دستور سابق کے مطابق مغل بادشاہ کو سالانہ خراج ادا کرنے میں کوئی آنا کانی نہیں کی اس لیے مسلم ریاست کے خاتمے سے شاہ عالم کو بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔

تخت دہلی کو خراج ملتا رہا اور دیسو سنگھ کیتھل پر حکومت کرتا رہا، مسلمانوں کے تئیں دیسو سنگھ کا رویہ ٹھیک ہی تھا لیکن مسلمانوں کے ہاتھ سے یہ ریاست ہمیشہ کے لیے نکل گئی تھی، حالانکہ جس ظلم سے بچنے کے لیے دیسو سنگھ کا ساتھ دیا، دیسو کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے اودے سنگھ کی طرف اسی ظلم کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنی حکمرانی میں ظلم تھا مگر مذہبی تعصب نہیں تھا لیکن اودے سنگھ کی جانب سے ظلم اور مذہبی تعصب دونوں برداشت کرنا پڑے، لیکن اب کیا ہوسکتا تھا چڑیا کھیت چگ چکی تھی اور ریاست مسلمانوں سے بہت دور جا چکی تھی، کیتھل کی تاریخ سامنے رکھی ہے اور میرے ذہن میں ملک کی وہ خبریں گردش کررہی ہیں جہاں مسلمان اپنوں کے ظلم وستم سے عاجز آ کر یا انتقام کی خاطر غیروں کی ٹولی کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ مسجد و مدرسہ کو نقصان پہنچانے والے ہوں یا قوم کا سودا کرنے والے، ہر ایک کے پاس تقریباً ویسے ہی عذر اور جواب ہیں جو کبھی کیتھل والوں کے پاس ہوا کرتے تھے، لیکن جس طرح اہل کیتھل کا زمانہ راحت لمبا نہیں چل سکا۔

موجودہ لوگ بھی عیش وعشرت کا دور بقیہ ص ۱۶ / پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

از: علامہ سیداولادرسول قدسی*

حضرت حزقیل علیہ السلام! ایک تعارف

صاوی شریف میں مندرج ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ کے خلیفۂ اوّل حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پھر ان کے بعد حضرت کالب بن یوحنا علیہما السلام منصبِ نبوت سے سرفراز ہوئے اور دینِ موسوی کی ترویج واشاعت میں تاحیاتِ ظاہری سرگرم عمل رہے۔ حضرت کالب بن یوحنا کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے سر پر ربِّ کائنات نے تاجِ نبوت رکھا۔ یاد رہے کہ تفاسیر کی کتابوں میں آپ کے دو القاب کا ذکر موجود ہے۔ ایک ابن العجوز اور دوسرا ذوالکفل۔

ان دونوں القاب کی وجہِ تسمیہ بھی بڑی صراحت سے بیان کی گئی ہے۔ لقب ابن العجوز کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جب آپ کی والدہ ماجدہ عالمِ ضعیفی میں تھیں اور عجوز کا معنی ہے ضعیفہ۔ تو اس طرح آپ ابن العجوز سے یاد کیے جانے لگے یعنی ضعیفہ کا بیٹا۔ ذوالکفل کا معنیٰ ہے کفالت میں لینے والا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام اس لقب سے اس لیے ملقب ہوئے کہ آپ نے انتہائی ہمت وشجاعت کے ساتھ ستر انبیائے کرام کی جانیں بچائیں جنھیں سرکش وظالم یہودی قتل کرنے کے درپے تھے، حضرت حزقیل علیہ السلام کے جرأت مندانہ اور ہمت وارانہ اقدام کا یہودیوں پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ جہاں ان ستر انبیائے کرام علیہم السلام کے قتل کی سازش یکسر ناکام ہوگئی وہیں ان میں اس بات کی بساط نہ رہی کہ وہ حضرت حزقیل علیہ السلام کو قتل تو قتل ہے ذرہ برابر کسی قسم کی تکلیف انھیں پہنچا سکیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو ذوالکفل کہا جاتا ہے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کے دورِ نبوت میں ایک مرتبہ شہر میں طاعون کی ایسی وبا پھیلی کہ لوگ اس سے پریشان ہوکر شہر چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے اور یہ سوچ کر وہاں آباد ہو گئے کہ یہاں ہم پر نہ طاعون کا اثر ہوگا اور نہ ہمیں موت سے سابقہ پڑے گا اور وہ لوگ یہ فیصلہ لیتے وقت یہ بھول گئے کہ موت کا جو وقت اور جگہ مقرر ہے اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آسکتی اس سلسلے میں قرآن مقدس میں ربِّ کائنات نے بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

”اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔
یعنی موت کا جو وقت متعین ومقرر ہے، اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوسکتی ٹھیک اسی وقت میں آئے گی ایک لمحہ قبل از وقت اور نہ بعد از وقت۔“

انھیں چاہیے تھا کہ شہر چھوڑنے کے بجائے خدا کی مشیت ورضا پر راضی رہتے ہوئے اس کی عبادت میں خود کو مستغرق رکھتے، ربِ قدیر کو ان کا یہ فعل اتنا ناگوار گزرا کہ اس نے عذاب کے فرشتے کو حکم دیا کہ تم وہاں جا کر بلند اور گرجدار آواز میں موتوا یعنی مرجاؤ کہو۔ چناں چہ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ آن کی آن میں ستر ہزار لوگوں کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کرگئیں۔ کثیر اموات واقع ہونے کی بنیاد پر نہ ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام ہوسکا اور نہ ان کی تدفین کا۔

صاوی شریف میں مرقوم ہے کہ ستر ہزار لوگوں کی لاشیں مسلسل آٹھ دنوں تک یوں ہی پڑی رہیں پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ان لاشوں سے ایسی بدبو اٹھی کہ دور دور تک لوگوں کی زندگی اجیرن بن گئی، بالآخر لوگوں نے ان لاشوں سے اٹھنے والے تعفن سے بچنے کے لیے چہار دیواری بنادی۔

اس واقعے کے چند ایّام کے بعد اللہ کے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام جب اس علاقے سے گزرے اور جب انھیں کثیر تعداد

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

میں لوگوں کی ناگہانی موت کا علم ہوا تو آپ بے حد مغموم ہوکر خداوند قدوس کی بارگاہ میں التجا کرنے لگے کہ بارِ الٰہ! یہ حضرات جنھیں تیرے قہر و عذاب نے موت کی نیند سلا دی ہے ان سب سے مجھے بے حد لگاؤ تھا اور یہ میرے دکھ درد میں شریک ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ تیرے عبادت گزار بندے تھے جو صبح و شام تیری حمد و ثنا بیان کرتے تھے لہٰذا تیری بارگاہ میں عرض یہ ہے کہ انھیں حیاتِ نو عطا فرما۔

ظاہر ہے کہ نبی کی دعا بھلا کیسے مقبول نہ ہوتی، ربِّ کائنات نے فرمایا اے میرے نبی! ان مردوں کی ہڈیوں سے کہو کہ وہ مجتمع ہوکر گوشت کا لباس پہن کر حسب سابق زندہ ہو جائیں۔ جوں ہی اللہ کے پیغمبر کی زبان فیض ترجمان سے مذکورہ جملے صادر ہوئے ان ستر ہزار مردوں میں زندگی کی لہر دوڑ پڑی۔ وہ سب کے سب از سرِ نو زندہ ہوکر برسوں تک جب تک خدا نے چاہا دنیا میں زندگی بسر کرتے رہے، سورۂ بقرہ کی بیسویں رکوع میں ربِ قدیر نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا ہے:

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔ یعنی اے محبوب کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے نکل بھاگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم سب مرجاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرما دیا بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے مگر اکثر ناشکرے ہیں۔"

مذکورہ آیت شریفہ کا سبب نزول کتبِ تفاسیر میں یوں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے، اسی اثنا میں دو یہودی آپ کے عقب میں بیٹھے کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہے تھے، بعد فراغتِ نماز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تم لوگ کچھ دیر پہلے آپس میں کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے مجھے بھی بتاؤ۔ ان یہودیوں نے بتایا کہ ہم حضرت حزقیل علیہ السلام اور ان کے اس عظیم معجزے کا ذکر کر رہے تھے کہ آپ کی دعا سے ربِ کائنات نے ستر ہزار مردوں کو زندہ فرمایا، اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلام ربّانی میں تو ہم نے حضرت حزقیل علیہ السلام کا ذکر نہیں پایا چہ جائیکہ ان کے معجزے کا تذکرہ موجود ہو۔ البتہ قرآن مجید میں روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ضرور ہے۔

یہودیوں نے کہا کہ قرآن مقدس میں ربِ کائنات نے جو یہ فرمایا ہے وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (یعنی ہم نے بہت سے رسولوں کے قصے بیان نہ فرمائے) اس آیت میں مذکور "رسلاً" میں حضرت حزقیل علیہ السلام بھی داخل ہیں، اس واقعے کے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر جب یہ ساری سرگزشت سنائی تو ربِ کائنات نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ سطورِ بالا میں پیش کیا گیا۔

درمنثور میں مندرج ہے کہ چند ایسے پیغمبرانِ خدا گزرے ہیں کہ جن کے ذریعے مردہ زندہ ہونے کا ثبوت صراحتاً قرآن مقدس سے ملتا ہے، ان میں سے ایک حضرت حزقیل علیہ السلام ہیں کہ جن کے ذریعے ستر ہزار مردے زندہ کیے گئے جیسا کہ حضرت عطا ابن ابی رباح کا قول ہے۔

دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ جن کے ذریعے چار جانور بعد ذبح قیمہ بنائے جانے کے باوجود زندہ کر دیئے گئے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۶۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ یعنی اور جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا، اللہ نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں، ابراہیم نے عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار

آجائے، فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انھیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

تیسرے حضرت عزیر علیہ السلام ہیں جن کے ذریعہ مردہ گدھا زندہ کیا گیا جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۹ رمیں فرمانِ خداوندی ہے:

''وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ یعنی اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انھیں اٹھان دیتے پھر انھیں گوشت پہناتے ہیں۔''

چوتھے روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کا قول سورۂ آل عمران کی انچاسویں آیت میں ربِ قدیر نے یوں ارشاد فرمایا:

''اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یعنی میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔''

پانچویں ہمارے آقا و مولیٰ حضور پرنور ﷺ ہیں جنھوں نے جہاں بہت سے مردوں کو زندہ فرمایا، وہیں نہ صرف یہ کہ اپنے والدین کریمین حضرت بی بی آمنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کو زندہ فرمایا بلکہ انھوں نے زندہ ہو کر کلمہ پڑھ کر سرورِ عالم ﷺ کی تصدیق کی جیسا کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب اپنی تصنیف لطیف ''تذکرہ'' میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں حجون کی گھاٹی پر گزرے تو میں نے آپ کو غمگین اور اشک بار دیکھا تو میری آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہونے لگے پھر آپ کچھ دیر کے بعد میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے مقدس لبوں پر مسکراہٹ کی کلیاں دیکھ کر میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان ہوں۔ کیا بات ہے کہ کچھ دیر پہلے مغموم تھے اور اب بے حد خوش نظر آرہے ہیں، اس کا کیا سبب ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی والدہ حضرت بی بی آمنہ کی قبر کی زیارت کے لیے گیا اور میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی کہ مولیٰ! تو میری والدہ کو زندہ فرمادے تو اس نے اپنے کرم سے ان کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

یہاں صرف آپ کی والدہ ماجدہ کا ذکر ہے لیکن ''الاشباہ و النظائر'' میں آپ کے والدین کریمین دونوں سے متعلق درج ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے آپ کے والدین کریمین اپنی اپنی قبروں سے نکل کر آپ پر ایمان لائے اور پھر اپنی قبروں میں واپس چلے گئے، اس سلسلے میں حضرت حافظ شمس الدین دمشقی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ کلام میں ایک شعر یہ ہے: ؎

فاحیا امہ و کذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ پر ایمان لانے کی غرض سے اپنے فضلِ لطیف سے زندہ فرمادیا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے شرحِ مشکوٰۃ میں جہاں یہ فرمایا کہ رسولِ گرامی وقار ﷺ کے والدین کو خداوند قدوس نے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے وہیں یہ بھی فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث کو صحیح بتانے والوں میں امام قرطبی اور شام کے حافظ الحدیث ابن ناصر الدین بقیہ ص ۴۴ ر پر

اسلاف و اخلاف

از: عالمہ اے رضویہ*

شان خواجۂ خواجگاں! بزبانِ امام احمد رضا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہیں
اے حسؔن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

کچھ جاہل اور فتنہ وفساد کرنے والے اور تاریخ سے رہنے والے حاسدوں کی جانب سے سیدنا امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ افواہ پھیلانے کی ناکام کوشش کی گئی کے آپ کو سیدنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی عقیدت و محبت نہیں تھی، نہ آپ نے کبھی بارگاہِ غریب نواز کی شان میں کچھ لکھا، اس غلط افواہ کے کئی مسکت جوابات دیئے جاچکے ہیں، ان میں سے چند آپ حضرات پڑھیں اور ہماری سُنّی عوام کے نوعمر بچوں کو بھی اِس بات سے آگاہ کریں ورنہ آنے والے لوگ نہ جانے اُنھیں کیا بتائیں، ابھی سے اپنے بچوں کے ایمان وعقائد کو اور مسلک اعلیٰ حضرت کا دامن تھمائے رکھو، اللہ تعالیٰ ہماری آنے والی نسلوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت فرمائے، آمین۔

سچ فرمایا حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے ممدوح مکرم حضرت علامہ قاضی محبوب صاحب نقشبندی مجددی امروہوی نے کہ: نقشبندی جب بگڑتا ہے تو وہابی ہوتا ہے اور چشتی جب بگڑتا ہے تو رافضی ہوتا ہے، حضور اعلیٰ حضرت کے بارے میں سیدنا غریب نواز کے تعلق سے جنھوں نے یہ واویلا مچایا ہے، وہ اِسی طرح بگڑے ہوئے خود کو چشتی کھلانے والے چشتی ہے جو کے اصل چشتی ہی نہیں، جبکہ حضور اعلیٰ حضرت وہ سوادِ اعظم یعنی جماعت اہل سنت کی وہ عظیم الشان امانتِ اولیا اور ہدایت کا سرمایہ ہیں جن پر جماعت اہل سنت ہمیشہ فخر کرتی ہے اور تا قیامت فخر کرتی رہے گی، سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر شریف کے قیام کے دوران جمعہ مبارک پڑا۔

اعلانِ عام ہوا کے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت بریلی درگاہِ معلیٰ اجمیر مقدس میں مسجد شاہجہانی کے اندر جمعہ کے پہلے حضرت خواجۂ ہند کی شانِ ولایت پر بیان فرمائیں گے، اس جمعہ کو کئی گھنٹے پہلے ہی نمازیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا، یہاں تک کہ مسجد عظمی پوری بھر گئی اور آس پاس کی خالی جگہ بھی بھر گئی۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے اعلان کے مطابق جمعہ سے پہلے خواجۂ پاک کی عظمت پر وعظ شروع ہوا، وعظ اتنا بصیرت افروز اور پر مغز تھا کے عوام جھوم جھوم اُٹھے، اِنھیں میں شہنشاہِ دکن میر عثمان علی صاحب، نظام سابع حیدرآباد بھی موجود تھے، وہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل آفرین بیان سُن کر مچل اُٹھے، کافی تاخیر سے جمعہ ہوا، اعلان ہوا کے باقی بیان بعد نمازِ عشا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِسی مسجد شاہجہانی میں فرمائیں گے، لوگ خوشی سے جھوم اُٹھے، چنانچہ بعد نماز عشا سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان شروع کیا، رات کا کافی حصہ گزر گیا، مجمع کے اندر نظام حیدرآباد بھی بیٹھے سُنتے رہے چونکہ نظام حیدرآباد حضرت سیدنا خواجۂ پاک کے بہت زیادہ معتقد تھے، عُرسِ مقدس میں شریک ہوتے تھے، اِس کے علاوہ وہ سال میں کئی بار اجمیر شریف حاضر ہوتے تھے، اُنھوں نے اپنی عقیدت کی یادگار درگاہِ معلیٰ میں نظام گیٹ" کی صورت میں تعمیر کر کے ظاہر کیا جو آج بھی موجود ہے، نظام حیدرآباد نے اپنے مرکزِ عقیدت حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل و براہین سے مزین پر مغز بیان سُن کر جھوم اُٹھے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتقد ہو گئے اور اور آپ کی خدمت میں مملکت کے صدر الصدور کا عہدہِ جلیلہ پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت مظہر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ نے ابتدا میں فرمایا: میں اِس کا اہل نہیں ہوں، نظام سکتہ میں رہ گئے،

* مضمون نگار مرکز جامعہ نظامیہ صالحات کرلا، ممبئ کی معلمہ ہیں۔

یہ درخواست 3/ بار پیش کی مگر اعلیٰ حضرت نے یہی جواب دیا، شاہوں کا مزاج پل میں بدلتا رہتا ہے (کبھی سلام پر رنجیدہ تو کبھی گالیوں پر انعام) اسی وجہ سے وہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن بن گئے، ان کی سیاست والی پیش کش کو اعلیٰ حضرت نے نامنظور کیا جس کی وجہ سے حیدرآباد پہنچے تو اعلیٰ حضرت پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی، یہاں یہ بات کافی پھیلتی مگر عنوان کی طرف آتے ہیں، اُس وقت تقریر کے بعد خدّام بہت خوش ہوئے اور آپ کے دیوانے ہو گئے، اُن میں سے کئی حضرات کو اعلیٰ حضرت نے اپنی خلافت سے نوازا یا مرید کیا، اُن کو سلسلے چشتیہ میں کیا، اُن کی اولادیں آج بھی موجود ہیں۔ ؎

گلشن ھند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ زیبا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جو خراج عقیدت پیش کیا ہے، اس کو تاریخ نہیں بھلا سکتی، دشمنانِ رضا اسے چاہے کتنا بھی چھپانے اور فتنہ کرنے کی کوشش کریں مگر حقیقت میں اسے کون چھپا سکتا ہے جسے رب ظاہر فرما دے، اللہ رب العزت اپنے محبوب بندوں سے اپنے محبوب بندوں کی شان بیان کراتا ہے اور ان کی باتیں لوگوں کی روحوں میں اترتی ہے اور اسی طرح سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی ہمارے دلوں میں خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے کو اجاگر فرمایا، بلکہ میں یہ بھی کہہ دوں کہ: ابن وہاب کی پیداوار نجدیوں نے جس طرح جنت البقیع شریف کے مزاروں کی توہین کر کے انھیں شہید کروایا اور میدان کر دیا، اس کے چیلے ہند میں بھی اسی ناپاک ارادے سے اولیا اللہ کے مزاروں اور گنبد شریف کو بھی شہید کر دیتے اگر ہند میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے دین کے سچے مجاہد سپاہی نہ ہوتے اور ان کے گندے عقیدے عوام کے سامنے پیش نہ کرتے۔ (کافر کہنا اور ہے کافر بتانا اور ہے۔)

خواجہ غریب نواز کا غلام بننے سے انکار گمراہی ہے

کسی نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کسی نے اپنے مدرسے کے گیٹ پر، رسید پر، بورڈ پر اجمیر کے ساتھ شریف نہ لکھا، یا اصلی نام ''غلام معین'' الدین کے بجائے ''غلام'' لکھا تو یہ خلاف اہلِ سُنّت ہے یا نہیں۔؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اجمیر شریف کے نام کے ساتھ شریف نہ لکھنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزی، حیاتِ ظاہری و مزارِ انور پر جس کے سبب (مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) اور وہ وجہ شرافت نہیں جانتا تو وہ گمراہ بلکہ عدو اللہ (اللہ کا دشمن) ہے اور اگر اس وجہ سے کہہ رہا ہے کہ وہ وہابی ہے تو وہابیت کفر ہے اور اگر کسی نے ''غلام معین الدین'' سے ''معین الدین'' ہٹا دیا اس وجہ سے کہ اُن کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور حدیث شریف کے حکم کے مطابق اللہ کا دشمن ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اگر وہابی ہونے پر تو وہ زندیق بے دین مرتدین ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد 6/صفحہ 188-187)

فیض پاتے ہیں عشاق شام و سحر
روضۂ پاک تکتے ہیں شمس و قمر

سرزمین ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے لاکھوں مشائخ، علما اور صوفیا نے نمایاں خدمات اور کارنامے انجام دیئے ہیں، ان کے وجود مسعود کی برکتوں نے لوگوں کو متاثر کیا اور ظلمت کدۂ شرک کو حق و صداقت، توحید و رسالت کے نور سے منور کیا، ان ستودہ ہستیوں میں سب سے زیادہ روشن نام شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان، سلطان الہند، عطائے رسول ﷺ، امام اربابِ طریقت، پیشوائے اصحابِ حقیقت، معینِ حق و ملت حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، آپ کا دوامِ اسلامیان ہند کے دلوں پر آج تک ثبت ہے اور آپ کا تذکرہ تاریخِ ہند کی مقدس امانت بن چکا ہے، ہندوستان کے عظیم تاجداروں کی حکمرانی اور رعب و دبدبہ کا دور ختم ہو چکا ہے مگر ہند کے راجا حضرت خواجہ کی روحانی عظمت و سطوت کی حکمرانی آج بھی قائم ہے، سبحان اللہ!

تقریباً آٹھ سو سال کا عرصہ گزر گیا، بے شمار انقلابات رونما

اسلاف و اخلاف

ہوئے، ہزاروں تاجدار آتے جاتے رہے مگر اجمیر مقدس کی سر زمین اجمیر کے تاجدار کی شوکت اور محبوبیت و مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا اور اقتدار والے، فاقہ مست درویش سب کی جبینِ نیاز خواجہ کے آستانے پر جھکتی رہی اور بلا تفریقِ مذہب وملت ہر ایک کے دل میں حضرت خواجہ کی عظمت وعقیدت ومحبت کا چراغ جلتا رہا، ہر ایک زبان ثنائے حضرت خواجہ سے تر ہے، سلاطینِ وقت ہوں یا صوفیائے طریقت، اولیائے امت ہوں یا علمائے ملت سب نے اپنے اپنے انداز میں اپنی اپنی بساط کے مطابق حق ثنا خوانی ادا کرنے کے لئے زبان وقلم کو جنبش دیا اور اوصاف و کمالات حضرت خواجہ بیان کئے، اس مقام پر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ثنائے حضرت خواجہ سے زبانِ امام احمد رضا خاموش ہو، جن کی زندگی کی ہر ہر ادا سے مدحت وانبیائے کرام واولیائے عظام عیاں ہے، جن کی زبان اور بیان کو یہ شرف سند حاصل ہے کہ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

آج اگر کچھ لوگ تعصب بغض وحسد کے شکار ہیں بظاہر وہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفادار در حقیقت مسلک خواجہ ورضا کے غدار اور خدا کے قہر وغضب کے حقدار ہیں، کیونکہ ان کا یہ الزام ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ ہند کی عظمت ورفعت کے خطبے نہیں پڑھے ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

تو سن لو تم نے اعلیٰ حضرت کو جانا ہی نہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھنے کے لئے اعلیٰ نظر ونسل اور اعلیٰ ایمان چاہئے اور عطائے رسول سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت جیسی زبان اور قلم چاہئے، غداروں جھوٹ بولنا بند کرو اور بنا ثبوت بکواسیں کرنا بند کرو، سنو میرے بریلی والے اہل سنت کے امام کیا فرماتے ہیں، اپنی کتاب مستطاب فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک سوال کے جواب میں حضور غوث اعظم کی دستگیری اور خواجۂ خواجگان معین الدین حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیوض و برکات اور شان غریب نوازی کو بڑے جامع اور عمدہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم، ص43)

یہ اور اس کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کئی عبارتیں "مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا" میں نقل کی گئی ہیں، وہاں دیکھی جا سکتی ہیں، ہمیں یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ امام احمد رضا خواجہ غریب نواز کے ایسے عقیدت مند بلکہ عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے ہیں، ان کی قرار واقعی شان کو اجاگر کرتے اور ان پر کیے گئے کسی طرح کے اعتراض کا دندان شکن جواب بھی دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے جہاں یہ واضح ہے کہ حضرت خواجہ ہند کے بادشاہ، حق کی اعانت کرنے والے، دین کے مددگار اور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وہیں آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز کا دفاع کر کے آپ کے مخالفین کا رد بھی کیا ہے۔ ؎

دھوم تھی ہند میں کفر واوہام کی
منتظر تھی زمیں حق کے پیغام کی
گونج اٹھی اذاں خواجۂ خواجگاں
آپ آئے بہار آئی اسلام کی

◆◆◆

ص ۵۳ ر کا بقیہ.........................

نہ جانے کس گھڑی آئے پیام طیبہ سے
ہمیشہ دیکھتا رہتا ہوں میں گھڑی کی طرف
مرے حضور کی آمد سے لوٹ آیا جہاں
"خدائے واحد و یکتا کی بندگی کی طرف"
خیال وخواب میں رہتا ہے ہر گھڑی طیبہ
عجب کھنچاؤ ہے دل کا در نبی کی طرف
غم حضور میں یوں مبتلا ہوئے فیضیؔ
پلٹ کے دیکھا نہیں دنیوی خوشی کی طرف

از: مولانا محمد آل مصطفی مرکزی*

حضرتِ خاکی بابا اپنے کشف وکرامات کے آئینے میں

مجذوب کامل حضرت الحاج الشاہ نعمت علی خاکی بابا علیہ الرحمہ کی ذاتِ ستودہ صفات عارفانِ حق میں محتاج تعارف نہیں جن کا باطن اس قدر صاف وشفاف تھا کہ ہر آنے والے کے دل کی تحریر بڑی آسانی سے پڑھ لیتے اور حسبِ آرزو تکمیل آرزو فرماتے۔ آپ کی ولادت طیبہ ۱۲۷۸ ہجری ددری گاؤں موجودہ ضلع سیتامڑھی میں ہوئی بچپن میں ہی والدہ کے سایہ کرم سے محروم ہو گئے تو اپنے نانیہال پنڈول بزرگ آ گئے اور یہیں پوری پرورش ہوئی کرامات کا ظہور ایام طفولیت سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

سیدی سرکار اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کرامات اولیا کا انکار گمراہی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۴، ص ۳۲۴)

کرامت کی قسمیں

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کرامات اولیا کے موضوع پر اپنی تصنیف شدہ کتاب جامع کرامات اولیا کی ابتدا میں کرامت کی ستر سے زیادہ اقسام کو بیان فرمایا ہے۔

بعد وصال بھی کرامت

اولیاء اللہ سے ان کے وصال کے بعد بھی کرامات ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت امام ابراہیم بن محمد باجوری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جمہور اہل سنت کا یہی موقف ہے کہ اولیا کرام سے ان کی حیات اور بعد الممات یعنی دنیا سے جانے کے بعد بھی کرامات کا ظہور ہوتا ہے، فقہ کے چاروں مذاہب میں کوئی ایک بھی مذہب ایسا نہیں جو وصال کے بعد اولیاء کی کرامات کا انکار کرتا ہو بلکہ بعد وصال کرامات کا ظہور اولی ہے کیونکہ اس وقت نفس کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔ (تحفۃ المرید، ص363)

زمانہ نبوت سے آج تک اہل حق کے درمیان کبھی بھی اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہوا سبھی کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیائے عظام کی کرامتیں حق ہیں، ہر زمانے میں اللہ والوں سے کرامات کا ظہور ہوتا رہا اور ان شاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا کبھی بھی اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔

آپ کی اک نگہ کرم نے نہ جانے کتنوں کی ٹیڑھی قسمت کو سیدھی کر دی، کتنے خاطی کو نیکوکار بنایا، کتنے قلبِ ویراں میں محبت رسول کی شمعیں روشن کیں، کتنوں کو توحید کا سبق سکھایا، مدرسوں کا وقار بچایا، طالبانِ علوم نبویہ کیلئے نگاہوں کے فرش بچھائے، علما کا احترام بجالانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور جذبی کیفیت کے باوجود شریعت کی پاسداری اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں کوئی لمحہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی شک وشبہ ذہن وفکر کے کسی گوشے میں سر ابھارتا فوراً مجدد اعظم، فقیہ اسلام، عالم اہل سنت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے استفتا فرماتے اور وہاں سے جو جواب آتا، اس پر ہی عمل کرتے فتاویٰ رضویہ شریف کے کئی حصوں میں آپ کا استفتا موجود ہے کیف وجذب کے باوجود جہاں حضرت خاکی بابا کا شرع شریف پر مداومت، تصلب فی الدین اور دین وسنیت پر استقامت کی روشن دلیل ہے وہیں امام احمد رضا قادری کی عبقریت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ علما، مشائخ، دانشورانِ قوم اور فقیہانِ حرم کے علاوہ اپنے وقت کا مجذوب کامل بھی اس بارگاہِ فیض سے اکتسابِ فیض کر رہا ہے۔

حضور اعلیٰ حضرت اور حضور خاکی بابا کا زمانہ ایک ہے مگر دونوں بزرگوں کی ملاقات نہ ہو سکی تاہم ایک دوسرے بزرگ میں غائبانہ تعارف خوب تھا اور ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھی بھیجا کرتے تھے محدث اعظم بہار، استاذ العلماء، رئیس المحدثین

* مضمون نگار محمد پور مبارک، پرشوتم پور، ضلع مظفر پور کے متوطن ہیں۔

حضرت علامہ الشاہ مفتی احسان علی حامدی فیض پوری علیہ الرحمہ جامعہ منظر اسلام کے طالبِ علم تھے اور یہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان بیچ کی کڑی تھے، چھٹی کے ایام گزار کر جب بریلی شریف کے لئے عزم سفر باندھتے تو حضرت خاکی بابا کی بارگاہِ عظمت میں حاضری دیتے تو حضرت خاکی بابا، اعلیٰ حضرت قبلہ کی بارگاہ میں تحفہ بھیجتے اور محدث صاحب جب وہ تحفہ پیش کرتے تو سرکار اعلیٰ حضرت بے پناہ مسرتوں کا اظہار فرماتے اور کیف کے عالم میں قبول فرماتے اور جب حضرت خاکی بابا کے لئے حضرت محدث صاحب قبلہ، حضور اعلیٰ حضرت کا تحفہ لے کر آتے تو آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہوتی، سر پہ رکھتے اور رقص کرتے ہوئے اپنی خانقاہ میں تشریف لاتے اور مہینوں بطورِ تبرک اسے استعمال کرتے اور ہر آنے والے کو وہ تحفہ عنایت کرتے اور کہتے دیکھو مجدد وقت نے تحفہ بھیجا ہے اور بار بار فرحت ونشاط کا اظہار فرماتے۔

حضرت کی قوّتِ کشف کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ محدث صاحب قبلہ اپنے گھر فیض پور سے اعلیٰ حضرت کا عطا کردہ تحفہ لے کر چلتے ادھر خاکی بابا کو علم ہوجاتا کہ مولانا احسان علی تحفہ لے کے آرہے ہیں۔

حضرت محدث صاحب کے گھر میں شادی تھی اور اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ شادیوں میں ہانڈی میں دہی جما کر بھیجا جاتا تھا، حضرت خاکی بابا نے چند ہانڈی دہی اپنے خادم کی معرفت حضرت محدث صاحب کے گھر بھجوایا، حضرت محدث صاحب کے گھر جانے سے پہلے ایک چھوٹی سی ندی پڑتی تھی خادم نے ہانڈی سے دہی نکالا اور کھالیا اور اس میں ندی کا پانی ملادیا جب شام کو حضرت خاکی بابا حضور محدث صاحب کے گھر پہونچے تو عصائے مبارک کو زمین پر مارتے ہوئے ارشاد فرمانے لگے: رے حرمونی کا دہی کھائے تہ کھائے پانی کا ہے ملائے (تم نے دہی تو کھایا پانی کیوں ملایا) حاضر باش لوگ حیرت واستعجاب کے سمندر میں غرق ہیں کہ حضرت کیا فرمارہے ہیں، حضرت محدث قبلہ عرض گزار ہوئے کہ حضور بات کیا ہے، کیوں نالاں ہیں، ہوا کیا ہے تب حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ نے افشائے راز کیا کہ جس کو میں نے دہی لے کر بھیجا تھا، راستے میں اس نے ہانڈی سے دہی نکال کر کھایا اور اس میں پانی بھی ملادیا ظاہر ہے کہ جب وہ دہی میں پانی ملا رہا تھا تو حضرت اپنی خانقاہ میں جلوہ فرما تھے لیکن قوتِ کشف کا یہ عالم کہ خانقاہ میں بیٹھ کر خادموں کی نازیبا حرکتوں کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کے ولیوں کی طہارتِ قلب اور صفائی دل کا یہ حال کہ اپنی خانقاہ میں رہ کر لوگوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھتے ہیں تو پھر نبی کونین رحمتِ دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ نبوت کا کیا حال ہوگا حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حدیث قدسی ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ جب میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کا ہاتھ، اس کا کان، اس کا پاؤں اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں ماضی قریب میں اس حدیث پاک کا پیکر جمیل دیکھنا ہو تو محسوس نگاہوں میں حضرت خاکی بابا کی باکمال شخصیت کو دیکھیں پنڈول شریف سے دس پندرہ کیلومیٹر کے فاصلے گرہول بستی واقع ہے جہاں بشارت کریم نامی ایک مولوی صاحب تھے اور خوب دعا تعویذ کیا کرتے تھے، حالانکہ ان کا رشتہ علمائے دیوبند سے تھا ایک مرتبہ وہ جنات کے دامِ فریب میں آگئے ہوا یوں کہ ایک شخص آسیب زدہ تھا اس کے گھر کے لوگ اس شخص مذکور کو مولوی بشارت کریم کے یہاں لے کر گئے، ابھی یہ لوگ راستے میں ہی تھے کہ جن اس کے جسم سے جدا ہو کر مولوی صاحب کے یہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ ایک بات بتائیں کہ اگر کوئی کسی گھر میں رہتا ہو تو بلاوجہ اس گھر سے نکالنا کیسا ہے تو مولوی بشارت کریم صاحب جواباً کہنے لگے یہ تو شرعاً درست نہیں ہے یہ سن کر وہ جن پلٹا اور پھر سے اس شخص پر سوار ہوگیا جب سبھی لوگ مریض کو لے کر مولوی بشارت کریم کے پاس پہنچے اور انہوں نے جیسے ہی جھاڑ پھونک شروع کیا تو جن کہنے لگا حضرت ابھی تو آپ نے مسئلہ بتایا ہے کہ یہ شرعاً جائز نہیں اور وہ کام خود ہی کررہے ہیں۔

اب تو مولوی بشارت کریم سناٹے میں آگئے اور کہنے لگے

اسے حضرت خا کی بابا کے پاس لے جاؤ سب لوگ اسے خا کی بابا کے پاس لے کر چلے پھر اس نے وہی حرکت شروع کی جو پہلے کر چکا تھا مریض کے جسم سے الگ ہو کر حضرت خا کی بابا کی بارگاہ میں پہنچا اور جیسے ہی مسئلہ دریافت کیا حضرت نے بال پکڑا اور فرمایا: رے حرمونی کا ہمرے بشر تا سمجھے ہے اور پھر عصا سے دو چار عصا لگایا تو گرگراتے ہوئے کہنے لگا حضور چھوڑ دیجئے، اب میں اس مریض کو تنگ نہیں کروں گا اور پھر غائب ہو گیا کچھ لمحے بعد لوگ مریض کو لے کر حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت خا کی بابا نے ارشاد فرمایا کہ: رے حرمونی کا جوتورا مریض تہ ٹھیک ہو گیلو۔ (تم لوگ جاؤ تمہارا مریض اچھا ہو گیا)

دینی ہمدردی اور گستاخی کی سزا

ہر زمانے میں محبان اسلام، علمائے کرام اور عاشقان رسول سے باطل قوتوں نے بغض وعناد اور دشمنی کا کوئی لمحہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا مگر ان کور باطنوں کو کیا خبر کہ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی مٹھی میں نظام کائنات کی دھڑکنیں ہیں اور کیوں نہ ہو جس کے دل میں خشیت الٰہی اور خوف خدا جاگزیں ہو، جن کی زندگی کے شب و روز رضائے الٰہی کے حصول میں گزرتے ہوں، جن کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور زندگی کی ہر ساعت حکم الٰہی کے عین مطابق ہو۔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

چنانچہ کچھ مخالفین نے آپ کو بھی جان سے مارنے کی سازشیں کیں۔ مگر جب تمام حربے آزمانے کے بعد بھی وہ ناکام ونامراد ہو گئے تو ان لوگوں نے ایک ساحرہ عورت کو اپنے دام فریب میں لے کر اور روپے کی لالچ دے کر تیار کیا تا کہ حضرت کی زندگی کا قصہ تمام کیا جاسکے۔ معاذ اللہ حرص وطمع کی جال میں پھنس کر وہ ساحرہ عورت تیار بھی ہو گئی اور پلان بنا کر حضرت کی خانقاہ میں پہنچ گئی حضرت خا کی بابا کے ساتھ حضرت مولانا ولی الرحمن صاحب پوکھریروی بھی موجود تھے۔ ساحرہ نے کہا ہو خا کی بابا آج میرے گھر آپ کی اور مولانا ولی الرحمن صاحب کی دعوت ہے، حضرت نے فرمایا، ٹھیک ہے جاؤ منظور ہے، رات ہوئی اور جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت خا کی بابا مولانا ولی الرحمن صاحب کو ساتھ لے کر ساحرہ عورت کے گھر پہنچ گئے۔ پلاننگ کے تحت ساحرہ نے کھانے میں زہر ملا دیا اور حضرت کے سامنے پیش کیا کھانے میں روٹی اور مچھلی تھی، حضرت نے جیسے ہی روٹی توڑ کر مچھلی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا کہ مچھلی کی بوٹیاں تڑپنے لگیں، حضرت نے فرمایا اے بڑھیا تو نے کھانے میں زہر ملا دیا ہے۔ ساحرہ نے انکار کرتے ہوئے کہا نہ خا کی بابا نہ، آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا تو خود سن لے مچھلی کی بوٹی کہہ رہی ہے ہو خا کی نہ کھا ہو ولی نہ کھا۔ آپ نے غضب ناک نگاہوں سے ساحرہ عورت کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اگر خا کی کو جان سے ماردیتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر مولانا ولی دنیا سے چلے جاتے تو اسلام کا کتنا بڑا نقصان ہوتا، یہی مولانا سب دین کی بات اور شریعت کا مسئلہ بتاتے ہیں، پھر کیا تھا جلال بھری نگاہوں سے دیکھا ادھر یک لخت بڑھیا کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی اور کچھ ہی دنوں کے بعد وہ عورت مر گئی۔

اس واقعہ سے جہاں آپ کی زندہ کرامت کا پتہ چلتا ہے، وہیں ایک عالم دین کی قدر ومنزلت اور ان کے تئیں سچی محبت و انسیت اور ہمدردی کا درس بھی ملتا ہے۔ مشہور ہے کہ نہواں ضلع سیتامڑھی کا کوئی شخص حضرت خا کی بابا سے ملنے کیلئے پنڈول آیا تو وہاں کے مشہور دیو بندی مدرسہ اشرف العلوم کے ناظم نے اس سے کہا کہ جا رہے ہو تو خا کی بابا سے ہمارے مدرسہ کے لئے کچھ مانگ کر لانا وہ شخص حاضر ہوا اور جب جانے کی اجازت چاہی تو خا کی بابا نے فرمایا کہ تم سے کہا گیا تھا کہ مدرسہ کے لئے کچھ مانگ کر لانا تم بھول گئے انار کے درخت کی چند ٹہنی توڑ کر حضرت خا کی بابا نے اس کو دے دیا جھولے میں رکھ کر وہ چلا گیا اور پھر دینا بھول گیا کئی دنوں کے بعد ناظم کے مطالبہ پر جھولا سے سوکھی ٹہنی نکال کر دے دیا جسے مدرسہ کے صحن میں لگا دیا گیا۔ قدرت الٰہی سے اس میں جان آ گئی اور لہلہاتا ہوا ہرا بھرا درخت ہو گیا اور برسوں پھل دیتا رہا۔

حضرت مجی بانی ومہتمم اول مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا کے

عہد میں حضرت صدرالافاضل، مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی اور مخدوم الملت سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمہم اللہ جلسہ میں تشریف لائے مدرسہ کے کمرہ میں دونوں بزرگوں کا ایک ساتھ قیام تھا انھوں نے لیچی و دہی کھانے کا اشتیاق ظاہر کیا مظفر پور کی لیچی مشہور ہے لیکن وہ لیچی کا موسم نہیں تھا۔

کچھ ہی دیر میں امام الکاشفین فی عصرہ حضرت بابرکت خاکی بابا ایک توانا مزدور کے ساتھ ایک بڑے ٹوکرے میں تازہ لیچی اور تازہ دہی لیکر تشریف لائے اور فرمایا آپ حضرات لیچی و دہی کی خواہش رکھتے تھے لیجئے حاضر ہے تناول فرمائیے، حضرت خاکی بابا کی زندہ کرامت:۔ پوکھیریرا شریف شمالی بہار کی ایک علمی بستی مانی جاتی ہے دینی اور عصری علوم سے آراستہ شخصیتوں کی کمی نہیں جسے اعلیٰ حضرت کے محب خاص مترجم قرآن حضرت مولانا شاہ عبدالرحمن قادری کے گاؤں ہونے کا شرف حاصل ہے اور شمالی بہار میں دین حنیف کی خدمت اور مسلک رضا کا فروغ آپ کا اصل اہداف رہا، ہر سال نسلوں کے ایمان وعقیدے کے تحفظ اور اصلاح اعمال کے لیے جلسے کراتے اور جلسے میں علما کا انتخاب حضور اعلیٰ حضرت فرماتے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے بینر تلے پورے ملک میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہو رہی تھی تو شمالی بہار میں حضرت مجی کو اس کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا اور پوکھیریرا شریف میں تین روزہ اجلاس ہوا جس میں پورے برصغیر سے بہ شمول پاکستان و بنگلہ دیش باون علما، مشائخ اور سادات کرام کو مدعو کیا گیا، اس وقت لاوڈ اسپیکر کا رواج نہیں تھا، اس لئے گاؤں میں الگ الگ چار منبر فاصلے فاصلے سے تیار کئے گئے اور عوام کی اس قدر کثرت ہوئی کہ جس طرف نظر جاتی تاحد نگاہ انسانی سروں کا سیلاب دکھائی دیتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری بستی کے کنوئیں اور تالاب کا پانی خشک ہو گیا، اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت مجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دوست امام الکاشفین فی عصرہ حضرت بابرکت الحاج الشاہ نعمت علی خاکی بابا علیہ الرحمہ کو لے کر مدرسہ نورالہدیٰ کے مغربی حصہ میں پہنچے جہاں سے ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی اور وہ بھی خشک ہو چکی تھی حضرت خاکی بابا نے اپنے ہاتھ میں کدال پکڑا اور ایک ہی ضرب لگائی تھی کہ صاف وشفاف پانی کا چشمہ ابل پڑا اور سارا مجمع اس پانی سے سیراب ہونے لگا۔

اس سال حضور حجۃ الاسلام، شیخ المحدثین حضرت محدث سورتی، مفتی عبدالسلام جبلپوری، صدرالافاضل، ملک العلما، شاہ ابونصر حمداللہ کمال پشاور، سید شاہ دیدار علی الوری، مولانا وصی احمد سہسرامی، حضرت صدرالشریعہ، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور سید قطب الدین برہمچاری علیہم الرحمہ جیسی نادر اور عبقری شخصیات کی تشریف آوری ہوئی اور تین شبانہ یوم علما کی تقاریر ہوتی رہیں۔

بدعقیدہ مولوی کی زبان گنگ ہوگئی، عمدۃ المحققین پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمود احمد صاحب قبلہ رفاقتی، سجادہ نشین خانقاہ امین شریعت بھوانی پور مظفر پور نے فقیر تذکرہ نگار سے حضرت ممدوح کی ایک کھلی کرامت بیان فرمائی کہ حضرت خاکی بابا اور حضرت ولی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کسی بارات میں تشریف لے گئے، اتفاق سے بارات جس گاؤں میں گئی وہاں کی مسجد پہ وہابی امام قابض تھا، جمعہ کا دن تھا۔ حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا، ہو ولی چل نہ جمعہ کی نماز پڑھ نہ لِ (مولانا ولی چلیے نا جمعہ کی نماز پڑھ لیجئے) مولانا نے فرمایا حضرت اس مسجد میں وہابی مولوی امامت کرتا ہے اور ہم سنیوں کی نماز بدعقیدہ مولوی کی اقتدا میں درست نہیں ہوگی۔

لہٰذا ہم لوگ جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز ادا کریں گے، حضرت نے فرمایا ہو ولی چل نہ تو ہی امامت کر دیہہ (مولانا ولی چلئے آپ ہی امامت فرمائیں گے) چنانچہ دونوں بزرگ مسجد میں پہنچے اور اپنی اپنی سنتیں ادا کیں، جب خطبہ کا وقت ہوا تو بدعقیدہ مولوی منبر پہ چڑھ گیا۔ حضرت خاکی بابا نے جیسے ہی اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی اور ایک حرف بھی نہ ادا کر سکا پھر حضرت نے فرمایا ''ہو ولی تو پڑھاوَ نہ اُو کے نہ پڑھاوے آو ہے (مولانا ولی آپ پڑھائیے اسے پڑھانا نہیں آتا ہے) حضرت کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا ولی الرحمن صاحب نے خطبہ پڑھا اور امامت فرمائی۔

خداوند قدوس نے اپنے محبوبان بارگاہ کو ایسی قوت اور تصرف

کی دولت بخشی ہے کہ جسے چاہیں اپنا تابع فرمان کرلیں، چنانچہ اس ضمن میں حضرت کا ایک واقعہ زبان زد خاص و عام ہے کہ ایک دن حضرت اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ بکری چرا رہے تھے۔کھیت میں مٹی کا ایک بہت بڑا ڈھیلا تھا۔آپ اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: چل، حکم پاتے ہی وہ ڈھیلا چلنے لگا اور حضرت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس پر بیٹھے رہے۔

یہ ہے اہل اللہ کا تصرف کہ اگر بے جان چیزوں میں بھی ٹھوکر ماردیں تو زندگی کی حرارت انگڑائی لینے لگے اور کبھی ایسا ہوتا کہ اپنے ساتھیوں سے فرماتے اوپر سے مٹی پاٹ دو بچے مٹی ڈال کر گڑھا برابر کردیتے۔مگر چند لمحوں میں دیکھتے کہ حضرت خاکی بابا کسی دوسری طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ایک سال مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا شریف کے سالانہ اجلاس میں صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ مقرر خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔گھر سے روانہ ہوتے وقت حضرت کے صاحبزادوں نے عرض کیا، حضو آپ مظفرپور تشریف لے جارہے ہیں۔واپسی میں وہاں سے ہم لوگوں کے لئے لیچی لیتے آئیں گے۔حضرت نے بچوں سے وعدہ فرما لیا۔آپ مظفرپور پہنچے اور رات کو پوکھریرا شریف کے اجلاس میں ایک دل پذیر تقریر فرمائی، صبح فجر کی نماز کے بعد بیل گاڑی پر سوار ہوکر پوکھریرا شریف سے مظفرپور کے لئے روانہ ہوگئے، ریلوے اسٹیشن پہنچے ٹرین پر تشریف فرما ہوئے، بس ٹرین کھلنے ہی والی تھی کہ حضرت خاکی بابا رحمۃ اللہ علیہ لیچی سے بھری دو ٹوکری حضرت صدرالافاضل کی خدمت عالیہ میں پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مولانا آپ نے اپنے بچوں سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ بھول گئے، لیجئے یہ ہے مظفرپور کا تحفہ، اپنے بچوں کو پیش کردیجئے گا، آپ نے دیکھا صاحبان کشف کیسے ہوتے ہیں اللہ انہیں کیسی سماعت اور کیسی بصارت عطا فرماتا ہے کہنے والے مرآدآباد یوپی کی سر زمین پر کہہ رہے ہیں، لیچی لیتے آئیے گا اور سننے والا اپنڈول مظفر پور بہار سے سماعت کر رہا ہے، جانے والا مظفر پور سے خالی جا رہا ہے دیکھنے والے نے دیکھ لیا کہ مظفر پور کی لیچی نہیں ہے تو خود دوٹوکری لیچی لے کر مظفر پور اسٹیشن پہونچ گئے، سبحان اللہ!

گنگا ندی کی پریشانیوں سے نجات

حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ جب مہنار پہنچے جو موجودہ ضلع ویشالی میں واقع ہے اور آج جہاں آپ کا آستانہ مبارک مرجع خلائق ہے جب یہاں آپ کی آمد کی خبر پورے علاقے میں پھیل گئی کہ محترم جناب رحمت علی صاحب کے گھر پر اللہ کے ایک مقدس اور صاحب کشف ولی تشریف لائے ہیں تو پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے پورا اعلاقہ سمٹ آیا کیا ہندو کیا مسلمان، کیا سکھ کیا عیسائی، سبھی آرہے ہیں اور دست بستہ عرض گزار ہیں حضور ہم لوگ گنگا ندی سے کافی پریشان ہیں ہر سال سیلاب آتا ہے اور ہم سب کے مکانات تباہ و برباد ہوجاتے ہیں، فصلیں ضائع ہوجاتی ہیں اور ساری محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ہر ایک کی یہی تمنا، یہی آرزو یہی شکایت چنانچہ سب کی فریاد سننے کے بعد حضرت نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا، ندی کے کنارے تشریف لے گئے اور ندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ’’رے حرمونی کی تو سب کو پریشان کرتی ہے یہاں سے دور ہوجا‘‘ اور اپنے عصا سے ایک نشان کھینچ دیا اتنا کہنا تھا کہ گنگا ندی مہنار گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر دور چلی گئی اور سبھی لوگ اس سال سے اب تک جان و مال کے نقصانات اور ہر طرح کی پریشانیوں سے محفوظ ہوگئے۔

حضرت کے لیے ٹرین رُک گئی

۱۲؍شعبان المعظم ۱۳۵۰ء کو چند عقیدت مندوں کو اپنے ساتھ لے کر مہنار کے لیے روانہ ہوئے۔مہنار سے ایک اسٹیشن پہلے ٹرین رکی، حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ نے رشاد فرمایا کہ عصر کا وقت ہوچکا ہے چلو چل کر نماز ادا کرلیں حضرت عقیدت مندوں کے ساتھ ریل گاڑی سے نیچے اترے۔وضو فرمایا اور عصر کی نماز ادا کی۔دعا فرمائی حالت دعا میں ہی آپ پر جذبی کیفیت طاری ہوئی تو آپ اسٹیشن سے باہر نکل کر آبادی کی طرف چل پڑے۔ادھر ٹرین کھلنے کا وقت ہو چکا تھا۔سارے عقیدت مند حیران و پریشان کہ ٹرین کھل رہی ہے اور نہ معلوم حضرت کدھر تشریف

لیجا رہے ہیں، اسی بیچ گارڈ نے ہری جھنڈی دکھلایا اور ڈرائیور نے سیٹی دیدی۔ مگر ہر ممکن کوشش کے باوجود ریل گاڑی چلنے کا نام نہیں لے رہی ہے، اس کی خبر اسٹیشن ماسٹر کو دی گئی ٹرین کے مکینک کو بلایا گیا کافی جانچ پڑتال کیا گیا مگر کوئی خرابی نظر نہیں آئی اسٹیشن کا سارا عملہ حیران ہے کہ ٹرین کا ہر کل پرزہ درست ہے اس کے باوجود چل کیوں نہیں رہی ہے۔ آخر ہوا کیا ہے؟

ایک سادھو جو اسٹیشن پر بیٹھا ہوا اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا ایک طرف وہ حضرت کی جذبی کیفیات کا بغور مطالعہ کر رہا تھا تو دوسری طرف اسٹیشن کے عملہ کی پریشانیاں اس کی نگاہوں کے سامنے تھیں اسے رہا نہ گیا بالآخر اس نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ ابھی ایک بابا یہاں نماز پڑھ رہے تھے اور نماز پڑھنے کے بعد وہ باہر چلے گئے ہیں۔ ٹرین ان کے لئے ہی رکی ہوئی ہے۔ انہیں بلا کر لائیے جبھی ٹرین چلے گی، ابھی یہ گفت وشنید چل ہی رہی تھی کہ اسی اثنا میں حضرت مسکراتے ہوئے اسٹیشن کے اندر داخل ہوئے، ریلوے ملازمین نے دست بستہ عرض کی حضور ہم لوگ کافی دیر سے پریشان ہیں، ٹرین نہیں چل رہی ہے۔ جب تک آپ نہ بیٹھیں گے ٹرین نہیں چلے گی۔ آپ نے ان لوگوں کی بات سنی ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا ”رے حرم نی کی کیوں نہیں چل رہی ہے مسافر کو پریشان کر رہی ہے“ اتنا کہہ کر ٹھوکر لگائی اور ٹرین چل پڑی۔ جب ٹرین مہنار پہنچی تو آپ اپنے خادموں کے ساتھ اتر گئے اور وہاں رحمت علی صاحب مرحوم کے عشرت کدہ پر قیام فرمایا۔

رحمت علی صاحب نے آپ کا شایان شان خیر مقدم کیا اور بڑی خندہ پیشانی اور احترام وعقیدت کے ساتھ پیش آئے، رحمت علی صاحب مرحوم کے گھر سے پہلے ایک ویران زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ زمین بہت ہنس رہی ہے۔ مگر کسے خبر کہ یہی ویران زمین کل شاداب چمن میں تبدیل ہو جائے گی اور کشف و ولایت کا یہ درخشاں سورج یہیں سے اپنے فیض کا اجالا بکھیرے گا۔

یہ چند واقعات حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ کے قوتِ کشف کے حوالے سے تھے جس کے مطالعہ سے اولیائے کرام کی قوتِ باطنی، نگہ عنایت، قربِ الٰہی اور بارگاہِ مصطفٰے میں مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے: ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مزار شریف

وصال مبارک سے چند دن پہلے آپ نے مہنار ضلع ویشالی جانے کا ارادہ فرمایا پنڈول سے پوپری اسٹیشن پہنچے اور وہاں سے بذریعہ ٹرین مہنار کے لیے روانہ ہوئے اور مہنار میں جناب رحمت علی صاحب کے گھر قیام فرمایا، ۱۳؍ شعبان المعظم ۱۳۵۰ ہجری کو فجر نماز کی پہلی رکعت کے پہلے سجدہ میں روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ حافظ عبد الحمید حامد مہناروی نے نماز جنازہ پڑھائی اور جس زمین کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ یہ بہت مسکرا رہی ہے اسی زمین پہ آپ کا مزارِ مبارک بنا۔ آج ہر سال عرس کے بابرکت موقع سے ہزاروں زائرین آستانے پہ حاضر ہو کر بامراد لوٹتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۵۳؍ کا بقیہ..

بحر و بر ہو یا ہو کوئی اور جا
ہر نفس ہر جان آخر موت ہے
قبل اس کے موت دستک دے تجھے
موت کو پہچان آخر موت ہے
موت تو آنی ہے بے شک ایک دن
مان یا مت مان آخر موت ہے
کرتا ہے فائضؔ دعا سب کے لیے
دے خدا ایمان آخر موت ہے

◆◆◆

ص ۳۵؍ کا بقیہ..

جیسی مقتدر شخصیات بھی ہیں، جیسا کہ شیخ عبد الحق مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مشہور زمانہ کتاب اکلیل علی مدارک التنزیل جلد ثانی میں رقم فرمایا ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

معراج مصطفیٰ! حقائق و مشاہدات

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے، رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے: اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔ (سورۂ توبہ 36)

ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب! معلوم ہوا کہ حدیث نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جا سکتا ہے، ان چار مہینوں کو اشہر حرم کہا جاتا ہے، ان مہینوں کو حرمت والے مہینے اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے، ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلّم رہی ہے حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے، اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہ رمضان تک ہمیں پہنچا۔ (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی)

لہٰذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعا یا اس مفہوم پر مشتمل دعا مانگ سکتے ہیں، اس دعا سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرما دیتے تھے، ماہِ رجب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حد تک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق، مؤرخین اور اہل سیر کی رائے مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال 27 رجب کو 51 سال 5 مہینہ کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے، اس کو اسراء کہتے ہیں اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے، معراج عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں، حدیث میں "عرج بی" یعنی مجھ کو اوپر چڑھایا گیا کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اس سفر کا نام معراج ہو گیا۔ اس مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے: پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ سورۃ النجم کی آیات 13–18 میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہی ہے، اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں، رسول

*مضمون نگار پیام شعیب الاولیا، براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر کے ایڈیٹر ہیں۔

پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔ احادیث متواترہ سے ثابت ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر

قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم ﷺ کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد

واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم (سورۂ بنی اسرائیل) میں ذکر کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں، اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام ومرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتی کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز اس کے مقاصد میں امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند واعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ جلّ شانہ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نماز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی، اس پر سوار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیائے کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

اس کے بعد البیت المعمور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی تک لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہی کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی

طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہی کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں، دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق اور نیل مصر میں ہے)

نماز کی فرضیت

اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا اور پچاس نمازیں فرض کیں، واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کر دی گئیں یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی، لیکن اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی: میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے یعنی میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں، غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

نماز کی فرضیت کے علاوہ دیگر دو انعام

اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کا سب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کا تحفہ ملا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی فکر اور اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے پانچ نماز کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک) عنایت فرمائی گئی۔ اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امیتوں کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے بلکہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدار الٰہی

زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی، البتہ ہمارے لئے اتنا مان لینا ان شاء اللہ کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جاگتی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا

رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیائے کرام کی امامت میں وہاں نماز پڑھنا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیائے کرام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہ کی دربار میں حاضری، جنت و دوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آرہا تھا، جب حضور اکرم ﷺ نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے، اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے، اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا، اس کے بعد جب قریش مکہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ سے بیت المقدس کے احوال دریافت کئے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم ﷺ کے لئے روشن فرما دیا، اُس وقت آپ ﷺ حطیم میں تشریف فرما تھے، قریش مکہ سوال کرتے جارہے تھے اور آپ ﷺ جواب دیتے جارہے تھے۔

سفر معراج کے بعض مشاہدات

اس اہم و عظیم سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کر رہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخون تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد)

سودخوروں کی بدحالی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے

آپ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہورہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ نمازیں کاہلی کرنے والے ہیں۔

زکاۃ نہ دینے والوں کا انجام

نبی کریم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ و بیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار و خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ

آپ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں، آپ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

احادیث میں سدرۃ المنتہی اور السدرۃ المنتہی دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں سدرۃ المنتہی استعمال ہوا ہے۔ سدرۃ کے معنی بیر کے ہیں اور منتہی کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے ہیں۔ اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہی ہوجاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ ؎

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اکتیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

امر ونہی میں نیت کیا ہونی چاہئے؟

(مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے لکھتے ہیں کہ) آمر بالمعروف کو چاہئے کہ اس کام سے رضائے الٰہی اور اعزاز دین کا قصد کرے اور اپنے نفس کی پاسداری کے لئے نہ کرے کیونکہ اگر اس سے وجہ اللہ اور اعزاز دین مقصود ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و توفیق شامل حال رہے گی اور اگر اس کا امر بالمعروف، حمیت نفس کے لئے ہو تو اللہ اس سے اپنی مدد روک لے گا۔ (مخذول کرے گا)

ایک دلچسپ وسبق آموز قصہ

(چنانچہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ بطور دلیل ونظیر ایک دلچسپ واقعہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں) ہمیں، حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول یہ خبر پہنچی ہے کہ (اگلے زمانے میں) ایک شخص کہیں جارہا تھا۔ سرراہ اسے ایک درخت دکھا جسے لوگ بجائے اللہ کی عبادت کے پوج رہے تھے اسے بہت غصہ آیا اور بولا کہ اللہ کو چھوڑ کر اس پیڑ کی پوجا ہو رہی ہے۔ (پھر واپس اپنے گھر آیا) اور کلہاڑی لی اور سوار ہو کر درخت کی طرف چلا تاکہ اسے کاٹ ڈالے۔

راستہ میں ابلیس لعنۃ اللہ علیہ بشکل انسان ملا۔ بولا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا: میں نے ایک درخت دیکھا ہے جسکی پوجا کی جاتی ہے تو میں نے (اس شرک کو دیکھ کر) اللہ کو عہد دیا ہے کہ کلہاڑی لے کر جاؤں گا اور اسے کاٹ پھینکوں گا۔ تو (اس کا عزم بالجزم دیکھ کر) ابلیس نے کہا: اس درخت کے کاٹنے سے تجھے کیا فائدہ؟ اسے کھڑا رہنے دے اور جو لوگ اسے پوجتے ہیں اللہ نے انہیں (راہ راست سے) دور کر دیا ہے۔ تو دونوں میں خوب کہا سنی ہوئی حتیٰ کہ تین بار مار پیٹ ہوئی (اور وہ شخص ابلیس پر غالب رہا) تو جب ابلیس لعین (اس شخص کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکا اور) ہار گیا تو اس نے (دوسرا داؤں چلا اور) بولا تو واپس چلا جا (درخت مت کاٹ اس کے عوض) میں تجھے روزانہ چار درہم دیا کروں گا۔ تو اپنے بستر کا کونہ اٹھائے گا تجھے اس کے نیچے سے چار درہم مل جائیں گے۔ (تو وہ لالچ میں آکر) بولا: کیا (سچ مچ) تو ایسا کرے گا (وعدہ نبھائے گا)؟ ابلیس نے کہا: ہاں (میں وعدہ پورا کروں گا) میں نے تیرے لئے ہر روز کی یہ ذمہ داری قبول کی۔ تو وہ شخص یہ سن کر اپنے گھر لوٹ گیا اسے وہ درہم دو یا تین یا کچھ اور زائد دنوں تک ملتے رہے اس کے بعد (نہیں ملے) جب ایک دن بستر کا کونہ اٹھایا اور درہم نہیں دکھے (تو ایک دو دن انتظار میں یوں ہی رکا رہا پھر اسے غصہ آیا) تو کلہاڑی اٹھائی اور سوار ہو کے چلا راہ میں پھر انسانی شکل میں اسے ابلیس ملا کہا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: ایک پیڑ کو لوگ پوجتے ہیں لہٰذا میں اسے کاٹنے کیلئے جارہا ہوں، ابلیس نے کہا: اب یہ کام تیرے بس کا نہیں رہا تو پہلی مرتبہ غصہ کر کے جو نکلا تھا وہ اللہ تعالیٰ کیلئے تھا۔ اس روز اگر سب اہل زمین وآسمان جمع ہو کر تجھے روکنا چاہتے جب بھی وہ تجھے نہیں روک پاتے لیکن آج تیرا نکلنا اپنے نفس کے لئے ہے کیونکہ تجھے درہم نہیں ملے ہیں (اس لئے تجھے غصہ آیا ہے) تو اگر تو (یہاں سے پیڑ کی طرف جانے کے لئے) ذرا بھی آگے بڑھا ہم تیری گردن مروڑ دیں گے۔ تو وہ (ڈر گیا اور اپنے ارادہ کی تکمیل سے باز رہا اور) گھر لوٹ گیا اور پیڑ چھوڑ دیا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے کیا کیا ضروری

ہدایات: جو شخص امر بالمعروف کرے اسے پانچ چیزوں کی ضرورت پڑے گی:

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

(۱) علم، اس لئے کہ بے علم امر بالمعروف اچھی طرح نہیں کر سکے گا۔

(۲) اور اس سے رضائے الٰہی اور اعزاز دین مقصود ہو۔

(۳) اور مامور پر شفقت، لہٰذا نرمی اور پیار سے سمجھائے اور ترش روئی اور بد خلقی کا مظاہرہ نہ کرے، فَظِّ لسانی وغِلْظَتِ قلبی سے بچے، کیونکہ (اللہ کو یہی پسند ہے چنانچہ) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما الصلاۃ والسلام کو فرعون (جیسے شریر وشرکش ظلّام وجبّار) کے پاس برائے تبلیغ رسالت روانہ فرمایا تو اس وقت ان سے فرمایا تھا:

''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا۔ (ترجمہ) تم دونوں اس سے نرم بات کہنا۔'' [سورۂ طٰہٰ – ۴۴]

(۴) اور آمر کو صابر اور بڑا بردبار ہونا چاہئے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت لقمان حکیم (علیٰ نبینا و) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں (ان کا وہ قول جو نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا تھا) مذکور ہے۔ فرمایا:

''وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ۔ (ترجمہ) اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔'' [سورۂ لقمان – ۱۷ / کنز الایمان]

(۵) اور اس پر خود بھی عمل کرتا ہو، تاکہ عار نہ دلایا جائے (اس پر اعتراض نہ ہو سکے) اور تاکہ اس ارشاد ربانی کے تحت داخل نہ ہو جائے۔ فرماتا ہے:

''أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ۔ (ترجمہ) کیا تم، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔'' [سورۂ بقرہ – ۴۴ / کنز الایمان]

بے عمل واعظ اور عالم کا انجام

حدیث شریف: اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رأیت لیلۃ اسری بی -الحدیث۔ یعنی میں نے شب معراج کچھ مرد دیکھے جن کے ہونٹ قینچیوں سے تراشے جا رہے تھے، دریافت کرنے پر جبرئیل (علیہ السلام) نے بتایا یہ حضور کی امت کے وہ واعظین (مقررین) ہیں جو کہ دوسروں کو تو بھلائی کا حکم دیتے اور خود کو فراموش کرتے حالانکہ کتاب الٰہی پڑھتے ہیں تو کیا وہ عقل سے کام نہیں لیں گے؟ یعنی عالم ہونے کے باوجود علم پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ (۱)

بے عمل واعظ و مبلغ اللہ کا مبغوض

اسرائیلی خبر: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ ہمارے سامنے ذکر ہوا کہ توراۃ شریف میں مکتوب ہے:

''یا ابن آدم! تذکرنی وتنسانی وتدعوا الیّ وتفرمنی فباطل ما تذھبون۔ اے آدم کے بیٹے! تو دوسروں کو تو میری یاد دہانی کراتا ہے اور خود مجھے بھول جاتا ہے، میری طرف آنے کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے حالانکہ تو خود مجھ سے بھاگا پھرتا ہے، تو اے اولاد آدم تم جس راستے پر گامزن ہو وہ باطل ہے۔'' (یعنی بہت مضر وموجب خسران ہے)

امر و نہی اور جہاد شرعی کے اسباب

حدیث شریف: حضرت ابو معاویہ فزاری (علیہ الرحمہ) نے اپنی پوری سند کے ساتھ یہ (طویل) حدیث حضور سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انتم علی بیّنة من ربكم قد بين الله تعالى لكم طريقكم، ماتظهر فيكم السكرتان، سكرة العيش وسكرة الجهل۔ فانتم اليوم تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر وتجاهدون في سبيل الله، و ستحولون عن ذلك اذا فشا فيكم حب الدنيا فلا تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتجاهدون في غير سبيل الله، والقاعدون يومئذ بالكتاب سرا و علانية كالسابقين الاولين من المهاجرين والانصار۔ (ترجمہ) اے مسلمانو! تم لوگ (آج) اسی بیّنہ پر ہو جو تمہارے رب کی جانب سے آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارا راستہ صاف صاف بیان فرمادیا ہے۔

[۱] یعنی کتاب اللہ کا علم رکھتے ہیں، شریعت کے احکام ومسائل خوب جانتے ہیں، ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

اور (تمہاری یہ راست روی اس وقت تک جاری رہے گی) جب تک کہ تم میں دونشوں کا ظہور (یعنی عام وقوع) نہیں ہوتا، ایک، عیش و عشرت کا نشہ اور دوسرا دین سے نادانی و بے علمی کا نشہ۔ تبھی تو تم آج معروفات (پسندیدہ کاموں) کا حکم دیتے اور منکرات (ناپسندیدہ کاموں) سے منع کرتے ہو۔ اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہو (یعنی اعلائے دین کیلئے محنت مشقت اٹھاتے ہو) اور عنقریب تمہاری یہ حالت بدل جائے گی۔ (اس اچھی روش وکیفیت سے تمہارا تحوّل، اس وقت رونما ہوگا) جب تم میں حب دنیا عام وفاش ہو جائے گی تب تم نہ امر بالمعروف کرو گے اور نہ نہی عن المنکر کرو گے اور تمہارا جہاد، راہ خدا کے غیر میں ہوگا۔ ان ایام میں جو (نیک مسلمان تھوڑے یا بہت) کتاب اللہ پر سراً بھی ظاہراً بھی مستعدی سے قائم رہیں گے وہ (استحقاق ثواب و مراتب میں) سابقین اولین (یعنی مہاجرین وانصار کے مانند) ہوں گے۔

تشریح: (مصنف نے کہا یہاں) لفظ بیّنة سے مراد روشن بیان ہے۔ (نہ کہ شہادت یا دلیل)

تحفظ دین کیلئے فرار، کتنا محمود و مختار

حدیث شریف: حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من فرّ بدینه من ارض الی ارض -الحدیث۔ یعنی جو مسلمان اپنے دین کو لیے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا پھرا (مہاجرانہ طور طریقہ اپنایا) اگر چہ بالشت بھر چلا وہ بے شک مستحق جنت ہوا، اور (اتنا ہی نہیں بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ، آخرت میں) اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور ہمارے نبی (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت بھی نصیب ہوگی۔''

وضاحت: مطلب یہ ہے کہ (چونکہ دین کی حفاظت کے لئے ان دونوں برگزیدہ نبیوں نے بھی ہجرت کی تھی تو یہ ان کا متبع ہوا اور اتباع و محبت، متبوع و محبوب کی رفاقت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حرّان سے ملک شام کو ہجرت کی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں مذکور ہے۔ (ایک جگہ) یوں آیا ہے:

''وَقَالَ إِنِّيْ مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (ترجمہ) ابراہیم نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں اور بے شک وہ عزیز ہے حکیم ہے۔'' [سورۂ عنکبوت–۲۶]

صدق نیت پر بھی استحقاق ثواب

اور دوسری جگہ فرمایا:

''إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ۔ (ترجمہ) بے شک میں اپنے رب کی طرف چل دینے والا ہوں وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔'' [صٰفّٰت–۹۹]

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) رب کی طرف ہجرت کرنے سے مراد ہے رب کی طاعت ورضا کی طرف۔ (یعنی یہاں مضاف محذوف ہے)'' اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اپنے وطن عزیز) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی۔''

نتیجہ: تو جو مسلمان (پہلے) ایسے علاقہ میں رہتا تھا جہاں معاصی کا غلبہ و ظہور تھا تو وہ وہاں سے (اہل ضلالت ومعاصی کے شر سے بچنے اور) رب تعالیٰ کی مرضی پانے کے لئے نکل آیا تو بے شک اس نے حضرت ابراہیم اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہما کی اقتدا کی، اسی لئے وہ جنت میں ان کی رفاقت کا (اللہ کے کرم سے) مستحق ہوگا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَمَن يَّخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَكَانَ اللهُ غَفُوراً رَّحِيْماً۔ (ترجمہ) اور جو اللہ و رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے، اپنے گھر سے نکلے پھر اسے (راہ ہجرت میں) موت آ پکڑے تو اس کا ثوابِ (ہجرت) اللہ کے ذمۂ کرم پر واقع ہو چکا۔'' [سورۂ نسا–۱۰۰]

.... جاری

ترغیبات

امام کی تنخواہ! ہماری ذمہ داری

از: شیخ سجاد حسین رضوی
رضوی نیٹ ورک یوٹیوب چینل

گزشتہ جمعہ مسجد میں اذان سے قبل امام صاحب سے تفصیلی گفتگو کا موقع ملا، گفتگو کے دوران کئی اہم نکات زیر بحث آئے، جن میں ایک اہم مسئلہ ان کی تنخواہ کا تھا، امام صاحب نے بتایا کہ ان کی تنخواہ صرف سات ہزار روپے ہے، یہ سن کر میرے دل میں کئی سوالات ابھرے: کیا یہ رقم ایک امام کے لیے کافی ہے؟ کیا اس تنخواہ میں ایک عام انسان کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں؟ امام صاحب نے اپنے دل کی بات کہی کہ وہ صرف دو تین سال مزید امامت کریں گے، اس کے بعد کسی اور روزگار کی تلاش کریں گے۔

یہ سن کر دل میں سخت بے چینی پیدا ہوئی، کیا واقعی ہماری لاپروائی اور بے توجہی کی وجہ سے مساجد کے ائمہ ایسی سوچ رکھنے پر مجبور ہیں؟ سات ہزار میں گزارا ممکن؟ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے: کیا آپ خود سات ہزار روپے میں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں؟ اگر نہیں! تو پھر ہم اپنے ائمہ کو اتنی قلیل رقم پر گزارا کرنے پر کیوں مجبور کر رہے ہیں؟ امام صاحب بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ان کی بھی ضروریات ہیں، ان کا بھی ایک خاندان ہے، وہ بھی بیماریوں، سفروں اور روزمرہ کے اخراجات سے دوچار ہوتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے ایمان کا تقاضا نہیں کہ ہم ان کی ضروریات کا خیال رکھیں؟

عملی اقدامات کی ضرورت

مسئلے کا حل صرف لکھنے اور پڑھنے کی تک محدود نہیں، ہمیں عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔

1– مسجد کمیٹی سے بات کریں: اپنے علاقے کی مسجد کمیٹی کے ذمہ داران سے ادب سے درخواست کریں کہ امام صاحب کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔

2– تحریری درخواست: اگر بات چیت ممکن نہ ہو تو ایک صاف اور مختصر تحریر لکھ کر کمیٹی کو دیں، جس میں امام کی تنخواہ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

3– امداد بڑھانے کی تجویز: اگر کمیٹی یہ کہتی ہے کہ مسجد کی آمدنی کم ہے، تو آمدنی بڑھانے کی کوشش کریں، مثلاً: اگر کسی مسجد کے ماتحت 80/گھر ہیں اور ہر گھر سے 100/روپے ماہانہ لیا جا رہا ہے، تو اس رقم کو 150/روپے کر دیں، یہ معمولی اضافہ کسی بھی گھر کے لیے بوجھ نہیں ہوگا، مگر اس سے امام کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

کمیٹی کے ذمہ داران کی ذمہ داری

مسجد کے متولی حضرات کو یہ سمجھنا چاہیے کہ امام صرف ایک ملازم نہیں بلکہ دین کے رہنما ہیں، ان کی مالی حالت بہتر بنانا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے، یہ کہنا کہ "مسجد کے پاس پیسہ نہیں ہے" ایک آسان جواب ہے، مگر یہ مسئلے کا حل نہیں، ہمیں مل جل کر ایسی تدابیر اختیار کرنی ہوں گی، جن سے امام کی زندگی آسان ہو سکے۔

آخری گزارش

یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اماموں کو وہ عزت، مقام اور سہولت دیں، جس کے وہ مستحق ہیں۔ اگر آج ہم نے اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو آنے والے وقت میں ہماری مساجد خالی ہوسکتی ہیں، کیونکہ کوئی بھی شخص ایسی تنخواہ پر کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ لہٰذا اپنے ائمہ کی تنخواہ میں مناسب اضافہ کریں تا کہ وہ سکون کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرسکیں، یاد رکھیں کہ یہ ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

◆◆◆

ص ۵۴/ کا بقیہ..

کے فلاح و بہبود کیلئے دعائیں کی گئیں اس موقع سے خصوصی طور پر فاضل نوجوان حضرت مولانا اشرف رضا قادری ایڈیٹر سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کے شہزادے عزیزم برہان رضا کیلئے بھی دعائے مغفرت کی گئی۔

رپورٹ: محمد سلمان رضا و عبید رضا
متعلّمین مدرسہ رحمانیہ غوثیہ فرہدوا اہر بیپور، ضلع سرلاہی نیپال

منظومات

کروں کیسے مدحت شہ انبیا کی

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی، بیڑ، مہاراشٹر

کروں کیسے مدحت شہِ انبیاء کی
خداجانے عظمت شہِ انبیاء کی

کہیں لَن ترَانِی کہیں اُدنُ مِنِّی
یہ شان اور شوکت شہِ انبیاء کی

چلائیں اشاروں پہ شمس وقمر کو
یہ طاقت یہ قوت شہِ انبیاء کی

اگر چاہتے ہو ملے سُرخروئی
رکھو دل میں چاہت شہِ انبیاء کی

ہیں صدیقِ اکبر رفیقِ پیمبر
کیے دل سے خدمت شہِ انبیاء کی

قیامت اسی واسطے ہوگی قائم
سبھی دیکھیں عظمت شہِ انبیاء کی

جہنم کی شدت اسی کے لیے ہے
رکھے جو عداوت شہِ انبیاء کی

سرِ حشر ہم کو مدثر یقیں ہے
ملے گی شفاعت شہِ انبیاء کی

دل ملول ہے مائل در نبی کی طرف

از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا ال، سرلاہی نیپال

نہ دنیا اور نہ دنیا کی دلکشی کی طرف
دل ملول ہے مائل در نبی کی طرف

انا لھا کی صدائیں بلند کرتے ہوئے
حضور آئیں گے محشر میں امتی کی طرف

سخن کی راہ میں بھٹکے ہوئے مسافر کو
نبی کی نعت ہی لائی ہے روشنی کی طرف

حضور دنیا کے غم سے نڈھال رہتا ہوں
نگاہ لطف ہو اب میری بے بسی کی طرف

بقیہ ص ۳۸ پر

رب کا ہے فرمان آخر موت ہے

از: مفتی فیضان رضا فائض مرکزی، جبل پور مدھیہ پردیش

رب کا ہے فرمان آخر موت ہے
دیکھ لے قرآن آخر موت ہے

آتی ہوگی تیرے سینے سے صدا
سن لگا کر کان آخر موت ہے

تذکرہ ہے موت کا قرآن میں
صاحب ایقان آخر موت ہے

کتنے شاہان زمانہ جا چکے
یہ بھی ہے برہان آخر موت ہے

وہ بھی جس کو حکمتیں رب سے ملیں
جا چکا لقمان آخر موت ہے

رستگاری موت سے ہرگز نہیں
یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے

آخرت کا بھی ذرا کر لے خیال
غافل و نادان آخر موت ہے

خواہشوں پر اپنی تھوڑا ضبط کر
قلب پر ارمان آخر موت ہے

ظلم جو ڈھاتے ہیں غیروں پر بھلا
کیا تمہیں ہے دھیان آخر موت ہے

کھو چکا انسانیت کس وہم میں
اے بھلے انسان آخر موت ہے

بخشنے والے کا بندہ ہے تو سن
تو بھی کر احسان آخر موت ہے

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار
ہے تیرا نقصان آخر موت ہے

آج ہے کچھ وقت کل شاید نہ ہو
کر لے کچھ سامان آخر موت ہے

چار دن کی زندگانی ہے یہاں
ہیں سبھی مہمان آخر موت ہے

بقیہ ص ۴۴ پر

جھک جاؤ رب کے آگے مسلماں تمام رات

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک اڑیسہ

جھک جاؤ رب کے آگے مسلماں تمام رات
ٹل جائیں گی دعا و عبادت سے مشکلات
یہ ہے شب برأت

تاریخ ہے گواہ یہ ہے مغفرت کی رات
دیکھے ہیں کائنات نے کتنے عجائبات
ہے یہ شب نجات

شاہد روایتیں ہیں احادیث شاہ کی
ہوتی ہیں نازل اس میں کرم کی تجلیات
خوب اس کی ہیں صفات

تم دامن امید نہ چھوڑو کریم سے
رحمان ہے رحیم ہے وہ اس کی اعلیٰ ذات
کرتا ہے التفات

لکھتے ہیں قدسی بندوں کے سارے نصیب کو
زندہ رہے گا کون ملے گی کسے وفات
کتنی اہم ہے رات

نادم ہیں شرمسار ہیں اپنے گناہوں سے
رحمان تو رحیم تو کر دے نوازشات
بے چین ہے حیات

حسن سلوک رکھیے سدا والدین سے
اپنوں سے ترک کیجیے کیونکر تعلقات
ہیں یہ اہم نکات

تم عینؔی اس کی قدر کرو ہے نبی کا حکم
مل جائیگی تمہارے شب و روز کو حیات
ہے یہ شب برأت

بلند ولیوں میں تیرا مقام ہے خواجہ

۶ر جنوری بعد نماز عشا بروز پیر سرزمین فرہدوا سرلاہی نیپال میں سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ جشن غریب نواز کا اہتمام و انصرام کیا گیا آغاز جشن قرآن کریم کی آیات کریمہ سے قاری خوش الحان حضرت حافظ و قاری حسن رضا امجدی نے کیا، آغاز جشن کے بعد مدرسہ رحمانیہ غوثیہ کے ہونہار طلبہ نے نعت و منقبت کے حسین گلدستے پیش کئے جشن غریب نواز کی صدارت و نظامت کے فرائض استاذ الشعراء حضرت مولانا پھول محمد نعمت رضوی صاحب قبلہ نے بحسن و خوبی انجام دیئے، اس حسین موقع سے خصوصی خطاب کیلئے بھارت سے تشریف لائے ہوئے ناشر افکار رضویت حضرت علامہ مفتی نور الہدیٰ خان فیضی قاضی شہر سیتامڑھی نے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ سلطان الہند عطائے رسول حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی حالات زندگی کو بیان فرمایا، آپ نے اپنے خطاب کے درمیان فرمایا کہ حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سب سے بہترین خراج یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزاریں جب ہم سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ شدت کے ساتھ سنت و شریعت پر عمل پیرا رہے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا آپ ہندوستان میں اسلام کے صف اوّل کے مبلغین میں ہیں۔

شاعر اسلام حضرت مولانا فرقان فیضی صاحب قبلہ کی شرکت ہوئی، انہوں نے اپنے نعت و منقبت کے اشعار اور اپنی مسحور کن آواز سے محفل میں ایک سماں باندھ دیا، حضرت مولانا مدثر رضا صاحب نے بھی نعت و منقبت کے اشعار پیش فرمائے جبکہ مدرسہ غوثیہ رحمانیہ کے جنرل سکریٹری عالی جناب محب الحق صاحب اور صدر محترم احمد رضا صاحب اور کثیر تعداد میں قرب و جوار کے معززین احباب شریک جشن رہے مفتی نور الہدیٰ خان فیضی حفظہ اللہ کی رقت انگیز دعاؤں سے جشن غریب نواز کا اختتام ہوا اور بروز منگل صبح ۸ر بجے سے مدرسہ رحمانیہ غوثیہ میں قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام ہوا جس میں سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کے توسل سے بالخصوص سرزمین فرہدوا اور بالعموم عالم اسلام بقیہ ص ۵۲ر پر

رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مارچ ۲۰۲۵ء
MARCH-2025 Rs. 30/-

عید مبارک

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

درس عبرت

ایک دنیا دار ایسا بھی
روزہ رکھو اور صحت مند ہو جاؤ
استقبال رمضان المبارک
دنیا کی سب سے قیمتی گائے

رب تعالیٰ کا حسین انعام ماہِ صیام
حجیت حدیث! تحقیقی اور تنقیدی جائزہ
تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے
بھیک مانگتے مسلمان! کیا ہے سما دھان

ماہِ رمضان! بے شمار فضائل و برکات کا حامل
روزہ! خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے
امت مسلمہ کے اسباب زوال اور ان کا سد باب
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت

مُدِیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ — مارچ ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۳ — Issue No. 3

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

روزہ رکھو اور صحت مند ہو جاؤ

از مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ادار یہ

اسلامی تعلیمات و احکامات اور معتقدات و عبادات نوع انسانی کو ہمہ جہت فلاح و بہبود کی ضمانت دیتے ہیں، اسلامی احکامات و عبادات رضائے الٰہی کے ساتھ جہاں روحانی اور اخروی برکات و حسنات کے اسباب ہیں، وہیں جسمانی اور دنیوی فوائد کا سرچشمہ بھی ہیں، طبیب اکبر، مسیحائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''اغزوا تغنموا و تصوموا تصحوا و سافروا تستغنوا۔ جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزہ رکھو صحت حاصل ہوگی اور بغرض تجارت سفر کرو منفعت و غنا حاصل ہوگی۔'' (مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط، دار الکتاب العربی بیروت، ۵/ ۳۲۴)

جدید سائنسی تحقیقات نے اس امر پر صداقت کی مہر بھی ثبت کر دی ہے، ایک غیر مسلم سائنس داں نے انسانی جسم پر مرتب ہونے والے روزے کے اثرات کی تحقیق کے بعد یہ انکشاف کیا کہ روزہ جسم میں پیدا ہونے والے کینسر کے مادّے کو ختم کر دیتا ہے، ایک اور یہودی سائنس داں نے جب عدت کی باریکیوں کو سمجھا تو اس نے اسلام اور اسلامی احکامات کو گلے لگانے میں کوئی تاخیر نہیں کی، ان حقائق وانکشافات کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اسلام کو چشم حقیقت سے پڑھنے اور سمجھنے والے دنیا کے اکثر محققین و دانشوران اسلام کی پناہ میں آچکے ہیں اور ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اسلامی احکامات سے کوسوں دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، جن کے اسلاف نے اپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کی اور ہزاروں دشواریوں کا سامنا کرتے ہوئے ان تک اسلام پہنچایا، وہ اس کی قدر و قیمت سے غافل ہو گئے ہیں اور جنھوں نے اسلام کو صرف پڑھ کر اپنایا ہے وہ اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے سر تسلیم خم کر رہے ہیں، یہ ہم مسلمانوں کے لئے کس قدر افسوس کا مقام ہے۔

رمضان المبارک باران رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے، اس میں مسلمانوں کے اعمال حسنہ کی قدر و قیمت دس گنا بڑھ جاتی ہے، جود و عطائے ربانی کے دھارے میں طغیانی آجاتی ہے، بندہ تھوڑی محنت کی بڑی اجرت پاتا ہے، ایسے میں جب برکات و حسنات کی باڑھ آئی ہوئی ہو تو کوڑی میں دو چار ملنے والے نکمّے بھی کچھ کر گزرنے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں، مگر وائے افسوس کہ! آج کل مسلم معاشرے میں کچھ ایسے بھی ناعاقبت اندیش نظر آتے ہیں، جنھوں نے نماز، روزے اور دیگر بدنی عبادتوں کی بجا آوری سے بچنے کے لئے عجیب و غریب بہانے تلاش کر رکھے ہیں، کسی کو جوڑوں میں درد کا عارضہ ہے تو کسی کو رکوع و سجود کی ادائیگی میں پریشانیاں لاحق ہیں، کوئی روزے کی وجہ سے بی پی اور شوگر بڑھنے گھٹنے کا رونا روتا ہے تو کوئی ایسیڈیٹی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے، جبکہ مسیحائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صاف ارشاد فرما رہے ہیں: روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے، ہمارے لئے تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی کافی ہے، مستزاد یہ کہ خود دورِ جدید کی سائنس بھی اس حقیقت کی معترف ہے جس پر دنیا آنکھ بند کر کے یقین کرتی ہے، بعض لاخیرے تو اس موسم برکات میں بھی سرعام کھاتے پیتے ہیں اور ٹوکنے پر ڈاکٹروں کی پرچی دکھانے لگتے ہیں، جبکہ اگر کوئی کسی عذر شرعی کی بنا پر روزہ نہیں رکھ پا رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ باہر روزہ داروں کی طرح ہی رہے، کھانا پینا اپنے گھر میں کرے، سرعام کھا پی کر اس مبارک مہینے کی حرمت پامال نہ کرے، روزہ سے پیدا ہونے والی کمزوری کے سبب روزہ چھوڑنے والے کے سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لئے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔'' (فتاویٰ رضویہ مترجم، ۱۰/ ۳۴۴)

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

استقبالِ رمضان المبارک

اسلامیات

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ عن قریب دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے، رحمتوں والے مہینے رمضان شریف کی آمد آمد ہے، رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات و برکات دوسروں تک پہنچانے کے بے شمار مواقع میسر آتے ہیں۔ روزہ، نماز، قرآنِ پاک، نوافل اور دیگر اَذکار واَوراد، انسان کے اندر تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ آئیے ہم سب مل کر رمضان المبارک کا استقبال کریں اور اس کے مبارک لمحات بہترین انداز سے گزارنے کا عہد کریں۔

روزے کی فرضیت وتعریف

روزوں کی فرضیت کا بیان کرتے ہوئے، خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (۱) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں روزے کی فرضیت کا بیان ہے، روزہ شریعتِ اسلامیہ میں اس بات کا نام ہے، کہ مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت، صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک، بہ نیّتِ عبادت، کھانا پینا اور مُجامَعت ترک کردے۔ اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روزہ عبادتِ قدیمہ ہے، زمانۂ سیّدنا آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتا چلا آیا ہے، اگرچہ ایّام واَحکام مختلف تھے، مگر اصلاً روزے سب امّتوں پر لازم رہے۔ (۲)

روزے کی فرضیت کا مقصد

روزہ ہجرتِ نبوی کے دوسرے سال فرض ہوا، روزہ تقویٰ و پرہیزگاری کا ایک اہم ذریعہ ہے؛ کیونکہ گناہوں کا ایک سبب نفسِ امّارہ ہے اور روزہ رکھنے سے نفسِ امّارہ کمزور پڑ جاتا ہے، لہٰذا فرضیتِ صوم کی اس پیاری حکمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (۳) تاکہ تم متقی وپرہیزگار بن جاؤ۔"

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "روزے کا مقصدِ اعلیٰ اور اس سخت ریاضت کا پھل یہ ہے، کہ تم متقی اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرو، بلکہ تمام برے اَخلاق اور اعمالِ بد سے انسان مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرے۔ تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بے تاب ہو رہے ہو، تمہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہے، لیکن تم ہاتھ تو کُجا، آنکھ اُٹھا کر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا، کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہے! اب جب حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے تم نے ترک کردیں، تو وہ چیزیں جن کو تمہارے رب تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کردیا ہے، مثلاً چوری، رشوت، بددیانتی وغیرہ حرام کاریاں، اگر یہ خیال پختہ ہو جائے، تو کیا تم ان کا اِرتکاب کرسکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔

مہینہ بھر کی اس مشقّت کا مقصد یہی ہے کہ تم سال کے باقی 11 ماہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام سے اجتناب کرو، لہٰذا جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں، لیکن جھوٹ، غیبت، بدنظری، فُحش کلامی اور گالی گلوچ وغیرہ برائیوں سے باز نہیں آتے، ان سے متعلق سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمادیا:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔ (۴)" [جس نے

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

روزہ رکھنے کے باوجود] جھوٹ اور اُس پر عمل نہیں چھوڑا، رب تعالیٰ کو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔" (۵)

روزے میں جہاں مسلمان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے، وہیں اسے چاہیے کہ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہوں سے بھی باز رہے؛ تاکہ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہو، اور یہی روزے کا مقصد ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

"إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلٰكِنْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ۔ (٦) روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، گناہوں اور بےکار چیزوں سے بھی بچنے کا نام ہے۔"

لہٰذا چاہیے کہ ہم ابھی سے رمضان شریف کی تیاری شروع کردیں، نمازوں کی پابندی، اپنی زبان کی حفاظت کریں، غیبت وچغلی، گالی گلوچ، سخت کلامی اور بدنگاہی سے اجتناب کریں، حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

"إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ عَنِ الْكَذِبِ وَالْمَحَارِمِ، ودَعْ أذَى الخادِمِ، وَلْيَكُنْ عَلَيْكَ وَقَارٌ وَسَكِينَةٌ يَوْمَ صِيَامِكَ، وَلَا تَجْعَلْ يَوْمَ فِطْرِكَ وَصَوْمِكَ سَوَاءً۔ (۷) جب تم روزہ رکھو تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کو جھوٹ اور دیگر تمام گناہوں سے روکے رکھو اور اپنے خادم وملازِم کو اَذیّت دینے سے باز رہو، روزے میں وقار واطمینان سے رہو! رمضان اور غیر رمضان میں ایک جیسے مت رہو۔"

یعنی ایسا نہ ہو کہ روزہ رکھ کر انسان دوسروں کے لیے اَذیّت کا باعث، یا دوسروں پر بوجھ بن جائے، نا صرف دن میں ٹائم پاس کرنے کے لیے، موبائل فونز وغیرہ کے ذریعے، فضولیات وبے حیائی کے ذرائع، فحش ومنکرات پر مبنی لٹریچر، آڈیو یا وڈیو کلپس وغیرہ سننے اور دیکھنے سے اجتناب کرنا ہے، بلکہ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ایسے کاموں سے بچنا ہے، جو لوگوں یا خود اپنی آخرت کے لیے نقصان اور اَذیّت کا باعث ہوں۔ جیسا کہ بعض شہری علاقوں میں باقاعدہ کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کے میچز کی زینت بننا، خود کھیلنا یا تماشائی بن کر کھیلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، شور شرابا کرکے کسی کے آرام، یا کسی کی عبادت میں خلل انداز ہونا قابلِ مذمّت ہے، یہ وہ کام ہیں جن کے باعث روزہ کی برکات زائل ہوجاتی ہیں، بلکہ روزے کا زندگی پر یہ اثر ہو، کہ نرمی وآسانی، عفو ودرگزر کا مُظاہرہ کرے؛ تاکہ اللہ ورسول کی نافرمانی سے ہمیشہ کے لیے نَجات مل جائے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

"أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ (۸) گنتی کے دن ہیں۔"

یعنی انتیس 29/ یا تیس 30 دن (تقریباً ایک ماہ فقط) اس لیے گھبرانا مت، جس رب تعالیٰ نے تمہیں گیارہ ماہ کھلایا پلایا، اگر ایک ماہ، وہ بھی صرف دن کے وقت، کھانے پینے سے منع فرمادے، تو ضرور اُس کی اطاعت کرو اور اس میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے۔

روزہ اور صحتِ انسان

بعض لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں بھی حیلے بہانوں سے کام لیتے ہیں کہ "ہم سے نہیں رکھے جاتے، ہماری ڈیوٹی سخت ہے، روزہ رکھنا بہت مشکل کام ہے، ہم روزہ رکھتے ہیں تو بیمار پڑ جاتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ اِسی طرح کے اَور بھی بہت سے حیلے بہانے کرکے، رَحمتِ الٰہی سے خود ہی محروم رہتے ہیں، جبکہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"صُومُوا تَصِحُّوا۔ (۹) روزہ رکھو، صحت مند ہوجاؤ گے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خرابی صحت کے اندیشے سے، روزہ نہ رکھنے کی سوچ غلط اور خام خیالی ہے، اس طرح بندہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی رَحمت سے دُور ہوجاتا ہے، لہٰذا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے، کہ بدبختی ومحرومی کو گلے لگائیں، یا پھر ربِ ذوالجلال کے حکم اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرمانِ صحت نشان پر عمل کرتے ہوئے، روزے کی برکتیں رَحمتیں حاصل کرکے، نیک بختی وسعادت

مندی، کامیابی وکامرانی اور صحت کو اپنے دامن میں سمیٹ کر، اُن کے پیارے بن جائیں۔

بیمار اور مسافر کے لیے روزے کی رخصت

جو شخص ایسا بیمار ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اس کے لیے دینِ اسلام میں رخصت ہے، ارشادِ خداوندی ہے :

"فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ۔ (۱۰) تو تم میں سے جو کوئی بیمار، یا سفر میں ہو، تو اتنے روزے اَور دنوں میں پورے کرے۔"

یعنی ایسا بیمار ہو کہ روزہ اُسے شدید نقصان دے، تو اسے صحت یابی تک روزہ مؤخّر کرنے کی اجازت ہے، لیکن جس بیمار کو روزہ شدید نقصان نہ دے، اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں اور وہ سفر جس پر شرعی اَحکام مرتّب ہوں، یعنی ۹۲ رکلومیٹر مَسافت طَے کرنے کی اور وہاں جاکر پندرہ 15/دن سے کم ٹھہرنے کی نیّت سے چلا ہو، یا اس کے علاوہ اگر کوئی اَور شرعی عذر ہے، یا حاملہ، یا دودھ پلانے والی خاتون، تو اِن تمام خواتین وحضرات کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ان کے جتنے روزے چُھوٹیں، وہ رمضان کے بعد اُن کی قضا کرلیں، لیکن پھر بھی رمضان شریف میں روزہ رکھنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۔ (۱۱) اگر تم جانو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ مسافر کو اگرچہ روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے، مگر روزہ رکھ لینا اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (۱۲)

رمضان شریف کی آمد

ہمارے گھر، خاندان اور مُعاشرے میں کئی اَفراد ایسے تھے، جو پچھلے رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ تھے، لیکن آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، وہ حضرات اپنی منزل کو پہنچ چکے ہیں، یقیناً ہم سب کو بھی ایک دن اِس دارِفانی سے دارِآخرت کی طرف کُوچ کرنا ہے، لہٰذا جسے یہ مبارک مہینہ نصیب ہو، وہ بڑا ہی خوش بخت اور سعادت مند ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ ۔ (۱۳) جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"

رمضان شریف اور نُزولِ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کو بہت سے فضائل و خصوصیات کے ساتھ، دیگر مہینوں سے ممتاز مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، اس مبارک ماہ میں قرآن مجید کا نُزول ہوا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ ۔ (۱۴) رمضان وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں قرآن پاک اُتارا گیا۔"

روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھنا

اس ماہِ مبارک کے استقبال کی ایک صورت یہ بھی ہے، کہ ہم اس کی آمد سے پہلے ہی روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھ لیں، چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

"إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ ۔ (۱۵) جب کوئی روزہ دار بھول کر کھاپی لے، تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے، جو دوا یا غذا نہ ہو اور بلاقصد واختیار حَلق میں اُتر جائے، جیسے دھواں اور غُبار وغیرہ۔ البتہ قصداً دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، جیسے حقّہ، سگریٹ، بیڑی، بخور، اگربتی وغیرہ کا دھواں، اس میں قضا بھی ہے اور کفّارہ بھی" (۱۶) یعنی رمضان شریف کے بعد اس روزہ کی قضا کے طور پر ایک روزہ اور کفّارہ کے ساٹھ 60 روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔

روزہ دار کی شان

روزہ دار کے لیے خوشخبری ہے، حضرت سیّدنا سہل بن سعد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ۔(۱۷) جنّت کے آٹھ8 دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام ریّان ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔"

روزے کی جزا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(۱۸) جو ایمان کے ساتھ، ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

برکت والا مہینہ

ان شاءاللہ العزیز ہم سب مسلمان عنقریب رمضان المبارک کے استقبال کی سعادت حاصل کریں گے، یہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں برکات عام ہوتی ہیں، رحمتیں نازل ہوتی ہیں، نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، لغزشیں مُعاف کی جاتی ہیں، دعائیں قبول کی جاتی ہیں، جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ سب کو یہ عظیم مہینہ مبارک ہو! اور آپ تمام مسلمانوں کے لیے خوش خبری ہو، جو اللہ رب العزّت نے آپ حضرات کے اِعزاز میں دی ہے، جس کی بِشارت ہمارے پیارے آقا و مولا ﷺ نے اپنے اصحابِ کرام کو دی۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ فرماتے ہیں:

"أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لِلّٰهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔(۱۹) تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آیا، اللہ جلّ جلالہ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شریر جن وشیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بابرکت رات ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل وبہتر ہے یعنی شبِ قدر، تو جو اِس کے ثواب سے محروم رہا وہ حقیقۃً محروم ہے۔"

اجرِ عظیم

بلا شبہ ماہِ رمضان کا تشریف لانا، رب تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اس سے وہ فوائد حاصل کریں، جو ہمارے لیے دنیا وآخرت میں بھلائی کا باعث ہوں، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قَالَ اللهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: (1) إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، (2) وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔(۲۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی کا ہر عمل اُس کی اپنی ذات کے لیے ہے سوائے روزے کے؛ کہ وہ میرے لیے ہے اور اُس کا بدلہ میں خود دُوں گا، روزہ عذاب سے بچانے والی ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو، تو نہ فحش بات کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، اگر اُسے کوئی گالی دے یا جھگڑے، تو اُس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بُو، اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے، روزہ دار کے لیے دو2 خوشیاں ہیں جن سے اُسے فرحت ہوتی ہے: (1) ایک اِفطار کی خوشی، (2) اور دوسری اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی۔"

جہنم سے آزادی

ہم سب مسلمان اس عظیم موسمِ عبادات وبرکات کے اشتیاق میں ہیں؛ تاکہ بھلائی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

بڑھنے کی کوشش کریں اور اجرِ عظیم پائیں۔ تو کون ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی جنّت کا امیدوار ہے؟! اور کوشش کرتا ہے کہ اُسے جہنّم سے آزاد کردہ لوگوں میں شمار کرلیا جائے؟! سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النِّيرانِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ! وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ! وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (۲۱) جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو شیاطین اور سرکش جنّات کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، کہ اُن میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا، جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک مُنادی پکارتا ہے، کہ اے طالبِ خیر آگے بڑھو! اور اے شرّ کے متلاشی باز آجاؤ! اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنّم سے آزاد فرماتا ہے اور اسی طرح کا مُعاملہ رمضان کی ہر رات میں رہتا ہے۔"

چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا

جب ہم اس مبارک ماہ کو پائیں اور اس مہینے کا چاند دیکھیں، تو اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے، ہمارے آقا رحمتِ عالمیان ﷺ دعا کرتے:

"اللّٰهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالإِيمَانِ، وَالسَّلامَةِ وَالإِسْلاَمِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔ (۲۲) الٰہی! اس نئے چاند کا طلوع ہونا ہمارے لیے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کا ذریعہ بنا، اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

لہٰذا ہمیں رمضان کا بہترین استقبال کرنا ہے، اس میں خوب عبادات و اعمالِ صالحہ کرنے ہیں، اللہ و رسول کو خوب راضی کرنا ہے اور اس ماہِ مبارک کی آمد سے پہلے ہی نیک کاموں کی طرف رجوع و سبقت کرنی ہے، ان شاء اللہ!

اے اللہ! شعبان کے ان بقیہ لمحات میں ہمارے لیے برکت دے، اور ہمیں بخیر و عافیت رمضان تک پہنچا دے، روزوں اور نمازِ تراویح میں ہماری مدد فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں ملک و قوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و الفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، ہم تجھ سے تیری رحمتوں کا سوال کرتے ہیں، تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر گناہ سے سلامتی و چھٹکارا چاہتے ہیں، ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کے طلبگار ہیں، ہمارے غموں کو دُور فرما، ہمارے قرضے اُتار دے، ہمارے بیماروں کو شفایاب کردے، ہماری حاجتیں پوری فرما، ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی! ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کردے، ہمارے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، دنیا کے تمام مسلمانوں کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر و برکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سیِّدنا ونبیِّنا و حبیبِنا وقرّۃِ أعیُننا محمّدٍ، وعلی آله و صحبه أجمعین وبارَك وسلَّم، والحمد للّٰہ ربّ العالمین!

حوالہ جات: (۱) پ2، البقرۃ.183 (۲) تفسیر خزائن العرفان، پ2، البقرۃ، زیرِ آیت183، ص49 ملتقطاً (۳) پ2، البقرۃ.83 (۴) صحیح البخاری کتاب الصّوم، ر۱۹۰۳، ص.۳۰۶ (۵) تفسیر ضیاء القرآن، البقرۃ، زیرِ آیت ۱۸۳، ۱/ ۱۲۳، ۱۲٤ بتصرّف (٦) السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصیام، 4/.209 (۷) شعب الإیمان، باب فی الصوم، ر3649، 3/.1344 (۸) پ2، البقرۃ 184 (۹) المعجم الأوسط، باب المیم، بقیۃ اسمہ میم، ر۸۳۱۲، ٦/.۱٤۷ (۹) پ2، البقرۃ.184 (۱۰) پ2، البقرۃ.184 (۱۱) تفسیر نور العرفان، البقرۃ، زیرِ آیت ۱۸٤، ص٤۲ (۱۲) صحیح البخاری، باب صفۃ إبلیس وجنودہ، ر۳۲۷۷، ص.٥٤٦ (۱۳) پ۲، البقرۃ.۱۸٥ (۱٤) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر۱۹۳۳، ص.۳۱۰ (۱٥) نزہۃ القاری، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیاً، تحت ر۳٤۳، ٥/ ٥٤ و بہارِ شریعت، کن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا، حصہ5، ۱/ ۹۸۲ (۱٦) صحیح البخاری، باب صفۃ أبواب الجنّۃ، ر۳۲٥۷: ص.٥٤۳ (۱۷) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر۱۹۰۱: ص.۳۰٦ (۱۸) سنن النّسائی، کتاب الصیام، ر2102، الجزء4، ص۱۳۱–۱۳۲ (۱۹) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر۱۹۰٤، ص.۳۰٦ (۲۰) سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، ر682، ص۱۷٤ (۲۱) سنن الترمذی، باب مایقول عند رؤیۃ الہلال، ر3451، ص.۷۸۸۔

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

ماہِ رمضان! بے شمار فضائل و برکات کا حامل

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مغفرت کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے، کبھی شب عاشورا کبھی شب برأت اور شب قدر اور کبھی ماہ رمضان کے ذریعے لوگوں پر انعامات و اکرام کی بارش کرتا رہتا ہے۔ رمضان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے لیے انعامات کی موسلادھار بارش فرمائی ہے اور گناہگاروں کی مغفرت کے مختلف مواقع عنایت فرمائے ہیں۔

آئیے احادیث کریمہ کی روشنی میں ان فضائل کا جائزہ لیتے ہیں، رمضان میں شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے:

1 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔ (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب: ھل یقال رمضان أو شهر رمضان ومن رأى كله واسعا، ج 1، ص 255: مطبوعہ مجلس برکات) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

رمضان کی ہر شب جہنمیوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے:

2 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ، وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ، أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ، أَقْصِرْ، وَلله عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ج 1، ص 369) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، ایک ندا دینے والا پکارتا ہے: اے طالب خیر! آگے آ، اے شر کے متلاشی! رک جا اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، ماہ رمضان کی ہر رات یونہی ہوتا رہتا ہے۔"

جو روزے کی برکتوں سے محروم رہا وہ محروم کر دیا گیا:

3 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ الله عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔ (سنن نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ، ج 1، ص 299 / مخرجۃ الاحادیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان آیا، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور بڑے شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، اس (مہینہ) میں للہ تعالیٰ کی ایک ایسی

* مضمون نگار دار العلوم گلشن مصطفیٰ بہادر گنج مراد آباد کے صدر المدرسین ہیں۔

رات (بھی) ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہو گیا سو وہ محروم ہو گیا۔"

جو رمضان میں اپنی مغفرت نہ کرا سکا تو پھر کب کرائے گا؟

4عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلی الله علیه و آله و سلم يَقُوْلُ: هَذَا رَمَضَانُ قَدْ جَاءَ تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الجنَّةِ وَتُغْلَقُ أَبْوَابُ النَّارِ وَ تُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِين. بُعْدًا لمنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ إِذَا لم يُغْفَرْ لَهُ فِيْهِ فَمَتَى؟ (مصنف ابن آبی شیبۃ، کتاب الصیام، باب ذکر فی فضل رمضان وثوابہ، ج4:، ص8: / مطبوعہ: الفارق الحدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ گیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس میں شیاطین کو (زنجیروں میں) جکڑ دیا جاتا ہے، وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی، اگر اس کی اس (مغفرت کے) مہینہ میں بھی بخشش نہ ہوئی تو (پھر) کب ہوگی؟"

دو رمضانوں کے روزے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ

5عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ الله صلی الله علیه و آله و سلم كَانَ يَقُوْلُ: اَلصَّلَوَاتُ الخمْسُ وَالجمْعَةُ وَ رَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، ج1:، ص: 122 / مطبوعہ: مجلس برکات، مبارک پور) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں، جب تک کہ انسان گناہ کبیرہ نہ کرے۔"

رمضان مومن صالح کے لیے مفید اور منافق کے لیے مضر ہے

6عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ الله: أَظَلَّكُمْ شَهْرُكُمْ هَذَا بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ الله صلی الله علیه و آله و سلم مَا مَرَّ بِالمسْلِمِينَ شَهْرٌ خَيرٌ لهمْ مِنْهُ وَلَا مَرَّ بِالمنَافِقِين شَهْرٌ شرٌّ لهمْ مِنْهُ بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ الله لَيَكْتُبُ أَجْرَهُ وَنَوَافِلَهُ قَبْلَ أَنَّ يُدْخِلَهُ وَيَكْتُبُ إِصْرَهُ وَشَقَائَهُ قَبْلَ أَنَّ يُدْخِلَهُ وَذَلِكَ أَنَّ المؤْمِنَ يُعِدُّ فِيْهِ الْقُوَّةِ مِنَ النَّفَقَةِ لِلْعِبَادَةِ وَيُعِدُّ فِيْهِ المنَافِقُ اتِّبَاعَ غَفَلَاتِ المؤْمِنِين وَاتِّبَاعَ عَوْرَاتِهِمْ۔ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب فی فضل شہر رمضان وانہ خیر الشہور للمسلمین وذکر اعداد المؤمن القوۃ من النفقۃ للعبادۃ قبل دخولہ، ج2:، ص472 / مطبوعہ: دار التاصیل) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلفاً فرمایا: تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اِس سے بہتر مہینہ اور منافقین پر اس سے بڑھ کر برا مہینہ کبھی نہیں آیا پھر دوبارہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا: للہ تعالیٰ اس مہینے کا ثواب اور اس کی نفلی عبادت اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے اور اس کی بدبختی اور گناہ بھی اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے، کیوں کہ مومن اس میں انفاق کے ذریعے قوت حاصل کر کے عبادت کرنے کی تیاری کرتا ہے اور منافق مومنوں کی غفلتوں اور ان کے عیب تلاش کرنے کی تیاری کرتا ہے۔"

جس نے رمضان پایا اور اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرا سکا تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے:

7عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: احْضُرُوْا المنْبَرِ فَحَضَرْنَا. فَلَمَّا ارْتَقَى الدَرَجَةَ قَالَ: آمِين فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ، قَالَ: آمِين فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِين فَلَمَّا نَزَلَ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ الله، سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ، قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بُعْدًا لمنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ

آمین. فَلَمَّا رَقِیتُ الثَّانِیَۃَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ، قُلْتُ: آمین، فَلَمَّا رَقِیتُ الثَّالِثَۃَ، قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَکَ أَبَوَاہُ الْکِبَرَ عِنْدَہٗ أَوْ أَحَدُھما فَلَمْ یُدْخِلاہُ الجنَّۃَ. قُلْتُ: آمین. (المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج 4، ص170 / المکتبۃ الشاملۃ) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: منبر کے پاس آجاؤ، ہم آگئے، جب ایک درجہ چڑھے تو فرمایا: آمین، جب دوسرا چڑھے تو فرمایا: آمین، اور جب تیسرا چڑھے تو فرمایا: آمین، جب اترے تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے نہیں سنا کرتے تھے، آپ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا: جسے رمضان ملا لیکن اسے بخشا نہ گیا وہ بدقسمت ہو گیا۔ میں نے کہا: آمین۔ جب میں دوسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا: جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ بھی بدقسمت ہو گیا، میں نے کہا: آمین جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا: جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا اور انھوں نے اسے (خدمت و اطاعت کے باعث) جنت میں داخل نہ کیا، وہ بھی بدقسمت ہو گیا، میں نے کہا: آمین۔''

بندہ اگر رمضان کی برکتیں جان لے تو تمنا کرے کہ پورا سال رمضان ہو:

8 حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (شعب الإیمان للبیھقی، باب فی الصیام، فصل: فضائل شھر رمضان، ج5، ص 245 / مکتبۃ الرشد)

رمضان المبارک میں نفل فرض اور فرض ستر فرضوں کے برابر

8 حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور راتوں کے قیام کو نفل، جو شخص اس میں قرب الٰہی کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرض ادا کیے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ غم خواری کا مہینہ ہے، اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کو افطاری کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے، نیز اسے اس (روزہ دار) کے برابر ثواب ملتا ہے، اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے یا پانی پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے، اس مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانہ حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے، اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو، دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کاموں کے بغیر تمھارے لیے کوئی چارہ کار نہیں، جن دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے ان میں سے ایک لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے، جن دو کاموں کے بغیر تمھارے لیے کوئی چارہ نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوسرا یہ ہے کہ دوزخ سے پناہ مانگو، جو شخص روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ

تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا، اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔'' (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصوم، باب فضائل شہر رمضان ان صح الخبر، ج2،ص475/ مکتبہ: دار التاصیل)

رمضان المبارک کی ایسی پانچ خوبیاں جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں

11 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی للہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ پہلا یہ ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظرِ التفات فرماتا ہے اور جس پر اُس کی نظرِ رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا، دوسرا یہ ہے کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو للہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ فرشتے ہر دن اور ہر رات ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ چوتھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لیے تیاری کرلے اور مزین ہو جا، تاکہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دارِ رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں، پانچواں یہ ہے کہ جب (رمضان کی) آخری رات ہوتی ہے ان سب کو بخش دیا جاتا ہے، ایک صحابی نے عرض کیا: کیا یہ شبِ قدر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تو انھیں پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے؟'' (الترغیب والترہیب للمنذری، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا وقیام لیلۃ سیما لیلۃ القدر وما جاء فی فضلہ، ص424 :/مکتبۃ المعارف)

رمضان المبارک میں اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں ہوتا

12 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہِ رمضان میں للہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں للہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔''
(المعجم الاوسط للطبرانی، ج6 :،ص195/ مکتبہ: دار الحرمین)

روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا

13 حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا، کہا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ اٹھ کھڑے ہوں گے، ان کے علاوہ اس سے کوئی داخل نہ ہوگا، جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ ان پر بند کر دیا جائے گا اور پھر اس سے ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔'' (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصوم، باب: ذکر باب الجنۃ الذی یخص بدخولہ الصوام دون غیرھم، ج2،ص473/ مکتبہ: دار التاصیل)

روزہ رکھنے والے کے اگلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

14 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص سے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے اخلاص سے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے روزہ رکھا تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصوم، باب ذکر مغفرۃ الذنوب السالفۃ بصوم شہر رمضان ایمانا واحتسابا، ج2،ص478/ مکتبۃ التاصیل)

رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے کا ثواب

15 حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب استحباب صوم ست من شوال اتباعا لرمضان، ج1،ص369/ مطبوعہ: مجلس برکات)

اللہ تمام مسلمان اہل سنت والجماعت کو رمضان المبارک کے برکات وثمرات سے بہرہ ور فرمائے، آمین۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

قارئین! اگر آپ میں سے کسی کو رسالہ نہیں مل پا رہا ہے تو 8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

از: حافظ افتخار احمد قادری*

روزہ! خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے

عقیدہ کی درستگی کے بعد مسلمانوں پر چار اعمال نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے، ایک مسلمان کے لئے دین و دنیا میں ہر کام سے زیادہ اہم ضروری یہی چار کام ہیں، ہر کام پر ان چار کی ادائیگی کو ترجیح حاصل ہے ان کے بغیر کوئی بھی شخص نہ کامل مسلمان ہوسکتا ہے۔ نہ اللہ رب العزت کا قریب و محبوب بن سکتا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے جگہ جگہ ان کی تاکید فرمائی اور ان چار کاموں میں کوتاہی کرنے پر سخت وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں اور ان کی ادائیگی پر طرح طرح کے انعامات کی خوشخبریاں سنائی گئی، حق یہ ہے کہ انسان وجن کی پیدائش کا مقصد یہی چار کام ہیں، ان کے بغیر انسان کی زندگی بالکل بے مقصد اور بیکار ہے، انہیں چار کاموں میں ایک روزہ بھی ہے، یہ ایک بدنی عبادت ہے اور سال بھر کے انسانی زندگی کے نظام بندگی کو درست کرنے اور کنٹرول میں رکھنے کے لئے مہینے بھر کی ایک روحانی تربیت ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر لازم کی ہے۔

روزہ ہجرت کے بعد ۲ رہجری میں فرض ہوا، روزہ دیگر عبادتوں کی بہ نسبت اس حیثیت سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں، ایک روایت میں ہے کہ روزہ کی جزا میں ہی ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب)

بندے کے لئے اس سے بڑھ کر انعام اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت فرمائے کہ میں ہی جزا ہوں یعنی رمضان المبارک کے روزوں کی وجہ سے اللہ رب العزت روزہ دار بندے کا ہوجاتا ہے اور اللہ رب العزت جس بندے کا ہوجائے اس کے لئے اس کی کل نعمتیں ہوجاتی ہیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں رمضان المبارک کے روزوں کی توفیق ملتی ہے۔

روزہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نماز حج اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے مقابلے روزہ داروں کا تناسب ہمیشہ زیادہ رہا ہے اور روزہ کے معاملے میں خاص طور سے عورتیں بہت حساس اور بیدار ہوتی ہیں۔ روزہ دار مردوں کی بہ نسبت روزہ دار عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے امید کہ روزہ سے دل چسپی ہی مغفرت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اللہ رب العزت روزہ کے صدقے میں روزہ کی طرح اور دیگر عبادات یعنی نماز حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے تئیں بھی مسلمانوں میں احساس ذمہ داری اور بیداری پیدا فرمائے کہ ان سے بھی کسی کو مفر نہیں بلکہ یہ عبادتیں روزے سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔

روزہ طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے باز رہنے کا نام ہے، روزہ کی یہی ظاہری شکل ہے لیکن روزہ کی روح یہ ہے کہ مذکورہ تینوں چیزوں کے ساتھ ان تمام چیزوں سے بھی باز رہا جائے جو روزہ کے مقاصد اور اس کی تکمیل، حکمتوں اور اخلاقی وروحانی فوائد کے منافی ہیں۔ حقیقی اور کامل روزہ وہ ہے جس میں روزہ دار اپنے دل کو غلط خیالات اور فحش احساسات سے دور رکھے اور زبان کو کثرت گفتگو بدکلامی، شور وشغف، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، چغلی اور لڑائی جھگڑے کی باتوں سے بچائے اور کان، آنکھ کو بھی ناجائز وحرام باتوں اور مناظر سے محفوظ رکھے۔ گویا وہ روزہ جو دل کے تقویٰ اور زبان، کان، آنکھ اور دیگر اعضاء کی عفت و پاکدامنی کی رو سے خالی ہو وہ ظاہری روزہ تو کہا جاسکتا ہے مگر روحانی اور حقیقی روزہ نہیں کہا جاسکتا ہے جو دین اسلام کا مطلوب ہے اور جس پر اجزی بہ جیسے زبردست اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اسلامیات

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

روزہ کا ایک مقصد اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ بندہ خورد و نوش کے اس عادی نظام سے آزاد ہو کر سال میں مہینہ بھر زندگی کے کچھ ایسے لمحات گزارے جن میں لذت کام و دہن کا سامان دسترس میں ہونے کے باوجود بھوک اور پیاس کا مزہ چکھے اور اس میں ایسی روحانی لذت محسوس کرے جو نوع بہ نوع پر تکلف اور لذیذ اشیائے خورد و نوش میں بھی محسوس نہیں ہوتی اور اسے خلوے معدہ کی حالت میں خلوے خواہش نفسانی سے آزادی، روحانی لطافت و بالیدگی، سکون خاطر اور صفائے قلب حاصل ہو۔ لیکن آج مسلمان روزہ کے اس عظیم روحانی مقصود کے ساتھ بڑی بے انصافی سے کام لینے لگا ہے۔

افطار میں انواع و اقسام کے پر تکلف اور لذیذ کھانوں کی ایسی فراوانی اور اس قدر غیر ضروری اہتمام ہونے لگا ہے کہ روزہ کی مقصدیت ہی فوت ہوگئی ہے۔ دن بھر بھوکا رہنے کے بعد جب روزہ دار پر تکلف دسترخوان اپنے سامنے پاتا ہے تو اذان مغرب ہوتے ہی ان کھانوں پر ٹوٹ پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے سوا دعائے افطار پڑھنا اور وقت مستحب میں نماز مغرب ادا کرنا بھی بھول جاتا ہے اور کھانے کی محویت اسے اتنا بے حس بنا دیتی ہے کہ جب تک حلق تک پیٹ نہیں بھر لیتا کھانے سے ہاتھ نہیں کھینچتا۔ ایسی بسیار خوری کے نتیجہ میں جس نے دن بھر کھانے کی تلافی کر دی ہے۔

روزہ دار اپنے دشمن نفس شیطان پر غالب آنے اور شہوت دبانے کے بجائے مغلوب ہو کر شہوت کو مزید برانگیختہ کر لیتا ہے اور پھر صفائے قلب اور دیگر روحانی فوائد کا حصول تو کہاں معدے کے بوجھ سے وہ اتنا سست ہو جاتا ہے کہ قیام اللیل یعنی تراویح و تہجد کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے، بعض لوگ تو ہوس میں معدہ اتنا زیادہ بھر لیتے ہیں کہ اگر سال بھر پیٹ صحیح رہتا ہو تو رمضان المبارک میں کثرت طعام کی وجہ سے معدہ خراب کر لیتے ہیں اور صبح سے دو پہر تک ڈکار، خروج ریاح اور صعود ریاح کی شکایت کرتے ہیں اور سر درد، الجھن اور چڑ چڑا پن میں مبتلا ہو کر انتہائی بے کیفی کا دن گزارتے ہیں۔

ذرا غور کیجیے کیا روزہ کا یہی مقصد اور یہی فائدہ ہے؟ امام غزالی علیہ الرحمہ افطار کی کھانے میں بے احتیاطی پر تنبیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: (روزہ کا) پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال غذا میں بھی احتیاط سے کام لے اور اتنا نہ کھائے کہ اس کے بعد گنجائش ہی نہ رہے، اس لئے کہ حلق تک بھرے پیٹ سے بڑھ کر مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی بھری جانے والی چیز نہیں ہے۔ اگر روزہ افطار کے وقت دن بھر کی تلافی کر دے اور جو دن بھر کھانے والا تھا وہ اس ایک وقت میں کھا لے تو دشمن خدا پر غالب آنے اور شہوت ختم کرنے میں روزہ سے کیا مدد مل سکے گی؟ یہ عادتیں مسلمانوں میں اتنی راسخ اور عام ہو چکی ہیں کہ رمضان المبارک کے لئے پہلے سے سامان خوراک جمع کیا جاتا ہے اور رمضان کے دنوں میں اتنا اچھا اور نفیس کھانا کھایا جاتا ہے جو اور دنوں میں نہیں کھایا جاتا، روزہ کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہشات کو دبانا ہے تا کہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

اب اگر معدہ کو صبح و شام تک کھانے پینے سے محروم رکھا جائے اور شہوت اور بھوک کو خوب امتحان میں ڈالنے کے بعد انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر لیا جائے تو نفس کی خواہشات اور لذتیں کم نہ ہوں گی اور بڑھ جائیں گی بلکہ ممکن ہے کہ بہت سی ایسی خواہشیں جو ابھی تک خوابیدہ تھیں وہ بھی بیدار ہو جائیں۔ رمضان المبارک کی روح اور اس کا راز ان طاقتوں کو کمزور کرنا ہے جن کو شیاطین اپنے وسائل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور یہ بات ثقیل غذا ہی سے حاصل ہوگی۔ یعنی یہ کہ شام کو اتنا ہی کھائے جتنا اور دنوں میں کھاتا تھا اگر کوئی دن بھر حساب لگا کر ایک وقت میں کھا لے تو اس سے روزہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

بعض حضرات روزہ کے دنوں میں وقت گزاری اور بھوک پیاس کے احساس سے بچنے کے لئے اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ سوتے ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (روزہ کے) آداب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دن میں زیادہ نہ سوئے تا کہ بھوک پیاس کا کچھ مزہ معلوم ہو۔ قویٰ کو ضعف کا احساس ہو، قلب میں صفائی پیدا ہو۔ اسی طرح

اپنے معدہ کو اتنا ہلکا رکھے کہ تہجد اور اوراد و وظائف میں مشغولی آسان ہو اور شیطان اس کے دل کے پاس منڈلا نہ سکے اور اس صفائی قلب کی وجہ سے عالم قدس کا دیدار اس کے لئے ممکن ہو۔

خلاصہ یہ کہ روزہ میں کم کھائے، کم بولے اور کم سوئے۔ ہر انسان روح اور جسم سے مرکب ہے اور اس کے اندر روحانیت و جسمانیت کی کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے، ہر انسان اللہ رب العزت کی طرف سے اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی روحانیت کو جسمانیت پر غالب رکھنے کی کوشش کرے، اللہ رب العزت اس سلسلہ میں انسان کی مدد اور تعاون کے لئے محض اپنے فضل و کرم سے دو مددگار بھی عنایت فرماتا ہے: ایک داخلی مددگار یعنی عقل اور ایک خارجی مددگار یعنی شریعت!

انسان کے یہ دونوں قدرتی مددگار ہر وقت انسان کو ایسے اقدامات اور طور طریقوں سے روکتے رہتے ہیں جو انسان کی جسمانیت اور حیوانی جبلت کے غلبے اور روحانیت کی مغلوبیت کا سبب ہوتے ہیں لیکن اکثر حالات میں عقل و شریعت کی رہبری اور تعاون سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عقل و شریعت کے احکامات کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ جب انسان عقل و شریعت کی بندشوں اور قدغنوں سے بالکل بے پروا ہو جاتا ہے تو اس بے قدری کے نتیجہ میں رحمت الٰہی اس بندے سے روٹھ جاتی ہے اور اس انسان کی روحانیت اور حیوانی جبلت ایک دن اتنی زیادہ طاقتور اور زبردست ہو جاتی ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی عقل اور شریعت کے تقاضوں کو بھی مغلوب کر دیتی ہے اور پھر انسان کے جسمانی رجحانات اور اس کی نفسانی خواہشات کو عقل و شریعت، اخلاق و روحانیت، صالح فطری جذبات و احساسات اور اعصاب پر مکمل بالادستی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کی سرگرمیوں کا پورا انظام معدے اور مادہ کی تسکین کی خاطر نفسانی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور اسے بالکل یہ احساس نہیں رہ جاتا کہ وہ بندہ شیطان ہے یا بندہ رحمٰن؟ اور اس انسان سے خیر و شر اور نفع و نقصان اور حرام و حلال کی تمیز اس حد تک اٹھ جاتی ہے کہ وہ سانڈ بن جاتا ہے اور خواہشات کی تکمیل میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں رہ جاتی اور ہر ممنوع وغیر ممنوع چراگاہ میں منہ مارنے لگتا ہے اور اس کے نفس کو اب ہر وہ چیز گراں معلوم ہونے لگتی ہے جو اس کی راہ میں مزاحم ہو اور وہ انسان آخرت کے احتساب اور جزا و سزا کا تصور بھی کھو دیتا ہے۔

پھر ایسا انسان کبھی کبھی تو زندگی بھر کے لئے عبادت اور میلان عبادت سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے ایک لمحے کے لئے بھی فراغ قلب اور و بیداری نصیب نہیں ہوتی اور اگر کسی لمحے سوچتا بھی ہے تو اس سوچ کی لو اتنی مدھم ہوتی ہے کہ غفلت کا معمولی جھونکا بھی اسے بجھا دیتا ہے یا پھر نصیبہ یاوری کرتا ہے اور یہ انسان عبادت کرنے پر آمادہ بھی ہو جاتا ہے تو عبادت میں اس کا دل نہیں لگتا۔ عبادت اس کے لئے بوجھ معلوم ہوتی ہے اور انتہائی بے دلی اور بے کیفی کے ساتھ جیسے جیسے عبادت سے الگ ہوتا جاتا ہے گویا وہ قفس میں اور اب آزاد ہو گیا اس کو اس عبادت میں کوئی روحانی اور قدرتی لذت نہیں ملتی وجہ کیا ہے؟ بس یہ کہ "انہا الکبیرۃ الا علی الخاشعین" وہ عبادت بوجھ ہے سوائے ڈرنے والوں کے یعنی غلبہ خواہشات کے سبب جزا وسزا کا احساس اور احتساب مولیٰ کا خوف دل سے جاتا رہا۔

تو اب ضروری ہوا کہ خواہشات کو دبایا اور مغلوب کیا جائے اور عقل و شریعت سے مدد لی جائے معقل نے کہا: جب تمہارا خالق مولیٰ تعالیٰ ہے تو تنہا وہی لائق طاعت و عبادت بھی ہے اور اس نے طاعت و عبادت کے طریقے سکھانے کے لئے شریعت بنائی ہے، چنانچہ شریعت سے رجوع کیا گیا تو شریعت نے کہا: اے بندہ خواہشات! روزہ خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے اس لئے روزہ رکھا کرو، امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: روزہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان امکانی حد تک فرشتوں کی تقلید کرتے ہوئے خواہشات سے دست کش ہو جائے۔ اس لئے کہ فرشتے بھی خواہشات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ بھی جانوروں سے بلند ہے۔ نیز خواہشات کے مقابلہ کے لئے اس کو عقل و تمیز کی روشنی عطا کی گئی ہے، البتہ وہ فرشتوں سے اس لحاظ سے کم تر ہے کہ خواہشات اکثر اس پر غلبہ پالیتی ہیں اور اس کو ان سے آزاد

ہونے کے لئے سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ جب وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہنے لگتا ہے تو اسفل السافلین تک جا پہنچتا ہے اور جانوروں کے ریوڑ سے جا ملتا ہے اور جب اپنی خواہشات پر غالب آتا ہے تو اعلیٰ علّیین اور فرشتوں کے آفاق تک پہنچ جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حاصل یہ کہ خواہشات کو دبانے، جسمانیت کو مغلوب کرنے اور معدہ پرستی کو ختم کرنے کے لئے قدرت کی طرف سے سال میں رمضان المبارک بھر انسان کو روزہ کا مکلف کیا گیا تا کہ انسان کا ایمان جاگتا رہے اور اس کی روحانیت، جسمانیت، مادیت کی کثافت سے پاک ہو کر اتنی غالب اور طاقتور ہو جائے کہ اسے ملا اعلیٰ سے نسبت حاصل ہو جائے اور روح وقلب کی تاریک وتنگ فضا اتنی روشن اور کشادہ ہو جائے کہ جس میں وہ پرواز کر کے اپنے مولیٰ کا قریب ومحبوب بن جائے اور اس کا دل ایسا صاف وشفاف آئینہ بن جائے کہ جب بھی ذرا گردن جھکائے اسے اس میں جلوہ یار نظر آنے لگے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

◆◆◆

ص ۲۱ / کا بقیہ.........

نہیں ایسے لوگوں کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اپنے قلوب میں خشیتِ الٰہی پیدا کرنی چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ماہ رمضان المبارک کے فیضان سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ اشرف المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ◆◆◆

ص ۲۷ / کا بقیہ.........

باہر، رمضان میں بھی ہجوم کار کی وہی شدت، نمازوں کی پابندی تراویح پر مداومت، یہ سب وہ کیسے کر لیتا ہے، میرا خیال ہے کہ بندہ جب خود کو کمزور اور تھکا ہوا محسوس کرنے لگے، تو واقعی وہ کمزور ہو جاتا ہے، اٹھتے، بیٹھتے چکر آنے لگتے ہیں، بغیر کچھ کیے ہی، وہ تھک کر نڈھال رہتا ہے اور اگر حوصلہ جوان رہے، احساس زندہ اور تازہ ہو اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہو، تو ان شاء اللہ ہم بھی روزہ رکھ کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۲۹ / کا بقیہ.........

مصائب وآلام میں اچھا خاصا اضافہ ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اور پھر جان پر ایسی بن آتی ہے کہ آدمی بے بسی وبے کسی کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

حیرت ہے کچھ ناعاقبت اندیش لوگ قوانین شرع پر اعتراض کرنے کی کیسے جسارت کر بیٹھتے ہیں اور یہاں تک کہہ ڈالتے ہیں کہ قانون شرع ہماری عقل کے خلاف ہے ہماری عقل کے لحاظ سے یہ نہیں بلکہ یہ ہونا چاہیے تھا، العیاذ باللہ! ایسے لوگوں کو چوں وچرا سے پہلے اپنی عقل کی کم مائیگی کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔ کہاں ان کی عقل شریف اور کہاں حکمِ خداوندی۔

باعثِ تخلیقِ کائنات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف سے متعلق علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مایہ ناز تصنیف لطیف شفا شریف کی جلد اوّل صفحہ ۴۲ / میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اکہتر ۷۱ / کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ دنیا کی ابتدائے وجود سے لے کر صبح قیامت تک کے جملہ انسانوں کی عقلوں کا عقلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگر کوئی موازنہ کرنا چاہے تو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیے کہ تمام عقلوں کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف سے ویسی ہی نسبت ہے جیسے ایک ریت کے ذرے کو دنیا بھر کے تمام ریگستانوں سے ہے۔

جب قیامت تک کے انسانوں کی عقلیں ایک ذرے کے برابر ہیں تو پھر قوانین شرع کو خلاف عقل کہنے والے کی حیثیت کیا بیان کی جا سکتی ہے بلکہ بیان کی ہی نہیں جا سکتی کیوں کہ کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہی تو پھر بیان کیسا؟ ایک سچے مسلمان کے لیے یہ ناگزیر امر ہے کہ وہ شریعت کی ہر بات کے سامنے بلا جھجک سرِ تسلیم خم کر دے اور اگر کوئی شرعی بات اس کی عقل میں نہ آئے تو اسے خلافِ عقل نہیں بلکہ بالائے عقل جانے، اسی میں اس کی دنیا وآخرت کی بہبودی مضمر ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

رب تعالیٰ کا حسین انعام ماہِ صیام

اسلامیات

خدائے وحدہ لاشریک کے ننانوے اسماء میں ایک اسم" رزاق" اورایک اسم" حکیم" ہے جس کا معنیٰ ہے" روزی دینے والا" حکمت والا" وہی سارے جہان کا خالق ہے، وہی اپنے بندوں کو اور کائنات کی ہر شئے کو اپنے فضل وکرم سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ہے، وہ بندوں پر ازحد مہربان ہے، اس نے اپنے بندوں کو سال کے گیارہ مہینے اختیار دیا ہے کہ وہ جب چاہیں حلال خورد ونوش سے لطف اندوز ہوں، مگر محض ایک ماہ از ختم سحری تا وقت افطار خورد ونوش سے باز رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جس میں روزہ داروں کے لیے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبلِكُم لَعَلَّكُم تَتَّقُون۔ (پ 2 سورۃ البقرہ، آیت نمبر 183) ترجمہ: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔" (کنزالایمان)

تفسیر: اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے، روزہ شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض ونفاس سے خالی عورت صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک بہ نیّتِ عبادت خورد و نوش ومجامعت (کھانا پینا اور جماع) ترک کرے، اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیمہ ہیں زمانۂ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں پر فرض ہوتے چلے آئے، اگرچہ ایام واحکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم ہے۔ (خزائن العرفان)

روزہ کی بے شمار حکمتیں ہیں یہاں چند حکمتیں تحریر کی جاتی ہیں: روح عالم اجسام میں آنے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے پاک وصاف تھی، اسی لیے گناہوں سے بھی محفوظ رہی، اجزائے جسم کا بھی یہی حال تھا مگر جب یہ دونوں ملے توجسم وروح کی وجہ سے اور روح جسم کی وجہ سے غذاؤں کے حاجت مند ہوئے اور گناہوں میں مبتلا، ضرورت تھی کہ ابھی کچھ روز ان کو مرغوب غذاؤں سے باز رکھا جائے تا کہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں، نفس اور روح دو دشمن ہیں جن کا مقام جسم انسانی ہے ان میں ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا سبب ہے، نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے قوی ہوتا ہے اور روح نیک اعمال سے، ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوکا رکھا جائے تا کہ نفس کمزور ہو۔

روزہ میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کا پتہ چلتا ہے جس سے غذا اور پانی کی قدر ہوتی ہے اور انسان خدا کا شکر کرتا ہے، روزہ سے بھوکوں پیاسوں پر مہربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ غنی اپنی بھوک یاد کر کے فقیر کی بھوک کا پتہ لگاتا ہے، یہاں روح البیان میں ہے کہ انسانوں کا تیسرا بادشاہ طہمورث کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوئی تو مالداروں کو روزہ کا حکم دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم دوپہر کا کھانا فقیروں کو دو تا کہ شام کو تم اور وہ دونوں کھاؤ، روزہ سے بھوک کے برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی کھانا میسر نہ ہو تو انسان گھبراتا نہیں، بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، اب بھی ڈاکٹر وطبیب کہتے ہیں کہ فاقہ بہت بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ اس سے معدہ کی اصلاح ہے۔

نفس دن میں تو کھانے پینے کی اور شب کو سونے کی رغبت کرتا ہے شریعت نے اس کی مخالفت یوں کرائی کہ کبھی دن میں تو روزوں کا اور رات میں نمازوں کا حکم دیا گیا کہ ماہ رمضان میں دن کو کھانے سے باز رہنے اور رات کو تراویح اور تہجد پڑھو، خیال رہے کہ نماز سجدہ وغیرہ فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی ادا کرتے ہیں

*مضمون نگار رضائے مصطفٰے مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

مگر روزہ صرف انسان ہی کی عبادت ہے فرشتے دوسری مخلوق غالباً جنات پر بھی روزے فرض نہیں یہ انسانی خصوصیات سے ہے، اسی لیے علیکم میں انسانوں سے خطاب ہوا، جیسے رب فرماتا ہے:

"وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ البَیتِ مَنِ استَطَاعَ اِلَیہِ سَبِیلًا۔ (آل عمران) حج صرف انسانوں پر فرض ہے۔" (تفسیر نعیمی جلد دوم)

کسی کے ذہن وفکر میں یہ سوال گردش کرسکتا ہے، کہ روزہ ایک مہینہ ہی کیوں فرض کیا گیا؟ اس سے کم وبیش کیوں نہیں؟ حکیم الامت، مفسر قرآن کریم حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ کیا خوب عمدہ جواب عطا کیے ہیں رقمطراز ہیں:

" زمانہ کی تین مشہور مدتیں ہیں، ہفتہ، مہینہ، سال! ہفتہ چھوٹی مدت ہے اور سال بڑی اور مہینہ درمیانی، چونکہ مسلمان امت وسط ہیں اس لیے ان کا ہر کام درمیانی ہے، لہٰذا یہی مقرر ہوا نیز نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے لہٰذا ماہ رمضان شریف کے روزوں کا ثواب دس ماہ کے برابر اور پھر شوال کے چھ روزوں کا ثواب ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے برابر ہوکر سال کا ثواب ملے گا اور گویا یہ دائمی روزہ دار ہوگا۔" (تفسیر نعیمی جلد دوم)

احادیث کریمہ کی روشنی میں روزہ کے فضائل

(۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

" جب رمضان شریف آتا ہے، (رمضان رمض سے بنا بمعنٰی گرمی یا گرم چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کردیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنادیتی ہے، اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے، اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے، اس لیے رمضان کہلاتا ہے) تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، (حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں، جن سے اللّٰہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور وغلمان کو خبر ہوجاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہوجاتے ہیں، حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں) اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔" (مرآۃ المناجیح جلد سوم)

(۲) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

" جنت میں آٹھ دروازے ہیں، (یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقے کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی دیوار ہی میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں) جن میں سے ایک باب الریان ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے، (ریان بروزن فعلان رَیّ سے بنا بمعنٰی تروتازگی سیرابی وسبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوک پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف اٹھاتے تھے، اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم وگمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللّٰہ تعالیٰ دیکھ کر ہی پتا لگے گا، اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگر چہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں گے اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں گے مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے)" (مرآۃ المناجیح)

(۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

" انسان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی، (یعنی قانوناً ایک نیکی کا ثواب کم سے کم

دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے۔"

اس حدیث شریف سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو "مَن جَآءَ بِالحَسَنَةِ فَلَه عَشرُ اَمثَالِهَا۔ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں" (کنزالایمان) اور دوسری "كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنبَتَت سَبعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بالی میں سو دانے۔ (کنزالایمان)

رب تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے، (اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے، مگر روزہ میں ریا نہیں ہوسکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر یا باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقیناً مخلص ہی ہے، ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کرسکتا ہے، تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں، حتّٰی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا۔ (شامی)

مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا، رب تعالیٰ فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا) اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا، (اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں: اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے) وہ میرے لیے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے، (یعنی دوسرے عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لیے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے، ریاکار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کرسکتا ہے) روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت، (سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے۔ روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی، رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور روح میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے، وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا، اللہ تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزے ڈھال ہیں، (کہ دنیا میں نفس وشیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو وہ نہ بری بات کہے نہ شور مچائے، (شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے، شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے، اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے) اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، [لہٰذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر وریا کے لیے نہ ہو۔"] (مرآۃ المناجیح جلد سوم)

خوش نصیب مسلمان ماہِ رمضان المبارک کی حرمت اور تقدس کا مکمل لحاظ کرتے ہوئے، روزہ، نماز اور تلاوت قرآن کریم کی پابندی کرتے ہوئے بیشتر اوقات عبادات میں بسر کرتے ہیں، غریبوں، فقیروں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کرکے رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں، مگر تف ہے ان مسلمانوں پر جو صحت مند اور تندرست ہونے کے باوجود روزہ جیسی عظیم نعمت الٰہی سے اب تک محروم ہیں، پتا بقیہ ص ۱۸ ر پر

اسلامیات

از: مفتی ارشد نعیمی قادری ککرالوی *

تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنی قدرت کاملہ حکمت مبارکہ سے انسانی وجود کو اجزائے ترابیہ سے مرکب فرما کر صحت وانعام کے ساتھ زندگی بخشی صحت وتندرستی ہزار ہا ہزار نعمت ہے اللہ لم یزل ولم یزول کے نیک بندے علی الخصوص انبیاورسل علیہم السلام صحت وتندرستی کی تعلیم دینے اور اس کے برقرار رہنے کی دعا مانگنے میں رطب السان رہے جیسا کہ اک بار حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی بارگاہ قدس میں عریضہ پیش کیا: یا باری تعالیٰ انسان تیری نعمتوں میں سے کوئی ایک نعمت مانگے تو کیا مانگے؟ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ارشاد فرمایا: صحت!

میری نظر سے جب یہ بات گزری تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ صحت اللہ تعالیٰ کا حقیقتاً بہت بڑا تحفہ ہے اور قدرت نے جتنی محبت اور منصوبہ بندی انسان کو صحت مند رکھنے کے لئے کی اتنی شاید پوری کائنات بنانے کے لئے نہیں کی، ہمارے جسم کے اندر ایسے ایسے نظام موجود ہیں کہ ہم جب ان پر غور کرتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے، ہم میں سے ہر شخص ساڑھے چار ہزار بیماریاں ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بیماریاں ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں، مگر ہماری قوت مدافعت، ہمارے جسم کے نظام ان کی ہلاکت آفرینیوں کو کنٹرول کرتے رہتے ہیں۔

مثلاً ہمارا منہ روزانہ ایسے جراثیم پیدا کرتا ہے جو ہمارے دل کو کمزور کردیتے ہیں مگر ہم جب تیز چلتے ہیں، جاگنگ کرتے ہیں یا واک کرتے ہیں تو ہمارا منہ کھل جاتا ہے، ہم تیز تیز سانس لیتے ہیں، یہ تیز تیز سانسیں ان جراثیم کو مار دیتی ہیں اور یوں ہمارا دل ان جراثیموں سے بچ جاتا ہے، مثلاً دنیا کا پہلا بائی پاس مئی 1960ء میں ہوا مگر قدرت نے اس بائی پاس میں استعمال ہونے والی نالی لاکھوں، کروڑوں سال قبل ہماری پنڈلی میں رکھ دی، یہ نالی نہ ہوتی تو شاید دل کا بائی پاس ممکن نہ ہوتا، مثلاً گردوں کی ٹرانسپلانٹیشن 17 رجون 1950ء میں شروع ہوئی مگر قدرت نے کروڑوں سال قبل ہمارے دو گردوں کے درمیان ایسی جگہ رکھ دی جہاں تیسرا گردہ فٹ ہو جاتا ہے۔

ہماری پسلیوں میں چند انتہائی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ہیں، یہ ہڈیاں ہمیشہ فالتو سمجھی جاتی تھیں مگر آج پتہ چلا دنیا میں چند ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کے نرخرے جڑے ہوتے ہیں، یہ بچے اس عارضے کی وجہ سے اپنی گردن سیدھی کرسکتے ہیں، نگل سکتے ہیں اور نہ ہی عام بچوں کی طرح بول سکتے ہیں۔ سرجنوں نے جب ان بچوں کے نرخروں اور پسلی کی فالتو ہڈیوں کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا پسلی کی یہ فالتو ہڈیاں اور نرخرے کی ہڈی ایک جیسی ہیں چنانچہ سرجنوں نے پسلی کی چھوٹی ہڈیاں کاٹ کر حلق میں فٹ کردیں اور یوں یہ معذور بچے نارمل زندگی گزارنے لگے، مثلاً ہمارا جگر جسم کا واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے، ہماری انگلی کٹ جائے، بازو الگ ہو جائے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ کٹ جائے تو یہ دوبارہ نہیں اگتا جب کہ جگر واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ اگ جاتا ہے، سائنس دان حیران تھے قدرت نے جگر میں یہ اہلیت کیوں رکھی؟

آج پتہ چلا جگر عضو رئیس ہے، اس کے بغیر زندگی ممکن نہیں اور اس کی اس اہلیت کی وجہ سے یہ ٹرانسپلانٹ ہوسکتا ہے، آپ دوسروں کو جگر ڈونیٹ کرسکتے ہیں، یہ قدرت کے چند ایسے معجزے ہیں جو انسان کی عقل کو حیران کردیتے ہیں جب کہ ہمارے بدن میں ایسے ہزاروں معجزے چھپے پڑے ہیں اور یہ معجزے ہمیں صحت مند رکھتے ہیں، ہم روزانہ سوتے ہیں، ہماری نیند موت کا ٹریلر ہوتی ہے، انسان کی اونگھ، نیند، گہری نیند، بے ہوشی اور موت پانچوں ایک

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، ککرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

ہی سلسلے کے مختلف مراحل ہیں، ہم جب گہری نیند میں جاتے ہیں تو ہم اور موت کے درمیان صرف بے ہوشی کا ایک مرحلہ رہ جاتا ہے، ہم روز صبح موت کی دہلیز سے واپس آتے ہیں مگر ہمیں احساس تک نہیں ہوتا' صحت دنیا کی ان چند نعمتوں میں شمار ہوتی ہے یہ جب تک قائم رہتی ہے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی مگر جوں ہی یہ ہمارا ساتھ چھوڑتی ہے' ہمیں فوراً احساس ہوتا ہے یہ ہماری دیگر تمام نعمتوں سے کہیں زیادہ قیمتی تھی' ہم اگر کسی دن میز پر بیٹھ جائیں اور سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک صحت کا تخمینہ لگائیں تو ہمیں معلوم ہوگا ہم میں سے ہر شخص ارب پتی ہے۔

ہماری پلکوں میں چند مسلز ہوتے ہیں، یہ مسلز ہماری پلکوں کو اٹھاتے اور گراتے ہیں' اگر یہ مسلز جواب دے جائیں تو انسان پلکیں نہیں کھول سکتا' دنیا میں اس مرض کا کوئی علاج نہیں' دنیا کے 50 امیر ترین لوگ اس وقت اس مرض میں مبتلا ہیں اور یہ صرف اپنی پلک اٹھانے کے لئے دنیا بھر کے سرجنوں اور ڈاکٹروں کو کروڑوں ڈالر دینے کے لئے تیار ہیں' ہمارے کانوں میں کبوتر کے آنسو کے برابر مائع ہوتا ہے' یہ پارے کی قسم کا ایک لیکوڈ ہے' ہم اس مائع کی وجہ سے سیدھا چلتے ہیں' یہ اگر ضائع ہو جائے تو ہم سمت کا تعین نہیں کر پاتے' ہم چلتے ہوئے چیزوں سے الجھنا اور ٹکرانا شروع کر دیتے ہیں' دنیا کے سیکڑوں' ہزاروں امراء آنسو کے برابر اس قطرے کے لئے کروڑوں ڈالر دینے کے لئے تیار ہیں' لوگ صحت مند گردے کے لئے تیس چالیس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہیں۔

آنکھوں کا قرنیا لاکھوں روپے میں بکتا ہے' دل کی قیمت لاکھوں کروڑوں میں چلی جاتی ہے' آپ کی ایڑی میں درد ہو تو آپ اس درد سے چھٹکارے کے لئے لاکھوں روپے دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں' دنیا کے لاکھوں امیر لوگ کمر درد کا شکار ہیں۔ گردن کے مہروں کی خرابی انسان کی زندگی کو اجیرن کر دیتی ہے انگلیوں کے جوڑوں میں نمک جمع ہو جائے تو انسان موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے' قبض اور بواسیر نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کی مت ماردی ہے' دانت اور داڑھ کا درد راتوں کو بے چین بنا دیتا ہے آدھے سر کا درد ہزاروں لوگوں کو پاگل بنا رہا ہے شوگر کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کی ادویات بنانے والی کمپنیاں ہر سال اربوں ڈالر کماتی ہیں اور آپ اگر خدانخواستہ کسی جلدی مرض کا شکار ہو گئے ہیں تو آپ جیب میں لاکھوں روپے ڈال کر پھریں گے مگر آپ کو شفاء نہیں ملے گی۔

منہ کی بدبو بظاہر معمولی مسئلہ ہے مگر لاکھوں لوگ ہر سال اس پر اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ ہمارا معدہ بعض اوقات کوئی خاص تیزاب پیدا نہیں کرتا اور ہم نعمتوں سے بھری اس دنیا میں بے نعمت ہو کر رہ جاتے ہیں، ہماری صحت اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے مگر ہم لوگ روز اس نعمت کی بے حرمتی کرتے ہیں، ہم اس عظیم مہربانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے ہم اگر روز اپنے بستر سے اٹھتے ہیں' ہم جو چاہتے ہیں ہم وہ کھا لیتے ہیں اور یہ کھایا ہوا ہضم ہو جاتا ہے ہم سیدھا چل سکتے ہیں دوڑ لگا سکتے ہیں جھک سکتے ہیں اور ہمارا دل' دماغ' جگر اور گردے ٹھیک کام کر رہے ہیں۔

ہم آنکھوں سے دیکھ کانوں سے سن ہاتھوں سے چھو ناک سے سونگھ اور منہ سے چکھ سکتے ہیں تو پھر ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل اس کے کرم کے قرض دار ہیں اور ہمیں اس عظیم مہربانی پر اپنے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ صحت وہ نعمت ہے جو اگر چھن جائے تو ہم پوری دنیا کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ نعمت واپس نہیں لے سکتے' ہم اپنی ریڑھ کی ہڈی سیدھی نہیں کر سکتے، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے بلاشبہ اللہ لم یزل ولم یزال نے اپنے کرم و نعم کے خزانے ہم جیسے عاصیوں کے لئے رکھے ہیں خلاق دو عالم مالک انعام و اکرام رب ذو الجلال تیرا ہر لحہ شکر و کرم ہم کو اپنی بارگاہ صمدیت سے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل برکت و صحت والی زندگی عطا فرما ہماری نسلوں میں صحت و انعام برکت و اکرام کی روشنی پیدا فرما دے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

درس عبرت

ایک سن رسیدہ شخص اپنی زندگی کی خواہشات کے بارے میں بتاتے ہوئے کچھ یوں گویا ہوتے ہیں: پہلے میری تمنا تھی کہ شادی کروں، میری یہ تمنا پوری ہوئی اور میں نے شادی کر لی، مگر بغیر اولاد کے زندگی خشک ہوتی ہے، اس میں بہار نہیں ہوتی ہے تو میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میری بھی اولاد ہو سو، یہ نعمت بھی مجھے عطا کی گئی مگر میں (چھوٹے) گھر کی چہار دیواری سے اکتا چکا تھا، اس لیے خواہش نے ایک بار پھر انگڑائی لی کہ کاش! میں بھی ایک خوب صورت گھر اور باغ کا مالک ہوتا کافی محنت و مشقت کے بعد میں ایک گھر اور باغ کا بھی مالک ہو گیا، اس عرصے میں میرے بچے بھی بڑے ہو چکے تھے تو خیال آیا کہ اب ان کی بھی شادی کر دینی چاہیے، لہٰذا ان کی شادی کر دی گئی لیکن اب میں زندگی کی مشکلات سے تھک سا چکا تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ اب "ریٹائرمنٹ" لی جائے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا اور میں نے ریٹائرمنٹ لے لی۔

اس فیصلے کے بعد میں اسی طرح تنہا ہو چکا تھا جس طرح زندگی کے ابتدائی مراحل میں تھا مگر فرق یہ تھا کہ اُس وقت میں زندگی کی جنگ میں مصروف تھا اور اب میرے پاس زندگی کی ہر آسائش موجود تھی ان سب آسائشوں کے ہونے کے باوجود بھی ابھی تک میری امیدیں، تمنائیں اور دلی خواہشات مکمل نہیں ہوئی تھیں، اس لیے زندگی کے آخری پہر میں، میں نے یہ ارادہ کیا کہ اب میں قرآن پاک کو یاد کروں مگر افسوس صد افسوس! اب میرا حافظہ میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے، اس سے مایوس ہو کر میں نے روزہ رکھنے کی ٹھانی، لیکن میری صحت نے عذر پیش کر دیا اور یوں میں روزہ بھی نہ رکھ سکا پھر میں نے قیام اللیل یعنی رات میں جاگ کر عبادت کرنے کا فیصلہ کیا مگر اب میرے دونوں قدم میرے جسم کا بوجھ برداشت کرنے کے متحمل نہیں رہے تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاشبہ سچ فرمایا ہے کہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھو! بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت شمار کرو! تنگ دستی سے پہلے فراخی کو غنیمت جانو! مصروفیت سے پہلے فراغت کو غنیمت تصور کرو! اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو!

تبصرہ

عزیزان محترم! مذکورہ سطور محض کسی ایک شخص کی زندگی کو بیان نہیں کر رہی ہیں، بلکہ ان سب اشخاص کی ترجمانی کر رہی ہے جو آج عین شباب میں استطاعت ہونے کے باوجود بھی یاد خدا سے غافل ہیں اور نفسانی لذتوں میں مگن ہو کر شیطان کے بہت بڑے مکر "طول امل" میں گرفتار ہیں آج فرصت ہے، فراغت ہے، دولت ہے، صحت ہے، زیست کی بہاریں ہیں، کل کچھ نہیں رہے گا، اس لیے اس کل کے آنے سے پہلے آج ہی سے تیاری کی جائے شریعت کی نظر میں عقل مند وہی شخص ہے کہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی، ان نعمتوں کی قدر سمجھے اور ان کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی آخرت کو آراستہ کرے، اس لیے ہمیں چاہیے زندگی ہمیشہ رب کریم کی اطاعت میں گزاریں اس کی نعمتوں کا مس یوز نہ کریں بلکہ ان سے فائدہ اٹھائیں ان کی قدر کو سمجھیں آج سمجھ لیا تو غنیمت ہے کل تو آپ کا خود کا وجود ہی آپ کے مخالف ہو جائے گا۔

آپ نے کبھی اپنے وجود میں غور کیا ہے کہ میری تخلیق کا مقصد اور غرض کیا ہے؟ کبھی غور کیا کہ یہ حیرت انگیز جسمانی ساخت، دماغ اور معدے کا پیچیدہ نظام، آنکھ، کان، ناک، ہونٹ، زبان

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

اور دیگر اعضا کی مناسب تخلیق کس نے اور کیوں کی؟ کیا یہ سارا نظام یوں ہی وجود میں آ گیا؟ یا اس کا کچھ مقصد اور غرض ہے؟ قارئین! قرآن نے اس اصول خداوندی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبر دار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ذلت مسلط ہو گئی قارئین! یاد رکھیں عبادت خداوندی کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر آدمی اپنے وطن میں عبادت اور اسلامی زندگی بسر کرنے کے مواقع نہ پا رہا ہو تو حکم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چلا جائے جہاں وہ اپنے ایمان و اعتقاد کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکے اس لیے کہ عبادت اور اسلامی اصول کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ہی انسان کی تخلیق عمل میں آئی ہے اس مقصد کی تکمیل کے لیے جتنا بھی جتن کیا جائے کم ہے۔

تمام انبیائے کرام نے اس ذمہ داری کا احساس دلایا اور ہر ایک کی یہی دعوت تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہو سکتی ہے وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا بس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ، حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور جتنے بھی انبیائے کرام علیہ السلام تشریف لائے سب کی مشترکہ دعوت "توحید و آخرت" تھی یعنی تمام نبیوں اور رسولوں نے بندوں کو خدا سے جوڑنے اور اس کی عبادت کرنے کی تلقین کی، معبودان باطلہ اور دنیا کی چمک دمک سے منہ موڑنے کی ہدایت دی اور صاف صاف واضح کر دیا کہ عبادت کے لائق صرف ایک خدا کی ذات ہے اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کو اپنا سہارا اور ٹھکانہ بنانا چاہیے۔

جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے بس تم لوگ میری ہی بندگی کرو قارئین! سورۂ شوریٰ میں مختلف انبیائے کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سب کی ایک ہی دعوت کا تفصیلی بیان ہے، تمام انبیائے کرام کی یہی فکر تھی کہ کسی طرح ہماری قوم خدا آشنا ہو جائے، اس کی عبودیت اور بندگی کو مقصد حیات بنالیں۔

انبیائے کرام جو اللہ کے حقیقی نمائندے تھے انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہمارا مقصد تم سے دنیا حاصل کرنا یا کچھ اجرت طلب کرنا نہیں ہے اس کام کا اجر تو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے تم لوگوں سے صرف اتنی ہی ڈیمانڈ ہے کہ اپنے حقیقی خالق و مالک اور اپنے حقیقی محسن پر ایمان لاؤ اور اسی کو اپنا مرجع و ملجا بنا لو، جیسا کہ ارشاد ہے تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا تو میرا کیا نقصان کیا میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خود مسلمان بن کر رہوں۔

قارئین! قرآن پاک شاہد ہے کہ خدا کے فرستادہ تمام نمائندوں نے حق کی آواز خدا کے بندوں تک پہنچا دی اور ان کو آگاہ کر دیا کہ وحدانیت ہی کامیابی کی راہ ہے جسے دنیا آخرت کی سرخ روئی عزیز ہے اور جو ابدی اور راحت و آرام کا طالب ہے اسے چاہیے کہ جب تک جسم سے روح کا رشتہ باقی ہے وہ خدا کے لیے اپنی عبودیت کا دم بھرتا رہے اسی کو اپنا معبود اور مسجود بنائے خواہ اس کے لیے ہزار مصائب سے گزرنا پڑے اور گھبرا دینے والے خوفناک مراحل پیش آئیں مگر ایمان و یقین پر کمزوری کا کچھ فرق بھی نہ پڑ سکے۔

یہی مطلوب تھا تمام پچھلی قوموں سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خاتم النبیین کی حیثیت سے عمل میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متبعین سے اس کا مطالبہ کیا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی خاص طور پر وصیت

کی ان میں پہلی چیز یہ تھی خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ خواہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے یا سولی دے دی جائے۔

قارئین! ان ساری روایات کا حاصل یہ ہے کہ آدمی ہر حال میں خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہے بلا شبہ انسان پر مختلف حالات آتے ہیں کبھی کبھی ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے اور کبھی ذہنی اعتبار سے بہت سی الجھنے پیش آتی ہیں مسائل کے بھنور میں انسان پھنس جاتا ہے لیکن ایمان میں اتنی مضبوطی ہو کہ اس کے تقاضوں پر عمل کرنے میں کبھی کوتاہی اور سست روی پیش نہ آئے نماز، روزہ، انفاق فی سبیل اللہ، اخلاق وانسانیت، ہمدردی اور خیر خواہی اور جتنے بھی اسلامی احکام ہیں، ان کی رفتار میں کوئی فرق نہ آئے، اس کی بڑائی میں کسی کو شریک کرنے کا تصور تک نہ آئے اور جس طرح وہ خوشحالی، تندرستی اور آرام وراحت کی فضا میں اپنے رب کو یاد کرتا تھا، اس کی عبادت میں زندگی بسر کرتا تھا، مصیبت تکلیف اور پریشان کن حالات میں بھی یاد کرتا رہے اس لیے کہ عبادت ہی تخلیق انسانی کا بنیادی مقصد اور غرض ہے اگر کوئی اپنے مقصد کو فراموش کر بیٹھتا ہے تو اسے جینے کا بھی حق نہیں ہے۔

قارئین عظام! ہمیں اپنی زندگی اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے تخلیق کے مقاصد کو پورا کر رہے ہیں بندگی رب کا حق ادا کر رہے ہیں اور کیا خدا کے اتنے عظیم احسانات کا شکر ہم سے کسی نہ کسی درجے میں ادا ہو رہا ہے افسوس صد افسوس کہ اللہ کے بے پناہ احسانات اور اس کے غیر معمولی انعامات سے استفادہ ہم شب وروز کرتے ہیں مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ذات نے ہمارے اوپر اتنا انعام کیا اس کے احسان سے ہم کبھی سبک دوش اور بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

اس کی عبادت اور دیئے گئے ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی گزارنے کے ہم پابند ہیں تھوڑی سی پریشانی سے عبادت کا سارا نظام بکھر جاتا ہے کیا یہی ایمان وعمل کا تقاضہ ہے اور کیا یہی مقصد تخلیق کی تکمیل کے لیے کوشش ہے یاد رکھیے ہم اپنی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ خدا وحدہ لاشریک کی عبادت، اس کی بندگی اور اس کی رضا کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر قربان گاہ میں کھڑا نہ کر دیا جائے۔

کیا رب کریم کے احسانات ونوازشات کی برسات ہم پر شب وروز نہیں ہو رہی ہے؟ کیا اس کی عطا سے ہم مومن نہیں ہیں؟ کیا یہ کرم کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اس حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے بنایا کہ جس امت میں شمولیت کے لیے اولوا العزم پیغمبر بھی آرزومند رہے؟ سوچیں اور ہزار بار سوچیں کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کی رضامندی حاصل کیے بغیر ہمارے جسم سے روح کا رشتہ ختم ہو جائے اور بے سرمایہ ہمیں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا پڑے اور پھر وہاں کی ذلت اور کرب بھری مشکلات سے ہمارا استقبال کیا جائے ہم وہاں پکاریں اور وہاں کوئی ہماری فریاد رسی کرنے والا نہ ہو آج مہلت ہے اس سے فائدہ اٹھائیے اور بس ابھی سے عمل کے لیے کمر بستہ ہو جائیے۔

فتدبروا یا اولی الابصار!

ففروا الی اللہ! این تذھبون؟ انی تو فکون!

اِنَّمَا تَذْکِرَۃٌ لِّمَنْ یَّتَذَکَّرُ

◆◆◆

ص ۴۷ رکا بقیہ ....

شریف میں ہیں اور ۶۸ رحدیثیں وہ ہیں جن کو امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے، ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

عبادت میں بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے، آپ کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، آپ کے فضائل ومناقب میں اور بھی بہت سی حدیثیں وارد ہیں، آپ نے ۶۳ رسال کی عمر میں ۱۷ ررمضان المبارک ۵ رہجری کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہرات کی قبروں کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (سیرت مصطفی ﷺ)

◆◆◆

از: مفتی جمیل احمد قادری *

ایک دنیادار ایسا بھی

مئی، جون کا مہینہ ہوگا، چلچلاتی دھوپ، دوپہر کا وقت، شدت گرمی کا یہ حال کہ عموماً لوگ اپنے گھروں میں مقید ہو چکے تھے، میں اپنے آفس میں بیٹھا، کسی کام میں مصروف تھا کہ اچانک ایک صاحب گیٹ پر اپنی بائیک لگا کر اندر آئے، میرے پرانے آشنا تھے، سلام دعا کے بعد انہوں نے نماز ظہر کے بارے میں پوچھا، میں نے کہا "ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ دیر ہے، ہم لوگ ڈھائی بجے پڑھتے ہیں" انھیں نکلنا تھا، اس لئے وہ نماز پڑھنے چلے گئے، ایک بات تو میں بتانا بھول ہی گیا، وہ رمضان کا مہینہ تھا، نصف ماہ پورا ہونے والا تھا، نووارد کے ساتھ ان کا اکلوتا بیٹا بھی تھا، جو بمشکل دس گیارہ سال کا ہوگا، جس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے، ان کا بیٹا میرے پاس ہی بیٹھا رہا، دھوپ سے گورا گورا چہرہ تمتمارہا تھا، میرے آشنا جن کا نام میں قصداً چھپا رہا ہوں، ایک جفاکش تجارت پیشہ تھے۔ پیسوں کے معاملے میں اتنے سخت گیر اور حسابی کہ ان کے بے تکلف دوست انہیں "اٹھنی چونی" کہتے تھے، یعنی ایک ایک پائی کا حساب رکھنے والا زکوٰۃ وفطرہ بڑی پابندی سے ادا کرتے تھے، مشکل وقت میں بھی قربانی کی ادائیگی کرنے والے۔

جب وہ نماز سے فارغ ہو کر واپس میرے سامنے بیٹھے، تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جاؤ جا کر تم بھی ظہر پڑھ لو، میں منہ تکنے لگا، میں نے کہا "اتنی گرمی اور سخت دھوپ میں پھول سے نازک بچے کو کہاں لئے پھرتے ہیں" وہ بولے: مفتی صاحب! مجھے نہ گرمی لگتی ہے، نہ دھوپ اور جس بیٹے کی بات کر رہے ہیں، اس سے میں صرف نماز ہی نہیں پڑھواتا بلکہ رمضان کے اب تک کے سارے روزے بھی رکھوائے ہیں، اس وقت بھی وہ روزے کی حالت میں ہے۔

مجھ پر سکتہ طاری ہونے لگا، حیرت سے زبان گنگ، میں ان کا منہ تکے جا رہا تھا، میری کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ قدرے مسکرائے اور کہا: حضرت! میں اپنے بچے کو حالات کی بھٹی میں تپا کر کندن بنانا چاہتا ہوں، آج سے ہی اسے اتنا مضبوط اور جفاکش بنا دینا چاہتا ہوں، کہ کل جب اس کی زندگی میں کوئی مشکل آئے، تو اس کے لئے مشکل نہ رہے، میرے اس دوست کی مالی حالت بہت اچھی تھی، آبائی مکان کے علاوہ انہوں نے اپنی کمائی سے قریباً کروڑ روپے سے زیادہ کا ایک تین منزلہ مکان بنایا تھا جو ابھی تکمیل کی منزل میں تھا، خوش باش گھرانے کے فارغ البال شخص، مگر سوچ ایسی کہ انسان سوچتا رہ جائے۔

بات جب روزے کی نکلی، تو انہوں نے بتانا شروع کیا، کہ کچھ سالوں پہلے وہ سحری کھا کر گھر سے پیدل نکلتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر ٹرین پکڑ کر دن بھر تجارتی ضرورتوں سے مارے مارے پھرتے اور غروب آفتاب کے وقت کسی دکان سے ایک پیکٹ بسکٹ خرید کر سرراہ کہیں افطار کر لیا کرتے، نماز بھی جہاں موقع ملا پڑھ لی، ساتھ میں جانماز رکھتے تھے اور رات کو جب گھر لوٹتے، تو محلے کی مسجد میں تراویح کی تھکا دینے والی طویل نماز بھی نہیں چھوٹتی، اپنے ساتھ گیارہ سال کے بچے کو روزے کی حالت میں دھوپ میں لیے پھرنا، نماز بہ تاکید پڑھوانا، ایک ایسے باپ کی شبیہ پیش کر رہا تھا، جو آج کے زمانے میں کہیں نہیں ملتا، میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ ہم مدرسے والے اگر نماز کی پابندی کر لیتے ہیں، تو سوچتے ہیں کہ تیر مار لیا، دینی ماحول، سایہ دار کمرے، اوپر سے استاد یا کمیٹی کا ڈر، ایسے میں روزہ رکھ کر ہم نے کون سا کمال کیا۔۔۔؟

اس "دنیادار" کو تو کسی کا ڈر نہیں، نہ گھر میں، نہ بقیہ ص ۱۸ پر

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

از: علامہ سید اولادِ رسول قدسیؔ*

دنیا کی سب سے قیمتی گائے

اسلامیات

قرآن مقدس میں سورۂ بقرہ کے ضمن میں دنیا کی سب سے بیش قیمت گائے کا جو درس خیز اور روح پرور واقعہ مذکور ہے، اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نوری فرشتے کا بڑا ہی کلیدی رول کارفرما ہے، فرشتے کے ہی مفید مشورے کی بنیاد پر ایک معمولی گائے دنیا کی سب سے بیش قیمت گائے ثابت ہوئی اور اس کی فروخت کے بعد اتنی رقم ملی کہ اللہ کے ایک صالح بندے کا یتیم بچہ مالا مال و خوش حال ہو گیا اور اس کی معاشی زندگی سرخرو ہو گئی۔

ہوا یوں کہ بنی اسرائیل کا ایک نیکوکار و پرہیزگار بندہ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اپنے اکلوتے نابالغ بچے کے مستقبل کے لیے اپنی ایک بچھیا کو رب کائنات کی بارگاہ میں یہ عرض کر کے جنگل میں چھوڑ آیا کہ یا الٰہ العالمین! میں اس بچھیا کو تیرے فضل و کرم کے سپرد کرتا ہوں، میرے بچے کے جوان ہونے تک اس کی حفاظت فرما۔ صالح باپ کا بیٹا بھی بڑا تقویٰ شعار اور اپنی والدہ کا انتہائی اطاعت گزار و فرماں بردار تھا۔

صاوی شریف کے اندر مندرج ہے کہ صالح ابن صالح کو محنت شاقہ کے بعد جو کچھ آمدنی میسر آتی اس میں سے ایک حصہ راہِ خدا میں بصد اخلاص صدقہ کر دیتا اور ایک حصہ اپنے ذاتی مصرف میں لاتا اور ایک حصے کی رقم بخوشی اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کر دیتا، اسی طرح اس نے رات کو بھی تین حصوں میں منقسم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ سونے کے لیے، دوسرا حصہ ربِ قدیر کی عبادت کے لیے اور تیسرا حصہ اپنی مشفقہ و محترمہ ماں کے لیے، وقت گزرتا گیا، شب و روز اپنے معمول کے مطابق بیتتے رہے، ایک دن اس کی ماں نے جنگل میں اس کے لیے اس کے باپ کی چھوڑی ہوئی بچھیا کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تو جنگل میں جا کر اب اس بچھیا کو لے آ جو اب جوان ہو چکی ہوگی، ساتھ ساتھ اس گائے کے خد و خال اور رنگ و صورت بھی اس کی ماں نے واضح کر دیئے کہ اس کا رنگ زرد ہوگا اور اس کی کھال چمک دار ہوگی۔

چناں چہ بیٹا جنگل گیا اور بطریقِ الہام ربِّ کائنات کی بارگاہ بے نیاز میں گائے کی بازیابی کی دعائیں کیں، اس کی دعائیں فوراً کارگر ہوئیں اور وہ گائے بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ یہ دیکھ کر بیٹے کے چہرے پہ بشاشت و مسرت کی کلیاں بکھر گئیں۔ اس نے ربِ کائنات کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور خوشی خوشی گائے کو اپنے گھر لے آیا۔ ماں بھی گائے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور خدائے بے نیاز کا شکر ادا کرتے ہوئے بیٹے سے کہا اسے تم فروخت کرنے کے لیے بازار لے جاؤ اور اس کی قیمت تین دینار متعین کرنا ساتھ ساتھ میری یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب گاہک مل جائے تو میرے مشورے کے بغیر اسے ہرگز نہ بیچنا۔

المختصر جوں ہی لڑکا بازار پہنچا تو فوراً ایک فرشتہ گاہک کی صورت اس کے سامنے نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ صاحب زادے! مجھے یہ گائے پسند آ گئی ہے اور میں اسے خریدنا چاہتا ہوں اور ساتھ ساتھ تین دینار سے بھی زیادہ قیمت دینے کو تیار ہوں مگر میری ایک شرط یہ ہے کہ تمھیں اپنی ماں سے مشورہ کیے بغیر مجھے بیچنا ہوگا، بھلا وہ بیٹا جو اپنی ماں کا اطاعت شعار اور خدمت گزار ہو کیسے اس پیش کش کو تسلیم کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا جناب والا! آپ قیمت لاکھوں کروڑوں دینار بھی اگر دیں تو پھر بھی میں اپنی ماں کے مشورے کے بغیر ہرگز بیچ نہیں سکتا کیوں کہ یہ میری ماں کا حکم ہے اور اپنی ماں کا حکم میرے لیے فرض عین ہے۔

لہٰذا میں ان کے حکم سے سرِمو انحراف کی بھی قطعی طور پر جسارت نہیں کر سکتا، جب بیٹے نے ساری سرگزشت اپنی ماں کو

سنائی تو صالحہ ماں کو یہ سمجھتے قطعی دیر نہ لگی کہ وہ گاہک کوئی انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے، لہٰذا ماں اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ بیٹا! آئندہ کل جب بازار جاؤ گے تو پھر اسی فرشتے سے تمہاری ملاقات ہو گی، تم اس سے گائے کے فروخت کرنے سے متعلق مشورہ کرنا اور پوچھنا کہ اس گائے کے بیچنے کا مناسب وقت کب ہے، فرشتہ جو جواب دے اس پر تم عمل کرنا۔

دوسرے روز جب لڑکے کی فرشتے سے ملاقات ہوئی تو لڑکے نے اس سے پوچھا کہ حضور بتائیے کہ گائے اس وقت بیچی جائے یا بعد میں، فرشتے نے جواب دیا کہ گائے کی بیع میں عجلت سے کام نہ لو، یہ وقت تمہارے لیے قطعی سود مند نہیں ہے۔ انتظار کرو عنقریب ایک وقت آئے گا جب قوم موسیٰ علیہ السلام تمہاری اس گائے کو اس کے چمڑے میں بھر کر سونا دے کر خرید ے گی، بالآخر ہوا بھی ایسا اور دنیا کی تاریخ بیع و شرا میں یہ گائے سب سے بیش قیمت ثابت ہوئی، گائے کے بیش قیمت ہونے کی وجہیں جاننا ہیں تو سورۂ بقرہ کے آٹھویں رکوع کی مندرجہ ذیل آیات مع ترجمہ ملاحظہ کریں:

”وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تمھیں حکم دیتا ہے ایک گائے ذبح کرو تو وہ لوگ بولے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ ہمیں بتا دے کہ کیسی گائے ہونی چاہیے، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو بوڑھی ہو نہ بچھیا، بلکہ ان دونوں عمروں کے درمیان ہو تو تم کرو جس کا تمھیں حکم ہوتا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک پیلی گائے ہو جس کی رنگت ڈہڈہاتی ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔ وہ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں صاف صاف بیان کر دے کہ وہ کیسی گائے ہو کیوں کہ گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا ہے اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جس سے زمین جوتنے کی خدمت لی جاتی ہو اور نہ کھیت میں پانی بھرتی ہو۔ بے عیب ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ بولے کہ آپ ٹھیک ٹھیک بات لائے پھر ان لوگوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یوں ہی مردے جلائے گا اور تمھیں ایسی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمھیں عقل ہو۔“

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حکم خدا کے پیش نظر بنی اسرائیل کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو معاملہ طے ہو جاتا اور وہ لوگ ادائے فرضیت سے سبکدوش ہو جاتے مگر سوال پر سوال اور بحث پر بحث کرنے لگے تو پھر انھیں دنیا کی سب سے قیمتی اور نایاب گائے کو ذبح کرنا پڑا، معلوم ہوا کہ شرعی احکام میں بجائے چوں وچرا اور قیل وقال کے سر بہ خم ہو جانا چاہیے ورنہ بقیہ ص ۲۵ / پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

اُمت مسلمہ کے اسباب زوال اور اُن کا سد باب

زوالِ قوم و ملت

وہ قوم جس کا ظہور ایک ایسے مقام سے ہوا جہاں کے حالات نہایت ہی ناگفتہ بہ تھے، جہاں انسانی شکل میں حیوان بستے تھے، شراب وشباب، ظلم وتعدی، قتل وغارت گری، افعال قبیحہ و شنیعہ پر تفاخر وتعصب اور زندہ بچیوں اور بیٹیوں کو زیرِ زمیں دفنا دینا وہاں کے باشندگان کا معمول تھا، جہاں شرک وکفر ولادینیت کے کالے بادل ہر چہار جانب اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے، ایسے سنگلاخ مقام سے ایک ایسی قوم کا وجود میں آنا کہ جس نے حیوانیت ودرندگی کا گلا گھونٹ کر انسانیت کو جنم دیا، کفر والحاد وزندقہ کے گھنگھور گھٹاؤں کو چھانٹ کر قنادیلِ ایمان واسلام کو روشن ومنور کیا، لاتعداد گم گشتہ گان راہ کو راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔

یہ قوم اس قدر آگے بڑھی کہ بڑھتی چلی گئی، اس کی کوکھ سے ایسے ایسے جانباز وسپہ سالار پیدا ہوئے کہ جنھوں نے قیصر وکسریٰ، ایران وروم کی سلطنت کو الٹ کر رکھ دیا، جن کے جذبۂ جہاد اور قوت ایمانی کے آگے سلاطین زمانہ نے گھٹنے ٹیک دیئے، سیکڑوں فتوحات جن کا مقدر بنیں، موسم سرما کی شدت ہو یا موسمِ گرما کی تپش، یا برسات میں اٹھنے والا آسمانی طوفان ہی کیوں نہ ہو، کوئی بھی مشکل ان کے پیروں کی زنجیر نہ بن سکی، سمندری سطح ہو یا صحرائی علاقہ جہاں بھی یہ پہنچے وہاں کی فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی، ڈاکٹر اقبال نے کچھ اس انداز سے اس کی منظر کشی کی ہے: ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات پہ دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اس قوم کا ہر ہر فرد ملنے والی تمام تر مشکلات کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا اور ڈٹ کر اُن کا مقابلہ کرتا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس قدر ایمان ویقین کا مضبوط رشتہ قائم تھا کہ میدان بدر ہو یا حنین، جنگ خندق کی ناقابل ضبط صعوبتیں ہوں یا مثلِ شمشیر میدان کارزار کی سنگ لاخ وادیاں، غرض کہ کیسی بھی سخت ترین صورتِ حال ہوتی، ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آتی، کئی کئی روز کے بھوکے پیاسے حصولِ ہدف کی غرض سے اسی جوش وجذبہ کے ساتھ آگے بڑھتے رہتے اور دشمنانِ اسلام کے فاسد مقاصد واغراض کو مٹی میں ملا کر باطل کے سینے پر چڑھ کر عَلَمِ حق نصب کر دیتے، اسی لیے آج بھی خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام سے ہی ایوان کفر میں زلزلہ طاری ہو جاتا ہے۔

پھر اچانک اس شان وشوکت، جاہ وجلال، رعب ودبدبہ اور عزت وعظمت پر کسی کی ایسی نظر لگی کہ ہماری قوم بجائے راہِ ترقی کے راہِ تنزلی کی جانب چل پڑی، دھیرے دھیرے اپنا سارا وقار کھوتی چلی گئی، خونِ مجاہدین کے عوض حاصل شدہ اعزاز غیروں کے قبضے میں چلا گیا اور ہم در بدر کی ٹھوکریں کھانے لگے، ہر چہار جانب سے ہم پر حملے ہونے لگے، آئے دن ہمارے مذہب و مسلک کو نشانہ بنایا جانے لگا، ہماری میراث، ہمارے آبا و اجداد کی بے لوث کاوشوں سے حاصل ہوئے مقامات ایک ایک کر کے ہم سے چھنتے چلے گئے گویا ایسا محسوس ہونے لگا جیسے: ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ہماری مذہبی آزادیوں پر پابندیاں عائد ہونے لگیں، ہمارے مدارس ومساجد اور مقبرے زمیں بوس کیے جانے لگے، گھروں میں گھس کر پردہ نشین خواتین کی عزتوں کو تار تار کیا جانے لگا، اسی طرح سے ہم پر ظلم وجبر کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، بعض دیگر قومیں ظاہراً ہماری خیر خواہ نظر آتی ہیں اور چھپ کر ہمارے خلاف سازشوں کے جال بنتی ہیں، اُن کے بچھائے دامِ تزویر میں آج مسلمان پوری طرح پھنس چکے ہیں، اسی لیے آئے دن ہماری

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

جان ومال، عزت وآبرو کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

آخر یہ ذلت ورسوائی کیوں؟

مسلم معاشرے کی موجودہ صورتِ حال کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ فی زمانہ کس طرح ہمیں ٹارگیٹ کیا جاتا ہے، وہ قوم جس کے سامنے دشمن لب کشائی سے گھبراتا تھا، آج سینہ چوڑا کیے ہمارے ہی آگے دندناتا پھرتا ہے، ہماری بچیوں کو بے حجاب کرنے، مسجدوں، اداروں اور مقبروں پر بلڈوزر چلانے، سرعام جبراً مسلمانوں سے کلمہ کفر کہلوانے جیسے جرائم عروج پر ہیں، ہمارے ہی ملک میں ہم ہی سے یہاں کے رہائشی ہونے کا ثبوت مانگا جاتا ہے، اسٹیشن، ایئر پورٹ اور سرکاری بس اڈے غرض کہ ہر گلی نکڑ پر داڑھی ٹوپی والے افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اسکول وکالجز سے ہمارے نصاب کو نکال کر اپنا نصاب داخل کیا جا رہا ہے جو کہ مبتدی طلبہ کے ایمان وعقیدے کے لیے زہر قاتل ہے، آخر اس ذلت ورسوائی کی وجہ کیا ہے؟ کیوں ہم اچانک اس قدر بے قدر و قیمت ہو گئے کہ ہمارا خون بہانے سے کوئی بھی نہیں کتراتا؟ ؎

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کِیا تُو نے
وہ کیا گرُدوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹُوٹا ہوا تارا

کیا کبھی ہم نے اپنے حال پر غور کیا کہ آخر آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اپنے اندر جھانک کر دیکھا کہ اپنے اسلاف کے اقدار وروایات کی ہم نے کس طرح پامالی کی؟ کس طرح شریعت وطریقت، فرائض وواجبات کو پس پشت ڈال کر دنیوی جاہ وحشم، مال ودولت، چمک دمک کے گرویدہ ہوئے کہ ہم اپنے دین ہی کو بھول گئے، ہم اپنے مقصد تخلیق کو ہی بھلا بیٹھے، کیا ہمارے اعمال وکردار، رفتار وگفتار، طور وطریقہ سے لگتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں؟ جس طرح کی بے راہ روی اور جانوروں کی سی زندگی ہم جی رہے ہیں، کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں؟ آج ہم اس قدر دنیاوی عیش وعشرت اور جدت پسندی کے شکار ہیں کہ ہمارے سینوں سے دین کب نکل گیا ہمیں پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے اندر مغربی تہذیب وثقافت نے اس طرح جگہ بنائی کہ فحش و عریانیت ہمیں فیشن لگنے لگی، ہمارے گھر کی خواتین تنِ تنہا آدھے کپڑے پہن کر بازاروں میں مرکزِ چشمانِ ہوس بنی ہوئی ہیں اور دیوث قسم کے باپ اپنی بیٹیوں کی ان گندی حرکتوں پر بجائے غصہ کرنے کے باچھیں پھاڑ کر اُن کو آزادانہ زندگی جینے کے نام پر مکمل چھوٹ دیئے ہوئے ہیں، ہم نے یہود ونصاریٰ کے طور وطریقہ کو اس قدر اپنایا کہ ہم اعمال قبیحہ اور بے ہودگی میں اُن سے بھی آگے نکل گئے، ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا: ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ایک دور تھا کہ مسلمان عفت وپاکدامنی، امانت داری، صدق گوئی اور متوکلین علی اللہ کی مثال ہوا کرتے تھے، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں ہزاروں ایسے واقعات نظر سے گزریں گے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کے ساتھ دھوکہ دہی، ظلم وجبر نہیں کیا، ہماری مسجدیں نمازیوں سے پر تھیں، اس اُمت پر ایسا بھی وقت آیا کہ لوگوں نے بخوشی موت کو گلے لگا لیا لیکن ہرگز باطل سے سمجھوتا نہیں کیا، ہماری امانت داری کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ کفار ومشرکین اپنے ہم مذہب لوگوں کو چھوڑ کر اپنا مال ومتاع ہمارے پاس بطور امانت رکھ جاتے تھے، کتنی ہی مرتبہ ہمارے اسلاف دنیاوی مال ودولت کو ٹھوکر مار کر اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کی خاطر نقل مکانی کرنے پر بھی رضامند ہوئے۔

یہ سرخ روئی ہمیں تب تک حاصل تھی جب تک ہمارے ایمان مضبوط تھے، آج ہمارا ایمان اور اللہ پر توکل کمزور ہو گیا، ہماری خستہ حالی کی سب سے بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہی ہے، کیوں کہ جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو بندہ دنیا کی کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتا، جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے توکل کی ڈور مضبوط ہو تو پھر کوئی بھی چیز ہمیں تہ تیغ نہیں کر سکتی، یاد کرو! وہ لوگ جن کے پاس کثرت سے مال ومتاع، جنگی آلات اور مکمل غذا بھی میسر نہیں تھی، ایسی قوم فاتح ایران وروم وقیصر وکسریٰ بنی، لشکرِ جرار کے

سامنے مثل چٹان اس طرح کھڑی ہوئی کہ دشمن پیٹھ دکھا کر بھاگتا نظر آیا، اس والہانہ جرت وطاقت کا راز یقیناً قوتِ ایمانی اور ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل ہی ہے، یہ ایمان کی طاقت ہی ہے کہ مائیں اپنے جوان بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے جنگ پر بھیجتی تھیں، نئی دلہن اپنے ایک دن کے شوہر کی لاش دیکھ کر بھی آنسو نہیں بہاتی، ایک بہن اپنے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بھی نہیں روتی۔

یاد کریں میدان کربلا کا دردناک واقعہ، جوان حضرت قاسم کی موت، عون ومحمد کے کٹے ہوئے جسم، جوان علی اکبر کا لاشہ، ننھے علی اصغر کا چھدا ہوا گلا، یہ سارے مناظر دیکھ کر بھی امام عالی مقام میدان چھوڑ کر واپس نہیں لوٹے بلکہ خود بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، یاد کریں جنگ بدر میں وہ دونوں چھوٹے چھوٹے بچوں کا جذبہ جہاد، جنہوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی تلواروں سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانی دشمن ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا، یہ سب کیا تھا؟ یقیناً قوتِ ایمان اور حصولِ رضائے الٰہی کا جنون تھا جو اُن کی مضبوطی بنا رہا۔

آج انہیں چیزوں کے فقدان کے سبب ہم ذلت وخواری کا شکار ہیں، ہم دس دس گھنٹے سوشل میڈیا پر تفریح کرنے، محلہ کے چوک اور سڑکوں پر بیٹھ کر وقت برباد کرنے کے لئے رضامند ہیں لیکن مسجد جانے کے لیے ہرگز راضی نہیں، دوسروں کا مال ہڑپنا، جھوٹ بولنا، دھوکے بازی، عیاری ومکاری ہمارے خون کا حصہ بن چکی ہے، جس کے نتیجے میں آج ہمیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

ان جملہ مشکلات کا سدباب

عقلمند انسان وہی ہے جو ہونے والے نقصانات پر آہ وبکا کرنے اور افسوس وندامت کے ساتھ ساتھ اُن کا حل بھی تلاش کرے، کیوں کہ مرض کا علاج جلد از جلد تلاش کرنا نہایت ضروری ہے، تاخیر کرنے کی صورت میں نتیجہ یہی ہوگا کہ: ؎

تا تریاق از عراق آبردہ شود
مار گزیدہ مردہ شود

یعنی جب تک عراق سے تریاق لایا جائے گا،
سانپ کا ڈسا ہوا مر جائے گا۔

پتہ یہ چلا کہ تلاشِ حل میں تاخیر ہونے کی صورت میں مزید مشکلات درپیش ہونے کا قوی امکان ہے کیوں کہ جس حساب سے دشمنانِ اسلام دن بدن شاطرانہ اسکیموں اور چالوں سے ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور اُنہیں مکمل طور پر حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر جلد از جلد ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں نکالا گیا تو ہماری خانقاہیں، مساجد ومدارس اور مذہبی آزادیاں ایک ایک کر کے چھین لی جائیں گی اور ہر چہار جانب سے اسلام اور مسلمانوں کو دبانے اور نیست ونابود کرنے کی کوششیں جاری رہیں گی، لہٰذا ہم پر لازم وضروری ہے کہ خواب خرگوش سے باہر نکلیں اور حفظانِ مذہب وملت میں کلیدی کردار ادا کریں، پہلے خود کی اصلاح ضروری ہے تب کہیں جا کر ہمارے حالات میں سدھار آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔
بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔"

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو احساس خود جس کو اپنی حالت بدلنے کا

اگر ہم قوم کا نہیں تو کم از کم اپنے اور اہل خانہ کی حفاظت کی ذمہ داری تو اٹھا ہی سکتے ہیں، میری ناقص عقل کے مطابق وہ چند صورتیں جن سے ضرور معاشرے میں تبدیلیاں آسکتی ہیں، درج ذیل ہیں:

(۱) قوتِ ایمانی

اولاً ہم پر ضروری ہے کہ اپنے ایمان وعقیدے کی اصلاح کریں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اس قوم کی تنزلی میں سب سے اہم وجہ ایمان کی کمزوری ہے اور یہ فقط میرا نظریہ نہیں بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

"وانتم الأعلون أن كنتم مؤمنين۔ (سورۂ آل عمران) تمہیں سربلند رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہماری تنزلی میں سب سے بڑی وجہ ہمارا

ایمان سے رسمی تعلق ہے، کیوں کہ ایمان ایک ایسی طاقت ہے جس پر دنیا کی کوئی بھی چیز غالب نہیں آسکتی، جادوگروں کی وہ جماعت جو فرعون کے سامنے لب کشائی سے گھبراتی تھی، لیکن جیسے ہی حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا علیہ السلام پر ایمان لائے اُن کے دلوں سے فرعون کا خوف جاتا رہا، فرعون کی جانب سے سخت سزا کی دھمکی ملنے کے باوجود وہ راہِ راست سے نہیں ہٹے، لہٰذا پتہ چلا کہ اوّلاً اپنا ایمان درست کریں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اندر شعور واحساس پیدا کریں کہ ہم مسلمان ہیں، ثانیاً قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، اہلِ ایمان کی صحبت اختیار کریں، تب جا کر ہمارے ایمان میں حرارت پیدا ہوگی۔

(۲) اللہ ورسول سے سچا عشق

دلوں میں اللہ ورسول (عزوجل، صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ محبت خدا اور محبت رسول کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ ہے، بندہ جب خالص اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے پھر وہ دنیا کی کسی بھی چیز کو اس پر ترجیح نہیں دیتا، تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن رہا، تب تک یہ قوم عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتی گئی اور فریق مخالف اگر ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوئے، انہوں نے کبھی دین کے نام پر سمجھوتا نہیں کیا، جب بندے کے قلب وذہن میں حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوجاتی ہے، پھر وہ دنیا کی چمک دمک، خواہشات کی تکمیل میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ وصل محبوب کے راستے ڈھونڈتا ہے، پھر وہ محبوب سے منسلک تمام چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کے لیے مر مٹنے کو تیار ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اپنے دلوں میں قندیلِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن کریں اور یہ عشق تب ہی پیدا ہوسکتا ہے جب ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کے جملہ پہلوؤں کے متعلق مکمل معلومات ہوگی، حضور کی سیرت ہم جانتے ہوں گے، آپ کی ایک ایک سنت وطریقہ کو اپنے اندر سمونے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، ہمہ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام کا ورد کریں گے۔

(۳) علمِ دین حاصل کریں

ہماری تنزلی میں جہل ونادانی کا بھی اہم کردار رہا ہے، ہم جانتے ہی نہیں کہ صحیح اور غلط کیا ہے، ہمارے دین کے بنیادی اصول کیا ہیں، فرائض وواجبات کتنے ہیں، ہماری اسلامی تاریخ کیا ہے، دین کی ترقی وفروغ میں ہمارے اسلاف کی کیا کیا قربانیاں رہیں، کیا دین اتنی آسانی سے ہم تک پہنچ گیا؟ یہ جملہ چیزیں ہم کب جانیں گے جب ہم علم حاصل کریں گے، ورنہ اصل واصول کو پس پشت ڈال کر فروعیات میں مشغول ومنہمک ہو جائیں گے اور 80 رفیصد ہماری قوم اُن کے جال میں پھنس بھی چکی ہے اور ہم اپنے دین سے اس وقت تک وابستہ نہیں ہوسکتے جب تک اپنے دین کو پڑھ اور سمجھ نہیں لیتے۔

یاد کریں جب انگریز ہندوستان میں آئے تو سرزمین ہند سے اسلام کو ختم کرنے کی پہلی چال جو انہوں نے چلی تھی وہ یہی تھی کہ مدارسِ اسلامیہ کو بند کردیا جائے اور اسکول وکالجز عام کیے جائیں اور اس میں اپنا بنایا ہوا نصاب شامل کیا جائے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان جتنا کم اپنے مذہب ومسلک کو جانے گا اُس کے ایمان کو لوٹنا اتنا ہی آسان ہوگا، اسی لیے انگریز ہماری تاریخ مٹانے اور مذہب اسلام کو دبانے کی ہمہ وقت کوششیں کرتے رہے، اپنے اسلاف کے طور وطریقے پر عمل کرتے ہوئے آج بھی دشمنانِ اسلام ہمیں ہماری تعلیمات سے دور کرنے کی سعی میں لگے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے میں دینی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

(۴) اتحاد واتفاق

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس قوم میں اتحاد نہیں ہوتا اس کا قوم کا شیرازہ بکھرنے میں دیر نہیں لگتی، آج ہماری قوم بھی کئی حصوں میں تقسیم ہوچکی ہے، اصل دین کو چھوڑ کر فروعیات میں الجھ کر رہ گئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن بھی سمجھنے لگی ہے اور اس کی واحد وجہ دنیاوی جاہ وحشمت اور عالمی شہرت کا حصول ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی مثل تھی اور ہر انگلی اپنے اپنے منصب کے متعلق

کام کرتی ہے، سب اپنے اپنے منصب پر خوش تھے، کیوں کہ اُنہیں ذاتی مفاد سے نہیں بلکہ فروغِ دین سے مطلب تھا، آج ہم اپنے آپ کو بڑا بنانے کی غرض سے دس حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، ملت میں فقدانِ تعلیم کی وجہ سے نااہل افراد برسرِ اقتدار ہیں، جس کی وجہ سے با آسانی دشمن ہمارا شکار کرنے میں کامیاب ہے، لہٰذا ایسی اتحاد واتفاق نہایت ضروری ہے، سب کو اپنا ایک لیڈر چن کر ایک ہی جھنڈے کے نیچے آنا ہوگا، تب کہیں جا کر ہم دشمنوں کی شاطرانہ چالوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۵) دینِ اسلام کی تبلیغ وتشہیر

ساتھ ہی ساتھ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت بھی نہایت ضروری ہے، گھر گھر اسلامی تعلیمات پہنچانا، کم ازکم اپنے بچوں اور اہل خانہ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہمارا فرض ہے، مغربی تہذیب وتمدن اور جدت پسندی کو جڑ سے ختم کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے مطابق زندگی گزاریں، اپنی بہن، بیٹیوں کو ظالم وجابر اور خبیث النفس افراد سے دور رکھیں، یہ سب تب ہی ممکن ہے جب ہم گھر گھر دین کو عام کریں گے اور اگر ہم معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے تو کم ازکم اُن ذرائع کو ضرور مضبوط کریں جو تبلیغ وتشہیر کا ذریعہ ہیں جیسے: مدارس ومساجد، اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی لازمی آراستہ کریں، مکمل عالم نہ صحیح لیکن قرآن کریم مع ترجمہ اور چند کتب سیرت واحادیث ضرور پڑھائیں، خاص کر گھر کی خواتین کے پردے اور اُن کی تعلیمات پر خصوصی توجہ دیں، موجودہ دور میں پھیلتے فتنہ ارتداد سے بچنے کا ذریعہ بھی دینی تعلیم ہی ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے تعلیم وصحت کو عام کریں۔

(۶) میدانِ سیاست میں حصہ

ساتھ ہی ساتھ اپنی اولاد کو ملک کے مختلف حصوں سے جوڑیں، اُنہیں پولس، ڈاکٹر، انجینئر، آئی پی ایس وغیرہ کی تیاری لازمی کرائیں اور زیادہ سے زیادہ میدان سیاست میں بھی قدم رکھیں تا کہ با آسانی دشمنانِ اسلام کی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے، سیاسی میدان میں برسرِ اقتدار جب زیادہ سے زیادہ مسلمان ہوں گے تو دشمن اپنی چال چلنے میں ناکام ہوگا، اپنی جھگڑوں اور دشمنی کو مٹا کر فقط دین کے لیے کام کیا جائے اور ہر میدان میں گھس کر، ہر اعتبار سے دفاع کی کوشش کی جائے تب جا کر ہم اپنے مذہب ومسلک کی حفاظت کر سکیں گے، معاشرے سے برائیوں کو مٹا کر ہی دم لیں اور یاد رکھیں بدلاؤ ایک دم نہیں بلکہ دھیرے دھیرے آئے گا، لہٰذا خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں اور عنداللہ خود کو مجرم ہونے سے بچائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں عروج وارتقا عطا فرمائے، مسلمانوں کی جان ومال، عزت کی آبرو کی حفاظت فرمائے، دشمنانِ اسلام اور اُن کی شاطرانہ چالوں کو ناکام کر سب کو نیست ونابود فرمائے، دین اسلام کا بول بالا ہو اور ہمارے قلوب میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق پیدا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ص ۵۲ کا بقیہ.......

عیسائی مشنریوں پر بھی لاگو ہوتا ہے، جو اصلاحِ معاشرہ کے لیے جلسے منعقد کرنے کے بجائے تعلیم، صحت اور فلاحی سرگرمیوں پر توجہ دیتی ہیں، وہ جدید تعلیمی ادارے قائم کرتی ہیں، اسپتال چلاتی ہیں اور غریبوں کی مدد کے لیے مستقل بنیادوں پر کام کرتی ہیں، ان کی حکمت عملی یہی ہوتی ہے کہ اگر کسی قوم کو ترقی دینی ہے تو اسے تعلیم اور سماجی بہبود کے میدان میں مضبوط کیا جائے، کیونکہ یہی وہ عوامل ہیں جو کسی معاشرے کو حقیقی معنوں میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جلسوں کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ ممکن ہے یا اس کے لیے پائیدار تعلیمی اور سماجی منصوبوں کی ضرورت ہے؟ اگر مسلمان اور دیگر قومیں واقعی اپنی نسلوں کی اصلاح اور بہتری چاہتے ہیں تو انہیں اپنی ترجیحات پر نظرِ ثانی کرنی ہوگی، محض ایک رات میں لاکھوں روپے خرچ کر کے جلسے منعقد کرنے سے بہتر ہے کہ وہ تعلیمی ادارے، لائبریریاں، تحقیقی مراکز اور فلاحی منصوبے قائم کریں، تا کہ آنے والی نسلیں علم اور شعور کی روشنی میں پروان چڑھیں اور عملی طور پر ایک بہتر سماج تشکیل دے سکیں، یہی حقیقت ہے کہ جو قومیں تعلیم اور سماجی بہبود کو اپنی اولین ترجیح بناتی ہیں، وہی ترقی کرتی ہیں اور دیرپا اصلاحِ معاشرہ کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔

◆◆◆

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھیک مانگتے مسلمان! کیا ہے سمادھان؟

دنیا کا سب سے بڑا بھکاری بھارت میں ہی ہے، جس کا نام" بھرت جین" ہے، اس کے پاس ساڑھے سات کروڑ کا بینک بیلنس ہے، ممبئی میں ایک کروڑ سے زائد قیمت کا فلیٹ اور کچھ دوکانیں ہیں، دنیا کے کئی ممالک میں بھیک مانگنے پر پابندیاں عائد ہیں مگر پھر بھی آج کل یہ پیشہ منظم شکل اختیار کر کے بین الاقوامی بزنس بن گیا ہے، گداگری کا بازار ایسا گرم ہے کہ بچوں کا اغوا کیا جاتا ہے پھر معذور کر کے انھیں راستوں، بازاروں، مذہبی مقامات اور بھیڑ بھاڑ والے علاقوں میں بٹھا دیا جاتا ہے، بہت سے لوگ تو نسل درنسل یہی کرتے آرہے ہیں جب کہ بعض افراد مجبوری کے تحت کرتے ہیں۔

خیر! اب بات کرتے ہیں مسلمانوں کی! ریلوے اسٹیشن، بس اسٹیشن، بازار یہاں تک کہ بیچ سڑک پر ہری چادر لیے، دودھ پیتے بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے مسلم خواتین جب بھیک مانگتی ہوئی نظر آتی ہیں تو شرم وحیا سے آنکھیں اوپر نہیں اٹھتیں، تھوڑی دیر کو بس رکتی ہے اور بسوں میں برقعہ اوڑھے خواتین کندھے پکڑ پکڑ کر مردوں کو جھنجھوڑتے ہوئے آواز لگاتی ہیں: بھائی جان کچھ مدد کر دیں! یقین مانیں جب بھی ایسی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے، بغل کی سیٹ پہ بیٹھا ہوا شخص ایک بار ہم جیسے داڑھی ٹوپی والے مجسمے کی طرف ضرور دیکھتا ہے، بس یہ دیکھنا ہی طوفان نوح سے کم نہیں ہوتا ایسا لگتا ہے کہ ابھی زمین پھٹے اور ہم سما جائیں۔

مذہب اسلام میں بھیک کی قطعاً گنجائش نہیں، یہی وجہ ہے کہ صدقہ، خیرات، زکات، غربا کی خبر گیری، پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی سخت ہدایات ملتی ہیں، باوجود اس کے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے دنیا میں سب سے زیادہ مسلمان ہی بھکاری ہیں، پچھلے چند سالوں سے غیر مسلم علاقوں میں کئی مسلم بھکاریوں کی پٹائی بھی ہوئی ہے، حد تو تب ہو جاتی ہے جب یہ بھکاری اپنی جوان بچیوں کو لے کر بھیک مانگتے ہیں اور ہماری قوم انھیں خوب نوازتی ہے، بھیک مانگنا اب تو باقاعدہ بزنس ہو گیا ہے، بہت سے لوگ عرب ملکوں میں جا کر رمضان المبارک میں بھیک مانگتے ہیں، ہمارے پڑوسی ملک میں تو بھکاریوں کے پاسپورٹ رد کیے جا رہے ہیں، بھیک کی مذمت پر صحاح ستہ میں کافی احادیث مل جائیں گی لیکن ہم یہاں دو پر اکتفا کرتے ہیں:

"عن عبيد الله بن عدي بن الخيار، قال: اخبرني رجلان، انهما اتيا النبي ﷺ في حجة الوداع وهو يقسم الصدقة، فسالاه منها، فرفع فينا البصر و خفضه فرآنا جلدين، فقال: إن شئتما اعطيتكما و لا حظ فيها لغني ولا لقوي مكتسب. حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے روایت ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت صدقہ تقسیم فرما رہے تھے، پس انہوں نے بھی صدقہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر نظر جھکا لی، آپ نے انہیں دیکھا کہ دونوں قوی اور طاقت ور ہیں تو آپ نے فرمایا: تم چاہتے ہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں۔ (لیکن ایک بات ہے) کہ غنی اور کمائی کرنے والے صحت مند شخص کے لئے اس میں کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔" (سنن ابی داؤد، جلد اول، کتاب الزکوۃ، ۱۶۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھیک مانگنے کی اجازت طلب کی: " آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

نے عرض کی! ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے، آپ نے دونوں چیزیں منگوا کر انھیں نیلام کیا، ایک صحابی نے دو درہم میں خریدا، آقا علیہ السلام نے فرمایا: ایک درہم سے کھانے کا سامان خریدو اور دوسرے سے کلہاڑی، وہ کلہاڑی لے کر آئے تو آپ نے دستہ لگایا اور فرمایا: جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، میرے پاس پندرہ دن بعد آنا، انھوں نے ایسا ہی کیا، جب پندرہ دن بعد آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کام (محنت سے روزی کمانا) تیرے لیے اس بات سے بہت بہتر ہے کہ تو قیامت کے دن آئے تو مانگنے کی وجہ سے تیرا چہرہ داغ دار ہو۔" (ابن ماجہ 2198)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن بھیک مانگنے والے کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا، پہلی حدیث میں آقا علیہ السلام نے تندرست اور طاقت ور لوگوں کو دینا پسند نہ فرمایا، لیکن ہماری قوم توانا لوگوں کو بھی خوب نوازتی ہے، جب کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شراب، گانجا، چرس جیسے نشے کریں گے، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ انھیں دینا گناہ میں مدد کرنا ہے، اگر نہ دیا جائے تو جھک مار کر کام کریں، اگر اپنی قوم سے اس ذلت کے داغ کو دھونا ہے تو فالتو لوگوں کو بھیک دینا بند کرنا ہوگا، وہی پیسہ آپ مسجد، قبرستان، اپنے غریب رشتہ داروں کے لیے بھی رکھ سکتے ہیں، دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے کام کو ترجیح دی اور یہی بہتر ہے، ہمیں بھی بھیک نہ دے کر مستقل روزگار کی طرف توجہ کرنا چاہیے، ان دونوں حدیثوں سے مندرجہ ذیل نکات برآمد ہوتے ہیں:

(1) طاقت ور، تندرست شخص کو نہ بھیک دینا درست اور نہ اس کا مانگنا۔(2) بھیک میں ذلت ہے اگر اپاہج یا معذور نہیں ہے تو اسے بھیک مانگنے سے زیادہ کام پر توجہ دینا چاہیے۔(3) معذور افراد بھی اگر کوئی ہنر رکھتے ہیں یا سیکھ سکتے ہیں تو انھیں پہلے اسی پر توجہ مرکوز کرنا چاہیے۔(4) گداگری کو ہمارے نبی کریم علیہ السلام نے سخت ناپسند فرمایا ہے، اس لیے بلا ضرورت اس میں خیر نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ کروڑوں کے مالک ہونے کے باوجود ان بھکاریوں کے حصے ذلت ہی رہتی ہے۔(5) بھیک مانگ کر نہ خود کو ذلیل کریں اور نہ اپنی قوم کو۔

بھکاریوں پر کنٹرول کیسے ہو؟

بھکاریوں کی کثیر تعداد نہ صرف کسی قوم، مذہب، علاقے کو متأثر کرتی ہے بل کہ یہ ملکی ساکھ پر بٹہ بھی لگاتی ہے، دیار غیر میں ایک خاص تصور آپ کے لیے وہاں کی قوم کے ذہن میں رچا بسا ہوتا ہے، اسی بنا پر بہت سے ملکوں نے بھکاریوں پر سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں، حکومت چاہے تو یہ سب بآسانی بند ہو سکتا ہے، اگر حکومت نہیں کرتی تو قوم مسلم کم از کم اپنی قوم کو اس ذلت سے بچا سکتی ہے، کرنے کے کچھ کام:

(1) اوّلاً ہمیں زکات صحیح لوگوں تک پہنچانا چاہیے تاکہ مزید بھکاری پیدا نہ ہوں۔

(2) پڑوسیوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں سبھی کو معلوم ہیں، اگر ہم تھوڑی توجہ دیں تو اپنے محلے، گاؤں میں غریبوں کو گداگری کی جانب جانے سے روک سکتے ہیں۔

(3) جو لوگ اس راہ پر چل پڑے ہیں انھیں سمجھا بجھا کر کام پر لگایا جائے، کوئی کام نہ جانتے ہوں تو انھیں دو چار ماہ میں گاڑیوں کی مرمت، لائٹ فٹنگ، پلمبرنگ، سلائی جیسے کام سکھا کر باعزت زندگی گزارنے کی طرف لایا جا سکتا ہے، ہماری چھوٹی سی کوشش معاشرے سے بھکاریوں کی تعداد میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔

(4) جہاں بھی فیکٹری ایریا ہیں وہاں تو اسے بآسانی کنٹرول کیا جا سکتا ہے، ہم نے ان علاقوں میں دیکھا ہے کہ جتنے لوگ بھی چاہیں فیکٹریوں میں جائیں سبھی کو کام ملتا ہے اور ہر قسم کا کام ہے ہلکا بھی بھاری بھی، یہ لوگ بقدر طاقت کام کر سکتے ہیں۔

(5) ہر قسم کی تنظیمیں ہیں کچھ تنظیمیں ایسی بھی ہونا چاہیے جو بھکاریوں پر نظر رکھیں، جہاں دیکھیں پکڑ کر کام کو کہیں، اگر وہ بہانہ بنا کر جاتے ہیں تو دوبارہ آپ کے علاقے میں نہ آئیں گے یوں بھی بہت کمی ہو سکتی ہے۔

(6) اولڈ ایج ہوم (वृद्धाश्रम) ہر قصبے، شہروں میں موجود ہیں، جہاں بھکاری دِکھیں فوراً انھیں پکڑ کر ان میں ڈال دیا جائے،

حکومت کی جانب سے خوراک کے ساتھ کچھ پیسہ بھی ملتا ہے جو ان کی زندگی کی لیے کافی ہوتا ہے۔

(7) ہماری خانقاہوں میں اکثر جگہوں پر لنگر ہوتا ہے، مریدین کی آمد سال بھر ہوتی رہتی ہے، ان کے لیے کھانا بنتا ہے، اہل خانقاہ نظر رکھیں ان کے ایریا میں کوئی بھکاری دکھے اسے بھیک مانگنے سے روک کر خانقاہ میں کھانا کھانے کو کہا جائے، درس میں شامل کریں، اللہ و رسول کے احکام سنائیں، بھیک سے گھن پیدا کریں، اللہ نے چاہا تو یا وہ سدھر جائے گا یا بھاگ جائے گا، سدھرے تو کام سکھائیں، نہ سدھرے تو خود غائب ہو جائے گا، دونوں صورتوں میں علاقہ بھکاریوں سے خالی ہو جائے گا۔

(8) چوں کہ قوم مسلم بھیک مانگنے کے لئے بدنام ہے، اس لیے ہمیں ہی آگے آنا ہوگا، اپنے علاقے کو" بھکاری مُکت" بنانے کے لیے اپنے علاقے کے پولیس افسران اور دیگر سماجی تنظیموں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

(9) اس کے علاوہ لوگ چھوٹے چھوٹے کارخانے چلاتے ہیں، ان میں بھی مزدوروں کی کمی رہتی ہے، وہاں بھی ان بھکاریوں کو کھپایا جا سکتا ہے، اگر ہم چاہیں تو کوئی بڑی بات نہیں کہ قوم مسلم اس دلدل سے نکل آئے، بس شرط یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی ذمہ داری سمجھے اور عمل پیرا ہو۔

◆◆◆

ص ۴۵ رکا بقیہ...

عنہ کا یہ فرمانا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں کہ میں لکھتا نہ تھا وہ لکھ لیا کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب حدیث و قرآن کے خلط ملط ہونے کا خطرہ محسوس فرمایا، حدیث لکھنے سے منع فرما دیا، جب یہ خطرہ ختم ہو گیا تو حدیث لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک صحیفہ پر قرآن اور حدیث لکھنے سے منع فرمایا کہ کہیں قاری پر معاملہ مشتبہ نہ ہو جائے۔''

درج بالا باتوں سے واضح ہے کہ عہد نبوی سے لے کر عہد صحابہ تک حفاظت احادیث کا مکمل اہتمام کیا گیا، عہد صحابہ کے بعد اس جانب مزید توجہ دی گئی اور باقاعدہ تدوین حدیث کا دور شروع ہوا جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تاریخ ساز بے مثال کارنامہ انجام دیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جمع و تدوین حدیث کے لیے مستند و معتمد علمائے کرام، ائمہ عظام اور محدثین اعلام کا ایک بورڈ تشکیل دیا، جنہوں نے بحسن و خوبی جمع و تدوین احادیث کا فریضہ سرانجام دیا جس کے نتیجے میں احادیث مبارکہ کا ایک عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔

◆◆◆

ص ۴۹ رکا بقیہ...

اگر (چاہوں گا تو) اسے بھی محو کر دوں گا (نامۂ اعمال سے مٹا دوں گا) حضرت نے عرض کیا: یارب زدنی۔ اے مولائے کریم! اور زیادہ، (رب تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا: **التوبة مقبولة ما دامت الروح فی الجسد**۔ یعنی قبض روح کی نوبت آنے سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ مقبول ہوگی۔ (آپ نے) عرض کیا: مولا! اور زیادہ (نوازش فرما، رب کریم نے) ارشاد فرمایا:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ یعنی (اے نبی! میرے بندوں کو میرا پیغام پہنچا دو) کہو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا، بے شک اللہ سبھی گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہ ہے ہی بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان۔''

[سورۂ زمر - ۵۳]

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا

دلچسپ سلسلۂ عرض وارشاد:

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مجھے ایک ثقہ راوی نے اپنی سند متصل کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر سنائی کہ وحشی، قاتل امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مکہ مکرمہ سے عریضہ لکھا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے اسلام لانے سے قرآن کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے روکتی ہے اور وہ یہ ہے:

.... جاری

از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

حجیت حدیث! تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

قرآن دین اسلام کا اولین سر چشمہ، رشد و ہدایت کا منبع، دعوت وارشاد کا مصدر اور علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتابِ ہدایت میں قیامت تک انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ. (پ14: سورۃ النحل، آیت 89)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔''

اس لیے مسلمانوں کی دینی زندگی کا انحصار اس مقدس کتاب سے وابستگی پر ہے اس لیے احکام شریعت کا پہلا سر چشمہ قرآن عظیم ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور قرآن ہی کی صراحت و ہدایت کے بموجب، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع بھی ہر مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر احکام الٰہی کی تفصیلات کا جاننا اور آیات قرآنی کا منشا و مراد سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس لیے اب لامحالہ حدیث بھی اس لحاظ سے احکام شرع کا ماخذ قرار پا گئی کہ وہ رسول خدا کے احکام و فرامین، ان کے اعمال، افعال اور آیات قرآن کی تشریحات و مرادات سے باخبر ہونے کا واحد ذریعہ ہے، جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ. (پ14، سورۃ النحل، آیت 44) ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔''

نیز قرآن مجید میں تقریباً ڈیڑھ سو آیات ایسی ہیں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت، سنت، اسوۂ حسنہ، فرامین و ارشادات، آپ ﷺ کے فیصلے اور آپ ﷺ کے حکم کا فرض اور واجب ہونا لازم آتا ہے۔ اس لیے ''صرف قرآن ہی کافی ہے'' یا ''یکفینا القرآن'' کا نعرہ لگا کے حدیث رسول کا انکار کرنا گویا قرآن مجید کی ان ڈیڑھ سو آیات جن میں ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسول، اطاعت رسول اور اتباع رسول کا حکم دیا گیا ہے، ان سب آیات کا انکار کرنا ہے اور نہ صرف ان ڈیڑھ سو آیات کریمہ بلکہ ان آیات کے علاوہ بھی احکام و عقائد کے باب میں قرآن مجید کی سینکڑوں تعلیمات کا کوئی مفہوم اور مراد متعین ہی نہیں ہو سکے گا پھر نتیجتاً ہر شخص ان آیات کی من مانی تاویل کر کے ان کی تضحیک کرے گا، انھیں تختۂ مشق بنا لے گا اور اس طرح دین اسلام کا کلّی طور پر انکار ہو جائے گا۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے صرف قرآن ہی نہیں بلکہ احادیث رسول مقبول ﷺ بھی ضروری و لازم ہے، ہاں! یہ بھی مسلم ہے کہ کتاب اللہ قرآن مجید اصل الاصول ہے جب کہ حدیث رسول ﷺ ثانی الاصول ہے۔

حجیتِ حدیث قرآن کی روشنی میں

جیسا کہ مذکور ہوا کہ تقریباً ڈیڑھ سو آیات کریمہ ایسی ہیں جن سے رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا فرض و واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، ان تمام آیات کا ذکر یہاں طوالت کا سبب ہوگا اس لیے صرف پانچ آیات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

(1) ''وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. (پ28، سورۃ الحشر، آیت 7) ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک

* مضمون نگار سہ ماہی سنی پیغام، نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

(2)''وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ احۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ۔ (پ7،سورۃ المائدۃ،آیت 92)ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔''

(3)''قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (پ3، سورہ آل عمران، آیت 31)ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (ف ۶۴) اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(4)''وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا۔ (پ5،سورۃ النساء، آیت 69)ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

(5)''وَ مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّ لَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا۔ (پ22، سورۃ الاحزاب، آیت 36)ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو اُنہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔''

کیا نبی کریم ﷺ کی طاعت کا حکم صرف ظاہری حیات تک ہے؟

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں رسول خدا ﷺ کی اطاعت واتباع کا جو بار بار حکم دیا گیا ہے، یہ مسلم ہے لیکن یہ حکم رسول پاک ﷺ کی صرف حیات ظاہری تک تھا نہ کہ قیامت کے لیے۔

جواب: اوّلاً یہ کہ احکام الٰہیہ کو مقید کہنے کے لیے دلیل ضرور ہے، لیکن قرآن کریم میں کہیں بھی ایسی بات مذکور نہیں کہ یہ حکم حیات ظاہری تک تھا۔

ثانیاً اگر معاذ اللہ! رسول کریم ﷺ کی اطاعت واتباع سے متعلق احکام الٰہیہ کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو دوسرے لفظوں میں اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوگا کہ قرآن واسلام پر عمل کرنے کا زمانہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک محدود ہے، اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی اطاعت اور ان افعال کی پیروی لازم ہی اس لیے تھی کہ بغیر اس کے قرآن و اسلام کی تفصیلات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن جب قرآن واسلام پر عمل درآمد کا حکم قیامت تک کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔

ایک اور شبہ! کیا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مستقل نہیں؟

قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ منصبِ رسالت ونبوت تبلیغ و اشاعت احکام الٰہی ہے تو رسول کی اطاعت صرف اس اعتبار کر ہے کہ وہ احکام الٰہی کی تبلیغ وترسیل کر رہے ہیں، مستقل طور پر نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کا حکم نہیں۔

جواب: لغت وعرف اور شریعت وعقل کی رو سے اطاعت ہمیشہ احکام کی کی جاتی ہے اور قرآن کریم نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا اور آج بھی قرآن ہم سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت سے وہ احکام ہرگز نہیں مراد لیے جا سکتے جو خدا کی طرف سے قرآن میں وارد ہوئے ہیں، کیوں کہ احکام خداوندی ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے وہ احکام پہلے ہی سے واجب الاطاعت ہیں۔ پھر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام قرآن ہی مراد لیا جائے تو تحصیل حاصل لازم آئے گی اور یہ باطل ہے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن احکام کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا

گیا ہے وہ قرآن مجید میں وارد شدہ احکام خداوندی کے علاوہ ہیں اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسول خدا ﷺ کی اطاعت مستقل ہے۔

حجیتِ حدیث احادیث مبارکہ کی روشنی میں

آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بھی کثیر احادیث ایسی ہیں جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و پیروی کا لازم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں اس تعلق سے صرف پانچ احادیث کریمہ ذکر کی جارہی ہیں:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ملائکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عرض گزار ہوئے:

''فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ. (صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ح 7281)

یعنی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ (اچھے اور برے) لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔''

(2) ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. (صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ح 7280)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص جس نے انکار کیا، حضور ﷺ سے عرض کیا گیا: کس نے انکار کیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

(3) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ ح 4604) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! مجھے قرآن بھی دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کے مثل بھی، سنو! قریب ہے کہ کوئی پیٹ بھرا تکیہ لگائے ہوئے یہ کہنے لگے کہ لوگو! تمہیں یہ قرآن کافی ہے بس جو چیز اس میں حلال ملے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھو، سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں اور نہ ہی شکاری درندہ اور نہ تمہارے لیے کسی ذمی کی پڑی ہوئی چیز حلال ہے سوائے اس کے کہ اس کا مالک اس سے دستبردار ہو جائے اور اگر کوئی کسی قوم میں قیام کرے تو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اسے حق ہے کہ وہ ان سے مہمانی کے بقدر لے لے۔''

(4) ''حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ زَبْرٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ، يَقُولُ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَ

ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَعَظْتَنَا مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ، فَاعْهَدْ إِلَيْنَا بِعَهْدٍ، فَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، بَابُ: اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، ح42) یعنی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے ہمیں ایک مؤثر نصیحت فرمائی، جس سے دل لرز گئے اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے تو رخصت ہونے والے شخص جیسی نصیحت کی ہے، لہٰذا آپ ہمیں کچھ وصیت فرمادیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور امیر (سربراہ) کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، گرچہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، عنقریب تم لوگ میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے، تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافیہ خلفا راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، اسے اچھی طرح پکڑلو، دین میں نئی باتوں سے بچو کیوں کہ ہر بدعت (جو دین سے متصادم ہو) گمراہی ہے۔''

(5)''حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ، وَهَذَا حَدِيثُ قُتَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِقَوْمٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالُوا يُلَقِّحُونَهُ، يَجْعَلُونَ الذَّكَرَ فِي الْأُنْثَى، فَيَلْقَحُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَظُنُّ يُغْنِي ذَلِكَ شَيْئًا، قَالَ: فَأُخْبِرُوا بِذَلِكَ، فَتَرَكُوهُ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذَلِكَ، فَلْيَصْنَعُوهُ، فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. (صحیح مسلم، كِتَاب الْفَضَائِلِ، باب وُجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرْعًا دُونَ مَا ذَكَرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا عَلَى سَبِيلِ الرَّأْيِ، ح6162) یعنی حضرت موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا کھجوروں کے پاس کچھ لوگوں پر گزر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ لوگ کھجوروں میں قلم لگارہے ہیں یعنی نر کھجور کو مادہ کھجور کے ساتھ ملا رہے ہیں جس سے وہ پھل دار ہوجاتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا۔ جب ان صحابہ کو حضور ﷺ کے اس ارشاد کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کو اس میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں، میں نے گمان کیا تھا کہ تم اس گمان پر عمل نہ کرو البتہ جب میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات (حدیث) بیان کروں تو اسے لے لیا کرو، کیوں کہ میں خدائے عزوجل پر کوئی غلط بات نہیں کہتا۔''

کیا احادیث کی حفاظت کا کام دوصدی بعد ہوا؟

زمانۂ نبوی میں حفاظت حدیث کا اہتمام نہیں کیا گیا بلکہ حدیث کی موجودہ کتابیں دوسری اور تیسری صدی میں تصنیف ہوئی ہیں اور جامعین حدیث نے سنی سنائی باتوں کو جمع کردیا ہے، اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ اتنے طویل عرصے کے بعد جو باتیں جمع کر کے حضور ﷺ کی طرف منسوب کردی گئی ہیں، وہ حضور ﷺ ہی کی فرمودہ ہیں، اس لیے ذخیرۂ احادیث کا محفوظ رہنا محل نظر ہے اور یہ مستند بھی نہیں ہیں۔

جواب: یہ اعتراض انتہائی لغو اور فضول ہے، اس طرح کی باتیں

وہ لوگ کرتے ہیں جنھوں نے کبھی فن حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر ہر عہد میں حدیث کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا جس کے مختلف طریقے ہوا کرتے تھے، یہاں راقم الحروف حفاظت حدیث کے صرف تین طریقے بیان کر رہا ہے۔

حفظِ حدیث کے ذریعہ حفاظت حدیث

اللہ تعالیٰ نے یوں تو انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں لیکن قوتِ حافظہ ان میں اہم ترین نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کی اس خاص نعمت سے انسان مشاہدات وتجربات اور حالات وواقعات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا ہے اور ضرورت کے وقت انھیں مستحضر کر کے کام میں لاتا ہے۔ انسان کا قدیم ترین اور ابتدائی طریقۂ حفاظت ”حفظ“ ہے۔ تہذیبوں کے اس نشیب وفراز کے ہر دور میں حافظہ کی حیثیت مسلم رہی اور اہل عرب کا قوت حافظہ تو ضرب المثل ہے اس لیے اہل عرب اپنے مشاہدات، تجربات، واقعات، حالات، معلومات لکھنے سے کہیں زیادہ حفظ کرنے کو ترجیح دیتے، صحابہ کرام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ سے نوازا تھا جس کے سبب وہ اللہ کے رسول ﷺ کے احوال و کوائف، اقوال وافعال، مشاہدات وتجربات اور حالات وواقعات کو محفوظ کرنے کے لیے انھیں معرض تحریر میں لانے کی بجائے حفظ و یاد پر ہی اکتفا کرتے، مجمع الزوائد میں ہے:

”عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا مَعَ نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَعَسَى أَنْ يَكُونَ قَالَ: سِتِّينَ رَجُلًا فَيُحَدِّثُنَا الحدِيثَ ثُمَّ يَدْخُلُ لحاجَتِهِ، فَنَتَرَاجَعُهُ بَيْنَنَا هَذَا ثُمَّ هَذَا، فَنَقُومُ كَأَنَّمَا زُرِعَ فِي قُلُوبِنَا.» (مجمع الزوائد، بابٌ فِي مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَمُذَاكَرَتِهِ، ح 734) یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں ہوتے (راوی کہتے ہیں) حضرت انس نے شاید یہ بھی کہا تھا: ہم 60 افراد بیٹھے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ احادیث بیان کرتے رہے پھر حضور ﷺ کسی کام کے سلسلے میں گھر تشریف لے گئے تو ہم آپس میں اُن احادیث کی آپس میں یکے بعد دیگرے مذاکرہ اور دورہ شروع کر دیتے یہاں تک کہ اس کے بعد جب ہم مجلس سے اٹھتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ حدیثیں ہمارے قلوب واذہان میں بودی گئی ہیں۔“

حفظ احادیث کا ذوق وشوق اس قدر شباب پر تھا کہ ایک دوسرے کو مذاکرہ حدیث کی ترغیب بھی دیا کرتے، چناں چہ مستدرک علی الصحیحین میں ہے:

”فَأَخْبَرَنَاهُ أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ، ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَنْبَأَ كَهْمَسٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: تَذَاكَرُوا الحدِيثَ فَإِنَّكُمْ إِلَّا تَفْعَلُوا يَنْدَرِسْ. (المستدرک علی الصحیحین، ح 324) یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: حدیث کا آپس میں دورہ ومذاکرہ کیا کرو اس لیے کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو حدیث ذہن سے نکل جائے گی۔“

درج بالا روایات اس چیز کا بین ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان احادیث کریمہ کے حفظ وضبط کا خصوصی اہتمام اور عام رواج تھا، ہر فرد ممکنہ حد تک اس بات کے لیے تیار رہتا کہ سنت رسول کا علم جس طرح بھی ہو، حاصل کیا جائے، اس کا آپس میں خوب مذاکرہ ودورہ کیا جائے تا کہ سب لوگ اس سے بخوبی واقف ہو جائیں اور سب کو اچھے سے حفظ ہو جائیں۔

اپنے عمل وکردار کے ذریعہ سنت رسول ﷺ کی حفاظت

حفاظت حدیث کی ذمہ داری سے صحابہ کرام اس منزل پر آ کر خاموش نہیں ہو گئے کہ ان کو محفوظ کر کے آرام کی نیند سو جاتے بلکہ ہر شخص ان فرامینِ رسول وحدیث رسول ﷺ کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتا، ان کے لطیف احساسات سے لے کر طبعی خواہشات تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے، ان کی خلوتوں کا سوز وگداز، ان کی جلوتوں کا خروش عمل، ان کے شب وروز کے مشاغل اور ان کے نالہائے شب دیجور سب میں سنت رسول کا عکس صاف طور پر دکھائی دیتا تھا۔

یہ کسی ایک فرد کی بات نہیں بلکہ شمع نبوت کے پروانوں کا عموماً یہی حال تھا کہ صرف اور صرف اپنے محبوب کی یاد کو دل میں بسائے سفر وحضر میں اپنی دنیا کو انہیں کے ذکر سے آباد رکھتے تھے، کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حدیث پاک بیان کرتے وقت جس خاص ہیئت ووضع کو اختیار فرمایا ہوتا تھا تو راوی بھی اسی ادا سے حدیث روایت کرتا، مثلاً: احادیث مسلسلہ میں وہ احادیث جن کے راوی بوقت روایت مصافحہ کرتے، تبسم فرماتے یا کسی دوسری ہیئت کا اظہار کرتے جو حضور سے ثابت ہوتی، ذیل میں ایک روایت دیکھیں:

”حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَص، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاق الهمْدَانِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ {13} وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ {14} سورة الزخرف آية 13-14، ثُمَّ قَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي.

(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب ما یقول الرجل إذا رکب، ح2602) یعنی حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ کے لیے ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں، جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بِسْمِ اللّٰهِ کہا، پھر جب اس کی پشت پر ٹھیک سے بیٹھ گئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ کہا، پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا، پھر تین مرتبہ اللّٰهُ أَكْبَرُ کہا، پھر سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ کہا، پھر مسکرائے، پوچھا گیا: امیر المومنین! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا جیسے کہ میں نے کیا پھر آپ مسکرائے تو میں نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ فرمایا: تیرا رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے: اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي۔“

کتابتِ حدیث کے ذریعہ حفاظت حدیث

کتابتِ حدیث کا سلسلہ زمانۂ نبوی ﷺ ہی میں شروع ہوچکا تھا، پہلے صحیفہ در صحیفہ تیار ہوتے رہے، پھر بعد کے ادوار میں انھیں ملا کر بڑی بڑی کتابوں کی شکل دی گئیں، یوں ہر پہلے دور کے صحائف کو بعد والے دور کی کتابوں میں سمو دیا گیا، یہ سلسلہ بڑے شوق وذوق کے ساتھ جاری رہا، راقم الحروف ذیل میں ایسے دلائل وبراہین ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ کتابتِ حدیث کا سلسلہ زمانۂ رسالت مآب ﷺ کے ڈھائی سو سال بعد نہیں بلکہ زمانہ رسالت، زمانہ صحابہ وتابعین اور مابعد کے دور میں بغیر انقطاع کے جاری وساری رہا۔

(1) ”حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا،

وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ، قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح البخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ، ح2434)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کیا تو حضور ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روک دیا اور اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو مکہ پر حکومت دی، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی دن کی کچھ گھڑی حلال ہوا، اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہ ہوگا، وہاں کا شکار نہ بھگایا جائے اور نہ وہاں کا کانٹا توڑا جائے اور نہ وہاں کا لقطہ اٹھانا کسی کے لیے جائز ہے مگر وہ جو اس کی تشہیر کرے اور جس کا کوئی عزیز قتل کیا جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے دیت لے لے اور چاہے قصاص۔ حضرت عباس نے عرض کی: اذخر کاٹنے کی اجازت دیجیے کیوں کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں کے کام میں لاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذخر کاٹنے کی اجازت ہے ۔ اہل یمن میں سے ایک آدمی ابوشاہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ خطبہ مجھ کو لکھوا دیجیے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو ۔ ولید بن مسلم نے کہا: میں نے اوزاعی سے دریافت کیا، اس کا کیا مطلب ہے کہ میرے لیے لکھوا دیجیے؟ انہوں نے کہا یعنی یہ خطبہ جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔''

اس کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے اپنی کتابتِ حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ. (سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی کتابۃ العلم، ح3646) یعنی لکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق بات نکلتی ہے۔''

کتابتِ حدیث کا سلسلہ صرف کتابتِ حدیث تک ہی نہیں رہا بلکہ اسے جمع کر کے صحیفہ کی شکل بھی دی گئی اور اس صحیفہ کا نام ''الصادقہ'' رکھا گیا، طبقات ابن سعد میں ہے:

''عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي كِتَابَةِ مَا سَمِعْتُ مِنْهُ، قَالَ: فَأَذِنَ لِي فَكَتَبْتُهُ، فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُسَمِّي صَحِيفَتَهُ تِلْكَ الصَّادِقَةَ. (الطبقات الکبریٰ، ج:2، ص373) یعنی: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ جو آپ سے سنوں اسے لکھ لیا کروں، آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی، لہٰذا میں نے لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے اپنے صحیفہ کا نام ''الصادقہ'' رکھا۔''

شبہ، احادیث محفوظ نہیں

کتابتِ حدیث کی ممانعت خود حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ، فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ. (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ح7510) یعنی مجھ سے (کوئی حدیث) نہ لکھو، جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے اور میری حدیث بیان کرے اس میں کچھ حرج نہیں۔''

تحقیقات

جب صراحتاً کتابتِ حدیث کی ممانعت ہے پھر صحابہ کرام سے احادیث لکھنے کا تصور بھی کیوں کر کیا جا سکتا ہے اور جب یہ متصور نہیں تو ثابت ہوا کہ احادیث محفوظ نہیں۔

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ کہ اجازتِ کتابت والی حدیث سے بالفرض صرف نظر کر بھی لیا جائے پھر بھی مذکورہ حدیث سے احادیث مبارکہ کے محفوظ نہ ہونے پر استدلال کرنا حماقت اور صریح ضلالت ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے منع فرمایا ہے حدیث بیان کرنے اور حفظ کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ حدیث بیان کرنے کا حکم دیا ہے اور عدم کتابت کو عدم حفاظت کی دلیل بنانا بے وقوفی ہے۔

دوسری بات یہ کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت والی حدیث کی بنیاد پر احادیث مبارکہ کو غیر محفوظ قرار دینے پر زور دینے والے اپنا یہ اصول کیوں بھول جاتے ہیں کہ ممانعت ثابت کرنے کے لیے بھی وہ احادیث ہی کا سہارا لے رہے ہیں۔ پھر یہ ان کے لیے کیوں کر جائز ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ جہاں کتابتِ حدیث سے ممانعت کی حدیث موجود ہے وہیں کتابتِ حدیث کی اجازت کی احادیث موجود ہیں، اب بظاہر دونوں احادیث میں تعارض سمجھ میں آرہا ہے جس کی تطبیق علمائے کرام نے دی ہے، امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ تطبیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لا تكتبوا عني إلى آخره هذا منسوخ بالأحاديث الواردة في الإذن في الكتابة وكان النهي حين خيف اختلاطه بالقرآن فلما أمن ذلك أذن فيها.

وقيل مخصوص بكتابة الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة لئلا يختلط فيشتبه على القارئ.

(الدیباج علی المسلم، ج6،ص303) یعنی لا تکتبوا عنی والی حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں کتابت کی اجازت دی گئی ہے کہ منع فرمانا اس وقت تھا کہ جب اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں قرآن اور حدیث آپس میں مل نہ جائیں لیکن جب اس بات کا اندیشہ نہ رہا تو کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حدیث ایک صحیفہ میں قرآن کے ساتھ حدیث لکھنے کے ساتھ خاص ہے تا کہ حدیث، قرآن کے ساتھ مل کر قاری پر مشتبہ نہ ہو جائے۔“

امام نووی لکھتے ہیں:

”قيل هو في حق من يوثق بحفظه ويخاف اتكاله على الكتابة إذا كتب ويحمل الأحاديث الواردة بالاباحة على من لا يوثق بحفظه كحديث اكتبوا لابي شاه وحديث صحيفة على رضى الله عنه وحديث كتاب عمرو بن حزم الذى فيه الفرائض والسنن والديات وحديث كتاب الصدقة ونصب الزكاة الذى بعث به أبو بكر رضى الله عنه أنسا رضى الله عنه حين وجهه الى البحرين وحديث أبى هريرة أن ابن عمرو بن العاص كان يكتب ولا أكتب وغير ذلك من الأحاديث.

وقيل ان حديث النهى منسوخ بهذه الأحاديث وكان النهى حين خيف اختلاطه بالقرآن فلما أمن ذلك أذن في الكتابة.

وقيل انما نهى عن كتابة الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة لئلا يختلط فيشتبه على القارئ في صحيفة واحدة. (شرح مسلم للنووی، ج10،ص127) یعنی ایک قول یہ ہے کہ لکھنے سے منع اس شخص کو کیا گیا جسے اپنے حافظہ پر مکمل اعتماد ہو اور لکھنے کی صورت میں ڈر ہو کہ کہیں لکھنے پر ہی اعتماد نہ کر لے اور اجازت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ جس کو حافظہ پر اعتماد نہ ہو اسے لکھنے کی اجازت دی جیسے فرمایا: ابو شاہ کو میری حدیث لکھ دو، حدیث صحیفہ علی، عمرو بن حزم کو فرائض، سنن اور دیات کے بارے میں احادیث لکھ کر دیں، حدیث کتاب الصدقۃ اور زکوۃ کے نصابات جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت انس کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجتے وقت لکھ کر دیئے، ابوہریرہ رضی اللہ بقیہ ص ۳۷ پر

اسلاف و اخلاف

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت احادیث کی روشنی میں

از: مفتیہ عائشہ خاتون امجدی*

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں، ان کی ماں کا نام زینب ام رومان ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبد اللہ ہے، مدارج النبوۃ میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی کنیت مقرر فرمائیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی بہن اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے سے اپنی کنیت رکھ لو، یعنی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، آپ کی عظمت و فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں، صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک دینار سے روایت ہے:

"سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: فضل عائشة علی النساء كفضل الثريد علی سائر الطعام۔ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت باقی عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت اور تمام کھانوں پر۔" (صحیح بخاری، ۳۷۷۰)

ثرید یعنی روٹی شوربا، بوٹیاں بہترین غذا ہے، ساری غذاؤں سے افضل کہ وہ زود ہضم نہایت ہی مقوی، بہت مزے دار، چبانے سے بے نیاز، بہت صفات کی جامع غذا ہے، ایسے ہی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صورت، سیرت، علم و عمل، فصاحت، فطانت، ذکاوت، عقل و فہم، حضور کی محبوبیت وغیرہ ہزارہا صفات کی جامع ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الٰہی میں نہایت بلند ہے اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہوئی، اس کا ذکر اس حدیث پاک میں ملتا ہے:

"عَنِ الزُّهْرِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَوْ جمعَ عِلْمَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِيهِنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ أَكْثَرَ مِن عِلمِهِنَّ۔ یعنی حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس امت کی تمام عورتوں کے جن میں امہات المومنین بھی شامل ہیں علم کو جمع کر لیا جائے تو عائشہ کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہے۔" (طبرانی ۲۳/ ۱۸۴–۲۹۹)

حضرت عائشہ صدیقہ ایل کے کمالات عظمت وفضیلت پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جسے بخاری و مسلم میں روایت کیا گیا ہے:

"عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا: يَا عَائِشَةَ، هَذَا جِبرِيلُ يَقْرِئُكِ السَّلَامَ، فَقُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحمةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرَي مَا لَا أَرَي تُرِيدُ رَسُولَ اللهِ ﷺ۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں، میں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں، لیکن آپ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ میں نہیں دیکھ سکتی۔" (صحیح بخاری: ۳۵۵۷)

اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کسی مسئلہ میں کوئی اشکال ہوتا اور وہ مشکل کہیں حل نہ ہوتی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوتے، ان کے پاس یا تو اس کے متعلق حدیث ہوتی یا کسی حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط مل جاتا، پوری دنیا میں سیدہ

* مضمون نگار جامعہ خدیجہ للبنات پورنپور، پیلی بھیت کی صدر معلمات ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی کوئی عالمہ، فقیہ پیدا نہ ہوئی، آپ کی تجرِ علمی پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ :مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَدِيث قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِندَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔ یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کے لیے جب کبھی بھی کوئی حدیث مشکل ہوجاتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بارے میں پوچھتے تو ان کے ہاں اس حدیث کا صحیح علم پالیتے۔"

آپ علوم قرآنی، علوم حدیث کی جامع، بڑی محدثہ اور بڑی فقیہ تھیں، آپ خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر فارق اور خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتویٰ دیا کرتی تھیں، رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکابر حضرات عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ حضور ﷺ کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے:

"عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ:مَا رَأَيْتَ أَحَدًا أَعْلَمَ بِشِعْرٍ، وَلَا فَرِيْضَةٍ، وَلَا أَعْلَمَ بِفِقْهٍ مِنْ عَائِشَةَ۔ ترجمہ: حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر، شعر، فرائض اور فقہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔" (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ۵/ ۲۷۶، الرقم: ۲۶۰۴۴)

ایک دوسری روایت میں ہے:

"عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ:مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ۔ یعنی حضرت موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو صحیح نہیں دیکھا۔" (ترمذی: ۳۸۸۴)

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی ہیں کہ مجھے تمام ازواج مطہرات پر چند ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں:

۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

۲ میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

۳ اللہ تعالیٰ نے میری براءت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔

۴ نکاح سے قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لاکر حضور ﷺ کو دکھلا دی تھی اور آپ تین رات خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

۵ میں اور حضور ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے، یہ شرف میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

۶ میں حضور کے ساتھ لحاف میں سوتی رہتی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

۷ وفات اقدس کے وقت میں حضور کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سرانور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور کا وصال ہوا۔

۸ حضور ﷺ نے میری باری کے دن وفات فرمائی۔

۹ حضور ﷺ کی قبر انور میرے گھر میں بنی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ قیامت تک فرشتوں، انسانوں اور جناتوں کی زیارت گاہ بنا۔ کیوں کہ یہی حجرہ حضور ﷺ کی آخری آرام گاہ بنا: ؎

جن کا پہلو ہو نبی کی آخری آرام گاہ
جن کے حجرے میں قیامت تک نبی ہوں جاگزیں

فقہ وحدیث کے علوم میں ازواج مطہرات کے اندران کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ ۲۰۱۰ رحدیثیں انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں، ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ۱۷۴ رحدیثیں ایسی ہیں، جو بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور ۵۴ رحدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری بقیہ ص ۲۶ ر پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکرِ آخرت

بتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

حدیث شریف: اور مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''ایما مسلم خرج من بیته مهاجراً الی اللّٰہ ورسوله - الحدیث۔ (ترجمہ) جو بھی مسلمان، اللہ ورسول کی طرف ہجرت کیلئے گھر سے نکلا اور رکاب میں پیر رکھا (اور روانہ ہوا) اگرچہ ایک ہی قدم آگے بڑھا کہ موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ثوابِ مہاجرین کی طرح (پورا) ثواب ہجرت دے گا اور (مزید فرمایا) جو بھی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے قصد سے اپنے گھر سے نکلا اور جنگ شروع ہونے سے پہلے کسی طرح مر گیا (مثلاً) سواری کے جانور نے گرا کر کچل دیا یا کسی زہریلے کیڑے نے ڈس لیا یا موت کا اور کوئی سبب ہوا تو وہ بھی (مرتبہ میں) شہید ہے۔ اور جو بیت اللہ جانے کے لئے (حج یا عمرہ یا محض طواف وزیارت کے قصد سے) گھر سے چلا اور وہاں پہنچنے سے پہلے راستے میں موت آگئی تو اللہ اس کیلئے جنت واجب (یعنی استحقاق دخول جنت، ثبت) فرما دے گا۔''

مسئلہ ہجرت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا اب عہد رسالت کے بعد حکم یہ ہے کہ) جو شخص (اقتضائے صورت فرار کے باوجود) اپنے ملک (یا شہر) سے منتقل نہیں ہوا اور حال یہ ہو کہ وہ وہاں اللہ کے احکام (فرائض وغیرہ) کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے تو اس میں حرج نہیں ہے کہ وہ وہیں ٹھہرا رہے جب کہ لوگوں کے فسق وفجور سے دل میں نفرت رکھے کیونکہ (ایسی صورت میں) وہ معذور ہے۔ (لہٰذا اس کے لئے وہاں سے منتقل ہونا فرض نہیں)

کیا محض نفرت وکراہت کافی؟

قول ابن مسعود: اور مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میں کا کوئی (عام) آدمی جب کہیں کوئی منکر دیکھے اور (ہاتھ یا زبان سے) تغییر کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اس کو صرف اس قدر (عملِ قلب) کافی ہے کہ اللہ کو اس کے دل میں فعل منکر کی کراہت دِکھے۔ (یعنی وہ اللہ کے علم میں مخلص وصادق ہو)

جسے انکار وتغییر کی ہمت نہیں وہ کیا کرے؟

اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وعنہم) سے مروی ہے فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی آدمی منکر دیکھے اور اس پر انکار و تغییر کی ہمت وطاقت نہیں رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ تین مرتبہ یہ (جملہ) کہہ لے: یا اللہ! یہ کام (یا بات) بے شک منکر ہے تو، تو اس پر مجھے مت پکڑ'' تو جب اس نے یہ جملہ کہہ لیا تو (اتنا ہی نہیں کہ پکڑ سے بچ گیا، بلکہ اللہ کی رحمت سے) وہ امر ونہی کے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔

اپنی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو

تفسیری قول: اور حضرت عمر ابن جابر لخمی (محدث علیہ الرحمہ) سے روایت آئی وہ ابو امیہ (تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے راوی ہیں انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اس آیہ کریمہ: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا عَلَیْکُمْ أَنفُسَکُمْ - الآیة (۱) کے بارے میں سوال کیا (یعنی مطلب پوچھا) تو جواب دیا کہ میں اس کے بارے میں خود خبیر سے پوچھ چکا ہوں، یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا: اے ابو ثعلبہ! مطلب یہ ہے کہ بھلے کاموں کا مشورہ

[۱] یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۵ رہے، پوری آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ ابھی آگے آتا ہے، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

دواور نیک کام کرنے کو کہو، برے اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کرو پھر جب تم یہ دیکھو کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جارہی ہے اور شُحِّ نفس کی (یعنی کنجوسی خودغرضی کی) اطاعت ہورہی ہے اور جب تمہیں، صاحب رائے کا اپنی رائے کو پسند کرنا (یعنی عُجب میں مبتلا ہونا) دِکھے تو (ایسی صورت حال میں) اللہ کا حکم ہے ''علیک نفسک'' (یعنی اس وقت اپنی فکر کر صرف اپنی مضرت ومنفعت پر نظر رکھ) دوسروں کی فکر چھوڑ، کیونکہ تمہارے بعد (یعنی ان موجودہ ایام کے بعد) صبر آزما دن آئیں گے، آج تم لوگ جس (دینداری) پر ہو، اس کو آنے والے (فتنہ وفساد کے) وقت میں، تھامنے والا ایک فرد پچاس عاملوں کے سے اجر کا مستحق ہوگا، حاضرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! پچاس عاملین، ان میں کے، یا ہم میں کے؟ فرمایا: ان میں کے نہیں بلکہ تم میں کے۔

خطبۂ صدیقی کا ایک اقتباس، دھیان میں رکھنا لازم

تفسیر وحدیث شریف: اور قیس ابن ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے وقت فرماتے سنا فرمایا تھا: تم لوگ یہ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً﴾ (۱) پڑھتے ہو اور اس کو اس کے غیر محل میں رکھتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (تمہاری رائے کے خلاف) ارشاد فرماتے سنا، حضور نے فرمایا تھا ''**مامن قوم یعمل فیهم بالمعاصی ولا یغیر ونها الا ان یوشک ان یعمهم اللہ تعالی بعقاب منه**'' (ترجمہ) جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ایک معمول بن جائے (کھلم کھلا ہونے لگیں اور لوگ بشرطِ استطاعت) ان کی تغییر نہ کریں تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عن قریب ان سب پر اپنی سزا عام نہ کرے۔ (۲)

[۱] (ترجمہ) اے ایمان والو! تم پر تمہارے نفسوں کی فکر لازم ہے جو گمراہ ہوا وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بشرطیکہ تم خود راہ راست پر گامزن رہو۔ اللہ ہی کی طرف ہے تم سبھوں کی واپسی۔ [سورۂ مائدہ — ۱۰۵] ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی پوری قوم لامحالہ سزایاب ہوگی حتی کہ اس وقت بے قصوروں کو، اہل معاصی سے چھانٹا نہیں جائے گا کیونکہ ابتلائے عام میں سبھی مبتلا ہوتے ہیں اللہ کی پناہ اس کے عذاب سے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر

تاویل ابن مسعود: مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس آیت پاک کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو آپ نے جواب میں کہا تھا یہ وہ زمانہ نہیں ہے (۱) بلکہ وہ تو وہ زمانہ ہوگا جب اِتباعِ اَھواء (بے راہ روی) لوگوں کی بہت کثیر ہوجائے گی اور جھگڑوں (کی گتھیوں) میں گتھے رہیں گے (۲) تو اس زمانہ میں ہر آدمی پر اپنی فکر لازم ہوگی، اپنا بھلا بُرا دیکھنا واجب ہوگا ''جاء تاویلها'' (یعنی حضرت نے آخر میں فرمایا کہ) مذکورہ بالا آیت کریمہ کی یہی تاویل (یعنی تفسیر) آئی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی چھ اہم معروضات

بڑی اہم خبر: فقیہ ابو اللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ اپنے شیخ فقیہ ابو جعفر علیہ الرحمہ سے سن کر، ان کی پوری سندِ متصل کے ساتھ بطریق حُمید، عبد اللہ ابن عبید اللہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کہ حضرت آدم صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے رب میرے! تو نے مجھ پر ابلیس کو مسلط کردیا اور (میری کمزوری یہ ہے کہ) میں تیری توفیق واعانت کے بغیر (اس کے شر سے) بچنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں (اور یہی حال میری ذریت کا بھی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: تیری نسل میں جو بھی بچہ پیدا ہوگا میں اس پر (نگرانی کیلئے) محافظ ضرور قائم کردوں گا، وہ اس کی، ابلیس لعین کے مکر سے اور برے ہم نشینوں (کی برائی) سے حفاظت کریں گے۔ (اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے) عرض کیا: یا رب زدنی۔ اے میرے رب! مجھے مزید عطا فرما۔ (اللہ تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا: ایک نیکی (کم از کم) دس گنی ہوگی اور اس سے بھی زیادہ بڑھاؤں (جتنا چاہوں) اور ایک بدی، ایک ہی رہے گی

[۱] یعنی ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینے کی رخصت واجازت نکل سکتی ہو، معلوم ہو کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ صحابی ہیں، آپ کا زمانہ قرن اوّل وقرن ثانی ہے، صحابۂ کرام وتابعین کا مبارک زمانہ ہے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ نہ تو گتھیاں سلجھانے کا نام لیں گے اور نہ اصلاح ذات بین پر مخلصانہ وحکیمانہ کوئی کام ہوگا بلکہ اپنی اپنی ڈھپلی بجائیں گے اور اپنا اپنا راگ گائیں گے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

بقیہ ص ۳۷ ر پر

خوش فہمی کی چادر

(از: غلام مصطفےٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

مضمون لکھنے بیٹھا تو مجھے خیال آیا کہ شہ سرخی میں "خوش فہمی" کی جگہ "غلط فہمی" زیادہ ٹھیک رہتا لیکن یہ سوچ کر رہنے دیا کہ امن و آشتی کے علم بردار محباورین کے لیے غلط فہمی کا لفظ نا مناسب سا ہے، ان کی بلند و بالا قامت اور فکری پرواز پر خوش فہمی کا اطلاق ہی شایان شان رہے گا، خیر! قدیم روایت کے مطابق بھارت کے وزیر اعظم نے عرس غریب نواز کی نسبت سے مزار شریف کے لیے اپنی چادر روانہ کر دی، گزشتہ سال کچھ صوفی حضرات نے بذات خود وزیر اعظم ہاؤس پہنچ کر مودی جی کے ہاتھوں سے چادر غریب نواز وصولنے اور ان کے فرستادہ بن کر اجمیر جانے کا شرف حاصل کیا تھا۔

اس باران بزرگوں کو دعوت نہیں ملی یا پرمیشن، کچھ کہا نہیں جا سکتا، اس بار مودی جی نے بی جے پی اقلیتی مورچے کے صدر جمال صدیقی اور اقلیتی امور کے مرکزی وزیر کرن ریجیجو کو غریب نواز کی چادر سونپی اور انہیں اپنا نمائندہ بنا کر اجمیر شریف روانہ کیا، چادر غریب نواز ہاتھوں میں آتے ہی کرن ریجیجو صاحب میں بڑی حیرت انگیز تبدیلی آئی اور انہوں نے "بے وسیلہ" اجمیر جانے کے بجائے "وسیلہ" استعمال کرنے کا فیصلہ لیا یعنی اجمیر جانے سے پہلے درگاہ خواجہ نظام الدین اولیا، درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں حاضری کا فیصلہ لیا تا کہ ارادت مندانہ حاضری میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ ؎

اظہار عقیدت میں کہاں تک نکل آئے
ہم اہل یقیں وہم و گماں تک نکل آئے

خوش فہمی: سر پر سفید رومال لگائے کرن ریجیجو صاحب کی خدام غریب نواز کی جانب سے دستار بندی ہوئی، اعزاز کے ساتھ چادر پیش کرائی گئی اور بڑے شوق و وارفتگی کے ساتھ وزیر اعظم کی لمبی عمر اور صحت و عافیت کی دعائیں بھی کی گئیں، دعا کرتے وقت کرن ریجیجو صاحب کے چہرے کی جو کیفیت ظاہر ہو رہی تھی، اگر کوئی قیافہ شناس ہوتا تو صاف صاف معلوم ہو جاتا رجیجو صاحب یقیناً یہی کہہ رہے ہوں گے "مسلمان واقعی بڑی بھولی قوم ہے، جو قوم وقف ترمیمی بل کے ذریعے ہمارے منصوبے سے واقف ہونے کے بعد، درگاہ پر مندر ہونے کا مقدمہ درج ہونے کے بعد اور مسلمانوں کے تئیں ہماری سابقہ و حالیہ پالیسی کے اظہر من الشّمس ہونے کے بعد بھی محض ایک چادر پر جس قدر نیازمندی کا اظہار کر رہی ہے، پورے بھارت میں اس سے بڑی خوش فہم قوم بھلا اور کون سی ہوگی؟

دنیا جانتی ہے کہ درگاہ غریب نواز پر مندر کا مقدمہ کرنے والے ہوں، یا سنبھل کی جامع مسجد پر فساد مچانے والے، شاہی گیان واپی کے تہ خانے میں پوجا شروع کرانے والے ہوں یا مسجد کے وضو خانے کو سیل کرانے والے، ان سبھی افراد کا فکری و نظریاتی کس پارٹی سے ہے، کسی سے چھپا نہیں ہے، اس کے باوجود محض ایک چادر اور وزیر اعظم کے رسمی سے پیغام نے ان سب محباورین پر کیسا اثر ڈالا ہے کہ یہ لوگ سب کچھ بھول کر ہمارے آگے پیچھے پھر رہے ہیں، ہمیں تو لگا تھا کہ بھارت کے سب سے بڑے ولی اور سلطان الہند کی بارگاہ میں پہنچ کر خود کے عام ہونے کا احساس ہوگا لیکن یہاں پہنچ کر ہمیں بادشاہوں جیسا پروٹوکول ملا جس کے آگے منسٹری پروٹوکول بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پروٹوکول کے ساتھ ساتھ ڈھیر ساری دعائیں بھی ملیں، اتنی اچھی اچھی دعائیں تو آج کل فقیر بھی نہیں دیتے۔

آج معلوم ہوا کہ نہرو جی نے یہاں چادر بھیجنے کی روایت کس لیے ڈالی تھی، واقعی پنڈت جی نبض شناس آدمی تھے، یہ چادر تو بڑی کراماتی چادر ہے، ہندو دھرم میں گنگا کی ایک ڈبکی سارے پاپ دھو ڈالتی ہے تو وہی کام یہاں محض ایک عدد سرکاری چادر سے ہو جاتا ہے، خدا سے دعا ہے کہ خوش فہمی کی یہ چادر سدا مجاورین آستانہ اور قوم مسلم کے سروں پر سایہ فگن رہے اور ہم اسی طرح ملک کی خدمت کرتے رہیں، آخری پیراگراف ختم ہی کیا تھا کہ کسی نے مجھے آواز دی: ؎

وائے خوش فہمی کہ پرواز یقیں سے بھی گئے
آسماں چھونے کی خواہش میں زمیں سے بھی گئے

◆◆◆

بنات اسلام کی بگڑتی صورت حال

والدین اور معاشرے کے لیے لمحۂ فکریہ

از: شیخ سجاد حسین، رضوی نیٹ ورک یوٹیوب چینل

آج ایک خوفناک حقیقت ہمارے معاشرے پر سایہ فگن ہوچکی ہے، بے راہ روی کی ایسی خبریں روزانہ ہماری نظروں سے گزرتی ہیں جہاں مسلم لڑکیاں اپنی حدود کو پار کر کے غیر مسلم مردوں کے جال میں پھنستی ہیں اور نتیجتاً اپنی زندگی، عزت اور دین سب کچھ کھو بیٹھتی ہیں۔ کچھ اپنی نادانی اور کم فہمی کے باعث غیر محفوظ رشتوں میں الجھ جاتی ہیں، جبکہ کچھ ایسے افراد کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں جو ان کی محبت کے دعوے دار تھے لیکن حقیقت میں درندے ثابت ہوتے ہیں۔

یہ المیہ صرف ایک فرد کی تباہی نہیں، بلکہ ایک قوم کی اخلاقی بنیادوں کی شکست کا اعلان ہے، اس تباہی کی بنیادی وجہ والدین کی لاپرواہی اور معاشرتی بے حسی ہے، وہ والدین جو اپنی بیٹیوں کو دین کی روشنی سے آراستہ کرنے کی بجائے دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا دیتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے بیٹی کو عزت و حیا کا نمونہ بنایا ہے؟ اے والدین! کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ آپ کی بے حسی اور لاپرواہی آج آپ کی اولاد کو کن اندھیروں میں دھکیل رہی ہے؟ کیا آپ نے اپنی بیٹی کے چہرے پر وہ معصومیت دیکھی ہے جو اب موبائل فون، دوستوں کی محفلوں اور غیر ضروری تعلقات کے دھوئیں میں گم ہوچکی ہے؟ کیا آپ نے اپنے بیٹے کے رویے میں وہ تبدیلی محسوس کی ہے جو اس کی بے قابو آزادی نے پیدا کی ہے؟ آپ دنیاوی آسائشوں کی فراہمی کو اپنی ذمہ داری کا اختتام سمجھ بیٹھے ہیں۔

آپ سمجھتے ہیں کہ مہنگے اسکولوں میں داخلہ، برانڈڈ کپڑے، اور عیش و آرام کے سامان ہی آپ کی کامیاب والدین ہونے کی علامت ہیں۔ لیکن حقیقت اس سے کوسوں دور ہے! آپ نے اپنی اولاد کے دل و دماغ میں وہ خالی جگہ چھوڑ دی ہے جسے میڈیا، غلط صحبت اور شیطانی ترغیبات نے پر کر دیا ہے، مسلمان بیٹی، جس کا کردار کبھی معاشرے کے لیے ایک مثال ہوتا تھا۔

آج کیوں غیر مسلموں کے دھوکے میں آکر اپنی عزت و حرمت گنوا رہی ہے؟ کیا وہ والدین قصوروار نہیں جو اپنی اولاد کو اخلاقی اور دینی بنیادوں پر استوار کرنے میں ناکام رہے؟ جو اپنی بیٹیوں کو ان کی حدود اور شرعی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں؟ غیر مسلم مردوں کی جانب سے دھوکے، استحصال اور قتل کے ان گنت بڑھتے ہوئے واقعات کو کیا محض اتفاق کہہ کر نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ یہ والدین اور معاشرے کے لیے ایک واضح وارننگ ہے۔

اگر آج ہم اپنی بچیوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیں گے، انہیں ان کی اصل پہچان، عزت اور دینی تعلیمات سے روشناس نہیں کرائیں گے تو کل کو یہی معصوم زندگیاں کسی کی ہوس کا شکار بن جائیں گی۔ یہ وقت ہے کہ والدین اپنی اولاد، خاص طور پر بیٹیوں کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کریں، انہیں صحیح اور غلط کی تمیز سکھائیں اور ان کے ذہن میں یہ بٹھائیں کہ ان کی عزت اور ایمان دنیا کی کسی خواہش سے زیادہ قیمتی ہیں، انہیں بتائیں کہ دین اسلام نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے، اور اس مقام کو کھونا سب سے بڑی ناکامی ہے، یہی وقت ہے جاگنے کا، اپنی اولاد کو سنوارنے کا اور اپنی قوم کی بیٹیوں کو گمراہی سے بچانے کا۔ ورنہ یہ بے حسی اور لاپرواہی ایک دن پورے معاشرے کے زوال کا سبب بنے گی۔

◆◆◆

گائے کے گوشت کی تحقیق نادرہ

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری، معارف رضا

(ایک نشست میں کسی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے گائے کا گوشت کھانے اور اس کا صحت کے لیے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا)

"وہ قطعاً حلال اور نہایت غریب پرور گوشت اور بعض اَمزِجہ (یعنی طبیعتوں) میں گوشتِ بُز (یعنی بکری کا گوشت) سے نافع تر (یعنی زیادہ فائدہ دینے والا) ہے۔ بہتیرے گوشت

کے شوقین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں اور اس کی قربانی کا تو خاص قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے۔''(۱)

اور خود حضورِ اقدس ﷺ نے اس (یعنی گائے) کی قربانی ازواجِ مطہرات کی طرف سے فرمائی، ہندوستان میں بالخصوص شعائرِ اسلام (یعنی اِسلام کی نشانیوں میں) سے ہے اور اس کا باقی رکھنا واجب، بعض لیڈر بننے والے کہ ہنود سے اِتحاد منانے کے لیے اس کا اِنسِداد (یعنی روک تھام) چاہتے ہیں، بدخواہِ مسلماناں (یعنی مسلمانوں کا بُرا چاہنے والے) ہیں مگر عجب ہے کہ کوئی ہندو اِتحاد بگھارنے کو مساجد کے قریب بھی گھنٹا یا سنکھ بند کرنے کی کوشش نہیں کرتا، یہ اتحاد کی یک طرفہ تالی اِن لیڈروں ہی کو نصیب ہے، ہاں! حضورِ اقدس ﷺ سے اس کا گوشت تناول فرمانا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔(۲)

حضور اقدس ﷺ نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کا حکم فرمایا' خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اس کا ثبوت نہیں۔''(۳)

(نوٹ) فرزند اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمہ نے اس فتوے پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''حدیثِ مسلم کتاب الزکوۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لیے گائے کا گوشت صدقہ میں آیا، وہ حضور ﷺ کے پاس لایا گیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔'' اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔(۴)

حواشی:

(۱) دیکھیں، قرآن کریم، سورہ بقرہ ۱۷:

(۲) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مطبوعہ کراچی ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، ص ۶۷:

(۳) فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۰، ص ۳۲۱:

(۴) حاشیہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۳۲۱ :

◆◆◆

اصلاحِ معاشرہ

مرسلہ: مولانا عرفان احمد ازہری، نگرہ، چھپرہ

جلسوں پر خرچ یا تعلیم پر سرمایہ کاری؟ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور اصلاح کا دارومدار اس کی تعلیمی اور سماجی پالیسیوں پر ہوتا ہے جو قومیں اپنی آنے والی نسلوں کے لیے مضبوط تعلیمی نظام قائم کرتی ہیں، وہی حقیقی تبدیلی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ دنیا کی مختلف نظریاتی تنظیمیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مختلف حکمت عملیاں اپناتی ہیں، کچھ گروہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے ہیں، جبکہ کچھ تعلیم اور صحت کے شعبے میں سرمایہ کاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہندوستان میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی حکمت عملی یہی ہے کہ وہ اصلاحِ معاشرہ کے نام پر جلسے منعقد کرنے کے بجائے تعلیمی ادارے اور اسکول قائم کرتی ہے۔

آر ایس ایس جانتی ہے کہ محض تقاریر اور اجتماعات سے سماجی تبدیلی ممکن نہیں، بلکہ اگر تعلیمی نظام کو کنٹرول کر لیا جائے تو آئندہ نسل خود بخود نظریاتی اور سماجی طور پر اس سمت میں ڈھل جائے گی جس کا وہ تصور رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں روپے اصلاحِ معاشرہ کے جلسوں پر ضائع کرنے کے بجائے اسکولوں، تعلیمی نصاب اور نوجوانوں کی فکری و ذہنی تربیت پر خرچ کرتی ہے۔ دوسری طرف، مسلمان معاشرے میں اصلاحِ معاشرہ کے نام پر بڑے بڑے جلسے منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں ایک رات کے اندر لاکھوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ جلسے وقتی جوش وخروش تو پیدا کر سکتے ہیں، مگر ان کا عملی فائدہ کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے، مقررین پرجوش تقاریر کرتے ہیں، سامعین متاثر ہوتے ہیں، لیکن جیسے ہی جلسہ ختم ہوتا ہے، سب کچھ معمول پر آجاتا ہے، ایسی سرگرمیوں سے معاشرے میں دیرپا تبدیلی نہیں آتی، کیونکہ حقیقی اصلاح محض تقریروں سے نہیں بلکہ عملی اقدامات سے ممکن ہوتی ہے، یہی اصول بقیہ ص ۳۴ پر

ہر شر سے باخبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

(از: مولانا شمس تبریز خاں کی مرکزی، بلگرام شریف

اعدائے دینِ حق سے نہ ہارا معاویہ، پیارا معاویہ
ہر شر سے باخبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

اصحابی کالنجوم سے ثابت ہوا یہی، یہ بات ہے سہی
اصحابِ شاہ میں ہے ستارا معاویہ، پیارا معاویہ

وہ کاتبِ کلامِ خدائے جلیل ہے، حق کی دلیل ہے
کس درجہ معتبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

مضبوط اہل بیت سے اس کا ہے رابطہ، وہ دل کا بادشہ
حسنین کا دلائے اتارا معاویہ، پیارا معاویہ

گستاخِ اہل بیت سنیں کان کھول کر، کٹ جائے چاہے سر
ہرگز، ہوا نہ ہوگا تمہارا معاویہ، پیارا معاویہ

تاجِ صحابیت ہے رکھا اس کے سر پہ بھی، رفعت یہ رب نے دی
اوجِ کمال کا ہے منارا معاویہ، پیارا معاویہ

کفار و مشرکین کو میدان جنگ میں، حیدر کے رنگ میں
جس نے دیا جواب کرارا، معاویہ، پیارا معاویہ

جو بعد میں ہوئے ہیں عظیم ان میں وہ ہوا، قائل ہے ہر گدا
غوث و رضا سبھی کا سہارا معاویہ، پیارا معاویہ

وہ شخص بدنصیب، جہنم رسید ہے، ظاہر وعید ہے
جس جس کو بھی نہیں ہے گوارا معاویہ، پیارا معاویہ

میری مدد کے واسطے خاں کی وہ آگئے، راحت کے گل کھلے
جب بھی، جہاں بھی میں نے پکارا معاویہ، پیارا معاویہ

چراغِ خانۂ حیدر ہیں جعفر صادق

(از: مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، نیپال

رضائے داورِ محشر ہیں جعفر صادق
عطائے شاہِ پیمبر ہیں جعفر صادق

جہاں میں رتبہ ترا اس لیے بلند ہوا
نبی پاک کے دلبر ہیں جعفر صادق

جہاں میں مثلِ قمر تیری روشنی پھیلی
ضیائے حضرتِ حیدر ہیں جعفر صادق

حسن حسین علی فاطمہ کے نورِ نظر
چراغِ خانۂ حیدر ہیں جعفر صادق

ملی ہے ان کو شجاعت کا حصہ حیدر سے
اکیلے ہو کے بھی لشکر ہیں جعفر صادق

بیان، حمد و ثنا ان کی کیسے ہو پائے
شعور و فکر سے بڑھ کر ہیں جعفر صادق

ترے تلامذہ میں ہیں امامِ اعظم بھی
ہاں ایسے علمی سمندر ہیں جعفر صادق

بھلا وہ کیسے بھٹک سکتا ہے رہِ حق سے
وہ جس کے ہادی و رہبر ہیں جعفر صادق

ہے ان کے زیر قدم تخت، بادشاہی کی
بنے جو آپ کے نوکر ہیں جعفر صادق

نہیں ہے خوف کسی کا زمانے بھر میں اسے
کہ جس کے ناصر و یاور ہیں جعفر صادق

ہمیں ہو گردشِ دوراں سے کیوں کوئی خطرہ
کرم جو کرتے وہ ہم پر ہیں جعفر صادق

کبھی تو خواب میں آ کے کرا دو دید حسیں
ہوئے دِوانے جو مضطر ہیں جعفر صادق

مدد کو آ کے بچاؤ مجھے مرے آقا
ہوئی جو حالتیں ابتر ہیں جعفر صادق

دلی مرادیں ہیں ملتی سدا انہیں پل میں
کہ آتے جاتے جو در پر ہیں جعفر صادق

حسینؔی کو ہو عطا حسنِ خاتمہ، اللہ!
میں بندہ ان کا ہوں سرور ہیں جعفر صادق

کیجیے استقبال اس کا آ گیا ماہِ صیام

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

رب کا قرآں جس میں اترا آ گیا ماہ صیام
ہے مقدس یہ مہینہ آ گیا ماہ صیام

سنت محبوب رب عالمیں ہے دوستو
کیجیے استقبال اس کا آ گیا ماہ صیام
ہے یہ ارشاد حبیب خالق کون و مکاں
امتی کا ہے مہینہ، آ گیا ماہ صیام
ہے عبادت روزہ یوں، جس میں ریا ممکن نہیں
دے گا رب خود اس کا بدلہ آ گیا ماہ صیام
اس کے صدقے روزہ داروں کو ملے ریان بھی
ہے مہینوں میں نرالا، آ گیا ماہ صیام
لیلۃ القدر اس کی راتوں میں سے نوری رات ہے
قدر اس کی خوب کرنا آ گیا ماہ صیام
چاند دیکھو اور کرو سب کے لئے عینی دعا
ہے مسرت خیز لمحہ آ گیا ماہ صیام

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہِ صیام

(از: مفتی ارشد خان کرالوی، بدایوں شریف)

تیری آمد کی خوشی میں ہر کوئی مسرور ہے
پیر ہو یا ہو جواں ہر اک خوشی میں چور ہے
تیرے استقبال میں چہرے پہ سب کے نور ہے
دل بھی خوشیوں میں مگن ہے رنج و غم سے دور ہے
کونہ کونہ اب رونقیں ہیں صبح و شام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

آ گیا لو آ گیا اب رحمتوں کا قافلہ
ساتھ میں لایا ہے اپنی عظمتوں کا قافلہ
اس کو کہہ سکتے ہیں بیشک الفتوں کا قافلہ
اور کلام پاک کی ہے برکتوں کا قافلہ
اے پیامی رحمتوں کے بارہا تجھ کو سلام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

رب سے جس نے جو بھی مانگا مل گیا اس ماہ میں
شرط ہے مخلص ہو بندہ اپنے رب کی چاہ میں
مال و دولت بھی کرے قربان اس کی راہ میں
عاجزی ہو انکساری ہو دعا میں آہ میں
دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر خدا سے ہو ہم کلام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

رب نے نازل اس مہینے میں کیا قرآن بھی
جو مدار زندگی بھی ہے دین بھی ایمان بھی
سب سے بڑھ کر مومنوں کی یہ شان بھی
ہے یہ قانون شریعت اور اس کی جان بھی
اور اسی سے ہے عظیم المرتبت تیرا مقام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

ہیں زمیں پر رونقیں تو منور ہے آسماں
بوئے الفت سے معطر ہو گیا سارا جہاں
بلبلوں کے زمزموں سے گونجتا ہے گلستاں
کھلکھلا کر آسماں پر ہنس رہی ہے کہکشاں
تیرے چرچے ہر جگہ ہیں تیری خوشیاں گام گام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

نفس امارہ کے جو ہو گئے تھے بالکل اسیر
بن گئے ہیں پارسا اب وہ بھی سب برنا و پیر
سوئے مسجد جا رہا ہے ہو غنی یا کہ فقیر
مسجدوں میں اب آنے لگا جم غفیر
ہے خدا کی یاد دل میں اور لبوں پر اس کا نام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

سال بھر کے بعد تیری دید ہوتی ہے نصیب
اور کتاب شوق کی تمہید ہوتی ہے نصیب
گوش و لب کو لذت تجوید ہوتی ہے نصیب
تیری ہی آمد سے ہم کو عید ہوتی ہے نصیب
بار بار آتا ہے تو لے کر خوشیوں کا پیام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

مختصر ہے علم میرا فکر میری ناتمام
میں ہوں ادنیٰ سا سخنور کیا ابھی میرا مقام
کاش ہو جاؤں خدا کے فضل سے میں بھی شاد کام
حکم پر جس کے ہے قائم ساری دنیا کا نظام
بخش دے ارشد کو اپنی رحمتوں کا اک جام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

شوال المکرم ۱۴۴۶ھ اپریل ۲۰۲۵ء
APRIL-2025 Rs. 30/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیرِ اعلیٰ مدظلہ العالی

اس شمارہ میں

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

شوال المکرم ۱۴۴۶ھ — اپریل ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۴ — Issue No. 4

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شوّال المکرم! چند اہم فضائل ومسائل

اداریہ

شوال المکرم اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے، جو اپنے جلو میں ''عیـد'' جیسی خوشیاں لے کر آتا ہے، جس میں اللہ رب العزت بندوں کو مسلسل ایک مہینے کی محنت کا صلہ عطا فرماتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عیـد الفطر کی رات آتی ہے تو فرشتے خوشیاں مناتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہِ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کو پورا اجر دے دیا جائے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (اصبہانی)

شب عید الفطر کی نماز

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے اس کا دِل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے، اس کے لئے جنت واجب ہے، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں، عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات یعنی شب برأت۔

منقول ہے کہ چار رکعات اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اکیس اکیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردے گا اور یہ شخص موت سے پہلے جنت میں اپنا مکان دیکھ لے گا۔ نیز جو شخص عید کی شب میں بعد نماز عشا چار رکعات دوسلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین بار پڑھے اور بعد نماز ستر بار کلمہ تمجید پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گناہ معاف فرما کر اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

یوم عید الفطر

شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتا ہے، عید کا دن گناہوں کی مغفرت کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنا حرام ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ چند کھجوریں ہی تناول فرمالیتے جو تعداد میں طاق ہوتیں۔

روایتوں میں آیا تا ہے کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام فرمایا تھا، اسی دن اللہ رب العزت نے جنت پیدا فرمائی اور درختِ طوبیٰ کو پیدا کیا، نیز اسی دن کو اللہ نے سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے لئے منتخب فرمایا اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس

نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو (اس آواز کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کر کے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ ۴۰۵)

حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کے دن تین سو بار یہ دعا پڑھی: سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ (یعنی اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے) پھر اس کا ثواب تمام مسلمان مُردوں کو بخش دیا، تو ہر قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب یہ آدمی فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو عید کے دن دیکھا، اس کی قمیض پرانی تھی، تو رو پڑے، اس نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹا! مجھے خطرہ ہے عید کے دن تیرا دل ٹوٹ جائے گا، جب بچے تمہیں یہ پُرانی قمیض پہنے دیکھیں گے، اس نے کہا: دل اس کا ٹوٹتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو، یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور اسے سینہ سے لگا لیا اور اس کے لیے دعا کی۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳)

یوم عید کے مستحبات

عید کے دن یہ اُمور مستحب ہیں: حجامت بنانا، ناخن تراشنا، مسواک کرنا، غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھنا، عیدگاہ جلد جانا، نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا، دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پیشتر طاق عدد کھجوریں کھانا، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھانا۔

شوال کے روزے

شوال کے مہینے میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ ''شش عید'' کے روزے کہتے ہیں، اس کا بڑا ثواب ہے، بہتر یہ ہے کہ روزے متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں تب بھی حرج نہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا دس مہینہ کے برابر اور ان چھ دِنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزہ ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (طبرانی)

اسلامی تہوار کی خصوصیات

یوں تو دنیا کی سبھی قومیں مختلف مواقع پر اجتماعی تہوار اور خوشیاں مناتی ہیں، جن میں وہ عیش وعشرت، نغمہ وسرود اور شراب وشباب مگن رہتے ہیں۔ ان کے تہوار ایک طرح سے ان کے ذہنی تعیش کے ساز وسامان ہوتے ہیں، جبکہ اسلامی تہوار اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کے حصول کے بڑے مواقع ہوتے ہیں، ان تہواروں کا انعقاد ہی اللہ اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیہ ص ۲۲ / پر

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

قومِ مسلم کو درپیش چیلنجز اور اُن کا حل

اسلام ایک عالمگیر آفاقی مذہب، کامل واکمل دِین، اَبدی ضابطۂ حیات اور اَمن وسلامتی کا علمبردار ہے، اسلام اتحاد، اتفاق اور یکجہتی کی دعوت ودَرس دیتا ہے، اتحاد کا معنی آپس میں متحد واکٹھے ہوکر رہنا ہے، لفظِ اتحاد اتنا جامع واکمل ہے جو اپنے اندر مَعانی کا ایک سمندر لیے ہوئے ہے، اتفاق واتحاد کی بدولت اِنفرادی، فکری، مُعاشَرتی، اقتصادی، علمی وفنی اور سائنسی قوت میں یکجہتی حاصل ہوتی ہے، باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور بہترین فِضا قائم ہوتی ہے۔

اِتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، انسانیت کی تعمیر وترقی کا سُتون، مُعاشی ومُعاشرتی کثیر فوائد، کسی بھی ملک وقَوم کے لیے راحت وسُکون، ترقی وکامیابی کا سبب اور ایک عظیم وعمدہ نعمت ہے، خالق کائنات نے اتحاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا۔(۱) سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رَسّی مضبوط تھام لو اور آپس میں فرقوں میں نہ بٹ جانا۔"

یعنی دینِ اسلام کے اُصول وقواعد اور اللہ ورسول کے فرامین پر عمل پَیرا رہنا ہے؛ کیونکہ اتفاق وہی اچھا ہے جو اللہ ورسول کی اِطاعت پر کیا جائے، ان کا راستہ چھوڑ کر اتفاق اتفاق نہیں، بلکہ کمزوری وبدبختی ہے۔

آج مسلمانوں کی نااتفاقی اور باہمی اِفتراق بھی ایک بہت بڑا چیلنج (Challenge) ہے، جس کے سبب عالم کفر ہر سمت سے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے درپَے ہے، جس کی نشاندہی احادیثِ مبارکہ میں کی گئی ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا۔ عنقریب دیگر اقوام تم پر یُوں ٹُوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکا کھانے سے بھرے پیالے پر ٹُوٹتا ہے۔"

کسی نے عرض کی کہ کیا ایسا ہماری قلّت کے باعث ہوگا؟ فرمایا:

"بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ۔ بلکہ اُن دنوں تم اکثریت میں ہوگے، لیکن ایسے بے کار ہوگے جیسے سیلاب کا لایا ہوا کُوڑا! اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا! سائل عرض گزار ہوا کہ یارسولَ اللہ! بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الموتِ۔(۲) دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ تمام مسلمان اپنے باہمی اختلافات بھلا کر، اتفاق واتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں اور کفّار کے آلۂ کار بن کر کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کارَروائی میں شریک نہ ہوں، بلکہ جہاں کہیں مسلمانوں پر حملہ ہو تو تمام مسلمان مل کر ان کی مدد کریں! ہمارے کسی بھی مسلمان ملک یا مسلمان بھائی کو تکلیف، پریشانی یا کوئی بھی مصیبت پیش آئے، تو دنیا بھر کے تمام مسلمان اور مسلم ممالک اسے اپنی تکلیف سمجھیں؛ کہ مسلمان سب ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

"المؤمنُ لِلمُؤمِنِ کَالبُنیَانِ، یَشُدُّ بَعضُهُ بَعضاً۔
مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے۔"

رَحمت عالمیان ﷺ نے یہ فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے اشارہ فرمایا۔

(۳) لہٰذا ہم مسلمانوں کو باہم تعاوُن و مدد کرنی ہے، چاہے وہ ہمارا رشتہ دار ہو، یا پڑوسی، شہری، ہم وطن یا دینی بھائی ہو، اسی طرح ہر اسلامی ملک دیگر اسلامی ممالک کی، ہر مصیبت و پریشانی و ناگہانی آفات و تکالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے؛ کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔

اِقتصادی زبُوں حالی

آج اُمّتِ مسلمہ کو جن چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سے ایک مسلم ممالک کی اِقتصادی زبُوں حالی (Current Economic Situation) بھی ہے، اللہ تعالیٰ پر توکُّل و بھروسا کے بجائے، کفّار و مشرکین سے مدد کی امید قائم رکھنا بھی، اس مصیبت کی ایک بڑی وجہ ہے، حالانکہ جب یہ حکم خداوندی نازل ہوا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ (۴) اے ایمان والو! مشرک نِرے ناپاک ہیں، تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔"

نہ حج کے لیے، نہ عمرہ کے لیے اور اس سال سے مراد ۹ ہجری ہے اور مشرکین کے منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان ان کو روکیں! اس پر کچھ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہلِ مکّہ کو مالی تنگی پیش آئے گی" (۵) تب انہیں بتایا گیا:

"وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ (۶) اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے، عنقریب اللہ اگر چاہے تو اپنے فضل سے تمہیں دَولت مند کر دے گا۔"

حضرت سیِّدنا عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غنی کر دیا، بارشیں خُوب ہوئیں اور پیداوار بھی کثرت سے ہوئی، حضرت مُقاتل نے فرمایا کہ خطۂ یمن کے لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اہلِ مکّہ پر اپنی کثیر دَولتیں خرچ کیں۔" اگر چاہے" فرمانے میں یہ تعلیم ہے، کہ بندے کو چاہیے کہ طلبِ خیر اور دفعِ آفات کے لیے، ہمیشہ اللہ کی طرف متوجہ رہے اور تمام اُمور کو اُسی پروَردگار کی مشیت سے متعلق جانے۔" (۷)

اسلامی نظامِ معیشت اور امام احمد رضا

عالمِ اسلام کے عظیم مفکر و مدبّر، ماہرِ فقہِ اسلامی، و مُعاشیات و اِقتصادیات، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا نے، اپنے ایک تاریخی فتویٰ میں مسلمانوں کو مُعاشی پسماندگی سے نکلنے کی تدبیرِ فلاح و اِصلاح اور نَجات کے اُصول بیان کرتے ہوئے لکھا کہ" (مسلمان) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے؛ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت (پیشہ) وتجارت کو ترقی دیتے؛ کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ (Europe and America) والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گڑھنت کر کے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

تونگر (مالدار) مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سُود شریعت نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر دیگر سَو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصَّل ہے، ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے؛ کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بَر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں (ہندو) بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی (مقروض) کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بینے چنگے" (۸) واقعی اگر آج بھی ان اُصول وضوابط پر ہم کاربند ہو جائیں، تو کچھ بعید نہیں کہ کامیابی، کامرانی اور خوشحالی ہمارے قدم چُومے۔

تکفیریت (مسلمان کو کافر کہنا)

عالمِ اسلام کو درپیش ایک بڑا چیلنج تکفیریت اور تکفیری سوچ بھی ہے، جس نے اسلام کی بنیادوں اور بنیادی اُصول کو نشانہ بنا رکھا ہے، تکفیری سوچ مکمل طور پر اسلام دشمن اور اسلام مخالف مکتبِ فکر ہے، بعض لوگ غلط تجزیہ و تحلیل کے ذریعے، تکفیری مکتبِ فکر کو اسلام سے نسبت دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تکفیری فکر کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری زندگی اصلاحِ اُمّت میں کوشاں رہے اور اسی کا درس بھی دیتے رہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں اپنی اُمّت کو ایک یادگار و عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں زندگی کا لائحہ عمل پیش کیا، اس خطبہ کا ہر ہر جملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، ہر جملہ میں ہدایت و رَہنمائی کے بہت سے پہلو نمایاں ہیں، اس خطبہ میں ایک اہم وصیت، یعنی انسانی جانوں کی حرمت بھی بیان فرمائی، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّاراً، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔(۹) میرے بعد کفر کی طرف مت لَوٹ جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔"

محدثین کرام اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "کافروں جیسے مت ہو جانا، اسلام پر ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں کی جان و مال کو مُباح (حلال) مت جاننا؛ کہ ان سے لڑائی کر کے انہیں قتل کرو اور ان کا مال چھینو! یہ کام مسلمان کا نہیں کفّار کا ہے۔" (۱۰)

کسی مسلمان کو کافر کہنا، گویا اس کے قتل کو حلال ٹھہرانا ہے

کسی بھی غلطی یا گناہ پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا کسی کو کافر کہہ دینا، دینِ اسلام میں غُلو ہے، یہ کفر کا فتویٰ مسلمان کے جان و مال کی حِلّت کا سبب بنتا ہے اور اسے دینِ اسلام سے جبراً خارج کرتا ہے اور یہ اُس مسلمان پر بہت بڑا ظلم ہے؛ کہ کسی کو کافر قرار دینے کے سبب، اس سے اس کی بیوی بھی جُدا ہوگی، وہ شخص وراثت کے حق سے بھی محروم ہوگا

مرنے کے بعد غسل و کفن، نمازِ جنازہ و دعا سے بھی محروم ہوگا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کیا جائے گا اور اُس پر مرتَّب ہونے والے تمام اُمور و اَحکام کا ذمّہ دار وہ شخص ہوگا، جس نے اسے کافر قرار دیا۔

مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام اور اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، حضرت سیِّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ:يَا كَافِرُ! فَهُوَ كَقَتْلِهٖ، وَ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ۔(۱۱) آدمی اپنے مسلمان بھائی کو "کافر" کہہ کر پکارے، تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے اور مؤمن پر لعنت کرنا بھی ایسا ہی ہے۔"

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا بھی بے حد ضروری ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ "کسی کو بطورِ گالی کافر کہا تو وہ کافر نہ ہوگا اور اگر کافر جان کر کہا تو کہنے والا خود کافر ہو گیا" (۱۲) تو معلوم ہوا کہ مسلمان کتنا ہی گنہگار ہوا سے کافر نہیں کہہ سکتے اور جو مسلمان کو کافر کہے تو اسے حاکمِ وقت سزا دے، لہٰذا ہمیں اس سنگین جُرم سے ہمیشہ بچتے رہنا ہے۔

درپیش مسائل کا حل

اس ضمن میں درج ذیل تجاویز اہمیت کی حامل ہیں:

(1) عالمِ اسلام کو درپیش گلوبلائزیشن (مختلف ممالک کے درمیان مُعاشی تعلقات کا وہ پھیلاؤ جس کے نتیجے میں ایک عالمی معیشت وُجود میں آئی، جس نے ہر قومی معیشت کو دیگر معیشتوں کا محتاج بنا دیا ہے، کوئی بھی ملک خود کفیل نہیں، سب کو دوسرے ممالک کے ساتھ پیداواری اشیا کے تبادلے کی ضرورت پیش آتی ہے) کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے، جامع پالیسی اور سفارشات مرتَّب کر کے، ایک عالمگیر اسلامی بھائی چارگی پر مبنی نظریہ پیش کیا جائے، جو اُخوّت، مشترکہ مُعاشی و اقتصادی منڈی، اسلامک یو.این.او (United Nations Organization) پر مشتمل ہو۔

(2) حج کے موقع پر پورے عالَمِ اسلام کی خارجہ پالیسی تشکیل دے کر، مستقبل کا مشترکہ لائحۂ عمل مرتَّب کیا جائے۔

(3) نوجوان نسل کو گلوبلائزیشن (Globalization) کے مضرّ اثرات سے بچانے کے لیے، مسلم یوتھ پالیسی (Muslim Youth Policy) کے نام سے ایک نظامِ عمل تشکیل دے کر، انہیں بے راہ روی سے بچایا جائے۔

(4) سوشل میڈیا (Social Media) کے مثبت و منفی پہلوؤں کا اِحاطہ کر کے، نوجوانوں کو انٹرنیٹ (Internet) اور جدید ذرائعِ اِبلاغ (Modern Media) کے مثبت اور درست سَمت استعمال کی جانب راغب کیا جائے۔

(5) گلوبلائزیشن (Globalization) کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے مسلم نوجوانوں کو جدید عصری علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی (Science and Technology) سے آراستہ کرنے کے لیے، نصابِ تعلیم کو ہنگامی بنیادوں پر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے، قدیم و جدید کا اِمتزاج پیدا کیا جائے۔

(6) دہشت گردی (Terrorism)، انتہا پسندی (Extremism) اور تکفیریت کے مُہلِک زہر سے بچنے کے لیے، اسلام کے تصورِ امن وامان کی رَوشنی میں اسلام کی اصل رُوح اور تعلیمات کو دنیا کے سامنے اُجاگر کیا جائے، اس کے لیے عالمی سطح پر بالعموم اور ملکی سطح پر بالخصوص سیمینارز (Seminars)، مذاکرات اور کانفرنسز (Conferences) کا اہتمام کر کے، صالح بحث وتمحیص کے ذریعہ، اسلام کے آفاقی پیغامِ امن ومحبت کی ترویج کی جائے۔

(7) اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) کی سطح پر "درپیش عالمی مسائل اور دینِ اسلام" کے عنوانات پر مُباحثوں، تقریری وتحریری مقابلوں اور تحقیقی مقالہ جات کے ذریعے عالَمِ اسلام کو وَحدت کی لڑی میں پَرونے کی کوشش کی جائے۔

(8) موضوعِ تحقیق کے ذریعے ایک راہِ عمل کا تعیُّن کر کے، محققین اور اسکالرز (Researchers and Scholars) کو نئے فکری زاویوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے، مزید تحقیق کی طرف راغب کیا جائے۔

ان کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً رُونما ہونے والے حالات، واقعات اور جدید درپیش مسائل پر علما، مشائخ اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ماہرین سے رَہنمائی حاصل کر کے، ان چیلنجز (Challenges) کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اے اللہ! تمام مسلمانوں کو باہمی اختلافات سے محفوظ فرما، ہم سب کو باہمی حقوق کی پامالی سے بچا، ہمیں اچھے کام کی توفیق وسعادت عطا فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، آمین یاربّ العالمین۔

حوالہ جات:

(١) پ٤، آل عمران.103: (٢) "سنن أبی داود" باب فی تداعی الأمم علی الإسلام، ر4297: ، ص603، 604. (٣) "صحیح البخاری" کتاب المظالم، باب نصر المظلوم، ر٢٤٤٦: ، ص.٣٩٤ (٤) پ10، التوبة. 28: (٥) "تفسیر خزائن العرفان" پ10، التوبة، زیرِ آیت28: ، 353۔ (٦) پ10، التوبة.28 (٧) "تفسیر خزائن العرفان" پ10، التوبة، زیرِ آیت28، 353۔ (٨) "فتاوی رضویہ" کتاب السیر، رسالہ "تدبیرِ فلاح ونَجات واِصلاح" 11/ 601، ملتقطاً۔ (٩) "صحیح البخاری" کتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، ر: ١٢١، ص.26 (١٠) "نزہۃ القاری" کتاب العلم، 1/ 414، ملخصاً۔ (١١) "المعجم الکبیر" أبو قلابة عن عمہ...إلخ، ر463: ، 18/ .194 (١٢) "الفتاوی الهندیّة" کتاب السِیر، الباب9 أحکام المرتدّین، 2/ .278

◆◆◆

(از: مولانا محمد مبارک حسین ازہری *

دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت

اسلامیات

آج کے اس پر آشوب اور تیز ترین دور میں تعلیم بہت اہمیت کی حامل ہے، آج کا دور کمپیوٹر ٹکنالوجی، ایٹمی، سائنسی اور صنعتی ترقی کا ہے مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم، ٹیکنیکل تعلیم، انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عصر حاضر میں جدید علوم تو بہت ضروری ہیں لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کیلئے دینی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے اس تعلیم کی وجہ سے ہماری زندگی میں خدا پرستی عبادت، محبت، اخلاص، تقویٰ، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ صالح اور نیک معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ بھلائیوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ومرکز ہے اور تمام مفاسد اور برائیوں کو ختم کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اور اقتصادی وسیاسی، فکری، وفلاحی، تہذیبی، وتربیتی، سماجی، وقومی، ملی اور اصلاحی وغیرہ مسائل کا حل اس میں پوشیدہ ہے اور یہ رشدوہدایت، عزت وافتخار کا منبع ہے۔

اس لئے مذہب اسلام نے اپنے سفر کا آغاز ہی علم دین سے کیا اور اس نے علم دین کو جو اہمیت دی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اس نے علم وجہل کے درمیان خط فاصل کھینچ کر صاف لفظوں میں بتایا:

''قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

اے میرے محبوب آپ فرمادیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں؟''

نہیں ہوسکتے اور یہ بات بھی ہمیشہ کیلئے ذہن نشین رکھے کہ علم کا تعلق خواہ دنیا سے ہو یا دین سے، مذہب اسلام نے دونوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے مذہب اسلام بنیادی طور پر کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں ہے جو انسانیت کیلئے نافع اور صالح ہو اور نہ وہ کسی زبان کی مخالفت کرتا ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کی ہدایت دی بلکہ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چھ زبانوں پر عبور حاصل تھا ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام کو عربی کی علاوہ مختلف زبانوں پر قدرت حاصل تھی، اگر دوسری قوموں کی زبانیں اور ان کے علوم وفنون ناپاک اور ناقابل التفات ہوتے تو نہ صحابہ کرام کو اس کی ہدایت دی جاتی اور نہ وہ اس کے طرف رخ کرتے لیکن بحیثیت مسلمان ایک شخص کا اوّلین فریضہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن وحدیث اور دینی علوم وفنون حاصل کرے تا کہ خدا ورسول ﷺ کی معرفت حاصل ہو اور مقصد حیات کی طرف اس کا سفر آسانی سے طے ہو سکے، اسلام جس علم کو واجب اور ضروری قرار دیتا ہے اور جس علم کی بنیادی اور اولین اہمیت ہے وہ علم دین اور علم آخرت ہے، علم دین سے محروم انسان چاہے دنیا کے کیسے ہی اہم اور عظیم الشان علوم وفنون کا فاضل اور ماہر ہو وہ دین اور شریعت کی نظر میں جاہل ہی مانا جائے گا، کیونکہ علم دین ہی وہ علم ہے جو انسان کو اس کے خالق اور رب کا عرفان عطا کرتا ہے اور ذہن وفکر کو صحیح عقائد اور اعلیٰ خیالات کی جلا بخشتا ہے۔

اعمال وافعال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا صحیح رخ دے کر اس کو صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے جو دائمی نجات اور ابدی عزت وافتخار کا باعث ہے اسی لئے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں بھی علم کا لفظ آیا ہے مفسرین کی وضاحت کے مطابق تمام جگہوں پر علم دین مراد ہے، جس کا تعلق قرآن

* مضمون نگار جامعہ قادریہ رچھا بریلی شریف اتر پردیش کے استاد ہیں۔

اسلامیات

وحدیث اورفقہ کے جاننے اورسیکھنے سے ہے،علم دین کا سیکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام نے جتنے بھی احکام دیئے ہیں، ان پرعلم کے بغیر عمل نہیں ہوسکتا آپ نماز کی مثال لے لیجئے کہ اس میں ابتدا سے سلام پھیرنے تک کچھ سورتیں اور کچھ دعائیں اور کچھ ذکرواذکار زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور پھر تھوڑی سے خطا نماز کو فاسد کردیتی ہے، حالانکہ نماز جو پہلی اور اہم ترین عبادت ہے، اس کو بھی ادا کرنے کے لئے علم کی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر وہ ادا نہ ہوگی اور تمام عبادتوں کا یہی حال ہے، اسی لئے اسلام کا پہلا سبق ہی علم سے شروع کیا گیا ہے، پہلی وحی سورہ علق میں سب سے پہلا لفظ ''اقرء'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھئے اور اپنی امت کو پڑھنے کی تلقین کیجئے یہ پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ عقائد، ایمان، نماز، روزہ، زکاۃ، حج، نظافت وطہارت، حلال وحرام، وغیرہ پر مشتمل جو اسلامی شریعت کا مکمل اصول دیا گیا ہے ان پر ایمان لانا اور عمل کرنا پڑھے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: ولادت کے بعد سے موت تک علم حاصل کرتے رہو اس کے لئے نہ کوئی عمر کی حد اور نہ ہی کوئی جگہ متعین ہے اور جس شہر اور جس علاقے سے بھی علم کی تحصیل ممکن ہو مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ وہ پہلی فرصت میں علم حاصل کرے اور علم دین کی اسی اہمیت کے پیش نظر تمام محدثین نے کتاب العلم کے نام سے مستقل باب باندھا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''صحیح البخاری میں کتاب الایمان کے متصلاً بعد کتاب العلم کا باب قائم کیا اس لئے کہ علم نہیں تو نماز نہیں، علم نہیں تو شریعت نہیں اور علم نہیں تو خدا کی معرفت اور ایمان کی نظافت اور چاشنی نہیں، قران کریم نے اہل علم کا اسی لئے بڑا مقام بیان کیا ہے:

''یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوالعلم درجٰت۔ (المجادلہ:۱۱) اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجہ بلند کرے گا۔''

اہل علم مومنین میں شامل ہیں پھر بھی قرآن نے خصوصیت سے ان کا تذکرہ کیا ہے اس لئے کہ دین وشریعت کا علم رکھنے والوں میں خدا ترسی اور اخلاص، تقوی، وللّٰہیت، زیادہ پائی جاتی ہے اسلئے اجر وثواب اور رفع درجات میں دیگر مومنین کے مقابلے میں ان کا مقام بلند ہے دوسرے مختلف آیات میں بھی علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مختلف انداز سے مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے کہ وہ علم دین سیکھیں اور اس پر عمل کریں اور رسول اکرم ﷺ نے بھی مختلف ارشادات کے ذریعہ علم دین میں منہمک اور مشغول رہنے والے افراد کا بلند مقام ومرتبہ بیان فرمایا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من خرج فی طلب العلم کان فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ (ترمذی۔کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، حدیث نمبر ۲۵۷۱) ترجمہ۔جو بندہ علم کی طلب وتحصیل میں گھر سے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ آئے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''ان اللہ وملٰئکتہ واھل السموات والارضین حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس خیر۔ (ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادت، حدیث نمبر، ۲۶۰۹) ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں اور آسمان وزمین میں رہنے والی ساری مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس بندے کیلئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کی بھلائی اور دین کی تعلیم دیتا ہے۔''

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس بندے کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ اس نیت سے علم دین کی طلب وتحصیل میں لگا ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ رکھے تو جنت میں اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بس ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (مسند دارمی)

علمائے دین کو انبیائے کرام کا وارث اور ان کے حصول علم کو جنت کی طرف مسافت طے کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، ان کے ساتھ دنیا کے تمام مخلوقات کی دعائیں شامل حال رہتی ہیں اور یہ اس طرح کے دیگر ایسے فضائل بیان کئے گئے ہیں، جن سے ان کے غیر معمولی اور اہمیت اور ان کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے اور جس میں دوسرا کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے اور ان فضائل کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان سب سے پہلے دینی تعلیم حاصل کرے اور اسی میں اپنی کامیابی تصور کرے اور اگر مکمل علم حاصل نہ کر سکے تو کم از کم اتنا علم تو ضرور حاصل کر لے جس سے اسلامی طرز زندگی اپنا سکے اور حلال وحرام کی تمیز ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا اسلام سے کیا تعلق ہے؟ وحدانیت اور رسالت کے بنیادی امور کیا ہیں؟ ایک مسلمان کے لئے کن چیزوں کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے؟ کیونکہ ان چیزوں کو جانے بغیر شریعت پر عمل ناممکن ہے اور اہل ایمان کے نزدیک شریعت پر عمل ہی مقصد حیات اور ساری سرگرمیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ دینی تعلیم جس طرح خود حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح خود اپنی اولاد کو بھی اس سے آراستہ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، قیامت کے دن ماں باپ سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا:

''ماذا علمته و ماذا ادبته ؟ آپ نے بچوں کو کیا تعلیم دی اور کیا ادب سکھایا؟''

اگر اولاد کو عصری تعلیم سے آراستہ کیا گیا لیکن دینی تعلیم نہیں دی گئی تو والدین گناہ گار ہوں گے اور اولاد کی معاصیت میں وہ برابر کے شریک ہوں گے اس لئے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا، علم دین سکھانا اور اسلامی آداب سے مزین کرنا بہت ضروری بلکہ فرض ہے اور جس نے اپنی اولاد کو ادب سکھایا، اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا اس نے گویا ان کو ایسی لازوال نعمت عطا کی جس کے بہتر نتائج دنیا و آخرت دونوں جگہ حاصل ہوں گے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

''مانحل والد ولدامن نحل افضل من ادب حسن ۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاءَ فی ادب الولد، حدیث نمبر، ۱۸۷۵) ترجمہ: والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہے۔''

تربیت بہتر عطیہ اس لئے ہے کہ اولاد کو بہت ساری جائیداد اور بلڈنگیں بنا کر دی جائیں لیکن ان میں اگر اپنی خوبی نہیں ہے یا ان میں احساس وشعور نہیں ہے تو دولت اور ملکیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جائے گی اور ایک دن وہ خود محتاج بن جائے گے اور بہتر تعلیم وتربیت کے نتیجے میں ہر جگہ ان کی عزت ہوگی اور وہ ہمیشہ باقی رہے گی اس کے کم یا چوری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اسلئے وہ شخص جس نے دین واخلاق سے اپنی اولاد کو محروم رکھا، اس نے بڑے خیر سے انہیں محروم کر دیا کیونکہ مفکرین کا کہنا ہے کسی بھی مذہب اور فکر عقیدہ کے لئے دینی تعلیم کی حیثیت شہ رگ کی ہے اگر کسی قوم کو اس کے دین سے محروم کرنا ہو تو اس کے دینی تصوارت سے اس قوم کا علمی رشتہ کاٹ دیجئے یہ چیز خود بخود اس قوم کو اپنے مذہب سے بے گانہ بنا دے گی تو اس کے لئے نہ پنجہ آزمائی اور نہ ہی معرکہ آرائی کی ضرورت پڑے گی تو یہ کسی قوم کو فکری اور مذہبی اعتبار سے قتل کرنے کا ایسا کامیاب اور بے ضرر نسخہ ہے کہ بقول شاعر ؎

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں، (۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ اتنی تعلیم ہر شخص کیلئے ضروری ہے جس سے دین کے بارے میں بنیادی واقفیت حاصل ہو جائے اور توحید ایمان، عقیدہ، کفر وشرک کی حقیقت نبوت، وحی کا اسلامی تصور انبیا اور بالخصوص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ضروری حالات، پاکی وناپاکی، نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور قربانی کے بنیادی احکام نکاح وطلاق خرید وفروخت ملازمت اور نوکری کسب معاش کے حلال وحرام طریقے شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک

زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات ، والدین ، اولاد ، میاں بیوی اور اعزا واقربا سے متعلق حقوق ، شب وروز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ، مسنون وماثور اوراد واذکار وغیرہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے ، مسلم مرد ہوں یا عورت ، جوان ہوں یا بوڑھے ، انہیں دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ اور مزین کرنا بہت ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے جگہ جگہ دینی مکاتب اور بالغوں کے لئے دینی تعلیم کے لئے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے اور دینی تعلیم وتربیت کے لئے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ کوئی محلہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے ان کے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہو اور کوشش یہ بھی کی جائے کہ محلہ کا کوئی بچہ اور دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ نہ اٹھائے ۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ضرورت ایسی درسگاہوں کی ہے جہاں قرآن وحدیث کلام وعقیدہ اور سیرت نبوی سے متعلق اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور اسلام کو اصل ماخذ سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے عربی زبان اور ادب میں بصیرت وادراک کا سامان فراہم کیا جاتا ہو ، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دینی تعلیم کا حصول ہمارے لئے ضروری ہے جو کہ ہماری بنیادی ضرورت ہے ، لہٰذا بچوں کو دین کی اہم اور ضروری تعلیم دینے کے بعد عصری تعلیم بھی دلائے اور دوبارہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام عصری تعلیم سے ہرگز نہیں روکتا ہے آپ بلاشبہ اپنے بچوں کو ڈاکٹر ، انجینئر ، آئی اے ایس افسر بنائیں لیکن اس سے پہلے انہیں دینی تعلیم وتربیت سے مزین کر کے بہترین عالم دین اور صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینا ہوگا اور یہ بات مکمل طور سے سمجھ لیں کہ عصر حاضر میں (علم) دنیا میں قوموں کی ترقی اور ملکوں کی خوشحالی کا ایک سچا حوالہ ہے اور جو قوم بھی علم کا دامن تھامے ہوئی ہے ، آج پوری دنیا اس کے قدموں میں ہے اسلام علم اور فروغ علم کے سب سے بڑے علمبردار اور داعی کے طور پر ابھرا ہے اور اس کی تبلیغ واشاعت کی پہلی اینٹ ہی لفظ اقرا پر رکھی گئی ہے اور اسلام کے نقطہ نظر سے علم ایک کلی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات کی پہچان ہوجائے ، اپنے معاشرے اور کائنات کی پہچان ہوجائے ، اپنے پیدا کرنے والے کی پہچان ہوجائے ، اس علم کے دو ذرائع ہیں ایک تو اللہ کی وحی جو انبیائے علیہم السلام کے ذریعے انسانوں کے پاس آئی اور دوسرا انسان کا اپنا مشاہدہ وتجربہ جس کے لئے اللہ نے اسے عقل وحواس کی نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ دونوں ذرائع بنیادی طور پر الگ الگ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کے لئے معاون ومددگار ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے علم کو اتھاہ سمندر بنایا ہے جو شخص جتنا بھی علم حاصل کرے وہ کم ہے اور اسلام نے علم کو دین او دنیا کے دو الگ الگ خانوں میں بھی تقسیم نہیں کیا ہے اور قرآن یا حدیث میں کہیں بھی ایسا ذکر نہیں ہے اور جو لوگ دینی علوم سے ناآشنا ہیں اور اپنی چند روزہ زندگی کو اسلام اور اس کے تعلیمات کے خلاف گذار رہے ہیں ان کی مثال اس آپریٹر کی ہے جو مشین کو اپنی مرضی کے مطابق چلائے ، مشین کے مالک اور کتابچہ کے مطابق نہ چلائے تو ظاہر ہے کہ اس آپریٹر کے ساتھ مالک کوئی بھی سلوک کرسکتا ہے بلکہ اسے اس کی ذمہ داری سے محروم بھی کرسکتا ہے ، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم ضرور دلوائیں تاکہ ہم اور ہماری نسل دنیا وآخرت میں کامیابی ، فوز وفلاح سے ہمکنار ہوسکے ۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا ، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے ۔

از: حافظ افتخار احمد قادری *

امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت

اجازتِ شرعیہ کے بغیر کسی کی امانت میں تصرف کرنا خیانت کہلاتا ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الانفال ۲۷) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔"

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد عالیشان ہے:

" تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۳) جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔" (اسلامی اخلاق وآداب)

ہر مسلمان پر امانت داری واجب اور خیانت کرنا حرام جہنم میں لے جانے والا کام ہے، امانت میں خیانت کرنے کے یوں تو بہت سارے اسباب ہو سکتے ہیں، اس مختصر سی تحریر میں قارئین خیانت کے چند اسباب اور ان کا علاج ملاحظہ فرمائیں:

خیانت کا پہلا سبب بدنیتی ہے۔ جس طرح اچھی نیت اخلاق و کردار کے لئے شفا اور اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح بدنیتی کا زہر بندے کے اعمال کو بے ثمر بلکہ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنی نیت کو درست رکھے اور اپنا یہ ذہن بنائے کہ اللہ رب العزت میری حسنِ نیت اور ایمان داری کی بدولت دنیا میں کامیابی عطا فرمانے پر قادر ہے۔ لہٰذا! خیانت کر کے دنیوی و اُخروی نقصان کرنے کا کیا فائدہ۔

خیانت کا دوسرا سبب دھوکہ دینے کی عادت ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے ذہن میں دھوکہ دہی کے نقصانات کو پیشِ نظر رکھے کہ دھوکہ دینا ایک نہایت ہی قبیح اور برا عمل ہے، دھوکہ دینے والے سے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برأت کا اظہار فرمایا ہے۔ دھوکہ دینا مومن کی صفت نہیں ہے، دھوکے سے جہاں وقار مجروح ہوتا ہے وہیں لوگوں کا اعتماد بھی ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا! احترامِ مسلم کا ہر دم خیال رکھے اور یہ ذہن بنائے کہ وقتی نفع حاصل کرنے کے لئے دائمی نقصان مول لینا یقیناً عقل مندی نہیں۔

خیانت کا تیسرا سبب تَوَکُّلْ عَلَی اللہ کی کمی ہے۔ کیوں کہ بندہ اپنے کمزور اعتقاد کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ خیانت کا راستہ اختیار کرنے میں ہی میری کامیابی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت پر کامل بھروسہ رکھے اور یہ ذہن بنائے کہ دنیا میں جو بھی راستہ اللہ رب العزت کی نافرمانی کا سبب بنتا ہو اس پر چل کر مجھے کبھی بھی کامیابی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا! میں اس خیانت والے راستے کو چھوڑ کر دیانت والے راستے کو اپناؤں گا۔

خیانت کا چوتھا سبب نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اس کے مکر و فریب سے آگاہی حاصل کرے، اس کی ناجائز خواہشات کو ترک کرنے کا ذہن بنائے اور اس کے لئے کوشش بھی کرے تا کہ خیانت جیسے کبیرہ گناہ سے بچ سکے۔

خیانت کا پانچواں سبب مسلمانوں کو نقصان دینے کی عادت ہے، یہ سبب جن دیگر باطنی امراض کا باعث بنتا ہے، ان میں سے ایک خیانت بھی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے اندر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرے اور مسلمانوں کی بدخواہی کے عذابات کو پیشِ نظر رکھے۔

خیانت کا چھٹا سبب بری صحبت ہے، بعض اوقات انسان

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

اپنے اردگرد کے ماحول کی ہر خامی وخوبی کو قبول کرلیتا ہے جس کا اثر اس کے ذاتی واخلاق کردار پر ہوتا ہے، خاص طور پر بد اطوار افراد کی بد دیانتی سے انسان بہت جلد متاثر ہوجاتا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نیک، دیانت دار اور خوفِ خدا رکھنے والوں کی صحبت اختیار کرے تا کہ اس مہلک مرض کے ساتھ ساتھ دیگر اخلاقی برائیوں سے بھی اپنے آپ کو بچا سکے۔ (باطنی بیماریوں کی معلومات،۱۷۷)

مذہب اسلام انسانی حقوق کا محافظ ہے، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام ان اعمال وافعال کا حکم دیتا ہے جن کے ذریعے انسانی حقوق کی حفاظت ہو۔ ایسے ہی افعال میں سے ایک امانت داری بھی ہے، اسلام میں امانت داری کی بڑی اہمیت ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔"

رسولِ کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ امانت داری کا بہترین نمونہ تھی، آپ ﷺ کی امانت داری ہی کی وجہ سے کفارِ مکہ بدترین دشمن ہونے کے باوجود آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے، جو لوگ امانت داری کے وصف سے آراستہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی بروقت ادائیگی کرتے ہیں وہ لوگوں میں پسندیدہ اور قابلِ تعریف ہوتے ہیں، امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت ہے اور ایک مسلمان کا امانت دار ہونا بہت ضروری ہے، رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

آج کل اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ امانت داری کا تعلق صرف مال سے ہے اور اگر کسی نے ہمارے پاس کوئی مال رکھوایا تو اس کی حفاظت کرنا اور اسے وقت پر مکمل طور پر واپس کردینا ہی امانت داری ہے، یہ بات درست ہے لیکن جس طرح یہ امانت ہے اسی طرح اور بھی بہت ساری چیزیں امانت میں داخل ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت اور اس کے بندوں کے وہ حقوق جو ہمارے ذمے ہوں اور ان کی حفاظت وادائیگی ہم پر لازم ہو انہیں امانت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی امانت داری ہے، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، سچ بولنا اور دیگر نیک اعمال ادا کرنا بھی امانت ہے، اسی طرح انسان کے اعضا مثلاً زبان، آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ بھی اللہ رب العزت کی امانت ہیں اور ان اعضا کو گناہوں اور فضولیات سے بچانا ان اعضا کے معاملے میں امانت داری ہے۔ یوں ہی دوسرے کے راز کی حفاظت کرنا، پوچھنے پر دُرست مشورہ دینا، مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کرنا، مزدور اور ملازم کا اپنا کام مکمل طور پر پورا کرنا بھی امانت داری میں داخل ہے۔ جس طرح آج معاشرے میں دیگر کئی اچھائیاں دم توڑتی دکھائی دیتی ہیں وہیں امانت داری کا بھی فقدان نظر آتا ہے، حالات اس قدر خراب ہوچکے ہیں کہ امانت دار اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے والے افراد کو بعض کم عقل لوگ بے وقوف سمجھنے لگے ہیں۔ گویا معاشرے کی سوچ اس قدر منفی ہوچکی ہے کہ برائی کو اچھائی اور اچھائی کو بُرائی سمجھا جانے لگا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر امانت داری کی صفت کو اجاگر کریں اور دوسروں کے حقوق پوری طرح ادا کریں۔ کیوں کہ امانت داری ایمان کا حصہ ہے۔ جو شخص اللہ رب العزت اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کا حق دبالیا یا اس کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی کی تو میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ یقیناً اس کا حساب لے گا اور اس دن جبکہ ہر شخص ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا حق تلفی کے عوض میری نیکیاں دوسروں کو تقسیم کردی جائیں گی۔ پھر میری مفلسی پر وہاں کون رحم کرے گا؟ اس طرح کے تصورات سے اہل ایمان کا دل کانپ اُٹھتا ہے اور پھر خیانت یا حق تلفی کرنے سے باز آجاتا ہے۔ لیکن جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو یا ماحول اور حالات نے ایمان کی روشنی سلب کرلی ہو تو خیانت کرنے میں ایسے شخص کو کوئی تردد نہیں

ہوتا۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے امانت داری کو ایمان کی علامت اور پہچان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لَا إِیمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَه، وَلَا دِینَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَه۔ (سنن بیہقی: ۱۲۶۹۰) ترجمہ: جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔"

جس کو موت کے بعد کی زندگی حساب و کتاب اور عدالتِ الٰہی پر یقین ہو جس کے دل میں خوف خدا اور اس کی گرفت کا احساس ہو اسے چاہیے کہ امانت میں خیانت نہ کرے جس کا جو حق ہے پورا پورا ادا کردے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں خیانت کرنے والا قیامت کے دن چین وسکون سے نہیں رہ سکتا۔ وہاں ایک ایک کا حق ادا کرنا ہوگا اور بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ لیکن جس کو آخرت پر یقین نہیں وہ جو چاہے کرے۔ دنیا میں چند روزہ زندگی کے بعد آخر اپنے کئے ہوئے پر افسوس ہوگا اور بڑے خسارے میں ہوگا۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ قیامت سے جیسے جیسے قریب ہوگا ایمانی قوت کم ہوتی چلی جائے گی اس کے نتیجے میں امانت داری بھی اٹھ جائے گی اور حال یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادی ہوں گی مگر امانت دار پوری آبادی میں ایک آدھ بڑی مشکل سے دستیاب ہوگا اور وہ بھی حقیقت میں امین نہ ہوگا، لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانت دار شخص ہے، آدمی کی تعریف ہوگی کہ کیسا عقلمند، خوش مزاج اور کیسا بہادر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان داری نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن)

امانت داری کی اس قدر اہمیت کے باوجود آج معاشرہ میں اسے کوئی وزن نہیں دیا جاتا، اچھے اچھے لوگ بھی جو عرف میں دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی امانت اور حق کی ادائیگی کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے، اُنھیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ امانت کی حفاظت اور اس کا مکمل طور پر ادا کرنا دینی وشرعی فریضہ ہے، بعض لوگوں میں امانت داری کا جذبہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف مال کی حد تک محدود رہتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کسی کا مال رکھا ہو تو وہ اسے ادا کردیتا ہے۔

عام طور پر لوگوں کا ذہن اسی مالی امانت کی طرف جاتا ہے حالانکہ امانت کی اور بھی مختلف قسمیں ہیں جن کی اہمیت بعض صورتوں میں مالی امانت سے بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ان کی حفاظت بھی ایک مسلمان کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی مالی امانت کی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں تمام امانتوں کی حفاظت کرنے اور ان کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے ایک امانت دار اور سچا پکا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۲۵ رکا بقیہ...

کبھی اسٹڈیز کے بہانے، کبھی ایکسٹرا کلاس، کبھی دوست کے جنم دن منانے، اپنی نسلوں کے آپ خود محافظ ہیں، بروز قیامت سوال آپ سے بھی ہوگا۔ شادی کرنا، بچے پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں، یہ تو جانور بھی کررہے ہیں! آپ تو انسان ہیں، کرم بالائے کرم، اشرف المخلوقات ہیں، اپنے اشرف واعلیٰ ہونے کا ثبوت دیں، اپنی بیٹیوں پر جم کر پہرہ دیں، کسی بھی مرد سے تعلق ان کے لیے وبالِ جان وایمان بن سکتا ہے۔

قوم کے حالات سب پر ظاہر ہیں، مخفی نہیں! سوتے، اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، جاگتے، کھاتے، پیتے، ہر لمحہ، ہر پل، ہر آن، ان پر نظر رکھیں، آن کی آن میں کالے بادل نظر آنے لگتے ہیں، جب وہ بلوغت کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے نکاح کا انتظام کریں، صحیح وقت پر صحیح مرد سے شریعت کے دائرے میں رہ کر انہیں ان کے محافظ تک پہنچا دیں۔

اسباب ارتداد میں سے ایک وجہ نکاح میں تاخیر بھی ہے، لہٰذا اپنی نسلوں، اپنی عزت، اپنے ایمان، اپنے عقیدے سب کی حفاظت کریں، اللہ کریم بہت مہربان ہے، بس آپ نے اپنے حصے کا کام انجام دینا ہے، اس سے پہلے کہ سر سے آسمان کھسک جائے، پاؤں سے زمین نکل جائے، ربِ قدیر ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، ارتداد جیسی وبا سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ ◆

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

بات اب قبروں تک آپہنچی ہے

ایک پروپیگنڈہ فلم کے جھوٹ اور مَن گھڑت تاریخ کی آڑ میں بھاجپا اور اس کے نظریاتی سنگٹھن اورنگزیب عالمگیر کی قبر توڑنے/ ہٹانے اور کوڑا گھر بنانے کا مطالبہ کرنے اور دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہیں۔شر پسندوں کی سابقہ عادت کے مطابق مہاراشٹر سے شروع ہوا یہ فتنہ یوپی کے بہرائچ شریف تک بھی پہنچ گیا ہے۔جہاں آر ایس ایس کارکنان سید سالار مسعود غازی کی قبر ہٹانے کا مطالبہ کرنے لگے ہیں۔ان کی شر انگیزی یہیں رک جائے ایسا ممکن نہیں، یہ مطالبہ مختلف صوبوں/شہروں سے بڑھتے بڑھتے سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی ذات تک پہنچ کر رہے گا۔اس سے پہلے کہ پوری ملت اسلامیہ اس فتنے میں مبتلا ہو ارباب حل وعقد اس سلسلے میں پیش رفت فرمائیں تاکہ بروقت شر کو دفع کرنے میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

وجہ ایک ہی ہے

کوئی صاحب اس مغالطے میں نہ رہیں کہ یہ محض ایک فلم کا اثر ہے جو کچھ دنوں میں اتر جائے گا۔بات صرف فلمی خمار کی ہوتی تو یقیناً تشویش ناک نہ تھی کہ ہر دوسری فلم پہلی کا خمار اتار دیتی ہے لیکن وجہ تشویش بھاجپا/شر پسند تنظیموں اور گودی میڈیا کا رویہ ہے۔جنھوں نے باضابطہ اسے مہم کی شکل میں چھیڑ دیا ہے۔مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کا آئینی منصب پر ہوتے ہوئے بھی اورنگزیب کی قبر ہٹانے جیسا کمیونل بیان دینا اور اسے مسلسل دہرانا محض سیاسی بیان بازی نہیں بھاجپا کی لانگ ٹرم پالیسی کا حصہ لگتا ہے۔کیوں کہ ایسا مُدّا اسے بیس پچیس سال کی سیاسی خوراک فراہم کرتا ہے۔بھاجپا کے حلیف سنگٹھنوں کا اسے سڑک پر لانا/ اسکولی طلبا کو فلم دکھانا، میڈیا ٹرائل کا مسلسل چلنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب منصوبہ بند سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔

یہ فتنہ ہر اس بزرگ/ ولی اور داعی دین تک پہنچے گا جن کی زندگی تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے کارناموں کے لیے مشہور ہے۔جن کے ہاتھوں پر لوگوں نے اسلام قبول کیا، یا جن سے اس عہد کے بادشاہوں کا تعلق رہا۔وہ کسی پر جہاد کا، کسی پر تبدیلی مذہب کا، کسی پر بیرونی بادشاہوں سے روابط کا شوشہ چھوڑ کر فتنہ گری ضرور کریں گے۔کیوں کہ ان کی نگاہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اسلامی احکام کا نفاذ ایک جرم ہے اور وہ ہر ایک ولی وبزرگ اور بادشاہ کے کھاتے میں اسے ڈال کر ہنگامہ مچاتے ہی رہیں گے۔

کرنے کے کام

بھارت پر مسلمانوں کی حکمرانی کا زمانہ تقریباً آٹھ سو سال سے زیادہ پر محیط ہے، مگر یہ بات کس قدر حیران کن ہے کہ آٹھ سو سال کی روشن تاریخ سے خود ہمیں ہی واقفیت نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی پروپیگنڈہ فلم بنتی ہے یا سیاسی/میڈیائی محاذ پر جھوٹ پھیلایا جاتا ہے تو اسے کاؤنٹر کرنے میں ہمیں پسینے چھوٹ جاتے ہیں اور نوجوان نسل پروپیگنڈے ہی کو درست مان کر احساس کمتری میں ڈوب جاتی ہے۔اس لیے طویل المیعاد پالیسی کے تحت کچھ بنیادی اقدام ضروری ہیں:

- ☐ مدارس درس نظامی میں مسلم دور حکومت کی تاریخ شامل نصاب کی کریں۔
- ☐ مدارس واسکول کے ابتدائی طلبہ کے لیے آسان اسلوب میں حکائیہ طرز پر مسلم تاریخ پر مشتمل کتابیں ترتیب دی جائیں۔
- ☐ تاریخ کے اہم اور ضروری عناوین پر تحقیق وتجزیہ اور توضیح و تشریح کا کام کیا جائے۔

* مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

- فقہ اور ادب کی طرز پر تخصص فی التاریخ کا کورس بھی شامل کیا جائے۔
- قابل ذکر مسلم سلاطین کے علمی/ رفاہی/فکری/ سیاسی/ سماجی کارناموں پر مختصر کتابچے/ رسالے اردو، ہندی، انگریزی اور مقامی زبانوں میں شائع کیے جائیں۔
- صوفیائے کرام کے تذکرہ پر مشتمل ایسی کتابیں لکھی جائیں جن میں ان کی تبلیغی خدمات کا منہج، لوگوں کے قبول اسلام کے حقیقی اسباب اور اس عہد کے حالات کو بہترین اسلوب میں تحریر کیا جائے۔
- صوفیا کے بادشاہوں سے تعلقات اور اس کی نوعیت پر بھی عمدہ اور احسن انداز میں لکھا جائے، اسے عام کیا جائے۔

مذکورہ عناوین پر اچھی دسترس رکھنے والے علما اور ماہرین کے بیانات ریکارڈ کرا کر انہیں مکمل/ رِیل کی شکل میں عام کیا جائے۔ انداز گفتگو تردیدی نہ ہو بل کہ اقدامی اور تعمیری ہو۔ صوفیا کی تبلیغ اور جنگوں میں شرکت جیسے تاریخی حقائق سے بچنے کی کوشش نہ کریں، ان کا سامنا کریں اور سائنٹفک انداز میں ان کے اصل حقائق اور اسباب بیان کریں۔

عصری اداروں کے مسلم اساتذہ کو چاہیے کہ تاریخ جیسے موضوعات پر سیمینار/سمپوزیم اور مکالموں کا انعقاد کریں۔ سوشل میڈیا کے ذرائع سے اسے عام کریں۔

فی الحال اورنگزیب عالمگیر کی قبر پر سنجیدہ مگر ٹھوس موقف اختیار کریں۔ سیاسی/سماجی اور قانونی سطح پر پوری مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ سیکولر تاریخ دانوں مثلاً ڈاکٹر رام پُنیانی، ڈاکٹر روچکا شرما جیسے افراد کی اورنگزیب عالمگیر پر مثبت اور دفاعی تقریروں کو عام کریں۔ مخالفین کے پروپیگنڈے سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوں۔

اچھی طرح یاد رکھیں! اورنگزیب عالمگیر کی قبر صوفیا کی قبروں کے لیے ڈھال ہے۔ اگر ہم اس پر مضبوطی سے کھڑے نہ رہ سکے تو یہ تماشا مسلّم بزرگان دین کی قبروں پر بھی کھڑا کیا جائے گا مگر اس وقت ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پائیں گے۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

◆◆◆

ص ۵۱ ر کا بقیہ..

ہے دلیلِ تام ان کا ترجمہ قرآن کا
بہر امت کنز الایماں ہیں امام احمد رضا

ہیں شہ دیں کی حدیثوں کے امین و پاسباں
حافظ آیات قرآں ہیں امام احمد رضا

دولت عشق نبی سے کر گئے وہ مالا مال
قوم پر سرتا پا احساں ہیں امام احمد رضا

چاروں شانے ہو گئے چت منکرینِ علمِ غیب
بہر باطل سیف بُرّاں ہیں امام احمد رضا

ان کی نعتوں میں ہیں بخشش کے حدائق ضوفشاں
آیتِ غفار و رحماں ہیں امام احمد رضا

ان کے تجدیدی نمایاں کارنامے ہیں گواہ
دین کی صبحِ بہاراں ہیں امام احمد رضا

ساری دنیا دنگ ہے پڑھ کے فتاویٰ رضویہ
یوں مسلم حق کے برہاں ہیں امام احمد رضا

ان کے مسلک پر رہو قدسیؔ ہمیشہ گامزن
حشر میں بخشش کے ساماں ہیں امام احمد رضا

ص ۵۱ ر کا بقیہ..

لو ہاں ان کی عظمتوں کا مانتے ہیں سب کے سب
ہیں جہاں میں صاحبِ عزت امام احمد رضا

زندگی میں دیکھ کر کشف و کرامت آپ کی
محوِ استعجاب ہے حیرت امام احمد رضا

روح کو راحت ملے، میں خواب میں ہی دیکھ لوں
آپ کا چہرہ زہے قسمت امام احمد رضا

ناشر و داعی تھے سچے، مذہبِ اسلام کے
عینیؔ ہیں یوں عاملِ سنت امام احمد رضا

◆◆◆

احوال وطن

احوال وطن

از: پرویز عالم*

یہ بل: وقف املاک پر شب خون
مسلمانوں کے تشخص اور جمہوری قدروں پہ حملہ

ہندوستان کی سرزمین پہ مسلمانوں کا ایک شاندار دینی، تہذیبی اور تمدنی ورثہ موجود ہے جس کا ایک اہم اور لازمی جز "اوقاف" یعنی وقف املاک ہیں۔ یہ املاک نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی و تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہیں بلکہ مسلم معاشرے کی فلاح و بہبود، غریبوں کی امداد، یتیموں کی پرورش اور دینی اداروں کے استحکام میں ان کا کلیدی کردار بھی رہا ہے۔ پورے ملک میں تقریباً پانچ لاکھ کے قریب وقف جائدادیں ہیں، جن کی مالیت کھربوں روپے میں ہے۔ مگر افسوس، ان قیمتی اثاثوں پہ حکومت کی مسلسل حریصانہ نگاہیں مرکوز ہیں اور وقف ترمیمی بل اسی سلسلے کی ایک مہلک اور خطرناک کڑی ہے۔

یہ بل دستور ہند کی روح، اقلیتوں کے مذہبی حقوق، اور وقف کے شرعی و قانونی مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔ اس بل کے نفاذ کے بعد وقف کے تحت آنے والی تمام جائدادوں سے مسلمانوں کا قانونی و انتظامی قبضہ ختم ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا سانحہ ہوگا جس کے اثرات صدیوں تک محسوس کیے جائیں گے۔ یہ بل وقف بورڈ کی شناخت مٹانے کی ایک سمجھی بوجھی سازش ہے، بل میں ایک غیر معمولی تجویز یہ رکھی گئی ہے کہ وقف بورڈ کا نام بدل دیا جائے۔ یہ صرف ایک نام کی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک منصوبہ بند شاطرانہ چال ہے جس کا مقصد وقف کی شرعی حیثیت اور اس کا تاریخی پس منظر مٹا دینا ہے۔ جب بورڈ کے نام سے "وقف" کا لفظ ہٹ جائے گا تو نئی نسل کے ذہنوں سے بھی وقف کا تصور رفتہ رفتہ محو ہوتا چلا جائے گا۔ اس بل کے تحت وقف بورڈ میں غیر مسلموں کی شمولیت ایک غیر منصفانہ اقدام ہے جو کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں۔

ترمیمی بل کی سب سے خطرناک دفعات میں سے مذکورہ دفعہ ہے وقف بورڈ کی تشکیل میں دو تہائی ارکان غیر مسلم ہوں گے، جبکہ مندروں اور مٹھوں کی کمیٹیوں میں کسی غیر ہندو کی شمولیت ممنوع ہے۔ یہ مذہبی امتیاز اور آئینی اصول وضوابط کی صریح خلاف ورزی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہندو مذہبی اداروں کی خود مختاری برقرار رکھی جا سکتی ہے تو مسلمانوں کو ان کے اوقاف پہ مکمل اختیار کیوں نہیں دیا جا رہا ہے؟ اس بل کے تحت سروے کا اختیار کلکٹر کو دینا جانبداری کی راہ ہموار کرتا ہے وقف کی زمینوں کا سروے اب ضلع کلکٹر کے ذریعے کرایا جائے گا۔ عام طور پہ یہ عہدہ غیر مسلم افسران کے پاس ہوتا ہے اور اگر کوئی مسلمان کلکٹر ہو بھی، تو ضروری نہیں کہ وہ وقف کے تئیں دیانت دار یا سنجیدہ ہو، اس سے نہ صرف وقف کی صحیح شناخت متاثر ہوگی بلکہ ہزاروں قیمتی املاک سرکاری زمین قرار دے دی جائیں گی۔ بل کی ایک اور تباہ کن شق یہ ہے کہ ہر وقف جائداد کی رجسٹری شدہ سند کو آن لائن اپلوڈ کرنا لازمی ہے۔ جو زمینیں "رجسٹرڈ ڈیڈ" سے محروم ہیں، وہ سرکاری ملکیت تصور کی جائیں گی۔

سوال یہ بھی ہے کہ تین سو، چار سو سال پرانی وقف کی گئی زمین کا رجسٹرڈ ڈیڈ آج کہاں سے لایا جائے؟ بیشتر قدیم اوقاف زبانی اقرار، گواہی یا مذہبی تحریروں پہ مبنی ہیں، نہ کہ آج کی قانونی اسناد پہ۔ اس بل سے وقف املاک پہ تعمیر شدہ دینی ادارے زد میں آئیں گے مساجد، مدارس، خانقاہیں، عیدگاہیں، امام بارگاہیں اور قبرستان سب کے سب قانونی خطرات میں آ جائیں گے۔ یہ بل کسی ایک وقف ادارے پہ حملہ نہیں ہوگا، بلکہ پورے ملک کی لاکھوں وقف جائدادیں زد میں آ جائیں گی۔ وقف بورڈ کی تشکیل میں مسلم ایم ایل اے یا ایم پی کی موجودگی

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

لازمی رکھی گئی ہے، لیکن اگر کوئی منتخب نمائندہ نہ ہو، تو سابقہ ممبران کو منتخب کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ لیکن عملی طور پہ اس پہ کوئی توجہ نہیں ہے، نتیجتاً بورڈ میں مسلمانوں کی مؤثر نمائندگی ختم ہوجائے گی۔

پارلیمنٹ کے ایوان میں اس سلسلے میں یہ جو طوفانِ بے ضمیری برپا ہوا اور وقف ترمیمی بل نہ صرف پاس ہوا، بلکہ وہ تمام دیواریں، جنہیں ہم نے جمہوریت، سیکولرزم اور آئینی تحفظات کے نام پہ بلند کر رکھا تھا، پل بھر میں وہ زمیں بوس ہوگئیں۔ یہ بل کوئی معمولی دستاویز نہیں، یہ ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے وجود پہ ایک ضرب کاری ہے۔ اب سوال یہ ہے" پس چہ باید کرد؟" یہ سوال سید جمال الدین افغانی نے جبر و استبداد کے خلاف اٹھایا تھا، آج وہی سوال ہم سے ہمارا ضمیر پوچھ رہا ہے۔ یہ بل صرف ایک قانونی ترمیم نہیں، بلکہ اس کے پیچھے ایک منصوبہ بند فکر کار فرما ہے۔ وقف، جو صدیوں سے مسلمانوں کی دینی، تعلیمی، سماجی اور فلاحی زندگی کی شہ رگ رہا ہے، اسے سرکاری شکنجے میں جکڑنے کی سازش کی جا چکی ہے۔

اب حکومت کے افسران کسی بھی وقف جائیداد پہ تحقیق و سماعت کے بغیر اپنا حق جتا سکتے ہیں اور متولیوں کو بے دخل بھی کر سکتے ہیں۔ یہ محض زمین کا مسئلہ نہیں بلکہ ہمارے حقوق کی نگہداشت، جمہوری آزادی، مذہبی اقتدار کے تحفظ اور آئین کے تحفظات کا ایک بے پناہ حساس مسئلہ ہے، ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی ہوگی کہ وقف کا مسئلہ صرف زمین یا جائیداد کا مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ہماری تہذیب، ہماری عبادت گاہوں، ہمارے مدارس، ہمارے یتیم خانوں اور ہمارے دینی و قومی تشخص کا مسئلہ ہے۔ وقف وہ ستون ہے جس پہ ہماری قوم کی خودداری اور خود انحصاری کھڑی ہے۔

اگر یہ ستون گرا، تو سارا نظام زمیں بوس ہوجائے گا۔ اس وقت سیکولرزم کے حقیقی چہروں سے نقاب الٹ چکی ہے آج جن جماعتوں نے اس بل کی مخالفت میں لب کشائی نہ کی، جنہوں نے بل کی منظوری میں دانستہ یا نادانستہ معاونت کی، ان کے چہرے قوم کے سامنے بے نقاب ہو چکے ہیں۔

یہ وہی جماعتیں ہیں جو ہر انتخاب میں مسلم ووٹ کی بھیک مانگتی ہیں، اقلیتوں کے تحفظ کے وعدے کرتی ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو منافقانہ خاموشی اختیار کر لیتی ہیں۔ ہمیں ایسے ضمیر فروش چہروں کو پہچاننے کی ضرورت ہے، وہ اپنی صف کے بھیڑیے ہوں یا اغیار کی بزم کے چراغ ہوں اور جو نام نہاد اربابِ سیاست مسلم قیادت کا تاج اپنے سروں پہ سجا کے ان سیکولر پارٹیوں کا قصیدہ اور خطبہ پڑھ رہی ہیں ان تمام افراد کو مسلم سماج خوب اچھی طرح پہچان لے کیا اب بھی ہم ان کے نام پہ قطاروں میں لگ کر ووٹ دیں گے؟ کیا اب بھی ہم فاشزم کے خلاف نام نہاد سیکولرزم کی ڈھال بن کر استعمال ہوتے رہیں گے؟

قوم کیا کرے؟

1 سیاسی شعور پیدا کرنے کی ضرورت: قوم کو اب جذباتی نعرے بازی سے نکل کر عملی سیاسی شعور پیدا کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے ووٹ کی قیمت پہچاننی ہوگی اور صرف وعدوں پہ نہیں، بلکہ سابقہ کارکردگی کی بنیاد پہ سیاسی حمایت دینی ہوگی۔

2 وقف اداروں کی اصلاح و تنظیم: ملت کو اپنے اندرونی نظامات کی اصلاح کرنی ہوگی۔ وقف بورڈز کو بااختیار، شفاف اور قوم کے تئیں جوابدہ بنانے کی مہم چلانی ہوگی۔ باوقار، دیانت دار اور اہل افراد کو متولی بنایا جائے۔

3 قانونی چارہ جوئی: اس قانون کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے اور ایک مضبوط قانونی مقدمہ تیار کر کے اسے آئینی عدالت میں چیلنج کیا جائے۔

4 ملی اتحاد و بیداری: تمام مکاتبِ فکر، تمام ملی و دینی تنظیمیں اس مسئلے پہ متحد ہوجائیں۔ اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک آواز میں حکومت کو پیغام دیں کہ وقف کا تحفظ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے۔

5 عوامی بیداری مہم: گاؤں گاؤں، شہر شہر، مسجدوں، مدرسوں، جلسوں اور اجتماعات میں اس سازش کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا جائے۔ خطبا، ائمہ، مدرسین اور طلبہ اس مہم کے

احوال وطن

سپاہی بنیں۔

6 میڈیا اور بین الاقوامی اداروں سے رجوع: اس معاملے کو عالمی سطح پہ اجاگر کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن اور دیگر بین الاقوامی اداروں کو اس مذہبی آزادی کی خلاف ورزی سے آگاہ کیا جائے۔ یہ وقت عمل کا ہے، محض ردعمل کا نہیں، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ہم نے آج زبان نہ کھولی، تو کل ہماری سانسیں بھی چھین لی جائیں گی۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے وقار، اپنے اوقاف اور اپنے وجود کی حفاظت کے لیے صف بند ہو جائیں۔ "پس چہ باید کرد؟" اس کا ایک ہی جواب ہے: خود شناسی، خود اعتمادی، ملی یکجہتی اور جرأت مندانہ اقدام۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا، تو تاریخ ہمارے خلاف گواہی دے گی اور نسلِ نو ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ یہ تحریر ایک انتباہ ہے، ایک پکار ہے اور ایک دعوتِ عمل ہے۔

اسے سنجیدگی سے لیجیے۔ یہ صرف وقف کا سوال نہیں، یہ پوری ملت کی بقا خود انحصاری اور اس کے تشخص کا سوال ہے۔ اس بل کے نفاذ کے بعد جو منظر ابھرتا ہے وہ انتہائی المناک اور تکلیف دہ ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری عبادت گاہیں، دینی ادارے، مدارس، خانقاہیں اور قبرستان ایک ایک کر کے چھینے جائیں گے اور ہم صرف تماشائی بنے رہ جائیں گے، وقف مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، تمدنی اور سماجی زندگی کا نہایت اہم ستون ہے۔ اس پہ کسی بھی طرح کا غیر شرعی یا غیر آئینی تصرف پوری ملت اسلامیہ کے حق میں سنگین ظلم ہوگا۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس بل کے خلاف ایک متحدہ آواز بلند کی جائے، قانونی اور آئینی سطح پہ جدو جہد کی جائے اور ملت کو اس خطرے سے باخبر کیا جائے۔

◆◆◆

ص ٦ ر کا بقیہ ....

کے احکام پر عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے، اس لیے اسلامی تہواروں کا آغاز ہی اللہ کی کبریائی اور اس کے ذکر واذکار سے ہوتا ہے۔

اسلامی تہوار مسلمانوں میں باہمی محبت و مروت کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہیں، ان سے اخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے، مسلمانوں کا باہم معانقہ کرنا، مصافحہ کرنا، رمضان کی مبارکباد پیش کرنا، تراویح وتسبیحات کی قبولیت کی ایک دوسرے کے حق میں دعا کرنا، ایک دوسرے کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، تحائف کا تبادلہ کرنا اور طعام کی دعوت دینا وغیرہ، ایک اخلاقی، مثالی اور فلاحی معاشرے کے قیام کی ضمانت دیتے ہیں۔

اخوت ومحبت کا یہ مظاہرہ صرف زندہ مسلمانوں کے درمیان ہی نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کے اپنے تہواروں کے مواقع پر اپنے مرحومین کو یاد کرتے، نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد اور برادرانِ اسلام سے ملاقات کے بعد قبرستان جانا اور مسلمان مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کرنا، سنّتِ متواترہ ہے۔

حضور غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ مسلمان کی عید طاعت و بندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے ہے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری کی بنیاد پر ہے، سیأت (گناہوں) کے عوض حسنات (نیکیوں) کے حصول اور درجات کی بلندی کی بشارت ملنے پر ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے کے باعث ہے .... پھر دل کے اتھاہ سمندر سے علوم و فنون اور حکمتوں کا بیان زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ ۴۱۰–۴۱۱)

ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اظہار مسرت وشادمانی کے اس موقع پر بھی احکام شرع کا مکمل پاس ولحاظ رکھیں اور ہر اس عمل سے گریز رکھیں جو غضب الٰہی ورسالت پناہی کو دعوت دیتا ہے، یاد رکھیں حقیقی خوشی تو اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی ہے، یہی حقیقی عید ہے جو مطلوب ومقصود مومن ہے۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

احوال قوم وملت

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

وقت ہے خود کو بدلنے کا

ہندو احیا پرستی اس وقت سونامی میں تبدیل ہو چکی ہے۔

ملک کے بیش تر حصوں میں مسلم دشمنی کا بھوت سروں پر چڑھ کر ناچ رہا ہے۔ فرقہ پرستی سے کوسوں دور رہنے والا خطہ جنوبی ہند بھی شمالی ہندوستان کے انگاروں کی تپش محسوس کر رہا ہے۔ شمالی ہند ہی کے تجربات سے پورے ملک میں مسلم مخالف ماحول سازی کی جا رہی ہے۔

گذشتہ چند مہینوں میں ایسی کتنی ہی خبریں اور ویڈیو نگاہ سے گزرے جن سے اندازہ ہوا کہ مسلم دشمنی کا زہر جوانوں، بوڑھوں، عورتوں، ان پڑھوں اور تعلیم یافتہ جیسے طبقوں بھی میں گہرے تک بیٹھ گیا ہے۔ ان کے نوجوان ٹوائلٹ میں مسلم بادشاہوں کے فوٹو لگا رہے ہیں۔ مسلم بادشاہوں کے ناموں سے منسوب ہورڈنگ/ بورڈوں پر پیشاب کر رہے ہیں۔ نئی عمر کے لڑکے/لڑکیاں مسلسل شدت ونفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کل ملا کر ہندو کمیونٹی کا ایک بڑا طبقہ خصوصاً نوجوانوں کی اکثریت اس وقت فرقہ پرستی کے خمار میں اتنی مدمست ہے کہ اسے تعلیم کی فکر ہے نہ روزگار کی، اسے بس مسلم دشمنی کے نام پر ہڑدنگ مچانے کی چھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں چاہیے۔ یہی وہ موقع ہے جب ہم اپنے نوجوانوں ان ہنگاموں سے ہٹا کر تعلیم ولیاقت کے حصول پر لگا دیں تو ان شاء اللہ اگلے بیس پچیس سالوں میں حالات کافی حد تک بدل سکتے ہیں۔

ہمارے مسائل

یوں تو ہمارے یہاں مسائل کا انبار ہے، لیکن چند بنیادی مسائل ایسے ہیں کہ جن کو حل کر لیا جائے تو دیگر مسائل کو حل کرنا کافی آسان ہو جائے گا۔ سر دست ہماری قوم ان دو مسئلوں سے زیادہ دو چار ہے: (۱) تعلیمی کمزوری (۲) فضول خرچی! تعلیمی اعتبار سے مسلمان بھارت کی سب سے کمزور قوم ہیں۔

سن 2011ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں میں تقریباً ستاون فیصد (57.3) آبادی ہی تعلیم یافتہ ہے یعنی تقریباً تینتالیس (43) فیصد لوگ ان پڑھ ہیں، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تعلیم یافتہ کا پیمانہ صرف اتنا ہے کہ انسان ضرورت بھر پڑھنا لکھنا جانتا ہو۔ اس کا مطلب ڈگری ہولڈر ہونا نہیں ہے. ڈگری کو پیمانہ بنائیں تو مسلمانوں میں پونے تین فیصد (2.75) افراد ہی گریجویٹ یا اوپر کی تعلیم رکھتے ہیں جب کہ انٹر کرنے والوں کی تعداد بھی صرف بائیس (22) فیصد ہے۔

تعلیمی کمزوری اور حل

جمہوری ممالک میں کامیابی کا راستہ تعلیم سے ہو کر نکلتا ہے۔ مسلمانوں کو کامیاب ہونا ہے تو انہیں اپنے نوجوانوں کو تعلیم یافتہ بنانا پڑے گا۔ شرح خواندگی بڑھانے کے لیے ہمیں دو محاذ پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اوّلاً اپنی بستیوں میں ترجیحی طور پر پرائمری اسکول/ جونئر ہائی اسکول اور انٹر کالجوں کا قیام کیا جائے۔ جہاں پہلے سے اسکول چل رہے ہیں انہیں معیاری تعلیم پر ابھارا جائے، ضرورتاً اخلاقی دباؤ بھی ڈالا جائے۔ سرمایہ دار طبقے کو اسکولی لائن میں انویسٹ کرنے پر ابھارا جائے۔ انہیں اسکول کے مالی/سماجی اور قومی فوائد بتائے جائیں۔ اچھے منتظم کو تلاشا جائے اور معیاری تعلیم اور اچھے ماحول کا بندوبست کیا جائے۔

دوسرے جو مدارس/ مکاتب ٹھیک ٹھاک سی عمارتوں میں چل رہے ہیں، انہیں بی ایس اے (B S A) یا اقلیتی وزارت سے پانچویں تک کی منظوری ضرور دلائیں، تاکہ بچہ مکتبی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری تعلیم بھی حاصل کر لے۔ یہ کام ذرا

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

احوال قوم وملت

بھی مشکل نہیں ہے، ہمارے علاقے میں اسی پیٹرن کے کئی ادارے قائم ہیں اور اچھی طرح چل رہے ہیں۔خود ہماری فیملی میں اسی طرز کا ایک ادارہ پچھلے بیس سال سے حسن وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔

فضول خرچی اور اس کا حل

مسلمانوں کی خراب عادتوں میں فضول خرچی سب سے نمایاں ہے۔معاملات اجتماعی ہوں یا انفرادی فضول خرچی دونوں طرف برابر جاری ہے۔اجتماعی معاملات میں شادی بیاہ اور موت وغمی شامل ہیں۔ان مواقع پر فضول خرچیوں کی ایسی ایسی رسمیں موجود ہیں جنہوں نے قوم مسلم کو غربت وتنگ دستی میں بری طرح جکڑ رکھا ہے۔انفرادی سطح پر ہمارے نوجوانوں میں ہوٹلنگ، پکنک، بائک رائڈنگ جیسے شوق شامل ہیں۔باپ کے پیسوں پر پلنے والا نوجوان ہر دوسرے تیسرے دن یاروں کے ساتھ ہوٹلنگ پر نکل جاتا ہے۔ہر مہینے دو مہینے میں کسی تفریحی مقام پر پکنک کا پروگرام بنا لیا جاتا ہے۔جب کہ ہر روز دیر رات تک بائک رائڈنگ کا سیر سپاٹا بھی اسی فضول خرچی کا لازمی حصہ بنا ہوا ہے۔

یہ ساری فضول خرچیاں اس وقت ہو رہی ہیں جب کہ حکومت ہند کی 2013ء کی رپورٹ کے مطابق مسلمان بھارت کی سب سے غریب قوم ہیں۔اکتیس فیصد (31) مسلمان دائرہ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ملک میں پندرہ فیصد آبادی ہونے کے باوجود بھکاریوں میں پچیس (25) فیصد مسلمان ہیں۔نیشنل سیمپل سروے آرگنائزیشن کے مطابق یومیہ آمدنی میں مسلمان سب سے نچلے پائیدان پر ہیں۔

اس خراب حالت کے باوجود بھی اگر ہمارے یہاں فضول خرچیاں کم نہیں ہو رہی ہیں تو اپنی بربادی کے لیے کسی بھی حکومت یا سماج کو ذمہ دار ٹھہرانا سراسر نادانی ہے۔سچ تو یہ ہے ہم خود ہی اپنے دشمن بنے بیٹھے ہیں،اس محاذ پر ہمیں بڑی محنت کی ضرورت ہے۔سماجی سطح پر خوشی وغمی کی رسموں کو بتدریج گھٹایا جائے۔فوری خاتمہ تو بے حد مشکل ہوگا لیکن بتدریج گھٹانے میں زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔

یہ کام برادری کی سطح پر کرنا زیادہ آسان ہوگا۔اگر اس محاذ پر چند اہل ثروت کو سمجھا لیا جائے تو کام کافی آسان ہو جائے گا، کیوں کہ کسی امیر کا رسم ورواج سے پہلو تہی کرنا سماج پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔انفرادی سطح پر والدین اپنی اولادوں کو فضول خرچی کے شوقوں سے روکیں۔علما اس کے متعلق تقریروں میں یہ حکمت ذہن سازی کریں۔اس کی خرابیاں اور اس کے نقصانات واضح کریں۔فوری نہ صحیح لیکن مسلسل کوشش کی جائے تو چند سال میں اس کے اثرات محسوس ہونے لگیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں

یہ سب کام تحریر لکھنے یا پڑھنے جتنا آسان نہیں ہے۔اس لیے یہ امید نہ رکھیں کہ مہینے چھ مہینے میں حالات بدل جائیں گے؟ میاں! آج کل تو بخار بھی مہینے ڈیڑھ مہینے سے پہلے نہیں جاتا تو سالوں کی خراب رسمیں اور عادتیں دو چار مہینوں میں جانے والی نہیں ہیں لیکن صحیح علاج، مناسب پرہیز اور لگاتار دیکھ بھال ہوتی رہی تو ان شاء اللہ یہ موذی بیماریاں ضرور دور ہو جائیں گی۔ وقت کا پہیہ ایک ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں اغیار نے اپنے نوجوانوں کو ہماری دشمنی میں پاگل بنا دیا ہے، اگر ہم اپنے نوجوانوں کو لایعنی جواب اور مقابلے سے ہٹا کر تعلیم وہنر مندی میں لگا دیں تو مظلومی و مایوسی کے سارے بادلوں کو چھانٹ سکتے ہیں۔ ؎

سیاہ رات نہیں لیتی نام ڈھلنے کا
یہی تو وقت ہے سورج ترے نکلنے کا

ص ۵۱ رکا بقیہ.................

حق شناسی کی بدولت ہی نبی کے اصحاب
بن کے تاریخ، کتابوں کے حوالوں میں رہے
ان کے گستاخ کو کیا عزت ورفعت کا خیال
وہ تو بس ذلت ورسوائی کے نالوں میں رہے
کچھ تو دل چسپی کا سامان ہو شامل گوہر
حمد اور نعت بھی تو ادبی رسالوں میں رہے

(از: عالمہ ذکریٰ امجدی واسطی گھوسوی *

بنات اسلام! ارتداد کے نرغے میں

اس چلتی پھرتی دنیا میں لوگوں نے جائز و ناجائز، حرام و حلال، رشتے سب کو خلط ملط کر دیا ہے، محرم و غیر محرم کا ایسا رشتہ، جسے زمانۂ ماضی کی عورتیں سوچنے سے بھی قاصر تھیں، وہ برائیاں حال میں اس قدر تیزی پر ہیں کہ سنبھالنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے، ہمارے معاشرے کا المیہ جو تیزی سے عروج کی طرف جا رہا ہے، وہ غیر محرم سے تعلق قائم کرنا ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، سنی صحیح العقیدہ ہو یا غیر سنی! کیا فرق پڑتا ہے؟ ہے تو مرد ہی!

آخرت میں جواب دہی سے سبک دوش کوئی نہیں، لیکن ہماری مسلم خواتین تیزی سے ارتداد کے جال میں پھنس رہی ہیں، سوشل میڈیا بھرا پڑا ہے، جہاں مسلم خواتین دوسرے دھرم کو محبت کے نام پر اپنا کر ایمان و اسلام اور عزت و آبرو سب سے ہاتھ دھو رہی ہیں، انہیں اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت کا ایک لمحہ بھی خیال نہیں آتا، کیا؟ اس کے لئے کوئی شخص واحد ذمہ دار ہے؟ یہ وبا یہ عمومی ہے، خصوصی نہیں! سب توجہ دیں، چاہے آپ مسلم مرد سے ایک ناجائز تعلق میں بندھی ہیں یا غیر مسلم سے، ابھی بھی وقت ہے، لوٹ آئیں، زمانۂ ماضی کی طرف، لوٹ آئیں شریعتِ مطہرہ کی طرف۔

کاش! خواتین کی آنکھیں کھلیں، کان کھلیں، دل جاگے، ضمیر جاگے، اس سے پہلے کہ آپ مسلمہ سے غیر مسلمہ بن جائیں، ہوش کے ناخن لیں! جن کے سر سے پانی گزر چکا، ان پر افسوس، لیکن جنہوں نے محبت کے نام پر اپنے ایمان کو بیچ دیا، بعض ایسی بھی خواتین ہیں جنہوں نے دوسرے مذہب کو اپنا لیا اور انجام کچھ یوں ہے کہ کبھی انہیں بھوکا رکھا جاتا ہے، کبھی مارا جاتا ہے، کبھی آگ کی تپتی چنگاری میں زندہ جھونک دیا جاتا ہے، جنہیں محبت اور محبوب کے آگے کچھ نظر نہیں آتا، وہ سات پھیرے کے بعد سب سہ رہی ہیں۔

چند خبریں ایسی بھی گزری ہیں جہاں نفسانی خواہشات پوری کر کے ان کے اعضا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، کیا یہ سب سہنا آسان ہے؟ پھر جو دنیا میں برداشت کیا، وہ بالائے طاق! آخرت کا انجام کبھی سوچا؟ خیر! جو بہنیں اب بھی ناجائز رشتوں میں بندھی ہیں، وہ باز آجائیں، غیر مسلم کا انجام سخت سے سخت تر ہی کسی مسلم مرد کے ساتھ ناجائز رشتہ رکھنا بھی کوئی کارِ خیر نہیں، اس ارتداد کے فتنہ میں عالمہ، جاہلہ، شادی شدہ، غیر شادی شدہ سب پھنستی جا رہی ہیں، ہاں! مگر چھوٹوں کی غلطی چھوٹی ہوتی ہے، غور کریں، غیر شادی شدہ نے زنا کیا تو کوڑا امارا جائے گا، شادی شدہ نے زنا کیا تو سنگسار کیا جائے گا، جاہل نے غلطی کی تو ایک سزا ملے گی، عالم نے غلطی کی تو دوہری سزا ملے گی، لہٰذا جو کرو گے، وہ سہنا ضرور ہے، چاہے کم، یا زیادہ!

اے بنتِ حوا! ان تمام خرافات کی ذمہ دار آپ خود ہی ہیں، غیر مرد سے تعلق ایک زہرِ قاتل ہے، کسی بھی مرد سے میٹھے لہجہ، نرم دل اور چہک کر باتیں نہ کریں، خصوصاً غیر مسلموں سے! یہ آستین کے سانپ ہیں، انہوں نے اپنا مشن ظاہر کر دیا ہے، لہٰذا خود کی حفاظت کریں، اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کی حفاظت کریں، والدین کو کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہونے دیں، الٹی گنگا نہ بہائیں، اپنے والدین کی رضامندی سے شادی کریں، یہ محبت صرف چار دن کی چاندنی ہے، پھر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

والدین! آپ کی توجہ زیادہ مطلوب ہے، بالخصوص نئی نسلوں کے لیے! آپ ان پر توجہ دیں، جوان اولاد گھر سے باہر چلی جاتی ہے اور والدین یونہی تکتے رہتے ہیں، بقیہ ص ۱۷ پر

احوال قوم و ملت

(از: عالمہ فردوس جبیں امجدی ضیائیہ*

موبائل فون

نسل نو کے لئے موجودہ دور کا ایک بڑا فتنہ

شیخ موبائل کی صحبت سے نکل کر
شیخ کامل کی صحبت اختیار کر

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام اپنے ماننے والے پر کچھ ایسے قیود عائد کرتا ہے جن میں نسلِ انسانی کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر ان قوانین وضوابط کے مطابق زندگی گزاری جائے تو انسان فلاح وبہبود کی راہ پر گامزن ہوتا ہے، اور اس پابندی سے نکلنے کی ہلکی سی بھی سعی انسان کو ذلت ورسوائی کے دہانے پر لا چھوڑتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اسلام کا پابند بنائیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم خود کو اور اپنے اقارب واعزّہ کو جہنم کی اس آگ سے بچائیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، ربِّ لم یزل نے قرآن میں اسی کا حکم یوں صادر فرمایا:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔(التحریم 6) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس آگ سے بچنے اور بچانے کا حکم ہوا، اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچانے والے اسباب کیا کیا ہیں؟ آج ہم جس دور میں قدم دوڑا رہے ہیں، اسے 21st century اور Modern Era کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس پُرفتن دور میں جہاں کئی مہلک فتنے سر اٹھائے نوعِ انسانی کی ہلاکت کے منتظر ہیں، وہیں ایک بڑا فتنہ موبائل فون کا غلط اور غیر محتاط استعمال بھی ہے۔ جوان ہو یا بوڑھے، مرد ہو یا عورت، سب اس موبائل فون کے اسیر بن چکے ہیں۔ جہاں بیش قیمت فون شہریوں اور مالداروں کے ہاتھ کی زینت ہے، وہیں دیہاتیوں اور غریب طبقے کے لوگوں کے لیے بھی باعثِ فخر ہے۔ غرض یہ کہ موبائل فون اور انٹرنیٹ ہر انسان کی دسترس میں ہے۔

یقیناً موبائل فون اس صدی کی حیرت انگیز ایجادات میں سے ایک ہے، جو گھنٹوں کا کام منٹوں میں انجام دے کر انسان کو آسانیاں فراہم کرتا ہے، سینکڑوں میل کے فاصلے ویڈیو کال کے ذریعے ایک لمحے میں ختم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں نسلِ انسانی کی دیگر ضروریات وحاجات، مثلاً خرید وفروخت، منی ٹرانسفر اور تعلیم وتعلم وغیرہ کو بڑی سہولت کے ساتھ پوری کرتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں نا کہ ہر سکے کے دو پہلو ہوتے ہیں:

"Every coin has two sides, one is good and another is bad."

افسوس کہ آج اکثریت موبائل فون کو منفی طور پر استعمال کرتی ہے۔ آج اس موبائل فون نے نوجوانوں کو دین سے دور کر دیا ہے۔ جن جاں بازوں کے ہاتھ میں دین کی سربلندی کی باگ ڈور ہوتی تھی، آج ان کے ہاتھوں میں پانچ انچ کا فون نظر آتا ہے۔ جن کو پرچمِ اسلام بلند کرنا تھا، وہ آج اپنے ہاتھ کو بلند کر کے سیلفی اور TikTok بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ؎

وہ قوم جو کل تک کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
سینما دیکھتی ہے آج وہ اپنے ہمشیروں کے ساتھ

اس فون کی عادت نے کئی رشتوں کو بربادی اور تباہی کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے، اس فون نے زوجین میں نااتفاقی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پارٹنر ایک دوسرے کے مخلص نہ رہے، ہر ایک نے فون کو اپنی کل کائنات گردان لیا۔ زوجین ایک دوسرے سے چھپ کر کسی اجنبی سے تعلقات ومراسم قائم رکھتے ہیں، جس

احوال قوم وملت

کے سبب محبت کی یہ خوبصورت کشتی شک کے تنکے سے بکھرنے لگتی ہے، بالآخر طلاق اور خلع کی نوبت آجاتی ہے۔

جن نونہالوں کے ہاتھ میں قرآن کے سپارے نظر آتے تھے، آج ان کے ہاتھ میں فون نظر آتا ہے۔ از سحر تا شب Games، Cartoons اور Short Videos دیکھنے کی عادت نے ان کے چہرے سے سادگی چھین لی، کم عمری سے ہی ان نونہالوں کی بینائی کمزور ہوگئی، نتیجتاً آج ان بچوں کے چہروں پر چشمہ سجا ہوا نظر آتا ہے، جن ماؤں کو اسلام کا سپاہی اور مجاہدین تیار کرنا تھا، وہ اپنی اولاد کی تربیت سے کوسوں دور نظر آتی ہیں۔ گھنٹوں فون میں Serials اور فلمیں دیکھنے سے اکتاتی نہیں۔ جو مائیں بچوں کو قرآنی آیات بطور لوریاں سنایا کرتی تھیں، آج بچے کی ایک چیخ پر جھٹ سے فون کی اسکرین ان کی نظروں کے سامنے لاکر رکھ دیتی ہیں۔

جس بنتِ حوا کے ہاتھوں میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں ہونی چاہئیں، آج موبائل فون ان کے ہاتھوں کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔ تعلیم کے نام پر نوجوان لڑکیاں انٹرنیٹ کا غلط استعمال کر کے اپنی عزت غیروں کے ہاتھوں فروخت کر رہی ہیں فون جیسی اس مصیبت نے ان کی عزت کو تار تار کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے، یہ فون ہمارے اعمال کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے، آج حج اور عمرہ کے مبارک سفر پر بھی اس فون کی نحوست بشکلِ سیلفی دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ جگہ جو عرشِ معلیٰ سے بھی افضل ہے، جہاں فرشتے بھی ادب سے تشریف لاتے ہیں، اس مبارک جگہ پر ایسی بے حرمتی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

مسجد ہو یا قبرستان، ہر جگہ بے خوف وخطر لوگ موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ طالب علم جو نہ کتب بینی کی فرصت رکھتے ہیں اور نہ ہی مطالعے کا شوق، وہ بھی اپنا پیشوا موبائل فون کو مان کر ہر مسئلے میں انٹرنیٹ کا سہارا لیتے ہیں اور بغیر تحقیق کے مسائل کو بڑی برق رفتاری سے شیئر کرتے ہیں۔

جب بات فون اور انٹرنیٹ کی آئی تو اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھانا ضروری ہے کہ موجودہ دور میں کچھ Ex-Muslims احکامِ خداوندی کا مذاق بنا کر دینِ اسلام کو بدنام کرنے کی ناپاک سازش کر رہے ہیں۔ ان کی اس کرتوت کو لوگوں میں عام کرنے کا ذریعہ بھی یہی موبائل اور انٹرنیٹ بنا ہے، جس کی وجہ سے آج کئی بھولے بھالے مسلمان اسلامی قوانین کی مخالفت پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ بالجملہ، اس فون کے منفی استعمال نے ہر جانب کو ہرام مچا رکھا ہے۔ ایسے میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کے تدارک کی ہر ممکن سعی کریں:

”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ (ابو داؤد 2998) ترجمہ: تم سب راعی (حاکم) ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے۔“

اللہ پاک ہم سب کو اپنے حصے کی شمع جلانے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے کوچ کرنا نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۱ کا بقیہ..

دھو کے زمزم سے قلم کیجے رقم نعتِ نبی
تب کہیں صاحبِ لولاک کی مدحت ہوگی

جھوم کر پڑھتے رہو صل علیٰ صل علیٰ
خواب میں شاہِ مدینہ کی زیارت ہوگی

عشق والفت میں رقم کرتے رہو نعتِ نبی
"نعت کی نعت عبادت کی عبادت ہوگی"

جب نبی قبر میں آئیں گے نعیم رضوی
رشکِ گلزارِ جناں آپ کی تربت ہوگی

از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

جذباتی طرز فکر

جذبات کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے، اس لیے جذبات کی دنیا میں رہنے والے افراد، استقلال و استقامت کی دولتِ نایاب سے تقریباً تقریباً محروم ہوتے ہیں، جبکہ کسی بھی کام میں کام یابی کے حصول کو یقینی بنانے اور اس میں کلیدی کردار ادا کرنے والی چیز استقامت اور استقرار ہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جذباتی افراد، زمینی حقائق سے اغماض برتتے ہوئے اپنے فیصلے صادر فرمارہے ہوتے ہیں، نتیجتاً ندامت کے سوا انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا ہے اس لیے عقل مندی یہی ہے کہ قضیہ متعلقہ کے مالہ وماعلیہ کو نہایت ہی باریک بینی اور تفحص کامل سے جانچا جائے اور مثبت و منفی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ صادر کیا جائے، بصورت دیگر شرمندگی اور جگ ہنسائی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

یہ جذباتی طرز فکر، ہر جگہ کم زیادہ مقدار میں پائی جاسکتی ہے، مگر علی الخصوص مذہبی افراد کے حوالے سے بات کریں تو دو دو چار کی طرح، کلیئر ہوجاتا ہے کہ جذباتی طرز فکر نسبتاً یہاں زیادہ پائی جاتی ہے۔ حالاں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی پاک کو اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ ہمارے نبی نے ہمیشہ، زمینی چیزوں کو مدنظر رکھا اور اسی کے مطابق حکمت عملی اختیار فرما کر فیصلہ صادر فرمایا، یعنی آپ نے کبھی بھی، زمینی حقیقت سے اغماض برت کر چیزوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ آپ کے فیصلے حقائق اور دوراندیشی کے ساتھ طے پاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی بے مثال تھی، جس میں آپ نے زندگی کے ہر پہلو میں حکمت، دوراندیشی اور فہم وفراست کا مظاہرہ کیا۔ چند اہم مثالیں درج ذیل ہیں:

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے بظاہر ایک ظاہری شکست معلوم ہوتی تھی، لیکن یہ ایک حکمت سے بھرپور معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کی بدولت دس سال کی جنگ بندی ہوئی اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس حساس لمحے میں نبی ﷺ نے جذبات کے مطابق فیصلہ صادر کرنے کی بجائے وقتی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مخالفین کی شرائط قبول کیں، پھر دنیا نے دیکھا کہ اس ایک فیصلے کے اثرات کس قدر دور رس اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے۔

فتح مکہ

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے انتقامی کارروائی کو بالکل سپورٹ نہیں کیا بلکہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کردیا، حالاں کہ اللہ کے رسول چاہتے، تو ہزاروں مشرکین کو موت کی نیند سلا سکتے تھے مگر آپ نے اس گھڑی میں جذبات کی بجائے دوراندیشی اور حکمت عملی کا مظاہرہ فرمایا اور آپ کی یہی حکمت عملی کئی ایک مشرکین کی ہدایت کا سبب بنی، لاریب! آپ کا یہ عمل، حکمت پر مبنی تھا جس سے ہزاروں لوگ اسلام کے قریب ہوئے، آپ نے فرمایا:

" آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

دعوت کا حکیمانہ انداز

آپ ﷺ کا انداز دعوت انتہائی حکیمانہ تھا۔ آپ نے ہر فرد کے مزاج اور حالات کے مطابق دعوت دی۔ مثلاً: نوجوانوں کو جوش وجذبے کے ذریعے متاثر کیا۔ سرداروں کو عزت و وقار کے ساتھ مخاطب کیا۔ غلاموں اور مظلوموں کو ہمدردی اور انصاف کے ذریعے اپنی طرف راغب کیا۔ مکی زندگی میں آپ نے حلم وبردباری کا خوب مظاہرہ فرمایا کیوں وہاں حالات ہی کچھ اسی نوعیت کے تھے غرض یہ کہ سیرت الرسول کے جس گوشے کو دیکھا جائے وہاں پر پرسکون طور طریقے سے معاملات طے

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

ہوتے نظر نواز ہوتے ہیں۔ویسے بھی اللہ کے رسول نے فرمایا:

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه، قال رسول الله ﷺ:التَّأني من الله، والعجلة من الشيطان.

(سنن الترمذی: حدیث 2012) تدبر اور بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔"

حلم وبرباری

حکمت عملی اور جذبات سے اوپر اٹھ کر معاملات کی تہہ میں اتر کر چیزوں کو دیکھنا کس قدر فضیلت رکھتا ہے مندرجہ ذیل حدیث پاک سے اندازہ لگائیں نبی کریم ﷺ نے حضرت اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔ (مشکوٰۃ شریف) ترجمہ: تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں: بردباری اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔"

مذکورہ دونوں احادیث اور بقیہ مثالیں اس بات کی بین ثبوت ہیں کہ شریعت مطہرہ جذباتیت، یا بغیر سوچے سمجھے فیصلے لینے کا مزاج نہیں دیتی ہے بلکہ ہر مقام پر منصوبہ بندی اور حکمت عملی کا سبق دیتی ہے۔آپ نے کبھی بھی، گراؤنڈ ریلیٹی سے تغافل نہیں برتا بلکہ ان چیزوں کو ہمہ وقت مدنظر رکھ ہی اقدامات فرمائے، لاریب! آپ کا اسوۂ پاک ہمارے لیے نمونہ عمل ہے ہمیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو صرف پڑھنے اور بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ عمل درآمد کی بھی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے ہر کام کو منصوبہ بندی، مضبوط پلاننگ اور کامل غور وخوض کے بعد ہی انجام دینا چاہیے۔

خیر یہ تو بات تھی مذہبی حوالے سے اور اگر قوم مسلم کی بات سیاسی حوالے سے کی جا تو یہاں صرف رسمی جذبات ہی نہیں، بلکہ بے ڈھنگم، سطحی، سوقیانہ طور طریقے بھی ہیں اور غیر ضروری جذبات کا تو اس قدر ابال ہے کہ پوری قوم جذبات کی دھار میں بہہ رہی ہے، سیاست ایک خارزار وادی ہے، اسے مسلمان بنانے کے لیے جہاں دانش وبینش، حکمت عملی، معاملہ فہمی جیسے اوصاف درکار ہیں ٹھیک اسی طرح، سیاسی میدان میں داخل ہونے والے ایک نو آموز سیاست داں کے لیے صبر وہمت، استقامت واستقرار اور شجاعت وبسالت جیسے اوصاف سے متصف ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔

ہمارے سماج میں نان پریکٹیکل none precticalسیاسی بازیگروں کی کمی نہیں ہے، قدم قدم پر سیاسی تبصرے چل رہے ہوتے ہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جنہیں سیاست کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں ہیں، وہ بھی اس ڈبیٹ کا حصہ بننے سے چوکتے نہیں ہیں۔عملی میدان کا غازی بننے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہے مگر گفتار کے غازی ہر چوک چوراہے پر گردش کرتے نظر آئیں گے۔یہ سچ ہے کہ ہم کسی بھی معاملے کو اس کے مالہ وما علیہ کے ساتھ تہہ تک اتر کر نہیں سمجھتے ہیں نتیجتاً سطحیت وکچے پن کی نذر ہو کر غیر ضروری ابال اور ضرر رساں جذبات میں بہہ کر اغیار کی نظر میں خود کو مجروح سا کر دیا ہے۔سنجیدہ افراد اور سنجیدہ اقوام کبھی بھی اس طرح کی بچکانہ اور نان پریکٹیکل باتیں نہیں کرتی ہیں بلکہ وہ لوگ ہمہ وقت جہان نو کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاشتے رہتے ہیں حالاں کہ یہ طرز حیات ایک مرد مومن کا عملی شعار ہونا چاہیے۔

آج غیر مسلم بالخصوص برادران وطن غیر ضروری مجلسوں کی رونق بڑھانے اور سیاسی امور میں غیر عملی تبصرے کرنے کی بجائے نہایت ہی تندہی کے ساتھ اپنا اور اپنی پچھڑی ہوئی قوم کا ڈیولپمنٹ کر رہے ہیں مگر ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ سرد مہری، غیر سنجیدگی اور ایک دوسرے پر لایعنی تبصرے کرنا قوم کے پنچ پٹیلوں اور جذباتیت سے لدے نوجوانوں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے، سیاسی انتخابی مہم کا طبل جب بجتا ہے تو آوے کا آوا اس میں کود پڑتا ہے، کیا جوان، کیا نوجوان، کیا ادھیڑ عمر، کیا عمر دراز بزرگ حضرات، اوپر سے نیچے تک سارے ہی اپنے سیاسی ذوق کی تسکین کے سامان بڑی وفاداری کے ساتھ فراہم کر رہے ہوتے ہیں، چوک چوراہوں، کیفوں، چائے خانوں اور ہوٹلوں میں جوگل غپاڑہ، شور شرابا اور ہنگامہ خیز کھینچا تان چل رہی ہوتی ہے وہ دیکھتے اور سنتے ہی بنتی ہے۔

بزرگان دین کی زندگیاں، ہمارے لیے نمونہ عمل ہوتی ہیں مگر قوم مسلم کا رویہ بزرگان دین کے حوالے سے بھی نہایت مایوس کن ہے، بزرگوں کے اعراس کی تقریبات کو دھوم دھام سے منا کر شاید ہم اس خبط اور زعم کے شکار ہو جاتے ہیں کہ فرض کفایہ ادا ہو گیا، اب کچھ کرنے دھرنے کی چنداں حاجت نہیں ہے، نتیجتاً اس کے بعد گوشہ گیر ہو کر گمنامی کے ایسے مکیں بنتے ہیں کہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آتے۔

غالباً یہی وجہ کارفرما ہے کہ ہم نے اتنے بڑے رہنماؤں کو عرس واعراس، چادر، گاگر، قوالی، غسل مزار، مجہول تبرکات، تعزیہ، علم، لنگر، کھچڑا، ملیدہ، خلافت، چلہ، چراغ جیسی چند روایتی تقریبات کے حصار میں محصور کر کے رکھ دیا ہے۔

ٹھیک ہمارا یہی رویہ، ہر اس بھلے انسان کے بارے میں رہا ہے جو ہمارے بھلے کی بات کرتا ہے۔ نتیجتاً پچھلے کچھ عرصے سے جتنی مار ہم کھا رہے ہیں اور جس قدر پسپائی، انحطاط عمل، فکری پستی اور مادی طاقتوں کے ٹارگیٹ target ہم بنتے جا رہے ہیں، اتنی شاید ہی کوئی دوسری اقلیت ان سب چیزوں کی شکار ہو۔ ہماری سطحی جذباتیت، فکر کے کچے پن اور غیر ضروری ابال نے ہمیں زمانے کی دھار سے کاٹ کر شاید کہیں دور پھینک دیا ہے کہ جہاں سے بے ہنگم شور اور بغیر آہنگ کے جوش کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔ نہ کوئی سوز یاں سے ماورا قیادت ہمیں نظر آتی ہے نہ ہی ایک نقطۂ نظر پر جمع کرنے والی فکر ہمارے کسی بڑے قائد کے پاس ہے۔ بلندی نگاہ، سخن دل نواز اور سوز وگداز سے متصف قائدین وعمائدین اس قوم کو کیوں نصیب نہیں ہو رہے ہیں؟

قیادت کا انحطاط ہے یا پھر مسلم قوم اپنا قائد ڈھونڈنے یا پھر تسلیم کرنے میں یکسر ناکام ہو چکی ہے؟ بنا گائیڈنس کے انفرادی سطح کی مساعی بارآور نہیں ہو سکتیں، بارآور ہونا تو دور بسا اوقات سیاسی بازیگروں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کا سبب بھی بن جاتی ہیں اور وہ اس کو نیا موڑ، نئی لے اور باغیانہ مساعی ڈکلیئرڈ declared کر کے اپنی قوم کے ہیرو بنتے نظر آتے ہیں۔ یہ سارا کھیل پچھلے عرصے سے تسلسل کے ساتھ ہمارے ساتھ بڑے ہی شاطرانہ اسلوب میں کھیلا جا رہا ہے، جسے ہم بڑے قریب سے دیکھتے اور برداشت کرتے آرہے ہیں اور شاید مستقبل بعید میں بھی کرنا پڑے۔

یہی کوششیں اور کاوشیں اگر کسی سنجیدہ، علمی اور زمینی قیادت کے سائبان تلے ہوتیں تو ان کا رنگ اور اثر ہی کچھ اور ہوتا۔ ملک عزیز کی غیر مسلم اقوام جسے تسلیم کرنا چاہیے تھا انہیں وہ عملی طور پر اپنا رہنما اور قائد تسلیم کر چکی ہیں، مولا کریم ہمیں باتوفیق اور عالی ہمت بنائے، اپنوں پر اعتبار کرنے اور حتی الوسع ان کے مشن سے عملی ارتباط کی توفیق سعید بخشے۔

ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی سب سے مضبوط و مستحکم صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسلم قائدین و مسلم عوام اپنا "ذہنی گیپ" دور کریں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں، اپنے اپنے انداز فکر اور طرز عمل اور اپنی سیاسی اور عملی روش پر سنجیدگی اور تحمل کے ساتھ نظر ثانی کریں۔ ذہنی انتشار، بات بات پر بپھر جانے، ٹال مٹول کی بجائے اپنی صفوں میں ممکن حد تک یگانگت واتحاد پیدا کریں۔ بدگمانی اور غیر ضروری تنقید وتبصرہ سے پرہیز کریں۔ ملی مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے اسے ہر حال میں ترجیح دیں کیوں کہ اس کے اندر طاقت بھی ہے، وزن بھی ہے، اجتماعیت بھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا اور بیرون دریا کچھ نہیں

رب کریم ہمیں، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

اعلیٰ حضرت کی بے مثال شاعری

کل قصیدہ معراجیہ پڑھ رہا تھا تو یہ شعر پڑھ کر سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات پر مزید حیرانی بڑھ گئی، ویسے تو ہر شعر ہی لاجواب ہے لیکن جس شعر کی تعبیر نے حیران کر دیا وہ شعر یہ تھا: ؎

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

تھوڑی بہت شاعری سے شغف درس نظامی والوں کو ہوتا ہی ہے اس لیے ہمیں بھی تھوڑا اشغف رہا ہے اور کافی شعرا کو پڑھا بھی ہے لیکن جہا تک میری نظر گئی وہاں تک ایسی تعبیرات آج تک نہ دیکھیں، یہ فکر رضا کا ہی خاصہ ہے اور ان کے تخیل کی معراج ہی اسے کہا جا سکتا ہے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

چوں کہ ہم شاعر نہیں اور زیادہ کچھ جانتے بھی نہیں! ہاں اشعار خواں ہیں یہ کہہ سکتے ہیں، فنی علم نہیں، لیکن جنھوں نے زیادہ پڑھا ہے اور شاعری کو فنی طور پر سمجھا ہے وہ بس اعلیٰ حضرت کے اس ایک شعر کا مقابل شعر پیش کریں تاکہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو۔ ؎

گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف
لا کے تہِ تیغِ لا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں جو "ل" کے ساتھ قد نبی کریم علیہ السلام کی تشبیہ اور گیسوؤں کے ساتھ "آ" (الف) کی تشبیہ اور پھر اس لام الف کے مجموعے سے پیکر نور کا تعین، پھر اسی لام الف کے اردو معنی قریب لانے کے اور عربی میں "نہیں" کی تیغ براں مراد لے کر مصائب و آلام کو ذبح کرنے کی جو پیاری، نادر، محیر العقول اور عجیب منظر کشی فرمائی ہے، اس کا جواب کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا، یہ چیز تو سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا کا ہی خاصہ ہے۔ پھر بھی دعویٰ ہے تو ثبوت پیش کیا جائے۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

آسان زبان میں اس کی تشریح یوں ہے کہ ہمارے نبی مکرم علیہ السلام کے در اقدس سے مانگنے والے تو خالی جاتے ہی نہیں، بل کہ بے مانگے بھی پاتے ہیں اور خوب پاتے ہیں، اب دیکھیے مذکورہ شعر میں نبی کریم علیہ السلام کا قد انور اور زلف عنبریں قیام کی حالت میں عربی کا "لا" بنتا ہے جس کا معنی ہوتا ہے "نہیں" سائل آتا ہے تو وہ دہن اقدس سے تو لفظ "نہیں" سنتا ہی نہیں، لیکن آپ کا سراپا ضرور لا یعنی "نہیں" کی تصویر بنا ہوا ہے، پہلے دہن اقدس سے نہیں کے متعلق یہ اشعار پڑھیے پھر سراپا جو کہ "لا" بنتا ہے اس پر بات کرتے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور "نا" کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

فرزدق کہتا ہے: ؎

ما قال لا قط إلا فی التشهد
لو لا التشهد كانت لاءه نعم

ایک فارسی شاعر کہتا ہے: ؎

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ

یہ تو ہوئی سائل کی بات جب وہ مانگے، رہا آپ کا سراپا جو نہیں کا معنی دے رہا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو سنیے! سرکار

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کا قد آور گیسو مل لا یعنی "نہیں" بنتے ہیں، آپ کے قد میں جو" لا" کی صورت بن رہی ہے وہ" نہیں" کی تلوار ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جو مصائب امتیوں پر آئیں گے وہ اسی لا کی تلوار سے ذبح کر دیئے جائیں گے اور امتیوں کو مصائب وآلام سے بچالیا جائے گا، نتیجہ آلام ختم تو باقی رہنے والی صرف خوشیاں ہیں اور مومنین کو دائمی خوشیاں ملنے والی ہیں اور اسی قدانور کی مرہون منت ہیں، چلیے اب مذکورہ شعر پر بات کرتے ہیں: ع

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں
تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں

یہ ایک مصرع ہے لیکن اس میں غور کریں تو دماغ گھوم جاتا ہے، شدت پیاس کی وجہ سے زبان سوکھ جاتی ہے، اردو میں اسے یوں بولا جاتا ہے" زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی" کیوں کہ جب بدن کو پانی نہیں ملتا تو بدن میں خشکی زیادہ بڑھ جاتی ہے اس کا اثر زبان پر بھی ہوتا ہے، اس وقت زبان کانٹے جیسی کھڑی ہوجاتی ہے اور حلق، تالو میں زبان کی چبھن کانٹے سے کم محسوس نہیں ہوتی، اسی کو" سوکھ کر کانٹا" ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن زبان سوکھ کس کی رہی ہے ذرا اس پر غور فرمائیں، جو ساری دنیا میں تری کا سبب ہے، اسی کی زبان، یعنی پانی کی زبان کو ''سوکھا'' کہا جا رہا ہے اور پانی کی زبان کیا ہے؟ موجیں، یعنی پانی اپنی شدت پیاس کے باعث اپنی زبان یعنی موجوں کو دکھا کر پانی مانگ رہا ہے، جب کوئی شدید پیاسا ہوتو پانی مانگنے کے لئے پیاس کی شدت کو دکھانے کے لیے زبان ہی نکالتا ہے کیوں کہ شدت پیاس کے باعث اس سے بولا نہیں جاتا۔

اب پیاس کی دو صورتیں ہوئیں پہلی یہ کہ پیاس اتنی سخت لگی ہو کہ بولا بھی نہ جا سکے اور زبان دکھا کر اشارتاً پانی مانگے، دوسری یہ کہ ابھی پیاس تو لگی ہے لیکن اتنی سخت نہیں کہ بول نہ سکے، یعنی پیاسا خود بھی پانی مانگ سکتا ہے، پہلی صورت میں صرف زبان دکھاتا ہے کیوں کہ بول نہیں سکتا، مذکورہ مصرع میں پہلی صورت پیش کی گئی ہے کہ پانی کو اس قدر شدید پیاس لگی ہے کہ وہ بول تک نہیں سکتا اس لیے اپنی زبان یعنی موجوں کو دکھا کر پانی مانگ رہا ہے.................. ایسی تعبیر بھلا کہیں دیکھی ہے؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں میؔر و غالؔب بھی کسی کام کے ہیں؟ میرے امام کا جواب نہیں ہے، واقعی میرے رضؔا کا یہی حال ہے کہ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم
جس سمت آگئے ہو کہ سکے بٹھا دیئے ہیں

یعنی آپ فرما رہے ہیں کہ یہ پانی کی موجیں جو اوپر اٹھتی ہوئی آتی ہیں، یہ ایسے ہی نہیں آرہی ہیں بل کہ پانی کی طرف سے فریاد لے کر آرہی ہیں تا کہ پانی کی پیاس کی شدت کو دکھا کر پانی مانگ سکیں، جب بندہ پیاسا ہوتا ہے تو پریشانی کی حالت میں تڑپتا، بلکتا بھی ہے، کبھی اس پہلو ہوتا ہے کبھی اس پہلو، لیکن اسے قرار کسی پہلو نصیب نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کی پریشانی دور نہ ہو جائے، اعلی حضرت ارضاہ عنا نے کیسی پیاری تشبیہ کی مثال پیش کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جو یہ موجیں لہراتی بلکھاتی ہوئی آرہی ہیں یہ پانی کی شدت پیاس کی بنا پر اس کی تڑپ ہے جسے کسی پہلو قرار نہیں ہے ہر وقت فریاد لیے چلی آرہی ہیں کہ کسی طرح پانی پائیں اور اپنی تشنگی بجھائیں، اب مصرع یوں مکمل ہوتا ہے کہ ع

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں

اس شاعری پہ کون نہ مرجائے اے خدا! اب دوسرے مصرع کی جانب چلتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ع

بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

آپ سبھی" بھنور" کے متعلق جانتے ہوں گے اور دیکھا بھی ہوگا، ندیوں میں بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں یہ بھنور ہوتے ہیں اور ان کی حد کوئی نہیں جانتا، اس میں جو چیز پڑ گئی اس کا بچنا مشکل ہے، بڑی بڑی کشتیاں اس بھنور کی نذر ہوجاتی ہیں، یہ گولائی میں ایک دائرہ ہوتا ہے اور اپنے قریب سے گزرنے والی ہر چیز کو اپنی جانب تیزی سے کھینچتا ہے جس کے باعث وہاں ایک حلقہ یعنی گڑھا سا بن جاتا ہے، بہت سارا پانی اسی میں

جاتا ہے، اس میں پھنسنے کے بعد اگر کوئی کشتی نکل جائے تو معجزہ ہی کہا جائے گا، بات شاعری کی چل رہی ہے تو بھنور پر یہ مشہور شعر بھی پڑھتے چلیے۔ ؎

طوفان کر رہا تھا مرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

چوں کہ بھنور بھی ندی یا پانی کا حصہ ہوتا ہے اس لیے سرکار اعلیٰ حضرت نے پانی کی شدت پیاس کے ساتھ اسے بھی شامل فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ندیوں میں جو بھنور ہوتے ہیں وہ بھنور نہیں بل کہ وہ پانی کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے، پیاس کی شدت کے باعث اس کو اس قدر کمزوری لاحق ہوگئی ہے کہ اس کی آنکھیں اندر گھس گئی ہیں جیسے کسی کمزور شخص کی آنکھیں بیماری اور کمزوری کے باعث اندر دھنس جاتی ہیں اور آنکھوں میں گڑھے یعنی حلقے پڑ جاتے ہیں ویسے ہی یہ بھنور پانی کی آنکھ ہے اور پانی کی آنکھوں میں ضعف و تشنگی کے باعث حلقے پڑ گئے ہیں، جسے ہم بھنور سے تعبیر کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا اس مصرع میں فرما رہے ہیں کہ دنیا والے بھلے ہی اسے بھنور سمجھ رہے ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ پانی کو پانی نہ ملنے کی بنا پر اس قدر ضعف و کمزوری آئی ہے کہ اس کی آنکھوں میں یہ بڑے بڑے حلقے ندیوں میں جگہ جگہ پڑے ہوئے ہیں۔

اب ایک بار پھر پورا شعر پڑھیے اور دماغ گھما دینے والی تشبیہ کو ذہن میں رکھیے: ؎

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

یہ دونوں اشعار اور ان کی تشریحات پڑھ کر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کا مقام فن شاعری میں کس قدر اعلیٰ ہے، سرکار اعلیٰ حضرت نے چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی بحروں میں کلام کہے ہیں اور عجیب عجیب تشبیہات و استعارے، کنایے استعمال فرمائے ہیں، آپ کی نظر میں اگر ایسی ہی شاعری کسی اور شاعر کی ہو تو ضرور مطلع کریں، ہمیں انتظار ہے۔

ص ۵۴ / کا بقیہ..........................

11 / اپریل قبل از نمازِ جمعہ مدینہ مسجد میں علامہ شیخ اسماعیل ازہری (پرنسپل معہد الامام الماتریدی للدراسات العلیا) نے فرمایا۔ آپ نے یومِ رضا کی مناسبت سے منعقدہ پروگرام میں اوقاف کی شرعی حیثیت کے ضمن میں کہا کہ: اپنا محبوب اثاثہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب قرآن مقدس نے دی ہے۔ صحابۂ کرام نے راہِ خدا میں مال بھی خرچ فرمایا اور فلاحِ مسلمین کے لیے زمینیں بھی وقف کیں۔ ملک میں دستوری طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اوقاف کی نوعیت خالص مذہبی ہے اس لیے اوقاف پر حملہ مذہبی آزادی پر حملہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مساجد، مدارس، درگاہ، خانقاہ اور دیگر اوقاف کی املاک کی حفاظت کریں۔

اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں اوقاف کی شرعی حیثیت پر سیکڑوں صفحات قلم بند فرمائے ہیں۔ فقہی اعتبار سے اوقاف کی حفاظت کے لیے ذمہ داریوں کے احساس کو جگایا ہے، اوقاف کے توسط سے خدمتِ دین کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے؛ جسے اسلام دشمن قوتیں برداشت نہیں کرسکتیں۔ اوقاف کو اپنے کنٹرول میں لے کر حکمراں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر قدغن لگا دیا جائے۔ دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اوقاف کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے غریب و مستحق مسلمانوں کی امداد و اعانت کا انتظام فرمایا۔ وقف کے مقاصد کو فراموش کر کے قوم کو انحطاط و پستی کی راہ پر ڈال دیا ہے، وقف کے اسلامی نظام کو بروے کار لا کر مسلمانوں کے تعلیمی استحکام کے لیے کام کیا جاسکتا ہے، احکام اسلام پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم فتنہ ہائے عصر کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے آپ نے کہا کہ اوقافی جائیدادیں کل کی کل مذہبی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے ان پر حملہ مذہب پر حملہ ہے، اس موقع پر خطبۂ جمعہ علامہ شیخ اسماعیل ازہری نے ارشاد فرمایا، امامت حافظ فراز احمد برکاتی نے کی، بعد از سلام باقیام قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کا اہتمام ہوا۔ اخیر میں نوری مشن کی مطبوعہ کتاب ''قرآن، سائنس اور امام احمد رضا'' کی تقسیم عمل میں آئی۔ اہتمام میں نوری مشن/ ٹرسٹیان و انتظامیہ مدینہ مسجد نے حصہ لیا۔

رپورٹ: ٹیم نوری مشن، مالیگاؤں

رضویات

از: مفتی جمیل احمد قادری *

امام احمد رضا سے اختلاف کیوں نہیں کرسکتے؟

ادھر کچھ سالوں سے بعض فتنہ پرور لوگوں کی طرف سے سوال اٹھایا جارہا ہے کہ آخر امام احمد رضا سے علمی اختلاف کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ جبکہ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنے اکابر علما اور فقہا سے اختلاف کیا ہے اور اس ضمن میں بطور دلائل کئی قسم کی باتیں کی جاتی ہیں، مثلاً: ایک صاحب نے لکھا کہ مسجد نبوی میں عین خطبہ کے وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون نے باب مہر کے ایک مسئلے میں ٹوکا اور ان سے اختلاف کیا تھا۔ کسی نے ماضی قریب کی مقتدر شخصیات کو حوالے میں پیش کیا، کہ انہوں نے اپنے بڑوں کے ساتھ اختلاف کیا، مثلاً: مفتی شریف الحق امجدی صاحب نے، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے چاند پر جانے کے مسئلے میں اختلاف کیا۔

بنارس میں ایک صاحب نے قریباً 30 رسال پہلے ''آئینہ'' نامی ایک رسالے میں ایسے ہی کئی مقامات اور اختلافات کی نشاندہی کی تھی، جس میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بعض فقہی مسائل میں سیدی اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا ہے۔
راقم کہتا ہے کہ بابِ اختلاف میں علمی تبحر اور ادراکِ تام کا خاصا دخل ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس فن میں اختلاف کریں، اُس میں مہارت کے ساتھ اُس کے مالَہٗ وماعَلَیہ پر بھی پورا ادرک ہو۔

ماضی میں جتنی مثالیں ملتی ہیں، سب میں یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے، مثلاً: فاروقِ اعظم نے عورتوں کا مہر کم رکھنے کی بات کی، تو جس خاتون نے ٹوکا تھا، انہوں نے قرآن کا حوالہ دیا اور لفظ ''قنطار'' کو اپنا مُستدَل بنا کر کہا تھا کہ قرآن میں تو لفظِ ''قنطار'' آیا ہے، جس کا معنی ہے ''ڈھیر سارا مال''، یعنی عورتوں کو اگر تم نے مہر میں ڈھیروں مال دے رکھا ہے تو اُن سے واپس نہ لو۔

(سورۂ نساء، آیت نمبر 20)

وہ خاتون، قرآن کی آیات ومعانی کو سمجھتی تھیں، سببِ نزول، ناسخ ومنسوخ، حقیقت ومجاز، عبارت ودلالت اور لغات سے خوب واقف تھیں، جبھی تو سب خاموش ہو گئے۔ ساتھ ہی اُنہیں دلائل کے درجات کا بھی پتہ تھا کہ نصوصِ قرآنیہ، مسائلِ اجتہادیہ پر فائق ہوتی ہیں۔ فاروقِ اعظم نے جو کچھ فرمایا تھا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔ اُس کے بالمقابل خاتون نے نصِ صریح پیش کی اور وہ بھی نصِ قرآنی۔

سیدنا امام اعظم سے دیگر مجتہدین نے جو اختلاف کیا، تو اُن کے اختلافات بھی انہیں حقائق پر مبنی تھے۔ قرآنی آیات کے مقابلے میں آیات پیش کرتے، حدیثی تصریحات کے سامنے اُسی پایے کی دوسری روایت پیش کرتے، عقلی دلائل کو عقل سے توڑنے کی کوشش کرتے۔ علوم، مہارت اور قوتِ اجتہاد میں ہم پلہ تھے، اسی لیے اسلامی تاریخ نے اُنہیں اپنے دامن میں جگہ دی۔

امامِ اعظم کے شاگردوں نے اپنے استاد سے اگر اختلاف کیا تو دراصل اُن شاگردوں نے اپنی رائے امامِ اعظم کی رائے کے سامنے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ امامِ اعظم ہی کے متعدد اقوال کو ان کے شاگرد دلائل سے مبرہن کرتے، پھر اُستاد پر پیش کرتے۔ امامِ اعظم اُن پر کامل غور وخوض فرماتے اور پھر تأمل ومباحثہ کے بعد اسے لکھ لیا جاتا۔

چونکہ دلائل شاگرد کے ہوتے، لہٰذا انہیں کا قول قرار پاتا اور انہیں کے نام سے وہ مسئلہ موسوم ہوتا۔ یہ نہیں کہ شاگردوں نے اختلاف کر کے اپنا الگ مسئلہ بیان فرمایا، ورنہ امام محمد یا امام زُفر وغیرہ کے قول پر عمل کرنے والا حنفی کیوں کہلاتا؟ اُسے

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

تومحمدی یا زُفری یا یوسفی کہلانا چاہیے۔ (اگر اس مسئلے کی مزید تحقیق دیکھنی ہوتو امام احمد رضا کا رسالہ "اَجلی الاعلام اَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقًا عَلٰی قَوْلِ الْاِمَام" دیکھیں، یا پھر" مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم" کا مطالعہ کریں۔)

صدرالشریعہ کی اگر بعض عبارتیں، امام احمد رضا کی عبارتوں سے متصادم ہیں، تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ صدرالشریعہ کی علمی رفعت، اہل سنت میں مسلم ہے، خود امام اہل سنت نے ان کی فقاہت کی تعریف فرمائی ہے۔ ٹھیک اسی طرح شارح بخاری نے اگر چاند کے مسئلے میں سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے خلاف تحقیق پیش کی ہے، تو دونوں شخصیات کی علمی جلالت عروج پر تھی۔ ایسے حضرات اگر کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو یہ ان کی شان ہے۔ کہ علم وتدبر، وسعت وگہرائی میں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں۔

رہی بات امام احمد رضا کی، تو ان کے معاصرین میں دو چند نے اختلاف کیا۔لیکن حق امام اہل سنت کے ساتھ تھا۔ آج کے ننھے منے محققین کس شمار و قطار میں ہیں؟ یہ نہ معاصر ہیں، نہ اعلیٰ حضرت کے بالمقابل علم وفضل میں کوئی حصہ رکھتے ہیں۔ آج والوں کے پاس تو امام احمد رضا کی اردو عبارت سمجھنے کی لیاقت نہیں۔ تحقیقات میں اختلاف کرنا تو بڑی بات ہے۔ میں نے جو" اردو عبارت" کی بات کی ہے تو وہ تحقیراً نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہے۔ میں حضور، امام، احمد رضا رضی اللہ عنہ کا ایک اردو جملہ ناظرین کے حوالے کرتا ہوں اور اختلاف کے سودائیوں کو چیلنج بھی کرتا ہوں کہ اس جملے کو حل کر دو! اگر پسینے نہ چھوٹ گئے تو کہنا! وہ جملہ ہے:

" تصور شیخ بروجہ رابطہ جسے برزخ بھی کہتے ہیں، جس طرح حضرات صوفیہ صافیہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِأَسْرَارِھِمُ الْوَافِیَۃِ میں خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ معمول وما ثور اور اُن کی تصانیف منیفہ ومکتوبات شریفہ وملفوظات لطیفہ میں بتواتر مذکور ومسطور وغیر مستور کہ شبح شیخ حاشا بلکہ عین شیخ کہ شبح حُضُورًا وَغَیْبَۃً صرف مرآت ملاحظہ ہے اور کار حقیقۃً کار روح جو بعد صفائی کدورات حیوانیہ وانجلائے ظلمات نفسانیہ صورت واحدہ شہادت وہیا کل مکثرہ مثالیہ میں دفعۃً ہزار جگہ کام کرسکتی ہے. جیسا کہ بارہا مشاہدہ ومرئی اور حضرات اولیا سے بکثرت مروی اور عالم رویا میں بے شرط ولایت جاری، جسے افعال عجیبہ وتصرفات غریبہ روح انسانی پر اطلاع حاصل، وہ جانتا ہے کہ یہ تو اُس کے بحار زاخرہ وامواج قاہرہ سے ایک قطرہ قلیلہ ہے اور خود بعد تمرن واعتیاد وتکامل مناسبت اُس صورت متخیلہ کا بے اعانت تخییل حرکت و کلام اور مشکلات راہ میں قیام واہتمام اور دقائق وحقائق کا شفاہا حل تام کَمَا تَشْھَدُ بِہٖ شُھُوْدُ الشُّھُوْدِ وَالتَّجْرِبَۃ دلیل جلی وسلیل ہے کہ یہ فقط پیکر مخزون کا علی عکس المعتاد خزانہ خیال سے حس مشترک کی طرف عود قہقری نہیں بلکہ وہی مرکب مثال میں شہسوار روح کی جولانیاں ہیں اگرچہ خود فاعل کو شعور یعنی شعور بالشعور نہ ہو کَمَا ھُوَ المشْھُودُ لِعُمُومِ النَّاسِ فِي غيبة الرؤيا ورنہ صدور افعال اختیاریہ کو شعور سے انفکاک نہیں، اتقن ہذا فانہ مہم نافع ولاکثر الشبہات حاسم قالع صرف واسطہ وصول ونا ودان فیض وباعث جمعیت خاطر وزوال تفرقہ ہائے شرعاً جائز۔" (الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ، ص 67 مکتبۃ علمیہ دعوتِ اسلامی)

اس جملہ بالا میں" تصور شیخ" مبتدا اور" جائز" خبر ہے، یہ فل سائز کے 17/سطور کا ایک جملہ ہے، معنی مفہوم تو الگ! اختلاف کرنے والے ایسا کوئی دوسرا جملہ ہی بنا کر پیش کر دیں، عام فقہی کتابوں میں لکھا ہے کہ سونے کے بعد وضوٹوٹ جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے بھی یہی فرمایا، مگر دس صورتیں ایسی بیان کی ہیں، جن میں وضو نہیں ٹوٹتا اور ساتھ ہی دس صورتیں ایسی بتائیں، جن میں اگر ایک پر بھی کوئی سوئے، تو وضوٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 71/رضا اکیڈمی)

اختلاف کرنے والوں کو میرا چیلنج ہے کہ دم ہے تو دو چار صورتیں آپ بھی بتا دیں۔ امام احمد رضا نے" آب مطلق" یعنی ایسا پانی جس سے وضو ہوسکتا ہے، اس کی 307/اقسام بیان کی

ہیں۔(فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 472 /رضا اکیڈمی، ممبئی)

جب کوئی شخص پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے، امام احمد رضا نے ایسی 175 /صورتیں بتائی ہیں، جہاں بندہ پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کے سبب تیمم کرسکتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 611)

اختلاف کرنے والو! دو چار صورتیں تم بھی بتا دو۔ عام فقہا نے مرد کے اعضا عورت آٹھ بتائے ہیں۔ امام احمد رضا نے فقہا کی عبارات سامنے رکھ کر انہیں کے بیانات کی روشنی میں نو اعضا ثابت فرمائے ہیں۔(فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، صفحہ 5، رضا اکیڈمی)

آج کے محققین میں اگر دم ہے تو زیادہ نہیں، ایک آدھ ہی اور ثابت کردیں، میں جانتا ہوں کہ ایسے محققین کا مطمح نظر کیا ہے؟ بعض تو اپنی برتری اور محققانہ شان کے اظہار کے لیے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دور حاضر کا سب سے بڑا محقق اور علما کا سردار سمجھیں، جب کہ ایسا نہیں ہوتا، اہل سنت کے علما ایسی تحقیقات کا جب تار پود بکھیرتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ کم فہمی یا کج فہمی کا نتیجہ تھی۔

بعض لوگ اس لیے حضور اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرتے ہیں، کیونکہ دیوبندیوں کی تکفیر ان کے نفس کو گوارا نہیں "حسام الحرمین" اور "فتاویٰ الحرمین" ان کی راہ کی رکاوٹ ہیں، وہ جب بھی دیوبندیوں کے ساتھ آزادانہ گھال میل کرنا چاہتے ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا اور دوستی نبھانا چاہتے ہیں، مسلمان ٹوک دیتے ہیں، لوگ ان کی سنیت پر تھوکنے لگتے ہیں کہ کیسے سنی ہو، جو وہابیوں اور بدعقیدہ دیوبندیوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اعلیٰ حضرت نے انھیں کافر لکھا ہے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو ناجائز قرار دیا ہے، یہ صلح کلی اور انا پرست قسم کے لوگ ہیں، انھیں دین وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ ایمان وعقیدہ کی بھی ان کی نظروں میں کچھ خاص اہمیت نہیں ہوتی۔

اس کا دوسرا بڑا اثر دنیا دار اور نفس پرست پیروں پر پڑتا ہے، ایسے پیر چاہتے ہیں کہ مریدوں کا حلقہ وسیع ہو، تعداد میں اضافہ ہو، نذرونیاز اور چڑھاوے کا مال زیادہ سے زیادہ جمع ہو اور اس کے لیے گڑ، گوبر ایک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سنیوں کے ساتھ بدعقیدہ لوگوں کو بھی سمیٹتے ہیں، سب کو اپنا سمجھتے ہیں، کیونکہ دنیا طلبی اور جمع مال کے لیے یہ ضروری ہے۔ مگر امام احمد رضا کا فتویٰ، کہ دیوبندی اور وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں۔ ان پیروں کے لیے سدِ راہ بنتا ہے۔

اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے فتوے کو بے اعتبار کردیا جائے، اختلاف کی آگ میں جھونک کر عوام سے کہا جائے کہ دیوبندیوں کو کافر سمجھنے کا مسئلہ اختلافی ہے، اعلیٰ حضرت نے اگر کافر لکھا، تو فلاں فلاں عالم اور محقق نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، لہٰذا وہ قطعی اور یقینی نہیں اور اس ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے کسی نے خود آواز اٹھائی اور کسی نے بعض اداروں کے فارغین کو پیسے سے خرید کر یہ کام لیا۔

دنیا کے لیے دین بیچنے والے، ہر دور میں رہے ہیں۔ امام اہل سنت کا یہ دعائیہ شعر، ہمارا صبح وشام کا وظیفہ رہے:

بحر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

ضمیر فروشوں نے نمک کھا کر حقِ نمک ادا کیا اور یہ بھول گئے کہ آج امام احمد رضا کی ذات اور ان کی اعتقادی تصریحات نے اہل سنت کو اتحاد کی لڑی میں پرو رکھا ہے، امام احمد رضا کے ارشادات ہی آج دینِ حق کی صحیح تعبیر وتشریح ہیں، ان سے اختلاف کرکے ان کے فرامین کو بے اعتبار کرنا دین ومذہب کی دیوار میں نقب لگانے جیسا ہے، سستی شہرت یا دوسروں کے پھینکے ہوئے چند ٹکڑے کسی کام کے نہیں، مرنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کو منہ دکھانا ہے۔

◆◆◆

(از: ڈاکٹر معین احمد خاں بریلوی*

خلیفۂ مفتی اعظم علامہ رئیس احمد خاں حامدی! حیات وخدمات

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، سرکار فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ نامور فرزند ہیں کہ جنہوں نے مسلک حق کی وہ اشاعت فرمائی کہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق وعرفان کی محفلیں وانجمنیں گلی گلی قریہ قریہ آباد ہوتی چلی گئیں یوں تو سرکار اعلیٰ حضرت کے دونوں فرزندارجمند اپنی مثال آپ تھے، اگر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ علم وفضل وعربی زبان و ادب میں سرکار فاضل بریلوی کے پرتو تھے تو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ زہد وتقویٰ یعنی فقاہت و ولایت میں اپنے والد کے سچے جانشین تھے۔

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ایسی ایسی بستیوں میں جاکر مسلک رضا کی اشاعت کی جہاں اس سے قبل کسی بڑے ولی تو کیا بڑے عالم کا بھی گذر نہ ہوا تھا۔ یہ آپ کی جانفشانی وہ سخت محنت کا ہی ثمرہ ہے کہ بہت ہی پسماندہ علاقوں کے بیحد پسماندہ دیہی علاقے آپ کے مریدین ومعتقدین ہی نہیں بلکہ آپ کے خلفا کی بڑی تعداد سے بھرے ہوئے ہیں۔

احادیث کی کتابوں میں صالحین یعنی کہ نیک لوگوں کے ذکر کو کفارہ گناہ فرمایا گیا ہے، مطلب یہ کہ صالحین کا تذکرہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے، اسی لیے آج ہم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایک خلیفہ حضرت علامہ مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کا ذکر کررہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مولانا رئیس احمد خاں حامدی علیہ الرحمہ کی ولادت کے تعلق سے سن وہجری کا یقینی علم تو نہ ہوسکا، البتہ بعض آثار وقرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۹۲۱ء میں شہر بریلی کے ایک دیہات جو کہ شہر بریلی سے تقریباً ۳۵ رکلومیٹر دور ہے جس کا نام تُرساپٹی ہے (جو تحصیل میرگنج میں ہے) میں ایک بڑے زمیندار گھرانے میں ہوئی، یہ گھرانہ زمینداری کے ساتھ علم وفضل میں بھی امتیازی مقام رکھتا تھا، والد ماجد شعروشاعری کا بھی شغف رکھتے تھے اور احقرؔ بریلوی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خاندانی پس منظر کو کسی حد تک بیان کردیا جائے۔

علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کے آباواجداد کا تعلق افغانستان کے شہر کابل سے تھا۔ مغلیہ دور حکومت میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عالیجناب محمد نور خاں ڈھلیٹ شہر کابل سے ہجرت کرکے ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر میں آکر آباد ہوئے۔ یہاں فوج کے ایک دستہ کے حاکم تھے۔ نوجوانی کے عالم میں بھی متقی وپارسا تھے۔ ان کے تعلق سے ایک واقعہ خاندان کے بزرگوں ودیگر اہل علاقہ سے منقول ہے کہ یہ شہزادیوں کے نگراں دستے کے حاکم تھے ایک بار کسی شہزادی کا ہاتھ پردے سے باہر آگیا جس پر جناب نور خاں صاحب نے اپنی چھڑی غصہ سے ہاتھ پر ماری جس کی شکایت بادشاہ یا حاکم سے کی گئی۔ جس کے عوض میں بجائے سزا کے زمینداری کے گاؤں عطا ہوئے جس میں قصبہ بہیڑی سے ملحق گاؤں ڈنڈیا، نرائن نگلہ وقصبہ دیورنیا کے گاؤں بھیکم پور، کمال پور وترساپٹی و دیگر گاؤں شامل ہیں انہیں جناب نور خاں علیہ الرحمہ کی نسل سے جناب مولانا شرافت علی خاں علیہ الرحمہ تھے جو فارغ التحصیل عالم تھے اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے دور میں تھے سرکار اعلیٰ حضرت کی شان میں ان کی منقبتین بھی ہیں اس کے علاوہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ قرآن کریم کا ایک نسخہ جو ''فن خطاطی'' کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے جو ہمارے پاس آج بھی موجود ہے ان کے بڑے بیٹے احمد

نبیہ خاں احقرؔ بریلوی علیہ الرحمہ جو ایک متقی و پرہیزگار صوفی صفت انسان تھے فارغ شدہ عالم تو نہ تھے البتہ عربی وفارسی زبان کے ماہر تھے اور اردو کے ایک با کمال شاعر تھے۔ آخیر عمر میں تارک الدنیا سے ہو کر رہ گئے تھے۔ انہیں احقرؔ بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے حضرت مولانا رئیس احمد خاں حامدی بریلوی علیہ الرحمہ۔

مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی بعد ازاں خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت مولانا مفتی نواب مرزا بیگ علیہ الرحمہ کی وساطت سے جو کہ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، منظر اسلام میں داخلہ ہوا تعلیمی سفر پورا نہیں ہو پایا تھا کہ اچانک والد ماجد کا کم سنی میں انتقال ہو گیا جس کی بنا پر تعلیمی سفر درمیان میں روکنا پڑا اور واپس گھر آ گئے والد ماجد کا کم عمری میں انتقال ہو جانا اور پھر غالباً اسی دوران زمینداری کا ختم ہو جانا یہ کچھ ایسی الجھنیں رہیں کہ جس کی وجہ سے تعلیمی سفر دوبارہ شروع کرنے میں کئی سال لگ گئے۔ لیکن اگر حوصلہ ولگن دل میں ہو تو کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ بالآخر کئی سال بعد جب حضرت کی شادی بھی ہو گئی، اس کے بعد تعلیمی سفر کو پورا کیا حضور صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ جو حضرت کے ہمدرس تھے، اس زمانے میں مدرسہ مظہر اسلام (واقع مسجد بی بی جی) بہاری پور بریلی میں صدر مدرس تھے نیز اس طرح آپ حضرت کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

اپنی اس تعلیمی جدوجہد کا حضرت نے اپنے ایک نعت کے مقطع میں کچھ یوں ذکر فرمایا ہے۔ ؎

متاعِ جاں دے کے ہے خریدا جو میں عشقِ محمدی کو
اسی سبب سے رئیسؔ رضوی ہے جانفروشوں میں نام میرا

غرض اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینی خدمت کی غرض سے اپنے گاؤں میں مدرسہ رضویہ رئیسیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی بنیاد ۱۳۷۱ھ یعنی ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں رکھی گئی، یہ وہ دور تھا جس میں عموماً ہندوستان کے زمیندار گھرانے تقسیم ہند کی وجہ سے انتہائی نامساعد حالات سے دو چار تھے باوجود تمام پریشانیوں کے حضرت نے اس کو اپنی محنت وخلوص سے کامیابی سے چلایا حضرت کو عصری علوم مثلاً انگریزی وغیرہ پر عبور حاصل تھا اس لیے گورنمنٹ کی ملازمت مل گئی چند سال ملازمت کی مگر پھر اس سے کنارہ کش ہو گئے غالباً دین کی خدمت میں اس کی وجہ سے کوتاہی محسوس کی اور اس وجہ سے اس ملازمت کو خیرباد کہہ کر پوری طرح سے دینی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ میرے والد گرامی تھے، ان کا وصال میرے کمسنی کے دور میں ہی ہو گیا تھا، اس لیے میں نے ان کے روز وشب بہت زیادہ تو نہیں دیکھے لیکن ان گنت ایسے لوگوں کو ضرور دیکھا وسنا کہ جنہوں نے ان کو بڑی عمیق نگاہوں سے دیکھا تھا۔ میں نے ان کے شاگردوں سے سنا کہ کبھی بھی ان کی نماز قضا ہوتے نہیں دیکھی سفر ہو بیماری ہو یا کیسے بھی مشکل حالات ہوں ان کا کوئی بھی عمل شریعت مصطفی ﷺ کے خلاف کبھی نہیں دیکھا۔

والد گرامی کو بیعت کا شرف سرکار حجۃ الاسلام سے حاصل تھا لیکن ان کے وصال کے بعد پوری زندگی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو ہی اپنا مرشد ومربی جانا، تقریباً آٹھ سال دار العلوم مظہر اسلام میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور غالباً سولہ سال مسجد بی بی جی بہاری پور بریلی میں امامت کے فرائض انجام دیئے، اپنے وصال سے بیشتر لکھیم پور کھیری ضلع کے قصبہ پلیا کلاں میں مقیم تھے اور وہاں پر ایک ادارے کے بانی وصدر مدرسہ تھے، محرم الحرام ۱۴۰۲ھ میں سرکار مفتی اعظم ہند کے وصال کے ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۱۴؍صفر المظفر کو اپنے مدرسے میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کی تقریبات کا انتظام کیا تھا، اسی دوران، جلسہ کے درمیان والد ماجد کو دل کا دورہ پڑا۔ مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ عالیجناب ڈاکٹر آفتاب احمد خاں خود ڈاکٹر تھے، لکھنؤ لے جانے کی ضد کرنے لگے لیکن نہیں گئے کہ میں جلسہ کو چھوڑ کر لکھنؤ کیسے جاؤں گا صبح دیکھتے ہیں بالآخر اسی شب تقریباً ساڑھے چار بجے صبح داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

بتانے والے بتاتے ہیں بلکہ خود میرے برادر معظم حضرت مولانا حافظ ظہیر احمد خاں علیہ الرحمہ بھی اس کے گواہ تھے جو ان کے ساتھ ہی تھے کہ پہلا دورہ پڑنے کے بعد فجر کی اذان سے بہت پہلے ہی وضو کرنے کا اصرار کرنے لگے جس پر لوگوں نے اوّلاً منع بھی کیا کہ ابھی فجر میں کافی وقت ہے (کیونکہ دسمبر کا مہینہ تھا) لیکن آپ بضد ہو گئے اور سخت نقاہت و بیماری کے عالم میں غالباً دو یا تین بار میں رُک رُک کر وضو مکمل کرلیا اور اس طرح باوضو اپنی جان جانِ آفرینی کے سپرد فرمائی، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

جان دے دی ہوئی اسی کی تو تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ تھے علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ جنہوں نے دین و مسلک کی وہ خاموش تبلیغ فرمائی کہ جسے دیکھ کر اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ والد گرامی لباس اور وضع قطع میں اور کھانے پینے کی عادتوں میں انتہائی نفیس مزاج تھے۔ کھانے کے تعلق سے کہتے تھے کہ کم کھاؤ لیکن اچھا کھاؤ لیکن یہ اصول اپنے گھر کے لیے تھا ورنہ باہر کی دنیا میں ان کے شاگرد بتاتے ہیں کہ ایک معتقد کے گھر ایک سبزی بنی تھی جو اتفاقاً جنگلی سبزی ہونے کی وجہ سے کڑوی تھی اس کو بھی بے چوں و چرا تناول فرمایا کہ کہیں اس غریب کی دل شکنی نہ ہو جائے۔ فن طب میں بھی مہارت رکھتے تھے اور اس فن سے فی سبیل اللہ بلا معاوضہ علاج کیا کرتے تھے۔ ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

عالم باعمل صوفی باصفا حضرت علامہ مفتی محمد صالح رضوی شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف والد گرامی کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

”عالی جناب حضرت علامہ مولانا رئیس احمد خاں صاحب علیہ الرحمہ میرے بڑے شفیق استاذ تھے، آپ مدرسہ مظہر اسلام (واقع مسجد بی بی جی) بریلی میں معمر اساتذہ میں سے تھے۔ میں بفضلہ تعالیٰ حضرت کی سادگی و علم و عمل کی ہم آہنگی سے بہت متأثر تھا، اسی لیے میں نے حضرت سے قربت بڑھالی اور بہت قریب ہو گیا۔ حضرت موصوف فن فرائض کے ماہر تھے۔ الحمدللہ راقم الحروف (محمد صالح) نے سراجی حضرت موصوف سے پڑھی تھی۔

حضرت ہم سے مشق بہت زیادہ کراتے تھے تو مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً میں برائے اصلاح اکثر آتا جاتا اور حضرت بڑی مہربانی و شفقت سے کاپی کی اصلاحات فرماتے اور کبھی اس سلسلے میں حضرت کے چہرے پر شکن نہیں آتی اس آنے جانے اور قریب ہونے کا مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ میں نے بحمدہ تعالیٰ سراجی حضرت سے اچھی طرح پڑھی اور بار بار مشق کر کے خوب سمجھ لی۔ حضرت کو اصول فقہ سے بھی دلچسپی رہتی تھی۔

ہماری جماعت نے نورالانوار حضرت ہی سے پڑھی تھی۔ میں نے بہت مرتبہ اپنی رہائش گاہ سے (مردانہ مکان مرزا معین الدین بیگ مرحوم واقع زکاتی محلہ) سے آ کر مسجد بی بی جی میں نمازیں آپ کی اقتدا میں پڑھیں۔ کبھی کبھی نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد بی بی جی آتا تھا۔ حضرت قرآن شریف بہت صحیح پڑھتے تھے۔ سادگی کا یہ عالم رہتا تھا کہ اجنبی اگر دیکھتا تو اسے لگتا کہ یہ کوئی عام شریف آدمی ہیں نہ کہ عالم و ماہر درسیات۔ آپ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے تھے نہ محلہ سے کھانا منگاتے نہ ہوٹل سے منگا کر کھاتے۔

اللہ تعالیٰ استاذی الکریم مولانا موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درجات عالیہ میں خوب خوب بلندیاں عطا فرمائے، قبر انور پر رحمت کی لگاتار بارش ہوتی رہے اور ہم تلامذہ کو اور آپ کے وارثان و اعزاء کو حضرت کے فیوض و برکات سے بڑا حصہ ملتا رہے فقط والحمدللہ رب العالمین۔

فقیر محمد صالح قادری بریلوی غفرلہ“

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

''وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماًO (ترجمہ) [یعنی اللہ کے اچھے بندوں میں] اور وہ بھی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی معبود باطل کو نہیں پکارتے (یعنی شرک نہیں کرتے) اور نہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے اور نہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ جرائم کرے گا سزا پائے گا۔'' [سورۂ فرقان–۶۸]

جبکہ (حضور!) میرا حال یہ ہے کہ میں ان تینوں جرموں (شرک، قتلِ ناحق اور زنا) کا مجرم ہوں تو کیا میرے لئے توبہ (و نجات کی گنجائش) ہے؟ (ابن عباس نے کہا) اس پر آگے (استثنا) والی آیت کریمہ اتری کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ (ترجمہ) مگر وہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔'' [سورۂ فرقان–۷۰]

تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحشی کو (جواب میں) یہ آیت مبارکہ لکھوا بھیجی۔ وحشی نے (نامۂ مبارکہ پڑھا) پڑھ کر حضور کو عریضہ لکھا کہ اس آیت میں (توبہ کے لئے) ایک شرط ہے اور وہ ہے نیک عمل کرنا اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا میں نیک عمل کرسکوں گا یا نہیں؟ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ (ترجمہ) یعنی ''بے شک اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے (یعنی اس کے ساتھ کسی بھی طرح کا کفر کیا جائے) اور کفر وشرک سے نیچے جو (جرم) ہے معاف فرمادیتا ہے جس کے لئے چاہے۔'' [سورۂ نسا–۴۸]

تو رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے (جواب میں) یہ آیہ کریمہ لکھا کر وحشی کو ارسال فرمائی۔ انہوں نے پڑھ کے پھر عریضہ بھیجا کہ حضور! اس آیت میں بھی ایک شرط مذکور ہے (کہ مغفرت کا مدار اللہ کی مشیت پر ہے) تو میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے کون سے گناہ کو بخشنا چاہے گا اور کس کو نہیں چاہے گا؟ (راوی کا بیان ہے) تب اُس آیت مبارکہ کا نزول ہوا جو اوپر (معروضات آدم علیہ السلام کے ضمن میں) مذکور ہوئی یعنی:

''قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُO (ترجمہ) اے نبی! (میرے بندوں کو خبر دیدو کہ) اے میرے وہ بندو! جنھوں اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔ بے شک اللہ کل گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ ہے ہی بڑی بخشش والا، مہربانی والا۔'' [سورۂ زمر–۵۳]

تو اب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ لکھوا کے ارسال فرمائی۔ اب چونکہ (حضرت) وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس (نامۂ مبارکہ) میں کوئی شرط نہیں ملی اس لئے آپ نے مدینہ طیبہ آکر اسلام قبول کرلیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ [روایت ابن عباس پوری ہوئی]

وقتِ جاں کنی کی توبہ

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ، اپنے شیخ خلیل ابن احمد سے سن کر، ان کی پوری سند کا اجمالی حوالہ دیتے ہوئے بطریق عبدالرحمن سلمی تابعی رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے روایت لائے کہ عبدالرحمن سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک موقعہ پر) مدینہ منورہ میں، چند صحابۂ کرام پر مشتمل ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ وہاں ان میں سے ایک صحابی (مجہول الاسم) نے (حدیث سنائی کہ) کہا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا :

مرنے سے آدھے دن پہلے، کی ہوئی توبہ مقبول

''من تاب قبل موته بنصف يوم تاب الله عليه۔
(ترجمہ) جو بندہ مرنے سے آدھا دن پہلے توبہ کرلے اس کی توبہ اللہ قبول فرمالے گا تو میں نے یہ حدیث سن کر (صحابی مذکور سے) عرض کیا: کیا آپ نے یہ حدیث شریف واقعی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (براہ راست) سنی تھی؟ فرمایا: ہاں، تو اس پر دوسرے صحابی (مجہول الاسم۔ جو وہاں تشریف فرما تھے) بولے :(یہ حدیث شریف میں نے بھی سنی تھی مگر) یوں سنی تھی کہ حضور نے فرمایا:

''من تاب قبل موته بساعة تاب الله عليه۔ (ترجمہ) جو بندہ اپنی موت سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔''

(راوی نے کہا) نیز ایک اور صحابی نے (جو وہاں موجود تھے) بتایا: اور میں نے حضور سے (یہ حدیث شریف اس طرح سنی تھی) فرمایا :

آثارِ موت طاری ہونے سے ذرا پہلے کی توبہ بھی قابلِ قبول

''من تاب قبل الغرغرة تاب الله عليه۔ (ترجمہ) یعنی جو بندہ خرخراہٹ سے پہلے توبہ کرلے گا تو اس کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالے گا۔''

[روایت عبدالرحمٰن سلمی پوری ہوئی]

رحمٰن کتنا اچھا — اور انسان کتنا ''ویسا''

اسرائیلی خبر: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے، باسناد تام، حضرت محمد ابن مُطَرِّف علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے (اپنے بعض کلام میں) فرمایا: ويحُ ابن آدم - الخ آدمی کتنا ''ویسا'' ہے (یعنی کتنا بُرا یا بھولا یا جری) کہ (میرا) گناہ بھی کرتا ہے پھر مجھ سے معافی بھی مانگتا ہے تو (مجھے رحم آجاتا ہے لہٰذا) میں معاف فرمادیتا ہوں۔ تو وہ کتنا ''ویسا'' ہے کہ نہ گناہ سے رُکتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ تو اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

تائب صادق کے آنسوؤں نے گناہوں کی آگ بجھادی

اسرائیلی خبر : حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ محمد ابن فضل کی تحدیث، باسناد تام نقل کرتے ہوئے امام اعمش سے راوی ہیں آپ ایک محدث (مجہول الاسم) کے توسط سے حضرت مغیث ابن سُمَی سے راوی ہیں (علیہم الرحمہ) فرمایا: اگلے زمانے میں ایک شخص تھا کہ معصیت کے کاموں میں برابر لگا رہتا تھا، آخر ایک دن راہ چلتے چلتے اپنی گذشتہ حالت بد کے بارے میں سوچ وچار کیا اور گناہوں کا (احساس کر کے شرمندہ ہوا تو اخلاص کے ساتھ اس نے) تین بار کہا: اللھم غفرانک یعنی اے اللہ! تجھ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں پھر (اتنے ہی میں) اسی وقت اسے موت نے آلیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (کرم فرمایا اور) اسے بخش دیا۔

بندے کا انجام تین حال سے خالی نہیں

خلیل اللہ کو ہدایت : حضرت محمد ابن عجلان، حضرت مکحول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناقل ہیں آپ نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے، ملکوت سماوات کی طرف اپنے عروج کے وقت ایک آدمی کو زنا کرتے ملاحظہ فرمایا تو (آپ کو برا لگا، غصہ آیا لہٰذا) اس کو آپ نے ہلاکت کی بددعا دی، اللہ نے (دعا قبول فرمائی اور) اسے ہلاک کردیا۔ پھر ایک اور بندہ کو ملاحظہ فرمایا کہ چوری کر رہا ہے۔ اس کو بھی بددعا دے دی۔ تو اللہ نے اسے بھی ہلاک فرمادیا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا اے ابراہیم! تم میرے بندوں کو (یوں ہی) رہنے دو[۱] کیونکہ بندہ تین حالتوں کے درمیان ہے۔ یا

[۱] یعنی بدکاروں پر بددعا مت کرو۔ کرنی ہوتو دعائے اصلاح وہدایت کرو بددعا سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔ ۱۲

ترغیبات

تو (مرنے سے پہلے) توبہ کر کے سدھر جائے گا اور میں توبہ قبول فرمالوں گا یا اس کی نسل میں کوئی نیک بندہ پیدا ہوگا (اور اس کی عبادت وصلاح ودعاؤں سے اسے فائدہ پہنچے گا) اور یا اس کی بدبختی غالب آئے گی (اور کفر وضلالت ہی پر مرے گا) جس کے پیچھے عذاب جہنم ہے۔ (یعنی جب بندہ ان تین حالتوں سے خالی نہیں تو دعائے ہلاکت کی کیا ضرورت؟)

رحمت الٰہی سے مایوسی مسلمان کا شیوہ نہیں

نتیجہ: (مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نتیجہ نکالا کہ کہا) خبر مذکور میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ جب صحیح توبہ کر لیتا ہے (یعنی شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف مخلصانہ رجوع کرتا، معافی چاہتا اور سدھرنے کی ٹھان لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ لہٰذا (گنہگار سے گنہگار) کو بھی اللہ رحیم و کریم کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ خود اُس کا ارشاد ہے (قرآن شریف میں فرماتا ہے):

''إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ٥ (ترجمہ) بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔'' [سورۂ یوسف — ۸۷/کنز الایمان]

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

''وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ۔ (ترجمہ) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔'' [سورۂ شوریٰ — ۲۵/کنز الایمان]

گناہ پر اصرار زہر، توبہ تریاق

تنبیہ مصنف: لہٰذا عقلمند کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے رہے (توبہ کرتا رہے) اور گناہ پر اصرار نہ کرے (اڑا نہ رہے) کیونکہ سچی توبہ کر لینے والا، گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار وہی گناہ دہرالیا ہو۔(۱)

[چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث شریف میں ہے کہ]

صحیح استغفار، اصرار کا نافی

حدیث شریف: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرة۔ (ترجمہ) یعنی جس بندہ نے مغفرت چاہی (سچے دل سے توبہ کی اور معافی مانگی) وہ گناہ پر اصرار کرنے والا (ڈٹا رہنے والا) نہیں ٹھہرے گا۔ اگرچہ ستر مرتبہ اس سے توبہ شکنی ہوئی ہو۔'' (مگر ہر بار سچی توبہ کرتا رہا ہو)

توبہ واستغفار کی کثرت رب کو محبوب

حدیث شریف: ایک اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''واللہ انی لأتوب-الحدیث۔ (ترجمہ) میں (خود نبی، معصوم ہوتے ہوئے بھی) بخدا دن میں (روزانہ) ستر بار اللہ تعالیٰ کی طرف (توبہ واستغفار کے ساتھ) رجوع کرتا ہوں۔''

نماز توبہ، گناہ کے لئے تریاق

حدیث شریف: اور مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے آپ نے (اولاً بطور تمہید) فرمایا: میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (بلاواسطہ) کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جو نفع دینا چاہتا دیتا (یعنی میں بتوفیق الٰہی اس پر عمل کرتا) اور جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص حضور کی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے حلف لیتا(۱) اگر وہ قسم کھالیتا (اور مجھے مطمئن کر دیتا) تو اب اسے سچا جانتا (اور پھر حدیث کے اقتضا پر عمل کرتا)

[۱] مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف توبہ وانابت وہی مفید ہے جو پوری بھی ہو اور سچی بھی ہو محض زبانی توبہ وطلب معافی، ہرگز کافی نہیں اور توبہ تام وصادق یہ ہے کہ اعتراف جرم کے ساتھ دل میں ندامت ہو اور دل وزبان سے بار بار بقیہ دوسرے کالم میں

پہلے کالم کا بقیہ......
معافی ومغفرت بھی مانگے اور دل میں اور زبان پر سچا عہد وعزم بھی ہو کہ اب دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور جرم اگر کسی بندہ کے حق ومظلمہ سے متعلق ہو تو اس سے معافی اور تلافی بھی شرط ہے اسی طرح اگر وہ اللہ کے ایسے حق سے متعلق ہے جس کا تدارک ممکن تو اس کا تدارک بھی لازم جیسے چھوٹے ہوئے روزے نماز کی قضا۔ زکوۃ کی ادائے گی وغیرہ پھر اگر توبہ وعہد ٹوٹ جائے اور دوبارہ سہ بارہ ویسے ہی پھر سچی اور پوری توبہ کرلی تو وہ گناہ پر اصرار کرنے والا (باغی، سرکش، گمراہ) نہیں ٹھہرے گا اور یاد رہے کہ دلوں کا صدق وکذب، پشیمانی وبے باکی وغیرہ کیفیات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہیں، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

اس تمہید کے بعد آگے فرمایا:

روایت صدیق اکبر:۔۔۔حضرت ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے ایک حدیث سنائی (۱) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامن عبد یذنب ذنبا فیتوضأ۔۔۔۔۔۔۔۔الحدیث۔

(ترجمہ) جب کسی بندہ سے کوئی گناہ ہوجائے (پھر احساس گناہ اُسے توبہ کی طرف مائل کرے) تو وہ اچھی طرح (کامل) وضو کرکے دو رکعت نماز (نفل) پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرمائے۔(۲)

پھر حضور نے (استشہاداً) یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

"وَمَن يَعۡمَلۡ سُوٓءًا أَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهُۥ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا۝ (ترجمہ) جو بندہ کر بیٹھے کوئی برا کام یا اپنی جان پر ظلم پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا بڑا مہربان۔" [سورۂ نسا—۱۱۰]

اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ حضور نے (اوپر والی آیت کی جگہ) یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی تھی:

"وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوۡ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسۡتَغۡفَرُواْ لِذُنُوبِهِمۡ وَمَن يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمۡ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ۝ أُوْلَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغۡفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمۡ وَجَنَّٰتٌ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَنِعۡمَ أَجۡرُ ٱلۡعَٰمِلِينَ۝ (ترجمہ) اور وہ جو کہ کر بیٹھیں کوئی بے حیائی کا فعل یا کریں اپنی جانوں پر ظلم اللہ کا دھیان آنے پر اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جسے بخشنے کا اختیار ہو، اور انہوں نے

[۱] یعنی میں ناقل حدیث سے، حصول اطمینان کے لئے کہتا کہ قسم کھا کر کہو کہ یہ حدیث تم نے خود، براہ راست رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی اور وہ تمہیں ٹھیک ٹھیک یاد بھی ہے، اس میں تم سے کچھ کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔ ۱۲

[۲] یعنی ابوبکر صدیق سے حلف لئے بغیر حدیث سن لی اور صحیح مان لی کیونکہ صدیق اکبر تو سب کے نزدیک مسلم ثقہ ہیں ان سے قسم کھلوانے کی ضرورت نہیں تھی، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

اپنے کئے پر دیدہ ودانستہ اصرار نہیں کیا تو ایسوں کے لئے جزا ہے ان کے رب کی بخشش اور ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور کتنی اچھی مزدوری ہے مزدوروں کی۔" [سورۂ آل عمران—۱۳۵-۱۳۶]

ابلیس کا بہکانا کب تک؟ توبہ کی مقبولیت جب تک!

حدیث شریف: اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لما اھبط اللہ عزوجل ابلیس علیہ اللعنۃ-الحدیث۔

(ترجمہ) جب اللہ عزوجل نے ابلیس لعین کو نیچے پھینکا تو بولا: تیری عزت وعظمت کی قسم میں ابن آدم کا پیچھا اس وقت نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کی روح اس کے قالب سے جدا نہیں ہوجاتی تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت و عظمت کی قسم: میں اپنے بندہ سے توبہ اس وقت تک محجوب نہیں کروں گا جب تک اسے خرخراہٹ کی نوبت نہ آجائے۔"(۱)

بدی لکھنے میں تاخیر، نیکی لکھنے میں تعجیل

حدیث شریف: حضرت قاسم (علیہ الرحمہ) سیدی ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"صاحب الیمین امین علی صاحب الشمال-الحدیث۔ (ترجمہ) داہنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتہ پر امین ہے (یعنی اس کی نگرانی پر متعین ہے) جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو صاحب یمین اس کے لئے (فوراً) دس حسنات لکھتا ہے اور جب کوئی بدعملی کرتا ہے تو صاحب شمال لکھنا چاہتا ہے لیکن صاحب یمین اسے روک دیتا ہے، کہتا ہے (تھوڑا) توقف کر تو وہ دن کی چھ یا سات گھڑی تک لکھنے سے رُکا رہتا ہے پھر اگر (اس اثنا میں) بندہ نے اس گناہ سے استغفار کرلیا تو وہ کچھ نہیں لکھتا اور اگر استغفار نہیں کیا تو صرف ایک ہی بدی لکھتا ہے۔

[۱] یعنی جب تک بندے پر موت کے آثار طاری نہیں ہوجائیں گے اسے توبہ و استغفار کی گنجائش ملی رہے گی۔ ۱۲

.........جاری

از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ*

منقبت نگاری کی اہمیت و افادیت

نعت گوئی سرتا پا عبادت ہے اور منقبت نگاری بھی۔ منقبت کو نعت کی سہیلی کا نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ نعت کا تعلق خاص ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور منقبت کا تعلق وارثینِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ نعت قدم قدم پر احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ تھوڑی سی بے توجہی خطرات کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ نعت نگاری تیز تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ یعنی نعت میں چوطرفہ قیود ہیں۔ نعت گوئی میں احتیاط ہی سعادتِ دارین کے دروا کرتی ہے۔ نعت نگاری کی طرح منقبت نگاری میں بھی شریعت کا پاس و احترام لازمی ہے۔ یہاں حسنِ خیال کی حکمرانی ہوتی ہے۔ آپ اپنے فکر و خیال میں جتنی وسعت وشفافیت لانا چاہیں لا سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ شریعت کی حدیں پیشِ نگاہ ہوں اور وسعتِ خیال اور رفعتِ فکر صداقت کے منافی نہ ہو ورنہ شریعت اپنا حکم نافذ کرے گی۔ آپ جو کہہ رہے ہیں آپ کا ممدوح اس کا آئینہ دار ہے یا نہیں۔ فی زمانہ ایسا ہوتا بہت کم ہے۔

شعرا کی اکثریت زمینی سطح کے افراد کو چند سکّوں کے عوض آسمان کی بلندی پر بٹھا دیتی ہے۔ اس سے صداقت کی پیشانی شکن آلود ہوتی ہے اور روایتوں سے اعتماد اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک عامی کا عرس اس اہتمام سے ہوتا ہے جیسے سامنے والا وقت کا غوث یا قطب الارشاد رہا ہو۔ شعرا یہاں اپنی جھولی کے بھرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے۔ منقبت نعت کی سہیلی ہے تو اس کا احترام بھی اسی انداز سے ہونا چاہیے تاکہ جب بھی بارگاہِ خدا و رسول میں حضوری یا پیشی ہو تو ندامت کا سامنا نہ ہو۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے، رازق اللہ ہے اور اس پہ یقینِ کامل ہونا چاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اپنے محبوب کی نعت بیان فرماتا ہے۔ نعت کا شرف یہ ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا ذاتِ الٰہی سے وابستہ ہے۔ جب کچھ نہ تھا اللہ اپنے محبوب کی نعت بیان فرماتا تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تب بھی نعت بیانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ نعت اور منقبت دونوں کی تاریخ قدیم ہے۔ ربِّ کائنات نے جہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کی ہے وہیں اپنے محبوب کے محبوبوں کی منقبت بھی کہی ہے۔ قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ میں اس کے بکثرت شواہد ستاروں کی طرح دمک رہے ہیں۔

قرآنِ مقدس مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں کا سب سے جامع مجموعہ ہے، اس لیے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور کلامِ الٰہی سے افضل کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ جب اہلِ عرب نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے سے انکار کیا تو قرآنِ حکیم نے انھیں چیلنج کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس جیسا ایک سورہ لے آؤ اگر تم تنہا نہ لا سکو تو سب مل کر لاؤ، قرآنِ مقدس کے چیلنج کو سن کر کفارِ مکہ کی زبانیں گنگ ہوگئیں، ان کے قلم خشک ہوگئے اور ان کا دعوئ فصاحت و بلاغت قرآن عظیم کی عظمتوں کی دہلیز پر سجدہ ریز ہو گیا۔

علما بیان فرماتے ہیں کہ قرآنِ مقدس سورۂ فاتحہ کی الف سے سورۂ ناس کی سین تک نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ قرآن حکیم جہاں بوستانِ نعت ہے وہیں وارثینِ مصطفیٰ، عشاقِ مصطفیٰ اور فدایانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب کا گلستان بھی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ مناقب کے نمونے ملتے ہیں۔ اس لیے پورے وثوق و اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح نعتِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ قدیم ہے اسی طرح مناقب کی تاریخ بھی قدیم ہے۔

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

سورۂ فاتحہ قرآنِ مقدس کا اولین سورہ ہے۔ سورۂ فاتحہ حمد خدا بھی ہے نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے اور مومنین و صالحین کی منقبت بھی ہے۔ پورے سورۂ فاتحہ کی تفسیر بیان کریں تو مقالہ طویل ہی نہیں بلکہ ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کرلے اور یہاں اتنا وقت ہے نہ اتنی گنجائش ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق منقبت نگاری کے حوالے سے اب تک کوئی سنجیدہ بحث نہیں ہوئی ہے۔ نعت پہ بحث ہوتی رہتی ہے اور عصر حاضر میں نعت پورے طور پر ذہنوں پر حاوی ہے، اس حوالے سے بڑے علمی، تحقیقی اور سنجیدہ مقالات لکھے جارہے ہیں۔ پورے برصغیر ہندو پاک پر نعتیہ فکر حاوی ہے، خصوصاً پاکستان اس باب میں سرِفہرست ہے، فنِ نعت پر جس انداز سے بحثیں ہورہی ہیں اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صدی نعت کی صدی ہے۔ محققینِ نعت و ناقدینِ نعت کو منقبت کے تعلق سے بھی سوچنے کی ضرورت ہے۔ چوں کہ مناقب کا بہت بڑا سرمایہ ہماری ذاتی لائبریریوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

یہ فن زندہ بھی ہے اور توانا بھی۔ اگر اسے تھوڑی سی تحریک مل جاتی ہے تو ادبی و لسانی سرمایوں میں اچھا خاصا اضافہ ہوجائے گا۔ منقبت نعت ہی کی خوش بو سے تیار ہوتی ہے۔ یہ فن کسی سہارے کی تلاش میں ہے۔ اصنافِ شعری میں منقبت سب سے غریب صنفِ سخن ہے۔ اس کی غربت پہ کبھی کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہ فن نعت ہی کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ نعت گو شعرا نے بھی کبھی اس کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔ اسے بحیثیت فن کے متعارف کرانے کی کبھی کوشش نہیں ہوئی جب کہ منقبت ہر صاحبِ دیوان شاعر کی حویلی میں نعت کے پہلو میں جگہ پاتی رہی ہے۔

راقم الحروف نے اب تک قریب تین سو سے زائد مناقب کہے ہیں۔ اسلام کی مختلف بڑی شخصیات کی بارگاہوں میں ہم نے خراجِ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش ہنوز جاری ہے، ان شاء اللہ بہت جلد خالص مناقب پر مشتمل ہمارا شعری مجموعہ منظرِ عام پر آنے والا ہے، ہماری معلومات کی روشنی میں مناقب پر مشتمل پہلا ضخیم شعری مجموعہ ہوگا، منقبت کو فن کی حیثیت سے متعارف کرانے کی ہماری بہت دنوں سے کوشش جاری ہے، ہمارے ساتھ مجبوری یہ ہے کہ ہم ہجرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں بات کرنے کو بھی زبان ترستی ہے۔ اگر ہم اپنے وطن میں ہوتے تو اس حوالے سے بہت کچھ کرجاتے۔

بہرکیف! صرف قرآن مجید سے مناقب پر مشتمل آیات اور ان کی تفاسیر جمع کردی جائیں تو مجلدات تیار ہوسکتی ہیں۔ قرآنِ مقدس میں علما، فقہا، شہدا، صدیقین اور صالحین کی بات کیا کہیں عام مومنین کے مناقب کے بکثرت نمونے موجود ہیں، قرآنِ مقدس نے مراتب کا بہرصورت خیال رکھا ہے اور ہم مراتب کا خیال نہیں رکھتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن سے میں نے منقبت نگاری سیکھی۔ ''حدائق بخشش'' میں مناقب کے نمونے بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت تاحیات قرآن مجید فرقان حمید سے نور اخذ کرتے رہے۔ ان کی حیات کی کوئی سانس قرآنی منشا و مزاج کے خلاف نہیں۔ ان کی ولادت مسلمانوں میں قرآنی نظام ہی قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی۔ مناقب کے حوالے سے انھوں نے قدم قدم پر قرآنی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ مناقب کے باب میں اعلیٰ حضرت نے بھی مراتب کا خیال رکھا ہے۔ پہلے قرآنِ حکیم کے اندازِ مناقب نگاری کے چند نمونے ذیل میں پیش کرتے ہیں پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور دوسرے نمائندہ شعرا کے دواوین سے نمونے پیش کریں گے۔

سورۂ فاتحہ قرآن حکیم کی پہلی سورت ہے۔ اس سورت کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر نمازی مسلمان پانچوں وقت نماز میں اس کی تلاوت کا التزام کرتا ہے۔ بغیر اس کی تلاوت کے کوئی بھی نماز کامل نہیں ہوگی۔ اس پوری سورت کی حیثیت دعا کی ہے۔ اس سورت میں حمدِ الٰہی بھی ہے، نعتِ مصطفیٰ بھی اور صالحین، عابدین، خاشعین اور متقین کی منقبت بھی ہے۔ پوری سورت کا ترجمہ ذیل میں ملاحظہ کریں:

''سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا، بہت مہربان رحمت والا، روزِ جزا کا مالک، ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں، ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔'' (ترجمہ کنزالایمان)

مذکورہ سورت میں دو آیتیں ایسی ہیں جن کا تعلق مناقب سے ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہم کو سیدھا راستہ چلا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے کیا مراد ہے، ایک جگہ سیدی اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب و حلال و حرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے لہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محکم ہے۔ شریعت ''راہ'' کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کا ترجمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ، یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص، یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ! ہم کو محمد ﷺ کی راہ چلا ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس و امام ابو عالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: الصراط المستقیم رسول اللہ ﷺ و صاحباہ رواہ عن ابن عباس الحاکم فی صحیحہ و عن ابی العالیہ من طریق عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید و ابناء جریج و ابی حاتم و عدی و عساکر و فیہ فذکرنا ذالک للحسن فقال صدق ابو العالیہ و نصح۔

صراطِ مستقیم محمد ﷺ اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور ابو العالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور جریج و ابی حاتم و عدی اور عساکر کے بیٹوں نے اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابو العالیہ نے خالص سچ کہا۔ یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ قرآنِ عظیم میں فرمایا ان ربی علی صراط مستقیم! بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ (القرآن الکریم ۵۶/ ۱۱)

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بد دین و گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا: وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) اور اے محبوب تم فرماؤ کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمھیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔'' (القرآن الکریم ۵۲/ ۶)

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔''

(مقال العرفان باعزاز شرع وعلما، ص ۶/ ۵)

قرآنِ حکیم کی دوسری سورت سورۂ بقرہ ہے، یہ سورت قرآنِ حکیم کی سب سے طویل سورت ہے۔ اس سورت میں بکثرت آیات ہیں جو خالص مناقب پر مشتمل ہیں، مناقب پر مشتمل صرف سورہ بقرہ سے آیات اکٹھا کر دی جائیں تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے۔ ہمارا دانشور طبقہ مناقب کے حوالے سے کبھی سنجیدہ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس فن کی خیریت تک پوچھی نہیں جاتی۔ برخلاف اس کے دیگر اصنافِ شعری پر خوب داد و

تحسین دی جاتی ہے۔ بہر حال فن منقبت نگاری ہماری شدید تر توجہ چاہتا ہے۔ اگر اہلِ زبان وقلم کی توجہ ہوجاتی ہے تو اس میں جو بے اعتدالیاں درآئی ہیں، آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گی۔ اس حوالے سے منظم انداز میں تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ سورۂ بقر کی ابتدائی آیات کا ترجمہ اور ان کی مختصر تفسیر ذیل میں ملاحظہ کریں:

”وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔“ (کنزالایمان)

مذکورہ آیات میں خطاب مومنین ہی سے ہے اور ہر آیت سے مومنین، صالحین اور متقین کے مناقب کی راہیں کھلتی ہیں، اگر ہر آیت کی تفسیر بیان کی جائے تو مقالہ کافی طویل ہوسکتا ہے، ہمارے پاس فی الوقت اتنا وقت بھی نہیں ہے۔

اگر وقت میں گنجائش ہوتی اور طبیعت میں شادابی تو اس عنوان کا حق ادا ہوسکتا تھا۔ ہم اہلِ زبان وادب کو اس فن کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ فن کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا۔ عقیدے کا رشتہ فن کار سے ہوتا ہے۔ اس لیے عقیدے کی بنیاد پر فن سے نظریں پھیر لینا جہالت ونادانی ہے۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر فن کو رد کردینا اہل ادب کی ریت بن چکی ہے۔ بہر حال قرآن مقدس کی مذکورہ آیات میں ایک آیت ہے ھدیً للمتقین اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ اس آیت کی مختصر تفسیر ذیل میں ملاحظہ کریں:

ھدیً للمتقین: اگرچہ قرآنِ کریم کی ہدایت ہر ناظر کے لیے عام ہے، مومن ہو یا کافر جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ھدیً للنّاس، لیکن چوں کہ انتفاع اس سے اہل تقویٰ کو ہوتا ہے اس لیے ھدیً للمتقین ارشاد ہوا۔ جیسے کہتے ہیں بارش سبزہ کے لیے ہے۔ یعنی منتفع اس سے سبزہ ہوتا ہے اگرچہ بے گیاہ زمین پر بھی بارش برستی ہے۔ تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں۔ نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک و کبائر وفواحش سے بچے۔ بعض نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے کہ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے، بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔ بعض نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور پرنور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے (خازن) یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ تعارض نہیں۔

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لاکر کفر سے بچنا، متوسطین کا اوامر ونواہی کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے (جمل)۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا کہ تقویٰ سات قسم ہے۔ (۱) کفر سے بچنا یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ (۲) بدمذہبی سے بچنا یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ (۳) ہر کبیرہ سے بچنا۔ (۴) صغائر سے بھی بچنا۔ (۵) شبہات سے احتراز۔ (۶) شہوات سے بچنا۔ (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔ اور قرآنِ مقدس ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے۔ ”الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ“ یہاں سے مفلحون تک آیتیں مومنین باخلاص کے حق میں ہیں جو ظاہراً و باطناً ایمان دار ہیں۔

مناقب کے حوالے سے قرآن حکیم سے بکثرت نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں۔ قرآن حکیم کا کوئی پارہ، کوئی سورہ اور کوئی رکوع ایسا نہیں ہے جس سے مناقب کا پہلو نہ نکلتا ہو قرآنِ مقدس کی آیات کی روشنی میں عناوین بھی قائم کیے جاسکتے ہیں۔ جیسے مناقبِ اہل بیت، مناقبِ صدیق اکبر، مناقبِ فاروق اعظم، مناقبِ عثمان غنی، مناقبِ مولائے کائنات، مناقبِ امہات

المومنین، مناقبِ صحابہ، مناقبِ شہدا، مناقبِ صالحین وغیرہ وغیرہ۔

قرآنِ مقدس انسانوں کے لیے نشانِ منزل بھی ہے، نظامِ زندگی بھی ہے اور دستورِ حیات بھی اور مومنوں کے لیے شفا بھی ہے اور رحمت و ہدایت بھی۔ قرآنِ عظیم میں مومنین کے مناقب کا اچھا خاصا تسلسل ہے۔ ہم قرآنِ حکیم کے ان گوشوں پر توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اطاعت شعار بندوں سے کتنی محبت فرماتا ہے اس کا اندازہ لگایا نہیں جاسکتا۔ اگر مومنین سے محبتِ الٰہی کا جلوہ دیکھنا ہو تو قرآنِ مقدس کے گیارہویں پارہ کے دوسرے رکوع کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر ملاحظہ کریں:

''اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔'' (کنزالایمان)

آیتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف وکرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے انھیں جنت عطا فرمانا ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

شانِ نزول

جب انصار نے رسولِ کریم ﷺ سے شبِ عقبہ بیعت کی تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے کچھ شرط فرما لیجیے جو آپ چاہیں۔ فرمایا میں اپنے رب کے لیے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لیے بھی گوارا نہ کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا جنت۔ (خزائن العرفان)

منقبت کو سمجھنے اور برتنے کے لیے قرآنِ حکیم کا پیشِ نگاہ ہونا ازبس ضروری ہے۔ منقبت نگاری کا چلن بہت عام ہے۔ خانقاہوں میں اس فن کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔ شعرا حضرات منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ یہاں فن کی رعایت ہوتی ہے نہ مراتب پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ ہر شاعر اپنے ممدوح کو عرش نشیں بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ نتیجے کے طور پر صداقت کا چہرہ گرد آلود ہو جاتا ہے۔ اگر حفظِ مراتب کا خیال رکھا جائے اور اصولوں کی رعایت کی جائے تو فن کا چہرہ شاداب ہوگا اور روایتوں کا دل میں احترام پیدا ہوگا۔ اس لئے منقبت نگاری پہ مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے۔

◆◆◆

ص ۵۴ / کا بقیہ............

لیکن حفظ میں پڑھنے والے طلبا کو کم وقت میں کامیابی سے ہم کنار کرانے کے لئے بڑا دلفریب ہے۔

یہاں کسی بھی بچے کو دستار حفظ وقرأت اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ ایک بیٹھک میں پورا قرآن پاک سنا دیتا ہے اور خوشی کی بات تو یہ ہے کہ جب بچے ایک بیٹھک میں پورا قرآن سنا دیتے ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مدرسے کی جانب سے بالکل مفت میں سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارگاہ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ ہر سال کی طرح امسال بھی سولہ بچوں نے ایک ہی بیٹھک میں پورا قرآن پاک سنا کر شہزادہ حضور فاتح بلگرام حضرت علامہ سید محمد بادشاہ میاں اطال اللہ عمرہ کے دست مبارک سے حفظ وقرأت کی دستار وسند حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حفاظ کرام کے علم وعمل، عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے ان کے جملہ اساتذہ کرام و والدین عظام کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

رپورٹ: محمد شاہ مخدوم رضا اشرفی جامعی، الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی

◆◆◆

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی فکری تحریکات

ایک دانش ور کا قول ہے:

''اسلام نے ملت کی تشکیل وترتیب کسی اتفاقی اور حادثاتی نسبت سے نہیں بلکہ شعوری سطح پر ایک عقیدہ، اخلاق اور دین کے حوالے سے کی ہے۔''

در اصل یکساں عقیدہ اور اخلاق رکھنے والے افراد کے اجتماع کو ہی ملت کہتے ہیں، اور مغرب جسے Nation کا نام دیتا ہے، وہ تصورِ ملت سے سراسر الگ ہے، Nation ایک محدود تصور کا نام ہے؛ جس میں بنیادی طور پر طبقاتی حدود، معاشی حدود، لسانی اور نسلی حدود نے ان کی قومیت میں اجتماعیت کا فقدان پیدا کر دیا ہے اور یہ خلیج اس لئے پیدا ہوئی کہ ان کی قومیت کے تانے بانے (Texture) میں مذہب کا دخل نہ تھا؛ جب کہ اسلام کا تصور وحدانیت اور رسالت کا اقرار اجتماعیت پیدا کرتا ہے۔ اس کا جز و لاینفک ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جس کے ذریعے ملتِ واحدہ تشکیل پاتی ہے، اخلاق اور تمدن بھی اسی کے پرتو ہیں۔

عشق رسول سے جب تک مسلمان معمور رہے کامیابی قدم چومتی رہی، باطل وطاغوتی قوتیں مسلمانوں کے اتحاد کو نہ توڑ سکیں، اس لیے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت نے مسلمانوں کو لسانی، ارضی، نسلی وغیرہ حدود و قیود سے آزاد کر کے ملت کی تشکیل کا احساس وشعور عطا کیا تھا اور جب اس محبت کو دلوں سے نکالنے کے لیے اقوامِ مغرب بالخصوص یہود و نصاریٰ نے داخلی وخارجی ذرائع سے منصوبے تیار کئے تو ملت افتراق و انتشار کی راہ پر جا پڑی۔

اقبالؔ نے ملت کی اساس جسے وہ روشنی سے تعبیر کرتے ہیں ''عشق نبوی'' کو قرار دیا: ؎

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے ﷺ اُجالا کر دے

امام احمد رضا مسلمانوں کی اجتماعیت کے خواہاں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام کے احکام کا پابند ہو جائے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قلب ونظر اور فکر وخیال میں بسا لے تا کہ پھر ماضی سے رشتہ استوار ہو جائے۔ امام احمد رضا کا ایک پیغام تھا ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' یہی امام احمد رضا کا نقطۂ نظر (Point of view) تھا۔ وہ قافلۂ اسلام کے حُدی خواں ہیں، ان کا شعور، اُلفتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے عبارت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ؎

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

یہ شعر بظاہر مختصر ہے لیکن اس میں وحدتِ ملّی کا پورا فلسفہ مستور ہے، ایک جگہ آپ رقم طراز ہیں:

''ایمان ان کی (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی) محبت وعظمت کا نام اور مسلمان وہ، جس کا کام ہے، نام خدا کے ساتھ ان کے نام پر تمام...''

امام احمد رضا نے ملت کی تشکیل تمام شعبۂ حیات کو مدِ نظر رکھ کر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر کی۔ وہ بیسویں صدی کا ابتدائی دور تھا۔ اس وقت بہت سے فرقے وجود پا چکے تھے، دنیا میں معاشی انقلاب رونما ہو رہا تھا، بلادِ یورپ ومغرب مضبوط معیشت کے قیام کے لیے عالمی منصوبے ترتیب دے رہے تھے، وہ دنیا پر سائنس وٹکنالوجی اور دیگر علوم وفنون کے ذریعے معاشی استحکام اور غلبہ چاہتے تھے، قومِ یہود عالمی نظامِ بینک کو کنٹرول کرنا چاہ رہی تھی۔

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹر اکے رکن ہیں۔

اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی نے مسلمانوں کو اپنی مضبوط معیشت کے قیام کے لیے دعوتِ فکر دی تھی اور اس سلسلے میں منصوبہ سازی کی تھی (تفصیل کے لیے آپ کی تصنیف ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' دیکھیں) ۶۵؍ سے زائد علوم و فنون پر مشتمل علمی ذخائر قوم کو عطا کیے؛ جن کا ماخذ و منبع قرآن مقدس اور احادیث طیبہ تھے۔

امام احمد رضا نے اپنی تعلیمات میں سائنس وٹکنالوجی اور دیگر علوم وفنون کی بنا ''دین و ایمان'' پر رکھی، بدلتے ہوئے افکار کے دھارے میں تعلیماتِ امام احمد رضا مسلمانوں کی متاعِ گم گشتہ کو واپس دلا رہی ہیں، وہ متاع ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے جو مسلمانوں کو جہاں گیر و جہاں باں بناتی ہے۔ متفرق فکر وخیال اور نظریات کے طوفان نے ملت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد:

''ہر لٹریچر اپنے ساتھ فکر وخیال کی ایک دنیا لے کر چلتا ہے؛ اس لیے گزشتہ صدی میں مغربی نصاب نے ہمارے ملی اور فکری ڈھانچہ کو بکھیر کر رکھ دیا۔۔''

اسی لیے امام احمد رضا نے مغربی نظامِ تعلیم کی مذمت کی ہے، فرماتے ہیں:

''ہیہات ہیہات (افسوس افسوس) اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔''

امام احمد رضا نے ہر اس فکر کی نشان دہی کی جس کے ذریعہ فکر اسلامی کو نقصان پہنچ رہا تھا یا جو ایمان وعمل کو کم زور کرنے کا موجب تھی، اسلامی خیالات کو تب وتاب عطا کرنے والے لٹریچر آپ نے عطا کیے؛ جن پر اب عصری اداروں اور یونی ورسٹیوں میں ریسرچ ہو رہی ہے۔

عصر حاضر میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ عالمی زبانوں میں امام احمد رضا کی کتابوں کے تراجم کیے جائیں اور اقوام عالم میں انہیں عام کیا جائے۔ اس سلسلے میں اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی وعربی زبانوں میں بھی امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کی ضرورت ہے؛ بعض عالمی اداروں نے پیش رفت کی ہے جو لائق تحسین ہے۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی پسماندگی دور کرنے اور تعلیم وتعلّم سے ٹوٹے ہوئے سلسلے کی استواری کے لیے امام احمد رضا کے پیغام ونظریات کا ابلاغ ازحد ضروری ہے، برطانوی دانش ور کیمبرج یونی ورسٹی برطانیہ کے نومسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (م ۱۹۹۸ء) فرماتے ہیں:

''حضرت امام احمد رضا بریلوی اس علمی روایت کے لیے سامنے آئے جو مغرب میں اپنی موت مر چکی ہے، ان کا مقصد علم کو ممکنہ حد تک وسیع کرنا تھا۔ ایسا علم جس کا محور اسلامی فنون سے پھوٹنے والی دانش وحکمت تھی۔ ایسا علم جس کا ایک ہزار سالہ قدیم روایت سے گہرا رابطہ تھا۔۔''

امت مسلمہ کی بازیابی کے لیے امام ممدوح نے اس وقت کام یاب کاوشیں کیں جب مغرب نے شمشیر وسناں کی بجائے علمی وتہذیبی اور فکری وعمرانی حملے ملت پر کیے۔ وسائل علم ہوں یا حیاتیاتی شعبہ جات ہر جگہ تہذیب وتمدن، ثقافت وروایات کے گہرے اثرات ملتے ہیں، مادیت اور مغربی علوم کے ساری دنیا میں بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ سے ان کی تہذیب وکلچر کے اثرات رفتہ رفتہ مسلمانوں پر ہونے لگے، امام احمد رضا اسی لیے ہر سطح پر اور ہر جہت سے مسلمانوں کو اسلام کا تابع و پابند دیکھنا چاہتے تھے کہ جب زندگی اسلامی احکام کے مطابق بسر ہوگی تو دوسروں کی تہذیب، تمدن، آئیڈیالوجی اور نظریات مسلمانوں کی فکر وبصیرت اور قلب وذہن پر مرتسم نہ ہو سکیں گے۔

اس نہج پر امام احمد رضا کی تصنیفات وتالیفات کی ترویج و اشاعت اور ان کی تشہیر وترسیل وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ پھر امام احمد رضا کے پیغامات کے ذریعے عامۃ المسلمین میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پھونکی جا سکے اور ملتِ واحدہ کی تشکیل ممکن ہو سکے، موجودہ حالات کے تناظر میں امت مسلمہ میں فکری اتحاد اور قوتِ عمل کی بے داری کے لیے آپ کے علمی وفکری شہ پارے مطالعہ کیے جائیں تاکہ حوصلوں کو عزم جواں ملے۔

◆◆◆

منظومات

جلوۂ اسوہ سرکار خیالوں میں رہے

(از: محبوب گوہر اسلام پوری)

جلوۂ اسوہ سرکار خیالوں میں رہے
ان کے کردار کی تنویر مثالوں میں رہے

اس کی بوندوں سے بہاروں کی ہوئی نَشو ونُما
روغنِ نور جو سرکار کے بالوں میں رہے

کیا کرے ظلمتِ پُر ہَول تعاقب اس کا
جو ہمہ وقت تقدس کے اجالوں میں رہے

ان کی مدحت نے بلندی کی وہ دنیا بخشی
کتنے بے وقعت عالم بھی کمالوں میں رہے

شاتمان شہ بطحا کی ہے تشویش عجب
وہ ہر اک وقت گھرے سخت سوالوں میں رہے

ہم بھی تو ان کی عنایات کے گرویدہ ہیں
ہم بھی تو ان کے سدا چاہنے والوں میں رہے

جن کا عنواں ہو معراج محمد کی اساس
وسعت فکر نہ کیوں ان کے مقالوں میں رہے

بقیہ ص ۲۴ ر پر

چرخِ دیں کے مہرِ تاباں ہیں امام احمد رضا

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی)

چرخِ دیں کے مہرِ تاباں ہیں امام احمد رضا
روحِ سنت جانِ ایماں ہیں امام احمد رضا

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ناپاک باطل کا مشن
عظمتِ حق کے نگہباں ہیں امام احمد رضا

ان کی تصنیفات کی خوشبو ہے پھیلی ہر طرف
علم و حکمت کے گلستاں ہیں امام احمد رضا

ان کی تحقیقات تھی ہے اور رہے گی بے بدل
کشور افکار کی شاں ہیں امام احمد رضا

کوئی طاقت دوران سے کر نہیں سکتی ہمیں
دردِ قلب و جاں کے درماں ہیں امام احمد رضا

کیوں نہ خم ہو رو بروان کے فضائل کی جبیں
کوہ القابِ نمایاں ہیں امام احمد رضا

عظمتیں کرتی ہیں ان کے کارناموں کو سلام
آبروئے عشق و عرفاں ہیں امام احمد رضا

بقیہ ص ۱۹ ر پر

پھر مجھے گنبد خضریٰ کی زیارت ہوگی

(از: قاری نعیم الدین قادری گلاپوری)

میرے محبوب کی جب نظرِ محبت ہوگی
پھر مجھے گنبد خضریٰ کی زیارت ہوگی

جن کے دل میں مرے آقا کی محبت ہوگی
ایسے لوگوں کی قیامت میں شفاعت ہوگی

جس عبادت میں نہیں عشقِ شہنشاہِ عرب
رب کو منظور نہیں ایسی عبادت ہوگی

انبیا اور رسل غوث و قطب، فردِ بشر
حشر میں سب کو شہِ دیں کی ضرورت ہوگی

نارِ دوزخ میں جلے گا وہ بروزِ محشر
جس کے دل میں مرے آقا کی عداوت ہوگی

بقیہ ص ۲۷ ر پر

اہلِ سنت کے لیے شوکت امام احمد رضا

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک)

ہیں نقی کے باغ کی نکہت امام احمد رضا
اہلِ ہندوستان کی عظمت امام احمد رضا

ہیں خدا کی اک بڑی نعمت امام احمد رضا
اہلِ سنت کے لیے شوکت امام احمد رضا

دیکھ کر دیوان ان کا بولا ایوانِ ادب
نازشِ علم و ادب حضرت امام احمد رضا

حفظِ ناموسِ رسالت کے لیے تھے وقف وہ
اسی کے ہیں حامل رفعت امام احمد رضا

ہند کا حسان ان کو کہتے ہیں اہلِ خرد
یوں ہیں مَدّاح شہ خلقت امام احمد رضا

بقیہ ص ۱۹ ر پر

سرزمین ناسک پر پہلی بار جشن یوم امام اعظم

مورخہ یکم فروری 2025ء مطابق 2 رشعبان المعظم 1446ھ بروز سنیچر شہر ناسک کے مفتی ساز مرکزی ادارہ امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک و جماعت رضائے مصطفی شاخ ناسک کے زیر اہتمام میرج کرنگرنز دسہیا دری ہاسپٹل وڈالا روڈ میں اپنی نوعیت کا منفرد اور ایک عظیم الشان اجلاس بنام جشن یوم امام اعظم منعقد ہوا۔ اس سرزمین کا یہ اجلاس خطیب شہر ناسک الحاج حافظ حسام الدین اشرفی کی قیادت اور فاضل علوم اسلامیہ فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی مشاق احمد امجدی کی پاکیزہ صدارت میں منعقد ہوا، جب کہ نظامت کے فرائض محب گرامی قدر حضرت مولانا عرفان رضا قادری نے انجام دی۔

اس بابرکت محفل میں علم وعرفان کی روشنی بکھیری گئی، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ، آپ کے علمی مقام ومرتبہ اور امت مسلمہ پر ان کے احسانات کو اجاگر کیا گیا، محفل کا آغاز بعد نماز عشا فوراً عمل میں آیا سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی گئی جس میں مقامی ثنا خوانوں نے بارگاہ رسالت مآب میں نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ نعت شریف کے سوغات پیش کیے۔

بعدہ امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر کے ہونہار ریسرچ اسکالر حضرت مولانا محمد رضا امجدی نے بہترین انداز میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشخصیت پر تفصیلی بیان کیا، انہوں نے امام اعظم کے علمی کمالات، زہد وتقویٰ، فقہی بصیرت اور امت پر ان کے احسانات پر روشنی ڈالی، جس سے سامعین بے حد مستفید ہوئے، بعد ازاں، صدر باوقار فاضل علوم اسلامیہ حضرت مفتی مشاق احمد امجدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنا صدارتی خطبہ پیش کیا، آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں اس محفل نور کے انعقاد کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی نیز فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دین کے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جس انداز سے مرتب کیا ہے وہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے، مذہب امام اعظم کو اللہ عزوجل نے اتنی شہرت ومقبولیت بخشی ہے کہ تقریباً ہر دور میں مذہب حنفی ہی مملکت اسلامیہ کا سرکاری مذہب رہا ہے۔

اس بابرکت محفل کی رونق کو مزید دوبالا کرنے کے لیے خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ (سابق استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور) خصوصی طور پر تشریف لائے اور اپنے خصوصی خطاب وبیان سے سامعین کو نوازا آپ نے اپنے عالمانہ خطاب میں امام اعظم کی عبقریت اور آپ کے مدارج وکمالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور امت مسلمہ پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے احسانات کو عوام کے سامنے واضح کیا۔ ان کے بیان میں علمی گہرائی اور فکری وسعت نے سامعین کے دلوں کو روشنی بخشی اور امام اعظم کی شخصیت سے مزید قریب کردیا، آپ نے فرمایا حضرت مفتی مشاق احمد امجدی صاحب نے یاد امام اعظم کی جو بنیاد ڈالی وہ نہ صرف لائق ستائش اور قابل تقلید ہے بلکہ ناسک کی تارخ میں ایک سنہرے باب کا خوب صورت اضافہ ہے، اللہ پاک ان کی اس دور اندیشی اور پاکیزہ قیادت کو سلامت رکھے، ان شاء اللہ جب تک حیات باقی ہے فقیر اس جشن میں ہر سال پابندی سے شرکت کرے گا اور ہر سال اس جشن کے لیے گیارہ سو روپے کی نذر پیش کرتا رہے گا۔

بعدہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے فاضل محقق مفتی مشاق احمد امجدی حفظہ اللہ کی تازہ ترین تصنیف ''برکات امام اعظم'' کی رونمائی عمل میں آئی اور اس کتاب کا پہلا نسخہ خطیب شہر ناسک الحاج حسام الدین اشرفی دام ظلہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جبکہ دوسرا نسخہ محبوب العلما حضرت مفتی محبوب عالم رضوی دامت فیوضہم کو دیا گیا۔

یقیناً مفتی مشاق احمد امجدی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ اپنی خدمات جلیلہ سے پہچانے جاتے ہیں، پچھلے کئی سالوں سے علمی حلقوں میں آپ کے کارہائے نمایاں نے بیش بہا اضافہ کیا ہے، انہیں میں سے برکات امام اعظم ایک قیمتی سرمایہ اور عوام وخواص سب کے لیے یکساں افادیت کا حامل

ہے۔ اپ کی یہ قلمی خدمت قابل داد وتحسین ہے اور ہم حضرت کی خدمت میں ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہیں۔ رب کریم آپ کے اقبال مزید بلند فرمائے۔

بعدہ مفتی صاحب قبلہ نے دستور اہل سنت کے مطابق تمام معزز مہمان کا پرتپاک استقبال کیا اور سبھوں کی خدمت میں تحائف پیش کیے گئے، بعدہ صلوٰۃ وسلام اور مفتی جلال الدین صاحب کی خصوصی دعا پر یہ نورانی اجتماع اختتام پذیر ہوا اور لنگر امام اعظم تقسیم کیا گیا۔

اس جشن میں عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شریک ہوکر اپنے امام ومقتدا کی بارگاہ میں اپنا اپنا خراج عقیدت پیش کیا، بالخصوص مندرجہ ذیل علما وائمہ اور عمائدین رونق اسٹیج تھے، خطیب شہر الحاج حافظ حسام الدین اشرفی، مفتی محبوب عالم رضوی، حضرت علامہ مفتی رحمت علی امجدی، حضرت مولانا مبشر حسن نوری، حضرت مولانا محمود رضا امجدی، حضرت مولانا ربیع العالم ضیائی، اساتذۂ جامعہ اہل سنت صادق العلوم، حضرت مولانا عقیل احمد مصباحی، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب، اساتذۂ دار العلوم غوث اعظم، کوکنی پورہ ناسک، حضرت مولانا ابرار رضا علیمی، صدر المدرسین: مدرسہ غوثیہ فیضان مدار، وڈالا گاؤں، حضرت قاری رضی اللہ رضوی، مدرسہ قادریہ فیضان تاج الشریعہ وڈالا گاؤں، حضرت قاری زاہد حسین صاحب اشرفی، خطیب وامام عائشہ مسجد ناگجی، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب برکاتی قصبہ سکینہ، حضرت مولانا عبدالعزیز، مولانا صدام حسین، مولانا شہروز، مولانا عرفان، حضرت حافظ جیش محمد رضوی، حضرت قاری صفی اللہ رضوی اساتذۂ ادارہ ہذا، حضرت مولانا احمد رضا حنفی، حضرت مولانا امتیاز احمد امجدی، حضرت مولانا فخر عالم امجدی، حضرت مولانا محفوظ الرحمن امجدی، حضرت مولانا انس رضا امجدی، حضرت مولانا اشرف رضا مصباحی، حضرت مولانا ابرار رضا امجدی، متخصصین ادارہ ہذا، وغیرہم، سامعین وحاضرین اس جشن سے خوب خوب محظوظ ہوئے اور پہلی بار انہیں اتنی تفصیل کے ساتھ امام اعظم کی سیرت وسوانح اور آپ کے احسانات کو سننے کا موقع نصیب ہوا۔

یقیناً ۲؍ شعبان المعظم کی مناسبت سے اپنی نوعیت کا یہ پروگرام بے مثال اور تاریخ ساز تھا اور ہر سال ناسک کی سر زمین پر یاد امام اعظم کی یہ مقدس محفل منعقد کی جاتی رہے گی۔ ان شاء اللہ العزیز جلد ہی اس سرزمین پر ناسک کے اس مفتی ساز ادارہ کے زیر اہتمام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلودار اور شش جہات شخصیت اور امت مسلمہ پر آپ کے احسانات پر ایک عظیم سمینار کا اعلان کیا جائے گا۔

رپورٹ: محمد عبید رضا حنفی متعلم درجہ تخصص سال اوّل
امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

◆◆◆

جامعہ قادریہ کنز الایمان کا انیسواں جشن دستار حفظ وقرأت

مورخہ ۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۵؍ فروری ۲۰۲۵ء بروز سنیچر بعد نماز عشا فوراً عروس البلاد ممبئی کا مشہور و معروف شہر اندھیری اسٹیشن کے قریب سید معصوم علی درگاہ سدا بہار محلہ جوہو گلی کا شہریت یافتہ ادارہ ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کے وسیع عریض گراؤنڈ میں حفظ وقرأت کا انیسواں سالانہ اجلاس خلیفۂ حضور قائد اہل سنت، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی (قاضی شرع بھیونڈی وصدر مفتی نوری دار الافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی، وشیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ بیل بازار کلیان) صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، جب کہ نظامت کے امور نقیب بے مثال حضرت مولانا طفیل احمد قادری اویسی (مہتمم مدرسہ علاء الحق پنڈوئی ممبرا) انجام دیئے، اس نورانی وعرفانی محفل کی سر پرستی مخدوم المشائخ شہزادۂ فاتح بلگرام خیر الاصفیاء پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی (سجادہ نشین خانقہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغریہ بلگرام شریف، یوپی) نے فرمائی۔

اس پُر بہار جشن کا آغاز ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کے استاذ حضرت حافظ وقاری محمد کلام نظامی ضیائی کی مدبھری آواز میں تلاوت کلام اللہ سے ہوا، بعد تلاوت دستور اہل سنت کے

مطابق سامعین کے قلوب واذہان کو نعت پاک سے معطر کرنے کے لیے حضرت مولانا مخدوم رضا اشرفی جامعی، حضرت معراج خان فیضی واحدی، حضرت محمد افضال نوری اور محمد فضیل رضا قادری کو ایکے بعد دیگرے دعوت نعت ومنقبت دی گئی، سبھوں نے بہت ہی اچھے اور اچھوتے انداز میں بارگاہ رسالت مآب میں نعت شریف کا گلدستہ پیش کیا جس سے سامعین جھوم اٹھے۔

بعدہ باہر سے آئے ہوئے مہمان، مقرر خصوصی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مناظر اہل سنت قاطع رافضیت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا مصباحی مجددی (دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئ) کا انبیائے کرام واولیائے عظام سے مدد اور وسیلہ طلب کرنے کے متعلق قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں بصیرت افروز، پُر مغز اور مدلل و مفصل خطاب ہوا آپ نے دوران خطاب فرمایا کہ ہم لوگ یعنی اہل سنت و جماعت وسیلہ والے ہیں اور یہ وسیلہ جس طرح ہمیں دنیا میں کام آتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کام آئے گا اور بے وسیلہ والے دنیا وآخرت دونوں جگہ گھاٹے میں ہیں۔

پھر ان کے بعد جامعہ قادریہ کنز الایمان کے انیسواں سالانہ اجلاس میں حفاظ کرام کی دستار بندی کا اعلان کیا گیا اور ممبر نور پر جلوہ افروز پیر طریقت حضرت بادشاہ میاں و مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی اور وہاں تشریف فرما جملہ علمائے ذوی الاحترام کے مقدس ہاتھوں فارغین حفاظ وقرا کے سروں پر تاج زریں رکھا گیا اور انہیں سند حفظ وقرأت سے سرفراز کیا گیا، بعدہ محفل کی چاشنی کو بدلنے کے لیے نعت خواں حضرت معراج خان فیضی واحدی صاحب کو دعوت دی گئی جن کی نعت پاک کو سن کر پورے سامعین مسرور ہوگئے۔ پھر خطابت کے لیے حضرت مولانا غلام غوث اویسی صاحب (بلگرام شریف، یوپی) کو دعوت خطاب دی گئی جن کی تقریر سے امت مسلمہ کو بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا اور دوران خطاب آپ نے فرمایا کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسی وقت سے اس پر اچھی اور بُری عادت آنا شروع ہوجاتی ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ جب بچہ پیٹ میں ہو اسی وقت سے نیک کام کرتے رہیں اور برے کاموں سے بچیں تاکہ کوئی غلط اثر بچوں پر نہ جائیں اور اپنی اولاد کو دین تعلیم و تربیت سے مزین کریں۔

اس کے بعد بانی کنز الایمان، ناظم اعلیٰ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور تاج الشریعہ وخلیفہ حضور باشاہ میاں حضرت العلام مولانا غلام ناصر رضا صاحب مدظلہ علینا نے تمام تشریف لانے والے علما، فضلا اور جملہ مہمانان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے ادارہ کے بقا وارتقا کے لیے دعا کی درخواست کی، اس پروگرام میں لنگر غوثیہ کا بھی اہتمام تھا جس میں لوگ ابتدا تا اخیر یکے بعد دیگرے تبرک کھا کر شکم سیر ہو رہے تھے۔

نوٹ: جامعہ قادریہ کنز الایمان اہل سنت و جماعت کا ایک منفرد المثال ادارہ ہے جو شعبہ حفظ میں پورے ہندوستان میں اپنی الگ شناخت رکھتا ہے، یہاں سے ہر سال تقریبا دو درجن سے زائد بچے سورہ فاتحہ تا سورہ ناس ایک بیٹھک میں سنا کر ہی حفظ قرآن کی سند سے سرفراز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج پورے ہندوستان میں ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کی کوئی نظیر نہیں اور یہاں سے فارغ شدہ طلبا ملک کے مختلف شہروں کی مساجد میں مصلیٰ تراویح میں کھڑے ہو کر شفاف اور دل موہ لینے والے انداز میں قرآن مجید سنا کر عام وخاص کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں، شعبۂ حفظ کے نظم وضبط میں جن اصول کا پایا جانا از حد ضروری ہے وہ ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کے در وبام پر نقش نظر آتا ہے، اس ادارے کا قانون بظاہر سخت ہے بقیہ ص ۴۸ر پر

اوقاف کی نوعیت خالص مذہبی

مسلمان اس کی حفاظت کریں: مولانا شیخ اسماعیل ازہری

بزرگان دین کے یوم ولادت و یوم وصال کی اہمیت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اسلام میں دنوں کی اہمیت اور نسبتوں کا اکرام کیا جاتا ہے۔ ہم امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت سے محبت اس لیے کرتے ہیں کہ انھوں نے آقا کریم ﷺ کی محبت وعشق کی دولت عام کی، اس طرح کا اظہار خیال بقیہ ص ۳۳ر پر

MAY-JUNE-2025 Rs. 60/-
www.muftiakhtarrazakhan.com
ذی قعدہ-ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مئی-جون ۲۰۲۵ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیِ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10

جلد نمبر ۱۰

مئی - جون ۲۰۲۵ء

ذی قعدہ - ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ

Issue No. 5-6

شمارہ نمبر ۵/۶

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۱۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا | محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مہمان اداریہ

از: مفتی محمد ارشد نعیمی قادری*

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت واہمیت

اس اللہ تعالیٰ کی ہی تعریفات ہیں جس نے اوقات وزمان کو پیدا فرمایا اوران اوقات میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ادا فرمائی اور کچھ مہینوں اور ایام کو خصوصی فضیلت اور امتیازی حیثیت بھی دی اور ایسے فضائل سے نوازا جس میں اجر وثواب بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں پر فضل وکرم بڑھ جاتا ہے تاکہ انہیں اعمال صالحہ کرنے اور اطاعت وفرمانبرداری کرنے میں اس سے تعاون مدد حاصل ہو اور نشاط وچستی کی تجدید ہوتی ہے تاکہ مسلمان ثواب کا وافر حصہ حاصل کر سکے اور وہ موت کے آنے سے قبل ہی اس کی تیاری کرتے ہوئے روز قیامت کے لیے بھی زاد اکٹھا کر سکے۔

اطاعت وفرمانبرداری کے مواسم کے فوائد یہ ہیں کہ جو کچھ رہ گیا اور عمل نہیں کیا جا سکا اس کمی کو پورا کیا جائے اور اس کے عوض میں کچھ اعمال کر لیے جائیں اور ان فضیلت والے موسموں سے ہر ایک موسم میں کوئی نہ کوئی ایسا کام پایا جاتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر بندے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا فیضان ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ چاہے اس پر اپنے فضل وکرم اور رحمت سے مہربانی کرتے ہیں، لہٰذا وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہے جو ان موسموں اور مہینوں اور ایام واوقات میں اپنے پروردگار کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اللہ رب العزت کا تقرب حاصل کرنے کو غنیمت جانتا ہے، لہٰذا ہوسکتا ہے ایسے شخص کو اس مہربانی کی خوشبو حاصل ہو اور وہ سعادت حاصل کرتے ہوئے جہنم کی آگ اور اس کے شعلوں سے محفوظ ہو جائے۔ (دیکھیں: اللطائف لابن رجب، صفحہ نمبر 40)

لہٰذا مسلمان کو اپنی عمر کی قدر اور زندگی کی قیمت پہچانتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کثرت سے کرنی چاہیے اور موت تک خیر وبھلائی کے کاموں پر ہمیشگی کرنی چاہیے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: {اور یقین آنے تک اپنے رب کی عبادت کیجئے} (الحجر 99)

مفسرین نے یقین کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد موت ہے۔ اطاعت فرمانبرداری کے عظیم موسموں میں ذوالحجہ کے پہلے دس دن بھی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے باقی سارے سال کے ایام پر فضیلت دی ہے اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث میں پائی جاتی ہے:

ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ان دس دنوں میں کیے گئے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، صحابہ نے عرض کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی نہیں! تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، لیکن وہ شخص جو اپنا مال اور جان لے کر نکلے اور کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (صحیح بخاری، 2/ 457)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (عشرہ ذی الحجہ میں کیے گئے عمل سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ اجر والا عمل کوئی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ نہ ہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (سنن دارمی، 1/ 357) اس کی سند حسن ہے دیکھیں الارواء الغلیل (3/ 398)

مندرجہ بالا اور اس کے علاوہ دوسری نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن باقی سال کے سب ایام سے بہتر اور افضل ہیں اور اس میں کسی بھی قسم کا کوئی استثنا نہیں حتی کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ بھی نہیں، لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی دس راتیں ان ایام سے بہتر اور افضل ہیں کیونکہ ان میں لیلۃ القدر شامل ہے اور لیلۃ القدر ایک ہزار راتوں سے افضل ہے، تو اس طرح سب دلائل میں جمع ہوتا ہے۔ (دیکھیں: تفسیر ابن کثیر، 5/ 412)

ان دس دنوں کی فضیلت بہت سے امور کی بنا پر واضح ہوتی ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

1- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان ایام کی قسم کھائی ہے: اور کسی چیز کی قسم اٹھانا اس کی اہمیت وفضیلت اور اس کے عظیم نفع پر دلالت کرتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: {قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی}

ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مجاہد اور کئی ایک سلف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ یہ عشرہ ذی الحجہ ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اور یہی صحیح ہے۔ (دیکھیں: تفسیر ابن کثیر، 8/413)

2- نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی گواہی اور شہادت دی ہے کہ یہ دنیا کے ایام میں سب سے افضل ایام ہیں جیسا کہ حدیث بیان بھی کی جا چکی ہے۔

3- نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں اعمال صالحہ کرنے پر ابھارا ہے: اس کی وجہ سے یہ ہے کہ باقی سارے ممالک میں بسنے والوں کو تو ان ایام کے شرف کی بنا پر اور جگہ کے شرف کی بنا پر جو حجاج کرام کے ساتھ خاص ہے۔

4- نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں زیادہ سے زیادہ حمد وثنا اور تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دس ایام سے عظیم ایام اور کوئی نہیں اور نہ ہی ان میں کیے گئے اعمال کے علاوہ کوئی اور اعمال اسے زیادہ محبوب ہیں، لہٰذا ان ایام میں لا الہ الا اللہ اور تکبیریں بکثرت پڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کثرت سے کیا کرو۔ (مسند احمد، 7/224)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

5- اس عشرہ میں یوم عرفہ بھی آتا ہے اور یہ ایسا دن ہے جسے یوم مشہود کہا جاتا ہے جس میں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل کیا اور اس دن کا روزہ رکھنے سے دو برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسی عشرہ میں یوم النحر (دس ذی الحجہ) بھی ہے جو علی الاطلاق سال بھر کے دنوں میں سب سے عظیم دن ہے اور یہی حج کا بڑا دن ہے جس میں ایسی عبادات اور اطاعات وفرمانبرداری اکٹھی ہوتی ہیں جو کسی اور دن میں جمع نہیں ہوتیں۔

6- اسی عشرہ میں قربانی اور حج بھی آتا ہے۔ عشرہ ذي الحجہ (ذوالحجہ کے پہلے دس دن) کے اعمال میں یہ بھی شامل ہے کہ: ان دس دنوں کا ادراک اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، لہٰذا بندے کو اس کی اس طرح قدر کرنی چاہیے جس طرح اس کا حق ہے اور جس طرح صالح اور نیک لوگوں نے اس کی قدر کی، تو مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اس نعمت کا شعور پیدا کرے اور اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ان دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کرے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو اطاعت وفرمانبرداری کی طرف راغب کرے، خیر وبھلائی کے طریقے اور کئی طرح کی نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے بندوں پر فضل وکرم اور عنایت ہے اور اس نے انہیں کئی ایک اقسام کی اطاعت وفرمانبرداری کے راستے دکھائے ہیں تا کہ وہ اپنے رب اور آقا کی عبادت میں لگے رہیں اور اعمال صالحہ کرنے سے اکتاہٹ محسوس نہ کریں، بلکہ وہ اس میں چست اور نشیط ہو کر عبادت میں مگن رہیں۔ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں مسلمان کو مندرجہ ذیل کام کرنے چاہیں:

1- روزے، مسلمان شخص کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھنا سنت ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس ایام میں اعمال صالحہ کرنے پر ابھارا ہے اور روزہ رکھنا اعمال صالحہ میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے روزہ اپنے لیے چنا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (ابن آدم کے سارے کے سارے اعمال اس کے اپنے لیے ہیں لیکن روزہ نہیں کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر وثواب دوں گا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر، 1805)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نو ذوالحجہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، ہنیدہ بن خالد اپنی بیوی سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو ذوالحجہ اور یوم عاشورا اور ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے، مہینہ کے پہلے سوموار اور دو جمعراتوں کے۔ (سنن نسائی، 4/205) سنن ابوداود، علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح ابوداود (2/462) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

2- تکبیریں کہنا: ان دس ایام میں مساجد، راستوں اور گھروں اور ہر جگہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا جائز ہے وہیں اونچی آواز سے تکبیریں اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا اعلان ہو۔ مرد تو اونچی آواز سے کہیں گے لیکن عورتیں پست آواز میں ہی کہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: {اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقرر دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں جو پالتو ہیں۔ (الحج، 28)

جمہور علمائے کرام کا کہنا ہے کہ معلوم دنوں سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایام معلومات سے مراد دس دن ہیں اور تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: الله أكبر، الله أكبر لا إله إلا الله، والله أكبر ولله الحمد۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی تعریفات ہیں، اس کے علاوہ بھی تکبیریں ہیں۔

یہاں ایک بات کہنا چاہیں گے کہ موجودہ دور میں تکبیریں کہنے کی سنت کو ترک کیا جاچکا ہے اور خاص کر ان دس دنوں کی ابتدا میں تو سننے میں نہیں آتی کسی نادر شخص سے سننے میں آئی گیں، اس لیے ضروری ہے کہ تکبیروں کو اونچی آواز میں کہا جائے تاکہ سنت زندہ ہو سکے اور غافل لوگوں کو بھی اس سے یاددہانی ہو۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارہ میں ثابت ہے کہ وہ دونوں ان دس ایام میں بازاروں میں نکل کر اونچی آواز کے ساتھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور لوگ بھی ان کی تکبیروں کی وجہ سے تکبیریں کہا کرتے تھے، اس کا مقصد اور مراد یہ ہے کہ لوگوں کو تکبیریں کہنا یاد آئیں اور ہر ایک اپنی جگہ پر اکیلے ہی تکبیریں کہنا شروع کردے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ سب لوگ اکٹھے ہوکر بیک آواز تکبیریں کہیں کیونکہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے اور جس سنت کو چھوڑا جاچکا ہو یا پھر وہ تقریبا چھوڑی جارہی ہو تو اس پر عمل کرنا بہت ہی عظیم اجر وثواب پایا جاتا ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے: (جس نے بھی میری مردہ سنت کو زندہ کیا اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا اور ان دونوں کے اجر وثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ (دیکھیں سنن ترمذی، 7/443)

یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن درجہ تک پہنچتی ہے۔

3- حج وعمرہ کی ادائیگی: ان دس دنوں میں جو سب سے افضل اور اعلی کام ہے وہ بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنا ہے، لہٰذا جسے بھی اللہ تعالیٰ اسے اپنے گھر کا حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس نے مطلوبہ طریقہ سے حج کے اعمال ادا کیے تو ان شاء اللہ اسے بھی اس کا حصہ ملے گا جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے: (حج مبرور کا جنت کے علاوہ کوئی اجر وثواب نہیں)

4- ان دس ایام میں عموماً اعمال صالحہ کرنا: کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اعمال صالحہ محبوب ہیں اور اس وجہ سے یہ لازم ہے کہ اس کا اجر وثواب بھی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ملے گا، لہٰذا جس کے لیے حج کرنا ممکن نہیں، اسے چاہیے کہ وہ ان افضل ایام واوقات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارتے ہوئے نماز اور قرآت قرآن کریم اور ذکر واذکار اور دعا وصدقہ وخیرات اور والدین سے حسن سلوک اور نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے اور اسی طرح دوسرے خیر وبھلائی کے موں کا خاص اہتمام کرے۔

5- قربانی: عشرہ ذی الحجہ کے اعمال صالحہ میں قربانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا بھی شامل ہے کہ قربانی کی جائے اور اللہ تعالیٰ

کے راستے میں مال خرچ کیا جائے۔

6- سچی اور پکی توبہ جسے توبہ نصوحہ کہا جاتا ہے کی جائے: ان دس دنوں میں جو چیز زیادہ تاکید سے ہونی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے کیے کی توبہ ہے کہ جو کچھ معاصی و گناہ اور نافرمانی ہو چکی اس پر مسلمان توبہ کرے۔ توبہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع اور اس کی طرف واپس آنے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اسے ظاہری اور باطنی دونوں طرح ترک کرنے اور جو کچھ ہو چکا اس پر ندامت، فوری طور پر اسے ترک اور آئندہ نہ کرنے کے عزم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب عمل کو کرتے ہوئے حق پر استقامت کو توبہ کہتے ہیں اور مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ جب وہ کسی معصیت و نافرمانی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس جتنی جلدی ہو سکے توبہ کر لے اور اسے مہلت نہیں دینی چاہیے کیونکہ:

اول: اسے اس کا علم نہیں کہ موت کب اور کسی وقت اور کس لحظہ میں آ دبوچے۔

دوم: کیونکہ برائی اور بھی برائیوں کے ارتکاب کا باعث بنتی ہے اور پھر فضیلت کے اوقات میں توبہ کرنے کی شان ہی کچھ نرالی ہوتی ہے وہ اس لیے کہ اس وقت غالب طور پر نفس اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف راغب ہوتا ہے اور خیر و بھلائی کرنے کی خواہش ہوتی ہے جس کی بنا پر اعتراف گناہ اور ندامت کا اظہار بہت جلد پیدا ہوتا ہے، وگرنہ توبہ تو ہر وقت اور ہر زمانے میں واجب اور ضروری ہے اور جب کسی مسلمان میں اعمال صالحہ اور سچی توبہ فضیلت والے اوقات اور موسم خیر میں جمع ہو جائے تو ان شاء یہ کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ اور زینہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ہاں جو شخص توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (القصص، 67)

لہٰذا مسلمان شخص کو خیر و بھلائی کے موسموں اور اوقات پر حریص ہونا چاہیے کیونکہ یہ بہت ہی جلد ختم ہو جاتے ہیں اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اعمال صالحہ کی طرف لائے تاکہ وہ اس کا اجر و ثواب حاصل کر سکے اس لیے کہ اسے اجر و ثواب کی اشد ترین ضرورت ہے اور اجر و ثواب اور نیکیاں بہت کم ہیں، لیکن موت اور اس دنیا فانی سے کوچ کا وقت انتہائی قریب ہے اور راستہ بھی پر خطر اور پر پیچ ہے اور دھوکہ غالب ہے اور عظیم خطرے کا خدشہ ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اسی کی طرف واپس جانا ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی ٹھکانہ دینے والا نہیں: {جو بھی ذرہ برابر خیر و بھلائی اور نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو بھی ذرہ برابر برائی اور شر کا ارتکاب کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا}

اس فرصت کو غنیمت جانیں اور ان عظیم ایام میں اعمال کریں، اس کا کوئی عوض نہیں اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، جتنی جلدی ہو سکے اعمال کر لو اعمال کر لو اور موت کے حملے سے قبل جلدی اور تیزی دکھا لو اور زیادتی کرنے والے کی ندامت سے قبل کچھ کر لو اور اس واپسی کے سوال سے قبل کچھ عمل کر لو جس کا جواب بھی نہیں دیا جائے اور اس کی بات تسلیم کرتے ہوئے اسے دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا، امیدوں اور خواہشوں کے پورے ہونے میں حائل ہونے والی موت سے قبل اور اس سے قبل کہ وہ اپنے اس گڑھے میں اپنے اعمال کے ساتھ قید کر دیا جائے کچھ اعمال صالحہ کر لو۔

اے وہ شخص جس کا دل رات کی سیاہی کی مانند سیاہ ہو چکا ہے، کیا تیرا دل روشن اور نرم نہیں ہونا چاہتا اور کیا وہ نرم نہیں ہو سکتا؟ کیوں نہیں! ایسا ہو سکتا ہے، آؤ اور اس عشرہ ذوالحجہ میں اپنے رب اور مولا کی رحمت و فضل کے جھونکے سمیٹ لو کیونکہ یہ ایسے پر رحمت لمحات ہیں کہ نہ جانے پھر کب نصیب ہوں کچھ کہا نہیں جا سکتا، اللہم یزل اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو دارین میں اس کی مزید برکتیں عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ اجمعین۔

◆◆◆

اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

زوجین کے باہمی حقوق

اسلام دینِ فطرت اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات واَحکام میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق واضح رَہنمائی ملتی ہے، مرد وعورت کی اَزدواجی زندگی (Married Life) بھی انہی شعبوں میں سے ایک ہے، قرآن وحدیث میں زَوجین (میاں بیوی) کے حقوق کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے؛ تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا خاص خیال رکھیں اور باہم محبت، احترام، اِحسان، وفاشِعاری اور خوش اُسلوبی کے ساتھ زندگی گزاریں، کہ زَوجین کے مابین باہم محبت واُلفت اور حُسنِ سُلوک قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔

میاں بیوی کا رشتہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک

زَوجَین کو ایک دوسرے کے حقوق کا خاص خیال رکھنا چاہیے؛ کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، اللہ رب العالمین نے اس رشتہ کو اپنی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (۱) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے، کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ تاکہ اُن سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔"

شوہر کے مال، گھر بار اور بال بچوں کی حفاظت

اپنے شَوہر کے ساتھ وفاشِعار رہنا، اس کے مال، گھر بار اور بال بچوں کی حفاظت کرنا، شوہر کا حق اور عورت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ (۲) تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوَند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں۔"

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ! الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْه، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْه، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْه. (۳) کیا میں تمہیں آدمی کا بہترین خزانہ نہ بتاؤں! وہ نیک عورت ہے کہ جب آدمی اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے اور جب اسے وہی حکم دے تو تعمیل کرے اور جب وہ غائب ہو تو پیچھے سے مُحافِظ رہے۔"

شوہر کی خوشنودی کا خیال رکھنا

بیوی کی طرف سے شوہر کی رضا وخوشنودی کا خیال رکھنا، شوہر کے بنیادی حقوق میں سے ہے اور اس کا بدلہ واِنعام عورت کے لیے جنّت ہے، حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّما امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُها عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَت الجنّةَ۔ (۴) جو عورت اس حال میں مَرے کہ اُس کا شوہر اس سے راضی ہو، وہ جنّت میں داخل ہوگی۔"

لہٰذا شادی شدہ عورت پر لازم ہے کہ ہر حال میں شریعت کے مُوافق اُمور میں، اپنے شوہر کی رضا وخوشنودی کا خیال رکھے، اس کی پسند کو ترجیح دے اور اُس کا دل جیتنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر کسی بات پر شوہر ناراض ہوجائے، تو اُسے جلد سے جلد راضی کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلطی کی اُس سے معافی چاہے، کہ ایسا کرنا ناراضگیوں اور رنجشوں کو جلد ختم کرتا ہے۔

*مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

اپنے شوہر کی اِطاعت

عورت پر مرد اِطاعت وفرمانبردار شوہر کے حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لأَحَدٍ، لأَمَرْتُ المَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔(۵) اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ اللہ کے سِوا کسی کو سجدہ کرے، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"

لہٰذا عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے حقوق میں کوئی کمی نہ آنے دے اور کسی قسم کی کوتاہی نہ برتے، یہاں تک کہ دیگر کام کاج میں کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہو، اپنے شوہر کا حکم پہلے بجا لائے اور دیگر کام بعد میں کرے، حضرت سیّدنا قیس بن طلق بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ۔(۶) جب شوہر بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے، تو فوراً اُس کے پاس آجائے چاہے تنّور پر ہو۔"

یعنی کتنے ہی ضروری کام میں مصروف ہو، سب کچھ ترک کر کے پہلے اپنے شوہر کی حاجت پوری کرے، اور اس کے بعد دیگر کام کاج دیکھے۔

عورت کے لیے نفلی روزے شوہر کی اجازت سے مشروط ہیں

شوہر کی موجودگی میں عورت کو چاہیے، کہ اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے؛ کہ نفلی روزہ کے باعث شوہر کی خدمت میں خلل واقع ہوسکتا ہے، اس کی حق تلفی ہوسکتی ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَصُومُ المَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔(۷) شوہر کی موجودگی میں عورت اُس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔"

البتہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کی لیے شوہر کی اجازت ضروری نہیں، بلکہ اگر شوہر فرض روزے سے روکے، تو اس مُعاملے میں شوہر کی اِطاعت نہ کرے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی پر مشتمل کاموں میں، شوہر سمیت کسی کی اِطاعت وفرمانبرداری جائز نہیں۔

اسی طرح نفلی روزوں کے علاوہ دیگر نفلی عبادات میں شوہر کی اجازت لینا ضروری نہیں، لیکن اگر شوہر وقتی طَور پر منع کرے اور عورت کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہے، تو عورت کو چاہیے کہ اپنی بات پر اِصرار نہ کرتے ہوئے شوہر کی بات مان لے اور نفلی عبادت کو کسی دوسرے وقت کے لیے مؤخّر کردے۔

اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا

عورت کا اپنے شوہر کے لیے بننا سنورنا اور اس کا مال سلیقے سے خرچ کرنا بھی شوہر کا حق ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کہ عورتوں میں کونسی بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ۔(۸) جسے دیکھ کر شوہر خوش ہو جائے اور کوئی حکم دے تو اِطاعت کرے اور اپنے (بناؤ سنگھار کے) بارے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے اور خاوند کا مال سلیقہ سے خرچ کرے۔"

اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا، عورت کے حق میں نفل نماز سے افضل ہے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ "عورت کا اپنے شوہر کے لیے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعث اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے، بعض صالحات کہ خود اور اُن کے شوہر دونوں صاحب اولیائے کرام سے تھے، ہر شب بعد نمازِ عشا پورا سنگار کر کے دلہن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں، اگر ان کی اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں، ورنہ زیور ولباس اُتار کر مصلّٰی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہوجاتیں۔"(۹)

اپنی" پاکدامنی" کی حفاظت کرنا

عورت کا اپنی عزّت، عصمت اور پاکدامنی کی حفاظت کرنا بھی شوہر کے حقوق میں سے ہے، سرکارِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا صَلَّتِ المَرْأَةُ خَمسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيلَ لَها: ادْخُلِي الجنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الجنَّةِ شِئْتِ۔(۱۰) جو عورت پنج وقتہ فرض نماز قائم کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے، تو اس سے کہا جائے گا کہ جنّت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔"

شوہر کا شُکر گزار اور احسان مند رہنا

عورت کا شوہر کے آگے احسان مند اور شُکر گزار رہنا بھی شوہر کے حقوق میں سے ہے اور جو عورت اس حق میں کوتاہی برتے اور شوہر کا شُکر ادا نہ کرے، اللہ تعالیٰ اُس عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا، وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ۔(۱۱) اللہ تعالیٰ اُس عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، جو اپنے شَوہر کی ناشکری ہے، حالانکہ اسے اپنے شَوہر کی ضرورت بھی ہے۔"

نیز شوہر کی ناشکری جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"وَرَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ كَاليَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ۔ میں نے جہنم کو دیکھا اور آج جیسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا، میں نے دیکھا کہ جہنّم میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے۔"

صحابۂ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بِكُفْرِهِنَّ۔ اپنی ناشُکری کے سبب۔"

صحابۂ کرام نے عرض کی: کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناشُکری کرتی تھیں؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"يَكْفُرْنَ العَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الإِحْسَانَ۔(۱۲) وہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی تھیں اور اس کی بھلائی کا انکار کرتی تھیں۔"

لہٰذا شوہر امیر ہو یا غریب، ہر حال میں اُس کے احسان مند اور شُکر گزار رہیں، کہ جو بندوں کا شُکر گزار نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شُکر ادا نہیں کرتا۔

مشکل وقت میں شوہر کی ڈھارس بندھانا

مشکل وقت میں شوہر کی ڈھارس بندھانا اور اُسے حوصلہ دینا بھی عورت کی اَخلاقی ذمہ داری ہے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلی وحی کے بعد نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

"وَاللهِ مَا يخزِنكَ اللهُ أَبداً! إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتحمِلُ الكَلَّ، وَتكْسِبُ المعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيفَ، وَتُعِينُ عَلى نَوَائِبِ الحقِّ۔(۱۳) بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز غمزدہ نہ کرے گا! کیونکہ آپ تو صلہ رحمی فرماتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، لوگوں کو (مال اور اَخلاق وغیرہ) عطا فرماتے ہیں جو اُن کے پاس نہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب میں مدد فرماتے ہیں۔"

بلا وجہ شرعی طلاق کا مطالبہ جائز نہیں

شوہر کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے، کہ عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے اور جو عورت ایسا کرے گی اُس پر جنّت کی خوشبو بھی حرام ہے، حضرت سیّدنا ثوبان سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّما امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقاً فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الجنَّةِ۔(۱۴) جو عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اُس پر جنّت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"

اور جنّت کی خوشبو پانچ سو 500/ برس کی مسافت سے آتی ہے۔(۱۵)

بعد وفات شوہر کا حق

اگر شوہر وفات پا جائے تو عورت پر لازم ہے، کہ چار 4 ماہ

اسلامیات

دس10 دن اپنے شوہر کی موت کا سوگ منائے؛ کہ یہ بھی شوہر کے حقوق میں سے ہے اور دیگر حقوق کی طرح اس حق (سوگ) کی پاسداری بھی عورت پر لازم ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

"لَا یحلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ, أَنْ تحدَّ عَلى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلى زَوْجٍ؛ فَإِنَّهَا تحدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً۔(۱۶) جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اُس کے لیے جائز نہیں کہ کسی میّت پر تین 3/دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے شوہر کے، کہ اُس پر چار 4/مہینے دس 10/دن سوگ کرے۔"

عورتوں سے اچھے برتاؤ کا حکم

جس طرح قرآن وحدیث میں شوہر کے حقوق بیان کیے گئے اور عورت (بیوی) کو حکم دیا گیا کہ شوہر کے حقوق کی پاسداری کرے، اُس کی اِطاعت وفرمانبرداری کرے، اپنی عزّت و عصمت کی حفاظت کرے، شوہر کے گھر بار، مال ودَولت اور بال بچوں کا خیال رکھے، اسی طرح اسلامی تعلیمات میں شوہر کو بھی اس بات کا پابند کیا گیا ہے، کہ اپنی عورتوں (بیویوں) کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آئے اور اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالمعْرُوْفِ۔(۱۷) اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔"

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سروَرِکونین ﷺ نے مَردوں سے فرمایا:

"اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ [خَيْراً](۱۸) عورتوں (بیویوں) سے خیرخواہی کرو۔"

ایک اَور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے عورتوں سے اچھے برتاؤ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً, إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً, رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ۔(۱۹) کوئی مسلمان مرد (شوہر) کسی مسلمان عورت (بیوی) سے متنفّر نہ ہو، اگر کسی ایک عادت سے وہ ناخوش ہے، تو اس کی کسی دوسری خصلت سے خوش بھی تو ہوگا۔"

فرائض وواجبات کی ادائیگی اور نیک کاموں میں مدد

فرائض وواجبات کی ادائیگی اور نیک کاموں میں مدد کرنا، شوہر پر بیوی کے حقوق میں سے ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالحجَارَةُ۔(۲۰) اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

لہٰذا مرد پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اچھے انداز سے اپنے گھر والوں کو نماز روزے اور ہر نیک کام کی تلقین کرتا رہے۔

حقِ مہر بخوشی ادا کرنے کی تاکید

عورت کے حقِ مہر کی بخوشی ادائیگی عورت کا حق اور مرد پر لازم ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔(۲۱) عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو۔"

عموماً لوگ حقِ مہر کو بہت معمولی سمجھتے ہیں اور اس کی ادائیگی نہیں کرتے، ایسا کرنا حکمِ الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہے، اور ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہے۔

اہلِ بیت کرام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت اور حسنِ سلوک

اپنے گھر والوں کے ساتھ محبت، شفقت اور حسنِ سلوک سے پیش آنا بھی عورتوں (بیویوں) کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اُم المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ, وَأَنا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي۔(۲۲) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم میں سب سے بہتر ہوں۔"

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَكْمَلُ المؤْمِنِينَ إِيمانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسائِهِم۔(۲۳) تمام مسلمانوں میں ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہےاورتم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہے۔"

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اَزواجِ مطہّرات سے کمال درجے کی شفقت، مہربانی اور حُسنِ سُلوک فرمایا، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يجلِسُ عِندَ بَعيرِه فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضعُ صَفِيّةُ رِجْلَها عَلى رُكْبَتِه حَتّى تَرْكَبَ۔(۲۴) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اونٹ کے پاس تشریف فرما ہوکر اپنا گھٹنا رکھتے اور حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹنے پر اپنا پاؤں رکھ کر اُونٹ پر سوار ہوتیں۔"

محبت، شفقت اور حسنِ سلوک سے پیش آتے ہوئے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یوں مخاطَب فرماتے: یا عَائِش (۲۵) اے عائش! اور کبھی فرماتے: یَا بِنْتَ الصِّدِّیق (۲۶) اے صدیق کی بیٹی! یہ سب اُن کی اور اُن کے گھر والوں کی عزّت وتکریم، اُن سے انتہائی محبت اور قُربت کے اظہار کا بہترین نمونہ ہے۔

اَزدواجی مُعاملات کی پردہ پوشی

میاں بیوی کے اَزدِواجی مُعاملات کی پردہ پوشی میاں بیوی کے مشترکہ حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ الله مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيامَةِ: الرَّجُلَ يُفْضِي إِلى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا۔(۲۷) اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا، جو اپنی عورت کے قریب جائے اور عورت اُس کے قریب جائے، پھر وہ اس کا راز اِفشا کردے۔"

ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل وانصاف کرنے کا حکم

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں، تو سب میں عدل وانصاف کرنا بھی اُن کا حق اور شوہر کی ایک بڑی ذمہ داری ہے، سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إنَّ المقسِطِينَ عِندَ اللهِ عَلى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَن يَمِينِ الرَّحمنِ، وَكِلتَا يَدَيهِ يَمِينٌ، الّذِينَ يَعدِلُونَ فِي حُكمِهِم وَأَهلِيهِم وَمَا وَلُوا۔(۲۸) عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں طرف دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعیال اور اپنے ماتحتوں میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی متعدد ازواج ہوتے ہوئے سب کے درمیان عدل ومُساوات قائم رکھا، سب کی باریاں مقرّر فرماکر ان کے ساتھ برابر وقت گزارا، اور سب کی دِلجوئی فرمائی۔ ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصاف سے باریاں تقسیم کرتے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے:

"اللّهمّ هَذا قَسْمِي فِيما أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيما تَملِكُ وَلَا أَمْلِكُ۔(۲۹) اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا مجھے اختیار ہے اور مجھے اُس پر ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میں اس پر اختیار نہیں رکھتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کو پیشِ نظر رکھیں

آج کل لوگ دو 2 بیویوں میں انصاف نہیں کرپاتے، کسی کے پاس زیادہ وقت گزارتے ہیں، کسی کے پاس کم اور بعض تو ایسے ہیں کہ دوسری شادی کرتے ہی پہلی بیوی کے حقوق کو یکسر نظر انداز کرنا شروع کردیتے ہیں، اُس کے گھریلو اِخراجات میں کمی کردیتے ہیں، اُس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے، اس کے پاس وقت نہیں گزارتے، حتی کہ ہفتوں تک شکل ہی نہیں دکھاتے، ایسے لوگوں کا یہ رویہ کسی طور پر قابلِ قبول نہیں، نہ شریعتِ مُطہّرہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتی ہے۔

اس مُعاملے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، کہ تعدُّدِ اَزواج کے باوُ جود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس طرح اپنی تمام اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، یکساں سلوک اور عدل وانصاف سے کام لیا! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، کسی بھی نَوعیت کی حق تلفی کے ہرگز قائل ورَوادار نہیں تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سلسلے میں زندگی بھر، نہ خود کبھی حق تلفی کا مُظاہرہ فرمایا، نہ کسی زَوجۂ محترمہ کو اس بات کی اجازت دی۔

اپنی زوجہ کے لیے بننا سنورنا

جس طرح شوہر کا حق ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُس کی بیوی اس کے لیے مزیّن وآراستہ ہو، اسی طرح عورت کا بھی حق ہے کہ اُس کا شوہر اس کے لیے اپنی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے، صحابیِ جلیل حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"إني لأتَزَيّن لامْرَأتي كما تَتَزَيّن لي؛ لقوله تعالى: ﴿وَلهنَّ مِثْلُ الذي عَلَيهِنّ بالمعْرُوفِ﴾۔(۳۰) میں بھی اپنی بیوی کے لیے بنتا سنورتا ہوں، جیسے وہ میرے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ شریعت کے مطابق عورتوں کا بھی حق اَیسا ہی ہے جیسا اُن پر شوہروں کا حق ہے۔"

لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ مبارک کو مشعلِ راہ بنائیں، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقِ زوجہ سے متعلق ارشاد فرمایا:

"وَإنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقّاً۔(۳۱) یقیناً تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے۔"

گھریلو کام کاج میں اہلِ خانہ کی مدد کرنا سنّت ہے

گھریلو کام کاج میں اہلِ خانہ کی مدد کرنا سنّت اور اَخلاقی ذمہ داری ہے، حضرت اسوَد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا:

"كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ -تَعْنِي فِي خِدمَةِ أَهلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ۔(۳۲) اپنے اہلِ خانہ کے کام میں رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔"

اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ سبق حاصل کریں، جو گھریلو کام کاج میں اپنے اہلِ خانہ کا ہاتھ بٹانے میں، اپنی توہین سمجھتے ہیں اور اسے اپنی مردانگی کے مُنافی تصوُّر کرتے ہیں، بلکہ جو لوگ گھریلو کام کاج میں اپنے اہلِ خانہ کی مدد کرتے ہیں، انہیں طعنے دیتے اور عار (شرم) دلاتے ہیں، ایسوں کو چاہیے کہ اپنے طرزِ عمل پر غور کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

خواتین کی ضروریات واِخراجات کا حق

عورتوں کا نان ونفقہ (یعنی ضروریات واِخراجات کا) پورا کرنا بھی شوہر پر لازم ہے؛ کیونکہ حقِ نفقہ بھی عورتوں کے حقوق میں سے ہے اور حدیثِ پاک میں اس کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ...، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ۔(۳۳) خواتین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو!؛ کہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان میں لیا، اُن کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم سے اپنے لیے حلال کیا...، تم پر ان کا کھانا، پینا اور کپڑے مہیا کرنا لازم ہے۔"

اہل وعیال پر خرچ کرنا اجر وثواب ہے

اہل وعِیال کے کھانے پینے اور اُن کی دیگر ضروریات کو بوجھ ہرگز نہ جانیں؛ کیونکہ اہل وعِیال پر خرچ کیا گیا مال، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی بنسبت زیادہ اجر وثواب کا ذریعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ.

اسلامیات

(۳۴) اللہ کی راہ میں، یا غلام آزاد کرنے میں، یا کسی مسکین پر خرچ کرنے، یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے والے مال ومتاع میں، سب سے زیادہ اجر وثواب اُس کا ہے جو تم اپنے اہل وعِیال پر خرچ کرتے ہو۔"

بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں حقِ مُشاورت

بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں اُن کی ماں سے مُشاوَرت بھی عورت کے حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ۔ (۳۵) عورتوں سے اُن کی بیٹیوں کے بارے میں اجازت لیا کرو۔"

یعنی بیٹیوں کی شادی کے بارے میں عورتوں سے رائے لو، لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں اپنی زوجہ پر اعتماد کرے اور اس سے مشورہ بھی لیتا رہے۔

ظلم وجبر کی ممانعت

شوہر پر لازم ہے کہ اپنی زَوجہ پر ظلم وزیادتی نہ کرے؛ کہ ایسا کرنا منع ہے اور یہ (ممانعت) بھی زَوجہ کے بنیادی حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زَمْعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا:

"لا يجلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ العَبْدِ. (۳۶) تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ پیٹے۔"

ہاں اگر عورت نافرمان وسرکش ہو جائے، تو فوراً مارنے پیٹنے کے بجائے پہلے اُسے نصیحت کریں، اگر پھر بھی نہ مانے تو اپنا بستر اس سے جدا کرلیں اور اگر پھر بھی نافرمانی وسرکشی سے باز نہ آئے، تو بغرضِ اصلاح ہلکی ضرب سے مارنے کی اجازت ہے، لیکن اس مارنے میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، کہ اتنی زور سے نہ مارے کہ عورت کی کوئی ہڈی پسلی ہی ٹوٹ جائے، یا اُسے شدید چوٹ پہنچ جائے؛ کہ ایسا کرنا ظلم، جبر اور زیادتی ہے۔

نافرمان اور سرکش عورتوں کی اصلاح کا طریقہ

نافرمان اور سرکش عورتوں کی اصلاح کے لیے اللہ رب العالمین نے قرآنِ حکیم میں مختلف طریقے اور مراحل بیان فرمائے ہیں اور یہ طریقے یقیناً مفید اور حکمت پر مبنی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَالّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا۔ (۳۷) اور جن عورتوں کی نافرمانی وسرکشی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور (پھر بھی سرکشی سے باز نہ آئیں تو) انہیں (ہلکی ضرب سے) مارو، پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں، تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، یقیناً اللہ بلند ہے بڑا ہے۔"

اگر ان تمام تدابیر (یعنی سمجھانے، علیحدہ سونے اور مارنے) کے باؤجود بھی مسئلہ حل نہ ہوا اور عورت نافرمانی وسرکشی سے باز نہ آئے اور زَوجین (میاں بیوی) کے مابین جھگڑا مزید بڑھنے کا اندیشہ رہے، تو فریقین کے گھر والے مثلاً ماں باپ، بہن بھائی یا خاندان کے دیگر بڑے لوگ، دونوں کے درمیان مُصالحت کے لیے اپنا کردار ادا کریں؛ تاکہ نَوبت طلاق تک نہ پہنچ جائے اور خاندان اُجڑنے سے بچ جائے!!

زَوجین کے درمیان مُصالحت کرانے کا حکم

ربّ تعالیٰ زَوجین کے مابین مُصالحت کرانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ (۳۸) اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک فیصلہ کرنے والا، مرد والوں کی طرف سے اور ایک عورت والوں کی طرف سے بھیجو، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں ملاپ کر دے گا، یقیناً اللہ جاننے والا خبردار ہے۔"

خلاصۂ کلام

گھریلو زندگی کا دار و مدار اور امن وسکون، رشتوں کے لحاظ اور باہم حقوق کی پاسداری میں منحصر ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان اُس وقت تک کامیاب گھریلو زندگی (Family Life) نہیں گزار

سکتا، جب تک وہ رشتوں کا لحاظ اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری نہ کرے، اللہ رب العالمین نے ہمیں قرآنِ حکیم میں رشتوں کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔(۳۹) اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو! اور رشتوں کا لحاظ رکھو، یقیناً اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا، باہم حسنِ سلوک سے پیش آنا، ایک دوسرے کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنا، مشکل وقت میں ڈھارس بندھانا، فرائض وواجبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور باہم خیر خواہی کرنا بھی، رشتوں کے لحاظ و پاسداری کی مختلف صورتیں ہیں، لہٰذا زوجین کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کریں، ان میں کوتاہی ہرگز نہ برتیں، آپس میں محبت ورَواداری سے پیش آئیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں۔

اے اللہ! ہمیں فرائض وواجبات کی ادائیگی کا پابند بنا، اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، باہم محبت واُلفت میں اِضافہ فرما، ہمارے گھروں کو محبت ورَحمت کا گہوارہ بنا، خوش اُسلوبی کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سيّدِنا ونبيّنا وحبيبِنا وقرّةِ أعيُنِنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين۔

حوالہ جات: (۱) پ۲۱، الروم۲۱ (۲) پ۵، النسآء ۳۴۔ (۳) سنن أبي داود، تاب الزا، باب في حقوق المال، ر ۲۱۶۶۴/ص ۲۴۷۔ (۴) سنن الترمذي، أبواب الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج... الخ، ر: 1161، ص282۔ (۵) المرجع نفس، ر: 1159، ص281۔ (۶) المرجع السابق، ر: 1160، ص282۔ (۷) صحیح البخاري تابُ الناح، باب صوم المرأب إذن... الخ، ر: 5192، ص929۔ (۸) مُسنَد ال إمام أحمد مسند أبي رير، ر: ۹۶۶۴، ۳/۴۳۹۔ (۹) فتاوی رضویہ کتاب الحظر والإباحة، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا... الخ، 15/174۔ (۱۰) مُسنَد ال إمام أحمد حديث عبد الرحمن بن عوف الزُري، ر: ۱۶۶۱، ۱/۴۰۶۔ (۱۱) السنن الرللبَي قي، تاب القسم والنشوز، باب کراي فر... الخ، ۷/۲۹۴۔ (۱۲) صحیح البخاري تاب الناح، باب فران العشير... الخ، ر: 5197، ص930۔ (۱۳) المرجع نفس، تاب بدء الوحي، ر: 3، ص1۔ (۱۴) سُننُ أبي داود تابُ الطلاق، بابُ في الخُلع، ر: ۲۲۲۶، ص ۳۲۲۔ (۱۵) انظر: الترغيب والتريب للمُنذري، الترغيب في الجنّ، ر: 5619، 4/270۔ (۱۶) صحیح البخاري، تاب الجنائز، ر: ۱۲۸۰، ص ۲۰۵۔ (۱۶) پ۴، النساء: ۱۹۔ (۱۷) صحیح مسلم باب الوصي بالنّساء، ر: ۳۶۴۴، ص ۶۲۶۔ (۱۸) المرجع نفس، ر: ۳۶۴۵، ص ۶۲۶۔ (۱۹) پ۲۸، التحريم: ۶۔ (۲۰) پ۴، النساء: ۴۔ (۲۱) سنن الترمذي أبواب المناقب، ر: ۳۸۹۵، ص ۸۷۸۔ (۲۲) المرجع نفس، أبواب الرضاع، ر: ۱۱۶۲، ص ۲۸۲۔ (۲۳) صحیح البخاري تاب المغازي، باب غزوۃ خيبر، ر: ۴۲۱۱، ص ۷۱۵۔ (۲۴) المرجع نفس، تاب الأدب، ر: ۶۲۰۱، ص ۱۰۷۹۔ (۲۵) جامع الترمذي أبواب تفسير القرآن، ر: ۳۱۷۵، ص ۷۱۹۔ (۲۶) صحیح مسلم تاب الناح، ر: ۳۵۴۲، ص ۶۰۹۔ (۲۷) المرجع نفس، تاب ال إمار، ر: ۴۷۲۱، ص ۸۱۹۔ (۲۸) سنن أبي داود کتاب النكاح، ر: 2134، ص308۔ (۲۹) تفسير القُرطبي تفسير سورة البقرة، تحت الآيہ: ۲۲۸، الجزء ۳، ص ۱۱۸۔ (۳۰) صحیح البخاري تاب الناح، ر: ۵۱۹۹، ص ۹۳۰۔ (۳۱) المرجع نفس، تاب الأذان، ر: ۶۷۶، ص ۱۱۰۔ (۳۲) صحیح مسلم تاب الحجّ، باب حجّ النّبي، ر: 2950، ص515۔ (۳۳) المرجع نفس، تاب الزا، باب فضل النفق... الخ، ر: ۲۳۱۱، ص ۳۰۴۔ (۳۴) سُننُ أبي داود تابُ الناح، بابُ في الاستيمار، ر: 2095، ص ۳۰۳۔ (۳۵) صحیح البخاري تابُ الناح، بابُ ماير من ضرب... الخ، ر: 5204، ص931۔ (۳۶) پ5، النساء: 34۔ (۳۷) پ5، النساء: 35۔ (۳۸) پ4، النّساء 1۔

◆◆◆

ص 41/ کا بقیہ ....

مدینہ کے لوگوں میں جن میں بہت سے لوگ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابہ تھے سمجھ لیا اور بجا طور پر سمجھا کہ ان فتنوں کے دروازے کھل گئے ہیں جن کا تذکرہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیش گوئی کے طور پر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایسے حالات میں ایمان کو سلامت رکھنے کی صورت فقط یہ ہے کہ انسان گوشہ نشین اور عزت گزین ہوجائیں۔ (تاریخِ اسلام: 328)

◆◆◆

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

اسلام اور نفسیات

قرآن مجید، سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۲ میں اللہ کریم نے فرمایا، اے ایمان والوں، بہت سارے گمانوں سے، بہت سارے خیالوں سے بچو! فرمایا، بعض گمان بھی بعض خیال بھی گناہ ہیں۔ کیسے بچیں؟ فرمایا: وَّلَا تَجَسَّسُوْا ۔ یہ جاسوسی چھوڑ دو۔ یہ کسی کی باتوں، چھپی ہوئی باتوں کو تلاش کرنا چھوڑ دو۔ اس سے تم گمانوں سے بچو گے، وسوسوں سے بچو گے، خیالات سے بچو گے۔

نفسیاتی طور پر جو لوگ پاک صاف ہوتے ہیں، ان کی زندگی مطمئن ہوتی ہے۔ بہت زیادہ مال، دولت، وجاہت، شہرت کے باوجود جو لوگ نفسیاتی طور پر کسی میل کچیل کا شکار ہوتے ہیں ذہنی طور پر، وہ ساری صلاحیتوں کے باوجود بھی کمزور، بے چین اور بے سکون رہ جاتے ہیں۔ زندگی میں گمان، سوچ، اپنی نفسیات کو ہمیشہ اچھا رکھیں۔ کبھی بھی اپنے آپ کو الجھاؤ کا شکار نہ ہونے دیں۔ جس آدمی نے سکون لینا ہے، اس نے بھی یہاں سے لینا ہے، اپنے اندر سے۔ جس نے مطمئین ہونا ہے اس نے بھی خود بہ خود ہونا ہے اور جس شخص نے بے سکون رہنا ہے، اس نے بھی خود بہ خود ہی رہنا ہے۔

میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مطمئن زندگیاں فراہم کیں۔ اطمینان بخش رویے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیئے۔ آپ غور فرمائیں گے کہ غریب ترین صحابہ بھی جب کوئی ان سے پوچھتا تھا کیفیت کیا ہے؟ تو وہ کہتے تھے، الحمد للہ! اللہ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بنا دیا ہے۔

اب ہم خود اپنے آپ کو اتنا نفسیاتی طور پر کمزور کر لیتے ہیں سوچ سوچ کے کہ فلانا بڑا ہو گیا ہے، میں چھوٹا رہ گیا ہوں۔ فلاں آدمی آگے نکل گیا ہے، میں پیچھے رہ گیا ہوں، یہ چیز انسان کو کمزور کرتی ہے۔ انسان اگر یہ تصور کر لے کہ جو میرے حق میں بہتر تھا، میرے رب نے مجھے عطا کر دیا ہے۔ اسے سکون نصیب ہوتا ہے پھر نفسیاتی مسائل ختم ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے سمجھدار لوگوں کو کالا جادو ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے عقل مند لوگ ہوتے ہیں جن کی بھابھی انہیں نظر لگا دیتی ہے۔ بڑے بڑے سمجھدار لوگ ہوتے ہیں کہ جن کی دکان کے آگے کوئی تعویذ پھینک جاتا ہے۔ بڑے سمجھدار لوگ ہیں لیکن وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ سانپ سے ڈرتے ڈرتے رسیوں سے بھی ڈرنا شروع کر دیا ہے، وہ جی! میں کل صبح چل رہا تھا تو میرے پیچھے کوئی چل رہا تھا تو میں نے کہا، سایہ ہو گا آپ کا، وہ ہی ساتھ چلتا ہے!

ایک حدیث ہے ترمذی شریف کی، اسے یاد کر لیں، بڑا نفع دے گی۔ میرے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، اگر ساری دنیا مل کے بھی تیرا نقصان کرنا چاہے تو جب تک رب کی مشیت نہ ہو، تیرا نقصان ہو نہیں سکتا۔ ختم ہو گئی بات! باہر آجائیں اس چیز سے اور فرمایا، سارے زمانے کے لوگ مل کر تیرا نفع کرنا چاہیں تو جب تک اللہ نہ چاہے، وہ تیرا کوئی نفع کر نہیں سکتے۔

نقصان بھی اللہ کی مشیت پہ ہے، نفع بھی اللہ کی رضا پہ ہے تو پھر آپ بلا وجہ لوگوں کو دیکھ کر ٹینشن کیوں لیتے ہیں؟ پریشانی کاہے کی؟ آزمائش کس بات کی ہے؟ اپنے آپ کو سکون دیں۔ اپنے آپ کو مطمئن کریں، کہیں، رب بڑا ہی مہربان ہے، اس نے جہاں اچھا سمجھا ہے، وہاں اس نے مجھے رکھا ہے، اپنے ذہن کو اطمینان دیں، سکون دیں۔

میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات مبارکہ میں آپ کو شکوہ نہیں ملے گا، کہیں بھی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم پیدا ہوئے۔ کتنی دفعہ آپ کو کتابوں میں ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے ہوں کہ میرا

باپ ہوتا تو ایسے ہوتا؟ میری اماں ہوتی تو ایسے ہوتیں؟

ہم روز نہیں روتے؟ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی ساری آزمائشوں میں گزاری۔ کہیں آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کے پاس بیٹھے ہوں اور فرمایا، آؤ! میں تمہیں اپنے دکھ سناؤں۔ ہمیں تو مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم لوگوں نے اپنے آپ کو غیر مطمئن بنا لیا ہے، ہم ان ساری چیزوں کی ڈیمانڈ کرتے ہیں جو ہمارے مالک نے مناسب نہیں سمجھی ہمیں دینی۔ ہمیں اپنے آپ کو مطمئن کرنا چاہیے، سکون میں رکھنا چاہیے۔ اگر آپ تھوڑا سا اپنے آپ کو سکون دیں، اطمینان دیں، کہیں الحمد للہ! اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں جس کو چاہتا ہے وہاں اسے بٹھا دیا کرتا ہے۔ پھر ہم لوگوں کا منصب چھیننا چاہتے ہیں، حسد کرتے ہیں، بغض پیدا ہوتا ہے، عداوت پیدا ہوتی ہے، نقصان ہوتا ہے، فطری طور پر جو صلاحیتیں اللہ نے دی ہوتی ہیں ان کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ زنگ لگنے لگتا ہے ان سب چیزوں کو جو اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں دی ہوتی ہیں۔

تو بات کو یاد رکھیں! زندگی میں آپ مطمئن ہو جائیں کہ رب کریم نے جو دیا ہے وہ کمال ہی دیا ہے۔ حضور ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ تھیں تو ان کے ہاتھ ذرا لمبے تھے، مومنوں کی ماں! بعض خواتین نے ان سے کہا کہ لمبے ہاتھوں والی! ہم بنا لیتے ہیں نا یہ بھی بات کہ اس کی ناک موٹی ہے، اس کی آنکھیں چھوٹی ہیں تو اس کے کان بڑے ہیں، تو اس کے ہاتھ کیسے ہیں۔ تو کہاں، لمبے ہاتھوں والی تو وہ پریشان ہو گئیں۔

نبی کریم ﷺ تشریف لائے، کیا ہوا؟ عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! مجھے لمبے ہاتھوں والی کہتے ہیں، تو حضور ﷺ فرمانے لگے، یہ پریشان ہونے والی بات ہے کہ خوش ہونے والی بات؟ یارسول اللہ ﷺ! کیا مطلب؟ فرمایا، تو کہہ کہ رب نے لمبے ہاتھ اس لیے دیے ہیں تاکہ میں سخاوت زیادہ کرسکوں۔ یہ جو میرا چہرہ ہے، یہ جو آپ کا چہرہ ہے، یہ آپ کی چاہت ہے کہ اللہ کی؟

"فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ۔ (سورہ انفطار، آیت نمبر ۸) اللہ فرماتا ہے، جیسے میں نے چاہا ہے ویسے تجھے بنایا ہے۔"

تو اگر میری موٹا ناک، میری چھوٹی آنکھیں، میری بڑی آنکھیں، میرے چپٹے کان، یہ میرے تو نہیں، یہ تو میرے رب کی چاہت ہے! مجھے اپنے موٹے ہونٹوں سے نفرت کرنی چاہیے کہ اللہ کی چاہت سے پیار کرنا چاہیے؟ مجھے اپنے کالے رنگ پر پریشان رہنا چاہیے کہ رب کی چاہت پر مجھے پیار آنا چاہیے؟ تو اللہ کی چاہت پر پیار کر، یہ چاہت ہے اللہ کی یہ چاہت ہے! تو اللہ کی چاہت سے محبت کر! تو پریشان ہو رہا ہے، فلانے کا رنگ گورا ہے، میرا کالا ہے! فلانے کا مکان بڑا ہے تو میرا چھوٹا ہے۔ فلاں بڑی گاڑی میں کیسے بیٹھ گیا؟ بھئی! اللہ نے چاہا تھا، بیٹھ گیا، اللہ نے میرے لیے سائکل پسند کی ہے مجھے الحمد للہ! کہہ کے سائکل پہ بیٹھنا چاہیے۔ اس نے پسند کہ ہے، اس کی رضا ہے کہ میں یہاں رہوں!

تو ایک بات تو یہ ہمیشہ یاد رکھیں! کہ آپ اپنے آپ کو مطمئن کریں زندگی میں، سکون دیں۔ نفسیاتی طور پر ہم بڑے ڈسٹرب اس لیے ہیں کہ ہم بے سکون رہتے ہیں، جان بوجھ کے! وجہ ہی کوئی نہیں! دیکھیں نا! جب تک زندگی ہے، اللہ نے زندہ رکھنا ہے اور جب وقت آ جانا ہے تو پھر کوئی ہمیں بچا سکتا نہیں! تو ٹینشن کس بات کی، ڈپریشن کس بات کا ہے؟

دوسری بات یہ کہ دوسروں کی نفسیات کا بھی تھوڑا تھوڑا خیال کریں۔ ہم پتہ ہے کیا چاہتے ہیں، سارے میرے مطابق چلیں! پھر نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ اگر سو بندہ پیار کرتا ہے تو ان کے مطالبے الگ الگ ہیں۔ کوئی کہتا ہے، جناب! پیار ہی کرنا چاہیے، ہر ایک سے مسکرا کے ملنا چاہیے۔ کوئی کہتا ہے، حضرت صاحب! کتنا بھی پیار کریں تو لوگ نکل جاتے ہیں، تھوڑی ڈنڈی پٹی بھی ہونی چاہیے۔ دونوں قسم کے لوگ ہیں نا جی؟ ایک وہ شخص ہے جو کہتا ہے، اتنا بڑا مجمع ہے تو دو سیکیورٹی گارڈ بھی ہونے چاہیے۔ تیسرا کہتا ہے، جی اجیب اجیب لگتا ہے! کہ گارڈ رکھے ہوں کسی بندے نے، کسی بڑے آدمی نے!

تو یہ ہر بندے کا مطالبہ! اب آپ نے کیا کرنا ہے، آپ نے لوگوں کے مزاج کی رعایت کرنی ہے۔ جہاں تک آپ پیار

کرسکیں، آپ نے کرنا ہے! جہاں تک محبت کرسکیں، آپ نے محبت کرنی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے مزاج کا خیال کرتے، چھوٹے بچوں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس سے گزرتے تو فرماتے السلام علیکم! ایک بچے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پہ پیشاب کردیا تھا۔ اس کی ماں پریشان ہوگئی۔ بخاری ہے! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بچہ تھا، پتہ نہیں چلا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے، کیا ہوگیا وہ بچہ ہے! اللہ نے پانی پیدا کیا، ابھی اس پہ پانی بہائیں گے، سب ٹھیک ہوجائے گا، وہ بچہ ہے! لیکن حاجی صاحب گھر میں بگڑ جاتے ہیں، پوتا اگر پیشاب کردے تو۔ کہتے ہیں، میں نے نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ پیر صاحب بگڑ جاتے ہیں اس بات پہ، علامہ صاحب بگڑ جاتے ہیں۔ سیٹھ صاحب کہتے ہیں، پتہ ہی نہیں بچے نے پیشاب کردیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ بچہ بچہ ہوتا ہے، وہ چھوٹا ہے! اس کا ایک مزاج ہے، اس کا ایک مطالبہ ہے۔ اب آپ یہ کہیں کہ وہ بڑا مجھے پاک صاف سمجھتا ہے تو اس رویے سے وہ میرے ساتھ ملاقات کرے۔ آپ اس کے مزاج کی رعایت کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام کے بیٹے ہیں، حضرت اسامہ بن زید! نواسوں کی بات نہیں سنا رہا۔ زید بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے، ان کے بیٹے ہیں، چھوٹی عمر تھی، ناک بہہ رہا تھا۔ ویسے دادا جی ناک صاف کردیتے ہیں پوتے کا؟ ہوسکتا ہے وہ ڈانٹ دیں کہ چل دوڑ جا! کتنا گندا ہے، اماں سے کہہ ذرا ناک صاف کرے۔ چل نالائق! نانا بھی کہیں، چل بھاگ جا! کیوں کہ وہ حاجی صاحب نے وضو کرنا ہے، نماز پڑھنی ہے تو ان کے قریب یہ چیز آگئی، تو بڑا مسئلہ بن جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا، عائشہ! اسامہ کی ناک بہہ رہی ہے، صاف کردو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں، میں ذرا اٹھی کوئی کپڑا دیکھ لوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اٹھے۔

ایک روایت تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناک پونچھ دی اور دوسری میں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب پہنچ گئے۔ جنابِ عائشہ کہتی ہیں، میں نے ہاتھ پکڑ لیا، میں نے کہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کپڑا لینے گئی تھی، آگئی! کہتی ہیں، میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کی ناک صاف کردی، ریٹھ صاف کردیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا میری طرف دیکھ کے مسکرائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوئے۔

بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ اب آپ کو بچہ حاجی صاحب مانے پہلے، نمازی صاحب مانے آپ کو۔ آپ کو پہلے بچہ جو ہے، وہ بڑا سیانہ مانے، سمجھدار مانے، عقل مند مانے، پیر صاحب مانے، چھوٹا سا بچہ، تو وہ نہیں مان سکتا! آپ اس کی نفسیات کے مطابق اس کے ساتھ چلیں، آپ رویہ وہ رکھیں کہ وہ بچہ ہے، وہ چھوٹا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو انہیں سلام کہتے تھے! آپ بھی کہتے ہیں؟ آج سے کہیں گے؟ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی بچے کھیل رہے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ جاتے، فرماتے، یار! میرے سینے سے تو لگو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پہ بیٹھ جاتے، بچہ دوڑا آتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے جب لگتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گر جاتے اور فرماتے، اوئے ہوئے! تم نے تو مجھے گرا ہی دیا ہے۔ یہ بچوں کے ساتھ آپ جو رویہ رکھیں گے، وہ میٹھا ہوگا۔ اب آپ کہیں گے، چونکہ اب میں ایک عہدے پہ ہوں، میں ایک منصب پہ ہوں تو یہ آپ کی نفسیاتی کمزوری ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے، بچوں کو ڈانٹ کے رکھا جاتا ہے، بے جا ڈانٹ ڈپٹ، بے جا سختی اور بے جا ان کے ساتھ رویے اور ان کے ساتھ بڑی عجیب وغریب قسم کی جو ہے وہ گھٹن! گیپ آجاتا ہے بچوں کے درمیان۔ میں کہا کرتا ہوں پھر بچے ہمیں دکھ نہیں سناتے، وہ پھر غلط آدمی کو دوست بناتے ہیں۔ پھر اس غلط آدمی کو اپنی بات بتاتے ہیں۔ غلط آدمی رازدار بن جاتا ہے۔

آپ ان کی نفسیات کے مطابق ان سے پیار کریں، انہیں ٹائم دیں۔ آپ دیکھیں یہ کیا سوچتے ہیں، کیا کہتے ہیں، کس طرح کا ان کا رویہ ہے! پھر نوجوان جب کوئی ہوجاتا ہے تو اس کی سوچیں جوان ہوجاتی ہیں۔ نوجوانوں سے معذرت کے ساتھ! نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کی حکومت سے پناہ مانگی، اس لیے کہ نوجوان بڑی جلدی پیار بھی کرتا ہے اور بڑی جلدی نفرت

اسلامیات

بھی کرتا ہے۔ سوچیں مضبوط نہیں ہوتیں۔ جوان آدمی! بکھری ہوئی سوچیں ہوتی ہیں۔

میرے رسولِ کریم ﷺ نوجوانوں سے ان کے مزاج کے مطابق ڈیل کرتے، ان کی طبیعت کے مطابق ان کی ذہن سازی کرتے۔ ہم جوانوں کو وقت نہیں دیتے، ہم مطالبہ کرتے ہیں نوجوان سے کہ وہ ہے نوجوان، باتیں بوڑھوں والی کرے۔ اگر جوانی میں بوڑھوں والی باتیں کرے تو پھر تو شیخ سعدی کہتے ہیں، سارے بوڑھے چھوڑ کے اس نوجوان کے پاس بیٹھو، اس کے پاس فیض زیادہ ہے! اگر ایسا ہوجائے کیونکہ در جوانی توبہ کردن، شیوائے پیغمبری! یہ تو اچھی بات ہے۔

لیکن میرے عزیز! اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر نوجوان کو آپ اس کی طبیعت کے مطابق ڈیل کریں، آپ اسکی سوچ دیکھیں، اس کا رویہ دیکھیں، اس سے پیار کریں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک نوجوان داخل ہوا، اندر داخل ہوتے ہی اس نے فٹافٹ بات کردی۔ کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں، میرے جذبات بہت بھٹک گئے ہیں، میں رک نہیں سکتا!

ہمارے یہاں ہمارے گھر میں کوئی فون کرے تو ہم غیرت مند بن جاتے ہیں، میری غیرت کو گوارا نہیں! کہ کوئی میرے گھر میں فون کرے اور اگر میں کسی کے گھر میں فون کروں تو؟ پھر غیرت کدھر گئی؟ پھر بھی آپ غیرت مند نہیں صاحب! اگر آپ کسی کے گھر فون کرتے ہیں تو آپ غیرت مند نہیں تو یاد رکھیں، اگر آپ یہ حرکت کررہے ہیں تو پھر آپ کو بھی تھوڑا احساس ہونا چاہیے!

نبی کریم ﷺ سے اس نے کہا، مجھے زنا کی اجازت دے دیں، حضور ﷺ فرمانے لگے، آگے آجاؤ! حضرت عمر کہتے ہیں، مجھے بڑا غصہ تھا، میرا دل کررہا تھا اٹھوں اور دو تھپڑ ماروں اسے، کوئی طریقہ ہے بات کرنے کا! حضور ﷺ نے بلایا، پاس بٹھایا، تھپکی دی۔ فرمایا، ایک بات تو بتا! تیرے سوال کا جواب پھر دیتا ہوں۔ ایک بات تو بتا، یارسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمائیے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے، تو پسند کرتا ہے کہ تیری بہن کے ساتھ کوئی زنا کرے۔ کہنے لگا، حضور ﷺ! میں بات بھی سننا پسند نہیں کرتا، تیری بیٹی کے ساتھ؟ کہنے لگا، حضور ﷺ! زبان اس کی کھینچ لوں گا جو یہ بات کرے گا۔ کہا، تیری ماں، تیری پھوپھی، خالا؟ کہا، حضور ﷺ! کسی بندے کو میں اجازت نہیں دوں گا۔ تو رسول کریم ﷺ فرمانے لگے، جس سے تو زنا کی اجازت مانگ رہا ہے، وہ بھی تو کسی کی بہن ہے نا؟ وہ بھی تو کسی کی بیٹی ہے! جو غیرت، جو حمیت تجھے اپنے گھر کے بارے میں آتی ہے، وہ دوسرے کے بارے میں کیوں نہیں آتی؟ جب نبی کریم ﷺ نے اس نوجوان کو اس کے مزاج کے مطابق سمجھایا، تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ عرض کرنے لگا، یارسول اللہ ﷺ! زنا کا ارادہ تو ایک طرف، آج کے بعد میری زبان پر اس کا نام بھی نہیں آئے گا۔

آپ سامنے والے کی نفسیات کو دیکھیں، آپ اپنے موڈ میں نہ رہیں! مجھے بڑی اچھی طرح یاد ہے۔ ایک دفعہ مسجد میں ایک بچے نے آدھی بازوؤں کی شرٹ پہن کے نماز پڑھی۔ ایک باباجی نے ان کو منع کیا۔ بچہ کہنے لگا، نماز ہوجاتی ہے۔ بڑے بازو آپ فولڈ کرکے پڑھیں گے تو کراہت ہے لیکن ویسے بھی آدھے بازوؤں والی شرٹ میں نماز ہوجاتی ہے لیکن اچھا عمل نہیں! اچھا عمل یہی ہے کہ آپ کے بازو پورے ہوں۔ تو بزرگ ان سے کہنے لگے، پورے کپڑے پہنو! کہنے لگا، بھئی! ہوجاتی ہے نماز۔ میں بھی تھا تو مجھے انہوں نے کہا، جی حضرت صاحب! بات سننا۔ میں نے کہا، جی حکم! کہنے لگے، ان کپڑوں میں نماز ہوجاتی ہے؟ میں نے کہا، جی ہوجاتی ہے! کہتے، لگدا اے منڈا چودھریاں دا ہے! میں نے کہا، ہے واقعی چودھریاں دا بچہ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دین چودھری کے لیے بھی وہ ہی ہے اور غریب کے لیے بھی وہ ہی! تو آپ اس بیچارے بچے کو آنے تو دیں، اس کو مسجد میں داخل ہونے دیں، ان شاء اللہ! کپڑے بھی ٹھیک پہن کے آہی جائے گا!

لیکن ہم نے تو ذہن بنا لیا ہے کہ ہم نے اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کو قابو کرنا ہے۔ ہم لوگ، لوگوں کے ذہن کے مطابق اترنے کو تیار نہیں، بس سارے میرے مطابق چلیں! یہ تو بات کوئی پیشوا کرے گا، مقتدا کرے گا، وہ بھی سمجھائے گا۔ رسولِ کریم علیہ

الصلاۃ والسلام لوگوں کو جبراً نہیں جھکاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلائل دیتے تھے۔نوجوان بچوں کو موقع دیں، انہیں سمجھائیں، انہیں قائل کریں، ان سے پیار کریں، ان کی نفسیات کو سمجھیں، اس کے مطابق ان کے ساتھ آپ ڈیل کریں، پھر آگے بڑھیں۔

عورتوں کے بارے میں، میرے نبی کریم علیہ السلام نے بڑی نصیحت فرمائی ہے۔محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے،عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، سیدھا کرنا چاہو گے،ٹوٹ جائے گی۔یہ جیسی ہے اس کے ساتھ ویسا ہی گزارا کرو۔اس کی نفسیات کو سمجھ جاؤ۔عورت تھوڑا سا چاہتی ہے کہ وہ کھانا پکائے تو اس کی تعریف کر دی جائے۔تو بھئی! کھڑی ہے صبح سے باورچی خانے میں۔ دو لفظ بولنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر کبھی نمک زیادہ ہو بھی جائے تو کیا خیال ہے بیوی جان بوجھ کے زیادہ ڈالتی ہے؟ اس کا شوق ہے کہ اس کی انسلٹ ہو؟ ہمارا رویہ اتنا سخت ہوتا ہے بعض اوقات، اتنا تکلیف دہ ہوتا ہے کہ اس سے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، مزاج میں خرابی آتی ہے۔عورت چاہتی ہے تھوڑا سا کہ میرے خاندان والے، میرے سسرال والے میری تھوڑی عزت کریں تو وہ اگر سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کے آگئی ہے تو جس طرح ہم اپنی بیٹی کے لیے ذہن رکھتے ہیں عزت کا، اگر تھوڑا اس کے لیے بھی بنالیں گے تو میرا خیال ہے کوئی حرج والی بات نہیں!

ہم لوگوں کا خیال رکھنے کی بجائے لوگوں کو چڑھاتے ہیں۔ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے آپ؟ کسی نے کہہ دیا، یہ میرے گھر نہ آئے آج کے بعد، باپ نے بیٹے کو کہہ دیا، یہ رشتے دار نہ آئے، وہ کہتا ہے، اب تو سویرے ضرور آئیں۔ وہ کسی نے کہہ دیا اس گلی سے نہ گزرنا! کہنا ہے، میں ابھی گزروں گا تو دیکھ لے جو تو نے کرنا ہے۔ بلکہ پتہ چل جائے فلانے کو فلانی چیز بری لگتی ہے، اس کو وہ زبردستی کرتے ہیں، چڑھاتے ہیں، نفرتیں پیدا کرتے ہیں، اس کے اندر غرور لاتے ہیں، مزاج کے اندر چڑچڑا پن پیدا کرتے ہیں۔ یہ کام نہ کریں! آپ اپنے لیے کیا گراؤنڈ بنا رہے ہیں کہ لوگ آپ سے نفرت کریں؟ لوگ تکلیف دیں آپ کو؟ یہ نوجوان بچے! کسی نے ہارن دے دیا گاڑی کا تو اب اس نے گاڑی پیچھے کرنی ہی نہیں! وہ مابدولت کوئی ہارن بجا دیا ہے۔

مہذب قوموں کا یہ رویہ نہیں ہوتا! یہ تو وہ قومیں ہیں جو مطلب بڑی تنگ ہیں اپنے آپ سے۔ ٹھنڈے رہیں، میٹھے رہیں، پیار کریں! دوسروں کے جذبات کا احساس کریں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا، عائشہ! تیرے ساتھ ایک بات نہ کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کریں! فرمایا، جب تو ناراض ہوتی ہے، تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جب تو راضی ہوتی ہے، تب بھی مجھے خبر ہو جاتی ہے۔ اتنا دھیان رکھتے ہیں خاوند گھر میں؟ کہ اب اسکی پوزیشن کیا ہے اور اب یہ کیا سوچتی ہے اور کس بات پہ اس کو جو ہے وہ ناراضگی ہوتی ہے! تو حضرت عائشہ کہتی ہیں، نہیں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایسی تو بات ہی کوئی نہیں! آپ بتائیں! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے، جب میں کسی اور زوجہ کے پاس تھوڑا وقت گزار لیتا ہوں زیادہ اور جب میں آتا ہوں تو تو ناراض ہوتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو کیسے پتہ؟ فرمایا، بتاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائیں! فرمایا: اس وقت جب تو قسم اٹھاتی ہے تو کہتی ہے لا ورب ابراہیم! مجھے ابراہیم کے رب کی قسم! اور جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے تو تو کہتی ہے، لا ورب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ کہنے لگیں، محبوبہ! قربان جاؤں! بات بالکل ٹھیک ہے، ایسے ہی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل! جب تھوڑی خفگی ہوتی ہے تو میں یہ کام کرتی ہوں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لوگوں کے مزاج کا خیال کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو پتہ ہوتا تھا، لیکن مابدولت کہتے ہیں، سارے میری مرضی کے مطابق چلیں! ہاں! میں نے زندگی میں یہ تجربہ بھی کیا ہے کہ آپ لوگوں کا خیال رکھنے لگ جاتے ہیں تو لوگ خراب بھی ہو جاتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں! وہ سمجھتے ہیں شائد میری ضرورت بڑی ہے۔ نہ نہ! یہ بات نہیں بھائی! بات کچھ اور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں نا؟ تو کافر آئے، منافق آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو ڈیوٹی ہے پیار کرنا۔ لیکن کافر کو تو چاہیے کہ کلمہ پڑھے۔ منافق کو تو چاہیے، مومن بنے۔ او بھائی!

میں نے کہا، وہ بزرگ ہیں، ان کی ذمہ داری ہی پیار کرنا ہے، وہ جو بھی جائے گا اس سے پیار کریں گے۔

لیکن تو بتا، تو نے پیار میں سے سیکھا کیا ہے، لیا کیا ہے؟ تیرے اوپر اثر کیا ہے؟ پیار کرنا، شفقت کرنا اور ہے۔ یہ جملہ میرا یاد رکھنا! پیار کرنا کسی سے اور ہے اور اس سے راضی رہنا، یہ بات اور ہے۔ کسی پر شفقت کرنا اور ہے اور اس بندے سے راضی رہنا اور ہے۔ یہ آپ دیکھیں گے، وہ راضی ہے آپ سے کہ نہیں! کہ خالی پیار ہے، خالی شفقت ہے۔ شفقت تو مجبوری ہے کرنی ہے۔

تو میرے عزیز! یاد رکھیں! نبی کریم ﷺ تھوڑا تھوڑا خیال کرتے، دیکھتے بندہ اس کے مزاج کے مطابق! دیہاتی آتا تو حضور ﷺ اس کا بھی خیال کرتے۔ حضرتِ ظاہر دیہاتی تھے، وہ آتے تھے، ترکاریاں لے کے گاؤں سے۔ نبی کریم ﷺ پیار کرتے تھے، وہ کئی دفعہ عجیب وغریب باتیں بھی کرتے تھے، حضور ﷺ محبت سے پیش آتے تھے۔

امام حسن کے پاس ایک بندہ آیا۔ بڑی مزے دار بات! داتا علی ہجویری نے لکھی ہے، مجھے پڑھ کے بڑا ہی مزہ آیا اور سمجھ بھی آئی کہ اہل بیت نبوت کی اصل مخالفت کون کرتا ہے۔ ایک شخص آیا، تو اس نے آ کے معاذ اللہ! حضرت مولیٰ علی شیر خدا کو، معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! امام حسن کے والد کو برا بھلا کہا۔ پھر امام حسن کو کہا۔ وہ برا بھلا کہتا جا رہا ہے، امام حسن مسکراتے جا رہے ہیں، ہنستے جا رہے ہیں۔ انجوائے کرنے کا آپ کا موڈ بن جائے تو سب کچھ انجوائے ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے مرچی دانتوں کے نیچے رکھ کے اچھی طرح چبالی ہوں اور کانوں سے بھی دھواں نکل رہا ہو تو پھر تو بھائی، کوئی چیز بھی انجوائے نہیں ہوتی! پھر تو قصور یہ ہے کہ مرچے نہیں چبانی تھیں۔ آپ نے اپنا مزاج خود بڑا اکڑوا کر لیا ہے۔ تو کیسے کام چلے گا؟

وہ آیا تو اس نے آ کے امام حسن کو، آپ کے والد کو، معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! برا بھلا کہا۔ وہ کہتا جا رہا ہے، امام صاحب ہنستے جا رہے ہیں۔ جب وہ تھک گیا تو امام حسن فرمانے لگے، روٹی کھانی ہے؟ بھوک تو نہیں لگی ہوئی؟ کہنے لگا، بڑی لگی ہوئی ہے! فرمانے لگے، اس کو روٹی کھلاؤ، اس کو روٹی کھلائی۔ فرمایا، تیرا حال؟ کہنے لگا، بڑا غریب ہوں۔ ایک پیالے میں چاندی بھر کے امام حسن نے اسے دی اور جب اس کو دے دی تو غور سے چہرہ دیکھنے لگا، کہنے لگا، آپ کا حلم دیکھ کے، سخاوت دیکھ کے مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ واقعی خونِ رسول ﷺ ہیں، امام صاحب فرمانے لگے، یہ بیچارہ اصل میں تنگ ہے اپنی زندگی سے، اصل اس کا حال کوئی نہیں تو میرے ساتھ یہ حرکتیں کر رہا ہے۔

تو یہ، آپ سمجھیں اس بات کو! کچھ لوگ بیچارے ویسے ہی تنگ ہوتے ہیں، پریشان ہوتے ہیں، ایسے ہی بلا وجہ معاملہ ہی کوئی نہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سبق دیا ہے۔ وہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ ایک مولانا میرے سامنے ایک بھوکے آدمی کو سامنے بٹھا کے حدیث پاک کا درس دے رہے تھے، وہ بندے کو بھوک بڑی لگی ہوئی تھی۔ وہ درس دیتا جا رہا ہے، دیتا جا رہا ہے، دیتا جا رہا ہے، تو اقبال کہتے ہیں، میں نے اس سے کہا کہ

فاقہ کش کو درس شریعت سے کیا غرض
اس کے شکم کی آگ کو تو روٹی چاہیے

او اسے روٹی کھلا، اسے کوئی سمجھ نہیں آ رہی، اسے تو بھوک لگی ہوئی ہے، پہلے کھانا کھلا لے پھر ذرا اس کے ہوش ٹھکانے آئیں گے پھر اسے دین کی بات بتانا۔

ہم لوگوں کا ذہن نہیں سمجھتے کہ بندہ کس قسم کا ہے۔ سارے ہی صحابہ حیا والے تھے، سارے ہی اکرام والے تھے پر حضور سید عالم ﷺ کی پیاری زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ، میں حضور ﷺ کے گھر میں پردے کے پیچھے دیکھ رہی تھی، نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں۔ حضور ﷺ کی تہمد مبارک پنڈلیوں سے ذرا اونچی ہو گئی۔ ٹخنوں تک مرد کا چھپا ہوا ہو تو وہ جائز ہے، اس سے نیچے ننگا نہیں کرنا چاہیے۔ اوپر ہی سے، ٹخنوں سے اوپر، نیچے ہو بھی جائے تو خیر ہے۔ حضور ﷺ کی پنڈلیاں تھوڑی سی چادر ہٹی ہوئی تھی۔ پنڈلیاں کہتے ہیں ہم پنجابی میں۔ حضور ﷺ لیٹے رہے آرام فرما رہے ہیں۔ فرماتی ہیں: باہر دستک ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کون

ہے؟ عرض کی، ابوبکر صدیق ہوں یا رسول اللہ ﷺ! اجازت ہوتو حاضر ہوجاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، آجاؤ! کہتی ہیں، حضور ﷺ لیٹے رہے۔ حضرت ابوبکر آئے، بات چیت ہونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دستک ہوئی، کون ہے دروازے پہ؟ یا رسول اللہ ﷺ! عمر بن خطاب ہوں! فرمایا، آجاؤ، آگئے۔ بات چیت ہوتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد عثمان غنی آئے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آجاؤں؟ فرمایا، عثمان! ذرا ٹھہر! حضرت عثمان ٹھہر گئے۔ نبی کریم ﷺ اٹھ کے بیٹھے، چادر مبارک پنڈلیوں کے گرد لپیٹی، اپنے کرتے کو سیدھا فرمایا۔ کہا، عثمان! آجاؤ۔ تو حضرت عثمان آئے، بات چیت ہوئی، چلے گئے۔ سیدہ کہتی ہیں، میں نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! عثمان تو بڑی ٹھنڈی طبیعت کا بندہ ہے، وہ تو بڑا میٹھا آدمی ہے، حضور ﷺ کوئی جاہ وجلال نہیں، کوئی بات نہیں، وہ تو بڑا پیارا ہے۔ عمر آئے تو آپ لیٹے رہے، ابوبکر آئے تو آپ لیٹے رہے، تو عثمان؟ حضور ﷺ فرمانے لگے، عائشہ! عثمان سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، تو میں نہ حیا کروں؟

آپ اس بات کو سمجھیں، غور کریں کہ اگر ان کی طبیعت اس طرح کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وجود زیادہ چھپا ہوا ہونا چاہیے تو نبی پاک ﷺ نے ان کی طبیعت کا خیال کیا ہے۔ تو آپ کو نہیں پتہ ابا جی آپ کے کیا سوچتے ہیں، کیا چاہتے ہیں؟ آپ کو نہیں پتہ آپ کے استاد کا مزاج کیا ہے؟ آپ کو نہیں پتہ آپ کے مرشد کامل کی طبیعت کس طرح کی ہے؟ وہ کن باتوں میں راضی ہوتے ہیں، کن باتوں میں ناراض ہوتے ہیں؟ ہمیں سارا پتہ ہوتا ہے لیکن ہم چاہتے ہی نہیں صحیح کرنا معاملات کو۔ ہم اپنے وجود پر تھوڑا سا بوجھ ڈالنا ہی نہیں چاہتے۔ اپنی طبیعت کو تھوڑا سا تکلیف دینا ہی نہیں چاہتے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مالدار آدمی، کروڑ پتی شخص! لیکن انہوں نے ایک موقعے پہ پھر ٹاٹ کا لباس بھی پہن لیا۔ کسی نے ان سے کہا، ابوبکر! یہ کیا؟ فرمانے لگے، نبی کریم ﷺ کو، میرے آقا ﷺ کو غریبی پسند ہے تو ابوبکر غریب بن گیا ہے، ختم ہوگئی بات!

ٹھیک ہوگئی بات! وہ جس حال میں رکھے، اس حال میں راضی رہنا ہے۔ یہ جو مزاج ہے ہمارا کہ میں ڈھلنا نہیں چاہتا، میں بدلنا نہیں چاہتا۔ ہم تو غلام ہیں، پھر بھی نہیں بدلتے۔ تھوڑا سا خیال کریں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اماں کو زیادہ نہیں ضرورت پیسوں کی۔ ہاں ہاں! ماں تو ماں ہوتی ہے۔ وہ کوئی ریٹ لگا کے تیرے سے پیسے مانگے گی۔ اماں کو بس ضرورت ہے کہ ماں جو کہہ دے، جی کردو! ماں کو تو اتنی ضرورت ہے کہ دو منٹ رات کو بیٹھ جاؤ پیروں میں، اماں! لا تیرے پیر دبادوں، بس اتنا ہی کافی ہے۔ وہ کہے گی او ہو! میرا پتر بڑا ہی! ابا جی کو کوئی نہیں ضرورت تیرے پیسوں کی! ہاں ہاں! ان کو تو ضرورت ہے کہ کبھی کبھی تو ان کو موٹر–سائیکل پہ بٹھائے اور کہے ابا جی منڈی جانا تھا، میرا دل تھا اکٹھے چلیں گے۔ آئیں ذرا! کبھی ان سے پیار کریں، کبھی کہیں ذرا کندھے نہ دباؤں؟ او یارو! اس کی ضرورت ہے، نہیں ضرورت مرشد کامل کو کسی کے پیسوں کی! اللہ جانتا ہے، جو کامل آدمی ہوتا ہے اسے ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اسے تو اتنی ضرورت ہوتی ہے کہ اس نے کہہ دیا سیانے بن جاؤ تو سیانے بن جاؤ، اس نے کہہ دیا نیک ہوجاؤ تو نیک ہوجاؤ، اس نے کہا ہے کہ آج آجانا تو پھر! او نا یار! کہاں ضرورت ہے تیری، بس اتنا ہی بڑا! ہم لوگ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہی نہیں، بس میں، پھر میں! مجھے سکون دو، میرے مطابق ڈھل جاؤ، میری بات کرو! او نا یارو!

میرے رسولِ کریم، میرے نبی رحمت، سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دوسروں کا خیال کرتے، ان کے مزاجوں کا خیال کرتے، ان کی طبیعت کا خیال کرتے، ان کے معاملات کو دیکھتے۔ میرے رسولِ پاک ﷺ تو دیکھتے کون شخص کس طرح کا ہے، کس رویے کا ہے، کس انداز کا ہے، اس کو اس کے مطابق عزت دیتے، وقار دیتے، نواز دیتے۔ اس شخص کا اس طرح کا اکرام کرتے۔

میرے نبی کریم فرماتے ہیں، میں نے معراج کی رات جنت میں ایک محل دیکھا۔ میرا دل کیا، میں اندر سے جا کے دیکھوں

پر اس کے دروازے کے قریب گیا تو عمر فاروق کا نام لکھا تھا۔ فرماتے ہیں، عمر ذرا طبیعت کا سخت ہے، اس نے کہنا ہے، قانون یہ ہے کہ پہلے اجازت لو پھر کسی کے گھر جاؤ، چلو! ہم نہیں جاتے، عمر سے پوچھ کے چلے جائیں گے، گھر جو عمر کا ہے!

نہیں آپ کو سمجھ آئی میری بات کی! جن کے قدموں کے صدقے گھر ملا ہے، اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ سامنے والے سے پوچھ لینا چاہیے۔ او بھائی! جن کی برکت سے وہ مکان ملا ہے، اگر وہ مزاج کا اتنا خیال رکھتے ہیں تو پھر مزاج رسول ﷺ کا بھی تو خیال ہونا چاہیے! سنو پھر! نبی کریم ﷺ واپس آئے، حضور ﷺ نے بتایا، عمر! تیرا مکان بڑا پسند ہے یار، میں اندر جانے لگا تھا، دروازے پہ حور بھی بیٹھی تھی۔ میں اس لیے نہیں گیا کہ عمر قانون کا بڑا پابند ہے، اس نے کہنا ہے کہ قانون تو ہے اجازت لے کے جاؤ۔ حضرت عمر رو پڑے، عرض کرنے لگے، حضور ﷺ میں کہاں اور جنت کا مکان کہاں!

مختصر سی میری کہانی ہے
یہ جو بھی ہے آپ کی مہربانی ہے

تو حضرت عمر رو پڑے۔ لیکن میرے رسول کریم ﷺ اب اتنا حضور ﷺ خیال کرتے تو جناب عمر پتہ ہے کون تھے؟ جرات نہیں تھی کسی مائی کے لال کی کہ عمر کے سامنے کھڑا ہو سکے۔ ہاں ہاں! جس کے سامنے شیطان نہ ٹھہر سکے، نکل جاتا ہے شیطان بھی۔ لیکن صحابہ کہتے ہیں جب کبھی حضور ﷺ کے چہرے پہ شکن آتی تو اتنا وجود ہم نے کسی کا کانپتے نہیں دیکھا جتنا عمر کانپا کرتے، کپکپی طاری ہوتی تھی۔ وہ دلیر میں کہیں اور ہوں، یہاں تو میں غلام ہوں! یہاں تو میں نوکر ہوں۔

رو پڑتے اور طریقہ کیا ہوتا؟ زمین پہ کہنیاں رکھ کے، گھٹنے! حدیث صحیح میں موجود ہے۔ یہ کہنیاں زمین پہ رکھ کے جیسے بچے چلتے ہیں۔ کہنیاں دونوں زمین پہ حضرت عمر رکھ دیتے اور یوں ہاتھ باندھ دیتے حضور ﷺ کے سامنے اور پھر روتے جب حضور ﷺ ناراض ہوتے تو، کسی اور سے ناراض ہیں نبی پاک ﷺ، عمر سے نہیں! اور یوں دونوں ہاتھ بچھا دیتے، یوں ہاتھ باندھتے اور کہتے، رضیت باللہ ربا و بالسلام دینا و بنبینا محمد ﷺ! یا رسولا ﷺ! میں بڑا راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، حضور ﷺ میں بڑا راضی ہوں کہ اسلام میرا دین ہے۔ وبمحمد نبیا و رسولا اور میں بڑا راضی ہوں کہ اللہ نے محمد ﷺ کو نبی اور رسول بنایا، حضور ﷺ بڑا راضی ہوں، مہربانی فرمائیں، بڑا راضی ہوں!

یہاں پیر سید علی حسین شاہ صاحب اشرفی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کچھوچھا شریف کے بزرگ تھے اور شان یہ تھی کہ چہرہ غوث پاک سے ملتا تھا۔ وہ تھوڑا سماع کے قائل تھے۔ یعنی وہ والا سماع نہیں جو اب ڈھول ڈھمکے کے ساتھ ہوتا ہے۔ کچھ اس میں اشعار پڑھے جاتے تھے اور بعض ایسے شعر تھے جن پر بعض بزرگ کہتے تھے، نہیں ہونے چاہیے، یہ رائے کا اختلاف ہے، ان کے یہاں ایک خلیفہ تھے سید ابو البرکات شاہ صاحب، مفتی اعظم پاکستان، وہ خلیفہ ہیں لیکن بڑے عالم تھے، سید صاحب یہاں آئے تو لوگوں نے کہا، حضور! کوئی شعر پڑھیں! تو آپ فرمانے لگے، یہ میرا مرید مفتی اعظم ہے، یہ منع کرتا ہے، یہ ان باتوں سے منع کرتا ہے تو یہاں نہیں پڑھنے، لوگوں نے کہا، حضور! مرید کی بھی ماننی ہے؟ فرمایا، نرا مرید نہیں، مفتی بھی تو ہے! قرآن و سنت کی روشنی میں منع کرتا ہے۔

تو اتنا لوگ خیال کر لیتے تھے دوسروں کے مزاج کا، او یارو! ہم تو بوجھ بنتے ہیں، ہم تو چڑھاتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں دنیا چڑھ چڑھ کے پاگل ہوگئی، چڑھاتے ہیں، ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہیں، اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔ ہم لوگوں نے اب تھپڑ مارنے بند کر دیے ہوئے ہیں، اب ہم ڈنڈے نہیں مارتے، اب ہم نفسیاتی تکلیفیں دیتے ہیں، نفسیاتی! ذہنی طور پر ٹارچر کرتے ہیں، ہم لوگوں کو اتنا تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں کہ لوگ پاگل ہونے کے قریب آجاتے ہیں، خودکشیاں ہونے لگی ہیں۔

اگر ہم نفسیاتی طور پر پیار کریں، سامنے والے کو ذرا عزت دیں۔ ذرا اس کے جذبات کا خیال کریں، ذرا اس کی طبیعت کے مطابق چلیں، تھوڑا سا محبت کر لیں، پیار کر لیں، بڑی دنیا بچ جائے گی، بڑے سارے لوگ قریب آجائیں گے، میرے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بمنزلہ طاقت کے بوجھ ڈالتے تھے، حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نام لے کے بھی کہہ سکتے تھے، عبدالرحمن! تو مالدار ہے، دے اتنے پیسے جہاد میں، عمر! تو مالدار ہے، دے پیسے! عثمان غنی! دے پیسے! یہ نہیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اعلان کر دیا، بھئی! جہاد کا موقع ہے اپنا اپنا حصہ ڈالو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتے۔ اپنے آپ کو بوجھ نہ بنائیں۔

اسلام نفسیاتی مسائل کا حل بتاتا ہے کہ آپ پیار کریں۔ میں اکثر کہتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں بہت سارے بیمار ایسے ہیں جنہیں دوائی کی نہیں، ہماری توجہ کی ضرورت ہے، بہت سارے بیمار اس قسم کے ہیں جنہیں صرف آپ کی مسکراہٹ کی ضرورت ہے، جنہیں صرف آپ کا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے، آپ تھوڑا دھیان کریں، تھوڑا پیار کریں۔

اگر آپ کو لگتا ہے کہ سامنے والے کے مکان کے آگے کوڑا پھینکنے سے اس کو ذہنی اذیت ہوتی ہے تو خدارا! آپ کو پتہ ہے مسلمان خوش ہو جائے تو اللہ بھی خوش ہو جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مسلمان کو تکلیف ہو تو مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے، اس لیے ایک تو اپنے آپ کو خود مطمئن کریں! دوسروں سے مطالبہ نہ کریں اور آپ کوشش کریں دوسروں کے مزاج کے مطابق، انکی طبیعت کے مطابق آپ شرعی تقاضوں کے اندر رہ کے آپ کوشش کریں کہ سامنے والا چڑھے نہ، اسے اذیت نہ پہنچے، اسے تکلیف نہ ہو۔

ہمیشہ مدحتِ خیر الانام میں گزرے
دعا ہے یہ عمر درود و سلام میں گزرے

◆◆◆

ص 27 کا بقیہ

رضا کے لئے اپنی خواہشات کو قربان کرنا چاہیے۔ اس سے انسان میں خودغرضی کی جگہ دوسروں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قربانی کا عمل انسان کو تکبر اور غرور سے بچاتا ہے کیونکہ جب انسان اپنی جائیداد میں سے کچھ حصہ قربان کرتا ہے تو وہ اپنی دولت کے غرور سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کرتے وقت تمام حقوق کا خیال رکھنے اور عزیز و اقارب کے ساتھ الفت و محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆◆◆

ص 32 کا بقیہ

مسلمانوں کے لیے احساس شکریہ تو دور خاموش رہ جانے تک کا جذبہ نہیں ہے، وہ مسلمانوں کی ہمدردی کو ناٹک، مدد کو لالچ اور دہشت گردی کی مذمت کو نوٹنکی قرار دے کر مسلمانوں کو سبق سکھانے کی اپیلیں اور کوششیں کر رہے ہیں۔

حیرت ہے کہ جو سلوک چند بیرونی دہشت گردوں نے سیاحوں کے ساتھ کیا وہی سلوک لاکھوں غیر مسلم اپنے ہی ہم وطن مسلم بھائیوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ آخر ان دہشت گردوں اور ان غیر مسلموں میں کیا فرق رہا؟ انہوں نے مارنے سے پہلے کلمہ پڑھوایا تو یہ بھی مارنے سے پہلے ہنومان چالیسہ اور جے شری رام پڑھوا رہے ہیں۔ انہوں نے نام پوچھ کر گولی چلائی تو یہ بھی نام چیک کر کے ہی مسلمانوں پر حملے کر رہے ہیں۔ حالانکہ جن غیر مسلموں نے کشمیری مسلمانوں کی مدد اور خلوص کو قریب سے دیکھا انہوں نے کشمیری مسلمانوں کے سلوک اور ان کے ہمدردانہ رویوں کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔ اس کے باوجود گودی میڈیا اور حکومت کے حلیف سنگٹھن مسلمانوں کو پریشان کرنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔

مسلم دشمنی کی مذمت بھی کریں

ملک کے طول و عرض میں ہمارے بہت سارے مشائخ اور سوشل کارکنان اظہار دیش بھکتی میں بڑی شدت کے ساتھ دہشت گردی کی مذمت کر رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ شدت پسندوں کی دوغلی پالیسی اور مسلم دشمنی کی بھی اتنی ہی شدت کے ساتھ مذمت کی جائے اور ایسے واقعات کے خلاف قانونی/ سماجی کارروائی بھی کی جائے تاکہ ایسے عناصر پر لگام لگائی جا سکے۔ اگر ہمارے ذمہ داران سنجیدگی کا مظاہرہ کریں اور دوسرے پہلو پر بھی سخت رخ اختیار کریں تو شاید شر پسندوں کی بدتمیزیوں پر کچھ حد تک روک تھام ممکن ہے، ورنہ یک طرفہ مذمت سے فائدہ تو خیر کیا ہوگا ہاں اغیار کی ہمتیں اور بڑھتی جائیں گی۔

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

قربانی کے معاشی ومعاشرتی فوائد

اس دنیائے فانی میں انسانی ہمدردی کا حامل، فلاحی ومعاشرتی لحاظ سے صفوں میں سب سے آگے نمائندگی کرنے والا مذہب دین حق "مذہب اسلام" ہے، اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے دھاگے میں فرائض وعبادات کے ایسے ایسے موتی کو پرویا ہے جس پر عمل کر کے بندہ نہ صرف قرب خداوندی کو حاصل کرسکتا ہے بلکہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو بھی بہترین بناسکتا ہے۔

قارئین! اس تمہید سے ہم جس عبادت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اس سے ہماری مراد ماہ "ذوالحجۃ الحرام" کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو ہونے والی جانوروں کی قربانی کے بارے میں ہے جو ہر مسلمان بالغ مرد وعورت مالک نصاب پر واجب ہے، ان تین دنوں میں قربانی کے ذریعے حاصل ہونے والے ثواب کو سال کے کسی بھی دن کسی بھی وسائل سے کمایا نہیں جاسکتا، ان دنوں افضل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانوروں کی قربانی پیش کی جائے۔ اس قربانی کے ذریعے نہ صرف ثواب کا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے بلکہ لوگوں کو معاشی ومعاشرتی اعتبار سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جن کا ذکر ہم اس مضمون میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **فصل لربك وانحر** ۔ ترجمہ: تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ (الکوثر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہوکر قربانی کی تو وہ آتش جہنم سے حجاب (یعنی روک) ہوجائے گی۔ (المعجم الکبیر، جلد:3 صفحہ:84 حدیث:2736)

اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:9، صفحہ:476 حدیث:19161)

قربانی عبادت کے ساتھ ساتھ لاکھوں لاکھ افراد کو کاروبار کا ذریعہ بھی فراہم کرتی ہے اور ملکی معیشت کو بھی اربوں روپے کا فائدہ پہنچاتی ہے یہی وجہ ہے کہ قربانی کے لئے بہت سے لوگ اپنے گھروں، باڑوں یا کیٹل فارمز میں جانور پالتے ہیں ان کی دیکھ بھال کے لئے ملازمین رکھے جاتے ہیں۔ کسان جانوروں کے چارے کے لئے کھیتی باڑی کرتا ہے۔ اگر جانور بیمار ہوجائے تو علاج کے لئے ڈاکٹرز سے مدد لی جاتی ہے۔ جانور بیچنے والے اسے بیچنے کے لئے منڈی لانے تک اور خریدار جانور کو اپنے گھر لے جانے کے لئے گاڑیوں کو کرایے پر لیتے ہیں۔ جانور کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے کے لئے راستے میں حکومت کو ٹول ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ منڈی میں جانور رکھنے کے لئے جگہیں کرائے پر لی جاتی ہیں۔ جانوروں کی حفاظت کے لئے ٹینٹ اور دیگر لوازمات کا کرایہ ادا کیا جاتا ہے۔ منڈی آنے والے افراد کے لئے منڈی میں مختلف کھانے پینے کے اسٹال لگائے جاتے ہیں، منڈی میں بچے اور بزرگ گھوم گھوم کر ماسک بیچ رہے ہوتے ہیں۔ جانوروں کو سجانے کے لئے سجاوٹ کا سامان خریدا جاتا ہے۔ چھری، چاقو تیز کرنے والوں کے کاموں میں تیزی آجاتی ہے۔ چھری، چاقو کی خرید وفروخت بڑھ جاتی ہے۔

قصابوں کو بھی تلاش کیا جارہا ہوتا ہے، قربانی کے بعد گوشت کو پکانے کے لئے مصالحہ جات کا استعمال، قربانی کے بعد لیدر انڈسٹری جانوروں کے کھالوں کی منتظر ہوتی ہے، قربانی کی کھالوں سے دینی مدارس اور فلاحی اداروں کو مالی مدد ملتی ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے کاروبار ہیں جو عین قربانی کے دنوں میں عروج پر ہوتے ہیں جن کے ذریعے مالداروں کے ساتھ ساتھ زیادہ تر

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

غریبوں اور مزدوروں کو فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔

قربانی سے جہاں ثواب کا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے اور مالی مسائل حل ہوتے ہیں وہیں معاشرتی ماحول میں بھی درستگی آتی ہے۔ قربانی ہمیں بھائی چارگی اور اخوت کا پیغام بھی دیتی ہے جیسے قربانی کے جانور کی حفاظت میں دوست و احباب ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں، قربانی کے وقت خاندان کے چندلوگ دوست و احباب اکٹھے ہو کر جانور کو نحر (ذبح) کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، جانور ذبح ہونے کے بعد کلیجی پکتی ہے جو گھر میں آئے مہمان ساتھ مل کر کھاتے ہیں۔ بعض مقامات پر پکی ہوئی کلیجی اپنے پڑوسیوں کو بھی بھجواتے ہیں جس سے ان کے دلوں میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ قربانی کے بعد گوشت بانٹنے کا سلسلہ ہوتا ہے جو ایک رشتہ دار کو دوسرے رشتہ دار سے، ایک امیر کو ایک غریب سے ملانے کا سبب ہے کیونکہ بعض دفعہ مصروفیات کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے کئی کئی دن بلکہ کئی کئی مہینوں تک نہیں مل پاتے، رشتہ داروں میں ایک دوسرے کو دعوتیں دی جا رہی ہوتی ہیں، قربانی کا گوشت ایسے غریبوں کے گھر بھی پہنچ رہا ہوتا ہے جو بیچارے پورے سال گوشت کھانے سے محروم رہتے ہیں اور گوشت دینے والا ان کی دعائیں لے رہا ہوتا ہے۔

الغرض قربانی معاشرے کے افراد میں ایک دوسرے کے لئے الفت و چاہت اور ادب و احترام پیدا کرنے، معاملات کو مشترکہ طور پر انجام دینے، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے، ایک دوسرے کو تحائف دینے اور صلہ رحمی کا بہترین ذریعہ ہے اور اس سے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اسی الفت اور باہمی تعلقات سے معاشرے تشکیل پاتے ہیں۔

قربانی نہ صرف اسلامی عقیدہ اور تہذیب کا حصہ ہے بلکہ اس کے ذریعے مسلمان اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہیں، دین اسلام میں قربانی کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے، قرآن و حدیث میں اس عبادت کا کئی بار ذکر آیا ہے، قربانی کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا، اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور دل و دماغ کی صفائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے جانور مقرر کئے ہیں تا کہ اللہ کے ذکر کے لئے ان پر اس کا نام لیا جائے۔ (الحج:34)

اسی طرح احادیث میں بھی قربانی کی اہمیت اور اس کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قربانی کا خون کسی عمل سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

قربانی کا عمل ایک روحانی عبادت ہے جس کے ذریعے انسان اپنے اندر تقویٰ خشوع اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بڑھاتا ہے، قربانی کے جانور کا خون اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اس کے ذریعے انسان کا دل اور ذہن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تیار ہوتا ہے، قربانی کا اصل مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا اور اس کی رضا کو حاصل کرنا ہے، قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی عیش و آرام سے دستبردار ہو کر اللہ کی رضا کے لئے اپنے مال کا ایک حصہ قربان کرتا ہے۔ قربانی کا نہ صرف فردی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اہم اثر ہوتا ہے۔ یہ معاشرتی ہم آہنگی، تعاون اور غربت کا خاتمہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ قربانی کے گوشت کا بڑا حصہ غریبوں، یتیموں اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس سے معاشرتی سطح پر غربت میں کمی آتی ہے اور غریب افراد کو عید کی خوشیوں کا حصہ ملتا ہے۔ قربانی کا عمل معاشی انصاف کو فروغ دیتا ہے اور معاشرتی فرق کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ قربانی کا عمل مسلم کمیونٹی کے درمیان محبت، تعاون اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ عیدالضحیٰ کے دن مسلمان آپس میں مل کر گوشت تقسیم کرتے ہیں جس سے بھائی چارے اور اخوت کو تقویت ملتی ہے۔ قربانی کے ذریعے انسان شکر گزار بنتا ہے اور اپنے مال کا کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے جو کہ اخلاقی اعتبار سے ایک بہتر معاشرتی عمل ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں میں تعاون اور مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قربانی انسان کو ایثار کی تعلیم دیتی ہے۔

قربانی کے جانور کی قربانی انسان کو سکھاتی ہے کہ دنیاوی مال و دولت کا تعلق عارضی ہے اور انسان کو اللہ کی رضا بقیہ ص25 پر

از: محمد قمر الزماں رضوی احسنی*

بیماریوں سے کیسے بچیں؟

دیکھنے کو مل رہا ہے کہ دن بدن مریضوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، بے شمار اسپتال ہو گئے مگر سب بھرے ہوئے ہیں، ڈاکٹروں کے یہاں کی بھیڑیں آج ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں، اس سلسلے میں ہم اپنے بھائی بہنوں کو کچھ مشورے دینا چاہتے ہیں شاید وہ عمل کریں اور اپنی قبر کھودنے سے بچیں، موت کا تو کوئی علاج نہیں دنیا میں رہنے کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو اس کا کوئی بہانہ بن جاتا ہے۔ لیکن آپ ہمارے مشوروں پر عمل کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ساری بیماریوں سے محفوظ رہ پائیں گے، بغیر بھوک کے کبھی کھانا نہ کھائیں اور جب کھائیں تو خوراک سے تھوڑا کم خواہ کھانا کتنا ہی ذائقے دار ہو، کسی بڑے بزرگ حکیم کا قول ہے کہ سب سے بڑا بے وقوف وہ ہے جو کھاتے وقت زبان پر نظر رکھے اور پیٹ کو بھول جائے۔ چٹورے لوگ ہی زیادہ تر خطرناک بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔

زبان پر کنٹرول بیماریوں سے بچنے کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے اور یہ سنّت بھی ہے، زیادہ چکنے چپڑے لذیذ ذائقے دار کھانوں کی عادت نہ ڈالیں، خاص کر بوڑھوں اور کمزور معدے والوں کو تو ان سے پورا پرہیز کرنا چاہیے آج کل بیاہ شادی وغیرہ تقریبات میں جو کھانے بن رہے ہیں یہ تو زیادہ تر ایسے ہی ہیں کہ انہیں دھیما زہر کہا جائے تو بے جا نہیں تھوڑی دیر کا مزہ اور پھر سب دن ڈاکٹروں کے یہاں کے دھکے آج لوگوں کی قسمت بن چکے ہیں نرے مرچ مسالے روغن گھی رفائن تیل کھا نہیں بلکہ پی رہے ہیں اور پھر جب بیمار ہوتے ہیں تو دعا و تعویذ کراتے پھرتے ہیں کہ دوا اثر نہیں کر رہی کوئی اوپر والا ہے یا جن بھوت جس کی وجہ سے دوا اثر نہیں کر رہی ہے یا کسی نے کچھ کرا دیا ہے۔

عام طور سے تقریبات میں کھلانے کی نیت سے نہیں بلکہ مالداری دکھانے کے لیے کھانے بنائے جاتے ہیں، باریک آٹے اور میدہ کی روٹی سے بچیں اس کا کھانا سنت کے خلاف بھی ہے اور سخت نقصان دہ بھی اور بے شک ہر سنت کی مخالفت میں نقصان ہی ہے دین کا بھی اور دنیا کا بھی لیکن کون کس کو سمجھا اور کون مانتا ہے ظاہری خوبصورتی روٹی کی چمک، شائننگ پر مر رہے ہیں اور اندر سے بیمار کرنے والی چیزیں کھا کر بیمار ہو رہے ہیں، ایک وقت میں بہت سارے طرح طرح کے کھانے نہ کھائیں، خاص کر سالن کہ زیادہ قسم کے سالن ایک وقت میں کھانا صحت کے لیے نقصان دہ اور سنت کے خلاف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کبھی کئی قسم [طرح طرح] کے کھانے جمع نہ ہوئے، کھڑے کھڑے کوئی چیز نہ کھائیں نہ پئیں کہ سنت کے خلاف ہے اور بہت سی مہلت بیماریوں کا سبب ہے۔ شام کا کھانا عشا کی نماز سے پہلے کھانا مناسب ہے اگر بعد میں کھائیں تو فوراً نہ سوئیں کچھ چہل قدمی کریں اپنی پچھلی کچھ قضا نمازیں پڑھیں یا نفل پڑھ کر سوئیں تو دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑا آرام کر لینا سنت بھی ہے اور صحت کے لیے مفید بھی، اسی کو قیلولہ کہتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد جلدی پیشاب کرنا بھی طبی اعتبار سے بہت ساری بیماریوں کا علاج بتایا گیا ہے۔ پانی بہت زیادہ ٹھنڈا پینے کی عادت نہ ڈالیں بس اتنا ٹھنڈا جس سے پیاس بجھ جائے کچھ لوگ تو مرا برف پیتے ہیں یہ بیماریوں کا سبب ہے، ہفتے میں دو تین بار سے زیادہ گوشت نہ کھائیں اور جب بڑھاپا شروع ہو جائے تو اس میں کمی کرتے چلے جائیں اور جب گوشت کھائیں تو زیادہ بوٹیاں کھانے سے بچیں شوربے پر اکتفا کریں۔

ہمیشہ ذائقے دار چیزیں کھانے سے نفس موٹا ہوتا چلا جاتا

*مضمون نگار جامعہ احسن البرکات مارہرہ شریف کے طالب علم ہیں۔

ہے جوفقیری کے تو بالکل ہی خلاف ہے اور دیندار مسلمانوں کے لیے بھی مناسب نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیٹ کے تین حصے کرو ایک کھانے کے لیے، ایک پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس کے لیے، کبھی کھانا زائد ہوجائے تو الگ بات ہے ہمیشہ خوب پیٹ بھر کے کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے۔ شگر، بلڈ پریشر، ہارٹ اور کینسر وغیرہ مہلت بیماریوں کے اسباب زیادہ تر یہی ہیں۔ پہلے ہی سمجھ کر ہوشیار ہوجائیں تو بہتر ہے ورنہ بعد میں ڈاکٹر لوگ اچھی طرح سمجھا دیں گے۔

ہفتے میں ایک دو فاقے کریں اور پیر یا جمعرات یا دونوں دن کے روزے رکھیں تو حضور کی سنت کا ثواب پائیں گے اور بیماریوں سے بچیں گے۔ کھانے سے فوراً پہلے ناشتے کے نام پر طرح طرح کے سامان کھا لینا بھی میرے خیال میں صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور فضول خرچی بھی اور اس سے کھانے کا مزہ اور اس کی اہمیت بھی کم ہوجاتی ہے اور اس کی ناقدری ہوتی ہے۔ اگر کوئی مہمان یا آپ خود بہت زیادہ بھوکے ہوں اور کھانے میں دیر ہو تو تسلی کے لیے کچھ کھلایا یا کھایا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اب تو ناشتہ کھانے سے پہلے ایک فیشن اور رواج بن گیا ہے کہ کھانا تیار ہے اور کھانے کا وقت بھی اور بھوک بھی ہے پھر بھی بے ضرورت بھاری بھاری ناشتے ہورہے ہیں۔

البتہ کھانے سے پہلے کچھ پھل فروٹ کھا لینے کو اچھا بتایا گیا ہے۔ کھانے کے بعد تھوڑی سی میٹھی چیز کھا لینا صحت کے لیے مفید ہے اس کے بعد پھر کوئی تھوڑی سی نمکین چیز کھا لیں یا چکھ لیں تو سنت کا ثواب بھی ملے گا، اکثر لوگوں کو دیکھا کہ وہ جب مالدار ہوتے ہیں تو ان کے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ اس دولت سے ہم کیا نہ کھا لیں اور کیا نہ پہن لیں بلکہ بعض تو اس چکر میں لگے ہیں کہ مال ودولت کے ذریعے کوئی ایسی ترکیب ہوجائے کہ ہم سب دن دنیا میں رہیں اور بے وقوف دولت مند ہر وقت زیادہ عمدہ لذیذ، ہائی لیبل کی ڈائٹ کھانے کی وجہ سے بیمار ہوجاتے ہیں مہلک بیماریاں غریبوں کے مقابل مالداروں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

ابھی حال میں جاری کورونا کی وبا میں مرنے والوں کی تعداد غریبوں کے مقابلے مالداروں کی زیادہ رہی، جس دولت کے بل بوتے پر کچھ لوگ سب دن دنیا میں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں ایسا لگتا ہے وہ اور جلدی مر رہے ہیں، شراب و کباب، طاقتور دواؤں غذاؤں کی بنیاد پر عیاشی کرنے والے بادشاہوں، نوابوں، زمین داروں کی عمریں عام طور سے کم رہی ہیں۔ کھانے کے درمیان یا بعد میں فوراً زیادہ پانی نہ پئیں تھوڑا سا پی لیں زیادہ پانی کچھ دیر کے بعد پئیں۔ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ نہ نگلیں بلکہ چوس چوس کر پئیں ایک سانس میں پانی کبھی نہ پئیں تین سانسوں میں پئیں۔ اگر جگہ ہو تو بالکل بند مکان نہ بنائیں یہ فیشن ہے اور فیشن کی تقریباً ساری باتیں تباہی و بربادی کی نشانیاں ہیں گھر میں پہلے کی طرح برآمدے اور آنگن ضرور رکھیں بند مکان بنانے والے دکھی رہتے ہیں ہیں اور بیمار۔ اے سی، بجلی کے پنکھے، کولروں سے جہاں تک ہو سکے بچیں۔ بے خاص ضرورت ان چیزوں کا استعمال نہ کریں نہ ان عادت ڈالیں بس ضرورت بھر ضرورت کے وقت ہی۔ بجلی، پانی اور دوسری کھانے پینے، برتنے کی چیزیں یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بے ضرورت استعمال کرنا فضول خرچی ہے جو گناہ ہے۔ قیامت کے دن ان سب کا حساب دینا پڑے گا، تھوڑی گرمی سردی برداشت کرنے کی عادت ڈالیں بدن سے پسینہ نکلنا بھی صحت کے لیے ضروری ہے میں سنا ہے کہ کچھ نوجوان گھروں، مسجدوں میں ٹھنڈے اے سی کولر، پنکھوں کے بغیر نہیں رہتے، ہر وقت انہیں میں دھیان لگا ہوا ہے اور جسم سے پسینہ نکالنے کے لیے جم وغیرہ میں جا کر اکسرسائز کرتے ہیں کتنی بڑی ناسمجھی ہے۔ ڈنلپ کے موٹے موٹے گدوں پر نہ سوئیں یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہیں اور سنت سے تو بہت زیادہ دور حضور تو چمڑے کے بستر یا چٹائیوں پر آرام فرمایا ہے۔

روئی کے ہلکے گدے جو پہلے سے رائج ہیں یا بچھونے دری وغیرہ ہی سے کام چلائیں، جہاں تک ممکن ہو رات کو جلدی سونے کی اور صبح کو جلدی اٹھنے کی عادت ڈالیں رات کو دیر تک جاگنا اور صبح کو دیر سے اٹھنا صحت کے لیے نقصان دہ اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے عشا کی نماز کے بعد بلا خاص ضرورت دنیوی باتیں یا

غیر ضروری کام کرنا، فالتو وقت کو ضائع کرنا منع ہے۔ جب سونے کے لیے لیٹیں تو موبائل ہاتھ میں بالکل نہ لیں یہ دیر تک جگانے کے لیے آج کل ایک شیطانی چال ہے نو جوانوں کو اس کے چسکے نے دیر تک جگا کر دل و دماغ اور جسمانی اعتبار سے کمزور اور بیمار بنا دیا ہے اور اس کی وجہ سے سنا ہے کہ گھریلو جھگڑے بھی پیدا ہو رہے ہیں آپس میں میں بات چیت کرنے کے بجائے میاں بیوی یا دونوں موبائل میں لگ جاتے ہیں۔

کمزور دل و دماغ کے بچے پڑھائی میں زیادہ کامیاب ہوتے نہ معلوم ہوتے ہوں تو ان کے اوپر کوچنگوں کا زیادہ لوڈ ڈالنے کے بجائے ضرورت کے لائق تھوڑا بہت پڑھا لکھا کر انہیں کوئی ہنر، دستکاری سکھا دیں، کمزور دل و دماغ کے بچوں پر لکھائی پڑھائی کے زیادہ بوجھ ڈالنے کا نتیجہ خطرناک ہوسکتا ہے، گھر مکان کپڑوں وغیرہ کی صفائی ستھرائی کے معاملے میں درمیانی راستہ اپنائیں، نہ میلے اور نہ گندے رہیں نہ وہم پرست، بیراگی کہ سارا دھیان ہر وقت کپڑوں میں ہی لگا رہے یا بدن کی دیکھ بھال، صفائی ستھرائی میک اپ وغیرہ میں، اپنی ضروریات، گھر گرہستی کے سامان کم سے کم رکھیں۔ ان کی زیادتی دل و دماغ کو کمزور کرتی ہے اور بیمار بناتی ہے سامانِ زندگی جتنا زیادہ ہوگا دماغ اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا اور یہ زیادتی سنت کے خلاف بھی ہے۔

دو تین جوڑی سے زیادہ کپڑے نہ رکھیں اگر نیا بنائیں تو پرانا کسی کو دیدیں، شوہروں، بیویوں کو ہفتے میں ایک دو بار سے زیادہ ہم بستر نہیں ہونا چاہیے اس کی زیادتی صحت کی دشمن ہے اور جو لوگ بوڑھے ہونے لگیں وہ دواؤں کے ذریعے اس قوت کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، صبر کریں دنیاداری تھوڑی اچھی، اس کی اکثر دوائیں مہلت و خطرناک ہوتی ہیں۔ کچھ جوان بھی زیادہ موج مستی کے لیے ایسی دوائیں کھاتے ہیں یہ سب اپنی زندگی کے دشمن ہیں خدا انہیں سمجھ عطا فرمائے ،نفسانی خواہشات کو ابھارنے اور قوت دینے والی دواؤں اور غذاؤں کے بل بوتے پر عورتوں کے ساتھ زیادہ عیش و موج مستی کرنے والوں کی عمر کم ہوتی ہے یعنی یہی چیز ان کے جلدی مرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

جوان لڑکے لڑکیوں کی شادی جلدی کرو، رشتہ کرنے میں تھوڑا بہت دیکھو اور بھروسہ اللہ کی ذات پر کرو۔ دنیا ہے کچھ نہ کچھ الجھنیں، پریشانیاں بھی یہاں ہونا ضروری سا ہے۔ آج کل لوگ لڑکیوں کے لیے چاہتے ہیں کہ انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو اور لڑکے چاہتے ہیں کہ دنیا ہی میں حوریں مل جائیں اور خوب جہیز مال و دولت۔ تو بھائیو دنیا جنت کیسے بن جائے گی؟ تھوڑے بہت مناسب رشتوں کو ٹھکراؤ نہیں، دلوں کو توڑنے کے نتیجے بھیانک ہیں۔ آج کل دل و دماغ کے مریضوں کی تعداد میں جو اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کی وجہ دنیاداری کی زیادتی ہے چند دن کی زندگی کے لیے انسان بہت زیادہ انتظامات اور سوچ و چار کرنے لگا ہے تھوڑا عیش و آرام کافی ہے زیادہ کے چکر میں یہ بھی جائے گا اور دکھی رہو گے اور یہ سب آج آنکھوں کے سامنے ہے پہلے کے مقابلے میں بیماریاں بڑھ گئیں اور دل و دماغ کے سکون و اطمینان اٹھتے جا رہے ہیں اور اللہ ہر خیر کی توفیق دینے والا ہے، جس نے اس کو راضی کر لیا وہ دونوں جہاں کی کامیابی پا گیا۔

کچھ نہ کچھ پیدل چلنے کی عادت باقی رکھیں اپنی بستی یا محلے میں اپنے کام دھندوں یا ملاقاتوں کے لیے پیدل ہی چلنا چاہیے یا پھر سائیکلوں سے۔ موٹر سائیکلوں یا کاروں سے نہ چلیں پانچ وقت کی نماز کے لیے جہاں تک ہو سکے پیدل ہی جائیں ہر قدم پر نیکی ملتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم زیادہ مصروف ہیں پیدل چل کر سب کام نہیں کر سکتے تو یہ جب بیمار ہو جاتے ہیں تو انہیں خوب وقت ملتا ہے پھر تو فرصت ہی فرصت ہے اتنے کام ہی نہ بڑھاؤ کہ بہت زیادہ بزی رہنا پڑے زیادہ مصروف رہنا خود دل و دماغ کے مرض پیدا کرتا ہے۔ بہت زیادہ دماغی و جسمانی محنت بھی بیمار بناتی ہے اور خالی رہنا ہر وقت آرام کرنا عیش پرست ہونا بھی۔ اپنے اخراجات ہمیشہ آمدنی سے کم رکھیں اپنے شوق وارمان، حسرتیں کم کرو تا کہ کمانے کی زیادہ فکر نہ ہو آج کل طرح طرح کی فضول خرچیاں بہت بڑھ گئیں ہیں جن کی وجہ سے کمانے کی فکر نے ذہنی مریضوں کی تعداد کو بڑھا دیا ہے آمدنی سے زیادہ خرچہ کرنے والے دکھی پریشان اور بیمار رہتے ہیں۔

شراب، اسمیک، افیون، بھنگ چرس وغیرہ زیادہ نشیلی چیزیں ناجائز وگناہ ہیں اور صحت کی دشمن۔ اس کے علاوہ ہلکے نشے جیسے بیڑی، سگریٹ حُقہ، کرتی تمباکو کا پان، گٹکے وغیرہ سے خود بھی بچیں اور اپنے بچوں کو بھی بچپن ہی سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اسمارٹ فون کو بچوں سے دور رکھیں خود بھی اس کا زیادہ استعمال نہ کریں، کاریں موٹر سائیکلیں زیادہ تیز نہ چلائیں، گھر سے جلدی نکلیں اور سہولت سے سفر کریں سنّت سے بھی یہی ثابت ہے جلد بازی کو شیطان کا کام کہا گیا ہے۔

تین قسم کے لوگوں کو اگر پاگل کہا جائے تو بے جا نہیں، بہت تیز گاڑیاں چلانے والے، آمدنی سے زیادہ خرچہ کرنے والے، مالداروں کی شریکی کرنے والے غریب، ان کے حشر برے ہوتے ہیں انہیں کوئی سمجھائے تو کان بند کر لیتے ہیں، مالدار بننے کی کوشش نہ کریں اللہ تعالیٰ ایمانداری کے ساتھ بنادے تو کچھ حرج بھی نہیں، جب کسی ایک ذریعے سے زندگی کی اہم ضرورتیں پوری ہوتی ہوں تو کمانے کے زیادہ طریقے اختیار نہ کریں تاکہ ذہنی سکون حاصل ہو زندگی غریبی میں بھی کٹ جاتی ہے اور کٹے گی تو مالداروں کی بھی۔ رہے گی ان کی بھی نہیں اور دنیا کی سب سے بڑی نعمت و دولت ذہنی سکون ہے جب وہ حاصل نہیں تو مالداری کس کام کی رہی اور اللہ چاہتا ہے تو کبھی غریبوں کو ہنساتا ہے اور کبھی مالداروں کو رُلاتا ہے۔ جو مالدار خود غریبوں کی سی زندگی گزارے اور اپنی مالداری سے دوسروں کو نفع پہنچائے تو یہ خدا والوں کا طریقہ ہے، پانچوں وقت نماز باجماعت کی پابندی کریں۔

نماز اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ اچھی عبادت ہے بیماریوں سے بچنے، تندرست رہنے کا بھی اس سے اچھا کوئی نسخہ نہیں وضو کر کے نماز پڑھنے سے پورے بدن کے ہر جوڑ کی شاندار ورزش [اکسرسائز] ہوجاتی ہے اس سے اچھا کوئی یوگ نہیں۔ جب خالی ہوں تو نفل نماز بھی پڑھنے کی عادت ڈالیں خوب پڑھیں دین و دنیا کے بے شمار فائدے ہیں لیکن نماز کبھی ورزش کی نیت سے نہ پڑھیں اللہ کی عبادت ہی کی نیت ضروری ہے۔ تندرستی، صحت اور بیماریوں سے بچانا تو اس کا علیحدہ سے ایک دنیوی فائدہ ہے۔

ادھار قرضے لینے کی عادت نہ ڈالیں کبھی بہت زیادہ مجبوری میں کچھ ہو تو حرج نہیں میں نے دیکھا ہے کہ روکھی سوکھی کھا کر اپنے شوق وارمان کم رکھنے والے سادہ مزاج لوگ کچے مکانوں بلکہ جھوپڑیوں جھگیوں میں چین سے سوتے ہیں اور شان شیخ دکھانے والے قرضوں میں لدے ہوئے شوقین مزاج رات بھر کروٹیں بدلتے ہیں کبھی کبھی تو یہ اتنے دکھی رہتے ہیں کہ خودکشی تک کر لیتے ہیں۔ بے حیائی، بے شرمی والی فلموں، گندے گانوں، ناولوں کہانیوں سے بچنا بے حد ضروری ہے، ننگی تصویریں کو نہ خود دیکھیں اور نہ بچوں کو دیکھنے دیں ان سب میں دل چسپی رکھنے والے اپنی صحت کے دشمن اور اپنی قبر خود ہی کھودنے والے ہیں میں نے سنا ہے کہ کچھ لڑکے اور لڑکیاں شادی وقت پر نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے غلط طریقے جوانی کاٹنے کے لیے اپنا رہے ہیں اور ان طریقوں کی وجہ سے خاص کر آج کل موبائل فون میں کچھ گندی فلموں اور ننگی بے حیائی والی تصویروں کو مسلسل دیکھنے کی وجہ سے کچھ لڑکے شادی کے لائق نہ رہے، شادی کے نام سے گھبرانے لگے ہیں یا جوانی میں حکیموں ڈاکٹروں کے یہاں چکر کاٹنے لگے۔ تِرپھلے کا چورن کسی کمپنی کا بنایا ہوا تھوڑا تھوڑا حالت صحت میں استعمال رکھیں اس کے علاوہ شہد اور کلونجی کا استعمال بھی موت کے علاوہ ساری بیماریوں سے بچانے کے لیے کافی ہے، اللہ رب العزت ہر مرد و عورت اور بچوں کو صحت و سلامتی اور دونوں جہان کی عافیت اور آرام نصیب فرمائے، آمین۔

◆◆◆

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

پہلگام کے بعد

کشمیر کے سیاحتی مقام پہلگام پر ہوئے دہشت گردانہ حملے کو ایک ہفتہ گزر چکا ہے، ملک بھر میں اس حملے کے خلاف بے حد غم وغصہ ہے، ہمیشہ کی طرح گودی میڈیا اور شدت پسندوں کے متعصب رویے کی وجہ سے اس غصے کا رخ مسلمانوں کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ جس کی کچھ جھلکیاں اس طرح ہیں:

جے پور (راجستھان) میں بی جے پی ایم ایل اے بال مکند آچاریہ نے بھاری بھیڑ کے ساتھ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بھڑکاؤ نعرے بازی کر کے ماحول خراب کرنے کی پوری کوشش کی۔

مہاراشٹر میں بی جے پی کے صوبائی وزیر نتیش رانے نے دھرم کی بنیاد پر مسلمانوں کو بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی۔ اس کا کہنا ہے کہ جب دہشت گرد دھرم پوچھ کر قتل کر سکتے ہیں تو ہم بھی دھرم پوچھ کر ہی سامان خریدیں گے۔

انبالہ [پنجاب] میں دہشت گردی کے خلاف احتجاج کر رہے لوگوں نے ایک مسلمان کی دکان میں توڑ پھوڑ کی۔

غازی آباد کے ایک گاؤں سرولی میں مسلم پھیری والوں کے سامان بیچنے پر پابندی لگا دی گئی۔ سوشل میڈیا پر گاؤں کے کئی نوجوانوں نے ویڈیو جاری کر کے اس کا اعلان کیا۔

دہلی میں ایک مسلم کیب ڈرائیور الامین کی رائڈ صرف مسلم نام کی بنیاد پر کینسل کر دی گئی، کینسل کرنے والوں میں ایک ہندو خاتون بھی تھی جو جامعہ ہمدرد دہلی کی ٹیچر بھی ہے۔

دہرادون (اتراکھنڈ) میں صادق خان نامی مسلم نوجوان کو شرپسندوں کی بھیڑ نے تشدد کا نشانہ بنایا۔

ممبئی میں سفیان نامی پھیری والے کے ساتھ بی جے پی نیتا اکشتا تندولکر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مار پیٹ کی۔

آسام میں یوڈی ایف کے ممبر اسمبلی امین الاسلام کو پہلگام حملے پر تبصرہ کرنے کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا۔

کلکتہ میں ایک غیر مسلم ڈاکٹر نے مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کا علاج کرنے سے انکار کیا۔

آگرہ میں دو ہندو نوجوانوں نے ایک مسلم نوجوان کا قتل کیا اور سوشل میڈیا پر ویڈیو جاری کر دھمکی دی کہ پہلگام میں مارے گیے چھبیس لوگوں کے بدلے میں چھبیس سو مسلمانوں کو قتل کیا جائے گا۔

ہریانہ میں ہندوؤں کی ایک بھیڑ نے اسکوٹی سوار مسلم لڑکے کو روکا اور کہا کہ دہشت گردوں نے دھرم پوچھ کر گولی ماری تھی، ہم تجھے گولی تو نہیں ماریں گے بس ہنومان چالیسہ سنا دے۔ نہ سنانے پر اسے گندی گالیاں اور فوراً ہی دکان خالی کرنے کی دھمکی دی۔

گیا (بہار) میں دانش نامی صحافی کو مسلمان ہونے کی بنا پر دو درجن سے زیادہ شدت پسندوں نے گھیر لیا۔ مار پیٹ کی، فی الحال ملازمین گرفت سے باہر۔

ہریانہ/ پنجاب/ راجستھان اور کئی صوبوں میں زیر تعلیم کشمیری طلبہ وطالبات پر حملے کیے گیے ہیں۔ یہ فہرست صرف نمونہ بھر ہے ورنہ ملک کے طول وعرض میں ایسی کتنی ہی وارداتیں تو منظر عام تک ہی نہیں آسکیں۔

اس فہرست میں ممبر اسمبلی/سوشل ورکر/تعلیم یافتہ سے اَن پڑھ تک سبھی لوگ شامل ہیں، یعنی مسلم دشمنی میں کوئی ایک نہیں بل کہ سماج کے اکثر طبقات جان ومال کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔

اُن کا بدلہ ہم سے کیوں؟

پہلگام میں جو کیا دہشت گردوں نے کیا۔ عام ہندوستانی مسلمان کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کشمیری مسلمانوں نے سیکڑوں سیاحوں کی جان بچائی، ہزاروں کو محفوظ مقامات تک پہنچایا، اس کے باوجود بھارت کے ایک طبقے کی نگاہوں میں بقیہ ص 25/ پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی *

مسلم مسائل پر کورٹ کا رویہ

اس وقت ہندوستان نفرت کی سبھی حدود پار کر رہا ہے، کشمیر دہشت گرد حملے میں اگر مارنے والے مسلم تھے تو حملے سے بچانے والے بھی مسلمان تھے لیکن کشمیریوں کے خلاف پورے ملک میں حملے ہو رہے ہیں، 26 کا بدلہ 2600 سے لینے کی بات ہو رہی ہے..... جگہ جگہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے.... بازاروں میں مسلم دوکان داروں کو اپنی دوکانوں پر نام لکھنے کو کہا جا رہا ہے .... وقف املاک پر قبضے کا بلو پرنٹ تیار ہو چکا ہے، اتر پردیش اور اترا کھنڈ میں لگاتار مدارس بند اور ڈھائے جا رہے ہیں، عدلیہ بھی اس پر خاموش ہے، عدالتوں میں عرضیاں داخل کی گئی ہیں لیکن فوری سماعت یا کوئی سخت حکم نہیں آ رہا ہے، اگر عدالتی احکامات جاری بھی ہو رہے ہیں تو ان کا اثر کہیں نہیں دکھ رہا اور عدالت اپنے احکامات پر عمل نہ کرنے پر کوئی سخت حکم نہیں دے پا رہی ہے...... تازہ معاملہ ہندوستانی عدلیہ کی وقف پر سماعت کا ہے، ویسے عدلیہ کو آئینی طور پر غیر جانبدار اور انصاف پسند ادارہ مانا جاتا ہے۔

تاہم حالیہ برسوں میں کئی ایسے مقدمات سامنے آئے ہیں جہاں مسلمانوں سے متعلق نہایت اہم اور حساس معاملات پر ججز نے یا تو سماعت سے انکار کر دیا، یا کسی وجہ سے سماعت ملتوی ہوتی گئی، عدلیہ کے اس رویہ نے نہ صرف انصاف کے تقاضوں کو متاثر کیا بلکہ عدلیہ کی آزادی پر بھی سوالات کو جنم دیا۔ اس تحریر میں ہم ایسے ہی چند اہم مقدمات کا تجزیہ پیش کرنے جا رہے ہیں جن میں ججز نے یا تو سماعت سے انکار کیا، یا ان کا رویہ عدالتی غیر جانبداری کے تصور سے ہٹتا نظر آیا۔

1. سنجیو کھنہ اور وقف بورڈ کیس (2024-2025): سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سنجیو کھنہ نے وقف جائیدادوں سے متعلق معاملے کی سماعت سے خود کو الگ کر لیا۔ اس کیس کے دوران بی جے پی رہنما نشیکانت دوبے، نائب صدر جمہوریہ جگ دیپ دھن کھڑ نے کھل کر بیان بازی کی اور عدلیہ کو اسمبلی کے فیصلوں پر دخل دینے پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا" کہ عدلیہ صدر جمہوریہ کو حکم نہیں دے سکتی، عدلیہ اسمبلی کی کام نہ کرے" اس بیان کے بعد بی جے پی گورنمنٹ کے وزرا اور اہم عہدوں پر فائز دیگر افراد نے ایسے بیانات دیے جنہیں عدلیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کے طور پر دیکھا گیا۔ ملک بھر سے قریب سو عرضیاں سپریم کورٹ میں داخل کی گئیں تھیں کہ حکومت کا لایا ہوا موجودہ وقف بل مسلمانوں کی زمین چھیننے کے لیے لایا گیا ہے، پہلے تو کورٹ نے فوری شنوائی سے منع کیا، پھر پہلی سماعت 16-17 اپریل 2025 کو ہوئی جہاں جسٹس سنجیو کھنہ اور دو ججوں نے سماعت کی اور حکومت سے تیکھے سوال پوچھے، حکومت کی طرف سے سالسٹر جنرل تشار مہتا سے کچھ بن نہ سکا تو 7 دن کا وقت مانگ لیا۔

اس مدت میں حکومت نے جواب داخل کیا تو پانچ دنوں کا وقت عرضی گزاروں کو دیا گیا اور سماعت پانچ مئی کو مقرر ہوئی، 5 مئی کو سپریم کورٹ کی تین ججوں کی بینچ نے کہا کہ اتنے کم ٹائم میں 110-115 فائل پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لیے اگر آپ لوگ چاہیں تو اس کیس کی سماعت نئے چیف جسٹس کریں... چوں کہ جسٹس کھنہ 13 مئی کو ریٹائر ہو رہے ہیں اس لیے اب یہ معاملہ نئے چیف جسٹس بی آر گوئی کے سامنے آئے گا.... جس کی سماعت پندرہ مئی کو ہوگی..... اس سے قبل بھی اہم معاملات میں ایسا ہی ہوتا دکھا ہے۔

The Hindu "Justice Khanna recuses from Waqf hearing amid political uproar December 2024. Bar Bench",Political

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

statements pressure judiciary, say legal experts January 2025.

2. بابری مسجد کیس اور عدالتی رویہ (2019): بابری مسجد-رام جنم بھومی تنازع (2019-1949) تفصیل: 1949 میں ایودھیا کی بابری مسجد کے اندر رام کی مورتیاں رکھی گئیں، جس کے بعد مقامی انتظامیہ نے تالا لگا کر مسلمانوں کی عبادت پر پابندی لگائی۔ 6 دسمبر 1992 کو مسجد کو ہندو کارسیوکوں نے مسمار کر دیا، جس سے فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے، اس تنازع کی ملکیت کا مقدمہ دہائیوں تک عدالتوں میں چلتا رہا، 1949 میں سنی وقف بورڈ نے مسجد کی ملکیت کے لیے عدالت سے رجوع کیا، لیکن مقدمہ 1980 کی دہائی تک مؤثر سماعت کے بغیر التوا کا شکار رہا۔

2018 میں سنی وقف بورڈ نے سپریم کورٹ سے فوری سماعت کی درخواست کی، لیکن چیف جسٹس رنجن گوگوئی نے اسے "ترجیحی معاملہ نہیں" قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا، جس سے تاخیر میں اضافہ ہوا۔ 9 نومبر 2019 کو سپریم کورٹ نے فیصلہ سنایا کہ مسجد کی زمین ہندو فریق کو دی جائے گی اور مسجد کی مسماری کو غیر قانونی قرار دیا، تاہم، فیصلے میں مسماری کے ذمہ داروں کے خلاف کوئی کارروائی کا ذکر نہیں تھا، جسے عدالتی خاموشی سمجھا گیا۔ سابق چیف جسٹس، جسٹس گانگولی نے فیصلے کو "قانون کے طالب علم کے طور پر تسلیم کرنا مشکل" قرار دیا، کیونکہ یہ تاریخی شواہد کے بجائے "اجتماعی ضمیر" پر مبنی تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ آئینی اصولوں سے متصادم ہے۔ (دی وائر اردو، 14 نومبر)

بابری مسجد مقدمے میں کئی ججوں کی تبدیلی اور بعض ججوں کی خود سپردگی نے عدالتی شفافیت کو متاثر کیا۔ جسٹس یوسف کمال کو بینچ سے الگ کیا گیا، جب کہ حتمی فیصلہ مکمل طور پر ہندو فریق کے حق میں آیا، باوجود اس کے کہ مجرمانہ انہدام کا ثبوت موجود تھا۔ کورٹ نے یہ مانا کہ انہدام غلط تھا لیکن سزا کسی کو نہ ہوئی، کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں کہ ایسے اور بھی معاملات ہوں، لوگ قانون کی بالادستی کو طاق پر رکھ کر اپنے مذہب یا اپنی مرضی کے حساب سے کام کریں....

Supreme Court of India, Ayodhya Verdict, 2019. The Wire "Ayodhya Verdict: Faith over Facts Nov 2019. United Nations Special Rapporteur Report on Religious Freedom, 2020.

3. سی اے اے اور این آر سی مقدمات پر تاخیر (2019-2021): سی اے اے مخالف عرضیوں پر سپریم کورٹ کی جانب سے فوری سماعت نہ کرنے اور کئی بار ملتوی کیے جانے کو عدالتی خاموشی تصور کیا گیا، جسٹس بوبڈے کی زیرِ قیادت بینچ نے قانون پر عبوری حکم دینے سے انکار کیا۔ قریب تین سو عرضیاں آج بھی زیر غور ہیں لیکن سماعت کی نوبت نہیں آ رہی، یوں ہی الیکشن کمیشن کے خلاف متعدد شکایات ہیں لیکن کوئی ایکشن نہیں لیا جا رہا....

LiveLaw"Why is the Supreme Court silent on CAA Jan 2020. Amnesty International India "Judicial Delay Undermining Constitutional Guarantees 2020.

9 نومبر 2019: جہانگیر پوری، دہلی.

4. غیر قانونی تعمیرات کے نام پر مسماری (2025-2022) تفصیل: 2022 میں دہلی کے جہانگیر پوری اور مدھیہ پردیش کے کھرگاؤں میں فرقہ وارانہ تشدد کے بعد، حکومتی دعوؤں کے مطابق "غیر قانونی تجاوزات" کے خاتمے کے نام پر مسلمانوں کے گھر بلڈوزر سے مسمار کیے گئے۔ 2025 میں گجرات میں کشمیر حملے کے بعد 000,2 گھر مسمار ہوئے، جن میں سے صرف 450 غیر قانونی تھے۔

عدالتی خاموشی/سماعت سے انکار

21 اپریل 2022 کو سپریم کورٹ نے جہانگیر پوری میں مسماری روکنے کا حکم دیا، لیکن مقامی حکام نے تحریری حکم نہ ملنے کا بہانہ بنا کر کارروائی جاری رکھی۔ الہ آباد ہائی کورٹ میں وکلا نے مدھیہ پردیش میں مسماری کے خلاف درخواست دائر کی، لیکن عدالت نے فوری سماعت سے انکار کیا۔ 2025 میں گجرات کی مسماری

کے خلاف کوئی فوری عدالتی مداخلت رپورٹ نہیں ہوئی، جسے عدالتی خاموشی سمجھا جارہا ہے۔سینئر وکیل سنجے ہیگڑے نے کہا کہ " قانون میں مشتبہ افراد کے گھروں پر بلڈوزر چلانے کی کوئی شق نہیں" اور یہ اقدامات غیر آئینی ہیں۔

ناقدین نے اسے "مسلمانوں کو اجتماعی سزا" دینے کی کوشش قرار دیا۔حوالہ: بی بی سی اردو، 16 اپریل 2022؛ (نیویارک ٹائمز)

5۔سنبھل مسجد تنازع (2024-2025) 2024 میں اتر پردیش کے سنبھل میں ایک مسجد کے سروے کے دوران ہلاکت خیز جھڑپیں ہوئیں، جس کے بعد مسلم املاک پر حملے کیے گئے، اسے گیان واپی اور بابری مسجد تنازعات سے جوڑا گیا، مقامی عدالت نے مسجد کے سروے کا حکم دیا، لیکن مسلم فریق کی درخواستوں پر فوری سماعت سے انکار کیا گیا۔2025 تک سپریم کورٹ نے اس معاملے پر کوئی واضح حکم جاری نہیں کیا، جسے عدالتی خاموشی سمجھا جارہا ہے۔

6۔کرناٹک حجاب کیس اور اختلافی فیصلے (2022) کرناٹک میں طالبات کو حجاب پہننے سے روکنے کے خلاف درخواستوں پر سپریم کورٹ کی دورکنی بینچ میں اختلاف سامنے آیا۔جسٹس ہیمنت گپتا نے حجاب پر پابندی کو درست قرار دیا جب کہ جسٹس دھولیا نے مذہبی آزادی کے حق میں فیصلہ دیا۔

Supreme Court of India, Fathima vs. State of Karnataka, 2022.The Print",Split verdict in Hijab case: A constitutional dilemma Oct 2022.

7۔دہلی فسادات اور جسٹس مرلی دھر کا تبادلہ (2020): دہلی فسادات کے دوران جسٹس ایس مرلی دھر نے بی جے پی رہنماؤں کے اشتعال انگیز بیانات پر سخت تبصرہ کیا۔اسی رات ان کا تبادلہ پنجاب و ہریانہ ہائی کورٹ کر دیا گیا، جسے عدلیہ کی آزادی پر حملہ تصور کیا گیا۔ایسے ہی سخت سوالات سپریم کورٹ نے وقف بل پر کیے، نتیجہ ایک بار پھر وہی رہا جو جسٹس مرلی دھر کا رہا....

NDTV",Justice Muralidhar Transferred After Hearing Hate Speech Case Feb 2020 Hindustan Times" ,Justice Muralidhar's midnight transfer triggers controversy 2020.

ہم نے یہاں چند معاملے آپ کے سامنے رکھے ہیں اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلم مسائل پر عدلیہ کس قدر دباؤ کا شکار رہتی ہے، دہلی فسادات میں ملوث کپل مشرا کو کورٹ سے کئی بار ایف آئی آر درج کرنے کا حکم ہوا باوجود اس کے کوئی کارروائی نہیں ہوئی، دھرم سنسد میں مسلمانوں کو کھلے عام مارنے کاٹنے کی باتیں آج بھی ہورہی ہیں لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوتی، لنچنگ سے لے کر ریپ، فسادات تک اگر کچھ ہوتا ہے تو مسلمانوں کے خلاف کارروائی جلد ہوتی ہے جب کہ ان مسائل پر آواز اٹھانے والوں کو پانچ پانچ سالوں تک بغیر چارج شیٹ کے ہی جیل میں رکھا جاتا ہے، وقف مسئلے پر جس قدر بیان بازی ہوئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عدلیہ بھی متاثر ہوئی ہے، سپریم کورٹ کو کیمپین چلا کر "سپریم کوٹھا" اور شریعہ کورٹ کہا گیا، نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے، بابری مسجد معاملے پر تو صاف کہا گیا ہے کہ "آستھا کے نام پر فیصلہ دیا جارہا ہے" ایسے میں مسلمانوں خصوصاً علما کو خاموش مگر اثر دار کیمپین چلانے کی ضرورت ہے۔۔ یہ اعداد و شمار اس بات پر دال ہیں کہ جب تک آپ حکومت میں حصہ دار نہیں بنیں گے تب تک آپ کے ساتھ یہی ہونا ہے۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

رابطہ کا نمبر 8755096981

از: پرویز عالم*

غزہ کا نوحہ! اُمت کا امتحان

اِحوالِ عالم

یہ تحریر غزہ کے حالیہ المیے پہ ایک فکری و قلبی ردِ عمل ہے، یہ صرف ایک مظلوم قوم کے دکھ کا نوحہ نہیں، بلکہ پوری اُمت مسلمہ کی غفلت، بے حسی اور بے عملی کا ایک آئینہ بھی ہے۔ یہ مضمون قارئین کرام کو جھنجھوڑنے، جگانے اور عمل پہ آمادہ کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔

المیہ غزہ! دل دہلا دینے والے لمحات

" کچھ ہی گھنٹے باقی ہیں اور غزہ کو دنیا کے نقشے سے مٹا دیا جائے گا، تم ہمیں اب صرف جنت میں ہی پاؤ گے۔" فلسطینی صحافی خلیل ابوالیاس کا یہ جملہ فقط ایک فقرہ نہیں، ایک صدی کی چیخ ہے۔ "میں نے ابھی اپنی بیٹی کو دفنایا ہے، بغیر سر کے۔" ایک فلسطینی شیخ کے یہ الفاظ کسی باپ کے نہیں، ایک قوم کے جنازے کی اذان ہیں۔ ہم جو ایک طویل فاصلے پہ آرام و سکون کے ساتھ بیٹھے ہیں، جنہوں نے ان دردناک سطروں کو محض ایک اور خبر یا پوسٹ سمجھ کر گذار دیا، ہم بھی اس المیے میں برابر کے شریک ہیں، غزہ کے معصوم صفت چہروں کے خون میں ہماری بے حسی کی سیاہی شامل ہے۔

دعاؤں کے دن گذر چکے، اب ہمارے لیے استغفار کا وقت ہے۔ غزہ صرف فلسطین کا ایک محاصرہ زدہ علاقہ نہیں، یہ پوری مسلم اُمت کے ضمیر کا آئینہ ہے، جہاں ایک طرف اسرائیلی افواج کی بمباری سے اسکول، اسپتال، مساجد اور پناہ گاہیں مٹی میں ملائی جا رہی ہیں، وہیں دوسری طرف نہتے فلسطینی اپنے ایمان اور استقامت سے تاریخ کا رخ موڑ رہے ہیں۔ ان کے بچے شہید ہو رہے ہیں، مائیں لاشوں کو چوم رہی ہیں، صحافی اپنے آخری کلمات نشر کر رہے ہیں اور علما اپنے سروں کو ہدف بنا کر اذان دے رہے ہیں۔ یہ صرف سانحے نہیں، ایمان کے استعارے ہیں۔ دنیا خاموش ہے۔ اقوام متحدہ کے اجلاس اور انسانی حقوق کی تنظیمیں صرف مذمت کے بیان تک محدود ہیں اور مسلم اُمت؟ وہ یا تو تماشائی ہے یا مصلحت پسند۔

عرب حکمرانوں کی وہ نسل جو کبھی قبلۂ اوّل کی حفاظت کا دم بھرتی تھی، آج مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ ایک فلسطینی لڑکی کا نوحہ گویا پوری دنیا پہ حجت ہے "اللہ اسے کبھی معاف نہ کرے جو ہمارے اوپر ہو رہے ظلم پہ خاموش رہا۔" اب دعا نہیں، استغفار کا وقت ہے، یہ وقت فقط آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کا نہیں، بلکہ زمین پہ جھک کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کا ہے، یہ وقت ہے کہ ہم اپنی کوتاہیوں، بے عملی، خاموشی اور غفلت پہ روئیں۔ قرآن مجید ہمیں بار بار ظلم پہ خاموش رہنے والوں کو ظالموں کے ساتھ کھڑا کرتا ہے۔

سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم برائی دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو، نہ ہو سکے تو زبان سے اور وہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں برا جانو اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ ہمیں اپنے ایمان کا درجہ جانچنے کا وقت آ چکا ہے۔ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے ضمیر کی بیداری کا وقت آ چکا ہے اور ہم سے پیہم مطالبہ ہو رہا ہے، اگر ہم اب بھی بیدار نہ ہوئے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ آج قلمکار کا قلم، خطیب کا منبر، تاجر کی دولت، نوجوان کا احتجاج، سب کو ایک سمت میں لگنا ہوگا۔ سوشل میڈیا کا استعمال فقط ریلز دیکھنے کے لیے نہیں، اُمت کی آواز بننے کے لیے ہونا چاہیے۔ اہل علم، اہلِ دانش، اہل ثروت، سب کی آزمائش ہے کہ وہ غزہ کے حق میں کیا کرتے ہیں۔"

روزِ محشر کی پکار! غزہ کے مظلوموں کی گواہی

کل قیامت کا دن ہوگا۔ اعمال نامے کھلیں گے، گواہیاں

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

دی جائیں گی اور ہر مظلوم اپنی دادرسی کے لیے لب کشا ہوگا، ایسے میں اگر غزہ کی کوئی ماں، اپنی گود میں شہید بچے کو لیے، سرور کائنات شفیع محشر محمد عربی ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرے: یارسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں، جو ہم پہ ظلم ہوتے دیکھتے رہے، مگر خاموش رہے، بے حس بنے بیٹھے رہے، کوئی چیخ نہ سنائی دی، کوئی مدد نہ آئی! آپ ان کی شفاعت نہ فرمائیں! تو ہم کہاں جائیں گے؟ کس آستاں پہ پناہ لیں گے؟ کس دلیل سے بچاؤ مانگیں گے؟

رب ذوالجلال کی عظمتوں کی قسم! یہ وہ لمحہ ہوگا جب صرف اعمال نہیں، دلوں کی حالت بھی تولی جائے گی، ہمارا خاموش رہنا، ہمارا بے اثر احتجاج اور ہمارے لفظوں کا خالی پن، سب آواز بن جائیں گے، سب کو زبان و بیان کی طاقت عطا کردی جائے گی، سب کو لہجہ مل جائے گا! اور مظلوموں کا لہو بولے گا۔

ہم نے غزہ کے بچوں کی تصویریں دیکھیں، دل رنجیدہ ہوا، آنکھیں بھر آئیں پھر اگلے لمحے موبائل بند کرکے کھانے میں مشغول ہوگئے۔ ہم نے سوشل میڈیا پہ کچھ پوسٹیں شیئر کردیں اور سمجھ لیا کہ ہم نے فرض ادا کردیا، کیا یہی وہ امتِ محمدیہ ہے، جس کے بارے میں فرمایا گیا تھا: المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا؟ مومن کے لیے مومن عمارت کی مانند ہے جس کا ہر حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

کیا ہمیں یاد ہے کہ سرور کائنات محمد عربی ﷺ نے فرمایا تھا"من لم یھتم بأمر المسلمین فلیس منھم۔ یعنی جو مسلمان دوسروں کے حال سے بے خبر ہو، وہ ہم میں سے نہیں" تو کیا ہم ان مظلوموں کے حال سے باخبر ہیں؟ یا ہم دنیا کی چکاچوند میں اپنے ایمان کے ساتھ سودے بازی کر چکے ہیں؟

آج اگر ہم نے اپنی زبانوں کو حق گوئی کے لیے، اپنے قلم کو صداقت کے لیے اور اپنی دعاؤں کو اخلاص کے لیے وقف نہ کیا، تو کل روزِ محشر ہمارے ہاتھ، ہمارے پاؤں اور ہماری خاموشی ہمارے خلاف گواہی دے گی اور غزہ کی فریاد ہمیں جہنم کے دہانے پہ کھڑا کردے گی۔

خدارا! اب بھی وقت ہے اٹھو! لبیک کہو، مظلوموں کی پکار پہ دعا کرو، صدقہ دو، آواز بلند کرو اور جہاں ممکن ہو عملی قدم اٹھاؤ! شاید یہی نیکی ہمیں اس دن شرمندگی سے بچالے، جب مظلوم کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ تھے، ہماری تکلیف پہ تڑپے تھے، مضطرب ہوئے تھے، بے چینی کا مظاہرہ بھی کیا تھا، آواز اٹھائی تھی، یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے سچے امتی ہیں۔

غزہ زندہ ہے، ہم مردہ نہ ہوجائیں، غزہ کے ملبے سے اٹھنے والی اذانیں، شہدا کے لبوں پہ جاری تکبیریں، ماؤں کی آہوں میں چھپا ایمان، یہ سب کچھ ہمیں پکار رہا ہے، غزہ آج بھی زندہ ہے، کیونکہ وہاں ایمان زندہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم زندہ ہیں؟ اگر زندہ ہیں تو استغفار کریں، اپنی روش بدلیں، آواز بلند کریں اور تاریخ کے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے پہلے ضمیر کی عدالت میں سر جھکادیں کیونکہ اب دعا کا نہیں، استغفار کا وقت ہے۔

◆◆◆

ص 85 کا بقیہ ....

آج کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب انفرادی اور اجتماعی سطح پر خود احتسابی کا آغاز کریں، ایمان کو مضبوط کریں، عمل کو خالص بنائیں، قیادت کو دیانت، عدل اور خدمت کا نمونہ بنائیں اور علما ومشائخ کو مصلحت سے بالا ہو کر امت کی عملی وفکری رہنمائی کے لیے میدان میں لائیں۔

خانقاہوں کو پھر سے روحانی تزکیہ، اخلاص اور امت کی تعمیر کا حقیقی مرکز بنانا ہوگا۔ ہمیں وہی سچائی، وہی قربانی اور وہی اخلاص اپنانا ہوگا جس نے صحابہ کی قلیل جماعت کو بدر میں فاتح اور اہلِ حق کو کربلا میں سرخرو بنایا۔

اگر ہم اللہ کی طرف پلٹ آئیں، اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور دین کی سچی خدمت کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں، تو اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور وہ دن دور نہیں جب امتِ محمدیہ دوبارہ عروج وارتقا کی منزل پر فائز ہوگی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔ (اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں)

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری *

عہد عثمان رضی اللہ عنہ کے فتوحات

خلیفہ سوم امیر المومنین، امام المجاہدین، حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 24ھ سے 32ء تک مشرق وسطی کی بڑی بڑی مہمات جاری رہیں۔ افریقہ میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ 25ھ سے آپ کے عہدِ خلافت میں مملکتِ اسلامیہ کی حدود ہندوستان، روس، افغانستان، الجزائر، مراکش اور بحیرہ روم کے جزائر تک وسیع ہو گئیں تھیں۔ فتوحات کا سلسلہ آرمینیا کے علاقہ سے شروع ہو کر بحیرہ روم کے جزایرہ اروا کی تسخیر پر ختم ہوا۔ مفاد عامہ کے کاموں میں سڑکیں بنوائی گئیں، مفتوحہ علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں، چراگاہوں میں مویشیوں کے لئے چشمے کھدوائے گئے، رعایا کی آسائش کے لئے سڑکیں اور مسافر خانے بنوائے گئے۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے محرم الحرام 24ھ سے ذی الحجہ 35ھ تک خلافت کے فرائض انجام نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے پورے کیے، آپ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی، بہت سے ملک فتح کیے۔ آپ کے عہد کی مہمیں اور فتوحات کا ذکر تاریخ اسلام میں کچھ اس طرح ملتا ہے:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تک عرب مسلمانوں کے لشکر ایران کی ساری مملکت پر قابض ہو کر کابلستان اور زابلستان کی ہندو ریاستوں کی حدود کے ساتھ اوران کے اوپر ترکوں اور تاتاریوں کی مملکت کے ساتھ جا ٹکرائی تھی، ملک ایران اور شام میں اسلام کے علمبرداروں کو زرتشتی دین اور دین مسیحیت کے پیروؤں سے مقابلہ پیش آیا، کابلستان، زابلستان اور سندھ کی حدوں پر پہنچ کر اُنہیں ایک ایسی قوم سے سابقہ بڑا جو ظہورِ اسلام سے پہلے عربوں کی طرح مشرک اور بت پرست تھے، ترکستانات میں ان کا واسطہ ایک ایسی قوم سے پڑا جو مظاہر پرست تھی اور اس عقیدہ کی مالک تھی کہ موجودات کی ہر شے ایک باطنی روح رکھتی ہے۔ لہٰذا! ان کو خوش رکھنے کے لئے ان کی بندگی کرنی چاہئے۔

645ء مطابق 24ھ میں عرب مسلمانوں کے ایک لشکر نے کابلستان کی ریاست پر چڑھائی کی کیونکہ اس ریاست کے ہندو حکمران ایران کی سرحدوں پر مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگے تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس لشکر کو شکست دی اور عرب مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو گیا۔ یہ مہم ناکام رہی۔ زرتشتی ایران کا شہنشاہ یزدجرد مرو کے ترک حکمران کے ہاں پناہ گزین تھا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگا۔ یزدجرد نے خاقان تاتار کی امداد سے خراسان کے علاقے پر ایک حملہ بھی کیا لیکن شکست کھائی، اس کی ریشہ دوانیوں کی بدولت ایران کے بعض صوبوں میں شورشیں بھی برپا ہوئیں جو عرب فاتحین نے کڑے ہاتھوں سے دبا دیں۔

کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں، ایران کی بغاوتیں اور شورشیں دبانے کے لیے مؤثر اقدامات کرتی رہیں۔ 652ء مطابق 31ھ میں عرب مسلمانوں کے ایک لشکر نے ترکستانات کی ولایتِ خرز کے ترکوں پر چڑھائی کی کیونکہ وہ بھی ایران کی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔ کابلستان کی مہم کی طرح اس مہم کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ خود اسلام لشکر میں خانہ جنگی واقع ہو جانے کا خطرہ لاحق ہونے لگا۔ اسلام لشکر ولایتِ خزد سے پسپا ہوا۔ شامی اور کوفی عربوں کے لشکر اپنی اپنی چھاؤنیوں میں چلے گئے۔ بدوی عربوں اور قریش کے درمیان رقابت کی جو حس عہدِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں پیدا ہو کر ترقی کر رہی تھی یہ اس کا پہلا افسوس ناک مظاہرہ تھا جو ایک بیرونی مہم کی ناکامی پر منتج ہوا۔

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بنوامیہ کے خاندان سے تھے، اس لئے ان کے عہد میں بنوامیہ اور دیگر قبائل قریش اپنے آپ کو دنیائے اسلام کا حکمران سمجھنے لگے۔ بدوی قبائل کے لوگ قریش کے اس قبیلوی غرور کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شام کے ملک میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد سے حکمراں چلے آرہے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بنوامیہ کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے جو فتح مکہ سے پہلے مشرکینِ مکہ میں سب سے زیادہ سربرآوردہ گھرانا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے سردار تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس وقت قبول کی جبکہ دس ہزار قدسیوں کے لشکر نے مکہ کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے تھے۔

حضرتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کے افراد نے اس موقع پر اسلام قبول کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی اس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو ممتاز حیثیت والے شمار کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ عربوں کی سرداری کرنے کا حق قریش کا اور قریش میں سے بنوامیہ ہی کا ہے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بشام کا حام ہونے کے باعث اپنی قبیلوی طاقت کو بڑھانے کے لئے عربوں کے انہیں خاندانوں کو شام میں آباد کرنے کی ترجیحی پالیسی اختیار کی جو قریش تھے یا ان سے نسبی علاقہ رکھتے تھے۔ کوفہ کی چھاؤنی میں عرب کے عام بدوی قبائل آباد ہوئے جنہوں نے شیخین رضی اللہ عنہم کے عہد میں اسلام کی جانبازانہ خدمات انجام دیں۔ یہ واقعہ 32ھ میں یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے آٹھ سال بعد رونما ہوا۔ (تاریخ اسلام: 308/309)

25ھ سے 28ھ تک حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال یعنی 25ھ میں ایشیائے کوچک کے رومی لشکر نے شام پر چڑھائی کی۔ شام کے حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور کوفہ (عراق) کی چھاؤنی سے آٹھ ہزار سپاہ کی کمک بھی بروقت پہنچ گئی۔ اسلام کے لشکران کے تعاقب میں ایشیائے کوچک کے ملک میں یلغار کرتے ہوئے ارمنستان تک پہنچ گئے اور ان فوجیوں سے جا ملے جو ولایت خرز بحیرہ خرز (کیسپین) کے کنارے ترکوں سے لڑ رہی تھے۔ یہ افواج مل کر طفلس کی طرف بڑھیں اور بحیرہ اسود کے ساحل تک پہنچ گئیں اس طرح ایشیائے کوچک اور ملک قفقاد کا ایک حصہ اور ارمنستان بھی اسلام کی وسیع مملکت میں شامل ہو گئے۔ مشرق ادنیٰ میں اس بڑی مہم کے علاوہ لبنان، لیوانٹ اور ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحلی علاقہ پر فوج کشی جاری رہی اور اسلامی مملکت کے حلقہ اثر کو ان اطراف میں بھی بہت توسیع دی گئی۔ ساحلی مہموں میں مسلمانوں کا بحری بیڑا بھی حصہ لیتا رہا جو مصر میں تیار کیا گیا تھا۔

649ء مطابق 38ھ میں حضرتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم شام کو جزیرہ قبرص کی بحری مہم اختیار کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی بحری بیڑہ تیار کرنے اور قبرص پر چڑھائی کرنے کی اجازت مانگی جو اُنہوں نے نہیں دی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بحری مہم اختیار کرنے کے معاملے میں احتیاط کے مسلک پر عمل پیرا تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بحری بیڑہ تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کر دی۔ مصر سے وہاں کے حاکم عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بحری بیڑا بھیجا۔ ابوقیس نامی ایک شخص "امیر البحر" مقرر کیا گیا۔ اسلامی لشکر نے جزیرہ قبرص کو سر کر کے اس پر قبضہ جما لیا۔ چونکہ قبرص کے باشندوں کے جان و مال کی حفاظت کا مستقبل بندوبست کرنا یقینی امر تھا، اس لئے ان سے جزیہ نہ لیا گیا صرف خراج لینے پر اکتفا کر لیا گیا۔ ابوقیس نے بحیرہ ایجین نے دوسرے جزیروں کو بھی مملکت اسلامی میں شامل کرنے کے لئے مہمیں اختیار کیں جن کی مجموعی تعداد پچاس بتائی جاتی ہے۔ اسلام کا یہ پہلا "امیر البحر" یونان کی ایک بندرگاہ میں فردکش تھا کہ ایک یونانی عورت نے اسے شاہانہ طریق سے خیرات کرتے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ عورت نے شور مچایا لوگ جمع ہوئے

اسلاف و اخلاف

جنہوں نے حملہ کر کے ابو قیس کو شہید کر دیا۔ (تاریخ اسلام:310)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے وقت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ مصر کے حاکم تھے جنہوں نے خلیفہ دوم کے عہد میں مصر کی مملکت سر کر کے اس کے طول وعرض میں اسلام کی حکمرانی قائم کی تھی۔25ھ میں بازنطینی رومیوں کے ایک بحری لشکر نے اسکندریہ کی بندرگاہ پر حملہ کر دیا اور شہر پر قبضہ جمالیا۔عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ کر کے رومیوں کو سمندر میں دھکیل دیا رومی بھاگ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر کی فصیل گرادی تا کہ آئندہ رومیوں کو ساحل پر اتر کر قلعہ نشین ہونے کا موقع نہ ملے۔عمر ابن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ مہم سر کر کے خلیفہ وقت کے ایک رشتے دار عبداللہ ابن ابی سرح کو شمالی مصر کی ولایت کا حکم مقرر کر دیا یہ عبداللہ ابن ابی سرح وہی شخص تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کاتبین وحی میں سے ایک شخص تھا لیکن اس نے ایک دفعہ وحی کی کتابت کرتے وقت خیانت سے کام لیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھنے سے روک دیا۔فتح مکہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خائن کو موت کی سزا دینا چاہتے تھے لیکن حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سفارش کر کے اسے بچالیا۔

عبداللہ بن ابی سرح شمالی مصر کا حاکم مقرر ہونے کے بعد مصر کے حاکم اعلی عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے باغی ہو گیا اس نے کوئی جھگڑا کھڑا کر کے دربار خلافت میں عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف رپورٹیں بھیجیں حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دونوں کے بیانات سننے کے بعد عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو خاطی قرار دے دیا اور ملکی اختیارات اس کے ہاتھ سے چھین کر عبداللہ ابن ابی سرح کو سارے مصر کا حاکم مقرر کر دیا، عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت کے حکم کو قبول کرتے ہوئے ان سے کہہ دیا کہ آپ عبداللہ بن ابی سرح کو حاکم بنا کر گائے کے سینگوں سے دودھ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔مصر میں مقیم مسلمانوں کو عبداللہ ابن ابی سرح کا حاکم بنایا جانا پسند نہ تھا کیونکہ یہ شخص دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا معتوب تھا۔لیکن خلیفہ کے حکم پر کسی نے حرف گیری نہ کی۔

647ء مطابق 27ھ میں ابن ابی سرح نے شمالی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف بڑھنے کی مہم اختیار کر لی تا کہ لوگوں کی توجہ اس طرف لگ جائے اور اس کے تقرر کے خلاف جوش نہ پھیلے۔برقہ اور طرابلس تو عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ دوم کے عہد ہی میں سر کر لیے تھے۔عبداللہ ابن ابی سرح نے قرطاجنہ یعنی تیونس پر چڑھائی کی۔شمالی افریقہ کا یہ ملک بھی قسطنطنیہ کی بازنطینی رومی سلطنت کا ایک جز و تھا۔جرجیس نامی جرنیل ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر جرار لے کر عربوں کے مقابلے کے لیے آ گیا عرب سے محمد ابنِ ابو بکر عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر بھاری کمک لے کر عبداللہ ابن ابی سرح کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔شدید معرکہ آرائی ہوئی، گھمسان کا رن پڑا، جرجیس کی جوان بیٹی سپاہیانہ لباس میں فوج کے ایک حصے کی کمان کر رہی تھی اور سپاہیوں کے دل بڑھا رہی تھی، جرجیس نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا جو سورما عرب لشکر کے سردار کا سر کاٹ کر لائے گا اسے ایک لاکھ دینار انعام میں دیا جائے گا۔عبداللہ ابن ابی سرح نے یہ سن کر اپنے لشکر میں اعلان کر دیا کہ جو مجاہد جرجیس کو قتل کرے گا اسے ایک لاکھ دینار کے ساتھ جرجیس کی حور وش بیٹی بھی انعام کے طور پر دی جائے گی۔لڑائی کا میدان عربوں کے ہاتھ رہا اور عبداللہ ابن زبیر نے جرجیس کو قتل کر کے انعام حاصل کیا ابنِ زبیر جرجیس کی بیٹی کو مدینہ لائے اس لڑکی نے دین اسلام قبول کر لیا۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور اسے اپنی بیوی بنالیا۔

عبداللہ ابن ابی سرح کی اس مہم کو مسلمانان مصر کا ایک طبقہ غیر اسلامی یا غیر شرعی قرار دینے لگا ان کا اعتراض یہ تھا کہ ابن ابی سرح نے یہ مہم کسی شرعی ضرورت کے بغیر محض اظہار شجاعت کے لیے اختیار کی اور مسلمانوں کی جانیں فضول ضائع کیں۔اس کے علاوہ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ مال غنیمت کا خمس عبداللہ ابن ابی سرح نے بیت المال میں جمع نہیں کرایا بلکہ اپنے پاس رکھ لیا اور غنیمت کا بہت سا مال سستے داموں اپنے رشتہ دار مروان کے

ہاتھ بیچ دیا جو حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا کاتب یعنی سکریٹری تھا اور بہت سا مال اسے مفت دے دیا۔

قسطنطنیہ کے بازنطینی رومی قیصر قسطنطین دوم نے عربوں کو پریشان کرنے کے لیے پانچ چھ سو جہازوں کا ایک بحری بیڑہ تیار کیا جو مصر وافریقہ کے ساحلی شہروں پر اکثر چھاپے مارتا تھا۔ عبد اللہ ابن ابی سرح نے بھی ایک بحری بیڑہ تیار کیا جس کے جہاز اگر چہ ہلکے تھے لیکن اس کے جانباز ملاح عرب تھے۔ 652ء مطابق 31ھ میں اسکندریہ کی بندرگاہ کے قریب رومیوں اور عربوں کے بحری بیڑوں کے درمیان جنگ ہوئی رومی رات بھر اپنے جہازوں پر ناقوس اور گھنٹے بجاتے رہے، مسلمان اذانیں دیتے رہے، صبح کے وقت لڑائی ہوئی، رومی بیڑے نے شکست کھائی، قسطنطین ایک کشتی پر جزیرہ سسلی کے شہر سیراکوس کی طرف بھاگ گیا جہاں لوگوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ قسطنطین اس ہرقل کا پوتا تھا جس نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عہد پایا اور جس نے شام وفلسطین میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام کے لشکروں کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ (تاریخ اسلام:313)

آخری خطبہ

ایک روز حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور گھر سے باہر نکل کر ان سے ملے۔ تھوڑی دیر ان سے بات چیت کرنے کے بعد حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر خطبہ دیا لوگ گھر سے باہر جمع ہو گئے۔ ان میں معترضین بھی تھے اور مدینہ کے حیران و پریشان لوگ بھی، حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پہلے سب سے بیٹھ جانے کو کہا سب بیٹھ گئے اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور اپنے خلیفہ بننے کا حال بیان فرمایا۔ آپ نے باغیوں سے کہا: جان لینا صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔ اول: ارتداد دوم: قتل سوم: زنا۔ میں ان میں سے کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا: باغی سرکشی سے باز آجائیں ورنہ بغاوت اور خون ریزی مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے جاری رہے گی کبھی ختم نہ ہوگی۔ ہجوم میں سے آوازیں آئیں کہ جان لینا ایک چوتھی صورت میں بھی ضروری ہے۔

سچائی کو فریب سے چھپانا اور حق کو تشدد سے مٹانا بھی انسان کو سزائے موت کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ تمہارے ظلم وطغیان کا تقاضہ یہ ہے کہ خلافت چھوڑ دو یا قتل کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خاموش رہے تھوڑے وقفے کے بعد آپ نے سب لوگوں کو جانے کے لئے کہا اور خود بھی گھر کے اندر چلے گئے۔ اس خطبہ کے بعد باغیوں نے حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ باغی پانی تک باہر سے اندر لے جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک روز حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کی ایک خادمہ ام حبیبہ خچر پر پانی کے مشکیں لاد کر اندر لے جا رہی تھی باغیوں نے خچر کی لگامیں کاٹ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو بہت سمجھایا کہ ایسا نہ کرو لیکن وہ نہ مانے۔ محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا اسی اثنا میں مدینہ کے لوگ اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور کچھ باہر چلے گئے اسی حالت میں خلیفہ نے عبد اللہ ابن عباس کو امیر حج بنا کر مکہ بھیج دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حج کے ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئیں وہ اپنے بھائی محمد ابن ابی بکر کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں لیکن وہ نہ مانے۔ مدینہ کے لوگوں کی خانہ نشینی ان کی حیرانی اور پریشانی ظاہر کر رہی ہے وہ دیکھتے تھے کہ شورشیں کی شکایات بھی درست ہیں اور وہ محسوس کرتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین سے اس قسم کا سلوک نہ کرنا بھی جیسا کہ باغی کر رہے ہیں درست نہیں۔

ان حالات میں نہ تو وہ باغیوں کا ساتھ دے سکتے تھے نہ وہ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خاطر ان مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار تھے جن کی شکایات غلط نہ تھیں اور جن کا یہ مطالبہ کہ پر اسرار مکتوب کی جعلسازی کرنے والے شخص کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے سولہ آنے درست تھا۔ بقیہ ص 16 / پر

(از: محمد علاء الدین قادری مصباحی*

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله. [الترمذي، جامع الترمذي، رقم الحديث: 3127] ترجمہ: مومن کی فراست سے بچو اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن محبوب بندوں کو یہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے، وہ جذباتی دور میں بھی مومنانہ فراست سے درست سمت کا انتخاب کر لیتے ہیں اور راہِ حق پر گامزن ہوتے ہوئے ہزاروں گم گشتہ راہ افراد کے لیے سببِ ہدایت بن جاتے ہیں۔

انیسویں صدی ہجری کی ایک عظیم عبقری شخصیت حضور صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ذات ایسے ہی صفات سے متصف ہے۔ جنھوں نے اپنی مومنانہ بصیرت و فراست سے بروقت معاملے کو پرکھا، درست سمت کا انتخاب فرمایا اور تاریک راہوں میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی روشنی فراہم کی۔

آپ کا دور اہل سنت و جماعت کے لیے انتہائی نازک اور سیاسی اعتبار سے ناگفتہ بہ تھا۔ شعائرِ اسلام کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی جا رہی تھی، مسلمانانِ ہند جوق در جوق مرتد ہو رہے تھے اور سب سے زیادہ صبر آزما بعض علماے اہل سنت کا دانستہ و نادانستہ طور پر دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا حصہ بننا تھا۔

ایسے پرفتن اور پرخطر دور میں آپ نے دشمنانِ اسلام کی سازشوں کو عین موقع پر بھانپ لیا اور حضور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضِ صحبت سے وابستہ رہتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا انتہائی گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا اور ان کے فریب اور دسیسہ کاریوں سے امت مسلمہ کو باخبر کیا اور بے شمار فریب خوردہ مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے نجات دلائی، آپ کے سیاسی بصیرت کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

تحریکِ خلافت:

تحریکِ خلافت کا آغاز 1919ء میں ہوا، اس تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت تھا، علماے اہل سنت بالخصوص حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خلفا حضرات جن میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ سرفہرست ہیں، ان مقدس ہستیوں کو اس تحریک سے قطعاً کوئی بھی اختلاف نہیں تھا بلکہ آپ حضرات نے اپنے جیب خاص سے بھرپور تعاون پیش کیا۔ لیکن موردالزام ٹھہرائے گئے اور انگریزوں کے تنخواہ خور کہے گئے اور یہ سب کرنے والے دراصل خود ہی انگریزوں کے تنخواہ خور تھے۔

ہاں اگر اختلاف تھا، تو ان کے طریقۂ کار سے تھا اور کیوں نہ ہو آپ اور آپ کے خلفا بالخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ ہندوؤں کے مخفی عزائم سے خوب اچھی طرح باخبر تھے، اسی بنا پر ان سے شدید اختلاف کیا کیونکہ سیاست جدیدہ میں صرف مقاصد پر نظر ہوتی ہے، ذرائع کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے، لیکن اگر اسلامی نقطۂ نظر سے سیاست کو دیکھا جائے تو اسلام میں مقاصد کے ساتھ ساتھ ذرائع پر بھی نظر ہوتی ہے۔

قارئین خود ہی غور کریں! سلطنت عثمانیہ اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کی خاطر چلائی گئی تحریک اور مسٹر گاندھی کی قیادت، یہ دونوں خود ہی متضاد باتیں ہیں۔ اگر ہم قرآنی نظریہ سے اس کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ

مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (النساء:118) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔"

انہی اسباب کی بنیاد پر آپ (اعلیٰ حضرت) اور آپ کے خلفا بالخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو تحریک خلافت سے اختلاف تھا چوں کہ جذباتی طور پر مسلمانانِ ہند جوق در جوق تحریک میں شامل ہو رہے تھے اور مسٹر گاندھی کو اپنا حامی و ناصر سمجھ رہے تھے۔ موقع غنیمت سمجھ کر دشمن نے چال چلنی شروع کی؛ اس تحریک کے ساتھ دو اور تحریکوں کا 1920ء میں مسٹر گاندھی نے آغاز کیا۔

تحریک ترکِ موالات:

جب مسٹر گاندھی مسلمانوں کی تحریکِ خلافت کے ذریعہ حمایت اور اعتبار حاصل کر کے ان کا لائقِ اعتبار اور حامی و ناصر لیڈر بن گیا؛ تو اس نے اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے اس تحریک کو شروع کیا، تحریک کے شروع ہوتے ہی مسلمانانِ ہند کثرت سے اس میں شامل ہونے لگے اس طرح ایک جذباتی تحریک کے ذریعہ دشمن اپنے مقاصد کے حصول یابی میں کامیاب نظر آ رہا تھا۔

حالات کے اس تناظر میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے بے باکانہ اور مجاہدانہ طور پر تاریخی اور سیاسی حیثیت سے نہایت ہی اہم پیغام جاری کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہندو نادان نہیں؛ ان کی کوئی حرکت عبث و بے کار نہیں؛ وہ ہر کام کے لیے کوئی مقصد رکھتے ہیں، ان کا ہر عمل اسی کے محور پر گردش کرتا ہے۔ جب تم نے انھیں پیشوا بنایا، تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے۔" (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338/ھ، ص:17، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص:220)

مزید آگے چل کر یوں رقم طراز ہیں:

"میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ترک تعاون کا خیال مسٹر گاندھی کے دماغ میں مدت دراز سے مرکوز ہے، ان کے کارنامۂ زندگی سے اس کے دلائل ملیں گے، لیکن وہ اپنے اس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں۔" (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338/ھ، ص:19، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص:221)

دشمن کے مزید چال بازیوں کی پردہ دری کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں اور تم حق بجانب ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دوسری طرف مسٹر گاندھی لب و لہجہ بدل کر یہ فرما دیتے ہیں کہ دیکھو خبردار! قانون کی حدود سے باہر قدم نہ رکھنا امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں۔

جس سے گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فساد انگیزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں۔" (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338/ھ، ص:20، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص:221)

قارئین حضرات ذرا غور کریں! مسٹر گاندھی کس طرح مسلمانوں سے ایک طرف ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کر رہے ہیں "میں تمہارے ساتھ ہوں" تم حق بجانب ہو، تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں" اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں دیکھو خبردار! قانون کی حدود سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں۔

جب کہ مسٹر گاندھی کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ مسلمان فطرتاً جذباتی ہوتے ہیں اور جذباتی تحریکوں میں ان کا قانون کی حد بندی کا خیال رکھنا انتہائی مشکل ہے اگر یہ ایسا کچھ کرتے ہیں جو قانوناً جرم ہے تو ہم ان سے صاف صاف کہہ دیں گے کہ کیا ہم نے نہیں کہا تھا کہ قانون کی حدود سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے

ساتھ نہیں ہوں۔ اسے کہتے ہیں سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ جیسا فریب شناس کیسے ان کی فریب کاریوں کو سمجھتے ہوئے ان کا ساتھ دیتا اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا۔

آپ نے اس تحریک کی بھرپور مذمت کی اور پرزور اختلاف کیا، تحریک ترک موالات کے مضر اثرات ونقصانات قلم بند کیا اور کفار ومشرکین کے ساتھ میل جول موالات وتعلقات کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان تحریکات سے دور رہنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے "ترک الموالات عن جمیع الفروأل الضلالات" نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

کفار کے ساتھ دوستی وموالات کی چند صورتیں ہیں۔ کافر میں دو حیثیتیں ہیں۔ (1) مذہبی (2) شخصی

(1)... مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت و وداد، ربط و اتحاد، دوستی ویکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں۔ بالفرض کسی شخص کو کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت یا ادنی میلان ورغبت ہو یعنی اس وجہ سے کہ یہ اس کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں۔"

قرآن وتفسیر سے آیات وعبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر سے اس کے دین کی وجہ سے دوستی کرنا، یا اس کے دین کو پسند کرنا، یا اس کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے اور کسی مومن سے بحالت ایمان ممکن نہیں کہ ایسی دوستی کر سکے اور اگر بالفرض کسی نے ایسا کیا تو وہ مومن نہ رہا۔

(2)... حیثیت شخصی وذاتی ہے، یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین وملت کی وجہ سے تو دوستی نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ساتھ انس ومحبت ہے، یہ محبت بھی اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے نکل جائے، یا کم ہو جائے، یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزا کرے اور یہ اپنی محبت کی وجہ سے اس پر راضی رہے، یا صبر کرے تو یہ محبت بھی منافی ایمان ہے۔ اور آیت مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔" (سوانح صدر الافاضل، ج:2، ص:72)

تحریک ہندو مسلم اتحاد:

تحریک ہندو مسلم اتحاد کا نقطۂ آغاز مسٹر گاندھی کا تحریک خلافت کی حمایت سے ہی ہو چکا تھا؛ اس حمایت کو اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی، جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا، لیکن علمائے اہل سنت نے اس اتحاد سے مجموعی طور پر اختلاف کیا، اس کی وجوہات مذہبی اور سیاسی دونوں تھی، وہ اس اتحاد کو فی نفسہ ناممکن سمجھتے تھے۔

اس اتحاد پر حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جن تاثرات کا اظہار فرمایا ہے؛ وہ بصیرت افروز اور حقیقت پسندانہ ہیں، آپ یوں فرماتے ہیں:

"مسلمانوں نے ان مساعی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سنے، مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا اور اس قدر جد وجہد جواز میں رہتی، لیکن صورتِ حال کچھ اور ہے: ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان "آمین" کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں، پہلے مسٹر گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اس کے پیچھے مولوی عبد الباری کا فتویٰ مقلد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے، پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں، اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا۔" (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338 / ھ، ص: 16،15، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص:224، 225)

سلطنت اسلامیہ کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت وحفاظت کے لئے مسلمان ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں لیکن اپنے دین ومذہب کو محفوظ رکھیں، اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ دے ڈالیں، اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، اپنے عقل وحواس کو

معطل نہ کریں، اپنے ہوش وخرد کو کام میں لائیں، نہایت فرزانگی کے ساتھ اپنے نیک و بد، اپنے انجام و مآل پر نظر ڈالیں۔

ایسی بے رائی کہ ہر بات میں گاندھی پر نظر ہے، کچھ کام نہیں آسکتی۔ فرض کرو آج گاندھی موافق ہیں اور تم ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو، کل اگر گاندھی کا رنگ بدل جائے، تم کیا کر دو گے؟ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم میں کوئی ایک بھی مدبر نہیں، اگر ایسا ہے تو خاموش رہنا چاہیے۔ (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338 / ھ، ص: 21، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص: 226)

مسلمانوں کی اس بے راہ روی اور ناقبت اندیشی نے جو گل کھلائے اس کا نقشہ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

" کہیں ہندؤوں کی خاطر سے قربانی اور گائے کے ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر کو مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہے، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھولوں اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔ معاذ اللہ! کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں، مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب نے خوب فرمایا: کہ لعنت اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے، ترکی کی سلطنت کی بقا کے لئے مسلمان کفر کرنے لگیں، شعائر اسلام کو مٹادیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ: اسلام ہی کے صدقہ میں اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ؟ مطلب جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے۔" (السواد الاعظم، شوال المکرم 1338 / ھ، ص: 16، 17، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص: 226، 227۔)

مزید برآں جب آپ سے ہندو مسلم اتحاد وغیرہ تحریکات کے حوالے سے محمد مشتاق حسین فاروقی مرادآبادی کی طرف سے 8 صفحات پر مشتمل استفتا کیا گیا، تو آپ نے اس کے جواب میں 15 صفحات پر مشتمل ایک مفصل و مدلل فتویٰ تحریر فرمایا۔ جس پر 7 صفحات میں علمائے کرام کی تصدیقات وتائیدات ثبت ہیں، آپ کا یہ فتویٰ بنام "مسلمان اور کانگریس، اتحادِ مسلم پر شریعت اسلام کا حکم مبین" شائع ہوا۔

تحریک شدھی:

یہ تحریک پنڈت سوامی شردھا نند کی ناپاک نتیجہ فکر میں باضابطہ 1923ء میں معرض وجود میں آئی۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو مذہب اسلام سے منحرف کر کے ہندو مذہب میں شامل کرنا تھا۔ بدقسمتی سے دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک ہندوستان کے طول وعرض میں آگ کی طرح پھیل گئی اور ہزاروں مسلمان اس کے دامِ تزویر میں پھنس گئے اور ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے، مسلمانوں کو اس طور پر ہندو مذہب کا حصہ بنانے کی کوشش کرتے کہ "پہلے یہ ہندو ہی تھے، اب ہم انھیں پاک و پوتر کریں گے۔

ایسے نازک وقت میں علمائے اہل سنت نے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی فرمائی، انھیں اسلام کی حقانیت سمجھائی، دولت ایمان کی اہمیت بتائی، کفر و شرک کی تباہی سے آگاہ کیا، حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اس بدنام زمانہ تحریک کے سدباب میں کلیدی کردار ادا کیا، مکمل تندہی کے ساتھ اس تحریک کی بیخ کنی میں مصروف عمل رہے۔

تحریکِ شدھی کے خلاف آپ کا خطاب:

8 جمادی الآخرہ 1341ھ مطابق 26 جنوری 1923ء بروز جمعہ بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفی کے زیر اہتمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کی ایک ہنگامی مجلس پر منعقد ہوئی، جس میں علمائے مفکرین و مدبرین نے مل کر کے شدھی کے سدباب اور مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا۔ علاوہ ازیں عوامی سطح پر بھی ایک جلسہ مذکورہ بالا تاریخ میں مغرب کی نماز سے رات دس بجے تک بی بی جی صاحبہ مسجد میں منعقد کیا گیا، جس میں اہل سنت کے مشاہیر علمائے کرام کے خطابات ہوئے۔

آپ نے بھی مسلمانوں سے ایک ایسا بہترین، روح پرور اور رقت آمیز خطاب فرمایا جسے سن کر مسلمانوں کی آنکھیں اشک

باراور قلوب جذبہ ایمانی سے سرشار ہو گئے۔ (سوانح صدر الافاضل، ج:2، ص:90)

علاقۂ ارتداد میں آپ کی رواداری:

9 جمادی الآخرہ 1341ھ مطابق 27 جنوری 1923ء بروز ہفتہ بوقت صبح جماعت رضائے مصطفی کے زیر اہتمام بریلی سے روانہ ہونے والے 10 علمائے مشاہیر پر مشتمل پہلے وفد میں آپ نے بھی شرکت فرمائی، آپ نے ۲۷ جنوری سے 30 جنوری تک میرٹھ اور مضافات میرٹھ کے متاثرہ علاقوں میں تبلیغی دورے فرمائے۔ (سوانح صدر الافاضل، ج:2، ص:91)

آپ اپنی زندگی کے آخری ایام تک ان باطل تحریکات کے خلاف نبرد آزما رہے اور ان کا استیصال کر کے ہی دم لیا۔ آپ نے بے شمار تبلیغی دورہ کیا، اسلام کی حقانیت سے لوگوں کو روشناس کرایا، جس وقت بہت سے علما دشمن کے ارادے سے غافل رہتے ہوئے ان کے دامن فریب میں آ گئے تھے، اس وقت آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دشمن کے ارادوں کو بھانپ لیا اور اس انتہائی نازک مرحلے میں مسلمانوں کی درست رہنمائی کی۔

یہ آپ کے سیاسی بصیرت کے چند نمونے تھے، حق تو یہ ہے کہ اگر آج ہمارے پاس اسلام اپنے صحیح شکل میں موجود ہے، تو یہ انھیں بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے، ان کی اخلاص وللّٰہیت کا ثمرہ ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے اس قائد کی تربت پر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے اور ہمیں بھی اس مردِ میدان کے صدقے سیاسی شد بد عطا فرما، آمین۔

◆◆◆

ص 51/ کا بقیہ ....

غرض کہ "بھاگل پور نامہ" والد گرامی حضرت مولانا تحسین عالم تحسینؔ رضوی کی ایک عمدہ شعری مجموعہ اور زبان و بیان کا خوب مرقع ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ کی ادبی مہارت اور شعری حذاقت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ بطورِ نمونہ اس کے چند اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں ؎

خوب ہے محبوب ہے اے ارضِ بھاگل پور تو
عالمانِ دین حق سے ہے بہت معمور تو

اہل علم ودین سے تیرا جہاں پُرنور ہے
ناز ہے جس پر فلک کو تو وہ بھاگل پور ہے

عالم بالا کے نادیدہ خزانے تجھ میں ہیں
یعنی سرِّ حق کے پوشیدہ خزانے تجھ میں ہیں

تجھ میں اہلِ دین کی اک انجمن آباد ہے
علم وحکمت، فکر ودانش کا چمن آباد ہے

تجھ میں یوں اللہ کے مقبول ہیں بکھرے ہوئے
گلشن ہستی میں جیسے پھول ہیں بکھرے ہوئے

غرض کہ ایک عظیم اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے آپ کی ایک منفرد شناخت ہے، ان شاء اللہ العزیز آئندہ شمارے میں آپ کے نثری کارناموں اور "شاہنامۂ رضا" پر تفصیلی گفتگو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جائے گی، اللہ رب العزت اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ کے صغائر و کبائر کی مغفرت فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۹۰/ کا بقیہ ....

تخلیق کائنات ضیائے مہ و نجوم
بی آمنہ کے لختِ جگر آپ ہی سے ہے

اے گل عذارِ گلشن دنیائے ہست وبود
شاداب باغِ دل کا شجر آپ ہی سے ہے

انسانیت کو آپ نے بخشی ہے آبرو
معراجِ اِنس خیرِ بشر آپ ہی سے ہے

ایوانِ فکر روئے منوّر سے ضوفشاں
روشن ہماری راہ گذر آپ ہی سے ہے

اک چشم التفات ادھر بھی مرے حضور
احمدؔ کی شامِ غم کی سحر آپ ہی سے ہے

◆◆◆

ضلع بانکا کی ایک مایۂ ناز علمی وادبی شخصیت

مولانا تحسین عالم تحسین رضوی

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

صوبۂ بہار کا مشہور علمی وروحانی خطّہ بھاگل پور ہندوستان کے مایۂ ناز اضلاع میں سے ایک ہے جو اپنے دامن میں علم و حکمت، فکر و دانش، تصوف و روحانیت، صنعت و حرفت اور تہذیب و ثقافت کی ایک حسین اور سنہری تاریخ رکھتا ہے۔ ضلع بانکا اسی علمی وروحانی خطے کا چھوٹا بھائی ہے جو آج سے تقریباً دو دہائی قبل جسمِ بھاگل پور کا ایک مضبوط عضو تھا اور اس کو وہ ساری علمی و روحانی خوبیاں حاصل تھیں (اور آج ہیں) جو شہر بھاگل پور کا طرۂ امتیاز ہیں۔ یہ وہ علمی وزرعی اور ادبی شہر ہے جس کے بارے میں راقم الحروف نے آج سے ایک سال پیشتر کہا تھا:

دبستانِ عظیم آباد نے اس کو ضیا بخشی
ادب کی روشنی پھیلی ہوئی ہے شہر بانکا میں
نظر اٹھا کے جدھر دیکھیے طفیل احمدؔ
شعور و فکر کی جلوہ گری ہے شہر بانکا میں

بھاگل پور کے مقابلے میں ضلع بانکا قدرے پسماندہ ضرور ہے، بایں ہمہ اس کے مختلف علاقوں اور گاؤں میں ایک سے ایک علمی وادبی ہیرے جواہرات موجود ہیں۔ تفصیل سے گریز کرتے ہوئے سرِ دست یہاں میں اپنے گاؤں "سبحان پور کٹوریہ عمر پور ضلع بانکا" کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ الحمد للہ! راقم الحروف کا گاؤں علما و مشائخ، مفتیانِ کرام، حفاظ وقرّا، ادبا وشعرا اور انجینئر حضرات کا مسکن ہے۔ مختلف اہلِ علم نے میرے گاؤں کو "مدینۃ العلماء" کہا ہے جو حقیقت پر مبنی ہے۔ راقم الحروف کی معلومات کے مطابق یہاں تین درجن سے زائد علما و حفاظ اور شعرا و ادبا موجود ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد منور حسین شاہ نقشبندی، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی ظل الرحمٰن رحمتؔ ضیائی، خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ قاری سہیل احمد رضوی نعیمی، صوفی با صفا حضرت مولانا محمد ادریس القادری ایوبی، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امام الدین، حضرت مولانا مصلح الدین صاحب، جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا محمد خورشید عالم عزیزی علیہم الرحمہ وغیرہم ہمارے گاؤں کی مایۂ ناز ہستیاں گذری ہیں۔

اسی زرخیز اور علمی گاؤں سے تعلق رکھنے والی مایۂ ناز شخصیت حضرت مولانا حافظ و قاری محمد تحسین عالم تحسینؔ رضوی مرحوم (وفات 9/فروری 2022ء) کی بھی ہے، آپ کا اصل نام محمد زین العابدین ہے، لیکن اپنے مشفق استاذ صدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے غایت درجہ قرب و عقیدت کی بنیاد پر اپنا نام "محمد تحسین عالم" رکھ لیا اور تحسینؔ تخلص اختیار کیا، انتقال کے وقت تقریباً ۶۵-۶۸ سال عمر تھی۔ 1955ء کے قریب اپنے آبائی وطن سبحان پور کٹوریہ عمر پور ضلع بانکا بہار میں پیدا ہوئے۔ ناظرۂ قرآن اور حفظ کا آغاز دار العلوم خیر المدارس عمر پور میں کیا اور دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں حفظِ قرآن مکمل کیا۔ لکھنؤ کے کسی بڑے ادارے میں قرأت کا کورس کیا۔

بعد ازاں اپنے بڑے بھائی خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حافظ و قاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی علیہ الرحمہ کے ہمراہ ناگ پور مہاراشٹر تشریف لے گئے اور وہیں جامعہ عربیہ اسلامیہ اور جامعہ امجدیہ میں درسِ نظامی کا آغاز فرمایا، بعد ازاں دار العلوم محمدیہ کرلا ممبئی میں داخلہ لیا۔ اشرف العلماء حضرت علامہ سید حامد اشرف کچھوچھوی و دیگر اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ درسِ نظامی کی تکمیل دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں فرمائی۔ یہاں کے دیگر اساتذہ کے علاوہ صدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے خصوصی طور پر اکتسابِ فیض کیا، یہاں تک کہ اپنے اس مشفق و مہربان استاذ

*مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے سابق نائب مدیر ہیں۔

کے نام پر اپنا نام رکھ لیا۔

جس وقت راقم الحروف کی عمر لگ بھگ ۱۵ ؍سال رہی ہوگی، اس وقت صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ میرے گاؤں تشریف لائے تھے اور اپنے ہونہار شاگرد مولانا تحسین عالم رضوی کے بارے میں لوگوں سے پوچھا، حسنِ اتفاق دیکھیے کہ میں بھی اس وقت حضرت کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا، لوگوں نے میرے بارے میں جب حضرت کو بتایا کہ یہ مولانا تحسین عالم رضوی کے صاحب زادے ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے، سینے سے چمٹا لیا، میری پیشانی کو بوسہ دیا اور دعاؤں سے نوازا۔ میں اس وقت حفظ کر رہا تھا، ایک دورکوع پڑھ کر حضرت کو سنایا، آپ نے بطورِ انعام دس روپے عنایت کیے اور فرمایا کہ محنت سے پڑھو، تم کو دینی و علمی کام انجام دینے کے لیے ماریشش (ساؤتھ افریقہ) لے کر جاؤں گا۔

اوصاف وخصوصیات

ہر باپ اپنے بیٹے کے لیے عظیم اور قابلِ قدر ہوتا ہے، چاہے باپ کی حیثیت اور پوزیشن کچھ بھی ہو۔ عام بیٹوں کی طرح راقم الحروف کو بھی ایک بیٹا ہونے کی حیثیت سے اپنے عظیم باپ پر فخر ہے۔ آج میرے پاس جو کچھ بھی تھوڑا بہت علمی اور ادبی سرمایہ ہے، وہ میرے والد گرامی کے فیضانِ نظر اور والدہ محترمہ کی دعاؤں کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ مقامِ شکر وافتخار ہے کہ مجھے ایک عظیم باپ کی علمی و ادبی آغوش میں پل کر جوان ہونے کا موقع ملا اور ان کے علمی وادبی فیضان سے مالا مال ہونے کا موقع میسر آیا، اللہ رب العزت نے والد گرامی کو بہت ساری علمی اور اخلاقی خوبیوں سے نوازا تھا اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جو ہمارے گاؤں کے دو تین بزرگ علما کو چھوڑ کر آپ کے علاوہ دوسروں میں نظر نہیں آتیں۔ شخص واحد میں علم وحکمت، فکر و دانش، اخلاق و کردار اور ادب و فن کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

والد گرامی حضرت مولانا تحسین عالم تحسینؔ رضوی اپنے وقت کے جیّد عالم دین مدرّس حافظ قرآن قرأتِ سبعہ کے منجھے ہوئے قاری، ایک درجن کتابوں کے مصنف حکیم وطبیب، ادیبِ عصر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبان پر قدرت حاصل تھی، دینی علوم وفنون کے علاوہ ہندی، انگریزی اور حکمت وطبابت سے بھی واقف تھے۔ ایک زمانے کے تک آپ نے طبابت (حکیمی) کا پیشہ بھی اختیار کیا۔ خودداری اور غیر مستقل مزاجی کے سبب کسی ایک جگہ سکون کے ساتھ بیٹھ کر آپ کو دین و مذہب اور تصنیف وتالیف کا کام انجام دینے کا موقع نہیں ملا ورنہ آپ کی ذات سے بڑے بڑے علمی و تحقیقی کام سرانجام پاتے۔ گاؤں کے ہم عمر و ہم عصر علما کے علاوہ بزرگ علما بھی آپ کی علمی و ادبی صلاحیتوں کے معترف و مداح تھے اور آج بھی اہلِ علم آپ کی علمی فضیلتوں کے قائل ہیں۔

دین و مذہب اور مسلک و مشرب کے معاملے میں سخت اور نہایت متصلب قسم کے سنی و رضوی عالم دین تھے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نقیب و ترجمان تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند کے مرید تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور خانوادۂ رضویہ کے افراد کو دل وجان سے عزیز رکھتے تھے، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فدائی وشیدائی تھے۔ بدمذہبوں اور بدعقیدوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ طبیعت میں دین داری، خودداری، بے نیازی اور صبر وقناعت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، گندی سیاست سے کوسوں دور رہتے تھے۔ کم گو تھے، لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے اور اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ علم دوست، علما نواز اور درس ومطالعہ کے شوقین تھے، میں نے اپنی زندگی میں والد گرامی سے زیادہ کثیر المطالعہ کسی کو نہیں پایا۔ دن میں اکثر مطالعۂ کتب میں مشغول ومنہمک رہا کرتے اور رات کے وقت اندھیرے میں لالٹین اور موبائل کی لائٹ جلا کر کتابیں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کسی بھی موضوع کی کتاب از اوّل تا آخر اس کا مطالعہ فرماتے۔ جناب سید بدرِ عالم رضوی رجھتی مرحوم راقم کے خسر جناب اُور سیئر اسلام انصاری صاحب اور جناب قاری ثناء اللہ صاحب کا شمار آپ کے مخلص احباب میں ہوتا ہے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ظل الرحمٰن رحمتؔ ضیائی علیہ الرحمہ نے متعدد بار مجھ سے فرمایا کہ "مولوی طفیل! آپ کے

والد صاحب بڑے کمال کے آدمی تھے۔اچھی علمی صلاحیت کے مالک تھے۔زمانۂ طالب علمی میں مجھے فارسی میں خط لکھا کرتے تھے۔آپ کے والد نے"جواباتِ رضویہ برخرافاتِ.....''نامی جو کتاب لکھی ہے، اس میں انہوں نے اپنے مدِّ مقابل کو قینچی کی مانند کتر کر رکھ دیا ہے۔"اسی کتاب (جواباتِ رضویہ) کے متعلق صوفی با صفا حضرت مولانا محمد ادریس القادری ایوبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ"اب تک اس کتاب کا پانچ بار مطالعہ کر چکا ہوں، لیکن مزید مطالعہ کی خواہش ابھی بھی باقی ہے۔"

شاعری ونثر نگاری

جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ والد گرامی حضرت مولانا تحسین عالم تحسینؔ رضوی بہت ساری علمی خوبیوں کے مالک تھے۔شاعری ونثر نگاری (تصنیف وتالیف) آپ کی علمی و ادبی شخصیت کے نہایت درخشاں پہلو ہیں۔آپ فطری شاعر اور پیدائشی ادیب تھے۔آپ کا شمار شہر بھاگل پور و بانکا کے قدر آور علما وشعرا اور مایۂ ناز ادبا و مصنّفین میں ہوتا ہے۔سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مینارِ ولایت، جواباتِ رضویہ، شمعِ فروزاں، خانوادۂ رضویہ کی علمی و دینی خدمات وغیرہ آپ کے نثری کارنامے ہیں اور نظم وشاعری میں"نغماتِ اسعدؔ وشاہنامۂ رضا ومناقب ازہری و بھاگل پور نامہ"اور"ترانۂ تحسین"خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔شاہنامۂ رضا امام احمد رضا محدث بریلوی کی منظوم سوانحِ حیات ہے جو چار ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔

ایک عظیم اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔پہلے"اسعد"تخلص کرتے تھے، بعد میں"تحسین"تخلص کرنے لگے۔شعر وسخن کے معاملے میں آپ"ہر فن مولیٰ"واقع ہوئے تھے۔حمد ونعت، منقبت، غزل، مثنوی، سہرا اور قطعہ جیسی اصناف میں آپ نے طبع آزمائی کی ہے اور اپنے فکر وفن کے جوہر دکھائے ہیں۔میرے گاؤں (سبحان پور کٹوریہ) کے جو چند علمائے کرام شاعری ونثر نگاری اور تصنیف وتالیف میں منفرد شناخت اور بلند مقام رکھتے ہیں، ان میں آپ سرِ فہرست ہیں۔شہرو ناموری اور نام ونمود سے آپ ہمیشہ دور رہے۔اپنے کلام کو محفوظ رکھنے کا اہتمام نہیں کیا، اس لیے آپ کے بہت سارے کلام ضائع ہو گئے۔اردو کے علاوہ فارسی میں بھی آپ شاعری کرتے تھے، جناب سید بدرِ عالم رضوی رجھتی (جو آپ کے مخلص رفیق تھے) کے سفر نامۂ حرمین"ہند سے دیارِ حرم تک"میں آپ کا ایک عربی کلام بھی موجود ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی شاعری میں بھی آپ عاجز نہیں تھے اور اس کی قدرت رکھتے تھے۔

حضرت مولانا قاری میکائیل احمد ضیائی (استاذ مدرسہ احسن المدارس وصدر نعت اکیڈمی کان پور) نے راقم الحروف کے نعتیہ مجموعۂ کلام"حرفِ ثنا"پر تبصرہ کرتے ہوئے عمِ مکرّم کے علاوہ ہمارے والد معظّم کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے:

''تقدیسی شاعری کرنے والوں کی صف میں مشہور و معروف ادیب، شاعر، صحافی، ناقد وتجزیہ نگار مولانا طفیل احمد مصباحی صاحب نمایاں حیثیت سے شامل ہیں۔مولانا موصوف ایک قابل قدر عالمِ دین، حافظِ قرآن، عمدہ مدرس اور منجھے ہوئے ادیب وشاعر اور صحافی ہیں۔علم وادب کی یہ قیمتی دولت انہیں وراثت میں ملی ہے۔ان کے بڑے ابّو خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حافظ وقاری سہیل احمد صاحب نعیمی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے عظیم عالم و فاضل اور ادیب و مصنف تھے اور ان کے والد گرامی حضرت مولانا زین العابدین المعروف بہ تحسین عالم رضوی مرحوم بھی بڑے پایہ کے عالم وادیب اور شاعر ومصنف تھے۔''

نعت گوئی

آپ نے شاعری کا آغاز نعت گوئی ومنقبت نگاری سے کیا، بعد میں غزل، نظم، قطعات وسہرا اور ہجویہ وطنزیہ کلام بھی کثرت سے لکھے۔آپ کا پہلا نعتیہ مجموعۂ کلام"نغماتِ اسعدؔ"ہے جو آپ کے زمانۂ طالب علمی کی یادگار ہے اور اس پر آپ کے استاذِ گرامی صدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی ''تقریظِ جلیل'' موجود ہے، اس تقریظ میں آپ نے لکھا ہے کہ ''عزیزم مولوی محمد زین العابدین اسعدؔ بھاگل پوری سلمہ الباری (عرف تحسین عالم) کی زبان اتنی صاف ستھری اور نکھری ہوئی ہے

کہ لگتا نہیں کہ وہ یوپی کے علاوہ کہیں اور کے رہنے والے ہوں۔
ایک صاحبِ زبان مستند عالم و فاضل کا یہ جملہ آپ کی شاعرانہ مہارت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔"نغمات اسعدؔ" سے نمونتاً دو شعر پیش کرتا ہوں ؎

مجھ کو اچھا مرے خدا کر دے
میرے دکھ درد کی دوا کر دے

عالمِ بیکسی میں وہ اسعدؔ ہے کون
غم زدوں کا سہارا ہمارا نبی

آپ کی مندرجہ ذیل نعتِ پاک حسنِ زبان ولطفِ بیان کا حسین اور پُرکیف نمونہ ہے ؎

مثلِ حضور کوئی بھی انسان نہیں ہے
خِلقت میں اُن سا کوئی بھی ذیشان نہیں ہے

وصفِ نبی میں یوں تو کتابیں ہیں بے شمار
قرآن جیسا نعت کا دیوان نہیں ہے

کیا وہ سمجھ سکیں گے شہِ دیں کا مرتبہ
خود جن کو اپنے آپ کی پہچان نہیں ہے

اہلِ زبان رہتے تھے یوں پیشِ مصطفیٰ
لگتا تھا ان کے جسم میں کچھ جان نہیں ہے

شاہانِ زمانہ کی عدالت میں آج کل
قرآن جیسا عدل کا فرمان نہیں ہے

سرکار کو جو کہتا ہے اپنی طرح بشر
اس سے بڑا تو کوئی بھی نادان نہیں ہے

وہ دل کبھی کیا لذتِ ایمان پائے گا
جس دل میں حبِّ صاحبِ قرآن نہیں ہے

جو عیب گو نبی کا ہے مسلم کے نام پر
وہ مرتبہ میں کچھ ہو مسلمان نہیں ہے

میرے عمل میں عشقِ شہِ دین کے سوا
بخشش کے واسطے کوئی سامان نہیں ہے

تحسینؔ دل وہ زندہ نہیں مُردہ ہے محض
جس دل میں ان کی دید کا ارمان نہیں ہے

منقبت نگاری

نعت گوئی کے علاوہ منقبت نگاری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا، سلطان العارفین سرکار سیدنا شہباز محمد بھاگل پوری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی، اپنے پیر و مرشد حضور مفتیِ اعظم ہند، حضور مجاہد ملت، حضور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کی شان میں آپ نے کثیر منقبتیں لکھی ہیں۔ رئیس المحدثین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ (سابق صدر شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی بارگاہ میں عقیدت کا خراج پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

بحمد للہ مری نوکِ زباں پر کس کا نام آیا
کہ جس کے ذکرِ شیریں سے مسرت کا پیام آیا

وہی سید سلیمان اشرف النورانی شخصیّت
مکمل دین سے آراستہ عرفانی شخصیّت

انہیں کے ذکرِ عالی سے طبیعت مسکرا اٹھّی
وہ یاد آئے تو کھیتی سنیت کی لہلا اٹھّی

تھا ان کو جو بھی حاصل فضلِ ربانی مسلّم تھا
کہ علمِ دین کا "تاجِ سلیمانی" مسلّم تھا

عجب ہی آن تھی ان کی عجب ہی مان تھی ان کی
علی گڑھ" میں بڑی ہی عالمانہ شان تھی ان کی

وہ حنفی مذہباً تھے مشرباً چشتی نظامی تھے
سلوک و معرفت میں ایک میخانے کے جامی تھے

لکھے تحسینؔ کیا توصیف میں حضرت سلیماںؔ کی
قلم قاصر ہے لکھنے کو مدح موصوف انساں کی

بھاگل پور نامہ

وہ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ" مادر زاد ولی" تھے، شعر و ادب کے معاملے میں کچھ یہی حال آپ کا بھی تھا کہ آپ" مادر زاد شاعر" تھے، زمانۂ طالب علمی سے ہی آپ کا شعری جوہر نکھرنے لگا تھا، جو امتدادِ ایام کے ساتھ مزید گہرا ہوتا گیا۔"نغماتِ اسعدؔ، شاہنامۂ رضا" اور "مناقبِ ازہری" کے علاوہ" بھاگل پور نامہ" بھی آپ کی خوب صورت شعری یادگار ہے۔ عصرِ حاضر کے مشہور محقق و ناقد

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں) آپ کے شعری مجموعہ ''بھاگل پورنامہ'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''مولانا تحسین عالم تحسینؔ رضوی بھاگل پوری ایک بہترین عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر بھی ہیں، زمانۂ طالب علمی ہی سے ان کا اشہبِ قلم میدانِ شعر و ادب میں اپنی فکری جولانیاں دکھاتا رہا ہے۔ آپ مذہب اور ادب دونوں سے اپنا رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اب تک آپ کی کئی کتب منظر عام پر آکر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ شعر گوئی میں آپ کو کافی ملکہ حاصل ہے۔ تقدیسی شاعری آپ کا پسندیدہ موضوع ہے۔

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری برکاتی ازہری میاں دام ظلہٗ کی شان میں آپ کی تحریر کردہ مناقب کے مجموعے نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ تحسینؔ صاحب کا شعری و نثری سفر مسلسل جاری و ساری ہے۔ اس وقت میرے مطالعہ کے میز پر آپ کی ایک منفرد کاوش'' بھاگلپور نامہ'' سجی ہوئی ہے۔ ۱۵ /عنوانات پر مشتمل ۳۴۰ / اشعار کے اس بصیرت افروز شعری مجموعے کو پڑھنے کے بعد بے ساختہ شاعرِ محترم کے لیے دل سے داد نکلتی ہے۔

بھاگل پورنامہ'' کی فہرستِ عنوانات سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے کس قدر حُسنِ انتخاب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جذبات کا والہانہ اظہار اشعار کی صورت میں قارئین کی نذر کیا ہے۔ اس مجموعے میں شامل منظومات پر خالص مثنوی، قصیدہ، منقبت، مرثیہ، شعرِ آشوب یا شہرِ آشوب کا ٹھپہ لگا کر کسی ایک صنف سے معنون نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں! یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ'' بھاگلپور نامہ'' میں شامل منظومات کی زیریں رَو میں قصیدہ کا آہنگ بھی ہے اور منقبت کا رنگ بھی، مثنوی کا انداز بھی ہے اور مرثیہ کا کرب بھی، شعرِ آشوب اور شہرِ آشوب کا الم انگیز اظہار یہ بھی۔ غرض یہ کہ'' بھاگلپور نامہ'' شاعر کے تنوعِ خیال کو ظاہر کرتا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے علما و صلحا سے جس عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے، اُس میں افراط و تفریط کا شائبہ بھی نہیں گذرتا۔

تحسینؔ صاحب نے اپنی عقیدت کو محتاط وارفتگی کا مظہر بنایا ہے۔ اس ضمن میں'' عالمانِ دیں نواز، گلشنِ شہباز، شانِ شہباز'' اور'' سجادگانِ شہباز'' کے علاوہ'' دمڑیا پیر کی حسین جاگیر، دمڑیا پیر کی مشہور کرامت'' اور'' دمڑیا پیر کے سجادگان'' کا مطالعہ ہمارے دعوے کی توثیق کے لیے کافی ہے۔ ان منظومات میں آپ نے بھاگل پور کے اولیا، صوفیا، علما، صلحا، حفاظ، قرا، شعرا، ادبا، اطبا، اساتذہ، صحافی نیز جملہ شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے حضرات اور دیگر اکابر کے ناموں کو اشعار میں نگینے کی طرح اس چابک دستی سے جڑ دیا ہے کہ فنّی سقم کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ کہیں کہیں ان ناموں سے تجنیس کا کام بھی لیا گیا ہے۔''

''پیغامِ امروز، جسم اور روح کی بیماری، صوفی اور کوفی مسلم کا وجود، نفسِ امارہ کی شیطنت'' اور'' اصلی اور نقلی پیروں کی روایت و درایت'' جیسی نظمیں تو خاصے کی چیز ہیں۔ ان نظموں سے تحسینؔ صاحب کی انقلابِ امت، اصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ باطن اور بیداریِ ملت کے تئیں سچی تڑپ اور کسک کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ نظمیں ہر اعتبار سے لایقِ تحسین و آفرین ہیں، شعری و فنّی خوبیوں حسنِ تراکیب، ایجاز، معنی آفرینی، حُسنِ تخیل، اظہارِ صداقت اور سلاست و روانی سے مملو مختلف نظموں سے چنیدہ اشعار نشانِ خاطر فرمائیں اور شاعرِ محترم کو ایسے نفیس اور عمدہ منظوم تذکرے پر مبارک باد پیش کریں ؎

مصلحِ دیں ہیں، امامِ دیں ہیں تیری خاک میں
اور قمرؔ الدین ہیں تیرے دلِ نمناک میں

''انتم الاعلون'' کتنا صاف ہے اعلانِ حق
شرط یہ ہے تو رہے مومن یہ ہے فرمانِ حق

اے مسلماں آج تیرا رنگ ہے بدلا ہوا
طَور ہے بدلا ہوا اور ڈھنگ ہے بدلا ہوا

شکل فاسق میں یہ تیری زندگی اچھی نہیں
مصطفےٰ والے کی ایسی بندگی اچھی نہیں

بقیہ ص ۴۶ / پر

از: مفتی ارشد نعیمی قادری ککرالوی *

تاج الشریعہ! تاج الشریعہ کیوں؟

اس فرش گیتی پر لاتعداد افراد اپنے وجود کی نمائش کر کے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے مگر ان کا کوئی نام و نشان اس دار الحزن میں باقی نہ رہا مگر جب ہم اوراق کتب کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشّمس و اجلی من الامس ہوتی ہے کہ اللہ لم یزل جل مجدہ نے اپنے کارخانہ قدرت سے کچھ ایسے نفوس قدسیہ کو بھی اس دنیا میں بھیجا جن کی چمک دمک سے پوری انسانیت روشن و تابناک ہوگئی ان نفوس قدسیہ کے علم و فضل زہد و ورع کا خورشید جہاں جہاں طلوع ہو گیا وہاں وہاں سحر ہو گئی تنہا ان کی ذات علم و حکمت فضل و عزت اخوت و مروت خلوص و محبت کا ایسا مہکتا ہوا انقلاب برپا کر گئی جس کے شامیانے تلے لاکھوں لاکھ افراد چین و سکون کی سانس لیتے رہے انہی ذوات قدسیہ میں اک نام نامی اسم گرامی ایسی ذات بابرکات کا بھی آتا ہے جس کو دنیائے سنیت مُظہرِ شریعت مکسّر بدعت غواص بحار التحقیق کاشف اسرار التدقیق تاج الشریعہ بدر الطریقہ پیر شرع خیر ورع نبیرۂ اعلیٰ حضرت سیدی و سندی مرشدی اقائی حصنی و حرزی و ذخری و کنزی ذی القدر السنی و الفخر السمی مفتی محمد اختر رضا خان قادری رضوی ازہری نوری برکاتی افاض اللہ علینا فیضہ للامتناہی کے نام سے یاد کرتی ہے حضور تاج الشریعہ جن کی خدمت جلیلہ اوج ثریہ پر کمند ڈالے ہوئے ہے۔

جن کے نورانی عرفانی شاف و شفاف صاف و صفاف چہرہ پر ضیاء کی اک جھلک پانے کے لئے عشاق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پروانوں کی مانند ان کے ارد گرد حلقہ بگوش رہتے تھے جن کا جود و نوال فضل و کمال جاہ و جمال گم گشتہ بادہ ضلالت کے لئے ضیاء صراط ثابت ہوتا تھا جن کی تصنیفات میں جمل تنقیح عاطر و توضیح ماطر کو دیکھ کر ہند و بیرون ہند کے مفتیان کرام انگشت بدنداں رہ گئے بیشمار علماء و فضلاء جن کے کرم فیض سے خوشہ چیں ہوئے آپ کی زندگی پاک کا ہر لمحہ شجر اسلام کی آبیاری کے لئے وقف نظر آتا ہے ہند بیرون ہند کے بے شمار مفتیان کرام مشائخ عظام علمائے عظام آپ کے خوان علم و فضل سے سیرابی کرتے ہوئے نظر آئے اعلی حضرت روح اللہ روحہ و عاطر ضریحہ کا یہ شہزادہ جدھر بھی قدم رنجہ ہو گیا ابر کرم وابستگان خدا ہر برسنے لگا آپ نے ہر محاذ، پر احقاق حق ابطال باطل کا سد باب کرنے کے لئے خود کو ڈھال بنا کر اسلام و حامیان اسلام کو سکون و چین عطا فرمایا۔

آپ کی زندگی پاک کا وہ دور جس میں مذاہب فاسدہ و عقائد کاسدہ پیش از پیش مجتمع ہوئے اور اسی کے ساتھ فرق ضالہ کا انشعاب بکثرت موجود رہا ایسے پر آشوب ماحول میں آپ کا وجود ہم سب کے لئے اللہ لم یزل کی طرف سے تحفہ شاداب رہا کہ آپ نے تحریر و تقریر تصنیف و تالیف بیعت و ارشاد کے ذریعہ مذہب حق احق کو معاندین و منکرین پر خوب ظاہر فرما کر اسلامی علم کو سرخروئی عطا فرمائی آپ کے کثیر فضائل محمودہ اوصاف مشہورہ میں جو سب سے اعلیٰ و اکرم وصف پاک ہے وہ آپ کا علم و فضل تھا جس کی بدولت آپ حلقہ اہل سنت کے علما و فضلا پر تفوق و تفضّل حاصل کئے رہے، اہل سنن کے لئے آپ کی صحبت و معیت و ایتلاف و موانست کسی لعل و گوہر سے کم نہیں تھی آپ کے نوک کلک سے نکلے ہوئے کواکب حسنہ ایسے جامع و مانع ہوئے کہ جن کو اختلاف امصار تبدل اعصار نہ بدل سکے جب بھی آپ نے شرع مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے قلم کو حرکت دے دی تو آپ کے نوک کلک سے نکلے کوئے کواکب حسنہ ایسے جامع و مانع ثابت ہوئے کہ پھر اس پر تردید و تنقیر کرنا بڑے بڑے علم کے جیالوں کے لئے محال ثابت ہو گیا۔

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، ککرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

آپ اپنے جد اعلیٰ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم عالم اسلام رضی اللہ عنہم وارضی ورحمنا بھم یوم تعرض الاعمال عرضا کے مسلک پر بحسن خوبی فائز المرام رہے کروڑ سے زائد افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے جو کہ آپ کے ولی وقت صوفی وقت قطب وقت ہونے کا اشارہ کرتے ہیں جس قدر اللہ لم یزل نے خصائص وافرہ اوصاف ظاہرہ علوم باہرہ تاج الشریعہ کو عطا فرمائے آپ کے معاصرین اس سے محروم سمجھے گئے تاج الشریعہ ایسے فائق الاقران ہوئے کہ ہند و بیرون ہند میں آپ کے عاشقین ومریدین محبین ومتوسلین کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جو آپ کی بارگاہ خدا و رسول جلت عظمتہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقبولیت کی علامت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے در دولت پر حاجت مندان عالم اپنے مطالب و مقاصد میں آپ کو اپنا پیشوا سمجھ کر آستان فیض نشان پر سر ارادت دھرتے رہے آپ کا تفقہ فی الدین وخدمت دین متین وعشق سید المرسلین دیکھ کر مفتیان عظام مشائخ کرام نے آپ کو تاج الشریعہ کے لقب سے ملقب فرمایا یہاں تک کہ حلقہ اہل سنت میں تاج الشریعہ لقب آپ کا مشہور ومعروف ہو گیا اور ازہری میاں کا غلغلہ سمک سے سماک تک جا پہنچا جسے دیکھ کر علمائے اہل سنن عش عش کر اٹھے آئے دن آپ کی زیادت اعزاز وفور امتیاز منازل بمنازل طے کرتی گئی جس سے خلق خدا مستفید و مستنیر ہوتی رہی ہے فقیر اس لائق نہیں کہ آپ کے فواضل بحار کو دائرہ احصار میں لا سکے جو کچھ بھی بحمدہ تعالیٰ لکھا، آپ اس سے لاتعداد اوصاف وخصائل کے بحر عمیق تھے۔

آپ کا فیض حسنہ ملت اسلامیہ کے لئے قانع رنج ومحن ساطع شر وفتن ثابت ہوتا رہیگا تاج الشریعہ یقیناً ہم سب کے لئے اللہ حق سبحانہ کی طرف سے اعظم وافضل اتم واکمل نعمت رہے مگر افسوس ہم کما حقہ اس فیض بحر سے مکمل فیضیاب نہ ہو سکے اور آپ ہم سب کو کرب واضطراب رنج ومحن میں روتا بلکتا چھوڑ کر اس دار فانی سے دار الخلد کی طرف راہی ہو گئے ایسی نعمت عظمی کے لئے ہم سب کو چاہئے کہ آپ کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھ کر آپ کے لئے بارگاہ لم یزل میں دعا بلندی درجات وایصال خیرو برکات کرتے رہیں تا کہ آپ کے فیوض و برکات ہم سب کے لئے ذریعے نجات ثابت ہوتے رہیں۔

مولیٰ کریم قادر قیوم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور قبلہ جان ودل بے لوث آب وگل سر السر نور النور سیدنا حضور غوث اعظم جیلانی قدسنا اللہ بسرہ الکریم ورحمنا بہ یوم لا ولی ولا حمیم کے واسطے ہمارے تاج الشریعہ کے بلندی درجات میں خوب اضافہ فرما اور ہم سب پر آپ کا فیضان گہر بار ابر نیساں کی طرح برساتا رکھ، آمین آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

ص ۹۳ر کا بقیہ ....

اکابر نے تجھے اپنے کمالوں کا امیں مانا
اصاغر نے تری دہلیزِ فن پر رکھی پیشانی

عدو کے چاہنے سے تیرے چرچے گھٹ نہیں سکتے
تری عظمت ہے پائندہ، تری شوکت ہے لافانی

سلام اے وہ کہ مانا فخر ازہر، جس کو ازہر نے
سلام اے وہ، جسے حاصل ہوئی کعبے کی مہمانی

ترے الفاظ ہیں یا معرفت کے لعل وگوہر ہیں
ادب کے سَعدِ دوراں، سخن کے جامیٔ ثانی

قدم اٹّھے تو کوہ و بحر نے بھی دے دیا رستہ
جہاں پہنچے تو اُس خِطّے پہ برسا فضلِ ربانی

تری نسبت کو اپنائے، جسے اعزاز پانا ہو
ترے دامن سے لگ جائے، جسے قسمت ہو چمکانی

ترا نقشہ نگاہِ دہر نے محفوظ رکھا ہے
ترے حُسنِ اَتَم کی آج بھی دنیا ہے دیوانی

سلام اے مَردِ مومن، رہبر حق، پاسبانِ دیں
ترے حصے میں آئی باغِ ملت کی نگہبانی

بچا لو ہم کو آ کر وقت کی بیداد لہروں سے
سفینہ بیچ دریا میں ہے اور آئی ہے طغیانی

ترے گھر کی بہاریں دن بدن ہوں اوج پر شاہا
مہکتا ہی رہے یہ علم وفن کا باغِ نورانی

فریدی سے نہ ہو پایا رقم یہ نغمۂ مِدحت
خوشا تیرے فضائل آہ اپنی تنگ دامانی

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *

تاج الشریعہ! مقبولیت میں مثالی شخصیت

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات کسی تعارف کا محتاج نہیں، دنیا جانتی ہے کہ آپ ملک عزیز ہندوستان کی عظیم ریاست اتر پردیش کے شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے، مگر آپ کا قلب ہمیشہ مرکز عقیدت مدینہ منورہ میں حاضری کے لیے بیتاب رہتا، سرکار دو عالم ﷺ کے عشق ومحبت میں اس درجہ اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ ناموس رسالت پر کسی کی پرواہ نہیں کرتے، خواہ کسے باشد! اسی خانوادہ کی ایک عظیم الشان شخصیت وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، شہزادۂ مفسر اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ کی مختصر سوانح رقم کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت 24/ذی القعدہ 1362ہجری 23 نومبر 1943 عیسوی کو بریلی شریف میں ہوئی، مرکز علم وادب بریلی شریف میں علوم وفنون سے فراغت کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے، یہاں پوری محنت ولگن سے حصول علم میں مشغول رہے، پھر امتیازی نمبرات سے فارغ ہوکر 17 نومبر 1966ء 1386ھ بروز منگل حسین اور سہانہ وقت صبح کو بریلی شریف جلوہ افروز ہوئے۔

یہاں عالم اسلام کی عظیم المرتبت شخصیت، آپ کے نانا جان، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند بریلوی قدس سرہ، دار العلوم منظر اسلام کے اساتذہ وطلبہ ودیگر معتقدین نے آپ کا شایان شان استقبال کیا، آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، مولانا اختر رضا خان ابن مولانا ابراہیم رضا خان ابن مولانا حامد رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان ابن مولانا نقی علی خان ابن مولانا رضا علی خان (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا - (پ16/سورۂ مریم) ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔" (کنزالایمان)

تفسیر: یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا، بخاری شریف ومسلم شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلانا میرا محبوب ہے، حضرت جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں، تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے، مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین صالحین واولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلطان نظام الدین اولیاء اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات اولیائے کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔ (خزائن العرفان)

آیت مذکورہ اور تفسیر وحدیث پاک میں جن مقدس وپاکیزہ گروہ کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے، حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ کی مقبولیت ومحبوبیت دیکھنے کے بعد یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یقیناً آپ کا بھی شمار انہیں مقدس گروہ میں ہے، حضرت تاج الشریعہ کی مقبولیت ومحبوبیت کا یہ عالم کہ آپ کی تشریف آوری جس محفل میں ہوجاتی، اس محفل میں لوگوں کا اژدہام ہوجاتا، عشاق آپ کے پُرنور چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

لیے بیتاب ہوجاتے، آپ محفل میں میر محفل ہوتے، کیا علما کیا عوام ہر کوئی آپ کے شیدائی ہوتے، گاؤں ہو یا شہر ہر جگہ دیوانوں کا نعرہ ہوتا ہے بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ۔

شعر وشاعری حضور تاج الشریعہ کو وراثت میں ملی تھی، حضور اعلیٰ حضرت، حضور استاذ زمن، حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو بے مثال نعتیہ اشعار پیش کیے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، حضور تاج الشریعہ جہاں بے شمار خوبیوں کے جامع تھے وہیں آپ ایک کامل عاشق رسول بھی تھے، اور یہی وہ وصف ہے جس سے آپ کی مقبولیت پوری دنیا میں مشہور ہوگئی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی بے پناہ محبت آپ کے دیوان ''سفینۂ بخشش'' سے بخوبی عیاں ہے، کون نہیں جانتا کہ مدینہ منورہ میں حاضری کے آداب قرآن کریم میں پروردگار عالم نے دیا ہے؟ یہاں روزانہ ستّر ہزار ملائکہ صبح اور ستّر ہزار ملائکہ شام کو حاضر ہوکر گنبد خضریٰ کا طواف کرتے ہیں اور مکینِ گنبد خضریٰ پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، زیرِ اسماں فرش زمین یہی وہ نازک مقام ہے جہاں کا ادب واحترام ازحد لازم وضروری ہے، حضور تاج الشریعہ اپنی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں ؎

سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے
لُٹا اے چشم تر گوھر مدینہ آنے والا ہے

قدم بن جائے میرا سر مدینہ آنے والا ہے
بچھوں رہ میں نظر بن کر مدینہ آنے والا ہے

عاشق صادق کی قلبی تمنا کچھ ایسی ہوتی ہے۔ ؎

داغِ فرقتِ طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی شاعری میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی شاعری کی جھلک نظر آتی ہے فرماتے ہیں ؎

وجہِ نشاطِ زندگی راحتِ جاں تم ہی تو ہو
روحِ روانِ زندگی جانِ جہاں تم ہی تو ہو

تم جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا تم جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جانِ جہاں تم ہی تو ہو جانِ جناں تم ہی تو ہو

خالق کائنات عزوجل نے اپنے حبیب رحمت عالم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کا مالک ومختار بنایا ہے، ہر چیز آپ کے قبضہ واختیار میں ہے، آپ جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمادیں، اسی کی منظر کشی حضرت تاج الشریعہ نے یوں کی ہے۔ ؎

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثری کردیں

حدیث شریف کی روشنی میں جب تک کائنات کی ہر چیز حتّٰی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت سرور دو جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہوگی وہ مومن نہیں، اسی بات کو اپنے شعر میں قوم مسلم کو یوں پیغام دیتے ہیں □ ؎

نبی سے ہو جو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کردیں

مقطع میں یوں فرماتے ہیں □

مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

المختصر یہ کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ اپنے آبا واجداد کے نہ صرف یہ کہ علوم وفنون کے وارث تھے، بلکہ پوری زندگی ان کے مشن وافکار کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچاتے رہے، حتّٰی کہ عمر کے اخیر حصے میں بھی آرام کو بالائے طاق رکھ کر پیغام امام احمد رضا عام کرتے رہے، حضرت تاج الشریعہ کا تقوی کمال کا تھا، شریعت مطہرہ پر پوری زندگی سختی سے عامل رہے، قانون قدرت ہے کہ، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے لوگوں کی اس قدر بھیڑ جمع ہوگئی کہ اس کے چرچے اب تک زبان خاص وعام ہے، آپ کا مزار پُرانوار بریلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔ ؎

اختر قادری خلد میں چل دیے
خلد وا ہے ہر ایک قادری کے لیے

◆◆◆

(از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

تاج الشریعہ! حیات وخدمات

عالمِ اسلام، بالخصوص برِّصغیر پاک وہند میں امام اہلِ سنّت امام احمد رضا اور آپ کا خاندان کسی تعارُف کا محتاج نہیں، اللہ تعالی نے نسل دَر نسل خاندانِ اعلیٰ حضرت میں بے شمار و بے مثال اور لاجواب اَفراد پیدا فرمائے، استادِ زَمن علّامہ حسن رضا خان، حُجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان، مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان، مفسّرِ اعظم مفتی ابراہیم رضا خان، حکیم الاسلام علّامہ حسنین رضا خان، ریحانِ ملّت علّامہ ریحان رضا خان، امینِ شریعت علّامہ محمد سبطین رضا خان اور صدر العلماء علّامہ تحسین رضا خان سمیت، چمنستانِ رضا کے جس گُل کو دیکھ لیجیے، ہر ایک اپنی مثال آپ ہے، انہی میں ایک نام حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری کا بھی ہے:

وادیٔ رضا کی، کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے، وہ علاقہ رضا کا ہے(۱)

ولادت باسعادت:

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا کی تاریخِ ولادت میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح ترین قول کے مطابق حضور تاج الشریعہ کی ولادتِ باسعادت 14 ذی القعدہ 1361ھ/ 23 نومبر 1942ء، بروز منگل، محلّہ سوداگراں، بریلی شریف (ہندوستان) میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی مفسّرِ اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خان ہے۔(۲)

اسمِ گرامی:

حضور تاج الشریعہ کا اسمِ گرامی "محمد اسماعیل رضا" جبکہ عُرفی نام "اختر رضا" ہے۔(۳)

اَلقاب

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان کو متعدد اَلقاب سے یاد کیا گیا، جن میں "تاج الشریعہ"، "جانشینِ مفتیٔ اعظم"، "شیخ الاسلام والمسلمین"، "قاضی القُضاۃ فی الہند"، "وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت"، "صدر المفتین"، "سند المفتین"، "فقیہِ اسلام"، "فقیہِ اعظم"، "شیخ المحدِّثین"، "فخرِ اہلِ سنّت"، "مَرجع العلماء والفضلاء" زیادہ مشہور ہیں۔(۴)

شجرۂ نسب

جانشینِ مفتیٔ اعظم، مفتی اختر رضا خان کا شجرۂ نسَب کچھ یوں ہے: مفتی محمد اختر رضا خان، ابن مولانا محمد ابراہیم رضا خان، ابن حُجۃ الاسلام علّامہ حامد رضا خان، ابن امام اہلِ سنّت امام احمد رضا خان(۵) ابن علّامہ نقی علی خان(۶) ابن علّامہ رضا علی خان، بن محمد کاظم علی خان، بن محمد اعظم شاہ، بن محمد سعادت یار خان بہادر۔(۷)

تعلیم وتربیت

حضور تاج الشریعہ کا تعلق ایک بہت بڑے دینی گھرانے سے تھا، لہٰذا ابتدائی تعلیم وتربیت گھر سے ہی پائی، آپ نے ناظرہ قرآنِ کریم، اپنی والدہ ماجدہ، شہزادیٔ مفتیٔ اعظم ہند، نگار فاطمہ عُرف سرکار بیگم سے، گھر پر ہی ختم کیا، والدِ گرامی مفسّرِ اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خان سے ابتدائی اردو کتب پڑھیں، اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے لیے "دار العلوم منظر اسلام" میں داخلہ لیا، اور وہیں سے درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی، جبکہ مروّجہ دنیاوی تعلیم "اسلامیہ انٹر کالج" بریلی سے حاصل کی!۔

حضور تاج الشریعہ مزید حصولِ علم کے لیے 1963ء میں "جامعۃ الازہر" (Al-Azhar University) مصر تشریف لے گئے، جہاں آپ نے "کلیہ اُصولِ دین" (Faculty of Fundamentals of Religion) میں داخلہ لیا، مسلسل تین 3 سال تک "جامعۃ الازہر" کے شعبہ تفسیر وحدیث

کے ماہر اساتذہ سے اِکتسابِ علم کیا۔

حضور تاج الشریعہ 1386ھ/ 1966ء میں "جامعۃ الازہر" سے فارغ ہوئے، تو نہ صرف "جامعۃ الازہر" بلکہ پورے مصر میں اوّل پوزیشن (First position) حاصل کی، جس پر اُس وقت کے مصری صدر: کرنل جمال عبد الناصر نے اپنے ہاتھوں سے، بطور انعام "جامعہ الازہر ایوارڈ" پیش کیا، اور ساتھ ہی ساتھ سندِ فراغت سے بھی نوازے گئے: (۸)

فخرِ ازہر، فخرِ ملّت، فخرِ پاک وہند بھی
جس جہت سے دیکھیے، اعلیٰ ہے شانِ ازہری (۹)

اساتذہ ومشایخ

جانشینِ مفتی اعظم مفتی اختر رضا خان ازہری کے اساتذہ ومشائخ میں حسبِ ذیل اسمائے گرامی خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں:

(۱) مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری، (۲) بحر العلوم مفتی سیّد محمد افضل حسین مونگیری، (۳) مفسّرِ اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی، (٤) فضیلۃ الشیخ مولانا عبد التواب مصری (منظرِ اسلام - بریلی)، (٥) فضیلۃ الشیخ علّامہ محمد سماحی (جامعۃ الازہر)، (٦) فضیلۃ الشیخ علّامہ محمود عبد الغفّار (جامعۃ الازہر)، (٧) ریحانِ ملّت مولانا ریحان رضا خان، (۸) استاذ الاساتذہ مفتی محمد احمد، عُرف جہانگیر خاں رضوی اعظمی، (۹) صدر العلماء علّامہ تحسین رضا خان (۱۰) اور حافظ انعام اللہ خاں تسنیم حامدی۔ (۱۰)

درس وتدریس

''جامعۃ الازہر'' سے واپسی کے بعد 1967ء میں، حضور تاج الشریعہ نے "دار العلوم منظرِ اسلام" (بریلی) سے باقاعدہ درس تدریس کا آغاز فرمایا، مسلسل جدوجہد، محنت اور لگن سے درس وتدریس میں مشغول رہے، یہاں تک 1978ء میں ازہری میاں ''صدر المدرّسین'' کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ "منظرِ اسلام" کے "رضوی دار الافتاء" کی ذمّہ داری بھی حضور تاج الشریعہ کے سپرد کر دی گئی، کثیر دینی مصروفیات اور مَشاغل کے باعث 1980ء میں باقاعدہ تدریسی سلسلہ سے علیحدگی اختیار فرمائی، اسی دَوران 1981ء میں سرکار مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری کا وصال شریف ہوا، تب آپ کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہو گیا، لیکن حضور تاج الشریعہ نے "کثیر مصروفیات کے باوُجود مرکزی دار الافتاء" بریلی شریف میں زیرِ تربیت مفتیانِ کرام کے لیے اپنے درسِ افتاء کا سلسلہ جاری رکھا، اور اُن کی تربیت کے لیے وقت نکالتے رہے! (۱۱)

گلشنِ احمد رضا ہے جس کے دَم سے لالہ زار
وہ بہارِ پُر فضا ہیں حضرت اختر رضا (۱۲)

علوم وفُنون میں مہارت

جانشینِ مفتی اعظم، حضور تاج الشریعہ کو مختلف اور متعدد عُلوم وفُنون میں مہارت حاصل تھی، ان میں سے چند علوم وفُنون کے حسبِ ذیل ہیں:

(۱) علومِ قرآن (۲) علمِ تجوید (۳) اُصولِ تفسیر (٤) علمِ کلام (٥) اُصولِ حدیث (٦) اسماء الرِجال (٧) علمِ فقہ (۸) اُصولِ فقہ (۹) علمِ صَرف (۱۰) علمِ نحو (۱۱) علمِ مَعانی (۱۲) علمِ بدیع (۱۳) علمِ بیان (۱٤) علمِ منطق (۱٥) علمِ فلسفہ (۱٦) علمِ مُناظرہ (۱۷) علمِ حساب (۱۸) علمِ تاریخ (۱۹) علمِ عروض وقوافی (۲۰) علمِ تکسیر (۲۱) علمِ میراث (۲۲) علمِ توقیت (۲۳) علمِ ادب (۲٤) علمِ تصوُّف (۲٥) علمِ اَخلاق۔ (۱۳)

پَرتَو احمد رضا ہیں حضرت اختر رضا
جانشینِ مصطفیٰ ہیں حضرت اختر رضا (۱٤)

مختلف زبانوں پر عبور

شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اختر رضا خان، المعروف ازہری میاں کو متعدد زبانوں پر عُبور حاصل تھا، جن میں عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی، اور بھوجپوری وغیرہ خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (۱٥)

تلامذہ

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا کے علم وفضل سے اِکتسابِ فیض کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے، البتہ آپ سے براہ راست اور باقاعدہ شرفِ تلمُّذ پانے والوں میں سے

چند حضرات کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مولانا منّان رضا، منّانی میاں (۲) مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی (مرکزی دار الِافتاء، بریلی) (۳) مفتی سیّد شاہد علی رامپوری (جامعہ اسلامیہ رامپور) (٤) مفتی محمد بشیر الدین رضوی دیناجپوری (٥) مفتی محمد انور علی بہرائچی (مدرّس منظرِ اسلام، بریلی) (٦) مفتی محمد ایوب عالم رضوی (١٦) (٧) مولانا کمال احمد خان رضوی نانپاروی (٨) مولانا جمیل احمد خان نوری بستوی (ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) (٩) مولانا مظفر حسین رضوی (سابق مدرّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی) (١٠) مولانا ذوالفقار احمد خان نوری رامپوری (ایڈیٹر ماہنامہ سنّی دنیا، بریلی) (١١) مفتی عبید الرحمن رضوی بہاری (مدرّس دار العلوم مظہر اسلام، بریلی) (١٢) مولانا وصی احمد رضوی (خطیب وامام برمنگھم، یوکے) (١٣) مولانا سلیم الدین رضوی سمن پوری (١٤) مولانا شبیر الدین رضوی (مدرّس مدرسہ محمدیہ، سنگرا کچھ، دیناجپور) (١٥) مولانا مجیب الرحمن رضوی (مدرّس بہارِ اسلام، بہار) (١٦) مولانا سجاد عالم رضوی سمن پوری (١٧) مولانا شرف عالم رضوی (سیتا مڑھی، بہار) (١٨) مولانا عتیق الرحمن رضوی (ضلع رامپور) (١٩) مولانا عاشق حسین کشمیری (٢٠) مولانا یونس رضا اُویسی (احسن المدارس، کانپور) (٢١) مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی (مدیر سنّی دنیا، بریلی) (٢٢) مولانا شاہد رضا قادری (جامعۃ الرضا، بریلی) (٢٣) مولانا مطیع الرحمن نظامی (مدرسہ دیوان شاہ، بنارس) (٢٤) مولانا عاصم رضا قادری (جامعۃ الرضا، بریلی) (٢٥) مولانا سلمان رضا قادری ازہری (ہُبلی، کرناٹک) (١٧)، (٢٦) اور راقم الحروف (ڈاکٹر مفتی) محمد اسلم رضا میمن تحسینی۔

رشتہ اِزدواج

جانشینِ مفتی اعظم شعبان المعظم 1388ھ/ 3 نومبر 1968ء کو رشتہ اِزدِواج سے منسلک ہوئے، آپ کا نکاح علّامہ حسنین رضا خان کی صاحبزادی سے ہوا، حضور تاج الشریعہ کی اہلیہ نہایت نیک سیرت اور پاکباز خاتون ہیں، وہ فقہی مسائل سے خوب واقف اور دینِ حنیف کی شاندار مبلّغہ ہیں۔ (١٨)۔

اَولاد اَمجاد

اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو اَولاد کی صورت میں بھی اپنی رحمتوں سے خوب نوازا، آپ کا ایک بیٹا، اور پانچ 5 بیٹیاں ہیں، جن میں سے بیٹے کا اسمِ گرامی صاحبزادہ محمد منوّر رضا محامد، المعروف عسجد رضا خان قادری رضوی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بقیدِ حیات اور دینِ متین کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔ (١٩)

شرفِ بیعت اور اجازت وخلافت

حضور تاج الشریعہ کو سرکار مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے، سرکار مفتی اعظم نے انہیں بچپن میں ہی اپنی بیعت میں لے لیا تھا، بعد اَزاں جب حضور تاج الشریعہ کی عمر شریف صرف اُنیس 19 برس تھی، سرکار مفتی اعظم نے 8 شعبان المعظّم 1381ھ/ 15 جنوری 1962ء کو ایک خصوصی محفلِ میلاد میں، آپ کو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ (٢٠)

علاوہ اَزیں حضور تاج الشریعہ کو (١) قطبِ مدینہ علّامہ شاہ ضیاء الدین مدنی، (٢) بُرہانِ ملّت مفتی برہان الحق جبلپوری، (٣) سیّد العلماء حضرت شاہ آلِ مصطفیٰ برکاتی مارَہرَوی، (٤) احسن العلماء سیّد حیدر حسن میاں برکاتی (٥) اور والدِ گرامی مفسّرِ اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خاں قادری جیسے دیگر اکابرینِ اہلِ سنّت سے بھی، جمیع سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت حاصل تھی (٢١)۔

خلفائے کرام

حضور تاج الشریعہ کے دنیا بھر میں متعدد خلفاء ومُجازین موجود ہیں، اُن سب کا ذکر اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں، البتہ چند حضرات کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(١) علّامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری (بانی مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور) (٢) مفتی سیّد شاہد علی رضوی (مفتیٔ رامپور)

(۳) مولانا حنیف القادری (نیپال) (٤) مفتی محمد مظفر حسین رضوی (نائب مفتی مرکزی دار الِافتاء، بریلی) (٥) شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف خاں رضوی (٦) مفتی قمر الحسن قادری (ہوسٹن، امریکہ) (۷) شیخ محمد عمر سلیم حنفی (عراق) (۸) شیخ محمد یوسف عبد العزیز (دبئی) (۹) شیخ کمال یوسف حُوت (لبنان) (۱۰) شیخ حُسام الدین (لبنان) (۱۱) شیخ نبیل الشریف (لبنان) (۱۲) شیخ محمد وائل حنبلی (شام) (۱۳) شیخ محمد عیسیٰ مانع (متحدہ عرب امارات) (١٤) مفتی انور علی رضوی (صدر آل کرناٹکہ علماء بورڈ) (١٥) الحاج محمد سعید نوری (چیئرمین رضا اکیڈمی، ممبئی) (١٦) مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی (مدیر سنّی دنیا، بریلی) (١٧) مفتی محمد یونس رضا (وائس پرنسپل "جامعۃ الرضا" متھرا پور، بریلی) (١٨) علّامہ انور علی رضوی (شیخ الادب "منظرِ اسلام" بریلی) (١٩) مفتی ممتاز احمد نعیمی (دار الِافتاء "جامعہ نعیمیہ"، مرادآباد) (٢٠) ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی) (٢١) مفتی ولی محمد قادری رضوی (باسنی ناگور) (٢٢) مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی (خلیل آباد) (٢٣) مفتی مظہر حسین رضوی (مہتمم مدرسہ قاسمیہ برکاتیہ، بدائیوں) (٢٤) صاحبزادہ مولانا محمد عسجد رضا خان (صدر آل انڈیا جماعتِ رضائے مصطفیٰ) (٢٥) مولانا حسّان رضا خان، ابن صدر العلماء علّامہ تحسین رضا خان (٢٦) مولانا رضوان رضا خان، ابن صدر العلماء علّامہ تحسین رضا خان (٢٧) مولانا شعیب رضا (صدر اسلامی مرکز، دہلی) (٢٨) ڈاکٹر سیّد ارشاد بخاری (ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ، دیناجپور، بنگلہ دیش) (٢٩) مفتی عبد المجید قادری (ماریشش) (٣٠) قاری نور الحسن (ناظمِ اعلیٰ "مدرسہ فیضِ رضا" کولمبو) (٣١) مولانا وصی احمد رضوی (برمنگھم) (٢٢)، (٣٢) اور راقم الحروف (ڈاکٹر مفتی) محمد اسلم رضا میمن تحسینی (اوقاف ابوظبی)۔

مُعاصرین

حضور تاج الشریعہ کے مُعاصرین کی فہرست میں بہت بڑے بڑے نام ہیں، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(١) رئیس القلم علّامہ ارشد القادری (٢) مولانا عبد الستار خان نیازی (٣) احسن العلماء علّامہ سیّد شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی (٤) محدّثِ کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی (٥) فقیہِ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی (٦) مفتیِ اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی (٧) قائدِ ملّت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی (٨) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی (٩) شیخ عبد العزیز خطیب حسنی جیلانی (١٠) مفتیِ دِمشق ڈاکٹر عبد الفتّاح بزم (١١) مفتی سیّد محمد حسینی اشرفی مصباحی (ناگپور) (١٢) علّامہ عبد الحکیم شرف قادری (١٣) امامِ علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی (١٤) شیخ الحدیث مفتی شبّیر حسن رضوی (جامعہ اسلامیہ، روناہی) (١٥) قاضی عبد الرحیم بستوی (١٦) جامع المعقول والمنقول حافظ عبد الستار سعیدی (١٧) صدر العلماء علّامہ محمد احمد مصباحی (١٨) سراج الفقہاء مفتی نظام الدین رضوی۔(٢٣)

حج کی سعادت

حضور تاج الشریعہ مجموعی طَور پر چھ 6 بار حج کی سعادت، اور متعدد بار عمرہ کی سعادت سے مشرّف ہوئے، آپ نے پہلی بار حج وزیارت کی سعادت 1403ھ/ 1983ء میں حاصل کی۔ دوسری بار 1405ھ/ 1985ء، اور تیسری بار 1406ھ/ 1986ء میں اس سعادت عظمیٰ سے مشرّف ہوئے، جبکہ چوتھی بار 1429ھ/ 2008ء میں، پانچویں بار 1430ھ/ 2009ء میں، اور چھٹی بار 1431ھ/ 2010ء میں حج ادا کیا۔(٢٤)

دینی اداروں کی سرپرستی

حضور تاج الشریعہ نے دنیا بھر کے متعدد دینی اداروں کی سرپرستی اور رَہنمائی فرمائی، ان میں سے چند ادارے حسبِ ذیل ہیں:

(١) مرکزی دار الِافتاء، محلّہ سوداگراں، بریلی شریف (٢) جامعۃ الرضا، بریلی شریف (٣) جامعہ اشرفیہ، مبارکپور (٤) ماہنامہ سنّی دنیا، بریلی شریف (٥) مکتبہ سنّی دنیا، بریلی شریف (٦) آل انڈیا جماعتِ رضائے مصطفیٰ (٧) اختر رضا لائبریری، لاہور (٨) مرکزی دار الِافتاء، ڈین ہاگ، ہالینڈ (٩) رضا

اکیڈمی، ممبئی (۱۰) جامعہ مدینۃ الاسلام، ڈین ہاگ، ہالینڈ (۱۱) الانصار ٹرسٹ، بنارس (۱۲) جامعہ اسلامیہ، گنج قدیم، رامپور (۱۳) جامعہ نوریہ، عینی قیصر گنج، ضلع بہرائچ (۱٤) جامعہ رضویہ، پٹنہ بہار (۱٥) ماہنامہ نورِ مصطفی، پٹنہ بہار (۱٦) مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور (۱۷) مدرسہ اہلِ سنّت گلشنِ رضا، دھنباد، جھارکھنڈ (۱۸) مدرسہ غوثیہ جشنِ رضا، پٹیلا گجرات (۱۹) دار العلوم قریشیہ رضویہ، گوہاٹی آسام (۲۰) مدرسہ رضاء العلوم، ممبئی (۲۱) مدرسہ تنظیم المسلمین، بائسی، پورنیہ بہار (۲۲) مدرسہ فیضِ رضا، کولمبو (۲۳) سنّی رضوی جامع مسجد، نیوجرسی، امریکہ (۲٤) النور سوسائٹی ومسجد، ہوسٹن امریکہ (۲٥) اسلامک ریسرچ سنٹر، بریلی شریف (۲٦) جامعہ امجدیہ، ناگپور (۲۷) دار العلوم حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ، شرعی کونسل آف انڈیا (۲۸) امام احمد رضا ٹرسٹ (۲۹) مجلسِ شرعی، مبارکپور (۳۰) اعلیٰ حضرت مشن چاٹگام بنگلہ دیش (۳۱) سنّی جمعیۃ العلماء، ممبئی۔ (۲٥)

تصنیفات

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ، مفتی اختر رضا خان قادری ازہری نے مختلف علوم وفنون پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں، ان میں سے چند کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) الحقّ المبین (۲) الصحابة نُجوم الاهتداء (۳) شرح حدیث الإخلاص (۴) نُبذة حیاة الإمام أحمد رضا (۵) حاشیة عصیدة الشُهداء شرح القصیدة البُردة (۶) حاشیة الأزهری علی صحیح البخاری (۷) مِرآة النجدیّة بجواب البریلویّة (۸) نهایة الزَین فی التخفیف عن أبی لهب یوم الإثنین (۹) القول الفائق بحُکم اقتداء الفاسِق (۱۰) فتاوی تاج الشریعه (۱۱) دِفاعِ کنز الایمان (۱۲) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن (۱۳) تصویروں کا شرعی حکم (۱۴) شرح حدیثِ نیّت (۱۵) حضرت سیّدنا ابراهیم D کے والد تارخ یا آزر (عربی، اردو) (۱۶) ایك اهم فتوی( ) (۱۷) تین طلاقوں کا شرعی حکم (۱۸) آثارِ قیامت (۱۹) هجرتِ رسول (۲۰) کیا دین کی مهم پوری هو چکی؟ (۲۱) اسمائے سورهٔ فاتحه کی وجهِ تسمیه (۲۲) جشن عیدِ میلاد النبی ﷺ (عهدِ طالبِ علمی کا مقاله) (۲۳) ٹائی کا مسئله (۲۴) ایك غلط فهمی کا اِزاله (۲۵) حاشیه المعتقد المنتقد (۲۶) سعودی مَظالم کی کهانی اختر رضا کی زبانی (۲۷) سنو چُپ رهو (۲۸) چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم (۲۹) سفینۂ بخشش۔ (۲٦)

حضور تاج الشریعہ نے امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کے متعدد اردو رسائل کا عربی زبان میں ترجمہ فرمایا، ان میں سے چند رسائل کے نام خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں:

(۱) برکات السّماء في حکم إسراف الماء (۲) فقهُ شَهنشَاهُ وأنّ القلوبَ بیدِ المحبوب بعطاء الله (۳) عطایا القدیر في حکم التصویر (٤) صِلات الصَّفا في نور المصطفى (٥) تیسیر الماعون للسَکَن في الطاعون (٦) شُمول الإسلام لأصول الرّسول الکِرام (۷) قَوارع القهّار علی المجسِّمة الفُجّار (۸) سبحان السُّبوح عن عیب کذب مقبوح (۹) دامان باغ سبحان السُّبوح (۱۰) النهي الأکید عن الصّلاة وراء عِدَی التقلید (۱۱) حاجز البحرَین الواقي عن جمع الصّلاتَین (۱۲) القَمع المبین لآمال المکذِّبین .(۲۷)

حضور تاج الشریعہ نے امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کے بعض عربی رسائل کا اردو زبان میں بھی ترجمہ فرمایا، ان میں سے چند رسائل کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) المعتمَد المتستنَد بناء نَجاةِ الأبَد (۲) أنوار المنّان في توحید القرآن (۳) الزُّلال الأنقی من بحر سبقَة الأتقی (٤) القصیدتان رائعتان۔ (۲۸)

English Books

(1)Asar-e- Qiyamat(2)Tai Ka Masala (3)Azhar-ul- Fatawa(4)The Pinnacle Of Beauty(5)A Just Answer To The

beased Author(6)The Companions Are The Stars Of Guidance(7) Of Pure Origin (On The Identity Of Prophet Ibrahim,S, Father(8)On The Lightening Of Abu Lahab,S, Punishment Each Monday(۲۹)

حق بیانی

اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو جن گونا گوں صفات سے متصف فرمایا، ان میں سے ایک وصف حق گوئی بھی ہے، آپ نے کبھی حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، نہ ہی کبھی کسی مصلحت کا شکار ہوئے۔

علّامہ سیّد شاہ فخر الدین اشرف اشرفی کچھوچھوی دامت برکاتہ العالیہ فرماتے ہیں کہ ”علّامہ مَوصوف (حضور تاج الشریعہ کا) ہر حال میں بادِسموم (گرم اور زہریلی ہوا) کی تیز وتند، غضب ناک آندھیوں کی زَد میں بھی ”استقامت علی الحق“ کا مظاہرہ کرنا اور ثابت قدم رہنا، یہ وہ عظیم وصف ہے جس نے مجھے کافی متاثر کیا۔(۳۰)

25 جون 1975ء کو ہندوستان میں ایمرجنسی نافذ ہونے کے بعد، ہندوستانی حکومت نے جبری طَور پر نَس بندی کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی نس بندی کی جانے لگی، حضور تاج الشریعہ نے حضور مفتیِ اعظم کے حکم پر، کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر نَس بندی (Sterilization) کے ناجائز وحرام ہونے کا فتوی تحریر کیا، یہ فتوی شایع ہونے کے بعد ہندوستانی حکومت نے اس بات کے لیے دباؤ ڈالا کہ یہ فتوی واپس لے لیا جائے، مگر حضور تاج الشریعہ نے اپنے فتوی سے رُجوع کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ ”فتویٰ قرآن وحدیث کی رَوشنی میں لکھا گیا ہے، کسی بھی صورت میں واپس نہیں لیا جا سکتا!(۳۱)

وعظ وتقریر

حضور تاج الشریعہ کو وعظ وتقریر پر بڑا ملکہ حاصل تھا، آپ کی تقاریر انتہائی مؤثر، پُرمغز اور دلائل سے مزیّن ہوا کرتیں، آپ اردو، عربی اور انگریزی زبان میں تقریر پر یکساں مہارت رکھتے تھے، اس بارے میں حضور محدّثِ کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی-دامت برکاتہ العالیہ-فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالی نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکۂ خاص عطا فرمایا ہے، اردو تو آپ کی گھریلو زبان ہے، اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے، ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے، (جبکہ) عربی کے قدیم وجدید اُسلوب پر آپ کو ملکۂ راسخ حاصل ہے۔“(۳۲)

حضور محدّثِ کبیر مزید فرماتے ہیں کہ ”میں نے (حضور تاج الشریعہ کو) انگلینڈ، امریکا، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ میں بَرجستہ انگریزی زبان میں تقریر ووعظ کرتے دیکھا ہے، اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں ہیں، اور یہ بھی اُن سے سنا کہ حضرت (تاج الشریعہ) کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اُسلوب پر عبور حاصل ہے۔“(۳۳)

فتویٰ نویسی

قاضی قُضاۃِ الہند علّامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری نے پچاس 50 برس سے زائد عرصہ تک، فتویٰ نویسی کی عظیم خدمت بحُسن وخوبی انجام دی، آپ کے فتاویٰ عالم اسلام میں سنَد کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کے فتاویٰ کے بارے میں، حضور محدّثِ کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہ العالیہ فرماتے ہیں کہ ”تاج الشریعہ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے (کہ) ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحریر پڑھ رہے ہیں، آپ کی تحریر میں دلائل اور حوالہ جات کی بھرمار (کثرت) سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔“(۳۴)

حضور تاج الشریعہ اپنے فتوی نویسی کے شَوق اور اس کی ابتدا سے متعلق خود بیان فرماتے ہیں کہ ”شروع شروع میں، میں مفتی سیّد محمد افضل حسین مونگیری اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فتوی دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدّت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس

مدّتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔“(۳۵)

سرکار مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری نے فتاویٰ نویسی میں حضور تاج الشریعہ کی مہارت اور دلچسپی دیکھی، تو باقاعدہ طَور پر یہ ذمّہ داری آپ کو سونپ دی اور فرمایا کہ ”اب تم اس کام کو انجام دو، میں تمہارے سپرد کرتا ہوں“(۳٦) اور لوگوں سے بھی مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”آپ لوگ اب اختر میاں سے رُجوع کریں، انہی کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔“(۳۷)

جانشینِ مفتیِ اعظم ہمارے پیر ہیں
سیرتِ احمد رضا ہے سیرتِ اختر رضا(۳۸)

حضور تاج الشریعہ اور علمائے عرب

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کے بعد، جو اِعزاز و اِکرام علمائے عرب نے حضور تاج الشریعہ کا کیا، وہ شاید ہی کسی دوسرے عجمی عالم کا ہوا ہو! مئی 2009ء میں دَورۂ مصر کے موقع پر ”جامعۃ الازہر“ میں حضور تاج الشریعہ کے اِعزاز میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں ”جامعۃ الازہر“ کے جیّد اساتذہ اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے طلبہ نے بھرپور شرکت کی۔ اس کانفرنس کی اِنفرادیت یہ تھی کہ برِّصغیر کے کسی عالمِ دین کے اِعزاز میں، اپنی نَوعیت کی یہ پہلی کانفرنس تھی۔ اسی دَورۂ مصر میں ”جامعۃ الازہر“ کی جانب سے حضور تاج الشریعہ کو جامعہ کی طرف سے ”شکر و تقدیر“ کا اِعزاز بھی پیش کیا گیا۔(۳۹)

اِصلاحِ فکر و اعتقاد

حضور تاج الشریعہ زندگی بھر لوگوں کی اِصلاحِ فکر و اعتقاد کے لیے کوشاں رہے، آپ نے اپنے بزرگوں اور اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، مسلمانوں کی فکر و اِعتقاد کی اِصلاح کا مقدّس فریضۂ مَنصبی بحُسن و خوبی انجام دیا۔ آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک، بدعات و خُرافات کے خلاف علَمِ جہاد بلند کیا، اور باطل اَفکار و نظریات کا ردِّ بلیغ بھی فرمایا۔(۴۰)

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ اور اتّباعِ سنّت

حضور تاج الشریعہ تقوی اور اتّباعِ سنّت کے بلند مقام پر فائز تھے، آپ کا کوئی کام خلافِ شریعت اور تقویٰ کے مُنافی دکھائی نہیں دیتا، آج کل کے پیروں فقیروں کے اِرد گرد عورتوں کا ہُجوم لگا رہتا ہے، جبکہ حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ ہرگز اس خلافِ شریعت امر کو برداشت نہیں کرتا تھا، ایک بار زنان خانہ میں عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں، آپ زنان خانہ میں تشریف فرما ہوئے، تو چند عورتیں بے پردہ (بے حجاب) تھیں، آپ نے فوراً اپنی آنکھیں دوسری جانب پھیر لیں اور فرمایا کہ ”پردہ کرو، بے حجابانہ گھومنا پھرنا سخت منع ہے (چہروں پر) نقاب ڈالو۔“(۴۱)

گامزن راہِ شریعت پر ہے جن کا ہر قدم
ایسے دینی پیشوا ہیں حضرت اختر رضا(۴۲)

تبلیغی اَسفار

حضور تاج الشریعہ نے تبلیغ و اشاعتِ دین کے سلسلے میں دنیا کے متعدد ممالک کا سفر فرمایا، جن میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، ہالینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے، موریشس، سری لنکا، عراق، ایران، ترکی، مصر، حجازِ مقدّس، لبنان، شام، متحدہ عرب امارات اور نیپال وغیرہ خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں۔(۴۳)

شعر وشاعری

حضور تاج الشریعہ ایک بہترین عالمِ دین، مؤثر مقرّر اور عالمی مبلّغِ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ نعت گو شاعر بھی تھے، آپ کی نعتیہ شاعری میں امام اہلِ سنّت کی گہرائی و گیرائی، استاذِ زَمن کی رَوانی و سلاست، حضور حجۃ الاسلام کی فصاحت و بلاغت اور سرکار مفتیِ اعظم کی سادگی و خُلوص کا عکسِ نوری نظر آتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کو فی البدیہہ اَشعار کہنے میں زبردست ملکہ حاصل تھا، آپ کی نعتیہ شاعری عشقِ رسول کا مَظہر اور شرعی قوانین کی پاسداری کی شاندار مثال اور آئینہ دار تھی، آپ کے نعتیہ دیوان کا نام ”سفینۂ بخشش“ ہے، جس میں سے چند اَشعار بطور نمونہ حسبِ ذیل ہیں:

جہاں بانی عطا کر دیں، بھری جنّت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کُل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں
جہاں میں اُن کی چلتی ہے، وہ دَم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں، ثُریّا کو ثَریٰ کر دیں(۴۴)

ایک مقام پر فرمایا:

آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خُوبی میں تنہا آپ ہیں
لا مکاں تک جس کی پھیلی رَوشنی
وہ چراغِ عالَم آرا آپ ہیں
آپ کو رب نے کیا اپنا حبیب
ساری خَلقت کا خلاصہ آپ ہیں (۴۵)

ایک اَور مقام پر فرمایا:

جی گئے وہ مدینے میں جو مَر گئے
آؤ ہم بھی وہاں مَر کے جینے چلیں
زندگی اب سِرِ زندگی آگئی
آخری وقت ہے، اب مدینے چلیں (۴۶)

ایک اَور مقام پر فرمایا:

مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے؟ صرف اتنی سی
تو خالی کر یہ دل کا گھر، مدینہ آنے والا ہے
فلک شاید زمیں پر رہ گیا خاکِ گزر بن کر
بچھے ہیں راہ میں اختر، مدینہ آنے والا ہے (۴۷)

وِصال شریف

حضور تاج الشریعہ وِصال شریف سے قبل کافی عرصہ علیل رہے، وِصال شریف سے چار 4 دن قبل بھی طبیعت ناساز ہونے کے باعث ہسپتال لے جایا گیا، تین 3 دن ہسپتال میں رہنے کے بعد بروز جمعرات واپس گھر تشریف آوری ہوئی، طبیعت کافی بہتر لگ رہی تھی، روزِ وِصال (بروز جمعۃ المبارک) بعد نمازِ عصر دلائل الخیرات شریف" سماعت فرمائی، نمازِ مغرب کے لیے تازہ وضو کی تیاری کے وقت حضور تاج الشریعہ کی سانس پھولنے لگی، آپ کے صاحبزادے مولانا عسجد رضا خان قادری دام ظلہ العالی کے حکم پر حضور تاج الشریعہ کو بستر پر لٹا دیا گیا، آپ نے ذکرِ الٰہی کرنا شروع کر دیا، اذانِ مغرب شروع ہوتے ہی حضور تاج الشریعہ کی رُوحِ مبارکہ اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئی اور یُوں آپ کا شبِ ہفتہ سات 7 ذی القعدہ 1439ھ/ 20 جولائی 2018ء کو محلّہ سوداگراں، بریلی شریف میں وِصال ہوگیا۔ (۴۸)

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈُوب بھی گیا تو شفَق چھوڑ جاؤں گا (۴۹)

حضور تاج الشریعہ کے وِصال شریف کی خبر لمحوں میں دنیا بھر میں پھیل گئی اور عالَم اسلام سوگوار ہوگیا، اتوار کی صبح تک مریدین اور عقیدت مند حضرات، آخری دیدار کے لیے حاضری دیتے رہے۔

آؤ جانے سے پہلے ہمیں دیکھ لو
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیئے ()

بروز اتوار آٹھ 8 ذی القعدہ 1439ھ/ 22 جولائی 2018ء کو تقریباً دن گیارہ 11 بجے، اسلامیہ انٹر کالج کے باہر آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، امامت کے فرائض جانشینِ تاج الشریعہ صاحبزادہ عسجد رضا خان قادری دام ظلہ العالی نے انجام دیئے، حضور تاج الشریعہ کی تدفین امام اہلِ سنّت کے مزارِ پُر انوار کے عقب میں واقع ازہری گیسٹ ہاؤس" میں عمل میں آئی۔ (۵۰)

اَبرِ رحمت اُن کے مَرقد پر گُہر باری کرے
کر رہے ہیں یہ دعا سب خادمانِ ازہری
ہے دعا احمد کی تجھ سے اے خدائے ذوالجلال
حشر تک باقی رہے نام و نشانِ ازہری (۵۱)

اے اللہ! حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری کے مزار پُر انوار پر اپنی کروڑ ہا روڑ رحمتیں نازل فرما، ہمیں ان کی خدمات یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما، ان کی سیرت سے آگاہی رکھنے اور اس پر عمل کی سوچ عطا فرما، حضور تاج الشریعہ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے حصول ونشرِ علمِ دین کا خُوب جذبہ عطا فرما۔ اے اللہ! حضور تاج الشریعہ سمیت تمام بزرگانِ دین کے ظاہری وباطنی فُیوض وبرکات کو تا قیامت جاری وساری فرما، آمین یا رب العالمین! وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سیّدِنا ونبیّنا وحبیبنا وقرّۃِ أعیُنِنا محمّدٍ، وعلی آله وصحبه أجمعین وبارَك وسلّم، والحمد لله رب العالمین.

حوالہ جات:(۱) کلام: پروفیسر جمیل نذر مرحوم۔(۲) دیکھیے:”فتاویٰ تاج الشریعہ“حضور تاج الشریعہ...حیات وخدمات، ولادت، 1 / 27۔”سوانحِ تاج الشریعہ“ ولادت، 17۔(۳) دیکھیے:”فتاویٰ تاج الشریعہ“حضور تاج الشریعہ...حیات وخدمات، نام ونسب، 1 / 27۔”النّظامیہ“تاج الشریعہ نمبر، حیاتِ تاج الشریعہ ایک نظر میں، نام، 10۔(۴) دیکھیے:”مفتیِ اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی، القاب، 1 / 145، 146، ملخصاً۔ النّظامیہ“تاج الشریعہ نمبر، حیاتِ تاج الشریعہ ایک نظر میں، القاب، 10۔”حیاتِ تاج الشریعہ“مختصر حالات، القاب وخطابات، 9، 10۔(۵) دیکھیے:”فتاویٰ تاج الشریعہ“حضور تاج الشریعہ...حیات وخدمات، نام ونسب، 1 / 27۔”النّظامیہ“ تاج الشریعہ نمبر، سوانحِ تاج الشریعہ، شجرۂ نسب، 15۔(۶)”تذکرۂ علمائے ہند“ 36-مولوی احمد رضا خان بریلوی، 98۔(۷) ایضاً، 184-مولوی رضا علی خان بریلوی، 193۔(۸) دیکھیے:”مفتیِ اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی، جامعہ ازہر سے فراغت، ایوارڈ، اور بریلی آمد، 1 / 146-149، ملخصاً۔”سوانحِ تاج الشریعہ“تعلیم وتربیت، 22، ملخصاً۔ (۹)”انوارِ تاج الشریعہ نمبر“حشر تک باقی رہے گی آن بانِ ازہری، 286۔(۱۰) دیکھیے:”فتاوی تاج الشریعہ“حضور تاج الشریعہ...حیات وخدمات، اساتذۂ کرام، 1 / 33۔مفتی اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری، اساتذۂ کرام، 1 / 150۔(۱۱)”سوانحِ تاج الشریعہ“درس وتدریس، 28، ملخصاً۔ (۱۲)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“منقبت درشان حضرت اختر رضا خاں ازہری، 634۔ (۱۳) دیکھیے:”سوانحِ تاج الشریعہ“حضرت اور عُلوم وفُنون کی مہارت، 37۔ حیاتِ تاج الشریعہ“علوم وفنون میں مہارت، 66۔(۱۴)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ منقبت در شان حضرت اختر رضا خاں ازہری، 634۔(۱۵)”سوانحِ تاج الشریعہ“حضرت اور عُلوم وفُنون کی مہارت، 37، ملخصاً۔(۱۶)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 14، تاج الشریعہ کے تلامذہ، 624-628، ملتقطاً۔(۱۷) دیکھیے:”مفتی اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی، مشاہیر تلامذہ، 1 / 178۔”ماہنامہ سنّی دنیا“نقوشِ تاج الشریعہ، حضور تاج الشریعہ! سوانحی خاکہ، تلامذہ، 93، 94۔(۱۸)”سوانحِ تاج الشریعہ“ عائلی زندگی، 40، 41، ملخصاً۔(۱۹) دیکھیے:”سوانحِ تاج الشریعہ“ عائلی زندگی، 41-43، ملخصاً۔”حیاتِ تاج الشریعہ“ اولادِ امجاد، 79۔(۲۰)”سوانحِ تاج الشریعہ“ ارادت وسلوک، 47، 48، ملخصاً۔(۲۱)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 2، تاج الشریعہ کے مُرشدانِ اجازت، 149، ملخصاً۔(۲۲) دیکھیے:”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 14، تاج الشریعہ کے خلفاء، 603-623، ملتقطاً۔” ماہنامہ سنّی دنیا“نقوشِ تاج الشریعہ، حضور تاج الشریعہ! سوانحی خاکہ، چند مشاہیر خلفاء، 100-103، ملتقطاً۔(۲۳) دیکھیے:”النظامیہ“تاج الشریعہ نمبر، تاج الشریعہ کے چند تبلیغی اسفار، دورۂ شام، 40۔”برکاتِ تاج الشریعہ“شاہ فہد، شہزادہ عبداللہ اور ترکی بن عبدالعزیز سے ملاقات، 53۔ماہنامہ سنّی دنیا“نقوشِ تاج الشریعہ، حضور تاج الشریعہ اور اُن کے معاصرین، 169-172، ملتقطاً۔”انوارِ تاج الشریعہ نمبر“تاج الشریعہ: اربابِ علم ودانش کی نظر میں، تاج الشریعہ اہل مشائخ خانقاہ کی نظر میں، 61۔ (۲۴) دیکھیے:”النظامیہ“تاج الشریعہ نمبر، حیاتِ تاج الشریعہ ایک نظر میں، حج و زیارت، 12۔”حضور تاج الشریعہ ایک مختصر تعارف“ حج وزیارت، 5۔(۲۵) دیکھیے:”حیاتِ تاج الشریعہ“تبلیغی وتعلیمی اداروں کی سرپرستی، 46۔”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 11، تاج الشریعہ اور دینی اداروں کی سرپرستی، 530-535، ملتقطاً۔(۲۶) یہ اہم فتوی ہندوستانی حکومت کی طرف سے جبری نس بندی (Sterilization) کے خلاف تھا، اس کی مزید تفصیل صفحہ اٹھارہ 15 پر”حق بیانی“ ہیڈنگ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ (۲۷) دیکھیے: حیاتِ تاج الشریعہ“ مطبوعات، 50، 51۔تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 9، تاج الشریعہ اپنی تصانیف کے آئینے میں، 431-435، ملتقطاً۔”مفتی اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی، تصانیف وتراجم، 1 / 175۔(۲۸) دیکھیے: ماہنامہ سنّی دنیا“ تصانیفِ تاج الشریعہ: ایک تعارف، 605۔(۲۹) دیکھیے: حیاتِ تاج الشریعہ“مطبوعات، 50، 51۔(۳۰) دیکھیے: ماہنامہ سنّی دنیا“ تصانیفِ تاج الشریعہ: ایک تعارف، 604، 605، ملتقطاً۔(۳۱)”حضور تاج الشریعہ ایک مختصر تعارف 10۔(۳۲) دیکھیے:”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ باب 5، تاج الشریعہ اور استقامت علی الحق، 251۔(۳۳) دیکھیے: سوانحِ تاج الشریعہ“ نسبندی کے خلاف فتویٰ، 67، 68، ملخصاً۔(۳۴)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“تاج الشریعہ کا سہ لسانی ادب پر عبور، 47، ملتقطاً۔(۳۴) ایضاً۔(۳۵)”حیاتِ تاج الشریعہ“علوم وفنون میں مہارت، 66۔(۳۶)”مفتی اعظم اور اُن کے خلفاء“تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی، خاندانِ رضا کی فتویٰ نویسی، 1 / 152۔(۳۷) ایضاً۔(۳۸) ایضاً۔(۳۹)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“نکہتِ تاج الشریعہ، 642۔(۴۰) حضور تاج الشریعہ ایک مختصر تعارف”حضور تاج الشریعہ اور علمائے عرب، 15، ملخصاً۔(۴۱)” ماہنامہ کنز الایمان“تاج الشریعہ نمبر، اصلاحِ فکر واعتقاد میں اقدامی کردار، 91، ملخصاً۔(۴۲) ایضاً، تاج الشریعہ کا تقویٰ واتباعِ سنّت، 131، 132، ملخصاً۔(۴۳)”تجلیاتِ تاج الشریعہ“ حضرت تاج الشریعہ، 639۔(۴۴)”النظامیہ“تاج الشریعہ نمبر، تاج الشریعہ کے چند تبلیغی اسفار، 38۔(۴۵)”سفینۂ بخشش“منوّر میری آنکھوں کو مِرے شمس الضحیٰ کردیں، 135۔(۴۶) ایضاً، مصطفائے ذاتِ تکتا آپ ہیں، 132، 133، ملتقطاً۔(۴۷) ایضاً، سب مدینے چلیں، 141۔(۴۸) ایضاً، مدینہ آنے والا ہے، 112۔(۴۹) حضور تاج الشریعہ ایک مختصر تعارف“ وصالِ باکمال، 16، 17، ملخصاً۔(۵۰)”حیاتِ تاج الشریعہ کے تابندہ نقوش“سفرِ آخرت، 19۔ (۵۱)”انوارِ تاج الشریعہ نمبر“میرے مرشد مِرے مہرباں چل دیئے، 283۔ (۵۲)”حضور تاج الشریعہ ایک مختصر تعارف“ وصالِ باکمال، 17، ملخصاً۔(۵۳) انوارِ تاج الشریعہ نمبر“حشر تک باقی رہے گی آن بانِ ازہری، 287۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور فتنوں کی سرکوبی

نظام قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ جب بھی دین فطرت کے خلاف باطل نظریات نے سر ابھارا ہے تو اللہ عزوجل نے اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے مردان حق کی جماعت کو اپنے جلووں کا مظہر بنا کر بھیجا ہے، چناں چہ جب نمرود وفرعون جیسے ظالم وجابر حکمرانوں نے ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا پرچار و پرسار کر کے عقیدۂ توحید کے خلاف محاذ آرائی کی اور اپنی خود ساختہ خدائی کا ڈنکا بجانا چاہا تو اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور ان فتنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا ان امور کی تفصیلات قرآن مجید فرقان حمید میں ہے۔

یوں ہی سرزمین ہندوستان میں اکبر کے دور میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی خوب سرکوبی کی، اپنے مکتوبات وتصانیف اور عملی کوششوں سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ فرمایا اور اسے انجام تک پہنچا دیا، مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی پیدائش جس زمانے میں ہوئی وہ زمانہ برساتی مینڈکوں کی طرح فتنوں کے پنپنے کا زمانہ تھا، ہر سو نئے خیالات، مذہب بیزار لیٹریچر اور تصنیفات کا دور دورہ تھا، ہر چہار جانب سے دین وسنیت پر حملے ہو رہے تھے، اہل ہند کے ایمان وعقیدے پر ضرب کاری کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی، وہابیت، دیوبندیت، نیچیریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت، وغیرہ اسی زمانے کے اہم فتنے ہیں، مگر اللہ عزوجل نے باطل فتنوں کو خاک آلود کرنے ہی کے لیے امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ کو پیدا فرمایا اور آپ کی ذات ستودہ صفات کو گوناگوں خوبیوں کا حامل بنایا۔ غیر معمولی ذہانت و فطانت کی دولت ونعمت سے سرفراز فرمایا نیز علم وآگہی، حلم وبردباری، خوف خدا اور تقویٰ شعاری، شجاعت وبہادری، ہمت وجواں مردی، جیسی صفات وکمالات سے مزین ومرصع فرمایا۔

آپ کے دور میں جب ہر طرف فتنوں نے سر ابھارا تو علم وعمل کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر امام اہل سنت نے میدان عمل میں قدم رکھا اور اپنی تحقیقی تصانیف اور اپنے پروردہ علما وتلامذہ کے ذریعہ ان فتنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ جسے یہ برداشت نہ کر سکے، بلاشبہ آپ نے اپنے قلم سیال سے، جو درحقیقت صمام الاسلام اور باطل کے خلاف شمشیر بے نیام ہے، تمام فرقہائے باطلہ کے خلاف ایسی محاذ آرائی فرمائی کہ اہل عقیدت کو قائل و فاعل اور حاسدین ومعاندین کو ساکت ومرعوب کر دیا، آج بھی اہل نظر اور ارباب بصیرت امام اہل سنت کے حوصلوں کو داد دیتے ہیں اور کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ باطل عقائد ونظریات کے خلاف امام احمد رضا قدس سرہ نے جو ششش جہات خدمات انجام دی ہیں بلاشبہ وہ حد جہاں وسیع ہے۔

آپ کے بعد آپ کے شہزادگان کے زمانوں میں بھی کئی فتنے اٹھے، جن میں ''تحریک شدھی'' سب سے نمایاں فتنہ تھا، جس کے ذریعہ سیکڑوں برس پہلے مسلمان ہونے والے راجپوتوں کو دوبارہ ہندو دھرم قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا، کہیں روپے پیسے کا لالچ دے کر تو کہیں زمین جائداد اور گھر بار لوٹنے کی دھمکی دے کر، غرض کہ اس تنظیم کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم جاری تھی، پھر کیا تھا جوں ہی اس ناپاک منصوبے کی خبر شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو لگی تو فوراً آپ کی سرپرستی میں امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دس خلفا وتلامذہ پر مشتمل ایک نورانی قافلہ اس فتنہ کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے اور دین سے نا آشنا مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لیے بے سروسامانی کے عالم میں نکل پڑا۔

* مضمون نگار ازہری دار الافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

یہ بندگانِ خدا جذبۂ تبلیغ میں اس قدر سرشار تھے کہ ان اسلام کے مقدس جیالوں کے پایۂ ثبات کو ہزاروں خطرات ومشکلات متزلزل کر سکیں اور نہ ہی نامساعد حالات ان کے حوصلوں کو پست کر سکیں، انہوں نے میرٹھ سے اپنے دورے کا آغاز فرمایا، آگرہ کو جماعت رضائے مصطفیٰ کا مرکز بنایا اور تحریک شدھی کی زد میں جتنے بھی علاقے تھے مثلاً آگرہ، میرٹھ، بلندشہر، بھرت پور، علی گڑھ، اٹاوا، وغیرہ تمام میں آریہ راجپوتوں سے پُرزور مقابلہ کیا اور بتائید ایزدی تمام باطل لیڈروں کو لاجواب فرما کر ہمیشہ کے لیے اس فتنہ ارتداد کو کچل کر رکھ دیا اور ہندوؤں میں تبلیغ کر کے بہت سارے ہندوؤں کو داخل اسلام بھی فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے زمانے میں بھی کئی فتنوں نے ہاتھ پاؤں پھیلائے جن میں سرفہرست دو فتنوں کا شمار ہوتا ہے (۱) صلح کلیت: اس کا مرگھٹ ''سراواں الہ آباد'' ہے جہاں سے تصوف کے نام پر طریقت کا سہارا لے کر اللہ و رسول کے گستاخوں سے دوستی کا پاٹھ پڑھایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور دیگر راہ ورسم رکھنے کا درس دیا جاتا ہے۔ (۲) منہاجیت: جس کا سرغنہ پڑوسی ملک کا خودساختہ مجدد ڈاکٹر طاہر القادری ہے جس نے انسانوں کی مسلم وغیر مسلم میں خانہ بندی کر کے دور حاضر کے مشرک وکافر یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کا زہر ہلاہل پلانے کی ناکام کوشش کی۔

دور حاضر میں اہل سنت کے کئی بڑے ادارے اور تحریکیں صلح کلیت کو فروغ دینے میں منہاجیوں اور ندویوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں، دور حاضر کے صلح کلی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیتے ہیں، بریلی کا راگ بھی الاپتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کی بات بھی کرتے ہیں، حالانکہ اعلیٰ حضرت کا نام لینا صرف سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہوتا ہے، درحقیقت یہ سب کے سب مرکز اہل سنت بریلی شریف اور اعلیٰ حضرت کی حیثیت عرفی کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

اہل سنت میں بہت سے لوگ منہاجی بابا کے زور خطابت سے مبہوت تھے، معمولات ومعتقدات اہل سنت پر اس کی رسمی تحریروں سے تذبذب کے شکار تھے، اس کی کھوٹی خدمات کو دیکھ کر اس کے خلاف کچھ لب کشائی کرنے سے گریزاں تھے حتی کہ بڑے بڑے خانقاہ کے لوگوں میں بھی کافی تذبذب دیکھا گیا ہے، اسی طرح کچھ لوگ صوفی نما جوگیوں (سراوی کٹھ ملوں) کی بنی بنائی شریعت کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ صوفی ہیں یا جوگی؟ ایسے کٹھن حالات اور مشکل موڑ پر امت نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف لو لگائی، علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث، مفتی اعظم ہند کے حقیقی جانشین حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرمائی، خداداد صلاحیت اور ایمانی فراست سے ان کے مکروفریب کو بھانپ کر انتہائی جرأت وبہادری کے ساتھ پوری امت کو ان دونوں فتنوں سے روشناس کرایا، ان کے شر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی، ان کی قابل اعتراض عبارتوں کو بطور اتمام حجت ان پر پیش فرمایا مگر جب وہ ان باتوں پر مصر رہے تو ان کے اسلام مخالف نظریات وخیالات سے لوگوں کو باخبر کیا۔

لوگ یہ سوچتے تھے کہ اتنا بڑا عالم، محقق، مدقق اور مصنف گمراہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر آپ اپنے باطنی نور سے بخوبی محسوس کر رہے تھے کہ یہ شیطان کا پکا مرید اور اس زمانے میں گروہ شیطان کا سردار ہے، اپنے باطل افکار ونظریات کے سبب دائرہ ایمان سے باہر کوسوں دور جا چکا ہے، اسی لیے آپ نے تقریر و تحریر اور مناظروں کے ذریعہ جس بے خوفی سے اس منہ میاں مٹھو بننے والے خودساختہ مجدد رواں صدی کا بخیہ ادھیڑا ہے وہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے اور حیرت واستعجاب میں یہ کہنے پر مجبور نظر آئے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باطنی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی باطنی نگاہوں سے وہ دیکھ لیتے تھے جو عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اس فرعون کی فرعونیت اور شیطان کی شیطانیت کو سب سے پہلے آپ نے محسوس کیا اور

ڈنکے کی چوٹ پر دنیا والوں کو بتا دیا کہ یہ شیطانی محبد اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ حق و باطل کو ایک کرنے والا چورن بیچ رہا ہے جسے سنجیدہ زبان میں ''صلح کلیت'' کہا جا سکتا ہے، بہر حال آپ تاحین حیات بشمول منہاجیت وسراویت تمام فتنوں کے خلاف سد سکندری باندھتے رہے اور اسلامی افکار و نظریات کے خلاف پنپنے والے تمام ہفوات وبکواس کا مدلل و محقق اور دندان شکن جواب دیا اور اپنے دور کے فتنوں کی سرکوبی میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آپ لوگوں کو یہی بتاتے رہے۔ ؎

صلح کلی نبی کا نہیں سینو
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لیے

آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل میں کبھی کسی کا چہرہ دیکھ کر بات نہیں کی، جو کہا بانگ دہل کہا، ایسے فتنہ پروری کے دور میں اپنے مشن کا کھلا پرچار و پرسار کرنا اپنے آپ میں ایک شیر دل اور مرد بہادر کا کام ہے، اللہ کے حکم وعطا سے آپ نے کر دکھایا، آپ نے ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے سختی کے ساتھ اپنے مشن کو قوم کے سامنے رکھا اور اس مشن پر گامزن رہنے کی دعوت دی جسے ہمارے زمانے میں بطور نشان ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کہا جاتا ہے، یہ اسلاف کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی نیا اور جدید مشن نہیں بلکہ اس دور پرفتن میں اسلاف کرام کے مشن کی عمدہ ترجمانی ہے، چناں چہ حضور تاج الشریعہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔ ؎

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دین نبی کے لیے

مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

◆◆◆

ص 59/ کا بقیہ ....

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت عالمانہ وناصحانہ انداز میں پیش فرمایا، جسے بہت پسند کیا گیا، کسی سبب محدث کبیر مدظلہ کی تشریف آوری نہیں ہو سکی، لیکن اگلے سال حضرت کا خطاب اردو لائبریری موتی ہاری میں ہوا، بہر حال شب کے اخیر حصے میں نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں تاج الشریعہ کی گاڑی آئی، عشاق نے گاڑی کو اس قدر گھیر لیا کہ منبر تک حضرت کو لے جانے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، جب حضرت منبر نور پر جلوہ افروز ہوئے تو چہرے پر نظر پڑتے ہی ناظرین کے دلوں میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی کہ بافیض ولی کی زیارت ہو رہی ہے۔

ایک طرف جہاں خوش عقیدہ مسلمانوں کی عقیدت میں اضافہ ہوا، وہیں بہت سے بدعقیدوں کے عقیدے کی اصلاح ہوئی، علالت کے سبب حضرت کا بیان نہیں ہوا، صرف حضرت نے خواہش مند حضرات کو سلسلے میں داخل فرمایا اور رقت انگیز دعا فرمائی، وہ جلسہ اس لیے انفرادی اہمیت کا حامل تھا کہ اس کے اشتہار میں کسی بھی شاعر کا نام درج نہیں اور نہ ہی شاعری کا جلوہ دیکھا گیا بلکہ حصول برکت کے لیے ایک دو نعت خواں حضرات نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خراج عقیدت پیش کر دیا اور بس۔

آج کل جلسے میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور وہاں نعت خواں نہیں بلکہ گویوں کی یلغار دیکھ کر موتی ہاری کا جلسۂ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد لازمی طور پر آجاتی ہے اور تاج الشریعہ کا چہرہ سامنے آجاتا ہے، اللہ پاک تاج الشریعہ قدس سرہ کے فیضان سے چمپارن کے خوش عقیدہ مسلمانوں کو بھی خوب خوب مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

◆◆◆

قربانی

کے دن قربانی سے زیادہ اللہ کو کوئی عمل محبوب نہیں

از: محمد ولی اللہ قادری*

تاج الشریعہ اور خطۂ چمپارن

ہندوستان کا تاریخی خطہ چمپارن مشرق اور شمال میں نیپال کی سرحد پر واقع ہے، یہ خطہ بہت قدیم ہے، اس کی قدامت کی تاریخ ۶۰۰ر سال قبل مسیح کا احاطہ کرتی ہے، چمپارن دراصل ہندی الاصل لفظ ہے جو دو لفظوں کا مرکب ہے، چمپا کا پھول مشہور ہے اس لیے پہلا حرف چمپا ہے اور دوسرا رَن جس کا معنی بیابان ہوتا ہے، لہٰذا چمپارن کا مفہوم ہوا چمپا کا جنگل!

کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں یہاں چمپا کے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے، اسی لیے اس خطے کا نام ''چمپارن'' پڑ گیا، چمپارن کا خطہ اس لحاظ سے بھی تاریخ کے اوراق میں روشن ہے کہ گاندھی جی نے اپنی تحریک کا مرکز چمپارن کو ہی بنایا اور ۱۹۱۷ر عیسوی میں اپنی تحریک کا اغاز اسی سرزمین سے کیا، اس خطے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی برکات سے مالا مال ہے، چمپارن کا علاقہ درگاہ شاہ ارزانی عظیم آباد کے زیر جاگیر رہا، اس لیے اس سلسلہ کے بزرگوں کی آمد و رفت جاری رہی۔

۱۸ر ویں صدی عیسوی کے عظیم بزرگ علی سعد اللہ شاہ کا مولد و مسکن چمپارن ہے، آپ شاہ ارزانی عظیم آبادی کی خانقاہ سے وابستہ بزرگ ہیں، آپ کی سنِ پیدائش ۱۷۱۵ر عیسوی ہے جبکہ وصال ۱۸۰۰ر عیسوی میں ہوا، مزار بڑا تکیہ بیتیا میں مرجع خلائق ہے، چمپارن کے پہلے اردو شاعر ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے، شاعری کے علاوہ تصوف، طریقت اور معرفت کی منزلیں طے کی تھیں اور صوفیائے کرام کے پیغامات کو عام کیا، چمپارن میں مہسی بھی ایک تاریخی مقام ہے، یہاں مرزا عبدالحلیم شاہ کا مزار واقع ہے، خطہ چمپارن کو سلسلۂ نقشبندیہ آبادانیہ کے عظیم روحانی بزرگ شیخ المشائخ حضرت تیغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تبلیغ کا مرکز بنایا، حضرت تیغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمۃ رضوان کے عقیدت مند اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ کے معاصر بزرگ تھے، دونوں بزرگوں کے مابین گہرے تعلقات تھے، جو تحریر کا ایک مکمل موضوع ہے۔

خطۂ چمپارن میں اعلیٰ حضرت کا فیض کب سے جاری ہوا؟ یہ بات تحقیق طلب ہے، یہ دیگر بات ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کے قدم رنجا سے یہاں کا خطہ بھی خوب خوب فیضیاب ہوا ہے، ہمارے استاد اور منظر اسلام بریلی شریف کے فارغ حضرت مولانا سید محمد فضل اللہ نوری سبک دوش صدر المدرسین مدرسہ حیدریہ ضیاء العلوم منگلا پور ضلع مشرقی چمپارن نے بتایا کہ چمپارن میں حضور مفتی اعظم ہند کی آمد ۱۹۷۴ر عیسوی میں ہوئی تھی، آپ تاریخی مقام مہسی کے نزدیک بستی مادھو پور تشریف لائے تھے، وہاں کے حاجی طاہر حسین (جو آپ کے مرید تھے) نے بلایا تھا، وہاں حضرت نے بہت سے افراد کو سلسلۂ رضویہ قادریہ میں داخل کیا۔

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا خان المعروف بہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ ہزار مصروفیات کے باوجود تین مرتبہ چمپارن تشریف لائے، پہلی دفعہ حضرت تاج الشریعہ کی آمد مہسی کی سرزمین پر ہوئی، تنظیم اہل سنت مشرقی چمپارن کے زیر اہتمام یہ کانفرنس ہوئی تھی، مولانا یونس رضا مظفر پوری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کی دعوت پر حضرت تاج الشریعہ کی چہرے کی زیارت سے اہالیان چمپارن پہلی دفعہ مشرف ہوئے، حاجی عبدالحق تیغی اور جناب انیس الرحمٰن سکریٹری مدرسہ اتحادیہ مہسی اس کانفرنس کے انتظام و انصرام میں پیش پیش رہے، مقررین کی

* مضمون نگار گورنمنٹ انٹر کالج ضلع اسکول چھپرا بہار کے استاد ہیں۔

حیثیت سے شیر بہار حضرت مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ اور معمار ملت علامہ شبیہ القادری پوکھریروی سیوان کی تشریف آوری ہوئی تھی، عشاق تاج الشریعہ کا اژدھام قابل دید تھا۔

چمپارن میں تاج الشریعہ کا دوسرا دورہ ۱۹۹۳ر عیسوی میں ہوا، حضرت کی تشریف آوری کلیان پور مشرقی چمپارن کی سرزمین پر منعقدہ سرکار مدینہ کانفرنس میں ہوئی، یہ کانفرنس مدرسہ اسلامیہ حیدریہ ضیاء العلوم کلیان پور اور مدرسہ حیدریہ ضیاء العلوم منگلہ پور کی مشترکہ کاوشوں سے منعقد ہوئی تھی، مولانا لطیف الرحمٰن مصباحی چمپارنی، مولانا سید فضل الرحمٰن فضل اللہ نوری، مفتی محمد عطاء الرحمٰن قادری مصباحی، مولانا منور حسین اور مولانا محبوب عالم رضوی وغیرہ کی کوششوں سے یہ کانفرنس کامیاب ہوئی، اس جلسے میں بے شمار لوگ تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ رضویہ قادریہ میں داخل ہوئے، اس کانفرنس میں خطیب کی حیثیت سے علامہ شبیہ القادری سیوان کی آمد ہوئی تھی، علاوہ ازیں مفتی محمد قاسم براہمی مظفر پور کا بھی خطاب نایاب ہوا، شعرا میں جناب حیدر لاری کا سکہ ایسا چلا کہ اس کی تاثیر دیر تک محسوس کی گئی۔

تاج الشریعہ نے یہاں تیسرا دورہ ۱۹۹۷ر عیسوی میں فرمایا آپ موتی ہاری کی سرزمین پر تشریف لائے، اس جلسہ میں راقم الحروف بھی حاضر ہوا تھا، جلسہ کے اشتہار کے مطابق یہ پروگرام ۲۸ر نومبر بروز جمعہ کو حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی کی صدارت میں ہوا، اس جلسے کی سرپرستی مجاہد قوم جناب محمد صلاح الدین خاں صاحب صدر راسٹریہ جنتا دل اقلیتی سیل مشرقی چمپارن موتی ہاری نے کی تھی، جلسہ کا اشتہار ترتیب دینے میں تاج الشریعہ کے ساتھ شاید انصاف نہیں کیا گیا، کیوں کہ زیر قیادت کے کالم میں حضرت کا نام یوں درج کیا گیا ''جانشین مفتی اعظم ہند، نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری میاں صاحب قبلہ بریلی شریف'' حضرت کی شخصیت سرپرستی کے لائق تھی نہ کہ قیادت کی!

اسی طرح قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری سربراہ اعلیٰ ادارۂ شرعیہ بہار کا اسم گرامی زیر حمایت کے کالم میں درج ہے، اسمائے علمائے کرام کے تحت درج ذیل علمائے کرام کے اسمائے گرامی ہیں: محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، خطیب ذی شان حضرت قاری رضی اللہ صاحب مان پور چھپرہ، معمار ملت حضرت مولانا عبد العزیز خان صاحب بڑہریا، سیوان، خطیب الہند حضرت مولانا جوہر شفیع آبادی صاحب چتر ویدی گوپال گنج، غازی ملت حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی صاحب مہتمم ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ، مقرر بے مثال حضرت مولانا محمد قطب الدین رضوی صاحب چھتر ویدی رام گڑھ کینٹ ہزاری باغ! واضح ہو کہ زیر نقابت کے کالم میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب ایم اے ادارۂ شرعیہ بہار کا نام لکھا ہوا ہے، علاوہ ازیں چمپارن کے علمائے کرام اور یہاں کی نامور مساجد کے ائمہ کے اسما بھی زینب اشتہار ہیں۔

متذکرہ جلسہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں راقم الحروف بھی اپنے دادا جان شیخ ریاض محمد صاحب مرحوم کے ساتھ گیا تھا اور وہیں حضور تاج الشریعہ کے چہرے کی زیارت سے مشرف ہوا، کڑاکے کی سردی پر عشاقان تاج الشریعہ کی عقیدت بھاری پڑ رہی تھی، پورا موتی ہاری شہر اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں سے پٹ گیا تھا، تاج الشریعہ کے ساتھ ساتھ علامہ ارشد القادری کی زیارت کا راقم مشتاق تھا، جلسہ گاہ تھوڑی تاخیر سے پہنچا، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے سلسلے میں منبر نور سے علان ہوا کہ علامہ علالت کے سبب تشریف نہیں لا سکے ہیں، البتہ بریلی شریف کے دلہا کی تشریف آوری ہو چکی ہے، جوں جوں رات ڈھل رہی تھی، عشاق بے تاب دِکھ رہے تھے، اس ماحول میں کن کن حضرات کی تقریر ہوئی اور کون کون سی شخصیتیں آئیں اس کا بالکل خیال نہ رہا، البتہ دو مقرر کی تقریر ذہن میں محفوظ رہ سکی۔

یاد آرہا ہے کہ مولانا غلام رسول بلیاوی نے سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کے حوالے سے معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تفصیلی خطاب فرمایا، جب کہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی مدظلہ نے سورۂ فیل کی تلاوت فرما کر عقیدۂ علم غیب بقیہ ص ٦٧ر پر

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

سوشل میڈیا! فتنۂ عصر یا نخل عرفاں؟

عصر حاضر کا یہ طلسم کدہ جسے ہم سوشل میڈیا کہتے ہیں، اب ہماری زندگی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔ یہ محض چند اسکرینوں یا ٹیکنالوجی کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک وسیع اور مبہم خواب گاہ ہے جہاں حقیقت اور فریب آپس میں گھل مل گئے ہیں۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات بستر پر جانے تک ہماری نظریں اکثر انہی سکرینوں پر جمی رہتی ہیں، اس نے ہماری دنیا کو ایک ''گلوبل ولیج'' میں بدل دیا ہے، جہاں فاصلے سمٹ گئے ہیں اور ہر فرد لمحوں میں کسی بھی کونے سے جڑ سکتا ہے۔ یہ محض ابلاغ کا ایک ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسا طاقتور پلیٹ فارم ہے جس نے انسانی شعور، باہمی تعلقات اور طرز زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔

یہ نئی حقیقت جہاں لاتعداد مواقع اور روشن پہلو لیے ہوئے ہیں، وہیں یہ کئی پیچیدہ چیلنجز بھی سامنے لاتی ہیں۔ کیا یہ ڈیجیٹل طوفان ہمیں ایمان کی ابدی حقیقتوں اور اسلامی اقدار سے دور کر رہا ہے؟ یا ہم اسے اپنے ایمان اور اقدار کی روشنی میں ایک طاقتور ذریعہ بنا سکتے ہیں؟ ان گہرے سوالات کا جواب پانے کے لیے ہمیں اسلام کی لازوال تعلیمات کی طرف رجوع کرنا ہوگا، اسلام جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس تیز رفتار بدلتی دنیا میں ہمارے لیے کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟

حرف حق کی حرمت اور ابلاغ کی امانت:

اسلام نے ہمیشہ لفظ کی حرمت پر زور دیا ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''ایک اچھا کلمہ بھی صدقہ ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۲۳۳۵]

یہ حدیث محض ایک اخلاقی ترغیب نہیں بلکہ ہر کلام میں بھلائی اور نیکی کا حکم دیتی ہے۔ قرآن پاک نے انصاف اور سچائی کو کلام کی بنیاد قرار دیا ہے ''جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کرو اگر چہ تمہارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔'' [الانعام: ۱۵۲]

آج جب سوشل میڈیا نے ہر فرد کو ایک ناشر اور ایک براڈ کاسٹر بنا دیا ہے، یہ حکم اور بھی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ ایک کلک پر پھیلنے والی خبر لمحوں میں ہزاروں، لاکھوں افراد تک پہنچ جاتی ہے اس رفتار کے ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی بڑھ گیا ہے کہ جھوٹی معلومات، افواہیں اور بے بنیاد باتیں بھی سچ کا روپ دھار کر پھیلنے لگی ہیں۔ اس صورت حال میں اسلامی تعلیمات ہماری بہترین رہنما ہیں۔ ہمارے دین نے ہمیں تحقیق کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔'' [الحجرات: ۶]

یہ آیت محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک سماجی ذمہ داری ہے۔ سوشل میڈیا پر ہم اکثر و بیشتر بغیر تحقیق کے پیغامات کو آگے بڑھا دیتے ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں، سیاسی ہوں یا سماجی۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری یہ چھوٹی سی حرکت معاشرے میں غلط فہمیاں، نفرت یا فساد کا باعث بن سکتی ہے۔ ابلاغ کی امانت کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان صرف اسی بات کو آگے بڑھائے جس کی صداقت پر اسے یقین ہو۔ سچ کی شمع تھامے رکھنا، یہی اسلام کا تقاضا ہے، اس سے نہ صرف فرد کا اپنا کردار سنورتا ہے بلکہ معاشرے میں اعتماد اور مثبت ماحول کو بھی فروغ ملتا ہے، ایک ذمہ دار مسلمان کی حیثیت سے ہمیں خبروں کو شیئر کرنے سے پہلے ان کی صداقت کو پرکھنا چاہیے، خاص طور پر جب بات کسی شخص کی عزت، کسی قوم کی ساکھ یا معاشرتی ہم آہنگی کی ہو۔

ڈیجیٹل دنیا کے آداب کا اسلامی تصور:

سوشل میڈیا پر اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اکثر اخلاقی

* مضمون نگار سوناپور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

حدود کو پامال کیا جاتا ہے۔ بدزبانی، طنز، بہتان تراشی، غیبت، سائبر بلنگ، ٹرولنگ اور نفرت انگیز تقاریر اس پلیٹ فارم کا تاریک رخ ہیں۔ جہاں حقیقی زندگی میں ہم کسی کو برا بھلا کہنے سے پہلے سو بار سوچتے ہیں، وہیں آن لائن اسکرین کے پیچھے بیٹھ کر ہم کبھی کبھی اپنی تمام حدود پار کر جاتے ہیں۔ یہ طرز عمل ہمارے اسلامی تشخص کے منافی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' [بخاری، کتاب الایمان، رقم الحدیث:۱۰]

یہ حدیث سوشل میڈیا پر ہمارے ہر پوسٹ اور ہر کمنٹ پر لاگو ہوتی ہے۔ ہماری انگلیوں کی ایک جنبش سے ٹائپ کیا گیا کوئی لفظ یا ہمارے شیئر کردہ کوئی بھی مواد کسی دوسرے شخص کو تکلیف تو نہیں دے رہا؟ ہماری کوئی تحریر، کوئی تصویر یا کوئی ویڈیو کسی کی عزت پر حملہ آور تو نہیں ہو رہی؟ قرآن پاک نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ سوچئے اگر ایک لفظی غیبت اتنی گھناؤنی ہے، تو سائبر سپیس میں ہزاروں لوگوں کے سامنے کسی کی عزت تار تار کرنا کتنا سنگین عمل ہوگا؟ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری ڈیجیٹل پہچان بھی ہماری اصلی پہچان کا حصہ ہے۔ ہماری آن لائن گفتگو میں بھی وہی تہذیب، وہی اخلاق اور وہی احترام ہونا چاہیے جو ہمیں حقیقی زندگی میں ایک مسلمان کے طور پر زیب دیتا ہے۔

وقت کا بہتا دریا اور ڈیجیٹل نشہ:

وقت ایک بہتے دریا کی مانند ہے جو مسلسل رواں دواں ہے اور ہر لمحہ ہمارے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل رہا ہے، اس انمول خزانے کی قدر دانی ہمارے دین کا بنیادی درس ہے، مگر عصر حاضر میں سوشل میڈیا ایک ایسا سراب بن چکا ہے جہاں گھنٹوں وقت ایسے غائب ہو جاتا ہے جیسے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ بے مقصد سکرولنگ، لامتناہی ویڈیوز اور بے معنی بحثیں، یہ سب ہمارے قیمتی لمحات کو یوں ہی نگل لیتی ہیں، یہ صرف وقت کا ضیاع نہیں بلکہ ہماری جسمانی صحت، ذہنی سکون اور حقیقی تعلقات پر بھی منفی اثر ڈالتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی خوشحالی کو غربت سے پہلے، اپنے فارغ وقت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔'' [مشکوۃ، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:۵۱۷۴]

یہ حدیث ہمیں وقت کے ہر لمحے کو کارآمد بنانے کی تلقین کرتی ہے۔ ایک مسلمان کا سوشل میڈیا پر صرف اتنا وقت صرف ہونا چاہیے جو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ دے سکے، مثلاً علم حاصل کرنا، نیکی پھیلانا یا مثبت تعلقات قائم کرنا، ڈیجیٹل نشہ ایک حقیقت ہے اور اس سے بچنے کے لیے خود احتسابی اور منصوبہ بندی ضروری ہے۔ کیا ہم اس بہتے دریا کے پانی کو صرف اپنے موبائل کی اسکرین پر بہا دیں گے یا اس سے اپنی کھیتی سیراب کریں گے؟ یہ سوال ہمیں اپنے آپ سے روز پوچھنا چاہیے۔ سوشل میڈیا کی سب سے بڑی سحر انگیزی اور شاید سب سے خطرناک پہلو وقت کا سراب ہے۔ اس ڈیجیٹل سراب سے بچنا اور وقت کے انمول موتی کو سنبھالنا ہی حقیقی دانش مندی ہے، ہمیں اپنے وقت کے استعمال کو منظم کرنا چاہیے،

سوشل میڈیا اور روشن امکانات کا دروازہ:

اس حقیقت کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو بہت روشن اور امید افزا ہے۔ جہاں سوشل میڈیا برائیوں کا گڑھ، فتنہ و فساد کا ڈیرہ ہے، وہیں یہ نیکی پھیلانے اور دعوت حق کا ایک مؤثر ذریعہ اور وسیع پلیٹ فارم بھی ہے۔ آج کے دور میں جہاں روایتی ذرائع ابلاغ کی رسائی محدود ہو رہی ہے اور لوگ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر وقت زیادہ گزارتے ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعے ہم اسلام کا خوبصورت پیغام لاکھوں، کروڑوں لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ قرآن کی آیات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، اسلامی تعلیمات، اچھی باتیں اور اخلاقی نصیحتیں، یہ سب ایک کلک پر پوری دنیا میں پھیلائی جا سکتی ہیں۔

یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں علمائے کرام، داعیان دین اور ہر صاحب ایمان اسلام کا حقیقی حسن پیش کر سکتے ہیں، اسلام کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کر سکتے

ہیں اور باطل نظریات کے سیلاب کا عقلی اور مؤثر طریقے سے بند باندھ سکتے ہیں۔سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مثبت مواد تخلیق کر سکتے ہیں، علمی مباحث میں حصہ لے سکتے ہیں اور دوسروں کو خیر کی دعوت دے سکتے ہیں۔ یہ جدید دور کا ایک ایسا منبر ہے جہاں سے حق کی کرنیں پھوٹ سکتی ہیں اور گمراہ دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کیا جا سکتا ہے۔ یہ پلیٹ فارم نوجوان نسل کو دین سے جوڑنے، انہیں اسلامی اقدار سے روشناس کرانے اور انہیں وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیمات کو سمجھانے کا ایک بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔

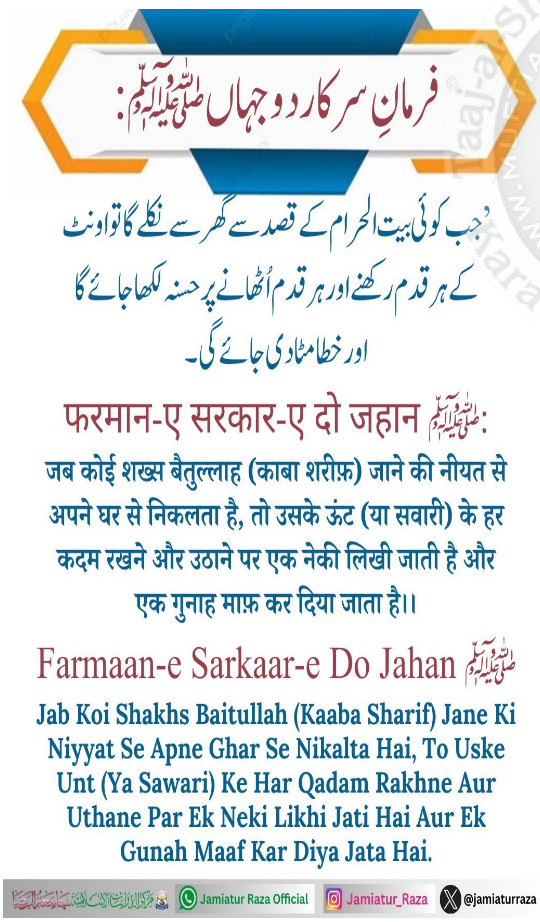
ڈیجیٹل دور میں ایمان واخلاق کا تحفظ:

اس ٹیکنالوجی کے تیز رفتار زمانے میں ایک مسلمان کے لیے یہ سوال سب سے اہم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ایمان واخلاق کی حفاظت کس طرح کرے؟ اس کے لیے چند بنیادی حکمت عملیوں پر عمل کرنا ناگزیر ہے: سب سے پہلے ذہن میں تقویٰ کو بیدار رکھنا ضروری ہے، یہ سوچ ہمیشہ غالب رہے کہ ہمارے ہر آن لائن عمل کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہے۔ دوم وقت کی قدر کو سمجھا جائے اور سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے ایک حد مقرر کی جائے تا کہ یہ ہماری زندگی کے دیگر اہم پہلوؤں پر حاوی نہ ہو۔ سوم تحقیق اور تصدیق کے بغیر کسی بھی خبر یا معلومات کو آگے نہ بڑھایا جائے بالخصوص وہ خبریں جو فتنہ وفساد کا باعث بن سکتی ہیں چہارم اخلاقی حدود کا ہر حال میں خیال رکھا جائے غیبت، بہتان تراشی، بدزبانی اور نفرت انگیز گفتگو سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ پنجم سوشل میڈیا کو محض تفریح یا وقت گزاری کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے دینی علم حاصل کرنے اور خیر پھیلانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ ششم اپنی اولاد اور نئی نسل کو بھی اس ٹیکنالوجی کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کیا جائے اور انہیں اسلامی اقدار کی روشنی میں اس کا صحیح استعمال سکھایا جائے، اس طرح ایک مسلمان نہ صرف اپنی روحانیت کو محفوظ رکھ سکے گا بلکہ اس ڈیجیٹل دور میں ایک مثبت اور ذمہ دار شہری کے طور پر بھی اپنا کردار ادا کر سکے گا۔

لہٰذا عصر حاضر کا یہ ڈیجیٹل منظر نامہ جہاں بظاہر فتنوں کا جال سا بچھا ہے، وہیں یہ عرفان کے نئے باب بھی کھول رہا ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس تند و تیز دریا کو خیر کے لیے استعمال کریں یا اس کے بھنور میں غرق ہو جائیں، اسلام نے ہمیں جو ابدی حکمتیں اور روشن اصول عطا کیے ہیں، وہ اس ڈیجیٹل دنیا میں بھی ہماری رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

اگر ہم احتیاط، ذمہ داری، اور حکمت سے کام لیں تو یہ سوشل میڈیا محض ایک تفریحی ذریعہ نہیں بلکہ دین کی دعوت، علم کی اشاعت اور انسانیت کی بھلائی کا ایک نخل عرفاں بن سکتا ہے۔ آیئے، اپنے کردار کو پہچانیں، اپنے ایمان کا دامن تھامے رکھیں اور اس ڈیجیٹل سمندر میں ایک ایسا چراغ روشن کریں جو نہ صرف ہماری اپنی بلکہ دوسروں کی بھی راہوں کو منور کرے۔

◆◆◆



تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چونتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

توبہ کے بعد گناہ نابود

معروف حدیث شریف: (حضرت فقیہ یعنی مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) یہ حدیث اس حدیث کے موافق ہے جو حضور سے (کتب حدیث میں) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔** (ترجمہ) گناہ سے (سچی) توبہ کر لے نے والا اس کی طرح ہے جس نے (وہ) گناہ کیا ہی نہیں۔

شان غفّاری دیکھ کر ابلیس چیخ پڑتا ہے

حدیث شریف: ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے فرمایا: **ان العبد اذا أذنب لم یکتب علیه حتی یذنب ذنبا آخر -الحدیث۔** (ترجمہ) بندہ جب گناہ کرتا ہے تو وہ اس پر اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک اس سے دوسرا گناہ نہ سرزد ہو جائے پھر جب دوسرا گناہ کر لیا تو وہ بھی مؤخر کیا جاتا ہے یہاں تک کے تیسرا گناہ ہو جائے (حتی کہ) جب گناہ پانچ ہو جاتے ہیں اور (اس بیچ بندہ) کوئی ایک حسنہ کر لیتا ہے تو اس کے لئے نیکیاں (بجائے دس کے) پانچ لکھی جاتی ہیں اور (دس میں کی) بقیہ پانچ، پانچ سیئات کے بدلے میں (بطور کفارہ) ہو جاتی ہیں تو اس وقت (اللہ کی شان غفاری دیکھ کر) ابلیس لعین (مارے صدمے کے) چیخ پڑتا ہے کہتا ہے (ہائے میری ناکامی) میں آدم کی اولاد پر کیسے قابو پا سکتا ہوں؟ جب کہ حالت یہ ہے کہ میں نے اس پر (پوری) محنت صرف کی تھی لیکن اس کی ایک نیکی نے میری ساری محنت و کوشش پر (ذرا دیر میں) پانی پھیر دیا۔

توبہ کا دروازہ کیسا ہے اور کب تک کھلا رہے گا؟

حدیث شریف: حضرت صفوان ابن عسال مرادی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من قبل المغرب باب خلقه الله تعالی للتوبة-الحدیث۔** (ترجمہ) جانب مغرب ایک (عظیم) دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لئے خلق فرمایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی یا (فرمایا) چالیس سال کی مسافت (کے برابر) ہے۔ وہ (کھلا ہوا ہے اور) برابر اس دن تک کھلا رہے گا جس دن سورج (خلاف عادت) پچھم سے طلوع ہوگا۔

بندہ اوّاب تو مولا توّاب

تفسیر: حضرت امام سعید ابن مسیب علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ: **فَإِنَّهُ كَانَ لِلأَوَّابِيْنَ غَفُوراً۔** (ترجمہ) بے شک وہ بکثرت توبہ کرنے والوں کے لئے بڑا غافر ہے۔ [سورۂ بنی اسرائیل-۲۵] کی تفسیر میں فرمایا: ''اوّاب'' جس سے گناہ ہو جائے پھر توبہ کر لے پھر گناہ کر بیٹھے پھر توبہ کر لے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے (یعنی اوابین سے مراد ہیں بار بار توبہ توڑنے، بار بار سچی توبہ کرنے والے گنہگار بندے)

یہ بار بار توبہ توڑ کر پھر توبہ کر لینا کب تک چلے گا؟

تفسیر از حسن بصری: اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے (اس بارے میں) پوچھا گیا کہ حضرت! یہ (توبہ شکنی کا سلسلہ) کب تک (چل سکے گا)؟ فرمایا میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ اخلاق مومنین سے ہے۔

عارف باللہ کے لئے پیشۂ معرفت میں چھ اوزار درکار

حکمت بھری بات: بعض حکما سے منقول ہے، فرمایا:

''حرفة العارف ستة اشیاء: اذا ذکر الله افتخر، واذا ذکر نفسه احتقر، واذا نظر فی آیات الله اعتبر، واذا همّ بمعصیة او شهوة انزجر واذا ذکر عفو الله استبشر،

واذا ذکر ذنوبہ استغفر۔(ترجمہ) عارف باللہ کے لئے پیشۂ معرفت میں کام آنے والے آلات واوزار چھ چیزیں ہیں: (۱) جب وہ اللہ کا دھیان کرتا ہے تو [اس کی معبودیت وربوبیت پر] نازاں ہوتا ہے۔(۲) اور جب اس کا دھیان خود اپنی ذات کی طرف جاتا ہے تو اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔[کیونکہ کمال عبدیت تواضع وتذلّل ہی میں ہے] (۳) اور جب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں نظر کرتا ہے تو عبرت پذیر ہوتا [سبق لیتا] ہے [اس سے اللہ کی معرفت، قدرت اورعظمت اس کے دل میں مزید سے مزید ہوتی ہے] (۴) اور جب کبھی کسی گناہ کا یا نفسانی خواہش کی انجام دہی کا ارادہ کرنا چاہتا ہے تو ٹھٹک جاتا ہے۔(۵) اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفت عفو یاد کرتا ہے تو خوش ہولیتا ہے۔[رحمت سے پُر امید ہونے لگتا ہے] (٦) اور جب اپنے سب قسم کے گناہوں کا دھیان کرتا ہے تو توبہ واستغفار میں لگتا ہے۔''

ایک مجرم کی نادِمانہ آہ وبکا نے فاروق اعظم کو رُلادیا

عہد رسالت کا ایک عجیب وغریب واقعہ: مصنف علیہ الرحمہ اپنے والد صاحب سے سن کر، ان کی اسناد تام نقل کرتے ہوئے بطریق معمر، امام زہری سے راوی ہیں، آپ نے کہا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر آئے کہ رو رہے تھے۔(دیکھ کر) حضور نے دریافت فرمایا: عمر! یہ رونا کیسا؟ (رونے کا سبب بتاؤ) حضرت عمر نے روتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! حضور کے در اقدس پر کھڑا ایک نوجوان (لڑکا بُری طرح) رو رہا ہے، اس کی گریہ وزاری (اور بے چارگی) پر مجھے رونا آگیا، تو حضور نے فرمایا: عمر! اسے میرے پاس اندر بلا کے لاؤ۔ وہ روتے ہوئے اندر آیا اور برابر روئے جارہا تھا، حضور نے اس سے دریافت فرمایا: اے نوجوان (لڑکے)! تو کس وجہ سے (اتنا) رو رہا ہے؟ اس نے عرض کیا: مجھے میرے کثیر گناہوں (کے احساس) نے رُلایا ہے اور میں جبار غضبان (زبردست سخت غضب والے یعنی اللہ تعالیٰ) سے اپنے متعلق بہت خوفزدہ ہوں۔حضور نے دریافت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تجھ سے کوئی کفر وشرک ہوگیا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ (جب معلوم ہوگیا کہ یہ مرتد نہیں ہوا ہے، ایمان اس کا سلامت ہے تو اَب) حضور نے فرمایا: کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کردیا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔(جب معلوم ہوگیا کہ یہ بعد کفر، اکبر کبائر یعنی قتل ناحق کا بھی مجرم نہیں ہے تو اَب تسلی وترحم کے طور پر اس سے) رحمت عالم نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فان اللہ یغفر ذنبک ولو کان مثل السماوات السبع والارضین السبع والجبال الرواسی۔ یعنی (جب تو ارتداد وقتل ناحق کا مرتکب نہیں ہے) تو اب تجھے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تیرا گناہ بے شک بخش دے گا اگرچہ وہ (کتنا ہی بڑا اور بُرا ہو حتیٰ کہ) ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور بھاری بھاری بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہو۔''

اس نے عرض کیا: حضور! میرا گناہ ان سب سے بھی عظیم تر ہے، حضور نے فرمایا: تیرا گناہ اعظم ہے یا کرسی؟ اس نے عرض کیا: حضور! میرا گناہ اعظم ہے، فرمایا: تیرا گناہ اعظم ہے یا عرش کریم؟ عرض کیا: حضور! میرا گناہ اس سے بھی عظیم تر ہے، حضور نے فرمایا: ذنبک اعظم ام الٰھک۔ تیرا گناہ اعظم ہے یا تیرا معبود؟ عرض کیا: نہیں، بلکہ اللہ ہی اعظم واجل ہے، فرمایا: پھر تو بات یہی ہے کہ ذنب عظیم کو خدائے عظیم ہی بخش سکتا ہے۔(مصنف نے توضیحاً کہا) ''اللہ عظیم ہے'' سے مراد ہے اللہ عظیم التجاوز ہے۔

حضور نے فرمایا: اخبرنی عن ذنبک تو مجھے اپنے گناہ کی خبر دے (کہ آخر وہ ہے کیا)؟ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے حضور سے بیان کرتے شرم آتی ہے' فرمایا: مجھے اپنا گناہ بتا [شرم مت کر] (وہ بتانے پر آمادہ ہوا اور) عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں نباش (یعنی کفن چور) تھا، سات سالوں سے نباشی کرتا آرہا ہوں، یہاں تک کہ (کل یا پرسوں) بنات انصار میں کی ایک دوشیزہ مری، تو میں نے (اپنی عادت بد سے مجبور ہوکر) اس کی قبر کھولی اور اس کے بدن کو، کفن سے باہر کیا (وہ ننگی ہوگئی) اور میں کفن نکال کر چلا۔ ابھی زیادہ نہیں چلا تھا کہ ناگاہ میرے نفس پر شیطان کا غلبہ ہوا اور واپس آکر میں نے اس سے جماع کیا۔

(جب جماع سے فارغ ہوکر) چلنے کو ہوا اسی وقت لڑکی (زندہ ہو کر) اُٹھ بیٹھی اور بولی:

"ویلک یا شاب !اما تستحی من دیان یوم الدین؟ یضع کرسیہ للقضاو یأخذ للمظلوم من الظالم ۔ ترکتنی عریانۃ فی عسکر الموتی واوقفتنی جنبا بین یدی اللہ عزوجل۔(ترجمہ) تیرا بُرا ہوا ے لڑکے! کیا تو روز جزا کے دیّان سے حیا نہیں کرتا، جس کی کرسی قضا اس روز برائے قضا رکھی جائے گی اور وہ مظلوم کے لئے ظالم سے مؤاخذہ فرمائے گا۔ ارے تو نے مجھے مُردوں کی بھیڑ بھاڑ میں ننگی اگھاڑی کر چھوڑا اور مجھے ناپاکی کی حالت میں اللہ کے حضور قائم کردیا۔"

تو (یہ سب ماجرا سن کر حضور رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جلال آ گیا اور غصہ سے) اس پر جھپٹے اس کی گدی پر ہاتھ لگا کر دھکا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے فاسق! تو آگ کا کس قدر حاجت مند ہے نکل جا یہاں سے (میرے سامنے سے دفع ہو جا) تو وہ جوان نکل گیا اللہ کی طرف رجوع وانابت کرتے ہوئے، اللہ سے توبہ کرتے گریہ وزاری کرتے ہوئے اسے چالیس راتیں بیت گئیں۔ جب چالیس راتیں پوری ہولیں تب اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور (آسمان کو تکتے ہوئے) عرض کرنے لگا:

"یا الٰہ محمد وآدم وحواء !ان کنت غفرت لی فاعلم محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واصحابہ والا فارسل نارا من السماء فاحرقنی بہ ونجّنی من عذاب الاٰخرۃ۔(ترجمہ) اے محمد وآدم وحواء (علیہم السلام) کے خدا! اگر تو نے مجھے بخش دیا ہے تو محمد (رسول اللہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو اس کی اطلاع دیدے۔ ورنہ آسمان سے ایک آگ بھیج اور اس سے مجھے جلا دے اور آخرت کے عذاب سے مجھے رہائی دیدے۔"

......(راوی واقعہ نے) کہا تو (اسی وقت) حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر آئے اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ حضور نے جواب میں کہا: ھو السلام ومنہ السلام والیہ یرجع السلام، وہ تو خود سلام ہے (کہ سلام اسماء حسنی میں سے اس کا ایک نام ہے) اور اسی کی طرف سے ہے سلامتی اور اسی کی طرف لوٹتی ہے سلامتی۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ (آپ سے) فرماتا ہے: انت خلقت الخلق؟ کیا تم نے پیدا کی ہے مخلوق؟ حضور علیہ السلام نے کہا: بل ھو الذی خلقنی وخلقھم۔ نہیں، بلکہ وہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی نے سب کو پیدا کیا ہے (وہی سب کا خالق ہے) جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ (آپ سے) فرماتا ہے: انت ترزقھم؟ کیا مخلوق کو روزی تم دیتے ہو؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: نہیں بلکہ ان کو بھی اللہ ہی روزی عطا فرماتا ہے اور مجھے بھی۔ (سب کا رازق وہی ہے)

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ (آپ سے) فرماتا ہے: انت تتوب علیھم؟ کیا بندوں کی توبہ تم قبول کروگے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: بل اللہ یتوب علی وعلیھم۔ نہیں، بلکہ میری، ان کی، سب کی توبہ کو قبول کرنا اللہ ہی کا کام ہے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: وہ فرماتا ہے: تب علی عبدی فانی تبت علیہ۔ تم میرے (اس بندے کی) توبہ قبول فرمالو۔ کہ میں نے اس کی توبہ قبول فرمالی ہے۔ اب حضور پرنور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوان کو بلوایا اور اس کو خوش خبری سنائی کہ تیری توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے۔

تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) عاقل کو چاہئے کہ اس خبر سے عبرت لے اور اسے معلوم ہونا چاہئے کہ زنا زندہ عورت کے ساتھ (شناعت وقباحت میں) اس زنا سے عظیم تر ہے جو میت کے ساتھ واقع ہو اور زانی کو چاہئے کہ حقیقی (سچی) توبہ کرے کیونکہ جوان مذکور کی توبہ حقیقی تھی جبھی تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرمادیا اور توبہ، بقدر گناہ ہونی چاہئے، **"توبۂ نصوح" سے کیا مراد ہے؟**

تفسیری روایت: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت کریمہ: یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

نَّصُوحاً۔ [سورۂ تحریم-۸] کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا: توبۂ نصوح سے مراد ہے (وہ توبہ جو اپنی تینوں شرطوں کی جامع ہو یعنی) گناہ پر، دل سے نادم ہونا، زبان سے بخشش و معافی مانگنا اور نیت میں ٹھان لینا کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا۔

محض زبانی توبہ واستغفار اُلٹا جرم

حدیث شریف: (کتب حدیث میں مذکور ہے کہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **المستغفر باللسان المصر علی الذنوب کالمستهزی به۔** (ترجمہ) گناہوں پر اصرار کے باوجود زبان سے استغفار کرنے والا اسکی طرح ہے جو اُس سے استہزاء کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

جھوٹا استغفار- گناہوں کا انبار

قول رابعہ بصریہ: منقول ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا کرتی تھیں کہ ہمارا (ایک) استغفار، کثیر استغفاروں کا محتاج ہے۔

توضیح: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مطلب یہ ہے کہ جب بندہ زبان سے استغفار کرے اور نیت میں ہو کہ دوبارہ پھر کروں گا، تو ایسی توبہ جھوٹوں کی توبہ ہے اور جھوٹی توبہ، توبہ نہیں، بے شک توبہ تو اسی بات کا نام ہے کہ نادم ہو کر زبان سے مغفرت چاہے اور نیت میں یہ (پختگی) ہو کہ اب ایسا دوبارہ نہیں کروں گا۔ لہٰذا جب بندہ ایسی توبہ کرلے گا تو (پوری امید ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دے گا اگرچہ عظیم تر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا درگزر فرمانے اور بندوں پر بہت رحم کرنے والا ہے۔

حکایت: ذکر کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک (نیک دل، نیکیوں کی قدر کرنے والا) بادشاہ تھا۔ اس کے سامنے (ایک دن) ایک عابد کی تعریف وتوصیف کی گئی تو بادشاہ نے اسے بلوایا اور اس بات پر اسے راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ بادشاہ کی مصاحبت میں رہا کرے اور شاہی دربار سے ہٹ کر اور کہیں نہ چلا جائے (یعنی مستقلاً یہیں رہے۔ تو جواب میں بادشاہ سے) اس عابد نے کہا: اے بادشاہ! آپ جو کہہ رہے اچھی بات ہے (قابل قدر ہے) لیکن (میرے لئے خطرناک ہے کیونکہ) اگر بالفرض میں کسی دن آپ کی رہائش گاہ (مخصوص کمرے میں) داخل ہوا اور وہاں آپ نے مجھے اپنی (منتخب) لونڈی سے کھلواڑ کرتے دیکھ لیا تو (بتائیے کہ) اس وقت آپ کا میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ تو بادشاہ کو یہ سنتے ہی غصہ آ گیا اور (جلال بھرے لہجے میں) کہا: ارے فاجر (بدکار) کیا تو مجھ پر ایسی جرأت کرے گا؟ عابد نے کہا: میرا ایک مالک ہے جو بڑا اکریم (حلیم ورحیم) ہے۔ اگر (بالفرض) وہ مجھ سے ایک دن میں ستر گناہوں کا صدور دیکھ لے تب بھی وہ مجھ پر غضبناک نہ ہو، اور نہ اپنے در سے مجھے دھتکارے اور نہ وظیفہ سے محروم فرمائے۔ تو میں کیونکر اس کے دروازے سے ہٹ سکتا ہوں؟ اور ایسے (مالک) کے در پر کیسے پڑ رہوں جو مجھ پر غصہ کرے قبل اس کے کہ میں نے ابھی غصہ دلانے والا کام نہیں کیا۔ تو اس وقت کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا جب آپ مجھے معصیت کرتے ہوئے دیکھ لیں اور پھر وہ (دربار شاہی سے) نکل کر چلا گیا۔

کس گناہ کی کیسی توبہ لازم

(فقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) گناہ کے کاموں کی دو صورتیں ہیں (حقوق اللہ سے متعلق اور حقوق العباد سے متعلق یعنی) ایک گناہ وہ ہے جو محض تیرے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ہے اور ایک گناہ وہ ہے جو تیرے اور بندگان خدا کے درمیان والا ہے۔

حقوق اللہ سے متعلق توبہ کی کیفیت

قسم اوّل کی توبہ: تو قسم اوّل کی توبہ یہ ہے کہ تو زبان سے توبہ واستغفار کرے اور دل سے نادم بھی ہو اور نیت میں یہ بھی ہو کہ اب دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ تو اگر کوئی ایسی توبہ کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے کھسکے۔

قضا و کفارہ: ہاں اگر فرائض وواجبات میں سے کوئی فرض یا واجب بندۂ مکلف سے (بلا اذن شرعی) چھوٹ گیا ہو تو یہ زبانی توبہ واستغفار اور قلبی ندامت وعزم ابھی کافی نہیں (کیونکہ اس کے لئے ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ) جب تک کہ چھوڑے ہوئے حکم کی قضا (یا قائم مقامِ قضا) نہیں لائے گا اس وقت تک محض زبانی توبہ،

قلبی ندامت نفع نہیں دے گی۔

حقوق العباد سے متعلق توبہ کی کیفیت

قسم دوم کی توبہ: اور رہا وہ گناہ جو تیرے اور مخلوق خدا کے درمیان والا ہے تو اس میں زبانی توبہ واستغفار اور قلبی ندامت تیرے لئے کافی اس وقت تک نہیں جب تک کہ تو انہیں راضی نہیں کر لے اور وہ تجھے حِلّ میں نہ کر دیں۔ (یعنی اپنا حق یا مظلمہ معاف نہ کر دیں۔)

توبہ صادقہ تامہ کی برکت

قول تابعی: بعض تابعین کرام (نام مذکور نہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے۔ فرمایا: بندہ سے گناہ ہو جاتا ہے اور وہ توبہ کر لیتا ہے (جیسی کرنی چاہئے) اور پھر برابر زندگی بھر اس پر نادم ومتأسف ہو کر معافی مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہ اس کے لئے (بتوسط کثرت توبہ وگریہ) استحقاق دخول جنت کا سبب بن جاتا ہے۔ تو شیطان (غمزدہ ہو کر کفِ افسوس ملتے ہوئے) کہتا ہے: کاش میں نے اس سے وہ گناہ نہ کرایا ہوتا۔

تین کاموں میں عجلت بہتر ہے اور تأنّی مذموم ومضر

قول واسطی: منقول ہے کہ حضرت ابوبکر واسطی (علیہ الرحمۃ والرضوان) نے فرمایا: ''تَأَنّی'' (یعنی ٹال مٹول کرنا، دیر لگانا، جلد بازی نہ کرنا) ہر کام میں حَسَن ہے (خوبی والی خصلت ہے) ہاں تین کاموں میں ''تأنّی'' (یعنی ترکِ عجلت) ٹھیک نہیں۔

(۱) نماز میں نماز کا مستحب وقت ہو جانے پر۔ (۲) اور تدفین میت میں ''تأنّی'' (یعنی بلا وجہ شرعی کار تدفین مؤخر کرنا شرعاً حسن نہیں بلکہ قبیح ہے، بُرا ڈھنگ ہے) (۳) اور معصیت سے توبہ کرنے میں ''تأنّی'' (یعنی توبہ میں تاخیر، ٹال مٹول آج کی کل کرنا حسن نہیں بلکہ قبیح حتی کہ بڑی خطرناک ہے)

سچی توبہ کی پہچان، نہایت آسان

قول بزرگاں: بعض حکما (عارفین کرام) کا ارشاد ہے کہ چار باتوں سے توبہ کی حقیقت کھل جاتی ہے، معرفت حاصل ہو جاتی ہے: (۱) ایک یہ کہ بندہ اپنی زبان کو فضول گوئی، دروغ گوئی اور غیبت سے روک لے، بند کر لے۔ (۲) دوسرے یہ کہ وہ اپنے دل میں کسی کے لئے حسد اور (بے وجہ شرعی) دشمنی نہ پائے۔ (۳) اور تیسرے یہ کہ بُرے ساتھیوں کی سنگت چھوڑ دے۔ [ان سے بالکل جدائی اختیار کر لے] (۴) اور چوتھے یہ کہ موت کیلئے مستعد ہو جائے (آخرت کی تیاری میں لگا رہے) اور اب تک جو گناہ ہوئے ان پر نادم ہو کر (برابر بکثرت) توبہ واستغفار کرنے میں لگے اور اللہ کے احکام کی بجا آوری اور ثوابی کاموں میں محنت کرنے لگے۔

قابل قبول توبہ کی چار علامات

قول حکیم: کسی حکیم (صاحبِ معرفت وحکمت بزرگ) سے پوچھا گیا: حضرت! کیا تائب کے لئے ایسی کوئی علامت ہے جس سے وہ خود پہچان سکے کہ اس کی توبہ لائق قبول ہے (یا نہیں)؟ فرمایا: ہاں (علامت) ہے اور وہ **چار چیزیں** ہیں:

(۱) **پہلی** یہ ہے کہ اس نے بُری سنگت والوں سے ترک تعلق کر لیا ہو (ان سے میل جول، آنا جانا، لین دین بالکل بند کر دیا ہو) اور انہیں (اپنے قول وفعل سے) سُجھا دیا ہو کہ میں تم سے (یعنی تمہاری صحبت کے ضرر سے) خود بخود ہیبت زدہ ہوں (لہٰذا اب تم سے ملنا نہیں چاہتا) اور (بُرے ساتھیوں کی جگہ) صالحین سے خلط ملط رکھنے لگا ہو۔ (۲) اور **دوسری** علامت یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ سے اس کے اندر بے تعلقی پیدا ہو گئی ہو (نفرت کرنے اور بچنے لگا ہو) اور (اس کے برخلاف) جملہ طاعات (ثوابی کاموں) کی طرف مُقبِل ہو [متوجہ رہنے لگا ہو]

(۳) اور **تیسری** علامت یہ ہے کہ اس کے دل سے دنیا بھر کی خوشیاں چلی گئی ہوں اور (اس کے مقابل) اسے اپنے دل میں ہمیشہ آخرت کا حزن وغم دِکھتا ہو۔ (ہر وقت غم آخرت میں غمگین رہنے لگا ہو)

(۴) اور **چوتھی** علامت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو پاتا ہو کہ اس چیز سے بے فکر ہے جو اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ (یعنی روزی روٹی کی فکر میں متفکر نہ رہتا ہو) اور (اس کے مقابل) خود کو دیکھتا ہو احکام شریعت کی بجا آوری میں مشتغل ومصروف ہے۔

.... جاری

(از: محمد انس رضا حامی برکاتی *

کیا اسلام نے عورتوں کو کچھ نہیں دیا؟

تمام تعریفیں اس پاک پروردگار کے لیے جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ہر مخلوق کو اس کے مقام وضرورت کے مطابق حقوق عطا فرمائے۔ درود وسلام ہو نبی کریم ﷺ پر جنھوں نے انسان کو انسانیت سکھائی اور مظلوموں کو ان کا حق دلوایا، آج کا دور فتنوں سے بھرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں وہ شکر کے بجائے ان میں خامیاں تلاش کرتے ہیں، ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں دین حق، اسلام اور دولت ایمان ملی۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر افسوس، بعض لوگ اسی دین پر اعتراض کرتے ہیں، جیسے: اسلام نے عورت کو دیا ہی کیا ہے؟ ایسے اعتراضات کرنے سے پہلے عقل کا تقاضا ہے کہ تحقیق کی جائے، کیونکہ انسان اور جانور میں فرق ہی عقل کا ہے، تحقیق کریں، پھر انصاف سے فیصلہ کریں۔

آیئے! پہلے ان اعتراضات کو دیکھتے ہیں جو دشمنانِ اسلام عورتوں کے حوالے سے کرتے ہیں: (۱) مسلمانوں نے عورتوں کو بچہ پیدا کرنے کی مشین سمجھ رکھا ہے۔ (۲) اسلام نے عورتوں کو کھیتی فرما کر مکان گرا دیا۔ (۳) مرد کو چار شادیوں کی اجازت اور عورت کو ایک شوہر کا پابند رہنا ہوتا ہے۔ (۴) اسلام میں تو مرد افضل، عورت فضول لگتی ہے۔ (۵) اسلام میں عورت کی گواہی کو آدھی قرار دیا گیا، وہ ناقص العقل ہے۔ (۶) حجاب یا پردے کا حکم عورتوں کی آزادی سلب کرتا ہے۔

(۱) مسلمانوں نے عورتوں کو بچے پیدا کرنے کی مشین (baby-producing machine) سمجھ رکھا ہے۔ جواب کا آغاز دو نکات سے: (۱) کیا اسلام نے عورت کو مشین کہا (۲) نکاح کی حکمتیں۔ (1) اسلام کا نظریہ عورت کے بارے میں: قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ ۔ (بنی اسرائیل-۷۰، ترجمۂ کنزالایمان) اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی) یہاں مرد یا عورت کی تخصیص نہیں، انسان کی بات کی گئی۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں کو dignity دی، مشین سمجھنے والے مسلمان نہیں بلکہ وہ ہیں جن کا مذہب عورت کو غلام یا جائیداد سمجھتا ہے۔

(2) نکاح کی حکمتیں: اسلام میں نکاح کا مقصد صرف اولاد نہیں، بلکہ: صالح اولاد (righteous children) غربت سے نجات: حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کرنے پر غربت دور ہونے کی بشارت عطا فرمائی۔

بیوی بہترین Advisor Partner ہوتی ہے۔ نکاح سے برکت، عزت، حیا اور گھر بنتا ہے۔ آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ۔ (سنن ابی داود، حدیث: 2050) ترجمہ: محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت سے امتوں پر فخر کروں گا۔ الودود= Loving, emotionally warm,caring الولود= Fertile, capable of bearing children یہ حدیث نسل کے فروغ کی ترغیب دیتی ہے، نہ کہ بچے پیدا کرنے کی مشینی ہدایت، کہیں بھی 12-10 بچے پیدا کرو کا حکم نہیں۔ خدائے ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۔ (ترجمۂ کنزالایمان) اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔“ (الانعام-۱۵۱)

دوسری جگہ خدائے پاک نے ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ

* مضمون نگار جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

وَ اِیَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا۔ (ترجمۂ کنزالایمان) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم تمھیں بھی اور انہیں بھی روزی دیں گے بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔" (بنی اسرائیل-۳۱)

پہلی آیت کی تفسیر کے متعلق تفسیر مدارک میں ہے: تم اپنی اولاد کو فقر وفاقہ اور غربت کی وجہ سے اور غربت کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم رزق دیتے ہیں تمھیں بھی اور انھیں بھی کیونکہ غلام کا رزق آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ دوسری آیت کی تفسیر میں تفسیر مدارک میں ہے: اپنی اولاد کو قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (بنی اسرائیل کے لوگ) اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ۔ فقر وفاقہ کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی اولاد قتل کرنے سے منع فرمایا اور خود ان کے رزق کا ضامن بن گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف کا ایک اور مطلب سمجھ آ گیا کہ زیادہ بچے ہوں تو انہیں قتل بھی نہ کرو، جب رازق اللہ ہے تو پورا یقین اسی پر رکھو۔

آیئے اب تھوڑے عقل کے تقاضے دیکھتے ہیں: (۱) Positive Population Growth: اچھی تربیت یافتہ نسل معاشرے کا سرمایہ ہوتی ہے۔ (۲) ابن خلدون: قوموں کی طاقت ان کی تعداد سے جڑی ہے۔ (۳) Family Balance: زیادہ بچے = مضبوط خاندانی نظام، کم طلاقیں، بہتر تربیت۔ کیا بچے صرف عورت سے پیدا ہو سکتے ہیں؟ اگر ہاں، تو یہ فطرت ہے، نہ کہ مشینی عمل۔ اولاد کی پیدائش ایک مقدس فطری عمل ہے، نہ کہ عورت کی تذلیل۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی، باقی ازواج مطہرات سے اولاد نہیں ہوئی، مگر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے حقوق ادا فرمائے، عزت دی، علم سکھایا، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ بنیں۔

گاندھاری کے متعلق مہابھارت (آدی پرو، باب 115-119) میں ہے کہ اُس نے 100 بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا، وہ بھی گوشت کے گٹھے سے! اب سوال یہ ہے کہ مشین کا لقب وہاں کیوں نہ دیا گیا؟ اسلام نے عورت کو مشین نہیں بنایا بلکہ مکمل عزت، وقار اور کردار دیا۔ عورت اگر اولاد پیدا کرے تو یہ اس کی فطرت اور قدرت کی شان ہے، نہ کہ بے قدری۔ دشمنوں کے پروپیگنڈے سے بچیں! اسلام کی تعلیمات کو سمجھیں اور فطرت سے جنگ نہ کریں۔

(۲) اسلام نے عورتوں کو کھیتی فرما کر مقام گرا دیا، بعض لوگ قرآنِ کریم کی آیت "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ" (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں) کو لے کر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو صرف پیداوار کی مشین (producing-baby machine) یا کھیتی کہہ کر اس کا درجہ کم کر دیا۔ آئیں! قرآن، حدیث، عقل اور تاریخ کی روشنی میں اس اعتراض کا جواب دیکھتے ہیں، آیتِ مبارکہ: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) بشارت دو ایمان والوں کو۔

پہلے پچھلی آیت (حیض کا حکم) کو جانیے: وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

اب دیکھتے ہیں اس آیت کا شانِ نزول: عرب کے لوگ

یہودیوں اور مجوسیوں کی طرح حیض والی عورتوں (Menstruating women) سے بہت نفرت کرتے تھے، ان کے ساتھ کھانا پینا، ایک مکان میں رہنا انہیں گوارا نہ تھا بلکہ یہ شدت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام سمجھتے تھے جبکہ عیسائیوں کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس تھا یعنی وہ ان دنوں میں عورتوں سے ملاپ میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے تھے۔ مسلمانوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حیض کا حکم دریافت کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۲۳، ۲/ ۶۴، الجزء الثالث)

اسلامک لاء (Islamic Laws) کی بہترین کتاب بہارِ شریعت میں ہے: اور اِفراط وتفریط کی راہیں چھوڑ کر اعتدال کی تعلیم فرمائی گئی اور بتا دیا گیا کہ حیض کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہے اور چونکہ یہ قرآن کی واضح آیت سے ثابت ہے لہٰذا ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ دوم، نفاس کا بیان، ۱/ ۳۸۲)

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یہ آیت اُس یہودی عقیدے کے رد میں نازل ہوئی جس میں وہ کہتے تھے کہ مخصوص طریقے سے (مثلاً مختلف زاویے یا انداز سے) ہمبستری کی جائے تو اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے بتایا: عورت کھیتی ہے، یعنی نسل کا ذریعہ، اس میں تم مختلف جائز طریقوں (positions) سے تعلق قائم کر سکتے ہو، بس مقام وہی ہو جہاں نسل کی تخلیق ممکن ہو (vagina) تفسیر مدارک: عورت کو کھیتی اس لیے کہا کہ جیسے زمین میں بیج بوکر فصل اگتی ہے، ویسے ہی رحم میں نطفہ ڈال کر بچہ پیدا ہوتا ہے، تفسیر جلالین: مَحلِ زرع، یعنی وہ مقام جہاں تم اولاد کے لیے بیج بوتے ہو۔

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ (Come to your tilth however you wish) مطلب یہ نہیں کہ جہاں چاہو (any place) بلکہ جیسے چاہو (in different positions) مقام ایک ہی ہے: اگلی راہ (front passage) حدیث: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا۔ (ابن ماجہ، حدیث 1923) ترجمہ: اللہ ایسے مرد پر نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو بیوی سے پیچھے کے راستے تعلق قائم کرے۔

تمثیل کے تقاضے: (۱) شوہر = کسان: جیسے کسان کھیت کا خیال رکھتا ہے، ویسے شوہر کو بیوی کی عزت، نرمی کے ساتھ دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ (۲) کھیت = خاص ملکیت: ہر کھیت میں ہر کوئی نہیں کاشت کرتا، ایسے ہی عورت کی عزت صرف شوہر کے لیے مخصوص ہے۔ (۳) نسل = مقصد: کھیتی کا مقصد صرف لذت نہیں، فصل ہے۔ عورت سے تعلق کا مقصد صرف شہوت نہیں بلکہ نسل، محبت، سکون اور خاندان کی بنیاد ہے۔ (٤) کھیت = مخصوص مقام: زمین کا ہر حصہ کھیتی کے لیے مناسب نہیں، ایسے ہی صرف رحم ہی مقامِ تعلق ہے، باقی (like back passage) منع ہے۔ (٥) اسلام کا حسن: عورت کو صرف کھیتی نہیں کہا، بلکہ فرمایا: جنت ماں کے قدموں تلے ہے، عورت کو ہیرا (diamond) کہا اور پردے میں رکھ کر اس کی حفاظت فرمائی۔ (٦) اگر کھیتی ہونا اتنا برا ہے، تو پھر لوگ اپنی کھیتیں بیچ کیوں نہیں دیتے؟ بلکہ ہر کوئی اپنی زمین سنبھال کر رکھتا ہے! مرد کے بارے میں بھی مثال ہے: الرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ۔ (صحیح بخاری 893) ترجمہ: مرد اپنے گھر کا نگراں ہے، اس سے اہلِ خانہ کے متعلق سوال ہوگا۔

یہاں ''راع'' چرواہے کے لیے آتا ہے۔ مگر مقصد طعن نہیں، بلکہ ذمہ داری کی وضاحت ہے، جیسے کھیتی مثال عورت کی اہمیت اور مقام کی تشریح ہے، نہ کہ اہانت! عورت کو ''حرث'' کہنا، مقام گھٹانا نہیں، بلکہ اُس کی قدرتی، فطری اور بلند شان کی علامت ہے۔ اسلام نے عورت کو پیداوار، خاندان، نسل، محبت اور سکون کی بنیاد بتایا نہ کہ صرف لذت کا ذریعہ۔

(۳) مرد کو چار شادیوں کی اجازت اور عورت کا ایک شوہر کا پابند رہنا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ (النساء: 3) ترجمہ: نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش (پسند) آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ

دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، اس میں بے شمار حکمتیں ہیں، جو انسانی عقل مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ انصاف نہیں کہ مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہو، مگر عورت کو ایک ہی شوہر کے ساتھ رہنا پڑے۔ بعض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کو بھی بیک وقت کئی شوہر رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ یہ سوچ نہ صرف غلط (baseless) بلکہ غیر فطری (unnatural) ہے۔

ذرا تفصیل سے سمجھیں: آیت کے پس منظر کی تشریح: امام حسن بصری رحمہ اللہ کے مطابق، پہلے زمانے میں کچھ لوگ یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال کی لالچ میں نکاح کرتے تھے، حالانکہ دل میں اُن کی طرف رغبت نہ ہوتی۔ پھر اُن کے ساتھ ناانصافی کرتے اور اُن کی موت کے منتظر رہتے, اللہ تعالیٰ نے اس حرکت سے روکا اور عدل وانصاف کا حکم دیا۔ (صاوی، مدارک تحت آیت: النساء:3) یہ آیت "حکم" نہیں بلکہ "اجازت" ہے، وہ بھی عدل کے ساتھ, یعنی اگر مرد عدل نہیں کرسکتا تو اسے ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا ہوگا اور رہا سوال عورت کو متعدد شوہروں کی اجازت کیوں نہیں؟

جواب: (۱) نسب کی شناخت (Lineage issue): اگر عورت بیک وقت کئی شوہروں کے ساتھ تعلق رکھے تو بچے کا نسب (paternity) واضح نہیں رہتا۔ حمل کے دوران DNA سے تو باپ کا پتا چل سکتا ہے، مگر حمل سے پہلے اور دورانِ حمل تک عورت اور مرد دونوں کے درمیان تعلق کی پہچان کیسے ہوگی؟ مرد کی چار بیویاں ہوں، تب بھی ہر بچے کا باپ واضح ہوتا ہے، کیونکہ ایک مرد کا نطفہ ہوتا ہے۔

(۲) سماجی انصاف (Social Balance): کبھی بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، تو مرد کے لیے ایک سے زائد نکاح کی اجازت ان عورتوں کے لیے سہارا بنتی ہے، یہ استحصال (exploitation) نہیں بلکہ اصلاح (reform) ہے۔

(۳) فطری فرق (Biological difference): عورت حیض، حمل، ولادت اور نفاس جیسے مراحل سے گزرتی ہے، جس میں اسے ذہنی سکون، تحفظ اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ہی وقت میں کئی شوہروں کے ساتھ تعلق عورت کی جسمانی وذہنی صحت کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

(٤) اخلاقی خرابی (Moral breakdown): اگر عورتوں کو بھی مردوں کی طرح آزادی ملے تو معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہوجائے گا، کوئی نہیں جان پائے گا کس کا تعلق کس سے ہے، کیا کوئی شریف (honorable) انسان اس بات کو قبول کرے گا؟

(٥) مرد کی صلاحیت (Capacity of a man): مرد میں یہ جسمانی، ذہنی اور جذباتی طاقت ہوتی ہے کہ وہ ایک وقت میں چار بیویوں کے ساتھ تعلق اور بچوں کی ذمہ داری نبھا سکے اور سب کے ساتھ عدل کرسکے۔ جبکہ عورت کی فطری ساخت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

عجیب بات ہے کہ اعتراض کرنے والے اسلام پر تو انگلی اٹھاتے ہیں، لیکن خود ان کی تہذیب کی تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو کہیں زیادہ عجیب ہیں مہابھارت (Mahabharata) کے مطابق: 198 Chapters 195Adi Parva اور Chapters 6072 Sabha Parva میں دروپدی کی ایک ساتھ پانچ بھائیوں سے شادی ہوتی ہے۔ Sabha Section 6167 Parva میں یدھشٹھر اپنے بھائیوں کو جوئے میں ہارتا ہے، خود کو ہارتا ہے، پھر دروپدی کو بھی جوئے میں ہار دیتا ہے اور وہ زبردستی دربار میں لائی جاتی ہے، پھر اس کے شوہر بھی ایک نہیں 5 ہوتے ہیں، تو سوال یہ کہ "حقیقی شوہر" کون ہے؟ کس نے اسے "بانٹنے" کا حق دیا؟ کیا یہی عزت ہے؟

اسلام کی عظمت:

اسلام نے عورت کو مکمل تحفظ، وقار، شناخت اور عزت دی، اعتراض کرنے والے مغرب زدہ لوگ اسلام سے پہلے عورت کی پستی بھول جاتے ہیں اور آزادی کے نام پر ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے معاشرہ برباد ہوجائے، مرد کو چار شادیوں کی اجازت دینا عورت کے ساتھ زیادتی نہیں، بلکہ انصاف اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ عورت کو محدود رکھنا اس کی عزت، صحت اور اولاد کے تحفظ کے لیے ہے، نہ کہ کسی ظلم یا پابندی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ عقل

سلیم عطا فرمائے، آمین۔

(۴) اسلام میں مرد افضل اور عورت فضول لگتی ہیں، یہ کہنا کہ اسلام عورت کو کمتر سمجھتا ہے، سراسر غلط (baseless) اور بے بنیاد الزام ہے۔ اسلام وہ دین ہے جس نے عورت کو ذلت سے نکال کر عزت عطا کی، جبکہ آج کی مغربی تہذیب عورت کو مرد کے برابر کہہ کر اس کی نسوانیت چھین رہی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مرد اور عورت کو قدرت (Nature) نے ایک جیسا نہیں بنایا۔ اعضا، فطرت، مزاج، جسمانی ساخت سب مختلف ہیں۔ جب فطرت نے فرق رکھا تو انسان برابری کا شور کیوں کرے؟ مرد کے چہرے پر داڑھی آتی ہے، عورت کے نہیں، یہ بھی فرق ہے عورتوں کے بال لمبے اور گھنے ہوتے ہیں، مردوں کے نہیں۔ کچھ افراد فطری تقسیم کے خلاف چلتے ہیں لیکن اکثریت ہی معیار (standard) ہوتی ہے، کپڑے بھی فرق بتاتے ہیں۔

عورت کو پینٹ شرٹ پہنا دی گئی مگر مرد آج بھی لہنگا یا فراک پہن کر باہر نہیں نکلتا۔ کیوں؟ اگر برابری (equality) ہے تو دونوں برابر طریقے سے ملبوس کیوں نہیں؟ بچے عورت ہی کے ذریعے دنیا میں آتے ہیں، مگر اسی پر طنز؟ یہ تو عزت کی علامت ہے۔ قرآن کریم کیا کہتا ہے؟ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ ترجمہ: تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو {بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ: تم آپس میں ایک ہی ہو۔} اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہی ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ (خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۱/ ۳۳۸)

وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا۔ (النساء-۱۲٤) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تِل بھر (ذرہ برابر) نقصان نہ دیا جائے گا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (النحل-۹۷) ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیگ (اجر) دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔

اسلام کا معاشرتی اور روحانی نظام

اسلام نے عورت کو چار عظیم رشتوں میں عزت دی: (1) ماں: جس کے قدموں تلے جنت ہے۔ (2) بیٹی: جس کی پرورش جنت کا ذریعہ ہے۔ (3) بہن: جس کا خیال رکھنے پر ثواب ہے۔ (4) بیوی: جس کے ساتھ حسن سلوک ایمان کی علامت ہے۔ اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق (right to property)، تعلیم کا حق (right to education)، تجارت کا حق (right to business) اور عبادات میں مساوات (equality in worship) عطا کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہزاروں احادیث مروی ہیں۔ وہ فتویٰ بھی دیتی تھیں، علم میں ماہر تھیں، جنگ میں شریک ہوئیں اور امت کی راہنمائی کی۔ اسلام نے عورت کو ان تمام میدانوں میں عزت دی جہاں اس کی صلاحیت ہے۔ اسلام مرد و عورت کو ان کے فطری دائرے (natural roles) میں رکھ کر دونوں کی عزت و حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

کفار اور سیکولر ذہنیت کے اعتراضات صرف اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش ہیں، جن میں نہ کوئی حقیقت ہے، نہ توازن۔ ہر زمانے میں حق کو مٹانے کی کوشش ہوئی، مگر دینِ حق قائم رہا اور قائم رہے گا، اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو ہر باطل پر غالب فرمائے، آمین۔

(۵) اسلام میں عورت کی گواہی کو آدھی قرار دیا گیا۔ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو ہر شخص کے ساتھ اس کی فطرت، ذمہ داری اور کردار کے مطابق عدل کرتا ہے۔ عورت کی گواہی کا مسئلہ

اکثر تنقید کا نشانہ بنتا ہے کہ "اسلام عورت کو کم تر (inferior) سمجھتا ہے۔" آئیں اس اعتراض کا تجزیہ کرتے ہیں۔ عورت کی گواہی کے مسئلے پر سب سے بنیادی آیت سورۃ البقرہ کی آیت 282 ہے، جو اسلامی قانونِ شہادت کی اساس ہے: فَإِن لَّمۡ يَكُونَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٞ وَٱمۡرَأَتَانِ مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰ. ترجمہ: پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا وے۔

اس آیت کے نکات: (۱) یہ حکم مالی معاملات کے تناظر میں ہے۔ (۲) عورت کی گواہی کو "نصف" قرار دینے کا مقصد توہین یا تذلیل نہیں بلکہ احتیاط اور یادداشت کی ممکنہ کمزوری کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔ (۳) دو عورتوں کو رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا سکے، یہ معاونت کا نظام ہے، نہ کہ تحقیر۔

اسلامی قانون میں گواہی کی اقسام: (۱) مالی معاملات = ایک مرد + دو عورتیں۔ (۲) رضاعت، حیض، حمل، صرف ایک عورت کی گواہی کافی۔ (۳) حد زنا، حدود، صرف چار مرد (٤) نکاح، طلاق، فقہی اختلاف، اکثر کے نزدیک مرد یا دو مردوں کی گواہی معتبر۔

عقلی و فطری دلائل: (1) جذباتی فطرت: عورت نرم مزاج ہوتی ہے، بعض اوقات emotional pressure گواہی پر اثر ڈال سکتا ہے۔ (2) ذمہ داریاں: مرد کی ذمہ داری کمائی ہے، اس لیے مالی معاملات میں تجربہ رکھتا ہے۔ (3) عزت و حفاظت: اگر عورت سے زبردستی کروائی جائے، تو وہ گواہی بدل سکتی ہے، اس لیے اس کے ساتھ ایک مددگار رکھی گئی۔ (4) یادداشت: ماہرینِ نفسیات کے مطابق عورت emotional memory میں بہتر، اور مرد technical memory میں بہتر ہوتا ہے۔ اعتراض "یہ توہین ہے" نہیں، یہ عزت و تحفظ کی علامت ہے۔ عورت کو مجبور گواہ بننے سے بچایا گیا ہے۔"

آج کل کی عورت تعلیم یافتہ ہے "اسلام کے قوانین فرداً فرداً نہیں بلکہ عمومی انسانی فطرت (universal human nature) پر مبنی ہیں۔" یہ gender discrimination ہے "اگر ایسا ہوتا تو عورت کی گواہی ہر جگہ نا قابلِ قبول ہوتی۔ مگر بعض جگہ اس کی اکیلی گواہی کافی ہے یہی عدل (justice) ہے۔

مہابھارت میں دروپدی کا چیر ہرا کیا گیا اور سبھی مرد خاموش رہے۔ اگر عورت کو بولنے کا، سچ بتانے کا حق دیا گیا ہوتا تو تاریخ بدل جاتی۔ اسلام عورت کو گواہی کا حق دیتا ہے، مگر ساتھ تحفظ بھی دیتا ہے۔ اسلام عورت کی فطرت، ذہن اور کردار کے مطابق گواہی کا قانون بناتا ہے، یہ کمی نہیں، حفاظتی تدبیر (protective measure) ہے۔ جہاں عورت کو زیادہ علم یا تجربہ ہوتا ہے، وہاں اس کی اکیلی گواہی کافی ہے۔ دشمنوں کو حق بات سمجھنے کی توفیق ملے، آمین۔

(٦) حجاب یا پردے کا حکم عورت کی آزادی سلب کرتا ہے، آج کے جدید دور میں جہاں عورت کی آزادی (freedom) اور حقوق کا شور ہر طرف ہے، وہیں اسلامی حجاب پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ عورت کو محدود کرتا ہے، مگر سوال یہ ہے: کیا یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے یا محض غلط فہمی؟ قرآنی حکم: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسی طرح سورۃ النور میں رب العزت فرمایا: وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَ يَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ ۔ (سورۃ النور: 31) ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔

حجاب کا فلسفہ: قرآن خود بتاتا ہے: ذٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ۔ (الاحزاب: 59) ترجمہ: یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ یعنی حجاب عورت کو عزت

دیتا ہے اور بدنگاہی، چھیڑ چھاڑ، اور harassment سے بچاتا ہے۔

اسلام عورت کو صرف جسم نہیں، بلکہ مکمل باوقار شخصیت مانتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان۔ (ترمذی) ترجمہ: عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے، یعنی پردہ فتنوں سے بچاؤ ہے۔ بغیر پردے کے نکلنا خود عورت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے اور رہا سوال کیا حجاب ترقی میں رکاوٹ ہے؟ تاریخ گواہ ہے کہ پردے والی خواتین بھی علم و ترقی میں نمایاں رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہہ اور محدثہ تھیں، حضرت رفیدہ عدویہ پہلی مسلمان نرس تھیں، ام درداء، فاطمہ بنت قیس اور دیگر صحابیات علم و فہم میں ممتاز تھیں اور سب باپردہ تھیں۔

مغربی ماڈرن ازم عورت کو آزادی دیتا ہے، مگر اس آزادی کے پیچھے حقیقتاً اشتہار، ماڈلنگ، فیشن اور جسمانی نمائش ہوتی ہے، وہاں عورت کو "شے" (object) بننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جب کہ اسلام عورت کو عزت، وقار اور تحفظ دیتا ہے، اگر بغیر لباس رہنا آزادی ہے، تو اشتہاروں اور award shows میں عورت کا جسمانی استعمال کیا کہلائے گا؟ فطری طور پر انسان لباس کو وقار، تحفظ اور شرم کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ حجاب عورت کی عقل، کردار اور علم کو نمایاں کرتا ہے، نہ کہ اس کے جسم کو۔ جب پردے کی آیات نازل ہوئیں، مدینے کی عورتوں نے فوراً چادریں اوڑھ لیں۔ انہوں نے پردے کو پابندی نہیں، بلکہ اطاعتِ الٰہی اور عزت کا تاج سمجھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مہابھارت میں جب دروپدی کا چادر کھینچا گیا، تو پورا دربار خاموش رہا۔ اس وقت بھی ایک عورت کے لیے "پردہ" ہی عزت کی علامت تھا، تب بھی اور آج بھی۔ اسلامی حجاب کوئی جبر نہیں، بلکہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ عورت کی عزت، تحفظ، وقار، حیا اور آزادی کا ضامن ہے، وہ آزادی جو بے راہ روی سے پاک ہو۔ لہٰذا یہ اعتراض کہ "حجاب عورت کی آزادی سلب کرتا ہے" بے بنیاد، غیر منطقی اور تعصب پر مبنی ہے۔

عورت اگر اپنی عزت اور اصل مقام کو سمجھ لے، تو خود کہے گی: "حجاب نے مجھے چھپایا نہیں، بلکہ چمکایا ہے" انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں! اعتراضات کے گرد و غبار چھٹ چکے، جوابات کی روشنی دلوں کو منور کر چکی، اسلام کی عظمت اور عورتوں پر اس کے بے مثال احسانات اب پوری طرح آشکار ہو چکے۔

اب وقت ہے اُس حسین سوال کے جواب کا، جو ہر دل میں گونجتا ہے: اسلام نے عورت کو دیا ہی کیا ہے؟ تو سنو! اسلام نے عورت کو سب کچھ دیا ہے، جی ہاں! سب کچھ! اسلام وہ واحد دین حق ہے جس نے عورت کو: پستی سے بلندی، ذلت سے عزت، گمنامی سے پہچان، گھٹن سے آزادی، خوف سے تحفظ، کمتری سے برتری، نادانی سے دانائی، جہالت سے علم، بے کسی سے سہارا، محرومی سے وراثت، رنج سے سکون، بے قدری سے وقار، و مجبوری سے اختیار، ظلم سے عدل، زحمت سے نعمت اور اندھیرے سے نور عطا فرمایا! اسلام نے عورت کو ماں کے روپ میں عظمت، بیٹی کے روپ میں رحمت، بہن کے روپ میں شفقت اور بیوی کے روپ میں محبت اور شراکت کا مقام عطا فرمایا۔

ابھی مکمل بات نہیں ہوئی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سگِ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ عورتوں کو لے کر جو اسلام پر الزامات لگائے گئے ہیں سب کا جواب آپ تک پہنچائے گا، نیز یہ بتائے گا کہ عورت قبل اسلام کیا تھی اور بعد اسلام کیا ہے، اسلام نے عورت کو انسانیت کی اُس بلند چوٹی پر کھڑا کیا، جہاں سے دنیا کی ہر تہذیب، ہر قانون، ہر نظام کمتر نظر آتا ہے۔

یہ ہے وہ حسنِ اسلام، جو عورت کے وجود کو بوجھ نہیں، بلکہ باعثِ عزت و رحمت قرار دیتا ہے۔ ہر انسان کو چاہے مرد ہو یا عورت سب کو جو ملا میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے ملا۔ ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا وہ ہے جان جان سے ہے بقا وہی بن ہے بن سے ہی بار ہے۔

◆◆◆

از: سید غلام استرشاد القادری*

امت مسلمہ پریشان کیوں؟

نوخیز قلم

امت مسلمہ کی تاریخ کا اگر ہم نظر غائر سے جائزہ لیں تو ہمیں ایک عجیب تضاد دکھائی دیتا ہے۔ وہ امت جسے عزت و عظمت کا تاج پہنایا گیا یہ کہہ کر: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (ترجمۂ کنز الایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ سورہ آل عمران، آیت 110) وہ امت جسے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمنا و دعا سے کثرت نصیب ہوئی، وہ امت جس کے بارے میں فرمایا گیا: فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا) آج وہی امت دنیا کے نقشے پر ذلت، پستی اور رسوائی کا شکار دکھائی دیتی ہے۔

کبھی یہ امت فقر و فاقہ، تنگ دستی اور وسائل کی کمی کے باوجود دشمنانِ اسلام کے سامنے سیسہ پلائی دیوار تھی، آج جبکہ ہم تعداد میں اربوں، وسائل میں بے شمار، تعلیم و ترقی میں آگے نظر آتی ہیں۔ وہیں امت دنیا کے لیے عبرت کا نشان بنی بیٹھی ہے۔ عزت و وقار، جو کبھی اس امت کا طرۂ امتیاز تھا، اب ماضی کا خواب بن چکا ہے۔ یہ ایک سوالیہ نشان ہے جس کا جواب ہر صاحبِ ایمان کے دل کو جھنجھوڑتا ہے: آخر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وبال کیوں؟ کیوں آج کے مسلمان ذلت و پستی کا شکار ہیں؟ جب کہ ہر طرح کے مادی وسائل ان کے پاس موجود ہیں۔ آیئے! ہم ان اسباب کا جائزہ لیں جو اس زوال کے پیچھے چھپے ہیں، تاکہ ہم اپنے ماضی کو سمجھ سکیں، حال کی اصلاح کر سکیں اور ایک روشن مستقبل کی بنیاد رکھ سکیں۔

(۱) ایمان کی کمزوری اور اعمال کی خرابی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہمارے اکابر کے پاس وسائل کم تھے، طرح طرح کی رکاوٹوں کے بادل سایہ فگن تھے مگر ایمان کامل اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ۳۱۳ر ہزاروں پر تو کبھی صرف ۱۲ر ہزار ۴ر لاکھ پر غالب رہے ہیں، لیکن آج مسلمانوں کے پاس دولت، ٹیکنالوجی، سہولیات سب کچھ ہونے کے باوجود پستی کا شکار ہیں، وجہ اس کی ان کے دل سے اللہ کے خوف اور اخلاص کی دوری ہے اور ایمان میں اس قدر کمزوری ہے کہ کفر و ضلالت کا ہلکہ سا جھونکا بھی اسے مسلمانوں کے سینے سے نکال پھینکے اور اعمالِ صالحہ کی ہمارے اندر اس قدر کمی ہے کہ دوربین بھی حسرت بھری نظروں سے خالی پن کو دیکھتا ہے۔

اس لئے کہ اگر ہمارے دل میں ایمان کامل ہوتا تو ہم کامیاب و کامران ہوتے جیسا کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ اور رب کائنات نے پہلے ہی ایک آسان سا حکم بیان فرما دیا ہے: وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (سورۃ الشوریٰ، آیت 30) ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

اس آیت کا سیدھا مفہوم ہے: جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اگر ہمارے ایمان و اعمال ہمارے اکابر کی طرح ہوتے تو نہ ہم مغلوب ہوتے اور نہ ہی ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہوتا۔ ہم اگر صرف سلف صالحین کے روشن اور چمکدار رستے کو اپنا نشانِ راہ بناتے تو ہم ضرور بالضرور اس ذلت کے نرغے سے محفوظ رہتے۔ قرآن میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا: إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔ (سورہ محمد، آیت 7) اگر تم اللہ کے دین کی

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اس آیت کا مفہوم روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بلندی و کامیابی دین پر مضبوطی سے رہنے اس پر استقامت رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ اسلامی تاریخ کے اوارق شاہد ہیں۔

(۲) دنیا کی محبت اور موت کا خوف

جب مسلمان دنیا کی محبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور موت سے ڈرنے لگتے ہیں تو ان کے ہاتھ سے قیادت چھن جاتی ہے۔ وہ مغلوب ہوجاتے ہیں اور جو قومیں حق سے دور ہیں، وہ ان پر مسلط کردی جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس بات پر تنبیہ وتاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ قَالُوا أَوَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ (ابو داؤد) ترجمہ: قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے تھالی پر، صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم اس وقت کم ہوں گے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے، مگر سیلاب کے جھاگ کی طرح بے اثر۔

تمہیں دنیا کی محبت اور موت کا خوف لاحق ہوجائے گا۔ دنیا کی محبت کا مطلب یہ نہیں کہ مال یا نعمتیں رکھنا حرام ہے، بلکہ مصائب کا سامان اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ چیزیں انسان کے دل پر حاوی ہو ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (سورہ الحدید: 20)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ ترجمۂ کنز الایمان: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

جب دنیا مقصود بن جائے اور آخرت بھول جائے تو انسان صرف اپنے مفادات کی فکر کرتا ہے، وہ انصاف، قربانی اور صدق ووفا جیسے اسلامی معمولات ونظریات سے دور ہوجاتا ہے۔ ایک سچا مومن موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا ایک عارضی مقام ہے اور اصل کامیابی آخرت کی ہے، جو شخص موت سے ڈرتا ہے، وہ حق بات کہنے سے گھبراتا ہے، قربانی سے کتراتا ہے اور ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کرتا۔ یہی خوف امت کو بے حسی، غلامی اور زوال کی طرف لے جاتا ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان تعداد میں کروڑوں ہیں، مگر عالمی سطح پر بے اثر اور مغلوب ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی "وہن" (حبِ دنیا) ہے۔ ہمیں دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر آخرت کی فکر کو بیدار کرنا ہوگا۔ ہمیں دوبارہ اس جذبہ ایمانی کی طرف لوٹنا ہوگا جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو میدانِ بدر میں لے گیا، جس کے سبب حضرت سید الشہداء حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں اپنی اور اہل وعیال کی قربانی دی، دنیا کی محبت اور موت کا خوف ایک زہر ہے جو دلوں کو مضمحل، کردار کو کمزور، اور امت کو مغلوب بنا دیتا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اس زہر کا علاج کریں۔ تقویٰ، صبر، علم اور جہاد بالنفس کے ذریعے۔ تب ہی ہم اللہ کی مدد کے حقدار بنیں گے اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکیں گے۔

(۳) امت مسلمہ کے زوال اور علما وخانقاہوں کا کردار:

آج امت مسلمہ جس زوال، کمزوری اور بربادی کا شکار ہے، اس کی ذمہ داری صرف بیرونی طاقتوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ امت کو بربادی کی طرف لے جانے والے عوامل میں سب سے بڑا کردار ہماری اپنی صفوں میں موجود کمزور قیادت، غیر مؤثر علما اور باہمی اختلافات اور خانقاہوں کا دین و دنیا سے بے ربط ہونا ہے۔ اسلامی قیادت کا اولین معیار عدل، دیانت اور تقویٰ ہے قرآن وسنت میں قیادت کو امانت اور ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔

مگر آج مسلم دنیا میں قیادت عموماً وراثت، خاندانی نظام یا آمریت پر مبنی ہے، ذاتی مفاد، کرپشن اور غیر ملکی دباؤ کے تحت فیصلے کرتی ہے، امت کے اجتماعی مفاد مظلوم اقلیتوں کے لیے مؤثر قدم نہیں اٹھاتی، ایسی قیادت امت کی رہنمائی کرنے کے بجائے اس کی پستی و ہزیمت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ وہ علما جو قیادت کی صفِ اول میں امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتے تھے، یا

تومصلحت کے شکار ہیں یا آپسی رنجش اور تعصّبات میں الجھے ہوئے ہیں۔

آج کے علما کا رویہ اعتدال سے ہٹ کر یا تو مصلحت پسندی میں ڈوبا ہوا ہے یا انتہا پسندی کی طرف مائل ہے۔ اسلامی تاریخ میں علما کا کردار روشنی کا مینار رہا ہے، مگر عصر حاضر میں ان کی اکثریت دو گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک وہ علما جو ظالم حکمرانوں کے حق میں فتوے دیتے ہیں اور حق بات کہنے سے گریز کرتے ہیں۔ کثیر علما نے حق بات کہنے سے یا تو مصلحت کے نام پر خاموشی اختیار کر لی یا وقت کے حکمرانوں کی خوشنودی میں وہ لب سلے رکھے جو کبھی منبر سے گرجا کرتے تھے۔

آج وہ علماء شاذ و نادر ہیں جو اس آیت قرآنی کے مستحق بن سکیں: اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ (الاحزاب: 39) (جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور صرف اللہ سے ڈرتے ہیں، کسی سے نہیں۔) دوسرے وہ علما جنہوں نے خود کو محض مناظروں اور رد وقدح کی حد تک محدود کر لیا ہے یقیناً یہ چیزیں ضرور اہم اور دین متین کا عظیم حصہ ہیں، لیکن عملی میدان میں امت کی رہنمائی سے کنارہ کشی اختیار کرنا نہایت مضر و نقصان دہ ہے اور امت کو بربادی کی آگ میں جھونک دینا ہے۔ بہت سے علما نے دین کو فقط ظاہری عبادات تک محدود کر دیا، جبکہ اسلام معیشت، سیاست، معاشرت اور جہاد جیسے شعبوں میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔

رہیں ہماری خانقاہیں تو جب ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کے موجودہ حالات پر زبان برملا یہ کہہ اٹھتی ہے نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری ضرور بالضرور ہماری خانقاہیں ہماری قیادت کے لئے ایک اہم پلیٹ فارم اور امت کو جوڑنے کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہیں اور ماضی کی طرح ہمیں قائد دے کر ہماری ڈوبتی ہوئی نیا پار لگا سکتی ہیں، لیکن افسوس صد افسوس آج اکثر خانقاہیں روحانیت سے ہٹ کر رسم پروری، شخصیت پرستی، مال اندوزی اور سیاسی خاموشی میں ملوث ہوگئی ہیں، تصوف کو صرف وظائف اور چلّوں تک محدود کر دیا گیا ہے۔ جبکہ حقیقی تصوف باطنی اصلاح، صبر، عدل اور قربانی کی تعلیم دیتا ہے۔

خانقاہیں کبھی دلوں کی تطہیر اور کردار سازی کا مرکز ہوا کرتی تھیں اور ہم نے ماضی میں انہی خانقاہوں میں ایسی عظیم شخصیات کو جنم لیتے دیکھا ہے جن کے احسانات امت پر درخت کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں۔ چاہے دنیاوی فتنے ہوں یا آسمانی آزمائشیں اور چاہے ظلم کسی بھی شکل میں سامنے آیا ہو، انہی مردانِ حق نے اپنے علم، تقویٰ اور خدا داد صلاحیتوں سے اس کا مقابلہ کیا، امت کی رہنمائی کی اور باطل قوتوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے جس کی تازہ ترین مثال ہم شبیہ حضور غوث اعظم مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہیں اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جب روحانیت سے دنیا کٹ جائے اور سماجی شعور سے عاری ہو جائے، تو وہ بے اثر بن جاتی ہے۔

آج اگر امت کو زوال سے نکلنا ہے، تو ہمیں اسی خانقاہی روح، خلوص اور باطن کی طاقت کو از سرِ نو زندہ کرنا ہوگا، تاکہ ہم پھر سے وہ کردار ادا کر سکیں جو ہمارے اسلاف نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی نیت محمودہ کے ساتھ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور یک زبان و یک خیال ہو کر دنیا کو اتحاد کا پیغام دیں اسی میں دین و دنیا کی ترقیاتی منازل مخفی ہیں۔

کڑوا سچ تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کی اس بدحالی و سخت رسوائی کا سبب محض بیرونی سازشیں یا معاشی رکاوٹیں نہیں، بلکہ اس کے پیچھے اصل وجہ ہماری اپنی اندرونی کوتاہیاں کارفرما ہیں ایمان کی کمزوری، اعمال سے غفلت، قیادت کی بے بصیرتی، علمائے کرام کی مصلحت آمیز خاموشی اور خانقاہوں کا روحانیت سے خالی ہوکر محض رسم و رواج کا مرکز بن جانا ہے جب تک ہم ان اسباب کو جڑ سے ختم نہیں کرتے، تب تک عزت، قیادت اور کامیابی صرف خواب ہی رہیں گے۔

بقیہ ص ۳۷/ پر

آتش ظلم کا بھڑکنا کیا بتا رہا ہے

(از: مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی
مفتی فخر از ہر دار الافتاء والقضاء ہاسپیٹ و جے نگر

آتش ظلم و بربریت اور ناانصافی کا بھڑکنا کیا بتا رہا ہے کہ وہ پورے چمن کو جلا کر خاکستر کر دے گا، نشان گلزار کو بھی بے نشان بنا دے گا، یہ تیز و تند شعلے خرمن عدل و انصاف کی ہریالیوں کو نگل جائیں گے، صداقت و سچائی کی فضاؤں کو مسموم بنا دیں گے، ہرگز ایسا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہوگا: البتہ اہل خرد کا یہ اصول و ضابطہ رہا ہے کہ وہ موسم کا منہ نہیں تکتے، بلکہ آثار طوفان دیکھ کر ہی بیدار ہو جاتے ہیں اور تباہی و بربادی اور ہلاکت خیزیوں سے بچنے کا سامان تیار کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

طوفان برپا ہونے اور آشیانے کے اجڑنے سے قبل ہی اس کے رخ کو موڑ دینے کے اسباب وعلل مہیا کر لیتے ہیں اور وقت آنے پر ضرر رسانی کے سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس یہ دیکھا گیا ہے کہ جب آگ بھڑکتی ہے اور بھڑکتی چلی جاتی ہے اور اپنے آخری حد پر پہنچ جاتی تو اس کے گل ہو جانے اور فنائیت کے گھاٹ اتر جانے کا وقت قریب آجاتا ہے شاید یہ ظلم وستم۔

موجودہ جور و جفا ناانصافی وحق تلفی اور مضرت رسانی بتا رہی ہے کہ اب اس کے دم توڑنے اور نیست و نابود ہونے کی گھڑی آن پہنچی ہے، یہ مثل مشہور ہے کہ ظلم کی شاخ ہمیشہ ہری نہیں رہتی، یعنی ایک نہ ایک دن اسے خشک ہونا ہی پڑتا ہے، اس کی حیات دیرپا نہیں ہوتی، مدت قلیل ہی میں اسے رخت سفر باندھنا پڑتا ہے اور بہت زیادہ اودھم مچا کر اپنے آثار وجود کو بھی مٹا ڈالتا ہے، یہاں تک کہ قصۂ پارینہ بن کر رہ جاتا ہے، پھر تو لوگ افسانوی انداز میں بطور کہانی بیان کرتے ہیں۔

جبکہ امن وشانتی، عدل وانصاف، صدق وصفا، عشق ووفا اور حق وحقیقت کی حیات بڑی لمبی ہوتی ہے، اس کا شجر جلد خشک نہیں ہوتا ہے، اس چمن کا گلاب لاجواب مرجھا کر بھی ناپید نہیں ہوتا، اس کی خوشبوئیں برقرار رہتی ہیں جس سے مشام جاں معطر و معنبر ہوتا ہی رہتا ہے، وہ لازوال ہوتا ہے جس کی لذتیں برسوں تک محسوس کی جاتی ہیں اور لوگ اسے بطور نصیحت وعبرت بیان کرتے ہیں۔

حالات کے تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زوال کی میعاد بہت کم باقی ہے کیونکہ ظلم اپنی انتہا کو پہنچ چکا، بربریت نقطۂ عروج پر گامزن ہے، جور و جفا اپنی ساری سیمائیں پار رچکا ہے، ہر قدم پر اقلیتی طبقہ کو مشق ستم بنایا جارہا ہے، بے وجہ سلاخوں کے پیچھے دھکیلا جارہا ہے، مالی وتجارتی طور پر اسے کمزور کیا جارہا ہے، جس سے روشن ہے کہ اس کی تباہی لازم ہے۔ ؎

زلزلہ بے سبب عالم میں نہیں آتا
کوئی بے تاب تہہ خاک تڑپتا ہوگا

◆◆◆

متصوفین اور آرٹی فیشل صوفیا

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی
استاذ: دار العلوم فیضان اشرف باسنی، ناگور

عہد حاضر میں تصوف اور صوفیانہ تعلیمات کے نام پر متصوفین اور آرٹیفیشل صوفیا کا ایک طبقہ مارکیٹ میں اتر چکا ہے۔ یہ طبقہ علم وعمل کی دنیا کا بالکل ہی قائل نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ ملا مولوی کی نماز اور ہوتی ہے اور ہماری نماز اور ہوتی ہے گویا انھوں نے نماز کو بھی ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی کارستانیوں اور حماقتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس پر قدغن لگانے کی سخت ضرورت ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ مبادیات شرع سے عاری یہ جہلا ہم چنیں دیگرے نیست کے خام خبط میں مبتلا رہتے ہیں اور دعوے ایسے کرتے ہیں گویا اس صدی کے پاک باز اور طاہر و مطہر نفوس یہی ہیں۔ ان کی حالت زار پر افسوس ہوتا ہے مگر ان سے زیادہ افسوس ان لوگوں پر ہوتا ہے جو علمی اور روحانی دنیا میں سچی مچی ٹھیک ٹھاک مرتبہ رکھنے کے باوصف ان جہلا کے قصیدے

پڑھتے ہیں یا کم از کم ان کی ہفوات سے کف لسان کیے ہوئے ہیں جب کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ جیسے عارف باللہ سے جب پوچھا گیا کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اب ہمیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ہم پہنچ چکے ہیں تو حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے برجستہ جواب عنایت فرمایا کہ:

''نعم، قد صدقوا، ولکن این وصلوا! وصلوا الی سقر۔ یعنی ایسے خبطی اور شیطانوں کے اچکے ہوئے لوگ اپنے دعوے میں حق بجانب ہیں مگر ان سے پوچھا تو جائے کہ وہ پہنچے کہاں ہیں؟ سنو! وہ لوگ کہیں اور نہیں، دوزخ کے دروازے تک پہنچ چکے ہیں۔''

ایسے سٹیک اور بے لاگ لپیٹ والے جوابات کی آج بھی سخت ضرورت ہے، ورنہ ان سفہا اور بدایات تصوف سے نا آشنا لوگوں کی یہ خرافات اور من مانیاں تصوف کی حقیقت اور باطنی دنیا کی طہارت و پاکیزگی پر سوالیہ نشان کھڑا کرنے میں اہم رول پلے کرے گی۔

بزرگان دین کے عرس و اعراس میں ان کی ایک تعداد ہوتی ہے جو ہمیں گردش کرتی اور ڈیرے ڈالے نظر آتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ صاحب مزار کی تعلیمات سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے، محض ہوس کی تکمیل اور ذہنی و جسمانی تعیش کے لیے صاحب مزار کے نام کا مس یوز کرتے ہیں۔ نفس پرستی اور ہوس پرستی ہی ان کی کل کائنات ہے جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا کہ:

''لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ یعنی تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کی جملہ خواہشات شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔''

گویا اس حدیث پاک سے اشارۃ النص کے طور پر ہمیں یہ اشارہ بھی مل گیا کہ کسی کو پرکھنے اور جانچنے کا معیار ہمارے پاس صرف شریعت مطہرہ ہے اگر کوئی شخص شرع پاک کے مقرر کردہ خطوط پر اپنی حیات مستعار کو گامزن کیے ہوئے ہے تو ہمیں اس کی شخصیت سو جان سے قبول ہے بصورت دیگر ہماری نظر میں اس کی حیثیت ایک تنکے کی سی ہے:

''وان کان یطیر فی الھواء ویمشی علی البحر۔ اگرچہ وہ شخص خلاؤں میں پرواز کرتا ہو اور سمندروں کے سینوں کو روندتا ہو۔''

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین ملت امام احمد رضا خان ارشاد فرماتے ہیں: حاشا! نہ شریعت و طریقت دو راہیں ہیں، نہ اولیا کبھی غیر علما ہو سکتے ہیں، علامہ مناوی ''شرح جامع صغیر'' پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی ''حدیقہ ندیہ'' میں فرماتے ہیں: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''علم الباطن لا یعرفہ إلاّ من عرف علم الظاھر۔''

(الحدیقۃ الندیہ، النوع الثانی، ج۱، ص۱۶۵)

علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''وما اتخذ اللہ ولیاً جاھلاً۔ اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا، یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اس کے بعد ولی کیا۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۵۳۰)

◆◆◆

خطرۂ ہستی سوز

از: غلام مصطفیٰ رضوی
رکن نوری مشن مالیگاؤں

حالات کی نزاکت اہلِ فہم پر مخفی نہیں؛ ہر سُو فرقتوں کے بازار گرم ہیں؛ شوکتِ اسلامی کی بحالی کے لیے ایک راہ بچی ہے؛ وہ حصولِ علم کی ہے؛ جس کا بنیادی مصدر علومِ اسلامیہ ہیں، جس کے ذریعے بلند چوٹیوں پر کامیابیوں کے پھریرے لہرائے جاسکتے ہیں، ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (سابق سربراہ اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مسلمانوں کے لیے

مختصرات

بیداری کا پیغام دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کاش! اب بھی مسلمان بیدار و متنبہ ہوں اور ان متبرک ہستیوں کے سینہ میں جو زر و جواہر کا خزینہ مکنون ہے اور وہ صرف انھیں مسلمانوں کی بے بہا میراث ہے، اسے تہ خاک ہونے سے بچالیں، تو ان کی قومیت کچھ دنوں تک اور بھی بقا کا فیض پا سکے گی، ورنہ جب یہ آفتاب غروب ہو جائے گا تو پھر تاریک شب کی سیاہی مسلمانانِ ہند کی قومیت پر ایسی چھا جائے گی کہ چراغ و شمع کا تو کیا ذکر برقی روشنیاں بھی ان کے خط و خال اور شکل و صورت کو عیاں نہ کر سکیں گی، یہ ایک ایسا خطرہ ہستی سوز ہے جسے ہر ذی فہم نے محسوس کیا ہے۔“

(السبیل، ص ۱۸-۱۹)

پروفیسر موصوف نے جھنجھوڑا ہے؛ خواب سے بیدار کیا ہے؛ ایسے وقت میں جب کہ ملک پر انگریز قابض تھے؛ مذہبی روایات کو کچلا جا رہا تھا؛ شعار اسلامی پر حملے تھے؛ اعلیٰ حضرت اور ان جیسے علمائے حق چاہتے تھے کہ مسلمان شمع علم دین سے استفادہ کر کے کامیابیوں کے اُجالے پھیلائیں؛ یہی رخ اعلیٰ حضرت کے شاگرد پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے مذکورہ اقتباس میں اُجاگر کیا ہے۔

آج کے حالات ایک صدی قبل جو حالات تھے، اُس سے زیادہ نازک ہیں؛ ضرورت تدابیر اختیار کر کے اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی ہے۔

◆◆◆

ص ۹۴ ر کا بقیہ ....

فیوضہم نے اپنا صدارتی خطبہ پیش فرمایا، آپ نے کہا: صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی زندگی تفقہ فی الدین سے عبارت تھی، جس پر فقہی انسائیکلو پیڈیا بہار شریعت بین ثبوت ہے، آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ قومی و ملی، تبلیغی و تدریسی، تحریری و تصنیفی میدانوں میں صرف فرمایا، تاہم ان خدمات میں خدمت تعلیم و تدریس سب سے نمایاں رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور میں ایک عظیم ماہر تعلیم کی حیثیت سے متعارف رہے، آپ نے متعدد درسگاہوں کو زینت بخشی اور ہزاروں کی تعداد میں طلبہ کی ٹیم تیار کی مگر ان میں دو شاگرد بڑے بافیض ثابت ہوئے جن میں سے ایک عظیم ذات ابوالفیض حضور حافظ ملت محدث مبارک پوری کی ہے اور دوسری اہم شخصیت علامہ سردار احمد پٹیل محدث اعظم پاکستان کی ہے۔

اول الذکر نے ہندوستان میں علمی دھوم مچائی اور ہزاروں شاگرد پیدا کیے جن کے تلامذۃ آج ملک و بیرون ملک ہزاروں درسگاہوں کی زینت ہیں اور دوسرے تلمیذ رشید نے پڑوسی ملک کو اپنے تلامذہ سے روشن فرمادیا گویا آج ہند و پاک اور دیگر ایشیائی ممالک میں اساتذہ و معلّمین کی جو جماعت پائی جاتی ہے، ان سے اکثر و بیشتر دو یا چند واسطوں سے صدر الشریعہ کے شاگرد ہوتے ہیں، اسی لیے ہر سال اس تاریخ کو یوم اساتذہ کے طور پر منایا جاتا ہے اور اس تاریخ کو طلبہ اپنے اپنے اساتذہ کی خدمت میں گلدستے اور تحائف پیش کر کے ان سے دعائیں لیتے ہیں اور صدر الشریعہ کی بارگاہ میں اپنی محبت و عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں حضور صدر الشریعہ کی بے پناہ مقبولیت تھی جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنی موجودگی ہی میں حضور صدر الشریعہ کو پورے ملک ہندوستان کا چیف قاضی مقرر فرمادیا تھا، بعدہ طلبہ یونین کے صدر حضرت مولانا انس رضا امجدی کھڑے ہوئے اور اساتذہ کی خدمت میں پھول اور تحائف پیش کرنے کا اعلان کیا، بعدہ صلاۃ و سلام اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہ کی خصوصی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس جشن میں عوام اہل سنت کے علاوہ ریسرچ سینٹر کے تمام شعبہ جات کے اساتذہ و طلبہ شریک تھے، بالخصوص فقیہ عصر حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی صدر المدرسین ادارہ ہذا، حضرت مولانا عرفان رضا قادری استاذ شعبۂ اطفال ادارہ ہذا، حضرت حافظ و قاری محمد جیش گلشن آبادی استاذ شعبہ حفظ و قرات ادارہ ہذا، حضرت مولانا چراغ عالم نعیمی و حضرت مولانا انس رضا امجدی اور حضرت مولانا ابرار رضا امجدی وغیرہم ریسرچ اسکالرس ادارہ ہذا۔

رپوٹ: شیخ عبید رضا حنفی

متعلم درجۂ تخصص فی الفقہ، امام احمد رضا ریسرچ سینٹر ناسک

منظومات

جن کی قسمت میں طیبہ میں گھر ہو گئے

(از: منصور محوّر، ڈیہہ پور، کھیری ٹاؤن، کھیری، یوپی

جو فدایانِ خیر البشر ہو گئے
تا ابد کے لئے وہ امر ہو گئے

جن کی نعلین آقا سے نسبت جڑی
دو جہاں کے وہی تاجور ہو گئے

ظلمتِ کفر اب کیا تیرا کام ہے
نور والے نبی جلوہ گر ہو گئے

لا مکاں کے مکیں جب بنے مصطفیٰ
چاند تارے بھی گردِ سفر ہو گئے

ہاں، وہی رشکِ جنّت ہیں اے مومنو
جن کی قسمت میں طیبہ میں گھر ہو گئے

رب کی نصرت ملی اکثریت مٹی
سرخرو بدر میں مختصر ہو گئے

ان کی شانِ شفاعت نے بخشا مجھے
میرے اعمال جب بے ثمر ہو گئے

اپنی تقدیر محوّر سنورنے لگی
جب سے ہم حکمتِ دین پر ہو گئے

گلزارِ دیں میں برگ وثمر آپ ہی سے ہے

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی، بانکا، بہار

ایمان، علم، فکر ونظر آپ ہی سے ہے
شاداب زندگی کا شجر آپ ہی سے ہے

باغِ جناں کی رونقیں ممنون آپ کی
گلزارِ دیں میں برگ وثمر آپ ہی سے ہے

ظلم وستم کے قصر میں طاری ہے زلزلہ
ایوانِ کفر زیر وزبر آپ ہی سے ہے

ایمان وعدل آپ سے پھیلے جہان میں
کفر وجفا کی ٹوٹی کمر آپ ہی سے ہے

بقیہ ص ۴۶ پر

اتقیا کی شان تھے اختر رضا خان ازہری

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، کیلیفورنیا، امریکہ

ا
اتقیا کی شان تھے اختر رضا خان ازہری
اتقا کی جان تھے اختر رضا خان ازہری

خ
خوگر احقاقِ حق اور رضا کے فکر کی
خاص اک پہچان تھے اختر رضا خان ازہری

ت
تابشِ چرخِ مہارت نازشِ شعر وسخن
تحفہ رحمان تھے اختر رضا خان ازہری

ر
راستی سے تھی محبت کذب سے تھی نفرتیں
رہبرِ ذی شان تھے اختر رضا خان ازہری

ر
رات دن فکرِ رضا کی نشر میں تھے مستعد
رہروِ ایمان تھے اختر رضا خان ازہری

ض
ضو نظر آتی تھی ان سے نسبت اسلاف کی
ضامن فیضان تھے اختر رضا خان ازہری

ا
امر بالمعروف وہ تا زندگی کرتے رہے
امن کے ارمان تھے اختر رضا خان ازہری

خ
خواب حضرت حجۃ الاسلام کی تعبیر تھے
خیر کے عنوان تھے اختر رضا خان ازہری

ا
آسمانِ علم وفن کے نیرِ تاباں تھے وہ
آیتِ عرفان تھے اختر رضا خان ازہری

ن
نت نئے مشکل مسائل ان سے حل ہوتے رہے
نظم اور میزان تھے اختر رضا خان ازہری

ا
ابر رحمت ذات تھی ان کی برائے سنیت
اجر کے سامان تھے اختر رضا خان ازہری

ز
زیر ہو کر رہ گئیں باطل کی ساری سازشیں
زندہ دل انسان تھے اختر رضا خان ازہری

ہ
ہستی ان کی نعمت رب تھی ہمارے واسطے
ہدیہ احسان تھے اختر رضا خان ازہری

ر
راج کرتے تھے دلوں میں سیکڑوں انسان کے
رمز حق کی کان تھے اختر رضا خان ازہری

ی
یاد ان کی کیسے مٹ سکتی ہے قدسی قلب سے
یاورِ ذیشان تھے اختر رضا خان ازہری

منظومات

بہارِ حقیقت ہیں تاجُ الشریعہ

(از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک، اڑیسہ

قرارِ طریقت ہیں تاجُ الشریعہ
بہارِ حقیقت ہیں تاجُ الشریعہ

ادب کی امانت ہیں تاجُ الشریعہ
ضیائے فصاحت ہیں تاجُ الشریعہ

ہر اک شخص دنیا کا یہ کہہ رہا ہے
سراپا محبت ہیں تاجُ الشریعہ

شریعت کی دنیا میں چرچا یہی ہے
کہ جانِ شرافت ہیں تاجُ الشریعہ

سبھی کو دیا پیار اختر رضا نے
اُنو کی طبیعت ہیں تاجُ الشریعہ

بقائے شریعت مقدم تھی ان کو
وقارِ شریعت ہیں تاجُ الشریعہ

وہ کملی کا فتویٰ یہی کہہ رہا ہے
فرازِ عقیدت ہیں تاجُ الشریعہ

پڑھو ان کی سیرت، یہ تم جان لوگے
رہ استقامت ہیں تاجُ الشریعہ

ادائیں ہیں ان کی بہت پیاری پیاری
نشاطِ نزاکت ہیں تاجُ الشریعہ

ہوئیں صادر ان سے کراماتِ عینیؔ
نشانِ کرامت ہیں تاجُ الشریعہ

ہے گلِ تر تو رضا کا مرشدی اختر رضا

(از: قاری محمد نعیم الدین قادری، رحمن گنج، بارہ بنکی

ہے گلِ تر تو رضا کا مرشدی اختر رضا
تجھ سے مہکا ہے زمانہ مرشدی اختر رضا

روضۂ انور تمہارا مرشدی اختر رضا
خوب لگتا ہے سہانا مرشدی اختر

حسنِ صورت حسنِ سیرت پارسائی میں کہیں
ہے نہیں ثانی تمہارا مرشدی اختر رضا

عکس روئے حجۃ الاسلام ہے، اس پر مزید
مفتیِ اعظم کا پیارا مرشدی اختر رضا

کر رہی ہے جس سے دنیا استفادہ آج بھی
وہ ہے تیرا علمی چشمہ مرشدی اختر رضا

قائدِ ملت کے چہرے میں ہے رقصاں کس قدر
آپ کا نورانی جلوہ مرشدی اختر رضا

طالبانِ علم و فن سیراب ہوتے ہیں جہاں
وہ ادارہ ہے ترا یا مرشدی اختر رضا

تو ولی ابن ولی ہے، تیرے در کی خاک میں
ہر مرض کی ہے دوا یا مرشدی اختر رضا

ناز کرتا ہے زمانہ جس کے علم و فضل پر
وہ رضا کا ہے دلارا مرشدی اختر رضا

بستی بستی قریہ قریہ تیرے نامِ پاک کا
لگ رہا ہے خوب نعرہ مرشدی اختر رضا

فضلِ رب العالمیں اور شاہِ بطحا کے طفیل
آپ ہیں مہمانِ کعبہ، مرشدی اختر رضا

مسلکِ احمد رضا پر وہ رہے گا گامزن
آپ کا جو ہے دوانہ مرشدی اختر رضا

اس نعیمؔ قادری کو بھی عطا کر دیجیے
اپنے لعلوں کا اتارا مرشدی اختر رضا

ہے جب محبوب محبوبِ خدا تاج الشریعہ کا

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری برہم پور نیپال

کوئی کیا لکھ سکے گا مرتبہ تاج الشریعہ کا
ہے جب محبوب محبوبِ خدا تاج الشریعہ کا

یقیناً یہ دعائے مفتیِ اعظم کی برکت ہے
لقب اختر رضا کو جو ملا تاج الشریعہ کا

اسے دونوں جہاں کی نعمتیں رب نے عطا کر دیں
دوانہ جو بھی دنیا میں ہوا تاج الشریعہ کا

غم وآلام نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے
مرے احباب چھیڑوں تذکرہ تاج الشریعہ کا

وہاں سے بدعقیدوں کی جماعت بھاگ جاتی تھی
جہاں سے گزرتا قافلہ تاج الشریعہ کا

چلو دیوانوں عرس پاک ہم مل کر مناتے ہیں
کہ موقع عرس کا پھر آ گیا تاج الشریعہ کا

اے فیضی تشنگان دیں جہاں سیراب ہوتے ہیں
بریلی میں ہے وہ اک میکدہ تاج الشریعہ کا

اے صبا آ کر سنا دے داستان ازہری

از: مفتی محمد ارشد نعیمی قادری، ککرالہ، بدایوں

اے صبا آ کر سنا دے داستان ازہری
گوش بر آواز ہیں سب عاشقان ازہری

تم بتاؤ کیا بتائیں تم کو شان ازہری
ہر بلندی سے ہے اونچا آسمان ازہری

ان کی عظمت کو گھٹائے کوئی بھی ممکن نہیں
جب شہ بغداد خود ہیں پاسبان ازہری

کاش ہو جائیں تعصب کی ردائیں تار تار
اور مہکائے دلوں کو گلستان ازہری

اہل سنت کا ہے مجمع یا کہ سیلاب عظیم
وقت رحلت کہہ اٹھے وابستگان ازہری

عاشقو آؤ یہاں خیرات لینے نور کی
نور کا بقعہ بنا ہے آستان ازہری

مسلک احمد رضا کی ترجمانی کے لئے
یا خدا قائم رہے یہ کاروان ازہری

اس قدر بخشی ہے عزت رب نے ان کی ذات کو
دیکھ کر حیرت زدہ ہیں دشمنان ازہری

کور چشموں کو نظر کیا آئیں گے فضل وکمال
اہل ازہر جانتے ہیں عز وشان ازہری

شہرت تاج الشریعہ دیکھ کر اس دہر میں
رہ نہیں سکتے سکوں سے باغیان ازہری

اس سے بڑھ کر ہو گی کیا مقبولیت ارشد میاں
ہر طرف چھائے ہوئے ہیں مدح خوان ازہری

اہل حق کے لب پہ تیرا نام ہے اختر رضا

از: پھول محمد نعمت رضوی، برہم پوری سرلاہی نیپال

چاروں جانب تیری شہرت عام ہے اختر رضا
اہل حق کے لب پہ تیرا نام ہے اختر رضا

یہ بھی فیض مفتی اعظم کا ہے عکس جمیل
عاشقوں پر جو ترا اکرام ہے اختر رضا

تیرے علم وفضل کا سارا جہاں ہے معترف
رب کی جانب سے حسیں انعام ہے اختر رضا

میرے مرشد کا زمانے میں کوئی ثانی نہیں
ہے لقب تاج الشریعہ نام ہے اختر رضا

اعلیٰ حضرت کی امانت کے امیں بس آپ ہیں
قول فیصل آپ کا پیغام ہے اختر رضا

آپ کی عظمت کا شہرہ دیکھ کر اس دھر میں
ہر مخالف آپ کا ناکام ہے اختر رضا

نعمتؔ رضوی کے زخموں کے مدوا آپ ہیں
آپ کے دم سے اسے آرام ہے اختر رضا

سلام اے غوث کے نائب، رضا کے ظِلِّ روحانی

از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ مصباحی، مسقط عمان

سلام اے مرشدِ کامل، سلام اے شیخِ لاثانی
سلام اے سیدی تاج الشریعہ فیضِ یزدانی

جمالِ حجۃ الاسلام، عکسِ مفتی اعظم
سلام اے غوث کے نائب، رضا کے ظِلِّ روحانی

سجے ہیں چرخِ حکمت پر ترے افکار کے تارے
دلوں کو نور دیتی ہے ترے جلوؤں کی تابانی

علومِ اعلیٰ حضرت کا خزینہ تیرا سینہ ہے
سلام اے سیدی اختر، ضیاے بزمِ عرفانی

بقیہ ص ۵۳ / پر

عرس حضور تاج الشریعہ اور پیغام فخر مالوہ

شب منگل شہر اندور مالوہ، اہلسنت نورانی محمدی مسجد چندن نگر میں عرس حضور سیدی مرشدی تاج الشریعہ منایا گیا، اپنے محسن کو یاد کرنا اوران کی دینی وملی خدمات سے نئی نسل کو آگاہ کرنا زندہ قوموں کی علامت ہے، اسلافِ کرام اور بزرگانِ دین کی خوبیوں کا تذکرہ ہمیں آگے بڑھنے کا حوصلہ بخشتا ہے اور دین و دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

عالم اسلام کی عبقری شخصیت مقتدائے اہل سنت حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ مرشد کامل حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کا عرس آج پوری دنیائے سنیت میں بڑے اہتمام وعقیدت کے ساتھ منایا جارہا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ اہل سنت کا بچہ بچہ آپ کے نام اور کارناموں سے واقف ہے۔ آپ کی پچاس سالہ دینی وملی، علمی اور روحانی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں، ماضی قریب کے علما و مشائخ اہل سنت میں آپ کو بہت سارے امتیازات حاصل ہیں۔ آپ صحیح معنوں میں وارثِ علوم امام احمد رضا اور جانشینِ مفتی اعظم ہند تھے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق دس کروڑ سے زائد افراد آپ سے بیعت و ارادت کا شرف رکھتے ہیں، جن میں علمائے کرام کی بھاری تعداد موجود ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے پوری دنیا میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کو متعارف کرایا اور اپنے تمام تر عالمانہ جاہ وجلال کے ساتھ دینی تصلب کو عام و تام کیا۔ ان باتوں کا تذکرہ حضور فخر مالوہ، آل رسول خلیفۂ حضور جمال ملت وحضور سلطان العلماء وشہزادۂ حضور فاتح بلگرام شریف، علامہ مولانا حافظ وقاری مفتی سید محمد صابر علی صاحب قبلہ رضوی واسطی مصباحی (مفتی شہر اندور) نے کیا اور فرمایا کہ مالوہ اندور والے خوش نصیب ہیں کہ شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت، حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور آپ کے نواسوں اور خلفا کی تبلیغ اور ان کے علمی فیضان سے پورہ مالوہ مالا مال ہے۔

آپ عوام اہل سنت کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی۔ آپ نے اپنے پیغام میں کہا کہ عرس حضور تاج الشریعہ منانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی تعلیمات و ہدایات کو ہم اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے اندر دینی تصلب پیدا کریں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور گمراہوں اور بدعقیدوں سے دور رہیں۔

رپورٹ: سید محمد علی رضوی امجدی
استاذ برکات سادات عربک کالج گرین پارک کالونی اندور

ناسک میں عرس صدرالشریعہ و یوم اساتذہ

پچھلے سالوں کی طرح امسال بھی ریاست مہاراشٹر ضلع ناسک کے مفتی ساز ادارہ امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر و جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ناسک کے زیر اہتمام مورخہ ۲/ ذی قعدہ ۱۴۴۶ھ مطابق یکم مئی ۲۰۲۵ء بمقام میرج کرنگر ہال، وڈالا روڈ ناسک بعد نماز مغرب تا عشا عرس صدرالشریعہ و یوم اساتذہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا جس کی صدارت محقق عصر، نازش علم و فن، مفتی اہل سنن حضرت ابوالاختر مفتی مشتاق احمد امجدی نے فرمائی، نظامت کے فرائض عالم نبیل فدائے حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا عرفان رضا قادری نے انجام دیئے۔

محفل کا آغاز اجتماعی قرآن خوانی سے ہوا بعدہ ریسرچ سینٹر کے مختلف شعبہ جات کے معزز طلبہ نے اپنی مترنم آواز میں نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے، نعت ومنقبت کے بعد ریسرچ سینٹر کے نومنتخب ریسرچ اسکالر حضرت مولانا چراغ عالم نعیمی سعدی کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا، آپ نے بڑے سنجیدہ اور پسندیدہ لب ولہجہ میں حیات صدرالشریعہ کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کیا، آپ نے اپنے خطاب میں کہا: آپ کی حیات درخشندہ کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے پوری زندگی مختلف جہات سے خدمت خلق کے لیے وقف کر دی تھی جس کا دنیاوی انعام یہ ہے کہ آج ہر عاشق رسول کی زبان پر آپ کا چرچا عام ہے۔

بعدہ صدر محترم حضرت مفتی صاحب دامت بقیہ ص ۹۰ / پر

JULY-2025 Rs. 30/-

محرم الحرام ۱۴۴۷ھ جولائی ۲۰۲۵ء

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

والدین کی خدمت کا صلہ
ایٹمی طاقت اور اس کی اہمیت
ایران اور اسرائیل جنگ

مدرسوں پر تالا بندی! ایک جائزہ
شاگرد و استاذ کے مابین رشتۂ محبت
وفا کے باغ میں میرا حسین زندہ ہے
تجارت! احادیث کی روشنی میں
حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید

فاتح کربلا! صبر و استقلال کا عظیم پیکر
نکاح! نسل انسانی کے صلاح و فلاح کا ضامن
مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ
علمائے کرام کاروبار اور ہنر بھی اپنائیں

تعلیم، صحت اور کفالت! ایک روشن مستقبل کی ضمانت
تاجدار اہل سنت کی شخصیت! قرآن و حدیث کی روشنی میں
حدیث ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی حقیقت و حیثیت
سنیت کی علامت / جشن غدیر خم منانا کیوں جائز نہیں؟
کیا فلسطین میں جنگ بندی ہوگی؟ / امام کی کفالت قوم کی اجتماعی ذمہ داری

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ | Vol. 10
محرم الحرام ۱۴۴۷ھ | جولائی ۲۰۲۵ء
شمارہ نمبر ۷ | Issue No. 7

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۱۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

مہمان اداریہ

مدرسوں پر تالا بندی! ایک جائزہ

گذشتہ کئی مہینوں سے اتراکھنڈ میں مدارس کے خلاف سرکاری مہم چل رہی ہے۔ اس مہم کے تحت اب تک دو سو سے زائد مدرسے بند کیے جا چکے ہیں۔ جس رفتار سے یہ مہم جاری ہے امید ہے دیگر مدرسے بھی جلد ہی تالا بندی کا شکار ہو جائیں گے۔ حکومت کے اس اقدام کے خلاف جمیعۃ علماے ہند نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ درخواست قبول ہوئی، صوبائی گورنمنٹ کو نوٹس بھی جاری ہوا لیکن تا حال مزید شنوائی نہیں ہو سکی جس کے باعث اہل مدارس سخت آزمائش کا شکار ہیں۔

تالا بندی کیوں؟

اتراکھنڈ سمیت پورے بھارت میں چلنے والے مدرسے دو طرح کے ہیں:

1 مسلمانوں کے زیر انتظام ادارے

2 حکومتی بورڈ سے منظور شدہ ادارے

جن اداروں کا نصاب و انتظام براہ راست مسلمانوں کے کنٹرول میں ہے، انہیں اداروں کو حکومت کی طرف سے اویدھ [अवैध] یعنی غیر قانونی کہا جا رہا ہے، حکومتی بورڈ سے منظور شدہ مدارس کی تعداد 460 جب کہ مسلم منتظمہ مدارس کی تعداد لگ بھگ 500 بتائی جاتی ہے۔ یہی پانچ سو مدارس حکومتی جانچ کے دائرے میں ہیں۔ حکومت کی جانب سے مذکورہ مدارس کے خلاف درج ذیل الزامات عائد کیے جا رہے ہیں:

طلبہ کا ریکارڈ نہ ہونا

آمدنی کے ذرائع کا پتا نہ ہونا

آمد و خرچ کی تفصیل نہ ملنا

اس کے علاوہ سیاسی نوعیت کے اونے پونے الزامات بھی لگائے جا رہے ہیں، جو حقیقت کم اور سیاسی پروپیگنڈہ زیادہ ہیں۔ جن کا بنیادی مقصد خاص اہداف حاصل کرنا ہے۔ اس لیے روہنگیا، بنگلہ دیشی ٹائپ الزام بھی اچھالے جا رہے ہیں۔

الزامات کی حقیقت

مدرسوں میں دو طرح کے طلبہ ہوتے ہیں، ایک وہ جو جز وقتی تعلیم حاصل کرتے ہیں، ایسے طلبہ ناظرہ قرآن اور دینیات و اردو وغیرہ سیکھتے ہیں، دوسرے قسم میں وہ طلبہ ہیں جو کل وقتی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ طلبہ حفظ قرآن، قرأت قرآن اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

الزام نمبر ایک کی حقیقت

تقریباً سبھی مدارس میں دونوں طرح کے طلبہ کا رجسٹر میں اندراج ہوتا ہے۔ شاید باید ہی ایسے ادارے ہوں جہاں طلبہ کا ریکارڈ نہ رکھا جاتا ہو۔ گذشتہ کچھ وقتوں سے تسلسل کے ساتھ اہل مدارس سارے طلبہ و اساتذہ کا ریکارڈ ایل آئی یو (LIU) کے توسط سے حکومت تک پہنچاتے آ رہے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ مسلم منتظمہ مدارس میں طلبہ کا ریکارڈ نہیں ہوتا، بالکل بے بنیاد الزام ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

الزام نمبر دو کی حقیقت

مسلم زیر انتظام اداروں کا مالی انحصار مسلمانوں کی امداد اور عوامی چندے پر ہوتا ہے۔ رمضان اور دیگر مواقع پر مسلمانوں کی امداد جمع کی جاتی ہے اور اسی سے سال بھر کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ زکاۃ و امداد کی ادائیگی اور وصولی خالص مذہبی نوعیت کی ہوتی ہے، اس لیے سبھی اداروں میں باضابطہ چندہ دہندگان کی رسیدیں بنائی جاتی ہیں۔ جو امداد مشترکہ طور پر وصول ہوتی ہے اسے بھی اجتماعی چندے کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ باضابطہ سارے چندے کا حساب لکھا بھی جاتا ہے اور عوام الناس کے سامنے پیش بھی کیا جاتا ہے۔ یہی زکاۃ و امداد مدرسوں کی آمدنی کے بنیادی ذرائع ہیں۔ سالوں سے مدارس انہیں ذرائع آمدنی کے سہارے چل رہے ہیں۔ یہ پہلو اہل مدارس نے کبھی چھپایا نہ آج اسے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ بارہا مدرسوں کی آمدنی کی تحقیق و تصدیق کی گئی لیکن ذریعہ آمدنی وہی نکلا جسے ہم نے بیان کیا۔ آج بھی حکومت کسی بھی ادارے کا ذریعہ آمدنی چیک کرلے، وہ مسلمانوں کی امداد اور عوامی چندہ ہی نکلے گا۔

الزام نمبر تین کی حقیقت

حساب و کتاب کی تفصیل نہ ملنے کی بابت اتنا کہنا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ سبھی مدارس میں آمد و خرچ کے آڈٹ کا نظام نہیں ہوتا، مگر تقریباً سبھی اداروں میں اندرونی سطح پر آمد و خرچ کا سارا حساب و کتاب لکھا جاتا ہے۔ حساب و کتاب کے بعد سارا پیسہ بینکوں میں جمع کر دیا جاتا ہے اور ماہ بہ ماہ بینکوں ہی سے رقم نکال کر مدارس کی ضرورتوں پر خرچ کی جاتی ہے اس طرح بغیر آڈٹ ہی سہی indirectly آمد و خرچ کی ساری تفصیل حکومت کے علم میں آ ہی جاتی ہے۔ آڈٹ سے غفلت بھی کسی چھپاؤ یا خوف کی نہیں بل کہ سماجی مزاج کی بنیاد پر ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں ابھی تک کاروباری لائن میں بھی صد فیصد آڈٹ کا مزاج نہیں بن پایا ہے تو اہل مدارس ہی پر الزام کیوں؟ پھر یہ مدارس دیہات اور قصبوں تک پھیلے ہوئے ہیں اور قصبات و دیہات میں آڈٹ کا عمومی مزاج نہیں ہے۔

اس فکر سے کوئی دکان دار اچھوتا ہے نہ کوئی کاروباری! اس لیے آڈٹ کے ذریعے آمد و خرچ کی پوری تفصیل براہ راست بھلے ہی حکومت کو نہیں مل پاتی لیکن بالواسطہ ساری تفصیل حکومت تک پہنچا دی جاتی ہے۔ پھر چونکہ مسلم منتظمہ ادارے عوامی ادارے ہوتے ہیں، جو براہ راست کسی سرکاری محکمہ سے متعلق نہیں ہیں، اس لیے بھی کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں ہے کہ فلاں محکمہ میں سالانہ آمد و خرچ کا حساب جمع کرنا ہے۔ اگر حکومت اس ضمن میں کوئی ضابطہ بناتی ہے تو اہل مدارس کو عمل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ مدرسے اویدھ کیوں؟ مسلم منتظمہ کے تحت چلنے والے مدرسوں کو حکومت کی جانب سے اویدھ کہ کر ان کی سماجی حیثیت کو مشکوک اور داغ دار بنایا جا رہا ہے۔ اویدھ کا مطلب غیر قانونی ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ مدارس پوری طرح قانونی حق کے تحت قائم ہیں۔ دستور ہند کے بنیادی حقوق کی دفعہ (1)30 کے تحت ہر مذہبی کمیونٹی کو اپنی زبان کے مطابق مذہبی تعلیمی ادارے قائم کرنے کا قانونی حق حاصل ہے۔ جیسا کہ دستور ہند کے بنیادی حقوق کے تحت لکھا ہے:

"All minorities, whether based on religion or language, shall have the right to establish and administer educational institutions of their choice"

(constitution of India page 14)

یعنی تمام اقلیتوں کو، چاہے وہ مذہب کی بنیاد پر ہوں یا زبان کی بنیاد پر، یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان کا انتظام کریں۔

اس دفعہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ مذہبی اداروں کا قیام اور انتظام اقلیتوں کا بنیادی حق ہے، مسلم آبادیوں میں جتنے بھی مدارس دینیہ قائم اور منتظم ہیں وہ اسی قانونی حق کی بنیاد پر ہیں۔ اس دستوری تحفظ کے باوجود مذہبی اداروں کو اویدھ کہنا کہاں تک بقیہ ص ۱۶ / پر

از: مولانا محمد فہیم جیلانی مصباحی*

تعلیم، صحت اور کفالت ایک روشن مستقبل کی ضمانت

ایک مہذب معاشرہ اپنی تعمیر وترقی کے لیے جن ستونوں پر انحصار کرتا ہے، ان میں تعلیم اور فلاحِ عامہ کے ادارے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک انسان جب زندگی کی راہوں پر پہلا قدم رکھتا ہے تو اسے سب سے پہلے تعلیم education، تربیت اور صحت کی سہولیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹی علم وشعور کی روشنی پھیلانے والے مراکز ہیں، جبکہ اسپتال جسمانی تندرستی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح یتیم خانے اُن بچوں کے لیے اُمید کی کرن بن کر ابھرتے ہیں جو والدین کے سائے سے محروم ہو کر معاشرے کی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ تمام ادارے نہ صرف فرد کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ ایک باوقار، مہذب اور ترقی یافتہ قوم کی تشکیل میں بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ قومیں صرف وسائل سے نہیں، نظریات، نظم وضبط اور اداروں سے بنتی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے تعلیم، صحت اور فلاح و بہبود کو اہمیت دی، وہی دنیا کی قیادت کرتی رہیں۔ دوسری طرف جو قومیں اس میدان میں پیچھے رہ گئیں، وہ تاریخ کے حاشیوں میں دفن ہو گئیں۔ آج اگر ہم دنیا کی کامیاب قوموں پر نظر ڈالیں، تو ایک نمایاں حقیقت سامنے آتی ہے: ان کے پاس مضبوط، خودمختار اور بااعتماد ادارے موجود ہیں، جن میں کالجز، اسپتال، لائبریریاں، یتیم خانے اور تحقیقی مراکز شامل ہیں۔

ادارے! قوم کی ریڑھ کی ہڈی

یورپ، امریکہ، جاپان، چین یا دیگر ترقی یافتہ ممالک کی مثال لیں، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ: ان کے تعلیمی ادارے (اسکول، کالج، یونیورسٹیاں) تحقیق، تخلیق اور رہنمائی کے مراکز ہیں۔ ان کے اسپتال ہر فرد کو صحت کی بنیادی سہولیات مہیا کرتے ہیں، چاہے وہ غریب ہو یا امیر۔ ان کے یتیم خانے صرف پناہ گاہیں نہیں، بلکہ تربیت گاہیں ہیں، جہاں یتیم بچے معاشرے کا باعزت حصہ بنتے ہیں۔ ان کی لائبریریاں علم ودانش کے خزانے ہیں، جو ہر شہری کے لیے کھلے ہوتے ہیں۔ یہی ادارے وہ بنیاد فراہم کرتے ہیں جن پر افراد ترقی کرتے ہیں اور افراد جب ترقی کرتے ہیں تو قومیں بنتی ہیں۔

امتِ مسلمہ کی موجودہ صورتِ حال

المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس آج دولت ہے، افراد ہیں، صلاحیتیں بھی موجود ہیں، لیکن ادارے نہیں ہیں، ہم فضول خرچی، نمائشی تقاریب، مہنگی شادیوں اور غیر ضروری تعیّشات پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں، لیکن اپنی بچیوں کے لیے ایک محفوظ اسکول نہیں بناتے۔ غریب مسلمان علاج کی سہولت نہ ملنے کے باعث سسک سسک کر مر جاتا ہے، لیکن اسپتال بنانے کا شعور نہیں۔ ہزاروں یتیم بچے گلیوں میں بھٹکتے ہیں، لیکن ہم یتیم خانوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ہماری لائبریریاں بند ہو چکی ہیں اور نوجوان وقت کا زیادہ تر حصہ فضول مشاغل میں برباد کر رہے ہیں۔

دوسری قوموں کا ادارہ جاتی شعور

دوسری قومیں جب اسکول بناتی ہیں تو وہ صرف عمارتیں نہیں ہوتیں، بلکہ نظریہ بناتی ہیں۔ وہ اسپتال (hospital) بناتے ہیں، تاکہ ہر شہری کو صحت کا حق ملے، وہ یتیم خانہ بناتے ہیں، تاکہ یتیم بچے جرم، غربت اور ذلت سے بچ سکیں، وہ لائبریریاں بناتے ہیں، تاکہ ان کی نسلیں کتاب دوست ہوں، سوچنے والی ہوں، نئی نئی چیزوں کو ایجاد کرنے والی ہو، اسی شعور اور ادارہ جاتی ذمہ داری نے انہیں دنیا کی قیادت دی۔ ان کا ہر ادارہ ان کے قومی وجود کا

*مضمون نگار معصوم پور، مراد آباد کے متوطن ہیں۔

محافظ ہے، جب کہ ہمارا اجتماعی نظام بکھرا ہوا ہے۔

دینی نقطۂ نظر

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے، تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے، اور تعلیم ہی وہ زینہ ہے جس سے فرد اور قوم ترقی کی بلندیاں چھوتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد ہی علم پر رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا پہلا لفظ "اِقْرَأْ۔ یعنی پڑھ" ہے۔

یہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اسلام میں علم حاصل کرنا صرف فضیلت نہیں، بلکہ فرض ہے، آج کے دور میں مدارس، اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز وہ ادارے ہیں جہاں بچے، نوجوان اور بالغ افراد علم و ہنر سیکھتے ہیں، دنیا و دین کی راہ پاتے ہیں اور معاشرے کا مفید فرد بنتے ہیں۔ ان اداروں کی اہمیت کو قرآن و حدیث سے اجاگر کرنا، ہمارے تعلیمی رویے کو اسلامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

قرآن مجید میں علم کی اہمیت

”اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔“ (سورۃ العلق:1)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی پہلی دعوت ”پڑھنے“ سے شروع ہوئی۔

”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ اے محبوب! آپ فرما دیجیے: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔“ (سورۃ الزمر:9)

علم والے افراد کو قرآن نے ممتاز اور اعلیٰ قرار دیا:

”يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا، اللہ تعالیٰ خود اہلِ علم کو درجات میں بلندی دیتا ہے۔“ (سورۃ المجادلہ:11)

احادیثِ نبوی ﷺ میں تعلیم کی ترغیب

”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔“ (سنن ابن ماجہ:224)

”مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ۔ جو شخص علم کے راستے پر چلتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔“ (صحیح مسلم:2699)

علم کے حصول کا ہر راستہ دراصل جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ کے بدلے تعلیم دینے کا معاہدہ کیا، یعنی تعلیم کی اہمیت قیدیوں کی رہائی سے بڑھ کر سمجھی گئی۔

اسلامی تاریخ میں تعلیم اور ادارے

نبی ﷺ نے مسجدِ نبوی کو مرکزِ تعلیم بنایا، خلفائے راشدین کے دور میں مکتب، مدرسے اور علمی حلقے وجود میں آئے، بنو امیہ و بنو عباس کے دور میں جامعات، لائبریریاں، دارالحکمت اور تحقیقاتی مراکز قائم کیے گئے۔ اندلس (اسپین) میں قرطبہ کی یونیورسٹی دنیا کی بہترین یونیورسٹی تھی جہاں مسلمان و غیر مسلم طلبہ پڑھتے تھے۔ یتیم یعنی معاشرے کے کمزور، محروم، نادار اور بے سہارا طبقات کا مقام سب سے زیادہ اہم اور حساس ہے۔ ایک ایسا بچہ جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہو، جو محبت، رہنمائی اور حفاظت سے محروم ہو گیا ہو، اسلام نے ہمیں اس کے سر پر دستِ شفقت رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

آج کے دور میں جب معاشرتی نظام خودغرضی اور مادہ پرستی کی دلدل میں پھنس چکا ہے، ایسے میں یتیم خانے انسانیت کے درد اور اسلامی تعلیمات پر عمل کا بہترین ذریعہ ہیں۔ لیکن صرف ادارے بنانا کافی نہیں، بلکہ ان کے انتظام، معیار، اخلاقی تربیت اور اخلاص کے ساتھ خدمت کرنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

قرآن و حدیث میں یتیموں کا مقام

”فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔“ (سورۃ الضحیٰ:9)

”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے۔“ (سورۃ البقرہ:220)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين۔ میں اور یتیم کی

کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔" (صحیح بخاری)

اسی طرح شفا خانے قائم کرنا، مریضوں کا علاج کرنا اور بیماریوں سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر اور سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ قرآنِ مجید نے بیماری اور شفا کا تصور واضح انداز میں پیش کیا ہے:

"وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ) ہی مجھے شفا دیتا ہے۔" (الشفاء: سورہ الشعراء، 80)

یہ آیت بتاتی ہے کہ شفا اللہ کے اختیار میں ہے، لیکن اسباب اختیار کرنا سنت ہے۔ شفا خانے انہی اسباب میں سے ایک ہیں۔ مزید فرمایا:

"وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔" (البقرہ: 195)

یعنی بیماری کا علاج نہ کروانا یا طبی سہولتوں کو نظر انداز کرنا دین کی روح کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ نے بیماری، علاج اور طبی خدمات سے متعلق کئی واضح اور جامع احادیث ارشاد فرمائیں:

"تَدَاوَوْا عِبَادَ اللهِ فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً۔ اللہ کے بندو! علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری، جس کا علاج نہ نازل فرمایا ہو۔"

(سنن ترمذی، حدیث: 2038)

"مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے، کچھ لوگ اسے جانتے ہیں اور کچھ نہیں۔" (صحیح بخاری و مسلم)

یہ احادیث نہ صرف علاج کی ترغیب دیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں شفا خانہ

رسول اللہ ﷺ نے خود میدانِ جنگ میں خواتین صحابیات کو طبی خدمات کے لیے مقرر فرمایا، جن میں حضرت رفیدہ، حضرت ام عطیہ اور دیگر شامل تھیں، حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے مسجد نبوی کے قریب خیمہ لگا کر مجروح صحابہ کا علاج کیا، آپ ﷺ نے ان کے خیمے کو منظوری دی، جو اسلامی تاریخ کا پہلا باقاعدہ شفا خانہ (فیلڈ ہسپتال) تھا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں طبی خدمت، شفا خانے اور صحت عامہ کے اصول ایک منظم دینی شعور کا حصہ ہیں۔ غریبوں کے لیے فری یا کم خرچ اسپتال قائم کرنا۔ شہروں کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں بھی طبّی سہولیات مہیا کرنا۔

خواتین کے لیے الگ وارڈز، لیڈی ڈاکٹرز، زچہ بچہ سنٹرز قائم کریں صدقہ جاریہ کے طور پر دوائیں، آلات، ایمبولینسیں (ambulance) مہیا کرنا، یاد رکھیں کہ یہ وہ باتیں کہ جن کے ذریعہ کسی جان بچانے میں مدد کی جاسکتی ہے اور جس نے ایک جان کو بچایا، گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمان عالیشان مرقوم ہے:

"مَنْ أَحْيَا نَفْسًا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔

(سورۃ المائدہ: 32)

عملی تجاویز

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ترجیحات کو درست کریں۔ بجائے فضول خرچی کے، ہم اپنے محلّے، گاؤں، یا شہر میں ایک اسکول، ایک اسپتال، ایک لائبریری، یا ایک یتیم خانہ قائم کریں، علما، تاجر، نوجوان، اساتذہ اور والدین سب مل کر ایسا نظام بنائیں جو خود کفیل اور با اعتماد ہو۔ دین اور دنیا کے امتزاج سے ایسا متوازن تعلیمی نظام بنایا جائے جو ایمان و کردار کے ساتھ صلاحیت بھی بخشے، با اثر اور صاحبِ حیثیت افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کو منظم طریقے سے ان اداروں کی بنیاد رکھنے اور چلانے پر خرچ کریں۔

اس کے لیے قابل اعتماد کمیٹیاں اور نگرانی کے نظام قائم کیے جائیں تا کہ شفافیت برقرار رہے، کیونکہ اسلامی تاریخ میں بیت المال، دار الشفاء، دار العلوم، دار الکتب (لائبریری) جیسے ادارے زندہ مثالیں ہیں جن سے ساری دنیا نے سیکھا۔ جیسا کہ خلافت

راشدہ اور بعد کے اسلامی ادوار میں تعلیم وصحت پر خاص توجہ دی گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بیت المال سے نہ صرف یتیموں اور مسکینوں کی کفالت کی جاتی تھی بلکہ تعلیمی ادارے، مسافر خانے اور شفاخانے بھی قائم کیے گئے تھے، بغداد کی ''بیت الحکمہ'' اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں مسلمانوں کی علمی عظمت کی روشن مثالیں ہیں، ہمیں اسی روش کو برقرار رکھنا ہوگا۔ ◆◆◆

ص ۱۹ رکا بقیہ ....

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِینُ مَعَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَاءِ. ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر بروز حشر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔'' (جامع الترمذی الحدیث: 1209)

اس سے معلوم ہوا کہ تجارت اگر سچائی اور امانت کے معیار کے مطابق کی جائے تو یہ اخروی عمل بن جائے گی، اس کے برعکس بے ایمانی اور جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو ایسے تاجر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی احکام پر عمل کرنے سے ہمارا سارا کاروبار معاذ اللہ ٹھپ ہو جائے گا، ہم معاشی اعتبار سے بہت پیچھے رہ جائیں گے، وغیرہ وغیرہ! وہ در اصل اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہیں۔

الحاصل: یاد رہے کہ جب تک کسی معاشرہ کے معاشی اور مالی معاملات مناسب اصول وضوابط کے پابند نہ ہوں، اُس وقت تک اس معاشرہ کی منصفانہ تشکیل ممکن نہیں ہوسکتی، لہٰذا اگر ہم تجارت کے ذریعہ معاشرہ کی معیشت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو ان جامع اصولوں کی پیروی کرنا پڑے گی جن کا شریعت اسلامیہ تقاضہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں تجارت کی سوجھ بوجھ کی توفیق بخشے، آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ ....

میں وسعت ہو اور امام پھر بھی تنگ حال ہو، تو یہ کمیٹی کی شرعی غفلت اور اجتماعی گناہ ہے۔

3 کمیٹی کے افراد قیامت کے دن اس سوال کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے: کیا تم نے دین کے خادم کو بھوکا رہنے دیا؟

آج کا المیہ

دنیا بھر میں ہزاروں امام حضرات انتہائی قلیل تنخواہ پر گزر بسر کر رہے ہیں، انہیں نہ سوشل سیکیورٹی حاصل ہے، نہ میڈیکل سہولت، نہ ان کے بچوں کی تعلیم کا نظام! بہت سے علما وائمہ قرض میں ڈوبے ہوتے ہیں، لیکن صبر کر کے خودکشی جیسے حرام فعل سے بچتے ہیں۔ لیکن جب حالات حد سے گزر جائیں، تو کمزور انسان ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال کرنے کا وقت

مسجد کی سیلنگ، اے سی اور لائٹنگ پر لاکھوں خرچ ہو سکتے ہیں، لیکن امام کی تنخواہ 5 ہزار؟ کیا دین کے خادم کی اتنی بھی قدر نہیں کہ وہ عزت کے ساتھ روٹی کھا سکے؟

ہماری ذمہ داری

1 امام کی معقول تنخواہ مقرر کریں (کم از کم 20-15 ہزار یا مقامی معیار کے مطابق)

2 بیماری، شادی، کرائے یا تعلیم میں معاونت کریں۔

3 اگر مسجد کی آمدنی کم ہو تو علاقے کے اہل خیر حضرات سے امام کا ماہانہ وظیفہ طے کرائیں۔

4 ہر سال جائزہ لیں کہ امام کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں یا نہیں۔

عوام کے لیے پیغام

اگر امام کی خدمت میں کمیٹی کوتاہی کرے، تو آپ خاموش نہ رہیں، بلکہ آواز بلند کریں، سوال کریں اور انصاف کا مطالبہ کریں۔ یہ مسجدیں خوبصورت عمارتوں سے نہیں، بلکہ نیک اماموں سے آباد رہتی ہیں۔

آخر میں

مولانا شاہنواز انصاری کی موت ہمیں جھنجھوڑتی ہے: کیا ہم واقعی دین کے خادموں کی عزت کرتے ہیں؟ اگر نہیں، تو یاد رکھیں! مسجد کمیٹی کے ساتھ ساتھ ہماری خاموشی بھی اس جرم میں شریک ہے۔

◆◆◆

از: علامہ سید اولا د رسول قدسی*

والدین کی خدمت کا صلہ

اسلامیات

ایک بار تین اشخاص نے طلبِ معاش کی خاطر رخت سفر باندھا۔ اثنائے سفر اس قدر موسلا دھار بارش ہوئی کہ راستہ چلنا دشوار سے دشوار تر ہوگیا۔ سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ جلد از جلد کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں فوری طور پر پناہ لے لی جائے۔ ابھی وہ اسی کش مکش میں تھے کہ ناگہاں انھیں ایک غار نظر آیا۔ بڑی تیزی کے ساتھ چل کر وہ تینوں اس غار میں پناہ گزیں ہوگئے۔ ابھی کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ یک بیک ایک بڑی سی چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر رک گئی۔ نتیجتاً غار کا منہ بالکلیہ بند ہوگیا، چاروں طرف تاریکیاں ہی تاریکیاں چھا گئیں۔ انتہائی خوف و ہراس کا عالم متصادم ہوگیا۔ تینوں بے حد ہراساں و پریشاں اس بلائے ناگہانی سے نجات پانے کی ترکیب سوچنے لگے۔ بالآخر تینوں اشخاص نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مصیبت سے رستگاری صرف اور صرف قادرِ مطلق ہی دے سکتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔

لہٰذا ایسا کیوں نہ کریں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے ذہن پر زور ڈالے اور اپنے ماضی کا تجزیہ کرے اور یاد کرنے کی کوشش کرے کہ اس کی زندگی میں کون سا عمل سب سے اچھا ہے۔ جس عمل کو للٰہیت کے ساتھ محض رب کی رضا جوئی کی خاطر کیا ہو اس عمل کا واسطہ دے کر ہم میں سے ہر ایک ربِ قدیر کی بارگاہِ بے نیاز میں بطریقِ الحاح استغاثہ والتجا کرے تو امید واثق ہے کہ خالقِ کائنات ہمیں اس حسنِ عمل کے صدقے اس کرب و اضطراب سے رہائی عطا فرمائے گا۔

یکا یک تینوں اشخاص سوچوں کے بحرِ ذخّار میں غوطہ زن ہوگئے اور اپنے اعمال کے محاسبہ میں مستغرق ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے اپنی زندگی کا ایک انتہائی عبرت ناک اور سبق آموز واقعہ بیان کیا کہ میرے والدین کریمین ضعیف العمر تھے۔ میں ان کی خدمت کو اوّلین فرض سمجھتا تھا۔ میری انتھک کوشش یہ ہوتی تھی کہ حاشا وکلاّ کبھی بھی ان کی خدمت میں مجھ سے ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ ہو۔ میرا معمول تھا کہ روزانہ شام کو جب میں تھکا ہارا کسبِ معاش سے فارغ ہو کر لوٹتا تو سب سے پہلے حتیٰ کہ اپنے بچوں سے بھی پہلے اپنے والدین کی بارگاہ میں دودھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔ میرے والدین بڑے شوق اور چاؤ سے دودھ نوش فرماتے اور مجھ پر دعاؤں کی موسلا دھار بارش فرماتے۔ مجھے ان کے دعائیہ کلمات سے کس قدر مسرت و شادمانی حاصل ہوتی تھی میرے اندر تاب و تواں نہیں کہ میں انھیں الفاظ کے پیکر میں ڈھال سکوں۔ سچ تو یہ تھا کہ مجھے اس عظیم خدمت سے اس قدر تسکین و طمانیت کی دولت فراہم ہوتی تھی کہ میں دن بھر کی زہرہ گداز تکان کو یکسر بھول جاتا اور پھر میں شب بھر بے حد اطمینان و سکون کی نیند کی راحت بخش آغوش میں چلا جاتا۔

مگر ایک بار ایک عجیب و غریب دل دوز اور روح فرسا سانحہ پیش آگیا۔ ہوا یوں کہ ایک رات مجھے گھر لوٹنے میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ چاروں طرف سناٹوں کا پہرہ بیٹھا ہوا تھا۔ گھر پہنچتے ہی حسبِ معمول جب میں دودھ کا پیالہ لے کر اپنے مشفق والدین کی بارگاہ میں پہنچا تو یہ دیکھ کر میرے ہوش و حواس اڑ گئے، میرے اوسان خطا ہوگئے، میرے پاؤں سے زمین کھسک گئی کہ دونوں نیند کی آغوش میں جا چکے تھے۔ میں انتہائی کشمکش اور گومگو کی کیفیت سے دوچار تھا۔ سوچ نہیں پا رہا تھا کہ کروں تو کیا کروں۔ اگر میں واپس اپنے بستر پہ چلا جاتا ہوں اور مجھ پر نیند غالب آگئی اور اسی اثنا میں

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

والدین کریمین کی آنکھیں کھل گئیں تو پھر کیا ہوگا۔ میں اس وقت انتہائی کرب واضطراب کے عالم میں تھا۔ میرا دماغ تفکرات کی آگ میں جھلستا جارہا تھا۔ معاً میرے ضمیر سے آواز آئی خواہ کچھ بھی ہوجائے مجھے اپنی نیند کی پرواہ کیے بغیر اپنے والدین کے سرہانے یوں ہی بدستور کھڑے رہ کر اس وقت تک انتظار کرنا ہے جب تک کہ ان کی آنکھیں نہ کھل جائیں، جوں ہی وہ بیدار ہوں گے میں ان کی خدمت میں دودھ پیش کرکے سرخروئی سے ہمکنار ہوجاؤں گا۔

میں ان کی بیداری کے انتظار میں اپنے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لیے پوری رات ان کے سرہانے کھڑا رہا اور وہ محوِ استراحت رہے۔ یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ نمودار ہوگیا نہ وہ بیدار ہوئے اور نہ میں یہ خدمت انجام دے سکا۔

یہ واقعہ بیان کرکے جوں ہی اس شخص نے ربِّ لم یزل کی بارگاہ میں دعا کی یاالٰہ العالمین! یہ میں نے صرف اور صرف تیری رضاجوئی کے لیے کیا۔ تو اپنے فضل وکرم سے یہ چٹان ہم سے ہٹا دے تاکہ ہم بآسانی اس مصیبتِ ناگہانی سے باہر نکل سکیں۔ اسی طرح دیگر حضرات نے بھی اپنے حسنِ عمل کے صدقے خداوند قدوس کی بارگاہ میں التجائیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ربِّ قدیر کے فضل وکرم سے چٹان مکمل طور پر ہٹ گئی اور وہ تینوں اشخاص رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہوئے غار سے باہر نکل آئے۔

شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو ربِّ کائنات کی بارگاہ سے پروانۂ مغفرت ونجات کے حصول کا تمنائی نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ ہمارا رب ایسا غفور ورحیم اور رحمان وتوّاب ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہگاروں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ کے اندر بڑی پیاری حدیث یوں مذکور ہے کہ رسولِ گرامی قدر ﷺ نے اپنے گناہگار امتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے گناہگار امتیو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے برابر بھی ہوں تو تم اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو وہ تمھاری توبہ قبول فرماکر تمھارے سارے گناہوں کو مٹادے گا۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتابِ مستطاب احیاء العلوم میں انتہائی مہتم بالشان اور باعثِ سکون واطمینان سورۂ طٰہٰ کی آیت (ترجمہ) جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے میں اسے بخشنے والا ہوں، سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث یوں نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مقدسہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف تحریر کردی گئی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ ربِّ کائنات کے بے پایاں فضل وکرم کا شکر ادا کیا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ اس نے دمِ نزع تک بندوں کے لیے بابِ توبہ وا رکھا ہے۔ چناں چہ اسی احیاء العلوم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یوں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کیے جاتے ہیں مگر بابِ توبہ کبھی بند نہیں ہوا۔

اس موضوع پہ پھر کبھی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔ دراصل کہنے کا مدعا یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے والدین کی نافرمانیوں کے مرتکب ہیں ذرا سوچیں اور ہوش کے ناخن لیں کہ وہ بڑی راتیں جن میں ربِّ کائنات کی جانب سے غروبِ آفتاب کے بعد سے صبحِ صادق تک عام بخشش کا اعلان کیا جاتا ہے مگر حیف صد حیف ان مقدس راتوں میں والدین کے نافرمانوں کو بخشا نہیں جاتا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں بیہقی شریف میں بڑی تفصیل کے ساتھ پندرہویں شبِ شعبان سے متعلق حدیث مذکور ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ پندرہویں شبِ شعبان کو جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ آج کی رات خداوندِ قدوس جہاں بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر اپنے گناہگار بندوں کو بخشش کا تمغہ عطا کرتا ہے وہیں یہ پُردرد بات بھی بتائی کہ اس مقدس ومتبرک اور بارحمت رات میں والدین کے نافرمان بندے بخشش سے یکسر محروم رہتے ہیں۔

والدین اللہ تبارک وتعالیٰ کی بلاشبہ ایک نعمتِ غیرمترقبہ

ہیں۔ ان کا احترام کرنا اور خصوصی طور پر جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں یا جب ان کو ہماری ضرورت پیش آئے تو ان پر صلہ رحمی کرنا اور ان کی ہر ممکن خدمت بجالانا اولاد کا اولین فریضہ ہے۔

والدین پر ظلم کرنے والی یا ان کی نافرمانی کرنے والی اولاد کو سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اسلام کی یہ منفرد شان ہے کہ والدین، اعزہ واقربا اور دیگر مسلمانوں پر صلہ رحمی کرنے پر جہاں ہمیں بے پناہ اجر ملتا ہے وہیں جانوروں پر شفقت ورحم کرنے پر بھی ثواب عطا کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے رسولِ گرامی قدر ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا جانوروں پر شفقت کرنے سے بھی ہمیں ثواب ملتا ہے تو اس سوال پر آپ نے نہ صرف یہ کہ اثبات میں جواب مرحمت فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہر ذی روح پر شفقت کا اجر ملتا ہے۔

جانوروں پر شفقت کے تناظر میں مسند احمد بن حنبل کی تیسری جلد میں مندرج اختصاراً واقعے کے اجالے میں حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا۔ دورانِ سفر اسے شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ تشنگی رفع کرنے کے لیے وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ یکا یک اس کی نگاہ ایک کنویں پر پڑی۔ بڑی برق رفتاری کے ساتھ وہ کنویں کے پاس پہنچا اور اس سے پانی نکال کر اپنی پیاس بجھائی۔ جب وہ سیراب ہوکر چلا تو اثناء راہ اس نے ایک کتّے کو دیکھا جو زبانِ حال سے اپنی پیاس کا اظہار کر رہا تھا۔ جب مسافر شخص نے یہ منظر دیکھا تو اسے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ کتّے کو پانی کی سخت طلب ہے۔ اس کے دل میں کتّے کے لیے جذبۂ رحم وشفقت پیدا ہوا اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ کنویں کی طرف لوٹا اور اپنے منہ میں پانی لاکر کتّے کی پیاس بجھائی۔ اتنا بتانے کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ خداوندِ قدوس کو اس مسافر کا یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ اس کے سارے گناہوں کو ربِّ قدیر نے اپنے رحم وکرم سے معاف فرمادیا۔

دوسری حدیث میں اسی قسم کا واقعہ ایک فاجرہ عورت سے متعلق مذکور ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک فاجرہ عورت راستے میں جارہی تھی سرِ راہ اس نے ایک کتّے کو پیاس کی حالت میں دیکھا تو وہ تڑپ اٹھی اور بڑی تیزی کے ساتھ ایک کنویں کے پاس پہنچی۔ کیا دیکھا کہ کنویں میں پانی تو تھا لیکن وہاں نہ کوئی ڈول تھا اور نہ کوئی رسّی تھی۔ وہ عورت یہ سوچ کر بے حد پریشان ہورہی تھی کہ آخر کنویں سے پانی کیسے نکالا جائے۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد سے جلد پانی لے کر کتّے کی پیاس بجھا دے مگر کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ معاً اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ کیوں نہ دوپٹّے سے رسّی کا اور موزے سے ڈول کا کام لیا جائے۔ اس نے فوراً اپنے پاؤں سے موزہ اور گلے سے دوپٹّہ نکالا اور موزے کو دوپٹّے سے باندھ کر کنویں میں ڈالا۔ جتنا پانی موزے میں آیا اس پانی سے اس نے کتّے کو پانی پلاکر اس کی سیرابی کا باعث بنی۔ حضور پرنور ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام کو یہ واقعہ بتا کر فرمایا کہ ایک کتّے کی پیاس بجھانے کی پاداش میں ربِّ قدیر نے اس کے سارے گناہ بخش دیے۔

صلہ رحمی اور ہمدردی ومہربانی سے متعلق صحیح المسلم میں مرقوم حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث پاک انتہائی رغبت خیز ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ رفیق ہے اور رفق کو پسند فرماتا ہے یعنی خداوندِ قدوس مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے۔

کنزالعمال کی تیسری جلد کے اندر رسولِ مکرم ﷺ نے جہاں یہ ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والا مستحقِ جنت ہوگا وہیں آپ نے رحم کرنے سے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ انسان خود پر رحم کرے اور اوروں پر بھی۔ خود پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خالقِ کائنات کی عبادت کرے، اپنے آپ کو گناہوں کی تلویث سے یکسر مبرہ ومنزہ رکھے، اپنی ذات کو عذابِ الٰہی سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن سعیِ پیہم کرتا رہے اور دوسروں پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نہ وہ خود

کسی قسم کی اذیت پہنچائے، کسی مسلمان کی اذیت کا باعث نہ بنے اور نہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچانے میں کسی قسم کا تعاون کرے۔

صحیح البخاری کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ و مامون ہو۔ وہ حضرات جو بڑی بے خوفی کے ساتھ اپنے ہی مسلمان بھائی پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے چلے جاتے ہیں انھیں ہوش کے ناخن لینا چاہیے کیوں کہ ایسے ظالم کو اس وقت تک اللہ تبارک وتعالیٰ معاف نہ فرمائے گا جب تک اسے مظلوم مسلمان معاف نہ کردے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس کا تعلق تلفیِ حقوق العباد سے ہے اور رب نے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے انسان تو انسان ہے حتیٰ کہ جانوروں پر بھی نہ صرف یہ کہ رحم کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ تاکیداً وتنبیہاً یہ بھی فرمایا کہ جانوروں سے طاقت سے بڑھ کر نہیں بلکہ طاقت کے مطابق کام لے۔ اس سلسلے میں ابوداؤد شریف میں مذکور حدیث بطورِ استشہاد پیش کی جاسکتی ہے جو انتہائی اہم اور عبرت ناک ہے۔

چناں چہ ایک مرتبہ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے ایک انصاری صحابی کے باغ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ باغ کے ایک گوشے میں ایک اونٹ بآواز بلند چیخ و پکار کررہا تھا لیکن جوں ہی اس کی نظر رحمتِ عالم ﷺ کے روئے انور پر پڑی وہ بچے کی طرح بلبلانے لگا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات ٹپکنے لگے۔ یہ منظر ملاحظہ فرماتے ہی آپ نے اس اونٹ کے سر پر دستِ رحمت رکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ جملہ حاضرین نے دیکھا کہ اونٹ جو بڑے زور سے چلائے جارہا تھا لیکن سرکار ابد قرار ﷺ کے دستِ شفقت پھیرتے ہی فوراً چپ ہوگیا۔ حاضرین یہ منظر دیکھ کر متحیر تھے اور ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے کہ آخر بات کیا ہے۔ یکا یک اونٹ کے خاموش ہونے کا راز کیا ہے۔

شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو ربِّ کائنات کی بارگاہ سے پروانۂ مغفرت ونجات کے حصول کا تمنائی نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ ہمارا رب ایسا غفور و رحیم اور رحمان وتوّاب ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہگاروں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ کے اندر بڑی پیاری حدیث یوں مذکور ہے کہ رسولِ گرامی قدر ﷺ نے اپنے گناہگار امتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے گناہگار امتیو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے برابر بھی ہوں تو تم اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو وہ تمھاری توبہ قبول فرما کر تمھارے سارے گناہوں کو مٹادے گا۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتابِ مستطاب احیاء العلوم انتہائی مہتم بالشان اور باعثِ سکون واطمینان سورۂ طٰہٰ کی آیت (ترجمہ) جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے میں اسے بخشنے والا ہوں، سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث یوں نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مقدسہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف تحریر کردی گئی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ ربِّ کائنات کے بے پایاں فضل وکرم کا شکر ادا کیا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ اس نے دمِ نزع تک بندوں کے لیے بابِ توبہ وا رکھا ہے۔

◆◆◆

از: محمد اشفاق عالم امجدی*

نکاح! نسل انسانی کے صلاح وفلاح کا ضامن

ربّ متعال خالق ارض وسما نے جب حضرتِ انسان کے جدِ اوّل حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مسجودِ ملائکہ بنایا، تو ان کی تنہائی کو رفع فرمانے اور نوعِ بشر کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے حضرت حوّا علیہا السلام کو ان کا قرینِ حیات بنا کر یہ آسمانی منشور صادر فرمادیا کہ انسانی معاشرے کی بقا، تہذیبی ارتقا اور تمدنی استحکام کا حقیقی محور نکاح جیسا پاکیزہ، بابرکت اور ربانی نظام ہے۔

نکاح درحقیقت فقط حیوانی جبلّت کی تسکین یا نفسانی خواہشات کی تکمیل نہیں بلکہ یہ ایک الٰہی معاہدہ، نورانی میثاق اور ربانی حکمتوں سے معمور ایسا مقدّس بندھن ہے، جو انسان کو عفّت، طہارت، قلبی سکون اور سماجی وقار عطا کرتا ہے، اسی عہدِ مقدّس سے نسلِ انسانی کا ارتقائی سفر شروع ہوا، خاندانی نظام کی بنیاد پڑی اور حیاتِ انسانی کو روحانی رفعت، اخلاقی تحفظ اور تمدنی توازن میسر آیا۔

نکاح: فطرت کی آواز

انسان ایک سماجی مخلوق ہے، اسے اطمینانِ قلب، محبت، انسیت، قربت اور سہارا درکار ہوتا ہے۔ یہ تمام جذبات صرف نکاح کے مقدس رشتے میں ہی مکمل طور پر پروان چڑھ سکتے ہیں، اگر انسانی فطرت کو نکاح سے محروم رکھا جائے، تو یہی جذبات بے راہ روی، جنسی انارکی اور اخلاقی انحطاط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اللہ ربّ العزت نے نکاح کو نہ صرف حلال و پاکیزہ ذریعۂ تسکین بنایا بلکہ اسے ذریعۂ عبادت بھی قرار دیا۔

نکاح: ایمان کی تکمیل

نکاح دینِ اسلام میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ یعنی نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت سے منہ موڑے، وہ مجھ سے نہیں۔"

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الإِيمَانِ۔ یعنی جس نے نکاح کیا، اس نے اپنا آدھا ایمان مکمل کرلیا۔"

اور فرمایا:

"مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعَيْلَةِ، فَلَيْسَ مِنَّا۔ یعنی جو کوئی تنگ دستی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لا يَتِمُّ نُسُكُ النَّاسِكِ حتّى يَتَزَوَّجَ۔ یعنی عابد کی عبادت اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ نکاح نہ کرے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ أَجَلِي إِلَّا عَشَرَةُ أَيَّامٍ، وَأَعْلَمُ أَنِّي أَمُوتُ فِي آخِرِهَا، وَلِي طَوْلُ النِّكَاحِ فِيهِنَّ، لَتَزَوَّجْتُ مَخَافَةَ الْفِتَنِ۔ اگر میری زندگی میں صرف دس دن باقی ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آخری دن وفات ہے اور ان دنوں میں نکاح کی قدرت ہو، تو میں فتنے سے بچنے کے لیے نکاح ضرور کروں گا۔"

یہ تمام احادیث واقوال اس حقیقت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں کہ نکاح نہ صرف ایک فطری تقاضا ہے بلکہ ایمان، عبادت اور روحانی و معاشرتی پاکیزگی کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے، جو انسان کو فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

نکاح: نسلوں کی بقا اور تحفظ

اگر نکاح کو پسِ پشت ڈال دیا جائے، تو نسلِ انسانی اخلاقی انارکی، بے ترتیبی اور خاندانی انتشار کا شکار ہوجاتی ہے، مغربی معاشرہ

*مضمون نگار بنجاری، آبادپور، کٹیہار، بہار کے متوطن ہیں۔

اس کی زندہ مثال ہے، جہاں نکاح کی اہمیت کو فراموش کر دیا گیا اور آج وہاں کے معاشرتی ڈھانچے بکھر چکے ہیں، بچوں کو والدین کا علم نہیں، خاندانی نظام کا تصور مٹ چکا ہے اور معاشرتی اقدار مٹی میں مل چکی ہیں۔ اس کے برعکس، اسلام نے نکاح کو ہر مرد و عورت کی فطری، اخلاقی اور قانونی ضرورت قرار دے کر انسانیت کو تحفظ دیا اور نسل انسانی کی بقا کے لیے ایک پاکیزہ، باعزت اور مضبوط نظام قائم کیا۔

نکاح ہی وہ مضبوط قلعہ ہے جو زنا، فحاشی، بے حیائی اور اخلاقی تباہی جیسے خطرناک فتنوں کا راستہ بند کرتا ہے، جب نکاح کو آسان اور عام بنایا جائے گا، تو بے راہ روی خود بخود ختم ہونے لگے گی، آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نکاح کے اس عظیم فریضے کو آسان بنائیں، غیر شرعی رسومات اور مہنگے مطالبات ختم کریں، تاکہ نوجوان نسل حلال راستے کو اپنانے میں جھجک محسوس نہ کرے۔

نکاح: وقت کا اہم ترین تقاضا

آج کا نوجوان موبائل، سوشل میڈیا اور آزادانہ ماحول میں بے راہ روی کا شکار ہو رہا ہے۔ مجازی محبت، ناجائز تعلقات اور وقتی تسکین کے چکر میں وہ اپنی عزت، وقت، تعلیم، دین اور مستقبل سب کچھ داؤ پر لگا بیٹھتا ہے، ایسے میں والدین، اساتذہ اور علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کو نکاح کی طرف راغب کریں اور ان کے لیے اس راہ کو آسان سے آسان تر بنائیں۔

نکاح نسلِ انسانی کی بقا، معاشرتی استحکام، روحانی سکون اور اخلاقی تحفظ کی ضمانت ہے۔ جو قومیں نکاح کو اپناتی ہیں، وہ عفت و طہارت کی راہوں پر چلتی ہیں اور جو اسے نظر انداز کرتی ہیں، وہ تباہی، انتشار اور بربادی کا شکار ہو جاتی ہیں۔

آیئے! نکاح کو آسان بنائیں، اس عظیم سنت کو زندہ کریں، جہیز وغیرہ کی لعنت سے مسلم معاشرے کو بچائیں اور اپنی نسلوں کو زناکاری، فتنہ اور فساد سے محفوظ و مامون رکھیں۔ ◆◆◆

ص ۶ ؍ کا بقیہ ....

درست ہے؟ زیادہ سے زیادہ ان مدرسوں کو حکومتی بورڈ سے غیر منظور شدہ (unrecognized) کہا جا سکتا ہے لیکن غیر قانونی کہنے کا کوئی جواز نہیں نکلتا، مسلم منتظمہ مدارس کی تاریخ حکومتی منظور شدہ مدارس سے زیادہ پرانی بھی ہے اور روشن و تابناک بھی ہے۔

مثلاً اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ 2011 میں قائم ہوا، جس کے قیام کو 14 ؍ سال ہو گیے ہیں، جب کہ اتراکھنڈ میں اکثر مدرسوں کی تاریخ کم از کم پچاس یا سو سال پرانی ہے، تحقیق کی جائے تو عہد مغل کے مدرسے بھی نکل آئیں گے جو ادارے صدیوں سے مذہبی تعلیم دیتے آ رہے ہیں، اچانک ہی وہ غیر قانونی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر ادارے کے انتظام و انصرام میں، رہائش یا عمارت میں کسی طرح کی کوئی خامی ہے، تو اسے درست کرنے کی تاکید و تنبیہ کی جا سکتی ہے، لیکن سیدھا غیر قانونی کہنا ان اداروں کی روشن تاریخ کو نظر انداز کرنا اور قوم مسلم کو ذہنی طور پر ہراساں کرنا ہے۔

جس مدرسہ بورڈ سے منظور شدہ نہ ہونے کی بنیاد پر مدرسے بند کیے جا رہے ہیں، اس بورڈ کے نصاب میں سرے سے ناظرہ قرآن، حفظ قرآن، قرأت قرآن وغیرہ شامل ہی نہیں ہیں، جو چیز بورڈ کے نصاب کا حصہ ہی نہیں ہے، آخر بورڈ اس چیز کی منظوری کس طرح دے گا اور اسے کس طرح اپلائی کیا جائے گا؟ مارچ 2025 میں اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ کے نائب رجسٹرار عبید اللہ انصاری نے صوبے کے چیف سکریٹری کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے بڑے واضح لفظوں میں لکھا کہ:

”دینی تعلیم، مذہبی شکشا حاصل کرنا بھارت کے دستور کے ذریعہ دیا گیا حق ہے.... ایسے اداروں کے خلاف سیل بند کیے جانے کی کاروائی نہ کی جائے۔“ (خط نمبر 62، 4 مارچ 2025)

اس واضح مطالبہ کے باوجود مسلسل دینی اداروں پر چھاپہ ماری اور تالا بندی کا ایکشن جاری ہے، یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ بورڈ رجسٹرار تک کی بات کیوں نہیں مانی جا رہی ہے؟ افسوس! دستوری تحفظ، صدیوں پرانی تاریخ اور بورڈ رجسٹرار کی وضاحت کے باوجود مدارس کے خلاف تالا بندی کی مہم بلا روک ٹوک جاری ہے۔ یہ رویہ بے حد پریشان کن اور مسلمانوں کو سماجی اعتبار سے مشکوک اور کمزور کرنے والا ہے اور حال فی الحال اس پریشانی کے دور ہونے کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ◆◆◆

از: مصباح القادری*

شاگرد واستاذ کے مابین رشتۂ محبت

یہ مضمون اس امر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں استاذ اور شاگرد کے تعلق کو کس قدر اہمیت وفضیلت حاصل ہے، اس رشتے کی بنیاد محبت، ادب، کردار اخلاق اور اخلاص پر ہے، جسے قرآن وحدیث، فقہ اسلامی اور اقوالِ ائمہ و صوفیہ نے نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

اس مضمون میں اس کے محرکات، اس کی عملی تعبیرات اور اس کے جملہ تربیتی پہلوؤں پر دلائل وشواہد کے ساتھ حتی المقدور روشنی ڈالی گئی ہے۔

تمہید

علم وہ سرچشمہ ہے جس سے انسانیت ترقی کی راہوں پر گامزن ہوتی ہے اور استاذ وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے علم کی روشنی شاگرد کے دل ودماغ میں منتقل ہوتی ہے۔ استاد وشاگرد کا رشتہ محض تعلیمی نہیں بلکہ ایک تربیتی اور روحانی رشتہ ہے، جسے اسلام میں قدر ومنزلت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا.........وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (الکہف:65) تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر کیا۔ یہ واقعہ طالب علم (شاگرد) کے ادب، صبر اور جستجو کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تواضع سے پیش آنا استاذ شاگرد کی محبت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ عظیم پیغمبر بھی کسی سے علم حاصل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ حضرت موسیٰ کا خضر علیہ السلام کے ساتھ تواضع سے پیش آنا شاگرد کے ادب اور محبت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

ادبِ نبوی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ (الحجرات: 2) اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

شاگرد استاد کے سامنے بے ادبی نہ کرے، آواز بلند نہ کرے، جیسے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کے سامنے ادب کرتے تھے۔ معلم (نبی ﷺ) کے ادب کی تعلیم دیتی ہے، جس سے فقہا نے قیاس کیا کہ ہر استاذ کا ادب بھی لازم ہے۔ اس سے محبت کا تعلق بھی مستفاد ہوتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر ادب ممکن نہیں۔

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ ہے۔

معلم کی حیثیت

''إنما بعثت معلماً۔ (ابن ماجہ) میں (نبی اکرم ﷺ) معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

نبی کریم ﷺ نے خود کو ''معلم'' کہہ کر استاذ کے مقام کو نبوی سنت قرار دیا، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو شفقت، حلم اور محبت سے سکھایا، امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق ''أکمل الناس تعلیماً من جمع إلی العلم الحلم والرقة والشفقة۔ (المجموع

*مضمون نگار پورنیہ بہار کے متوطن ہیں۔

شرح المہذب) معلم کو چاہیے کہ وہ اپنے شاگرد کے ساتھ شفقت، نرمی اور خیر خواہی سے پیش آئے۔

طلب علم اور محبت

''من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً، سهل الله له طريقاً إلى الجنة. (مسلم) جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔''

اس حدیث سے علم حاصل کرنے والے کی فضیلت واضح ہے۔ جب شاگرد علم کے حصول میں محنت کرے، تو استاد اس پر مہربانی کرتا ہے، یہ تعلق از خود محبت و شفقت کی فضا پیدا کرتا ہے۔

علم سیکھنے اور سکھانے والے کے فضائل

''خیرکم من تعلم القرآن وعلمه۔ (صحیح بخاری) تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

یہ حدیث استاذ و شاگرد دونوں کو ''خیر'' کے درجے پر فائز کرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رشتہ صرف دنیوی فائدے کے لیے نہیں بلکہ آخرت کی فلاح کا ذریعہ ہے۔ محبت فی اللہ یہ ہے:

''المتحابون في الله على منابر من نور۔ (ترمذی) جو لوگ اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔''

استاد و شاگرد اگر علم و دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں تو یہ محبت باعث نجات ہے، فقہی نقطۂ نظر میں یہ ہے۔

شاگرد کا ادب

فقہا نے ادبِ معلم کو علم کے آداب میں شامل کیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''على الطالب أن يعظم أستاذه ويجلّه ويخضع له. (الروض) شاگرد پر فرض ہے کہ وہ استاذ کا ادب کرے، ان کے ساتھ محبت، خلوص اور نیاز مندی سے پیش آئے۔''

استاد کی شفقت

فقہ اسلامی میں استاذ کو صرف معلم نہیں بلکہ مربی بھی قرار دیا گیا ہے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''التعليم من حيث هو تربية، فلا بد أن يكون مصحوباً بالشفقة والمحبة. (المقدمہ، فصل في التعليم) تعلیم چونکہ تربیت بھی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ شفقت اور محبت کے ساتھ ہو۔''

اقوالِ اکابرین

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''كنت أُقلّب الورقة بين يدي وكيع رحمه الله من الهيبة، كأنها الصلاة. میں اپنے استاد کے لیے دعا ایسے کرتا ہوں جیسے اپنے والد کے لیے کرتا ہوں، کیونکہ وہ مجھے روحانی زندگی عطا کرتے ہیں۔''

شاگردی کا وہ اعلیٰ نمونہ! جس میں محبت اور ادب ساتھ ساتھ ہوں، امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''الأدب مع المعلم فرض لا يتم العلم إلا به، و الأدب باب المحبة. (احیاء علوم الدین) علم وہ نور ہے جو متواضع و مؤدب دلوں میں اترتا ہے۔''

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علمی صحبت محبت و اخلاص کے بغیر بے فائدہ ہے، استاد سے محبت علم کی برکت کی بنیاد ہے۔

تصوف اور روحانیت کی روشنی میں

صوفیائے کرام نے ''استاذ و مرشد'' اور ''شاگرد و مرید'' کے تعلق کو محبت کا مرکز قرار دیا: شیخ سے محبت مرید کی نجات کی بنیاد ہے۔ جو دل سے استاد سے وابستہ نہیں ہوتا، اسے روحانی فیض نہیں ملتا۔ (شیخ عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب)

نتیجہ و تجزیہ

استاذ اور شاگرد کا رشتہ ایک روحانی معاہدہ ہے جو محبت، ادب، وفاداری اور اخلاص سے مضبوط ہوتا ہے، اسلامی تعلیمات اس تعلق کو صرف علمی نہیں، بلکہ دینی، تربیتی اور اخروی نجات کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔ آج کے تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ اس تعلق کی اصل روح کو سمجھیں اور اس کو عملی شکل دیں۔

◆◆◆

از: محمد توصیف رضا قادری علیمی *

تجارت احادیث کی روشنی میں

تجارت تاریخی اعتبار سے قدیم پیشہ ہے اور یہ حصولِ رزق کے اہم اسباب میں سے ایک بڑا وسیلہ ہے، حدیث پاک میں ہے:

''وقال ﷺ علیکم بالتجارۃ فإن فیھا تسعۃ أعشار الرزق اھ ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ تم پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے کیوں کہ رزق کے دس میں سے نو حصے فقط اس (تجارت) میں ہیں۔'' (إحیاء علوم الدین، ج:2،ص:62،ط: دار المعرف، بیروت)

دوسری روایت میں ہے:

''حَدَّثَنَا یَزِیدُ حَدَّثَنَا المسعُودِيُّ عَنْ وَائِلٍ أَبِي بَکْرٍ عَنْ عَبَایَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ عَنْ جَدِّہِ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ قَالَ قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ أَيُّ الْکَسْبِ أَطْیَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہِ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُورٍ۔ ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے افضل اور عمدہ کمائی کون سی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ہر مقبول تجارت۔'' (مسند احمد، رقم الحدیث:16630)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان کے مطابق جو قوم جس قدر تجارت میں دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر معاشی اور اقتصادی ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے، ورنہ اس راستہ سے دوسری قومیں ان کے تمدن، تہذیب، معیشت، اقتصادیات اور سیاست بلکہ مذہب پر قابض ہو جاتی ہیں اور ان کو غلام بنا کر ان پر مطلق العنان حکومت کرتی ہیں، جیسا کہ برصغیر ہند و پاک میں انگریزوں نے قبضہ کیا اور ہندوستان کے باشندے تقریباً دو سو سال تک اُن کے جبر و استبداد کا شکار رہے، انگریز ہندوستان میں تجارت ہی کی غرض سے آیا تھا۔

افسوس! ہندوستان کے مسلمان اس سے بے بہرہ ہیں، آج بھی اُن کا اربوں روپیہ غیروں کی جیب میں جاتا ہے، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کاش! اگر اس قوم کا آدھا روپیہ بھی اپنی قوم میں رہتا تو آج ہماری قوم کے دن پھر جاتے، اس لیے اٹھو! تجارت میں کود پڑو۔'' (اسلامی زندگی، ص:152، ط: مکتب المدین)

دوم: شریعت اسلامیہ نے تجارت کرنے کے لئے چند شرائط عائد کی ہیں، جن میں امانت وصداقت انتہائی اہم ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ بْنُ الضَّحَّاکِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِیَّةُ بْنُ الْوَلِیدِ، عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ یحیی، عَنْ مَکْحُولٍ وَسُلَیْمَانَ بْنِ مُوسَی، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ، یَقُولُ: مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَمْ یُبَیِّنْہُ لَمْ یَزَلْ فِي مَقْتِ اللّٰہِ، وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَةُ تَلْعَنُہُ۔ ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کوئی عیب دار چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار پر عیب کو ظاہر نہیں کیا تو اس پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا غضب رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ، بَابُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا فَلْیُبَیِّنْہُ، رقم الحدیث:2247، ط: دار إحیاء التراث العربی)

جو تاجر امانت دار ہوں گے، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے:

''عَنْ أَبِي سَعِیدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلیَ اللّٰہ بقیہ ص ۱۰ / پر

* مضمون نگار الغزالی اکیڈمی واعلیٰ حضرت مشن کٹیہار بہار کے رکن ہیں۔

اسلامیات

اسلامیات

از: محمد تحسین رضا نوری*

حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید

اس دور پرفتن میں ایمان جیسے بیش قیمتی خزانے کو لوٹنے اور عقائد اہل سنت کو اپنی سازشوں اور قبیح و شنیع تدبیروں سے داغدار کرنے کی فتنہ پردازوں نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی، جیسے جیسے معاشرے میں قرآن وسنت سے لاعلمی ولاتعلقی عام ہوتی جا رہی ہے، ویسے ویسے نئے نئے فتنے جنم لیتے جا رہے ہیں، ایک جانب اہل تشیع اپنے مذموم عزائم ومقاصد میں کامیاب ہونے کی چالیں چل رہے ہیں وہیں دوسری جانب فتنۂ خارجیت وناصبیت بھی شباب پر ہے، ان فتنہ گروں نے اپنے گُرو گھنٹال یعنی یزید پلید کو جنتی بنانے اور اس کی خصائل رذیلہ، عادات ذمیمہ اور اعمال قبیحہ پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور حدیث ''ام الحرام'' کا مصداق ٹھہرا کر اُس کو مغفور ومبرور گردان رہے ہیں۔

ذرا اندازہ لگائیں کہ وہ شخص جنت نعیم کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے جس کا دامن اہل بیت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے تربتر ہو، جس نے اصاغر واکابر، ضعیف ونحیف مردوں اور بنات وخواتین کی پرواہ کیے بغیر سب کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہو، جو کہ نہایت ہی شقی وبدبخت، فاسق وفاجر، فتنہ گر وبدعتی، سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرعام دھجیاں اڑانے والا، صحابہ وتابعین کا قتل کرنے والا، حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے والا ہو، جس کے سر بلاد عرب کی دوشیزاؤں کی عصمت دری کا سنگین جرم شامل ہو، ایسا ملعون شخص بھلا مغفور اور جنتی کیسے ہوسکتا ہے؟

یزید کے سرکشی وظلم وستم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب اہل مدینہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کرنے پر متفق ہو گئے اور اپنے جملہ معاملات کو آپ کے سپرد کر دیا اور آپ نے اُن سے تادم زیست یزید سے مقابلہ کرنے کی بیعت لی اور ارشاد فرمایا:

''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہونے لگے، وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے، شراب نوشی کرتا ہے، نماز چھوڑتا ہے۔'' (طبقات کبریٰ)

اب ذرا اندازہ لگاؤ کہ شریعت اسلامیہ سے کھلواڑ کرنے والا شخص جس کا ظلم اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کو یہ خوف ہونے لگا کہ ہم پر عذاب الٰہی کا نزول نہ ہو جائے، وہ شخص بھلا سعادت ابدی کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟

حدیث قسطنطنیہ اور اقوال ائمہ ومحدثین

اب آیئے اس حدیث کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں جس کے ذریعہ یزید کے حواریوں نے اسے بخشش ومغفرت کا تمغہ دے دیا:

''قال عمير، فحدثتنا أم حرام: أنها سمعت النبي صلى الله عليه و سلم، يقول: أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجبوا، قالت أم حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال: أنت فيهم، ثم قال النبي صلى الله عليه و سلم: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا! ترجمہ: عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت) واجب کر لی، ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یا

*مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی ان کے ساتھ ہوگی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا، ان کی مغفرت ہوگی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔'' (صحیح البخاری)

مذکورہ حدیث پر علما و محدثین نے نہایت طویل بحث فرمائی ہے اور بہت سے محدثین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید شامل ہی نہیں تھا، لہٰذا جب شمولیت ہی ثابت نہیں تو ''مغفور لھم'' کا مصداق کیسے ٹھہرا؟ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیں کہ شامل تھا پھر بھی اس حدیث کے ذریعہ اس کی مغفرت ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری شرح بخاری کی جلد نمبر 6 میں اور امام امام بدرالدین عینی الحنفی رحمہ اللہ علیہ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں جلد نمبر 14 / پر اور امام شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ علیہ ''ارشاد الساری شرح بخاری'' میں جلد 6 / یزیدیوں کے اس بے بنیاد استدلال کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں (تینوں ائمہ کا قول لگ بھگ ایک ہی ہے اس بنا پر طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک ہی کے قول پر اکتفا کیا گیا ہے) کہ:

''لا یلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی اللہ علیه وسلم "مغفور لهم" مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم یدخل فی ذلك العموم۔''

اس عبارت کا مفہومی ترجمہ دیکھتے چلیں کہ:

''اگر ہم یزید کی اس جنگ میں شمولیت تسلیم کر بھی لیں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بخشش کا پروانہ دیا ہے، وہ اس جنگ سے پہلے کے گناہوں کی بخشش ہے یعنی یزید پلید کے جو اس جنگ سے پہلے کے گناہ تھے، وہ اس جنگ کے سبب بخشے گئے مگر یزید پلید نے جو ظلم اس جنگ کے بعد ڈھائے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، لہٰذا وہ اس عموم کے تحت شامل نہیں۔''

مذکورہ حدیث کی دوسری توجیہ

بعض محدثین نے اس حدیث کی ضمن میں فرمایا کہ اس حدیث شریف میں ''مدینۃ قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ نہیں ہے بلکہ حمص ہے جو کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں روم کا دارالحکومت تھا، جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے کہ: بعض شارحین نے کہا ہے کہ ''مدینۂ قیصر'' سے مراد وہ شہر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں قیصر کا شہر تھا اور وہ حمص ہے اور اس وقت وہی اس کا دارالحکومت تھا۔

حدیث پاک کی یہ توجیہ قابل غور ہے کہ اس حدیث اور اس کی متعلق دیگر روایات میں ''مدینۃ قیصر'' کے الفاظ وارد ہیں، حدیث شریف کے کلمات کے مطابق وہ شہر حمص ہی ہے جو کہ خلافت فاروقی میں ۱۵ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں فتح ہوا، اس معرکہ میں حضرت خالد بن ولید، حضرت بلال، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں یزید پیدا بھی نہیں ہوا تھا چہ جائیکہ اس معرکہ میں شرکت کرنا، کیوں کہ یزید کی پیدائش 26 ہجری میں ہوئی تھی۔

حدیث قسطنطنیہ کی تیسری توجیہ

بعض محدثین و شارحین نے فرمایا کہ احادیث میں موجود ''مدینۃ قیصر'' کے الفاظ سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے، لیکن پھر بھی یزید اس بشارت کا مستحق نہیں ٹھہرتا اس لیے کہ قسطنطنیہ پر اہل اسلام نے متعدد مرتبہ حملے لیے اور حدیث میں وارد بشارت عظمیٰ صرف پہلی بار حملہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

آیئے معلوم کرتے ہیں کہ کس کس سن میں قسطنطنیہ پر حملے کیے گئے، البدایہ والنہایہ کی جلد 07 / میں ہے کہ: 32 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم پر حملہ کیا، معرکے سر کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گئے، اسی طرح التاریخ الکامل کی جلد نمبر 3 / میں بھی مذکور ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 32 ہجری میں کیا اور اس اعتبار سے یزید کا اس جنگ میں شامل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ 32 ہجری میں یزید کی عمر صرف 6 سال کی تھی اور دوسری مرتبہ حملہ سن 43 ہجری میں حضرت بسر ابن ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ہوا جو کہ البدایہ والنہایہ کی جلد نمبر 8 میں موجود ہے اور تیسرا حملہ 44 ہجری یا 46 ہجری میں ہوا جیسا کہ التاریخ الکامل میں دونوں روایتوں کے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے تیسرے لشکر کے امیر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، اس حملے کا ذکر کتب تاریخ کے علاوہ صحاح ستہ کی معتبر کتاب سنن ابوداؤد میں بھی ہے، لہٰذا مذکورہ حوالہ جات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ کرنے والا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو کہ بخاری شریف میں موجود بشارت عظمیٰ کا مستحق ہے۔ قسطنطنیہ پر تینوں حملوں میں سے کسی بھی حملے میں یزید کی شرکت ثابت نہیں ہوتی، پھر سوال ہوتا ہے کہ یزید قسطنطنیہ کی کس جنگ میں شامل تھا، تو اس کے متعلق چار اقوال ملتے ہیں:

(1) سن 49 ہجری میں روم کے معرکہ میں شریک رہا، جس کا ثبوت البدایہ والنہایہ سے ملتا ہے کہ سن 49 ہجری میں یزید بن معاویہ نے مملکت روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

(2) یزید 50 ہجری کے معرکہ میں شریک رہا جس کی توضیح عمدۃ القاری کی جلد 5 میں موجود ہے کہ "50 ہجری کو مسلمان اس لشکر میں قسطنطنیہ تک پہنچے اور اس کا محاصرہ کیا جب کہ یزید بن معاویہ اپنے والد کی جانب سے اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

(3) 52 ہجری کے حملے میں یزید شریک تھا اور اس قول کو حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے جو کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

(4) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 55 ہجری میں قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لیے یزید کو روانہ کیا جیسا کہ "الاصابۃ في معرفۃ الصحابۃ" میں موجود ہے۔ (ماخوذ: حقانیت امام حسین اور حدیث قسطنطنیہ)

لہٰذا ان چاروں اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی مان لیا جائے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید "مغفور لھم" جیسی عظیم بشارت میں شامل ہے، کیوں کہ ان چار حملوں سے پہلے بھی متعدد مرتبہ قسطنطنیہ پر حملے ہو چکے تھے، لہٰذا بغیر کسی تحقیق و تفتیش اور ثبوت کے یزید کو اس بشارت کا مصداق ٹھہرانا سراسر کذب ہے، ربِّ کریم ہمیں فتنہ گروں کے فتنے سے محفوظ رکھے اور عالم اسلام کے جملہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۲ / کا بقیہ

جاری ہے زندگی کا سفر، بعد موت بھی
بدلی ہیں سب رُسومِ قضائی حسین نے
راہِ خدا کی موت بھی رشکِ حیات ہے
سمجھا دیئے اصولِ بقائی حسین نے
بخشی ہے خود خدا نے "بَل أَحيَاءٌ" کی سند
گردن کچھ اِس ادا سے کٹائی حسین نے
خیرات پائی دامنِ جود و سخا نے بھی
یوں دولتِ حیات، لُٹائی حسین نے
غم کا مہینہ مت کہو اِس ماہِ پاک کو
خود غم کو دی ہے غم سے رِہائی حسین نے
انسانیت کو شوکت و اعزاز بخش کر
دینِ نبی کی شان بڑھائی حسین نے
جس کی تجلی، قوتِ اسلام بن گئی
شمعِ خودی اک ایسی جَلائی حسین نے
اب سُرمۂ نگاہِ فلک اُس کی خاک ہے
دی کربلا کو ایسی اونچائی حسین نے
اَسرارِ فن ہوئے ہیں فریدی پہ آشکار
رکھا ہے اِس پہ دستِ عطائی حسین نے

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

فاتح کربلا! صبر واستقلال کا عظیم پیکر

کرب وبلا کے میدان میں حضرتِ امام عالی مقام نے صبر واستقلال کا جو عظیم مظاہرہ کیا تھا تاریخی حقائق اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یزیدیوں نے جو ظالمانہ ووحشیانہ برتاؤ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اختیار کیا اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی کہ میرا نواسہ کربلا کے میدان میں شہید کردیا جائے گا، میرے ہی کلمہ پڑھنے والے میرے نواسے کے حلق پر اپنی زندگی کا آخری خنجر چلائیں گے۔ (سوانح کربلا)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید اپنی قوت وتوانائی اور زور آزمائی سے خود ساختہ خلیفہ بن گیا۔ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ ہر خاص وعام سے میری بیعت لی جائے جو انکار کرے اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹادیا جائے۔ یزید کے جبر وبربریت کو دیکھ کر لوگ بیعت کرنے لگے لیکن جب امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد پہنچا کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں تو آپ نے دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہوکر برجستہ جواب دیا کہ یزید ظالم وجابر ہے، فاجر وفاسق، شرابی وجواری، زنا کاری، قمار بازی، عیاری ومکاری، دغابازی سب کا دلدہ ہے۔ تمام برائیاں اس کے اندر موجود ہیں جو شریعتِ مطہرہ کا پابند نہیں اس کی بیعت بھی جائز نہیں کیونکہ بدکاروں کی بیعت بھی بدکاری سے کم نہیں۔ لہٰذا! میں اس کی بیعت کرنے سے انکار کرتا ہوں۔

حضرت امام عالی مقام بیعت کرتے بھی کس طرح، بیعت کو قبول کرنا گویا شریعت کے خلاف قدم اٹھانا تھا۔ حالانکہ آپ اپنے نانا جان کے دین کے امین، رہبر شریعت، قرآن کی آواز بلند کرنے، ظلم وستم کا پنجہ مروڑنے، دھرتی سے رقص ابلیس مٹانے آئے تھے، بایں وجہ حضرتِ امام عالی مقام نے بیعت سے انکار کردیا۔ جب کوفیوں کو معلوم ہوا کہ نواسۂ رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے تو اہل کوفہ نے آپ کے پاس خط لکھنا شروع کردیا۔

''اے پاسبان قوم وملت! معلوم ہوا کہ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار فرمادیا ہے۔ ہم لوگ بھی اس کی بیعت کے منکر ہیں چونکہ تمام برائیاں اس کے دل ودماغ میں جنم لیتی رہتی ہیں۔ وہ کون سی برائی ہے جو اس کے اندر موجود نہیں۔ شراب نوشی، قمار بازی، زنا کاری، دغابازی، عیاری ومکاری تمام افعال مذمومہ اس کے رگ وریشہ میں سرایت کرچکے ہیں۔ یہیں تک محدود نہیں بلکہ شریعت کو طبیعت میں تبدیل کر رہا ہے، قوانین اسلام کو توڑ رہا ہے، اب کشتی اسلام سمندر کی مضطرب لہروں میں ہچکولے کھارہی ہے، سفینہ شریعت منجدھار میں ڈوب رہا ہے، اب آپ تشریف لائیے اور اسے ساحل سے ہم کنار کیجئے اور جتنی جلدی ہوسکے ہم لوگوں کو یزید کے جبر وبربریت سے نجات دلائیے اور اگر آپ نے ہم لوگوں کی بات پر لبیک نہ کہا تو ہم لوگ اب یہ سمجھیں گے کہ مرد حق آگاہ سے دنیا خالی ہوچکی ہے، امین شریعت دنیا سے اٹھ گیا ہے، ہم لوگ پاسبان اسلام سے محروم ہوگئے ہیں۔'' (خطبات محرم)

اسی طرح کے متعدد خطوط، سیکڑوں عریضے امام عالی مقام کی خدمت میں روانہ کرتے رہے۔ یہ سب خطوط پڑھ کر حضرتِ امام عالی مقام کا چین وسکون بے قراری وبے چینی میں بدل گیا، زندگی میں ایک ہیجان خیز لہر دوڑ گئی، امت مرحومہ کو بحر عصیاں سے نکالنے کے لیے تیار ہوگئے۔

جب آپ دین کے تحفظ وبقا کی خاطر چلے تو آپ کے شیدائی

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

آپ کوکوفیوں کے دجل وفریب سے آگاہ کرنے لگے کہ آپ کوفیوں کے خطوط پر اعتماد نہ کریں، کوفیوں کی دغابازی وہاں کی پرانی ریت ہے، اس عیاری ومکاری ان کی میراث ہے، کوفیوں کی چلاکی وفریب کاری بہت ہی مشہور ہے، لہٰذا! آپ تشریف نہ لے جائیں۔

آپ نے جواب دیا: آپ لوگ میرے رستے میں حائل نہ ہوں، مجھے روک کر نانا جان کے آگے شرمندہ نہ کریں، کل بروزِ قیامت اگر نانا جان نے پوچھ لیا کہ حسین جب میری امت تمہیں شریعت کے تحفظ وبقا کی خاطر آواز دے رہی تھی تو تم کیوں نہیں گئے، آخر تمہیں کس نے روکا، کونسی ایسی شئے مانع ہوئی جس کی وجہ سے تم جانے سے معذور تھے۔ جبکہ شریعت کا خون ہوتا رہا اور تم دیکھتے رہے۔ قوانینِ اسلام بدلا جاتا رہا، شریعت کو طبیعت میں بدلا جاتا رہا، ظلم وستم پروان چڑھتا رہا، فسق وفجور کا بازار گرم ہوتا رہا، یہ سارے سوالات اگر نانا جان نے پوچھ لیے تو میں کیا جواب دوں گا؟ ناس لیے آپ میرے عزم وارادہ کو متزلزل نہ کریں، اگر مرضی مولیٰ یہی ہے کہ کربلا کی زمین خونِ حسین سے لالہ زار ہو تو حسین کی بھی رضا اسی میں ہے۔ بعدہ اعزا واقارب سے الگ ہو کر حرمین الشریفین پر الوداعی نگاہ ڈال کر رخصت ہو گئے۔

مکہ میں ایک کہرام بپا ہے، مکہ کی گلیاں سوگوار ہیں، لوگ ابن رسول کی مفارقت میں چیخ چیخ کر رو رہے، ہر شخص فرزند علی کی جدائی میں نالاں وکناں ہے، عاشق حسین کی زبان سے آہ وفغاں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، ہر شخص کی آنکھیں نم، چہرے پر رنج والم کے آثار ہیں، مکہ کی آبادی سنسان نظر آرہی تھی، آسمان خاموش تھا، کعبہ معظّمہ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا کہ اب کوئی حضرت امام عالی مقام کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے گا، ذی الحجہ کے مہینے میں لوگ کعبہ معظّمہ کی زیارت کے لیے ملک کے کونے کونے سے سمٹے ہوئے آرہے تھے لیکن نواسہ رسول کعبہ معظّمہ کی عظمت پہ قربان ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔

72 نفوسِ قدسیہ پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت اسلام کی تاریخ کا نیا باب لکھنے کے لئے کربلا کی جانب روانہ ہو رہی ہے، سرفروشان اسلام طاغوتی قوتوں کا سر کچلنے کے لیے نہایت ہی رعب ودبدبے کے ساتھ سرزمین کربلا پر نزولِ اجلال ہوئے۔ جب نظر اٹھا کر گرد و پیش کا جائزہ لیا تو چہار جانب لشکر اعدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب ہی نظر آرہا تھا، دیکھنے والے حیرت واستعجاب میں ہیں، چشمِ فلک نے کبھی ایسا منظر اور مقابلہ نہ دیکھا تھا، عاشقانِ رسول، پاسبان شریعت، دین کی حقانیت کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے اسلام کا ہلالی واقتداری پرچم لیے کھڑے ہیں، دوسری طرف باغیان اسلام ظلم وستم کا جھنڈا بلند کیے صحت مند انسان کا خون چاٹنے کے لیے بکواس کر رہے تھے۔

یزیدیوں نے کربلا کے میدان میں دو تجویزیں پیش کیں کہ حسین زندگی چاہتے ہو یا موت، دولت چاہتے ہو یا سلطنت، اگر یہ سب چاہتے ہو تو پھر مجھے چاہیے بیعت، اگر موت چاہتے ہو تو پھر کروا انکار بیعت۔

حضرت امام عالی مقام نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر برجستہ جواب دیتے ہیں یزیدیو! سن لو میں اس رسولِ پاک کا نواسہ ہوں جن کی یہ تعلیم ہے کہ اگر زندہ رہو تو غازی بن کر اور مرو تو شہید ہو کر۔ اللہ رب العزت کے ماننے والوں کی زندگی تلوار کی دھار پر رقص کرتی ہے۔

قرآنِ مجید کو اپنے سینے سے لگانے والا جب اپنے سر پر کفن باندھ کر نکلتا ہے تو دنیا کی آخری حدود تک وحشت وبربریت کا تعاقب کرتا ہے، دنیا سے ظلم وستم کا نام ونشان مٹا دیتا ہے، دغاباز کوفیو! ہمیں اپنی جان سے حق وصداقت کا سودا نہیں کر سکتا، سر تو کٹا سکتا ہوں لیکن یزید کے سامنے سر جھکا نہیں سکتا۔ یزیدیوں نے کہا کہ پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت امام عالی مقام نے کہا: حسین حق کی سربلندی کے لیے تیار ہے۔ طبل جنگ بجا، اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ بلند ہوا، کربلا کے میدان میں حق وباطل کے درمیان عظیم تصادم ہوا، تلواریں نکلیں، نیزوں کی دنیا چمکی، فضا میں برچھیاں تیرنے لگیں، کربلا کی دھرتی خون سے رنگین ہونے لگی، حضرتِ امام عالی مقام کے تمام رفقا یکے بعد دیگرے دشمنوں کو اس کے خون میں ڈبو کر، لاشوں پر لاشیں گرا کر، خود مالک حقیقی سے جا ملے۔

جب دوست واحباب، خویش واقارب سب کے سب جام شہادت نوش فرما چکے تو آپ نے بھی عمامہ رسول سر پر باندھا، ہاتھوں میں ذوالفقار حیدری کو لیا، مستورات کو صبر وتحمل کا سبق دے کر حضرت امام عالی مقام اس شان سے نکلے:

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام عالی مقام میدان میں تشریف لے گئے اور اتمام حجت کی خاطر آپ نے تقریر فرمائی کہ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ خوب سوچ لے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں نواسہ رسول جگر گوشہ بتول فرزند علی، دل بند نبی ہوں۔ اے لوگو! میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ بلایا گیا ہوں، بتاؤ یہ کہاں کی شرافت ہے کہ ایک مہمان کو بلا کر اس کے ساتھ غیر شریفانہ برتاؤ اختیار کیا جائے۔ یزیدیو! تم لوگ میرے خون کے درپے کیوں ہو؟ بتاؤ کیا میں نے تمہارا حق غصب کیا؟ کیا میں نے تمہارا عرصہ حیات تنگ کر دیا؟ کیا میں نے تمہاری جائیداد ضبط کر لی؟ کیا میں نے تم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے؟ یزیدیوں نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا: جب یہ ساری باتیں نہیں ہیں تو پھر تم لوگوں نے میرا پانی کیوں بند کیا؟ میرے راستے میں خاردار روڑے کیوں ڈالے؟ میرے جانثاروں کو کیوں شہید کیا؟ میرے بچوں کو اپنے تیر کا نشانہ کیوں بنایا؟ میں ہمدردانہ طریقے سے کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ توبہ کرو، اپنے ہاتھ کو ناحق خون سے نہ رنگو، دولت کے پجاریوں نے کہا! مجھے بات نہیں بلکہ ہاتھ چاہیے۔

راکب دوش مصطفیٰ نے کہا: اگر تمہارے ذہن سے دولت کا نشہ نہیں اترتا تو پھر آؤ میں نشہ اتار دیتا ہوں، لشکر یزید سے گستاخ رسول نکلا ادھر نواسہ رسول نے اپنی ذوالفقار حیدری کو اشارہ کیا۔ ذوالفقار حیدری جو چمکی تو پھر یزیدیوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں جو بھی نواسہ رسول کے سامنے آیا اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ یزیدی چلا اٹھے کہ اگر یہی حال رہا تو علی کا شیر سب کو موت کی آغوش میں پہنچا دے گا۔ اس لیے یکبارگی حملہ کرو اور قصہ تمام کر دو۔

لشکر اشقیا نے شبیری شیر کو نرغے میں لے لیا ہر طرف سے تلواریں ٹکرانے لگیں، شیر خدا کی آغوش میں تربیت یافتہ شیر جس طرف جھک گئے کشتے کے پشتے لگا دیئے، دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے، پاسبان اسلام کے جسم میں متعدد زخم آ چکے تھے، بدن لہولہان ہوتا رہا، آپ اپنی آہنی تلوار سے کفر کا سر قلم کرتے رہے، بدکاروں نے نیزوں کی اس قدر بارش کی کہ جسم اطہر مجروح ہو گیا، نقاہت دامن گیر ہو گئی اور آپ گھوڑے سے اس طرح زمین پر آئے کہ سجدہ محبت ادا فرما لیا۔

حضرتِ امام عالی مقام نے کشتی اسلام کو اپنے خون میں تیرا کر ساحل سے ہم کنار فرما دیا۔ حضرت امام عالی مقام شہید ہو کر یزیدیت کے تابوت میں حق وصداقت کی آخری کیل ٹھونک گئے، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو امام عالی مقام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۹/ کا بقیہ ....

تصنیف کیں۔ گستاخِ رسول گروہ کا مدلل احتساب فرمایا۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ کی غرض سے انگریزی میں کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی درجنوں کتابیں اصلاحی، اعتقادی عناوین نیز فتنوں کی بیخ کنی پر مبنی ہیں۔ آپ فکر رضا کے داعی اور مسلکِ سلفِ صالحین کے ترجمان تھے۔ اعلیٰ حضرت کے مسلک حق کی اشاعت تا عمر کی۔

۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ/ ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ کا وصال ہوا، جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئے اور آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ ؎

علیمؔ خستہ جاں، تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو

آرزوئے دلی پوری ہوئی۔ ارضِ طیبہ اور فضائے طیبہ میں مدفن ملا، سبحان اللہ ؎

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں
حسنؔ جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

◆◆◆

از: عالمہ اے رضویہ *

وفا کے باغ میں میرا حسین زندہ ہے

امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کون ہیں، جس کا نانا ہو سید الانبیا، نانی ہو خدیجۃ الکبری، ماں ہو سیدۃ النسا، باپ ہو سید الاولیا، تو بیٹے پیدا ہوتے ہیں سید الشہدا! کون امام حسین جن میں نبی کا نور بھی ہے، علی کا خون بھی ہے، فاطمہ کا دودھ بھی شامل ہے تو ہوتے ہیں حسن و حسین، گلشن نبوت کے مہکتے پھول، رَیحَانَۃُ الرَّسُوْل، راکب دوش مصطفی، جگر گوشہ مرتضی، دلبند زہرا، پیکر صبر رضا، امام عالی مقام، سید الشہدا، سلطان کربلا حضرت سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اہل بیت اطہار کے وہ حسین وجمیل شہزادے ہیں جن پر انسان تو کجا ملائکہ بھی نازاں ہیں۔

سرزمین کربلا کے خونی منظر میں آپ کی قربانیوں کی لازوال داستان نے شہادت کا وہ حسین باب رقم کیا کہ شہادت کو بھی آپ کی شہادت پر فخر وغرور آ گیا۔ آپ کی شان عظمت نشان کے بارے میں آپ کے نانا جان فخر انبیا ورسل صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بوسہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَیْتُہٗ بِابْنِیْ۔ ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۰۰، بلفظ فدیت من، آئینۂ قیامت، ص ۱۴)

مولیٰ امام حسین کی سیرت، صورت، صفات، خصائل، عزم وہمت، ظلم و جبر کے مقابلے میں استقامت، شجاعت وجوان مردی، باطل کے منہ زور طوفان کے سامنے حق کی علمبرداری کے واقعات کتب تاریخ سے لبریز ہیں یہاں میں کچھ عرض کرتی ہوں کہ میری کوئی اوقات نہیں بس سیدہ پاک رضی اللہ تعالی عنہا کا صدقہ ہے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم حق کی سربلندی کے لئے اپنی جان کی بھی بازی لگا کر راہ شہادت میں ایسی تاریخ رقم کی کہ جس کی مثال نہ پہلے تھی اور نہ ہوگی بلکہ تا صبح قیامت تک حضرت سیدنا امام عالی وقار امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اور ان کے رفقا کی قربانیوں کے حسین تذکرے تاریخ کے صفحات واوراق پر چمکتے دمکتے رہیں گے اور محرم الحرام کی آمد سے ہی یاد کربلا تازہ ہو جاتی ہے۔

زبان پر شہدائے کربلا بالخصوص نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، نور نظر مرتضی کی سیرت کے دلنشین تذکرے دلوں میں کیف وسرور پیدا کر دیتے ہیں زبان پر اہل بیت اطہار کے فضائل وکمالات کے نغمے چھڑ جاتے ہیں، آنکھیں شہدائے کرب وبلا کی قربانیاں یاد کر کے پرنم ہو جاتی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج بھی کرب وبالا کے تپتے ریگ زاروں سے حسینی کردار امت کو جذبہ ایثار وقربانی کے لئے ابھارتا ہے، عظمت دین اور اعلی کلمۃ الحق کا پرچار کرنے کے لئے انگیخت کرتا ہے۔ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت امام حسین رضی اللہُ عنہ کی ولادت 5 شعبانُ المعظم 4 ہجری کو حضرت علی رضی اللہُ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہُ عنہا کے گھر مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا اسمِ مبارک حسین رکھا گیا۔ آپ کی کُنیت ''ابوعبدُ اللہ'' اور آپ کے القاب ''سِبطُ رَسُولِ اللہِ'' (یعنی رسولِ خدا کے نواسے) اور ''رَیحَانَۃُ الرَّسُوْل'' (یعنی رسولِ خدا کے پھول) ہیں۔

آپ نے دس محرمُ الحرام 61 ہجری 10 محرم کو میدانِ کربلا میں باطل کو خاک میں ملا کر جام شہادت نوش فرمایا، اللہ کے رسول کا امام حسین سے تعلق: اللہ تعالیٰ کے حبیب سرور کشور رسالت نبی آخر الزمان صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلَّم امام عالی مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''حُسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں حُسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں، اللہ پاک اُس سے محبّت

* مضمون نگار مرکز جامعہ نظامیہ صالحات کرلا، ممبئی کی معلمہ ہیں۔

فرماتا ہے جو حُسین (رضی اللہ عنہ) سے محبّت کرے، حُسین اَسباط میں سے ایک ’’سِبط‘‘ ہیں۔ (ترمذی ج ۵ ص ۴۲۹ حدیث ۳۸۰۰)

حضرتِ مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہ علیہ اِس حدیثِ پاک کے تحت اِرشاد فرماتے ہیں: میں اور حُسین گویا ایک ہی ہیں ہم دونوں سے محبّت ہر مسلمان کو چاہیے، مجھ سے محبّت حُسین سے محبّت ہے اور حُسین سے محبّت مجھ سے محبّت ہے۔ (مِراۃ ج ۸ ص ۴۸)

گلشنِ رسالت کے دو پھول

امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللہ عَنْہُمَا! کائنات رنگ و بو میں وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: هُمَا رَيْحَانَيَ مِنَ الدُّنْيَا حسن و حُسین (رَضِیَ اللہ عَنْہُمَا) دُنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۴۷ حدیث: ۳۷۵۳)

کیا بات رَضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حَسن پھول

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینۂ مبارک سے لپٹاتے۔ (ترمذی ج ۵ ص ۴۲۸ حدیث ۳۷۹۷، فضائل امام حسین، ص ۶)

جنت میں مقام حسنین کریمین

’’اَلْحَسَنُ وَالْحَسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ یعنی حَسَن اور حُسَین رَضِیَ اللہ تعَالٰی عَنْہُمَا جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔‘‘ (ترمذی، ج ۵، ص ۴۲۶، ح ۳۷۹۳)

محبت حسنین کریمین درحقیقت محبت رسول ہے

آقا دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی شیر خدا رَضِیَ اللہ تعَالٰی عَنْہُ کے لخت جگر امام حسن اور امام حسین سے بے پناہ محبت اور پیار کیا کرتے تھے اور ایک مقام پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا اور ان کی محبت کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا اور ان سے عداوت یعنی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دی چنانچہ ارشاد نبی کریم ہے:

’’مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِي۔ یعنی جس نے ان دونوں سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔‘‘ (ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول)

ضیا پاش چہرہ امام حسین

حضرت علّامہ جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: حضرت امامِ عالی مقام سیّدُنا امامِ حُسین رَضِیَ اللہ تعَالٰی عَنْہُ کی شان یہ تھی کہ جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ رَضِیَ اللہ تعَالٰی عَنْہُ کی مبارَک پیشانی اور دونوں مقدّس رُخسار (یعنی گال) سے انوار نکلتے اور قرب و جوار ضیا بار (یعنی اطراف روشن) ہو جاتے۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۲۸)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

امام عالی مقام کی شہادت کا شہرہ

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اپنی مشہور کتاب ’’سوانح کربلا‘‘ میں فرماتے ہیں: حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوشِ کرامت و رحمتِ فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے، اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔

اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزند

ِ ارجمند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمۂ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے، اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثارانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل ہلا دیئے، اس درد کی لذت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پوچھئے، صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کررہے ہیں۔

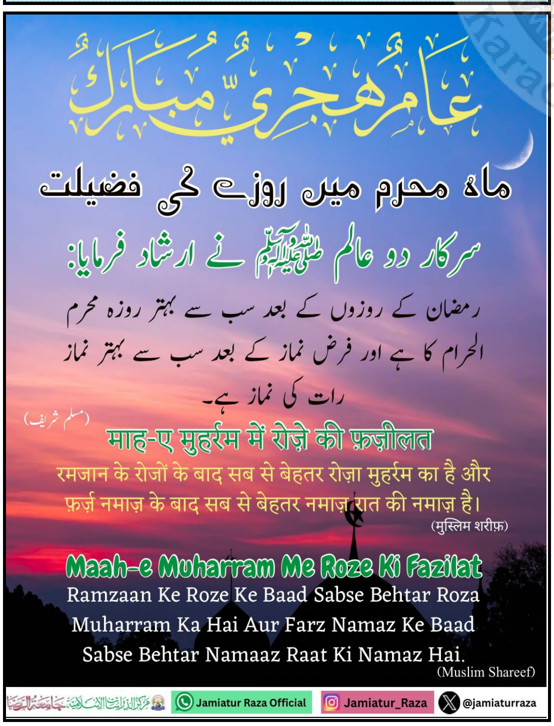
حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان! جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے، محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں، وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے، ہُمک ہُمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے، ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے، میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے۔

عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے، جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہورہا ہے، نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ، عزیز واقارب برادر وفرزند قربان ہوچکے ہیں، تنہا یہ نازنین ہیں، تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہورہا ہے، خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے، کربلا کی زمین مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے، وہ شمیم پاک جو حبیبِ خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمینِ طَفّ میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خوابگاہ (مَقتَل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۲۸۱۴، ج ۳، ص ۱۰۷)

◆◆◆





حدیث ''لو لاک لما خلقت الأفلاک'' کی حقیقت وحیثیت

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

''لو لاک لما خلقت الافلاک''بطورِ حدیث کافی مشہور ہے لیکن بعض محدثین نے اس پر کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں، ہاں! سند الفقہاء والمحدثین حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محدثین نے اس حدیث کو معنی کے اعتبار سے درست قرار دیا ہے اور اس حوالے سے حضرت ابن عباس، حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایات اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک اثر بھی پیش کیا ہے۔ ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں:

''لَوْ لاكَ لما خَلَقتُ الأفلاك. قال الصغاني: إنه موضوع، كذا في الخلاصة لكن معناه صحيح فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً: أتاني جبريل فقال: يا محمّد لولاك ما خُلِقَتِ الجنَّةُ و لَوْ لاكَ ما خُلِقَتِ النار و في رواية ابن عساكر: لَوْ لاكَ ما خُلِقَتِ الدُّنيا. (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص:288 مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: زیر نظر حدیث " لو لاک لما خلقت الأفلاک " کے متعلق امام صغانی کی رائے ہے کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ''خلاصہ'' میں ہے لیکن یہ حدیث معنیٰ کے اعتبار سے درست ہے۔ امام دیلمی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ نے ہوتے تو جنت اور دوزخ کی تخلیق نہ ہوتی۔ امام ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو دنیا کی تخلیق نہ ہوتی۔''

کشف الخفاء للعجلونی میں ہے:''أتاني جبريل فقال: يا محمد لو لاک ما خلقت الجنة و لو لاک لما خلقت النار رواه الديلمي عن ابن عمر. (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ پیدا نہ کی جاتی۔'' (کشف الخفاء للعجلونی، جلد اوّل، ص:59 مطبوعہ: مکتبۃ العلم الحدیث بیروت)

المستدرک للحاکم میں ہے:''عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام: يا عيسى! آمن بمحمد و أمر من أدركه من أمتك أن يؤمنوا به فلو لا محمد ما خلقت آدم، و لو لا محمد ما خلقت الجنة و لا النار و لقد خلقت العرش على الماء فاضطرب، فكتب عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عز وجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی نازل فرمائی کہ اے عیسیٰ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو لوگ ان کو پائیں، وہ ان پر ایمان لائیں، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، اس پر میں نے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ ساکن ہو گیا۔'' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، جلد دوم ص:722 حدیث نمبر:4286 مطبوعہ: دار الحرمین للطباعۃ والنشر مصر)

کنز العمال میں ہے:''أتاني جبريل فقال: يا محمد! لو لاك ما خلقت الجنة و لو لاك ما خلقت النار. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آ کر بولے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ

تحقیقات

کی تخلیق نہ ہوتی ۔'' (کنز العمال للمتقی، جلد 11 ص 431 حدیث نمبر: 32025 مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مندرجہ ذیل روایت سے بھی متعلقہ بحث (حضور نبی کریم ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں) کی تائید ہوتی ہے، جسے امام متقی ہندی نے کنز العمال میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، ص: 722 حدیث نمبر: 4287) بھی یہ روایت موجود ہے:

''لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب! اسألك بحق محمد إلا غفرت لی، فقال الله تعالى: و كيف عرفت محمداً و لم أخلقه بعد، قال: يا رب! لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأيت على قوائم العرش مكتوبا" لا إله إلا الله محمد رسول الله" فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك، فقال الله عز وجل: صدقت يا آدم! إنه لأحب الخلق إلي و إذا سألتني بحقه فقد غفرت لك، و لو لا محمد ما خلقتك. (کنز العمال للمتقی، جلد: 11 ص: 455 حدیث نمبر: 32138 مطبوعہ: بیروت)

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے: اے میرے رب! جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میری مغفرت فرما۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ابھی ان کو دنیا میں بھیجا بھی نہیں ہے۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام عرض گزار ہوئے: مولیٰ! جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں روح ڈالی تو میں نے عرش کے پایوں پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا پایا جس سے میں جان گیا کہ جس ذات کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ متصل و منسوب کیا ہے وہ تیرے نزدیک افضل اور محبوب ترین ہستی ہے، اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: بے شک وہ (حضور محمد مصطفیٰ ﷺ) میرا محبوب ترین بندہ ہے، اے آدم! جب تو نے ان کے وسیلے سے مغفرت طلب کی ہے تو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔''

توضیح وتشریح:

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر انہیں سرکار بنایا

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیشمار فضائل وخصوصیات سے نوازا ہے، آپ ﷺ اللہ عزوجل کے نائبِ مطلق مظہر ذاتِ الٰہی افضل الانبیاء والمرسلین اور وجہِ تخلیق کائنات ہیں۔ دونوں جہاں آپ کے صدقے وجود میں آئے۔ اگر آپ کی تخلیق نہ ہوتی تو یہ دنیا بھی وجود میں نہیں آتی۔ اہلِ سنت و جماعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔ لطائفِ اشرفی کی مذکورہ حدیث " لولاک لما خلقت الأفلاک " میں اسی مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ عاشقِ رسول حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ شریف میں اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے:

وَ کَیْفَ تَدْعُو إِلَی الدُّنْیَا ضَرُورَۃُ مَنْ
لَوْلَاہُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ

یعنی کوئی ضرورت آپ کو دنیا کی طرف کیسے بلاسکتی ہے جب کہ آپ کے مقام ومرتبہ کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو یہ دنیا عدم سے وجود میں نہیں آتی۔

حضور نبی کریم ﷺ باعث تخلیق کائنات بھی ہیں اور پوری کائنات کے اصل وجوہر بھی ہیں، اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نور سے سب سے پہلے اپنے محبوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر نورِ نبی سے پوری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ لہٰذا آپ وجہِ کن فکاں بھی ہیں اور باعث تخلیق کائنات جانِ کائنات اور اصلِ کائنات بھی ہیں، حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو اللہ عزوجل نے سراپا نور بنایا اور لباسِ بشریت میں اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ قرآن ناطق ہے: قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (تحقیق کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا) اس آیت میں ''نور''

سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ امام جلال الدین سیوطی لفظ ''نُور'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَ هُوَ النَّبِيُّ صلَّى الله عليه و آله و سلَّم۔ یعنی اس آیت میں نور سے مراد حضور نبی کریم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو نور سے کیوں موسوم کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاوی لکھتے ہیں: وَ سُمِّيَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَ يَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَ لِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَ مَعْنَوِيٍّ۔ یعنی حضور نبی اکرم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی ذات پاک کو نور اس لیے بنایا گیا کہ آپ بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رُشد و ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ ہر نورِ حِسّی (ظاہری نور) اور نورِ معنوی (باطنی نور/علم و ہدایت) کی اصل ہیں۔''

(تفسیر صاوی، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ:15، جلد دوم ص:486 بیروت)

مصنف عبد الرزاق کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ رب العزت کی پہلی تخلیق کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: یا جابر! ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ (اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق (کو پیدا کرنے) سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔''

حضرت علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی مایۂ ناز تصنیف ''المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' میں روایت نقل فرماتے ہیں:

''و روى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال: قلت: يا رسول الله، بأبي أنت وأمي أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء. قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، و لم يكن في ذلك الوقت لوح و لا قلم، و لا جنة و لا نار، و لا ملك و لا سماء، و لا أرض و لا شمس و لا قمر، و لا جني و لا أنسي فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول حملة العرش، و من الثاني الكرسي، و من الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول السماوات، و من الثاني الأرضين و من الثالث الجنة و النار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، و من الثاني نور قلوبهم - و هي المعرفة بالله - و من الثالث نور أنسهم، و هو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله۔ (المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، جلد اوّل، ص:36-37 مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول للہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت الٰہی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ بنائے۔ پھر چوتھے

حصے کومزید چارا جزا میں تقسیم کیے۔ پہلے سے مومنین کی آنکھوں کے نور بنائے، دوسرے سے ان کے دلوں کے نور یعنی معرفۃ باللہ پیدا کی۔ تیسرے سے ان کی انسیت کا نور یعنی کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیدا فرمایا۔"

اسی مفہوم کی روایت مصنَّفِ عبد الرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ عز وجل نے سب سے پہلے اپنے نور سے اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو پیدا کیا اور نورِ محمدی کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے کائنات اور اس کی مختلف چیزیں پیدا کیں۔

"عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر قال: سألت رسول الله صلى الله عليه و سلم عن أول شيئ خلقه الله تعالى؟ فقال: هو نور نبيك يا جابر خلقه الله، ثم خلق فيه كل خير، و خلق بعده كل شيء، و حين خلقه أقامه قدامه من مقام القرب اثنى عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أقسام فخلق العرش و الكرسى من قسم و حملة العرش و خزنة الكرسى من قسم، و أقام القسم الرابع فى مقام الحب اثنى عشر ألف، ثم جعله أربعة أقسام فخلق القلم من قسم، و اللوح من قسم، و الجنة من قسم، ثم أقام القسم الرابع فى مقام الخوف اثنى عشر ألف سنة جعله أربعة أجزاء فخلق الملائكة من جزء، و الشمس من جزء، و القمر و الكواكب من جزء، و أقام الجزء الرابع في مقام الرجاء اثنى عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أجزاء فخلق العقل من جزء و العلم و الحكمة و العصمة و التوفيق من جزء.......إلى أن أوصله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب، و منه إلى رحم أمى آمنة بنت وهب، ثم أخرجنى إلى الدنيا فجعلني سيد المرسلين و خاتم النبيين و رحمة للعالمين و قائد الغر المحجلين و هكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر۔" (الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنّف لعبد الرزاق، ص:6664 مطبوعہ: مؤسسۃ الشرف، لاہور پاکستان)

علامہ احمد قسطلانی میلاد نامۂ ابن طغربک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے کہا: یارب العالمین! تو نے میری کنیت "ابو محمد" کیوں رکھی۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے آدم! اپنے سر کو اٹھا۔ جب انہوں نے اپنے سر کو اٹھایا تو عرش کے پایہ میں انہیں نورِ محمدی نظر آیا۔ اس وقت انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ کیسا نور ہے۔ رب نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے اس کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔ اس بات کی تائید امام حاکم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پایوں محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ مبارک لکھا ہوا پایا اور اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا: اے آدم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔"

المواہب اللدنیہ کی پوری عبارت کچھ اس طرح ہے:

"و في المولد الشريف لابن طغربك: ويروى أنه لما خلق الله تعالى آدم ألهمه أن قال: يا رب لم كنيتني أبا محمد قال الله تعالى: يا آدم! ارفع رأسك، فرفع رأسه فرأى نور محمد ﷺ فى سرادق العرش، فقال: يارب ماهذا النور؟ قال: هذا نور نبى من ذريتك اسمه فى السماء أحمد، و في الأرض محمد لولاه ما خلقتك و لا خلقت سماء و لا أرضاً. و يشهد لهذا ما رواه الحاكم فى صحيحه أن آدم عليه السلام رأى اسم محمد ﷺ مكتوباً على العرش و أن الله تعالى قال لآدم: لو لا محمد ما خلقتك۔" (المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه، جلد اوّل ص:35 مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت)

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

تاجدارِ اہلِ سنّت کی شخصیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

امام الفقہاء والمحدثین، مجدد ابنِ مجدد، ابو البرکات محی الدین جیلانی، تاجدارِ اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان قادری علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی دور حاضر کے مسلمانوں کے لیے محتاج تعارف نہیں، شریعت وطریقت، علم وعمل، زہد وورع، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ و تقدس، تفقہ فی الدین اور اس طرح کے سینکڑوں کمالات اس دور میں جس ذات اقدس میں مجموعی طور پر پائے جاتے تھے، وہ تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی مقدس شخصیت تھی، وقت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جس کے دربار عالی کی گداگری کر کے ہزاروں تاجدار بن گئے۔

جس کے کردار وعمل اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر لاکھوں گم گشگان راہ منزل راہ ہدایت پر گامزن ہو کر منزل مقصود تک پہنچ گئے، جس کے فیض وکرم کے سمندر سے کروڑوں تشنگانِ فیوض و برکات سیراب ہو گئے، جس کی نگاہ کرم سے بے شمار انسانوں کی اجڑی ہوئی زندگیاں سنور گئیں، جس کے فیوض و برکات کی لازوال نعمت سے استفادہ صرف عوام الناس ہی نے نہیں کیا بلکہ باکمال نفوسِ قدسیہ نے بھی کیا اور جس کے مبلغ علم کا پھریرا کائنات میں لہرا رہا ہے، اسی ذاتِ گرامی کے ادنیٰ مدح سراؤں کی آخری صف میں جگہ مل جانا میں اپنے لئے باعث افتخار اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔

لہٰذا ذیل میں اسی عالی شان مرتبت ہستی کا تعارف اور عکسِ جمیل آیاتِ ربانی اور فرموداتِ محبوبِ سبحانی کی روشنی میں قارئین کے حوالے کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

تاجدارِ اہل سنت قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: الا ان أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون. (پارہ 11 /رکوع 12)

ترجمہ: اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله. (پارہ 04 /رکوع 14)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

ولایت کی متعدد منزلیں ہیں: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے اور انسان اس کا دیدار کرتے ہی اللہ رب العزت کی یاد میں مشغول ہونے پر مجبور ہو جائے، متکلمین کہتے ہیں: ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی پر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو، بعض عارفین نے فرمایا: ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول رہنے کا حضرتِ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ولی وہ ہے جو متبع سنت ہو جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم۔

ان علامات کی روشنی میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی بلند شخصیت کو اگر آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ ولایت کی کس منزل پر فائز تھے، چہرہ اقدس پر نظر پڑتی تو بے ساختہ دل یہی پکارتا کہ ہمیشہ خدا ہی کی یاد میں مشغول رہو، کوئی عقیدہ وعمل شریعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نظر نہیں آتا تھا، دنیا میں رہ کر اکثر وقت یادِ خدا ہی میں گزرتا تھا، اتباع سنت کی باری آتی تو مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سب

اسلاف واخلاف

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

پر پابندی سے یکساں عمل فرماتے- گفتار و کردار میں بال برابر بھی فرق نہ ہوتا- جو بات زبان پر ہوتی وہی عمل سے ثابت کر کے دکھاتے یہی وجہ تھی کہ آپ کے قلب میں نہ غیر اللہ کا کوئی خوف تھا اور نہ کسی چیز کا کوئی غم-

اسی لیے کہا گیا ہے: من کان للہ کان اللہ لہ. جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور مشہور مقولے کے مطابق ''ولی راولی می شناسد'' ولی کو ولی پہچانتا ہے- حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کو مادر زاد ولی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ آپ کے پیر و مرشد حضرت ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ الرضوان نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف چھ ماہ کی تھی کہ یہ بچہ ولی ہے- اس سے بڑی ولایت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے جبکہ ایسا عالی مرتبت ولی چھ ماہ کی عمر میں ولی فرمائے اور بیعت کے بعد خلافت سے بھی نوازے یہ ہے پیر و مرشد کی نگاہ میں سرکارِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا مقام-

''ان أولیائه الا المتقون. (پارہ09 رکوع17)

ترجمہ: اس کے دوست تو پرہیز گار ہی ہیں-

الذین اٰمنوا و کانوا یتّقون. (پارہ12 رکوع12)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں-

یعنی جن کا ایمان اللہ رب العزت کی توحید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کی حقانیت پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت انہیں متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے منور ہوتا ہے غرضیکہ تمام اخلاق زمینہ سے وہ پاک ہوتے ہیں، یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے کہ جہاں انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے، جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے، اگر کوئی ان کے ایمان و اتقا کا جائزہ لے تو تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب نظر آئیں گے- ایسا مومن کامل جس کے نور ایمان سے سیکڑوں صاحب ایمان ہو گئے اور ایسا متقی و پرہیز گار جس کا کسی نے مستحب بھی چھوٹتے ہوئے نہ دیکھا- جبکہ ہم تھوڑی سی تکلیف سے متاثر ہو کر رخصت پر عمل کرتے ہیں لیکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان نے اس مقام پر بھی عزیمت پر عمل کیا-

''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور. (پارہ22 رکوع16)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے-''

یعنی وہی لوگ پروردگارِ عالم سے خوف رکھتے ہیں جو اس کی ذات وصفات اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا ہی خوف زیادہ ہوگا، حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ رب العزت کا خوف اس میں ہے جو اللہ رب العزت کے جبروت اور اس کی عزت و شان سے باخبر ہے-

بخاری و مسلم کی حدیث پاک میں ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم! میں اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ خوف رکھنے والا- ظاہر ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کے قہر و غضب سے واقفیت نہیں ہوگی تو اس کے قلب میں خوف خدا کس طرح جاگزیں ہوگا اور جب خوف نہیں ہوگا تو صحیح معنیٰ میں اطاعت و بندگی بھی نہیں کر سکے گا-

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی حیاتِ طیبہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ آپ کا قلب خشیت ربانی سے کس قدر معمور و منور تھا کہ آپ نے کبھی مرضی مولیٰ کے خلاف قدم نہیں اٹھایا- فرائضِ خداوندِ قدوس کا اس قدر خیال کہ ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی نماز نہیں چھوڑی- متعدد واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے نماز کی خاطر ترین تک چھوڑ دی اور پھر نماز کے اندر اتنا خشوع و خضوع نظر آتا کہ گویا دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں نماز کا ہر رکن صحیح معنیٰ میں اپنے مقام پر ادا فرماتے تھے- یہ سب خوف خدا کے دلائل ہیں ورنہ جس کے قلب

میں خوف خدا نہ ہو وہ ان صفات کا حامل نہیں ہوسکتا۔

''ولا یخافون لومۃ لائم. ذلك فضل الله یؤتیہ من یشاء والله واسع علیم. (پارہ06رکوع11)

ترجمہ: اور وہ کسی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔''

یہ آیتِ مبارکہ کا ایک ٹکڑا ہے اس سے پہلے پانچ اوصافِ حمیدہ ہیں- اسی آیت میں پروردگارِ عالم نے اپنے خاص بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں * اللہ کے پیارے * اللہ ان کا پیارا * مسلمانوں پر نرم * کافروں پر سخت * اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا- چھٹا اور آخری وصف اللہ رب العزت نے بیان فرمایا کہ ان کو کسی کی مخالفت اور ملامت کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔

اگرچہ تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ مقدسہ ان تمام اوصاف کی حامل تھی لیکن آخری وصف آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھا یعنی حق بات کہنے میں آپ کو کسی کی مخالفت و ملامت کا کوئی خوف نہیں ہوتا تھا- ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں بھی اسٹیج پر کسی مقرر سے کوئی لغزش ہوتی تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے اور قابلِ توبہ لغزش پر توبہ کراتے- حق گوئی و بیباکی کی ایسی مثال قائم فرمائی جس کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا- جس وقت نس بندی کی تحریک چل رہی تھی اور ہر چہار جانب سے یا تو جواز کے فتوے تھے یا خموشی وسکوت کا عالم طاری تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ لب کشائی کرتا- کسی کو اپنی جان کا خوف تھا کسی کو اپنی عزت وآبرو کا-

اس وقت یہی ایک مرد مجاہد تھا جو سر سے کفن باندھ کر میدانِ جہاد کے اندر کودا اور اپنی جان ومال کا خیال کیے بغیر حرمت کا فتویٰ دے کر یہ ثابت کردیا کہ اگر یزیدیت آج بھی جنم لے سکتی ہے اور شریعت مطہرہ کے کسی مسئلہ پر آنچ آسکتی ہے تو اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے آج بھی حسینی کردار ادا کرنے والے موجود ہیں- انہیں کسی کی مخالفت وملامت کا خوف نہیں ہوتا اور یہ اپنی قلت اور دوسروں کی اکثریت کی کبھی پروا نہیں کرتے- اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے اس کام کے لیے اس دور میں تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کو منتخب فرمایا ورنہ کون تھا جو اس پر آشوب دور میں ایسی استقامت کا ثبوت دیتا اور اپنی ثابت قدمی سے اہل ایمان کے خرمنِ ایمان کو برباد ہونے سے بچاتا اسی لیے اللہ رب العزت ارشاد فرمایا: اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

تاجدارِ اہل سنت احادیث کی روشنی میں

'' عن معاویۃ قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم من یرد الله بہ خیر یفقھہ فی الدین وانما انا قاسم والله یعطی. (مشکوۃ شریف، جلداول)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کا فقیہہ بنادیتا ہے اور خدا دیتا ہے اور میں مصطفےٰ تقسیم کرتا ہوں- یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ عطا فرماتا ہے فقہ ظاہری شریعت ہے جو علما کا منصب ہے اور فقہ باطنی طریقت وحقیقت ہے جو صوفیائے عظام کا مقام ہے- تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی شخصیت بایں معنیٰ مجمع البحرین تھی- وقت کا وہ تاجدار جس کے علم وفن کے سامنے بڑے بڑے منطقی وفلسفی زانوئے ادب طے کریں۔

جس کے سامنے بڑے بڑے محدث ومفسر اپنی حدیث دانی اور قرآن فہمی کو ہیچ سمجھیں جس کے فضل وکمال کا لوہا اپنے ہی نہیں غیر بھی تسلیم کریں اور تفقہ فی الدین کا ایسا بادشاہ جو بلا واسطہ امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان سے اکتسابِ فیض کرے اور مسند افتا کا وہ شہنشاہ جس کے بارے میں صدر الافاضل حضرتِ علامہ سید شاہ نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی علیہ الرحمۃ الرضوان یہ فرمائیں کہ اگر کوئی اس وقت مفتی اعظم ہند ہے تو وہ آپ کی ذاتِ گرامی ہے اور پھر ظاہری علوم وفنون کے اقصیٰ منازل ہی طے نہیں فرمائے بلکہ باطنی علوم کی وہی دولت جو چھ ماہ کی عمر میں مل گئی تھی اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے غرضیکہ بارگاہِ نوری سے آپ کو سب کچھ عطا فرمادیا گیا تھا، اسی بارگاہِ نوری سے

نور لے کر اس طرح عالم کو منور و مجلی فرمایا کہ ایک زمانے تک عالم اسی نور سے جگمگا تا رہے گا اور اہل عالم کے کروڑوں افراد کے لیے وہ ضیا پاش کرنیں مینارہ نور و ہدایت ثابت ہوتی رہیں گی۔

اس امت کی ایسی بلند شخصیتوں کے لیے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا:

''حکما، علما، اتقیا، ابرار ان من اتفق انبیا یرضون من اللہ بایسر من الرزق ویرضی اللہ من م بایسر من العمل۔ وہ علم و حکمت کی کانیں ہوں گے، تقویٰ و پرہیز گاری میں قابلِ تقلید نمونہ ہوں گے، تفقہ فی الدین اور شرعی اسرار و رموز جزئیات و قواعد و اصول و احکام کی معرفت کے لحاظ سے انبیا کی مانند ہوں گے، وہ اللہ رب العزت پر تھوڑے سے رزق کے باوجود راضی و شاکر ہوں گے اور اللہ رب العزت ان سے تھوڑے عمل کے باوجود راضی ہوگا یعنی محض فرائض و واجبات اور سنن کی ادائیگی پر راضی ہوگا۔''

اگر انصاف کی نگاہ سے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کے شب و روز کا آپ مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ذاتِ اقدس ان تمام کمالات و فضائل کی حامل تھی اور یہ سب کچھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دین تھی جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ سے ظاہر ہے اور خود بھی اس بات کا پورے طور پر اعتراف رکھتے تھے کہ مجھے یا کسی کو بھی جو کچھ ملتا ہے، وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا ہے آپ فرماتے ہیں ۔

کھاتے ہیں تیرے در کا پیتے ہیں تیرے در کا
پانی ہے تیرا پانی دانہ ہے تیرا دانہ

''عن سفیان ان عمر بن الخطاب قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع.

حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضرتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا: اہل علم کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جو اپنے علم کے مطابق عمل کریں پھر آپ نے پوچھا عالموں کے دلوں سے کون سی چیز علم کو نکال لیتی ہے تو انہوں نے جواب دیا: لالچ۔'' (مشکوۃ شریف، جلد اول)

علم کے انوار و تجلیات سے اگر کسی کا قلب روشن ہے تو وہ عالم باعمل ہی ہے، بے عمل عالم کا مقام اسلام کے اندر کچھ نہیں وہ حیوانوں کی طرح ہے جیسا کہ قرآن مجید کا فرمان ہے: کہ وہ گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں اور جب کوئی شخص دنیاوی طمع و لالچ میں گرفتار ہو جاتا ہے تو وہ صحیح معنیٰ میں نہ خدمتِ دین کر پاتا ہے اور نہ اس کے اندر حق گوئی اور بیبا کی رہتی ہے۔

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی بے عملی اور دنیاوی طمع و لالچ سے کس قدر پاک و صاف تھی۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنے علم کے خلاف قدم نہیں اٹھایا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اکثر اوقات آپ نے رخصت پر بھی عمل نہیں فرمایا بلکہ عزیمت پر ہی عمل فرمایا کرتے تھے اور دنیاوی طمع و لالچ سے آپ کا دامن کس قدر پاک و صاف تھا سیکڑوں واقعات آج بھی اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اگر کوئی آپ کی خدمت میں نذر پیش بھی کرتا تھا تو بہت مشکل سے قبول فرماتے تھے خاص طور سے ان مواقع پر جہاں زیادہ رقم لوگ پیش کرتے تو اس کو آپ قبول ہی نہیں فرماتے تھے اگر زیادہ اصرار بھی کیا گیا تو صرف ایک روپیہ قبول فرما لیا باقی واپس فرما دیئے، جیسا کہ الٰہ آباد میں ایک صاحب نے آپ کو گیارہ سو روپے پیش کئے تو آپ نے صرف ایک روپیہ ہی قبول فرمایا۔ (حیاتِ مفتی اعظم ہند)

اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں، یہ ہے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا دنیاوی دولت سے استغنا۔ اسی لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا قلب علم کے انوار و تجلیات سے معمور تھا:

''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان العلماء ورثة الأنبياء وان الأنبياء لم توار ثوا دینار او لا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

علما نبیوں کے وارث ہیں پیغمبروں نے کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔'' (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل)

جب انبیائے کرام علیہم السلام نے علمائے کرام کو اپنا وارث بنایا تو مورث جب اتنے اعلیٰ ہیں تو وارث بھی اعلیٰ درجے پر ہی فائز ہوں گے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے افضل! تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے علما بھی انبیا سابقین کی امتوں کے علما سے افضل ہوئے۔

اسی لیے دوسری حدیث پاک میں سرکار نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ دوسری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جس طرح ان انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمائی انہیں حلال وحرام، فرض وواجب کی تعلیم فرمائی، نیکی وبدی اور معروف ومنکر کی وضاحت فرمائی ان کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب فرمایا اور دنیوی واخروی فلاح وبہبود کی طرف رہنمائی فرماتے رہے، اسی طرح میری امت کے علما یہ کام انجام دیتے رہیں گے، اب قیامت تک کسی نبی ورسول کی ضرورت محسوس نہیں کی جائے گی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ایسا ہی ہوا آج چودہ سو سال گزر جانے باوجود شجر اسلام سرسبز وشاداب نظر آرہا ہے۔ یہ علما کرام کی تبلیغ وتعلیم ہی کا نتیجہ ہے اور ان حضرات کی سعی مشکور ہی کا پھل ہے کہ ہم اور آپ صاحب ایمان نظر آرہے ہیں ورنہ اگلی امتوں کی طرح اس کو بھی نیست ونابود ہو جانا چاہیے تھا۔ انہیں مقدس ہستیوں میں تاجدارِ اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔

آپ نے کس طرح دین کی پاسبانی فرمائی اور دین اسلام کے فروغ واستحکام کے لیے کتنی جانفشانی سے کام لیا۔ آپ ضعیفی کے عالم میں بھی پورے ملک کا دورہ فرماتے رہے لیکن کبھی اس خدمتِ دین سے نہ تھکے، اس دور میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جانا ہی اس بات کی ضمانت تھی کہ اب وہ صحیح معنیٰ میں سنی ہی رہے گا اور کبھی بد مذہبیت اختیار نہیں کرے گا۔

لاکھوں افراد آپ کی بدولت سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہو گئے وہ بہت کم حضرات ہیں جنہوں نے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا دیدار کیا ہو اور بیعت نہ کی ہو بلکہ ہزاروں کی تعداد ان حضرات کی ہے جنہوں نے بغیر دیدار کے بیعت اختیار کر لی، بیعت کا سلسلہ آخری ایام تک جاری رہا یہاں تک کہ وصال کی آخری راتوں میں خود حاضر رہنے والے حضرات نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ جس طرح رومال یا چادر کے ذریعے تاجدارِ اہل سنت لوگوں کو بیعت فرماتے تھے، اسی طرح داہنا ہاتھ اوپر اور بایاں ہاتھ نیچے ہے اور وہی کلمات ادا فرما رہے ہیں جو بیعت کرتے وقت فرماتے تھے لیکن ظاہر میں کوئی شخص وہاں موجود نہیں ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ آپ کے مریدین اور سلسلہ سے وابستہ ہونے والے حضرات صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات کی بھی کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہے۔

یہ ہے تاجدارِ اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی مقبولیت خاص وعام جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے نزدیک بھی مقبول ترین نفوسِ قدسیہ میں شامل تھے، کیونکہ انسان عوام وخواص کے درمیان جبھی مقبول ہوتا ہے جب بارگاہِ خداوند قدوس میں اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے، حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل (علیہ السلام) کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبریل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبریل (علیہ السلام) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کراتے ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور وہ مقبولِ

خاص و عام ہو جاتا ہے۔"

ایک دوسری حدیث پاک میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"طائفة من امتي ليسوا انبياء يغبطهم الا انبياء۔
میری امت کا ایک گروہ ایسا ہے جو نبی تو نہیں ہے لیکن انبیا علیہم السلام اس پر رشک کریں گے۔"

ظاہر ہے کہ تاجدارِ اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان جیسی بلند پایہ ہستیاں جب میدانِ قیامت میں اپنے مریدین مرشدین کے ساتھ جلوہ فرما ہوں گے تو کئی کئی نبیوں کی امتوں کا مجموعہ بھی ان کی تعداد کی برابری نہ کر سکے گا- یہ ہیں امام الفقہاء والمحدثین آفتابِ شریعت ماہتاب طریقت تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے محاسن وفضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں خداوند قدوس ہم سب کو آپ کی سیرتِ مقدسہ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور صحیح معنوں میں آپ کے نقشِ قدم پر چلائے۔

مختصر سوانح تاجدارِ اہل سنت

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادتِ باسعادت 23/ذی الحجہ 1310ھ مطابق 1892ء کو محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں ہوئی جو آپ کے چچا استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی رہائش گاہ تھی- سنہ عیسوی کے اعتبار سے آپ کا تاریخی نام "محمد" ہے، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مارہرہ مطہرہ میں ولادت سے ایک روز قبل خواب میں دیکھ کر ہی آپ کا نام "آل رحمن" رکھا دوسرے دن حضرت سراج السالکین مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے ولادتِ باسعادت کی خوش خبری سنائی اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام رکھا اور فرمایا "مولانا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا وہ بچہ بہت مبارک ہے۔"

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیم امام احمد رضا کی زیرِ نگرانی شروع ہوئی اور آپ کے برادرِ اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے مخصوص اساتذہ کرام میں سے ہیں۔

امام احمد رضا کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام بھی جاری رکھا، کثرتِ فتویٰ کے باعث تدریس کو چھوڑ کر مکمل فتویٰ نویسی اختیار فرمائی جو پوری عمر جاری رہا- آخری ایام میں اگرچہ یہ کام آپ اپنے دست مبارک سے نہیں فرماتے لیکن فتویٰ سننے اور اپنی مہر تصدیق ثبت فرمانے کا کام جاری رہا آج بھی ہزاروں فتاوے صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں جس کی دو جلدیں پہلے بنام فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے منظر عام پر آئیں پھر اس کے بعد فتویٰ مفتی اعظم ہند سات جلدوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں۔

آپ کی تصانیف میں الموت الاحمر علی کل الخنس اکفر، ادخال السنان، القول العجیب، تنویر الحجہ، وقعان السنان، وہابی کی تقیہ بازی، وغیرہ ہیں- چھ ماہ کی عمر میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف تشریف لائے اور آپ کو دیکھ کر امام احمد رضا سے ارشاد فرمایا: مولانا! مبارک ہو یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت انجام دے گا، مخلوقِ خدا کو اس سے بہت فیض پہنچے گا، یہ بچہ ولی ہے-اس کے بعد آپ کے دہن مبارک میں انگشتِ مبارک رکھی اور اسی وقت مرید کر کے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

آپ کا وصالِ مبارک 14/محرم الحرام 1402ھ مطابق 12/نومبر 1981ء بروز جمعرات شب میں 01/بجکر 40/منٹ پر واصل بحق ہو گئے- 15/محرم الحرام بعد نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ وسیع وعریض میدان میں لاکھوں حضرات نے ادا فرمائی، جس میں ہند و بیرونِ ہند کے لوگوں نے شرکت کی آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

(سوانح حضور مفتی اعظم ہند)

◆◆◆

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ

عالمی مبلغِ اسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ نے دینِ متین کی اشاعت کے لیے ایسے دور میں جب کہ اس قدر وسائل و ذرائع آمد ورفت موجود نہیں تھے؛ دُنیا کے بیشتر خطوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ مثالی داعی کا کردار ادا کیا۔ آپ کے داعیانہ نقوش رہبر و رہنما ہیں۔ آپ نے مغربی مفکر برنارڈ شا سے ''اسلام وعیسائیت'' کے عنوان پر مکالمہ کیا۔ برنارڈ شا جو پہلے سے اسلام کے بارے میں منفی فکر و ذہنیت رکھتا تھا، آپ کے نہایت مدلل، معقول، ٹھوس جوابات سے ایسا مطمئن ہوا کہ وہ اسلام کی عظمتوں کا قائل ہو گیا، اِسی موقع پر برنارڈ شا نے کہا تھا ''تعلیم یافتہ، مہذب اور شائستہ لوگوں کا مستقبل کا مذہب ''اسلام'' ہے۔''

کینیا (جنوبی افریقہ) کے شہر ممباسا میں ۱۷/اپریل ۱۹۳۵ء میں یہ مکالمہ ہوا، جس میں جارج برنارڈ شا نے اسلام سے متعلق اپنے شبہات پیش کیے، مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ان کا ازالہ استدلال سے کیا۔ دی انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈز نے اس مکالمہ کی انگریزی میں اشاعت کی، بہ عنوان: A Shavian and a Theologian سید طارق علی نے اردو ترجمہ کیا، اس کی اشاعت ماہ نامہ ترجمانِ اہلِ سنّت کراچی نے مارچ ۱۹۷۲ء میں کی، نوری مشن سے اِس ترجمہ کی اشاعت کچھ برسوں قبل ہوئی تھی۔

مبلغ اسلام کے مختصر حالات

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی ولادت ۳/اپریل ۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم کی تکمیل کے بعد جدید وقدیم علوم میں مہارت حاصل کی، امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کی شاگردی اختیار کی اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ دعوتِ دین کا وہ جذبۂ صادق پیدا ہوا: جس نے مبلغ اسلام کو تاعمر سرگرمِ تبلیغ رکھا۔ آپ نے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں مختلف جہتوں سے مثالی کام کیا۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء یورپ، افریقہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی ایشیا کے بہت سے ملکوں میں تبلیغ کی۔

مساجد، مدارس، اسلامک سنٹرز، لائبریریز، ہاسپٹل، یتیم خانے قائم کیے۔ نومسلموں کی تربیت کے انتظامات کیے۔ عربی، اردو، انگریزی میں درجنوں کتابیں لکھیں۔ دہریت، سرمایہ داریت، لادینیت کے خلاف عالمی مہم چلائی، متعدد رسائل جاری کروائے۔ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، جن میں دُنیا کی نامی گرامی شخصیات بھی شامل ہیں۔

۱۹۲۳ء میں سیلون کے عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگن بری نے اسلام قبول کیا، ۱۹۳۶ء کے بعد کے عرصے میں مشہور امریکی سائنس داں جارج انٹن بیوف نیز واشنگٹن میں ۳۶/انگریز پروفیسرز نے اسلام قبول کیا، آپ کی کاوش سے بورنیو کی شہزادی پرنسس گلڈز پلیمر، ماریشس کے گورنر مروات، ٹرینی ڈاڈ (لاطینی امریکہ) کی خاتون وزیر مریف ڈونوا فاطمہ، ڈاکٹر احمد فلپائن جیسی نامور شخصیات حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔

آپ نے عیسائی مشنریز کے زیر اثر مرتد ہوجانے والے افراد، نیز قادیانیوں کو بھی دعوتِ اسلام دی جس کے نتیجے میں ۱۸/ہزار سے زیادہ افراد نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے قادیانی اور دیگر فرق ہائے باطلہ کے رد میں کئی کتابیں بقیہ ص ۲۵ پر

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: مفتی وسیم جعفر قادری رضوی *

علمائے کرام کاروبار اور ہنر بھی اپنائیں

آج جب بھی کوئی عالم دین کاروبار کا سوچتا ہے تو ہر کوئی اسے دین کے منافی قرار دیتا ہے ''اگر یہی کرنا تھا تو مدارس میں کیوں رہے؟'' اور اگر ہمت کر کے کوئی پہلا قدم اٹھا بھی لے تو ہم عصر یہ طعنہ دے کر خون جلاتے ہیں، تدریس کے لئے قبولیت شرط ہے قابلیت نہیں، اللہ نے قبول نہیں کیا انتہائی افسوس، اس پر محترم نسیم حسین لکھیم پوری بہت اہم جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر تاریخ اسلام پہ نگاہ دوڑائی جائے تو کاروبار کی شروعات اسلام کی شروعات سے ہی نظر آتی ہے۔

پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں پال کر فروخت کیں، حضرت ابوبکر نے کپڑا، حضرت عمر نے اونٹ، حضرت عثمان نے چمڑا اور حضرت علی نے خود اور زرہیں فروخت کر کے اپنے گھر کے کچن کو سہارا دیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کھجوروں سے، حضرت ابوعبیدہ نے پتھروں سے، حضرت سعد نے لکڑی کے برادے سے، حضرت امیر معاویہ نے اون سے، حضرت سلمان فارسی نے کھجور کی چھال سے، حضرت مقداد نے مشکیزوں سے اور حضرت بلال نے جنگل کی لکڑیوں سے اپنے گھر کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام غزالی کتابت کرتے، اسحاق بن رہوے برتن بناتے، حضرت امام بخاری ٹوپیاں بناتے، امام مسلم خوشبو بیچتے، امام نسائی بکریوں کے بچے فروخت کرتے، ابن ماجہ رکاب اور لگامیں مہیا فرماتے رہے، امام قدوری نے مٹی کے برتنوں کا، امام بخاری کے استاد حسن بن ربیع نے کوفی بوریوں کا کاروبار سنبھالا، حضرت امام احمد ابن خالد قرطبی نے جبہ فروش (بوتیک) قائم کی، حضرت امام ابن جوزی نے (کباڑ خانہ) تانبا بیچا، حافظ الحدیث ابن رومیہ نے دواخانہ، حضرت ابو یعقوب لغوی نے چوبی لٹھا (کلاتھ ہاوس) حضرت محمد ابن سلیمان نے گھوڑے (بیوپار) اور مشہور و معروف بزرگ سری سقطی نے (سکریپ) ٹین ڈبے بیچ کر اپنی معیشت کو مضبوط کیا۔

المختصر ہر دور کے علما نے اپنے وقت کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے رائج کاروبار کرنے کو ترجیح دیا ہے، محترم علمائے کرام! مدرسہ میں پڑھانا، مسجد میں امامت کرنا یا تصنیف و تالیف میں مشغول ہونا اچھی بات ہے لیکن ہمارے اکابرین نے انہی کاموں کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کیا ہے، تاریخ اٹھا کر دیکھئے: دور نبوت سے لے کر دور صحابہ تک، تابعین سے ائمہ کرام اور مجتہدین تک سبھی لوگ کاروبار سے وابستہ رہے، لیکن افسوس ہم ذریعہ معاش کے لئے کچھ سوچنا بھی توکل کے برعکس سمجھتے ہیں، ہمارے محترم استاد فرمایا کرتے تھے: صوفی محلے کی ایک مسجد پر نظر نہیں رکھنی، نہ ہی امام کے مرنے کا انتظار کرنا ہے بلکہ محلے کی پچاس دکانوں پر نظر رکھنی ہے۔

یعنی ان کی اس بات کا مقصد یہ تھا کہ علما اپنے آپ کو صرف مسجد و مدرسہ تک جام کر کے نہ رکھیں بلکہ دین کے اور میدان بھی ہیں، وہاں جا کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خدمات سرانجام دیں، ویسے بھی علمائے کرام ماشاء اللہ کثیر تعداد میں فراغت حاصل کر رہے ہیں لیکن ہنرمندی سے بالکل نا آشنا ہیں، شیخ سعدی شیرازی کا قول ہے:

''اپنی اولاد کو ہنر سکھاؤ لوگ تمہارے پیچھے چلیں گے۔''

لیکن افسوس آج ہنر سیکھنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، آج مارکیٹوں میں سود عام ہونے کی اک وجہ اہل علم کا مارکیٹوں میں موجود نا ہونا بھی ہے۔

◆◆◆

* مضمون نگار راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ کے متوطن ہیں۔

از: مفتی غلام مصطفےٰ النعیمی *

ایٹمی طاقت اور اس کی اہمیت

بات جب طاقت کی چلتی ہے تو ایک طبقہ کہتا ہے کہ "Knowledge is power" (علم طاقت ہے) جب کہ دوسرے طبقے کا کہنا ہے "Power is power" (طاقت ہی طاقت ہے) ہر ایک طبقے کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں جس سے ان کا مدعا ثابت اور دوسرے طبقے کا رد ہوتا ہے۔ طبقہ اول کو لگتا ہے کہ علم ہی سے طاقت حاصل ہوتی ہے، علم نہیں تو طاقت نہیں۔ طبقۂ دوم کا ماننا یہ ہے کہ طاقت ہی علم کا انتظام و انصرام کرتی ہے جس کے پاس طاقت نہیں وہ آسانی سے علم بھی حاصل نہیں کر پاتا۔ بہر حال دونوں ہی طبقات کی بحث خاصی دل چسپ ہے۔ اسلامی تاریخ اور سیرت نبوی کے تناظر میں دیکھا جائے تو "طاقت کے ساتھ علم" کا نظریہ زیادہ مضبوط اور زیادہ کارگر ہے۔ علم وطاقت کا یہ تقابل ایران و اسرائیل کی جنگ سے ذہن میں آیا۔ جہاں دونوں ہی ملکوں کے پاس تقریباً برابری کی تعلیم ہے لیکن طاقت کا پلّہ اسرائیل کی طرف ذرا زیادہ جھکا ہوا ہے کیوں کہ اسرائیل کے پاس ایٹمی طاقت ہے، اسی طاقت کی بنیاد پر اسرائیل اور دیگر ممالک بقیہ دنیا پر اپنی چودھراہٹ چلا رہے ہیں۔

ایٹمی طاقت کی اہمیت

دنیا میں تقریباً دو سو ممالک موجود ہیں، جن میں نو (9) ملکوں کے پاس ایٹمی طاقت ہے۔ جس کی بنیاد پر یہ ممالک دوسرے ملکوں کے مقابلے زیادہ طاقت ور مانے جاتے ہیں۔ کوئی ملک آسانی سے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا، کیوں کہ ان کے پاس اچھی خاصی تعداد میں جوہری ہتھیار موجود ہیں۔ جوہری معاملات پر نگاہ رکھنے والے ادارے ایس آئی پی آر آئی Stockholm International Peace Research Institute کی رپورٹ کے مطابق روس اور امریکہ پانچ ہزار سے زائد ہتھیاروں کے ساتھ سرفہرست ہیں۔

دنیا کے نوّے فیصد ایٹمی ہتھیار انہیں دونوں کے پاس ہیں، پانچ سو سے زائد ہتھیاروں کے ساتھ چین تیسرے، 290 ہتھیاروں کے ساتھ فرانس چوتھے، 225 ہتھیاروں کے ساتھ برطانیہ پانچویں نمبر پر ہے۔ اس کے بعد 170 تا 180 ہتھیاروں کے ساتھ بھارت اور پاکستان ہیں۔ دونوں ملک لگ بھگ برابری پر ہیں۔ اس کے بعد تقریباً 90 ہتھیاروں کے ساتھ اسرائیل اور قریب 60 ہتھیاروں کے ساتھ شمالی کوریا موجود ہے۔

مذکورہ ممالک میں سے پانچ ملکوں نے این پی ٹی (Non-Proliferation Treaty) معاہدے پر دستخط کر رکھے ہیں جس کی بنا پر ان کا ایٹمی پروگرام قانونی طور پر تسلیم شدہ ہے۔ جب کہ بھارت، پاکستان اور اسرائیل نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کیے ہیں اور شمالی کوریا اس معاہدے سے دست بردار ہو گیا ہے۔

دو بڑے چودھری

امریکہ اور روس دونوں کے پاس نوّے فیصد ہتھیار ہیں اس لیے یہی دونوں ملک دنیا بھر میں اپنی چودھراہٹ کا دعویٰ اور دَم رکھتے ہیں۔ کسی زمانے میں تنہا روس سپر پاور تھا اور آج امریکہ اس پوزیشن پر موجود ہے۔ نمبر ایک اور نمبر دو کی بحث سے قطع نظر یہ بات ایک دم صاف ہے کہ دنیا واضح طور پر دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے، ایک حصے کی قیادت روس کے ہاتھوں میں ہے جب کہ دوسرے حصے کی چودھراہٹ امریکہ سنبھالے ہوئے ہے۔

بقیہ تمام ممالک انہیں دونوں کے بلاک کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ موقع بہ موقع پالے بھی بدل لیے جاتے ہیں، تو کچھ ممالک دونوں سے الگ راہ بھی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تیسرا محاذ بہت زیادہ مضبوط بن پایا نہ چل پایا۔ لے دے کر سبھی ممالک امریکہ و

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

روس کے ارد گرد ہی ڈولتے ہیں۔ دونوں ہی ملکوں کے مابین برتری کی ڈھکی/چھپی ریس بھی جاری رہتی ہے۔ براہ راست سامنے آنے سے دونوں ہی کتراتے ہیں، کیوں کہ دونوں ہی برابر کی ایٹمی طاقت ہیں۔ بات ذرا بھی ادھر ادھر ہوئی تو ایٹمی طاقت کی بنا پر دونوں ہی ملک بدترین تباہی سے دوچار ہوں گے۔ اس لیے تمام تر رقابت/ اتار چڑھاؤ کے باوجود جنگ سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

ایٹمی طاقت کا اثر

ایشیا میں ہمارے ملک کے علاوہ چین اور پاکستان کے پاس بھی ایٹمی طاقت ہے۔ تینوں ہی ملکوں کے درمیان تاریخی رقابت وعداوت ہے اس کے باوجود اگر تینوں ہی ممالک براہ راست تصادم سے پرہیز کرتے ہیں تو اس کی سب سے بڑی وجہ تینوں کے پاس ایٹمی طاقت کا ہونا ہے۔ کوئی بھی ایٹمی حملے کا خطرہ نہیں اٹھانا چاہتا اس لیے تمام تر کشیدگی اور اٹھا پٹھک کے باوجود معاملات سنبھالنے ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ حالیہ بھارت پاک جھڑپ میں بھی یہی صورت حال پیش آئی جس کے باعث دونوں ہی ملکوں نے سخت ترین کشیدگی کے باوجود حملے کے چوتھے دن ہی جنگ بندی پر متفق ہوگیے۔

شمالی کوریا کی مثال بھی ایٹمی طاقت کی بنیاد پر اہمیت کی حامل ہے۔ ایک ایسا ملک جس کی آبادی صرف ڈھائی کروڑ ہے۔ براہ راست امریکہ سے سفارتی تعلقات تک نہیں ہیں۔ جو امریکہ سمیت مختلف یورپی ممالک کی پابندیاں جھیل رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی شمالی کوریا پر جنگ مسلط کرنے یا اس کو بزور طاقت دبانے کی ہمت امریکہ و یوروپ کسی میں نہیں ہے۔ وجہ صرف شمالی کوریا کا ایٹمی پاور ہونا ہے۔ یعنی آج کی دنیا میں ایٹمی طاقت ہی آپ کی حفاظت کا یقینی ذریعہ ہے۔

اس لیے تعلیم اور ٹکنالوجی میں آگے ہونے کے باوجود جاپان طاقت ور نہیں مانا جاتا۔ دنیا کی تمام تر سہولتیں، اچھی سڑکیں، جگمگاتے ہوٹل، سونے کے ٹوائلٹ اور برج خلیفہ جیسی آسمان چھوتی بلند و بالا عمارتوں کے ہوتے ہوئے بھی عرب اور مسلم ممالک امریکہ و یوروپ کے آگے ہاتھ باندھے نظر آتے ہیں، تو اس کی بنیادی وجہ ایٹمی طاقت سے محروم ہونا ہے، جس کی بنیاد پر امریکہ و یوروپ سے بہرحال بنا کر چلنا ان کی مجبوری ہے۔ اگر انہوں نے زیادہ نخرے دکھانے کی کوشش کی تو انہیں ان کی اوقات دکھانے میں امریکہ و یوروپ کو زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

ایٹمی طاقت ہی کی بنیاد پر محض نوّے لاکھ کی آبادی پر مشتمل غاصب ملک اسرائیل سارے عرب ملکوں پر عذاب کی طرح مسلط ہے۔ اس کا دل جب چاہے وہ کسی بھی ملک پر حملہ کر دیتا ہے اور مسلم ممالک زبانی جمع خرچ سے زیادہ کچھ نہیں کر پاتے۔ کاش! مسلم حکمرانوں نے قرآن کریم کے اس حکم ؛وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال: 60) کو حرز جاں بنایا ہوتا تو آج مسلم دنیا اس قدر کمزور اور لاچار نہ ہوتی۔ سر بہ فلک عمارتیں اور سنگ مرمر سے سجے ہوئے محلات دشمن کا ایک وار نہیں جھیل سکتے۔ جب تک مسلم حکمران اس پیغام سے دور رہیں گے دنیا کی نگاہوں میں اسی طرح ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔ ؎

بھنور سے لڑو تند لہروں سے الجھو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

ص ۵۲ رکا بقیہ..

تمہارے قلب وجگر ہیں صفا کا بحر رواں
حیا کے موتی تمہارے دو نین، ذوالنورین
رضائے حق کے لیے سب سے پہلے جو نکلی
وہ ذات تیری ہے ذوالہجرتین، ذوالنورین
تمہارے آنے پہ اٹھ جاتے ہیں حیا کے لیے
کرم نواز شہِ مشرقین، ذوالنورین
ہمارے قلب حزیں کو قرار آجائے
ہمارا آپ اگر سن لیں بین، ذوالنورین
مجھے بھی خواب میں طوقِ غلامی کر دو عطا
تمہارا بن کے رہوں گا میں قین، ذوالنورین
مدینہ پاک میں اڑتا ہوا پہنچ جاؤں
عطا جو کر دیں مجھے بھی دو ڈین، ذوالنورین
تمہاری دید کا شربت ملے نہ جناحی کو
تو کیسے اس کی کٹے کالی رین، ذوالنورین

◆◆◆

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

ایران اور اسرائیل جنگ

13/جون2025 کے اسرائیلی حملے (آپریشن رائزنگ لائن): اسرائیل نے ایران کے متعدد فوجی اور جوہری اہداف پر حملے کیے، جن میں تہران، نطنز، خنداب اور خرم آباد کی جوہری تنصیبات شامل تھیں، ان حملوں میں ایرانی پاسداران انقلاب کے کمانڈر حسین سلامی، ایرانی مسلح افواج کے چیف آف اسٹاف میجر جنرل محمد باقری اور جوہری سائنسدان فریدون عباسی دوانی اور محمد مہدی طہرانچی مارے گئے۔

اس کے علاوہ 15-14/جون کے حملوں میں بھی ٹارگٹڈ حملے ہوئے ہیں جن میں سات ملٹری افسران شامل ہیں۔ ایران کے اندر اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے لوگ لگاتار آپریشن کر رہے ہیں اور ایران کو اندر سے شدید نقصان پہنچا رہے ہیں، حالاں کہ ایران نے کئی جاسوس پکڑے ہیں جن میں 77 غیر ملکی افراد شامل ہیں جن میں سے اکثریت بھارتی نژاد ہے۔

ایرانی جوہری تنصیبات پر ہونے والے حملوں میں اب یہ صاف ہوگیا ہے کہ سائٹس کو کوئی مستقل نقصان نہیں پہنچا ہے، حملے اب بھی دونوں طرف سے جاری ہیں، کل ہی ایرانی میڈیا کے مطابق ان کے 337 لوگ مارے گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی اسرائیلی حملوں میں قریب 244 لوگ مارے گئے تھے۔

اسرائیل کے نقصانات

15-14/جون کی رات کو ایرانی جوابی کارروائی میں اسرائیلی حملے کے اگلے ہی روز ایران نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے بیلسٹک میزائلوں کی بارش کر دی۔ تل ابیب، حیفا، بیت یام، اشدود، اور عسقلان میں شدید دھماکے ہوئے۔ ایرانی وزارت دفاع کے مطابق انہوں نے: (1) اسرائیل کی تیل ریفائنری (2) نیوکلیئر ریسرچ سنٹر (3) فضائیہ کے تین اڈے (4) دو خفیہ فوجی تنصیبات (5) ایک سائنسی تجربہ گاہ کو کامیابی سے نشانہ بنایا۔

ایرانی حملوں میں: 103 اسرائیلی شہری وفوجی ہلاک 987 افراد زخمی تل ابیب، حیفا اور اشدود کے کئی علاقے ملبے کا ڈھیر بن گئے، اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کا ولا بھی مکمل طور پر تباہ ہوگیا، آئرن ڈوم اور امریکی تھاڈ ڈیفنس سسٹم مکمل طور پر ناکام دکھائی دیئے۔

آج نتن یاہو اپنے ملک کی حالت دیکھ کر لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو ورنہ عرب سے لے کر یورپ تک کوئی ایران سے نہ بچے گا۔ اسرائیل میں بھی جانی نقصان سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 125 سے تجاوز کر گیا ہے، 987 کے قریب زخمی ہیں اور کئی شہر غزہ کی طرح کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

ایران کا دعویٰ

ایران کے جنرل مہدی حسن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم نے تل ابیب، حیفا، بیت یام کے علاوہ جگہوں پر بھی حملے کیے ہیں جن میں ملٹری بیس، فوجی اڈوں، ہوائی اڈوں وغیرہ کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے لیکن اسرائیل صرف شہروں کی تصاویر اور ویڈیو دکھا رہا ہے جس سے دنیا کو لگے کہ ایران شہریوں پر حملہ کر رہا ہے۔

اب آگے کیا؟

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اسرائیل کو توقعات سے زیادہ جواب ملا ہے اور نتن یاہو تلملا اٹھا ہے اور دنیا کے کئی ممالک بشمول امریکا سے مداخلت یا جنگ میں شامل ہونے کی گہار لگا رہا ہے، ٹرمپ جنگ بندی کا وعدہ کر کے آیا تھا اور چاہتا بھی نہیں ہے کہ امریکا براہ راست جنگ میں شامل ہو۔ اس لیے اگر یہ جنگ اسرائیل نہیں روکتا تو اسرائیل کا تاریخی نقصان طے ہے۔

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

ایران اسرائیل پر بیلسٹک میزائلوں کی بارش کر رہا ہے، اردن کھل کر جب کہ عرب ممالک رڈار کی جان کاری اسرائیل کو پہنچا کر حمایت کر رہے ہیں، وہیں دوسری طرف غزہ کی طرف جانے والے مارچ کو مصر میں سخت پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کئی غیر ملکیوں کے پاسپورٹ ضبط کر لیے گئے ہیں، بہتوں کو قید کر دیا گیا، ایک علاقے میں تو جوتوں اور چپلوں سے اس قافلے کا استقبال کیا گیا ہے، کتنی افسوس ناک بات ہے کہ مصر جیسا ملک اس قدر بدتمیزی پر آمادہ ہے، اسے نہ غزہ کے بچے دکھ رہے ہیں اور نہ ہی بھوک پیاس سے نڈھال ہوتے بزرگ، خواتین۔

تاریخ ایسے بزدل، ناکارہ، بے غیرت صدر کو شاید کبھی نہ دیکھے۔ رفح بارڈر پر امدادی سامان سڑ رہا ہے لیکن مصر کی عوام اور صدر آرام کر رہے ہیں، مصر نے ہی اسرائیل کو سب سے پہلے قبول بھی کیا تھا اور آج تک اپنی غلامی کا ثبوت بطور احسن دے رہا ہے۔

ایران جس قدر حملے کر رہا ہے اس سے تو یہی لگتا ہے کہ ایران جلد ہی اپنے جوہری ہتھیاروں کا ٹیسٹ کرنے والا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو خطے کی صورت یکسر بدل جائے گی، بہر حال ایران کے تابڑ توڑ جوابی حملوں نے اسرائیل کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ایران پر حملہ کر کے اس غلطی کر دی ہے؟

جنگ خطرناک موڑ پر پہنچ رہی ہے

آج صبح ہی واشنگٹن پوسٹ نے امریکی صدر ٹرمپ کا ٹوئٹ لگایا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایران کو جوہری ڈیل کر لینا چاہیے تھی، ہم ایران کو کسی قیمت پر جوہری ہتھیاروں کی اجازت نہیں دینے والے، بہت سے لوگوں کی موت ہوئی ہے، ایران کے لوگوں کو تہران خالی کر دینا چاہیے۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ امریکا جنگ میں کود رہا ہے، اگر امریکا براہ راست شامل ہوتا ہے تو ایران کی پریشانی بڑھنا طے ہے، جو عراق، لیبیا، افغانستان مصر، اُردن میں ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی ہونے والا ہے، سابق ایرانی صدر کے بیٹے اہلیہ حکومت کے لالچ میں بیٹھے ہیں، ہوسکتا ہے جلد ہی کٹھ پتلی حکومت بن جائے! مگر

اگر امریکا ایران میں رموٹ کنڑول حکومت بنا لیتا ہے تو یہ بھی یقینی ہے کہ افغانستان اور پ اک دونوں ہی کو نہ رکنے والی گوریلا، پراکسی وار کا سامنا کرنا پڑے گا، ایسے میں اگر پ اک اور افغانستان جنگ سے دور بھی رہتے ہیں تو ہمیشہ کا خطرہ برداشت کرنا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ پڑوسی ملک نے اپنی اسیمبلی میں ایران کی حمایت میں قرارداد منظور کی ہے لیکن صرف قرارداد سے کچھ نہیں ہونے والا جنگ میں شامل ہونا ضروری ہو جائے گا۔

روس اور چین کا کردار کیا ہوگا؟

روس اور چین اگر اس جنگ میں شامل نہیں ہوتے جیسا کہ امید ہے تو پھر ان کی مشکلات بھی بڑھنا یقینی ہے، روس اکیلا پڑ جائے گا، چین کا کاروبار جو افغانستان اور ایران کے ساتھ ہے تقریباً بند ہو جائے گا، گویا امریکا ایک تیر سے کئی شکار کرے گا، افغانستان ایک بار پھر امریکا سے دہائیوں پریشان رہے گا جب کہ پ اک بھی کئی اطراف سے گھر جائے گا، بظاہر حالات ایسے بن رہے ہیں کہ بہت سے ممالک اس جنگ میں نا چاہتے ہوئے بھی شامل ہونگے ورنہ خطرہ ان کے لیے بھی تیار ہے۔

ایران کیا کرے گا؟

ایران امریکا کے شامل ہونے سے جنگ میں کمزور پڑ جائے گا، فی الحال جس قدر اسرائیلی خفیہ ایجنسی کے ارکان ایران کے اندر کار بم دھماکے اور اپنی دیگر سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں اس سے لگتا یہی ہے کہ امریکا جلد از جلد یہ کھیل مکمل کرنا چاہے گا تاکہ خون کم بہے اور بدنامی کم ہو، اگر خمینی مارے جاتے ہیں تو بڑی آسانی سے ایران ختم ہو جائے گا، ایران کے لیے خمینی کا زندہ رہنا اور جنگ کو طول دینا ہی واحد راستہ ہے کیوں کہ ان ایام میں ایران جوہری ہتھیاروں کے ٹیسٹ کر سکتا ہے، ایرانی جوہری سائٹس کو ابھی ایسا کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے جس سے اس کے اس پروگرام میں کوئی رکاوٹ آئے، کئی بین الاقوامی ادارے یہ مان رہے ہیں کہ جوہری تنصیبات ابھی تک محفوظ ہیں، خبر یہ بھی ہے کہ ایران نے جوہری تنصیبات زیر زمین ۹۰ میٹر رکھی ہیں ایسے میں نقصان کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ہاں اوپری ڈھانچے میں کچھ نقصان ہوسکتا ہے بس۔

یورپ بس غلامی چاہتا ہے

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو یورپی ممالک یہ کہتے ہیں کہ ہم ہتھیار بنائیں گے لیکن تم نہیں! تم پر بھروسا نہیں کہ کب کہاں استعمال کر دو! لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے امریکا نے ہی جاپان کے ہیروشیما، ناگاساکی پر دوسری جنگ عظیم کے درمیان جوہری ہتھیاروں کا استعمال کیا تھا، جو خود استعمال کر چکا ہو وہ کس منہ سے دوسرے پر زبان درازی کر رہا ہے؟

اگر ایک سال قبل ایران حزب اللہ کا ساتھ نہ چھوڑتا اور شام میں اس کی پراکسی فوج موجود ہوتی تو ایران کو کچھ آسانی ہوتی، لیکن ایران نے اس وقت سب کو اکیلا چھوڑ دیا اور آج خود اکیلا پڑ گیا ہے، ۱۹۸۰ء کے بعد سے ایران نے جتنا پیسا ان بھاڑے کے قاتلوں پر خرچ کیا اگر وہ اپنی فوج، ہتھیار یا اپنے اندر کے نظام کو مضبوط کرنے میں خرچ کرتا تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

بہر حال ایران دو ہی صورتوں میں غالب آ سکتا ہے پہلی جوہری ہتھیاروں کا حصول، دوسرے ٹاپ لیڈرشپ کا زندہ رہ جانا اور یہ دونوں ہی مشکل نظر آ رہے ہیں، اس تحریر کو مذہبی نقطہ نظر سے پرے ہو کر پڑھیے، جو ایران نے سنیوں کے ساتھ کیا ہے اسے بھولا نہیں جا سکتا مگر ایران ہاتھ جانے کا مطلب ہے کہ کوئی مسلم ملک بنام مسلم زندہ نہیں رہ پائے گا۔

جنگ بڑھتی ہی جا رہی ہے امریکا کی تمام دھمکیوں کو درکنار کرتے ہوئے ایران اسرائیل پر تابڑتوڑ حملے کیے جا رہا ہے، اب امریکا کے جنگ میں شامل ہونے کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں، حملے طرفین سے جاری ہیں اور دونوں کا خاصہ جانی، مالی نقصان ہو رہا ہے، امریکی صدر بھی آیت اللہ علی خامنہ ای کو مارنے کا عندیہ دے رہے ہیں، خامنہ ای کے ٹھکانے کے متعلق ٹرمپ نے کہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں چھپے ہیں، اسرائیل اور امریکہ کے بیانات سے یہ ظاہر ہے کہ وہ حکومت بدلنا چاہتے ہیں جس کے لیے رضا پہلوی جیسے لوگ بیٹھے ہوئے لار ٹپکا رہے ہیں۔

وہیں خامنہ ای نے بھی اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ میرے جسم کی کوئی حیثیت نہیں، مرنے کے لیے تیار ہوں لیکن جھکنے کو نہیں، ہر چیز کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا، ایران نے آج حیفا، تل ابیب کے بعد یروشلم میں بھی حملے کیے ہیں، جنگ جس موڑ پر پہنچ رہی ہے وہاں ایران کے لیے مشکلات یقینی ہیں، ایسے میں روس اور چین کی مدد ایران کو حوصلہ دیے ہوے ہے لیکن اتنا یقینی ہے کہ یہ سامنے آ کر جنگ نہیں کریں گے، روس ایران کی مدد اس لیے بھی کرے گا کیوں کہ ایران نے اپنے ڈرون روس یوکرین جنگ میں روس کو دیے، خبریں ہیں کہ چین بھی مدد کر رہا ہے لیکن یہ بات فوجی امداد اور ساز وسامان تک ہی محدود رہے گی، اتر کوریا کے "کم جونگ ان" کا بھی بیان آیا ہے کہ ایران اکیلا نہیں ہے ہم ساتھ ہیں لیکن سیدھی جنگ میں شاید کوئی ساتھ نہ آئے گا۔

کیا ہوگا اگر امریکا ایران پر قبضہ کر لے

اس وقت چین اور روس مشرق وسطیٰ میں جم کر کاروبار کر رہے ہیں، روس کو بھی ایران کی طرح امریکی پابندیوں کا سامنا ہے ایسے میں تیل اور گیس کا بڑا اسپلائر ایران اگر ان دونوں ملکوں کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو چین اور روس دونوں کو تیل اور گیس کی قلت ہونا یقینی ہے، یا پھر امریکی ریٹ اور شرائط پر تیل گیس یا دیگر کاروبار کرنا ہوگا، ایسا ہونے پر نہ صرف ایران بل کہ پھر عرب ممالک پر بھی اسرائیل اور امریکا کا شکنجہ کسے گا اور ہر بات ماننی ہوگی، ابھی جو عرب ممالک کچھ حد تک بچے ہوئے ہیں تو وجہ ایران ہی ہے، کیوں کہ جب تک ایران پر قبضہ نہ ہو تب تک سب کی سننا پڑے گی، ورنہ ایربیس، اسپیس اور ان کے فوجیوں کی ہر سہولت کا انتظام کون کرے گا؟ ایران کے بعد امریکا اور اسرائیل کو عرب ممالک کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لیے ان ممالک میں موجود امریکی فوجی اڈے اور ان میں موجود اسلحہ سے چند لمحوں میں کسی بھی ملک پر یہ دونوں قبضہ کر لیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایران کے بعد کوئی بھی ملک سلامت نہیں رہے گا، چند سالوں کے اندر سب ختم ہو جائیں گے، دنیا بھر کو امریکا اور اسرائیل کا چہرہ اس وقت صاف نظر آئے گا جب ہر چیز کی قیمت امریکا، اسرائیل طے کریں گے۔ آج کی خاموشی کل کی موت ہے، G 7 ممالک کی بیٹھک میں سارے ملکوں نے ٹرمپ

کے آگے گھٹنے ٹیک دیے، پہلے حملہ اسرائیل نے کیا ہے باوجود اس کے سارے دیش یہ کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل کو حق دفاع حاصل ہے، دنیا نے اس سے بڑی بددیانتی شاید کبھی نہ دیکھی ہوگی، ایران جو بھی کرسکتا ہے، اسے اپنے تحفظ کے لیے کر گزرنا چاہیے پھر شاید وقت نہ ملے۔

ایران لڑائی پر کیوں اڑا ہے؟

1980 کے بعد سے ایران نے پراکسی وار کو ہی ترجیح دی ہے، پچھلے کئی سالوں میں اس کے فوجی افسران، سائنس داں قتل ہوئے لیکن ایران نے کھل کر جواب نہیں دیا، آخر آج ایران ایسا کیوں کر رہا ہے؟ دنیا جانتی ہے کہ ایران کے پاس وافر مقدار میں یورینیم موجود ہے A I E A اس بات کو کلیر کر چکی ہے، فروری میں ایک رپورٹ آئی تھی کہ ایران نیوکلیر ہتھیار بنانے کے قریب ہے، اب دنیا بھر کے لوگ اس شش و پنچ میں ہیں کہ کیا ایران بغیر تیاری کے اتنی بڑی لڑائی مول لے سکتا تھا؟ اس کے دو جواب مجھے سمجھ آتے ہیں۔

(1) ایران اپنا جوہری پروگرام اس حال میں لے آیا ہے کہ وہ چند دنوں میں جوہری ہتھیار بنا سکتا ہے، اس لیے جنگ جاری ہے اور ایہ اس کے ٹیسٹ کے اعلان کے لیے ایسا کر رہا ہے جو اس کے لیے بھی نہایت موزوں وقت ہے، ایسے میں اگر ٹیسٹ ہوتا ہے تو ٹیسٹ کے بعد آدھی دنیا ایران کی طرف ہوگی۔

(2) امریکا یا اسرائیل کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ ایران جوہری ہتھیار بنانے کے نہایت قریب ہے، اگر اسے یقین ہوتا کہ بنالیا ہے تو شاید حملہ نہ کرتا، کیوں کہ کسی بھی ملک کے لیے جوہری ہتھیار جنگ روکنے کا واحد ذریعہ ہیں، یا پھر امریکا اسرائیل یہ چاہتے ہیں کہ اگر ایران نے بنالیا ہے تو ٹیسٹ کرے ضرور کرے گا، اس طرح سالوں کا شک و شبہ ختم ہو جائے گا اور پھر ہم دنیا بھر میں ایران پر مزید پابندیاں لگا سکیں گے، اگر نہیں بنایا ہے تو حکومت تبدیل کر کے جوہری پروگرام پر قبضہ کرلیں گے اس طرح ملک بھی ملے گا اور بیٹھے بٹھائے جوہری ہتھیاروں میں اضافہ بھی ہو جائے گا، دیگر ایشیائی مما لک تک پہنچ آسان ہو جائے گی ہر ملک پر نظر رکھنا آسان ہوگا نیز ہر ملک امریکی، اسرائیلی میزائلوں کی رینج میں ہوگا۔ ؎

زندہ رہنا ہے تو حالات سے ڈرنا کیسا
جنگ لازم ہو تو لشکر نہیں دیکھے جاتے

ص ۵۳ کا بقیہ ....

ان شہیدانِ بہتر کے وسیلے سے سدا
ابرِ رحمت تجھ پہ رب برسائے خاکِ کربلا
یوں کشش بھر دی گئی تجھ میں کہ خورشید فلک
رنگ و روغن دیکھ کر للچائے خاکِ کربلا
چھوڑ کر خاکی بدن، جاں حاضر دربار ہو
ہجر کے ماروں کو یوں تڑپائے خاکِ کربلا

ص ۵۳ کا بقیہ ....

رعبِ وفا جلالِ ولایت کی ہے قسم
اعدائے دیں کے واسطے تیغ و سناں ہیں آپ
ہتھیار ڈالنا ہی پڑا حق کے روبرو
ہے کون تاب لا سکے سیف البیاں ہیں آپ
پھیلی ہیں میری فکر کی ہر سمت نکہتیں
قدسیؔ کے باغِ فیض کے لیے گل فشاں ہیں آپ

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابوااللیث نصر ابن محمد سمرقندی — ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

پینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

نتیجہ: تو جب تائب میں یہ چاروں علامات پائی جائیں تو (جان لینا چاہئے کہ) وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. (ترجمہ) بے شک اللہ پسند کرتا ہے بکثرت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔'' [سورۂ بقرہ:۲۲۲]

تائب کا حق

اور ایسے (سچے) تائب کے لئے مسلمانوں پر چار باتیں واجب ہیں:

(۱) اس سے محبت رکھیں، کیونکہ اب وہ اللہ کا محبوب ہو گیا ہے۔

(۲) اور دعائے خیر کے ساتھ اس پر نگاہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم دائم رکھے۔

(۳) اور قبلِ توبہ جو گناہ اس نے کئے ان پر اسے کبھی عار نہ دلائیں، طعنہ نہ دیں۔

(۴) اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور بات چیت رکھیں اور (جس قسم کی اعانت درکار ہو) اس کی حسب حیثیت اعانت کریں۔

تائب کا اکرام

ایسے تائب کو اللہ تعالیٰ چار عزتوں سے سرفراز فرماتا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے گویا وہ ایسا ہو گیا جس نے وہ گناہ کبھی نہیں کیے۔

(۲) اور اللہ اس سے محبت فرماتا ہے (جیسا کہ اوپر آیت کریمہ کے حوالہ سے گزرا)۔

(۳) اور شیطان کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیتا ہے بلکہ شیطان سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۴) اور اسے دنیا چھوڑنے سے پہلے (یعنی قبل موت قریب وقت نزع) عذاب کے خوف سے مامون فرما دیتا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے فرماتا ہے:

''تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. (ترجمہ) ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔'' [حٰم السجدۃ-۳۰]

توّابین کے اکرام میں دوزخ کا بجھنا

قول ابن معدان: حضرت خالد ابن معدان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے۔ فرمایا: جب توابین (یعنی بکثرت توبہ کرنے والے) جنت میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ کیا ہم سے ہمارے رب نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا ہم جنت میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ پر (ضرور) وارد ہوں گے تو اُن سے کہا جائے گا تم دوزخ پر گزرے تو تھے مگر تمہیں احساس نہیں ہوا (کیونکہ اس وقت تمہارے اکرام میں) وہ بجھی ہوئی تھی۔

حقیقی توبہ کا اثر و فائدہ

حدیث شریف: حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے فرمایا: کہ حضور پرنور نبی رحمت، رحمت عالم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ایک عورت کو حد زنا میں سنگ سار کیا (یعنی کرنے کا حکم صادر فرمایا) پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اس پر کسی صحابی نے (اظہار تعجب کے طور پر) عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور نے اس کو رجم بھی کیا پھر اس کی نماز بھی پڑھی؟ ارشاد فرمایا:

''لقد تابت توبة - الخ۔ (ترجمہ) بے شک اس عورت نے (سزائے زنا بھگتنے کی نوبت آنے سے پہلے یقیناً) ایسی

حقیقی سچی توبہ کر لی تھی کہ اگر ویسی توبہ وہ (پہلے ہی) ستر مرتبہ کر لیتی تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔''

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس کی توبہ حقیقی توبہ تھی اور توبہ جو حقیقی ہوتی ہے وہ قبول ہو ہی جاتی ہے اگر چہ جرم کتنا ہی عظیم ہو۔

برائے اہل غفلت، تازیانۂ عبرت

حدیث شریف: کتب حدیث میں وارد ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

''مَن عَيَّرَ مؤمناً بِفَاحِشَة - الحديث۔ (ترجمہ) جس نے کسی مسلمان کو اس کی کسی فحش (گھنونی) بُرائی پر عار دلایا تو وہ مثل فاعل ہے اور اللہ پر حق ہے کہ اسے اس بُرائی میں واقع کر دے اور مزید فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو کسی جرم پر عار دلایا تو وہ دنیا سے نہیں جائے گا جب تک کہ اس جرم کا مرتکب نہ ہو جائے اور رسوائی و فضیحت نہ اٹھا لے۔''

کفر و فسق سے نفرت و کراہیت ایمانی خصلت

فقیہ یعنی مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کامل مؤمن، گناہ کا نہ دل میں قصد لاتا اور نہ عمداً اس کا ارتکاب کرتا ہے، دلیل اس کی قرآن کریم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔ (ترجمہ) اور اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر و فسق اور معصیت کی ناگواری قائم کر دی ہے۔'' [سورۂ حجرات-۷]

فقہی و کلامی مسئلہ: تو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم ہوا کہ اس نے مؤمنوں کے دلوں میں معصیت کا بغض رکھا ہے۔ (جب ایسا ہے) تو وہ (بحیثیت مؤمن) معصیت کا تعمد نہیں کرتا بلکہ بحالت غفلت ہی اس میں گر پڑتا ہے۔ لہٰذا توبہ (واصلاح حال) کے بعد اس پر عار دلانا اس دلیل سے بھی ناجائز ہے۔

توبہ صادق و تام کی برکات

قول ابن عباس: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: جب بندہ توبۂ تام کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور (یہاں تک اکرام فرماتا ہے کہ) کاتبین کرام کو اس کا برا عمل جو انہوں نے لکھا تھا، بھُلا دیتا ہے اور جوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضا) کو بھی وہ خطا بھُلا دیتا ہے جو اُن سے سرزد ہوئی تھی اور اس زمین (جگہ) کو بھی بھلا دیتا ہے، جہاں وہ گناہ کیا تھا اور آسمان کی اس جگہ کو بھی بھلا دیتا ہے (جہاں وہ رکھا گیا تھا۔ یہ سب اس لئے) تاکہ قیامت کے دن گناہ سے پاک وصاف اس طرح آئے۔ کہ مخلوق میں کوئی بھی اس کے خلاف گواہی نہ دے سکے۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

.........جاری

ص ۴۸ رکا بقیہ..

اڑا دیتا ہوں دشمن کے سروں کو
جلال و قہر ہوں تیغ و سناں ہوں
جلا دیتا ہوں خرمن دشمنوں کا
حریفوں کے لیے برقِ تپاں ہوں
برائے دوستاں شبنم کی ٹھنڈک
برائے حق حریر و پرنیاں ہوں
مری ہیبت سے دشمن کانپتا ہے
میں دنیا میں صداقت کی اذاں ہوں
احبالاحکمتوں کا میرے دم سے
ادب کے آسماں کی کہکشاں ہوں
بہائیں ندّیاں شعر و سخن کی
میں شانِ فلسفہ منطق کی جاں ہوں
تصوف کی بچائی لاج میں نے
ہر اک فن کے لیے روحِ رواں ہوں
محبت کا سبق سب کو سکھایا
سراپا ساز ہوں سوزِ نہاں ہوں
زمیں مسکن ہے میرا پھر بھی سن لے
بلندی میں سراسر آسماں ہوں
قلم آخر میں بولا سن اے احمد
مجاہد سربکف عزمِ جواں ہوں

◆◆◆

خطیب کی تڑپ

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی، دہلی

زمانۂ طالب علمی تھا، دیگر امور کے ساتھ ذوق خطابت بھی پروان چڑھ رہا تھا۔ کبھی کبھار جذبۂ خطابت آپے سے باہر ہوتا تو موقع بنا کر کسی چھوٹی موٹی محفل میں چلے جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک محفل میں ایک مترنم خطیب، سے پالا پڑ گیا، آنجناب ہی خصوصی خطیب کی مسند پر قابض تھے۔ خطیب صاحب جب بھی کوئی دھانسو ڈائیلاگ بولنے والے ہوتے تو ماحول بنانے کے لیے یہ ترغیبی جملے بار بار دہراتے:

”تڑپ کے کہہ دو سبحان اللہ! مچل کے کہہ دو سبحان اللہ!
ذرا جھوم کے کہہ دو سبحان اللہ“

خطابی سُر تال کی لہریں محفل کو لہا لوٹ کر ہی رہی تھیں کہ اچانک ایک شخص نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر بڑی زور سے کہا؛ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ! جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ شخص ایک سانس میں تین چار بار سبحان اللہ کہتا تھا۔ جیسے ہی خطیب صاحب ”کہہ دو سبحان اللہ“ کا آوازہ لگاتے، جواباً وہ شخص کم از کم تین سانسوں کا استعمال کرتے ہوئے آٹھ دس بار سبحان اللہ کہتا۔

ابتداً تو خطیب صاحب کو اچھا لگا، مگر مسلسل سبحان اللہ کہنے سے خطابت میں خلل محسوس ہونے لگا۔ جب یارائے ضبط نہ رہا تو خطیب صاحب نے اسے ڈانٹ لگاتے ہوئے کہا؛ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا؛ آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، میں نے ایسا کب کہا؟ مچل کر سبحان اللہ آپ ہی تو کہلوا رہے ہیں! میں نے یہ کب کہا کہ مسلسل کہتے رہو! حضرت آپ ہی تو تڑپ کر سبحان اللہ کہنے کو بول رہے ہیں اب تڑپنے کے بعد گنتی کا دھیان ہی کہاں رہتا ہے؟ یاد رہتا ہے تو بس اتنا کہ سبحان اللہ کہنا ہے!

بحث آگے بڑھتی دیکھ میں ان صاحب کے پاس گیا اور نرم لہجے میں گزارش کی کہ وہ ایک آدھ بار ہی سبحان اللہ کہنے پر اکتفا کر لیں تو مجلس کے لیے بہتر ہوگا، خیر! سمجھانے بجھانے سے وہ جناب مان تو گئے مگر بڑی ”حسرت“ سے کہا کہ آپ کہتے ہیں تو مان جاتا ہوں ورنہ میں آج ایسے تڑپ تڑپ کر دکھاتا کہ مقرر صاحب سدا یاد رکھتے!

سمجھانے بجھانے کے بعد اس شخص نے اپنی تڑپ کو کنٹرول کر لیا لیکن اس حادثہ کی وجہ سے خطیب صاحب کا ”تڑپاؤ ڈائیلاگ“ بھی بالآخر بند ہو گیا، جس سے مجمع کو بھی قدرے راحت نصیب ہوئی۔

اس بات کو ہوئے کئی سال گزر گئے۔ اس وقت اکا دکا خطیب وشاعر ہی تڑپنے کی اپیل کیا کرتے تھے، اب تو ہرا سٹیجی مخلوق تڑپانے پر آمادہ ہے، کاش انہیں بھی کوئی ”سچی تڑپ“ والا بندہ مل جائے تاکہ ان تڑپانے والوں کی تڑپ بھی کو تھوڑا بہت آرام مل جائے ورنہ وہ سامعین کو ایسے ہی تڑپاتے رہیں گے۔ ؎

جور کو جور بھی اب کیا کہیے
خود وہ تڑپا کے تڑپ جاتے ہیں

◆◆◆

خودکشی! صبر واستقامت کی شکست

از: محمد رمضان رضا ماتریدی، ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں

اللہ عزوجل نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور ان میں سب سے عظیم نعمت زندگی ہے۔ یہ زندگی نشیب وفراز، خوشی وغم، کامیابی وناکامی کا ایک حسین سفر ہے۔ جو لوگ صبر اور یقین کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھتے ہیں، وہ اندھیروں میں بھی امید کی کرن ڈھونڈ لیتے ہیں اور مشکلات میں آسانی کا راستہ تلاش کر لیتے ہیں، افسوس کہ آج کا انسان معمولی آزمائشوں میں ہی حوصلہ ہار بیٹھتا ہے۔ دلوں میں وسعت کم ہو گئی ہے اور صبر کا دامن چھوٹتا جا رہا ہے۔

اسی کمزوری کا نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ زندگی کی عارضی پریشانیوں سے گھبرا کر خودکشی جیسا ہولناک اور غیر شرعی قدم اٹھا لیتے ہیں، جو نہ صرف دین اسلام میں سخت حرام ہے بلکہ اللہ عزوجل

کی عظیم نعمت زندگی کی بے قدری اور ناشکری بھی ہے۔خودکشی دراصل صبر ویقین کی شکست کا اعلان ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے، حالانکہ قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا گیا: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔(سورہ یوسف:87) اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ الزُّمر:53)

زندگی کے ہر اندھیرے کے بعد روشنی ہے، ہر دکھ کے بعد راحت ہے اور ہر آزمائش کے بعد انعام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ہمت اور صبر کا دامن نہ چھوڑیں۔ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہمارے لیے سب سے روشن نمونہ ہے۔ طائف کی سنگ باری ہو یا شعب ابی طالب کی مشکلات، میدانِ احد کی آزمائش ہو یا حدیبیہ کا صبر آزما معاہدہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں صبر اور اللہ عزوجل پر کامل یقین کیا، کبھی ناامیدی اور مایوسی کو پاس نہ آنے دیا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے سبق لیں۔ جب ہم کسی کو مایوسی اور شکستگی کی حالت میں دیکھیں تو اس کا ہاتھ تھامیں، اسے حوصلہ دیں، اس کے زخموں پر الفاظِ محبت کا مرہم رکھیں۔ ایک نرم مسکراہٹ، ایک دل جو امید سے بھرا ہو، کسی کو زندگی کی طرف واپس کھینچ سکتا ہے۔ یاد رکھئے! خودکشی صرف ایک فرد کا نقصان نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی حساسیت اور ذمے داری پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ آئیں! ہم صبر، امید اور محبت کے چراغ جلائیں تاکہ کوئی بھی زندگی مایوسی کی اندھیری رات میں نہ بجھے۔

◆◆◆

سنیت کی علامت

از: عبداللطیف رضوی علیمی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنّت وجماعت کی علامت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

''تَفْضِيلُ الشَّيْخَينِ وَحُبُّ الخَتْنَيْنِ وَمَسْحُ الخفَّين.

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق وامیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی وامیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا، یہ سنیت کی علامت وپہچان ہے۔''

واضح رہے کہ ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے آپ نے فرمائی کیوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا ہی سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس لیے کہ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بُخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:

''سِيماهُم التَّحلِيقُ۔ ان کی علامت سر منڈانا ہے۔''

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے۔

◆◆◆

جشن غدیر خم منانا کیوں جائز نہیں؟

از: مولانا شمس تبریز خا کی ظہوری مرکزی بلگرام شریف

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

رافضیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث غدیر خم سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے، جبکہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تصفیہ ما بین سنی وشیعہ'' میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں ہے، رافضیوں کی کتاب ''موسوعۃ الغدیر'' صفحہ نمبر ۲۱۰/ پر ہے:

''یہ عید (عید الغدیر) اس جشن کے لیے منائی جاتی ہے

کہ خلافت بلا فصل اہل بیت کا حق ہے۔''

اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''سقیفہ بنی ساعدہ میں جو حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور سب نے انھیں جو خلیفہ مانا، وہ غدیرِ خم والی حدیث سے بغاوت کر کے کیا گیا۔''

یعنی ''جشن غدیر خم'' حضرت سیدنا صدیقِ اکبر کی خلافت بلا فصل کی تردید اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے لیے منایا جاتا ہے۔

اب وہ سنی حضرات جو اس بدعت کا لقمہ بن چکے ہیں، وہ خود سے سوال کریں کہ آخر جشن غدیر خم کے پیچھے کے مقاصد کیا ہیں؟ اور کیا ہمارے اسلاف نے منایا؟ بے شک ''من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ'' حدیث برحق ہے۔فرق بس یہ ہے کہ اس حدیث سے روافض نے غلط استدلالات کیے، جس کے نتائج بڑے جان لیوا ثابت ہوئے۔ ؎

بد کی صحبت میں مت بیٹھو اس کا ہے انجام برا
بد نہ بنے تو بد کہلائے بد اچھا بد نام برا

◆◆◆

کیا فلسطین میں جنگ بندی ہوگی؟

از: مولانا طارق انور مصباحی

(1) کل 13: مئی 2025 کو امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ سعودی عرب پہنچ چکا ہے اور فلسطین کی جنگ بندی اور فلسطین کو ایک مستقل ریاست بنانے کی بات چیت جاری ہے۔

(2) اسرائیل کے وقت قیام (1948) سے ہی امریکہ اور یورپی ممالک اسرائیل کو مشرق وسطی میں اپنا نمائندہ ملک اور مشرق وسطی کو کنٹرول کرنے والا ملک مانتے رہے ہیں، لیکن اب اسرائیل کی اس حیثیت پر گرد آلود ہوتی نظر آ رہی ہے۔اسرائیل بھی سخت بے چینی میں مبتلا ہے اور ہمیشہ ظالم کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

(3) تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر فلسطین ایک مسلح ملک بن جاتا ہے تو وہ مشرق وسطی میں ایک مضبوط ملک ہو جائے گا اور اسرائیل کا وجود سمٹتا نظر آئے گا، تاہم اسرائیل تادم تحریر گریٹر اسرائیل کے خواب سے باہر نہیں نکلا ہے، لیکن اس خواب کی تعبیر دھندلی نظر آتی ہے، فلسطینی مجاہدین اس خواب کو چکنا چور کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں اور اس کاوش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

(4) ان شاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں واضح ہو جائے گا کہ فلسطین کا مستقبل کیا ہوگا، ابھی ہر محاذ پر گفت وشنید کا سلسلہ جاری ہے۔ یوکرین کی جنگ بندی کے لئے بھی مذاکرات ہو رہے ہیں اور جلد ہی جنگ بندی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

◆◆◆

امام کی کفالت! ایک اجتماعی ذمہ داری

سوشل میڈیا سے

چائی باسہ (جھارکھنڈ) کی مدینہ مسجد کے امام مولانا شاہنواز انصاری رحمہ اللہ نے 18 جون 2025 کو مسجد کی تیسری منزل میں پھانسی لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔قرض کی زیادتی، تنخواہ کی کمی اور حالات سے تنگ آ کر یہ قدم اٹھایا جو بالکل غلط تھا، اپنے سوسائیڈ نوٹ میں انہوں نے لکھا:

''میں نے سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے، کسی کو الزام نہیں دے رہا، قرض نے میری کمر توڑ دی''

یہ محض ایک شخص کی موت نہیں، پورے معاشرے کا جنازہ ہے، ارکان مسجد کی بے حسی اور خود غرضی کا ننگا ثبوت ہے۔

اسلام کا نظریہ

اسلام نے امام، مؤذن اور دینی خدمت گاروں کو معاشرے کی روحانی قیادت قرار دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کو کسی کام پر مقرر کرے، تو اس کی کفالت (رزق و ضروریات) بھی اسی پر لازم ہے۔ (سنن ابی داود، حدیث 2934)

مسجد کمیٹی کی شرعی ذمہ داریاں

1 امام کی تنخواہ اتنی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات بآسانی پوری کر سکے۔

2 اگر مسجد کے چندے، عطیات، یا آمدنی بقیہ ص ۱۰/ پر

منظومات

سب سے جدا تیری عطا اے احمد مختار ہے

(از: محمد نعیم الدین قادری گلا پوری

سب سے جدا تیری عطا اے احمد مختار ہے
کوئی عمر کوئی علی اور کوئی یارِ غار ہے
تیرا کوئی ثانی نہیں تیرا کہیں سایہ نہیں
یوسف بھی تیرے حسن کا خود طالب دیدار ہے
واللیل ہیں زلفیں تری مازاغ ہیں آنکھیں تری
کونین میں سب سے حسیں خالق کا تو شہکار ہے
اے شافعِ روز جزا اے دافعِ جملہ بلا
محشر کے دن ہم جیسوں کو تیرا کرم درکار ہے
تو پیکر جود و سخا تو قاسمِ لطف و عطا
کون و مکاں میں سرورا عالی تری سرکار ہے
کردار تیرا دیکھ کر کہنے لگے اہلِ نظر
بیشک ہے تو رب کا نبی پیارا ترا کردار ہے
قرآن پڑھ کر ہے درک اس میں نہیں کوئی بھی شک
الحمد سے والناس تک نعت شہِ ابرار ہے
رب کا کلامِ پاک پڑھ تو بھی کہے گا جھوم کر
الحمد سے والناس تک نعتِ شہِ ابرار ہے
تیری وفا کی راہ میں تیرے طلب کی چاہ میں
قلب نعیمؔ قادری شاہِ زمن بیمار ہے

لباسِ جود کی تم سے ہے زین، ذوالنورین

(از: شمس تبریز خاںؔ ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

لباسِ جود کی تم سے ہے زین، ذوالنورین
کہ تم ہو نازِ شہِ مشرقین، ذوالنورین
تمہارے رستے سے گر ہٹ گیا، یقیں ہے مجھے
تمام عمر نہ آئے گا چین، ذوالنورین
تمہاری طاقت وقوت کی ہم بنیں تصویر
اگر سجے کوئی جنگِ حنین، ذوالنورین

بقیہ ص ۴۲ / پر

کاش ہم خاکِ درِ شاہِ شہیداں ہوتے

(از: علامہ سید چندا حسینی صوفی علیہ الرحمہ، رائچور

کاش ہم خاکِ درِ شاہِ شہیداں ہوتے
خوبی بخت پہ کیوں اپنی نہ نازاں ہوتے
سر دیا اپنا، دیا ہاتھ نہ بیعت کے لئے
اہلِ حق ایسے ہی ہیں دین پہ قرباں ہوتے
جب شہیدوں کی چلی جاتیں تھیں روحیں بہ ارم
پیشوائی کو درِ خلد پہ غلماں ہوتے
آتے جب مسجد نبوی میں شہِ کون و مکاں
دُوش پر نورِ نگاہِ شہِ مرداں ہوتے
دیکھ کہ حضرتِ شبیر کی جولانیٔ تیغ
فرطِ ہیبت سے یہ مردود ہراساں ہوتے
عرضیاں بھیج کہ بُلوا کہ دیئے چھل کوفی
کام شیطاں کا نہ کرتے اگر انساں ہوتے
غمِ شبیر میں نوحہ نہ کروائے صؔوفی
اس سے ہرگز نہیں خوش، شاہِ شہیداں ہوتے

باطل پہ ایسی ضرب لگائی حسین نے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

باطل پہ ایسی ضرب لگائی حسین نے
کوہِ ستم کو کردیا رائی، حسین نے
ظالم کو اپنا دست مبارک دیئے بغیر
موڑی یزیدیت کی کلائی حسین نے
ڈوبا ہوا ہے بحرِ تعجب میں خُود فرات
کی پیاس سے دلوں کی سِنچائی حسین نے
دھاگے میں موت کے، گُلِ ہستی پروئے ہیں
رسمِ وفا لہو سے نبھائی حسین نے
جس سے بڑھی ہے عظمت پیشانی بشر
سَر دے دیا، جبیں نہ جھکائی حسین نے

بقیہ ص ۲۲ / پر

منظومات

بلند اتنا کیا ہے خدا نے شانِ حسین

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

بلند اتنا کیا ہے خدا نے شانِ حسین
عدو بھی ہو گئے پل بھر میں مدح خوانِ حسین
علم اٹھائے ہوئے دین کی بقا کے لئے
ہے کربلا کی طرف نکلا کاروانِ حسین
ہزار صدیاں گزر جائیں پھر بھی لکھ نہ سکے
جو لکھنے بیٹھے کوئی شخص داستانِ حسین
کہ ان پہ آج تلک لعنتیں برستی ہیں
ذلیل و خوار ہوئے ایسے دشمنانِ حسین
یزیدی فوج کے خیموں کا کچھ پتہ ہی نہیں
مہک رہا ہے زمانے میں گلستانِ حسین
کسی کے بس میں نہیں بس خدا ہی جانتا ہے
کہ کس مقام کا حامل ہے خاندانِ حسین
دعا ہے فیضی کہ ہم سارے عاشقانِ حرم
بروزِ حشر رہیں زیرِ سائبانِ حسین

تن بدن اس طرح سے مہکائے خاکِ کربلا

(از: شمس تبریز خان ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

تن بدن اس طرح سے مہکائے خاکِ کربلا
آنکھ سے دل میں اتر کر آئے خاکِ کربلا
ہے عدو کے واسطے زہرِ ہلاہل کی طرح
بہرِ عاشق کیمیا بن جائے خاکِ کربلا
فلسفۂ رازِ بقا کا حل نہ ہو، تو پوچھ لے
الجھی گتھی کو سدا سلجھائے خاکِ کربلا
دیدہ و رخ کا اسے غازہ بنائے چوم کر
مشت بھر عاشق کہیں جو پائے خاکِ کربلا
ڈھل گیا آ کر وہاں جو بھی ادب کے سانچے میں
بخت اس کا مثلِ مہ چمکائے خاکِ کربلا

بقیہ ص ۴۶ پر

تھی فدا دین مبیں پر زندگی شبیر کی

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

تھی فدا دین مبیں پر زندگی شبیر کی
اس لئے سب کو ہے پیاری رہبری شبیر کی
ہو رہا ہے ہر طرف چرچا مرے شبیر کا
ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے روشنی شبیر کی
سر کٹا ان کا مگر جاری رہی تھی بندگی
اس سے ظاہر ہو گئی تابندگی شبیر کی
کر لیا شامل جماعت میں جناب حر کو بھی
دیکھ لی دنیا نے بندہ پروری شبیر کی
نوجوانانِ جناں کے بالیقیں سردار وہ
خلد میں دیکھیں گے ہم سب سروری شبیر کی
واسطے حق کے لٹا دینا تمامی جان و مال
ہے نہیں آسان اتنی پیروی شبیر کی
ہیچ لگتی ہے اسے ہر کہکشاں کی روشنی
دیکھتا ہے جب کوئی رخشندگی شبیر کی
جان دے دی، عشق کو اپنے نہیں جھکنے دیا
عشق میں ہے اس قدر وارفتگی شبیر کی
آ گیا ماہ محرم جو مقدس ماہ ہے
منقبت لکھوائے عینی اک نئی شبیر کی

کوئی ملا نہ ملے گا حسین کے جیسا

(از: غلام غوث اجملی پورنوی

کوئی ملا نہ ملے گا حسین کے جیسا
شہ امم کا چہیتا حسین کے جیسا
خدا نے جب نہ بنایا حسین کے جیسا
کہاں سے کوئی ملے گا حسین کے جیسا
علی ہیں باپ تو ماں فاطمہ حسن بھائی
قبیلہ ایسا ہے کس کا؟ حسین کے جیسا

چمن ہیں فاطمہ زہرا علی چمن آرا
ہے ان میں اک گل لالہ حسین کے جیسا

خدا، رسول، علی، فاطمہ اسے چاہے
ہے کس کا چاہنے والا حسین کے جیسا

مقابل اترے ہزاروں کے رن میں جو تنہا
کہاں کسی میں ہے جذبہ حسین کے جیسا

شہید ہو کے جو نیزے پہ پڑھ گیا قرآن
ہے کس شہید کا قصہ حسین کے جیسا

نثار سجدے ہوں سجدے پہ جس کے عالم کے
کیا کسی نے ہے سجدہ حسین کے جیسا

یزیدی مر گئے مٹی میں مل گئے سارے
حسینی کنبہ ہے زندہ حسین کے جیسا

یزیدیت ہے ممات اور حسینیت ہے حیات
حسینی رہتے ہیں زندہ حسین کے جیسا

شہید یوں تو ہیں لاکھوں اے اجملی لیکن
ہے کس شہید کا چرچا حسین کے جیسا

مفتی اعظم ہند! نوری سماں ہیں آپ

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، کیلیفورنیا، امریکہ

اوصاف کی بہار حسیں گلستاں ہیں آپ
دیں کی بقا کے واسطے نوری سماں ہیں آپ

ہر سمت جگمگاتے ہیں پاکیزہ مہر و ماہ
صدق وصفا کے ایسے کھلے آسماں ہیں آپ

ہر ذرہ تر بتر ہے ولایت کے نور سے
زہد و ورع کے بدر نہاں ضوفشاں ہیں آپ

دیوانگی کا جام طرب یوں ہے موجزن
درد و الم میں قاسمِ امن و اماں ہیں آپ

کردار ایسا اب بھی معطر ہے سنیت
جس کی نہ انتہا ہے وہی داستاں ہیں آپ

بقیہ ص ۴۶ / پر

قلم کہتا ہے میں شاہِ جہاں ہوں

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی، بانکا بہار

قلم کہتا ہے میں شاہِ جہاں ہوں
قلم کش کے لیے دولت رساں ہوں

بتاؤں کیا تجھے دم میں کیا ہوں
کبھی شعلہ کبھی شبنم فشاں ہوں

خدا نے و القلم فرما دیا ہے
اسی باعث میں عظمت کا نشاں ہوں

غفلت کا سایہ

1 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ کی اہم کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" تفسیری مباحث پر مبنی ہے، یہ کتاب ہندستان کے سیاسی حالات میں مسلمانوں کی اسلامی فکر سازی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، سو سال گزر جانے کے بعد بھی مشرکین کی سازشوں سے بیدار رہنے اور ایمان کی سلامتی کے لیے یہ کتاب بڑی مفید اور چشم کشا ہے۔

2 امام احمد رضا نے فرقہ پرستوں کے فتنہ و حرب سے اس وقت مسلمانوں کو باخبر کیا جب کہ اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا، اُس دور میں گاندھی کے سائے میں بڑے بڑے اصحابِ جبہ پناہ گزیں تھے، کاش! مشرکوں سے متعلق مسلمان آپ کی آواز پر بیدار ہو لیتے تو ہزاروں فسادات/ ناقابلِ تلافی نقصانات جھیلنے نہ پڑتے اور مسلمانوں کی حق تلفی کا تسلسل بھی شاید ظہور میں نہ آتا۔ مسلمانوں نے انگریز کی مخالفت میں مشرکین سے آنکھیں بند کر لیں۔

اپنا سب کچھ مشرکین کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیا؛ نتیجتاً غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے چلے جا رہے ہیں، مشرک اقتدار دستوری حقوق بھی چھیننے پر آمادہ ہے، وقف قانون اس کی مثال ہے۔

(از: غلام مصطفیٰ رضوی، رکن نوری مشن، مالیگاؤں

◆◆◆

صفر المظفر ۱۴۴۷ھ اگست ۲۰۲۵ء
AUG. 2025 Rs. 30/-



جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

علم کی اہمیت وافادیت
سمنان سے ہند تک
ہمارا عمل ! حسینی یا یزیدی؟
کنزالایمان اور عشق وعرفان
حق حضانت اور تبنی کی شرعی حیثیت

امام احمد رضا ! حیات وخدمات
امام احمد رضا ! ایک ادب شناس شاعر

نام نہاد گئو رکشکوں کا مسلمانوں پر تشدد
غیر مستند روایات شہادت حسین پر امام احمد رضا کی تنبیہ

حیات سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت سیدنا بلال اور اسلام کے لئے ان کا صبر وتحمل
منبر ومحراب کا دکھ ! علمائے دین کی بے بسی اور استحصال

مدیر
مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

[illegible] اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان [illegible] ۱۹۸۰

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

اگست ۲۰۲۵ء — صفر المظفر ۱۴۴۷ھ

Issue No. 8 — شمارہ نمبر ۸

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۷۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

فہرست

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کنز الایمان اور عشق وعرفان

جس طرح امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم عشق رسول مقبول کے سوز و گداز سے لبریز ہے، اسی طرح نثر بھی گونا گوں عشق رسول کی قندیلوں سے روشن ہے، جس کی ضیا بار کرنوں سے آپ کی جملہ تصانیف روشن و منور ہیں، ہر جگہ، ہر حال میں اور ہر موڑ پر عشق مصطفیٰ کی شمع آپ کے ہاتھوں میں رہی، چاہے وہ حدائق بخشش ہو، فتاویٰ رضویہ ہو یا کنز الایمان! الغرض عشق رسول مقبول کے رنگ و بو سے نظم و نثر دونوں ہی معطر ہیں، آپ کا یہ اصرار تھا ع

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں

اب تصور میں سرکار دو جہاں، نبی آخر الزماں، سیاح لامکاں، رشک قدسیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی ملاحت کو بسایئے اور عشق صادق کے جلووں سے اپنے قلب و جگر کو جگمگایئے، ارشاد ربانی ہے:

۱ ووجدك ضالاً فهدىٰ۔ [پارہ ۳۰/آیت ۷/سورۃ الضحیٰ]

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ دی .... عبد القادر شاہ

اور پایا تجھ کو بھولا ہوا پس راہ دکھائی .... شاہ رفیع الدین

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بنایا .... عبد الماجد دریابادی

اور تجھ کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا .... مقبول شیعہ

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلایا .... اشرف علی تھانوی

[قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۰-۹]

اب ایک عاشق مصطفیٰ کا بھی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جس کے ہاتھوں میں عشق مصطفیٰ کی شمع ہے وہ بولتا ہے تو عشق رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر بولتا ہے، قلم اٹھاتا ہے تو عشق مصطفیٰ کی روشنی میں لکھتا ہے، جبھی تو اس کے حرف حرف، لفظ لفظ، سطر سطر سے عشق و وفا کی خوشبو پھوٹتی ہے، امام عشق و الفت فرماتے ہیں:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' .... اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ! دیکھا آپ نے ایک عاشق کا عاشقانہ ترجمہ، جسے پڑھ کر یقیناً ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوگی۔

۲ انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ [پارہ ۲۶/آیت ۱، سورۃ الفتح]

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے اللہ تجھ کو جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے .... شاہ عبد القادر

تحقیق کہ فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا .... شاہ رفیع الدین

اداریہ

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے.... عبدالماجد دریابادی

اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ اس فتح کے شکریہ کے لئے دن کی ترقی کے لئے زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے........... ڈپٹی نظیر احمد دیوبندی

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے..... تھانوی

اے محمد ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے......... فتح محمد جالندھری

اے محمد ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے...... محمود الحسن دیوبندی

[قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۱-۵]

دیکھا آپ نے شاہ عبدالقادر نے نبی کو گناہگار لکھا، عبدالماجد دریابادی نے مصطفیٰ کو خطاکار لکھا، محمود الحسن دیوبندی نے رسول کو گنہگار لکھا اور اشرف علی تھانوی نے پیغمبر کو خطاکار لکھا، جب ہر جانب سے گناہوں اور خطاؤں کے تیر ناموس رسالت کو تار تار کرنے لگے تو امام عشق ومحبت کے صبر وشکیب کا پیمانہ لبریز ہو گیا، امام اہل سنت بریلی کی سرزمین سے عشق ومحبت میں انگڑائیاں لیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ مسلمانو تم ان گستاخوں کے بہکاوے میں نہ آجانا، ارے ذرا سوچو تو سہی جو رحمت ومحبت کا دریا تھا، وہ گناہوں کا مجسمہ کیسے ہو گیا؟ جو وفاؤں کا سمندر تھا وہ خطاؤں کا ہیولہ کیسے بن گیا، جس کے سر سے کبھی گناہ کا شائبہ تک نہ گزرا، اس کا دامن گناہوں اور خطاؤں کے دھبے سے کیسے داغدار ہو گیا؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہاں ان خطاکاروں نے ضرور خطا کی ہے ترجمۂ قرآن میں! امام احمد رضا یوں عشق افروز ترجمہ فرماتے ہیں:

"بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے".. اعلیٰ حضرت

امام عشق ومحبت نے ایمان کا خزانہ عطا فرماتے ہوئے کیا ہی ایمان افروز ترجمہ کیا ہے، خبردار اس جادۂ الفت سے کبھی بھٹکنا نہیں ورنہ تمہارا ایمان خطاؤں کی دلدل میں پھنس کر دم توڑ دے گا۔

وہ عشق مجسم، عشق رسول جس کی ذات میں اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ اگر آپ جسم تھے تو عشق رسول روح کی حیثیت رکھتا تھا، آپ کی غیرت عشق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ کوئی بدبخت شان محبوب میں گناہ گار وخطاکار جیسے مکروہ الفاظ کی نسبت بھی کرے، امام احمد رضا نے جہاں جہاں بھی ناموس رسالت کو مجروح ہوتے دیکھا فوراً آپ کا قلم فرقۂ باطلہ کی گردن پر ذوالفقار حیدر کرّار بن کر چمکا اور انگلیوں کی جنبش پر گستاخوں کی لاشیں تڑپتی ہوئی سرد پڑنے لگیں۔ ؎

کلک رضاؔ ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

۳ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان ۔ [پارہ ۲۷ / آیت ۴-تا-۱ سورۃ الرحمٰن]

ترجمہ: رحمن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی اس کو بات.. شاہ عبدالقادر

رحمن نے سکھایا قرآن، پیدا کیا آدمی کو، سکھایا اس کو بولنا... شاہ رفیع الدین

خدائے رحمن ہی نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو گویائی سکھائی............ عبدالماجد دریابادی

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو گویائی کھائی....................... اشرف علی تھانوی

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو گویائی سکھائی...................... فتح محمد جالندھری

جنوں اور آدمیوں پر جہاں خدائے رحمن کے بے شمار احسانات ہیں از اں جملہ یہ کہ اسی نے قرآن پڑھایا، اسی نے انسان پیدا کیا، پھر اس کو بولنا سکھایا.. ڈپٹی نظیر احمد دیوبندی

(قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۶)

اب آپ مندرجہ ذیل بالا تراجم کا بار بار مطالعہ فرمائیں پھر ذیل میں ایک عاشق صادق کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں، آپ کے سامنے ایک طرف غدار مصطفی کا ترجمہ ہے تو دوسری طرف جانثار مصطفی کا ترجمہ ہے، جی ہاں! پڑھئیے بار بار پڑھئیے اور دیکھئے کہ عشق والفت کا چشمہ سیال کس کے ترجمہ سے رواں ہے، فرماتے ہیں امام اہل عشق والفت:

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا انہیں بیان سکھایا.... اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ! اب دلوں کو گنبد خضرا کی طرف موڑھیئے اور مذکورہ ترجمے کو بار بار چشم الفت سے پڑھیئے تو میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یقیناً آپ کا ایمان نکھر جائے گا اور عشق مصطفی میں وارفتگی وشیفتگی کی ایک لطیف کیفیت طاری ہو جائے گی پھر آپ بھی پکار اٹھیں گے کہ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے، چونکہ ہمارا مرکزی مقصد عشق کو اجاگر کرنا ہے، اس لئے ہم تراجم قرآن کے اس تقابلی جائزے میں صرفی نحوی اور فقہی تشریح وتحقیق سے قطع نظر صرف عشقیہ تشریح وتحقیق کررہے ہیں۔

۴ لا اقسم بھذا البلد۔ [پارہ (۳۰) آیت (۱) سورۂ بلد]

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں.................................... شاہ عبدالقادر

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کی........................ شاہ رفیع الدین

میں قسم کھتا ہوں اس شہر مکہ کی.. اشرف علی تھانوی

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی... عبدالماجد دریابادی

قسم کھاتا ہوں اس شہر کی.. محمود الحسن دیوبندی

ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں.. ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی

نہیں میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی.. ابوالعلیٰ مودودی

[قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۸-۱۷]

اتنے ترجموں کو پڑھ لینے کے بعد اب ایک عاشق صادق کا عالمانہ عاشقانہ اور مجددانہ ترجمہ پڑھنے کے لئے یقیناً آپ کی آنکھیں بے تاب اور دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوگئی ہوں گی تو لیجئے دلوں کو تھامئے اور امام عشق ومحبت کا سوز وگداز سے لبریز ترجمہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے:

''مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو''.................................. اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ دیکھا آپ نے! کتنا حسین کتنا پیارا اور کیا ہی عاشقانہ ترجمہ ہے اور کیا ہی انوکھا، نرالہ اور اچھوتا انداز ہے۔

۵ ما کنت تدری ما الکتاب والایمان۔ [پارہ ۲۵/آیت ۵۲/سورۃ الشوریٰ]

ترجمہ: تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان.. شاہ عبدالقادر

تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان.. فتح محمد جالندھری

نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان...شاہ رفیع الدین
تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کیا ہوتی ہے کتاب اور کیا ہوتا ہے ایمان.............................ابوالاعلیٰ مودودی
آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے............................عبدالماجد دریابادی
تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں.......ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی
آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہے....................اشرف علی تھانوی

دیکھا آپ نے جرأت و جسارت! ناموس رسالت پر کیسے کیسے حملے ہو رہے ہیں اور ایمان کا گلا کیسے گھونٹا جارہا ہے، ذرا سوچئے جو عالم ما کان و ما یکون ہیں، معاذ اللہ انہیں کتاب اور ایمان کے بارے میں کچھ خبر نہیں؟ گویا نبی آیت مذکورہ کے نزول سے قبل ایمان سے نابلند تھے؟ معاذ اللہ! دیکھئے یہ لوگ ترجمے کر رہے ہیں تو اپنی نا علمی، نا اہلی اور بے ایمانی کا ڈھنڈھورا پیٹ رہے ہیں لیکن جب امام احمد رضا ترجمہ کرتے ہیں تو ناموس رسالت کا تحفظ اور مسلمانوں کے قلب و جگر میں عشق و ایمان کا پرچم لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں، آپ عشق والفت میں ڈوب کر ناموس رسالت کی حفاظت یوں فرمارہے ہیں:

''اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل''..اعلیٰ حضرت

دیکھا آپ نے! کتنا حسین، عشق افزوں اور ایمان افروز ترجمہ ہے، سبحان اللہ! یہ ہے وہ سنیت کا علمبردار اور عشق و عرفان کا عظیم پیکر جسے دنیا صبح قیامت تک اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت اور امام عشق و محبت کے مبارک و مسعود لقب سے یاد کرتی رہے گی اور آنے والی نسلیں اس مجسمۂ عشق رسالت سے عشق و محبت کی خیرات لیتی رہیں گی۔

اب ہم اپنے اس تقابلی جائزے کی صحت پر صداقت کی مہر ثبت کرنے کے لئے کسی اپنے کو نہیں بلکہ غیروں میں سے کسی کو آواز دینا چاہتے ہیں کیوں کہ اپنوں پر تو اپنوں کی طرفداری کا الزام آسکتا ہے، لیکن کمال تو جب ہے کہ کوئی غیر ہو کر بھی اعتراف حقیقت کرے، ہم نے اس کام کے لئے جناب کوثر نیازی صاحب (سابق وزیر اطاعات ونشریات حکومت پاکستان) کا انتخاب کیا ہے، ہم مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق اتنا تو کہیں گے ہی کہ موصوف ایک حقیقت پسند شخصیت کے حامل ضرور ہیں، آگے جناب کوثر نیازی کی زبانی:

''ادب واحتیاط کی روشنی امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے، یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے، راحت قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے، ترجمۂ کنز الایمان ہے۔

"ووجدك ضالا فهدىٰ" کے ترجمہ کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے "ماضل صاحبکم وماغویٰ" رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ "ضل" ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہوا کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتۂ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں "ووجدك ضالا" کا ترجمہ ماضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں "اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ سجھائی" کہا جاتا ہے، مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہوگئی آیئے، ادیب شاعر مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے

اداریہ

''اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا'' مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل قلم تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے، اس دور میں اردو معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے ''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی'' پیغمبر کی گمرہی پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھئے اور پھر ''کنزالایمان'' میں امام احمد رضا کے ترجمے کو دیکھئے۔ ؎

بیا ور ید گر ایں جاں بود سخن دانی
غریب شہر سخن ہائے گفتنی وارد

امام اہل سنت نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''

کیا ستم ہے کہ فرقہ پرست لوگ ''رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے سے اس لئے تأمل کریں کہ کہیں آقایان نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام احمد رضا کے اس ایمان افروز ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلام کا گنجینہ ہے۔ ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک عالم گیر شخصیت، ص۲۱)

دیکھا آپ نے! یہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات والا صفات ہے جو عشق رسول میں غایت درجہ مستغرق ہے جبھی تو آپ کے عشق کا چرچا اپنے تو اپنے غیروں کی بھی محفل میں ہوتا ہے اور اس قدر ہوتا ہے کہ بعض جلنے والے حضرات کو اس عاشقانہ جذبے سے متعلق شکوک وشبہات کا لقوہ مار گیا، امام احمد رضا کے جذبۂ عشق رسالت کو کما حقہ بیان کرنے سے قلم قاصر ہے، ویسے بھی عشق اپنے اندر بے پناہ گہرائیاں سمیٹے ہوئے ہے، چہ جائیکہ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گہرائی و گیرائی کی پیمائش کی جا سکے، ہاں امام اہل سنت کی طرح اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے۔ ؎

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

◆◆◆

ص ۱۱ / کا بقیہ ....

بول پڑے کہ بلاشبہ یہ کلام الٰہی ہے اس کے ایک ایک حرف سے صداقت وحقانیت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ باب العلم حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو کسی شخص نے یوں طعنہ دیا کہ آپ سرور کائنات کے داماد ہونے کے باوجود اس قدر غریب ہیں کہ آپ کے گھر تین تین دن متواتر چولھا بھی نہیں جلتا۔ آپ نے اس کے جواب میں فی البدیہ ایک شعر کہا:

رضینا قسمت الجبار فینا
لنا علم وللجہال مال

یعنی ہم ربِّ قدیر کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم کی دولت سے نوازا اور جاہلوں کو مال عطا کیا۔

علم اور مال کے مابین موازنہ کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم بلا شبہ مال پر سات وجہ سے افضل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ علم کو انبیا کرام علیہم السلام کی میراث ہونے کا اعزاز حاصل ہے جب کہ مال کا تعلق فرعون، ہامان، شداد اور نمرود کی وراثت سے ہے۔

.........جاری

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

علم کی اہمیت وافادیت

ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ علم سے ذہن وفکر کو جولانیت اور دل ودماغ کو روشنی فراہم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ پاک میں علم کو روشنی اور جہالت کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مناطقہ نے بھی مختلف پیرائے میں علم کی تعریف وہ وضاحت کرنا چاہی لیکن علم کی ہمہ گیریت وحقیقت و ماہیت واضح ہو نہ سکی۔ مثلاً کسی نے کہا کہ شئے کی صورت کے حصول کا نام علم ہے تو کسی نے کہا کہ حاصل شدہ صورت کو علم کہتے ہیں۔ کسی نے کہا عالم اور معلوم کے مابین اضافت ونسبت کو علم سے معرف کیا جانا چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ تمام تعریفات میں کوئی بھی تعریف جامعیت کی متحمل نہیں البتہ حمد اللہ (جن کا شمار ایک عظیم منطقی میں ہوتا ہے اور ان کی تصنیف حمد اللہ جو فن منطق میں ہے درس گاہوں میں منتہیٰ درجے میں پڑھائی جاتی ہے) نے جو علم کی تعریف کی ہے وہ ونتہائی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ پیش کردہ مذکورہ بالا حدیث رسول کی آئنہ دار بھی ہے۔ حمد اللہ کی تعریف کی روشنی میں علم اس کیفیت انجلائیہ کا نام ہے جو شئے کی صورت حاصل ہونے کے بعد ذہن میں مرتعش ہوکر منقش ہوجاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ علم ایک ایسی بے مثال روشنی ہے جو دل، ذہن اور دماغ ہی کو نہیں بلکہ روح تک کو روشن کردیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین علم وفن کا متفق علیہ قول یہ ہے کہ علم کے بغیر انسان نامکمل اور ادھورا ہوتا ہے بلفظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ جیسے روح کے بغیر جسم کی موت واقع ہوجاتی ہے ایسے ہی علم کے بغیر انسان ایک چلتا پھرتا زندہ لاش کی مانند نظر آتا ہے۔ اب مذکورہ حقائق کے تناظر میں یہ بات مسلم ہے کہ علم کے بغیر انسان کی ترقی متعذر ناممکن ہے اور اگر اس کے بغیر انسان کی ترقی وقوع پذیر ہو بھی جائے تو یہ محض انسان کی ترقی کہلائے گی نہ کہ انسانیت کی۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ انسان کی ترقی کے پہلو بہ پہلو انسانیت کی بھی ترقی ہو ہاں اتنا ضرور ہے کہ انسانیت کی ترقی میں انسان کی بھی ترقی شامل ہوتی ہے۔ اس بات کو ہم منطقی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی ترقی اور انسانیت کی ترقی کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے یعنی ہر انسان کی ترقی انسانیت کی ترقی نہیں لیکن ہر انسانیت کی ترقی انسان کی ترقی ہے۔ ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ انسانیت کا عروج وارتقا علم کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ حدیثِ نبوی میں علم کو جو روشنی کہا گیا ہے اس میں حکمتوں کا ایک بحر ناپیدا کنار رواں ودواں ہے۔ علم کیسے ایک طالب علم کے اندر روشنی بکھیرتا ہے اس سلسلے میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی کا قول قابلِ ذکر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب ایک انسان کسی عالم کی صحبت میں بیٹھتا ہے خواہ اس سے علم حاصل کرے یا نہ کرے پھر بھی اس عالم کے پاس محض تھوڑی دیر بیٹھنے کی بنیاد پر اسے ایسی روشنیاں ملتی ہیں کہ وہ بیک وقت سات عظیم نعمتوں سے سرفراز و بہرور ہوجاتا ہے۔ پہلی نعمت یہ ملتی ہے کہ اس کا شمار طالب علموں میں ہوجاتا ہے اور طالب علم کے ثواب بھی اس پر مرتب ہوجاتے ہیں، دوسری نعمت یہ حاصل ہوتی ہے کہ جب تک وہ عالم کے پاس بیٹھا رہے گا اس وقت تک گناہوں سے یکسر محفوظ و مامون رہے گا۔ تیسری نعمت اس کا اس طرح استقبال کرتی ہے کہ اسے اپنے گھر سے لے کر عالم کی بارگاہ تک پہنچنے پر ہر ہر قدم پر نیکی ملا کرتی ہے چوتھی نعمت سے وہ اس طرح سرشار ہوتا ہے کہ عالم کی بزم میں برستی رحمتوں سے وہ بھی مستفیض ہوتا ہے۔ پانچویں نعمت اس کا یوں خیر مقدم کرتی ہے کہ اس کا ہر ہر لمحہ عالم کی صحبت میں عبادت میں گذرا کرتا ہے۔ چھٹی نعمت سے وہ اس طرح متمتع ہوتا ہے کہ

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

عالم کی بزم میں اگر کوئی مذکور مسئلہ اس کی فہم سے بالاتر ہوتا ہے تو وہ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے اور یہی تنگیٔ دل اسے منکسر القلوب کے زمرے میں شامل کر دیتی ہے۔ ساتویں نعمت سے وہ اس طرح مالا مال ہوتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں علم کی تیز تر روشنی اس کے دل میں علم کی عظمت اور جہالت سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔

علم کی روشنی کا کمال دیکھنا ہو تو قرآنِ مقدس میں سورۂ نمل میں مذکور چیونٹیوں کی ملکہ جو لنگڑی تھی اس کی علمی فراست ملاحظہ کریں۔ انیسویں پارے کے سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں رب کائنات نے اس چیونٹیوں کی ملکہ کے اعلان و بیان کو اس طرح پیش فرمایا ہے ”یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع لشکر وادیٔ نمل میں آئے تو ایک چیونٹی بولی کے اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہ تمھیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں کچل ڈالیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات سے مسکرا کر ہنس دیے۔“

کتب تفاسیر بتاتی ہیں کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے اس وقت چیونٹیوں کو متنبہ کیا جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع اپنے لشکر تین میل دوری پر تھے۔ یہ علم کی روشنی کا ہی فیضان تھا کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے میلوں دوری سے نہ صرف یہ کہ اللہ کے پیغمبر کو ان کے لشکر کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ لیا بلکہ فراستِ علمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ مبادا حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر تمھیں بے خبری میں کچل ڈالیں۔ یعنی اس چیونٹی کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اللہ کے پیغمبر اور ان کے لشکر دانستہ ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ اللہ کا نبی اس خالدانِ گیتی پر ظلم کا سدِ باب کرنے آتا ہے نہ کہ کسی پر ظلم ڈھانے کے لیے۔

ہم نے علم سے متعلق پچھلے صفحے میں حدیث پاک نقل کی کہ علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی واضح رہے کہ یہ حدیث قرآنی آیت کی تفسیر و ترجمانی ہے۔ روشنی اور تاریکی آپس میں ضدین ہیں اور ضدین کا اجتماع محال ہے۔ لہٰذا ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ روشنی اور تاریکی یکجا ہو جائیں اس طرح علم اور جہالت بھی مجتمع نہیں ہو سکتے۔ جب یہ آپس میں جمع نہیں ہو سکتے تو پھر برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ نہ علم و جہالت برابر ہو سکتے ہیں اور نہ عالم و جاہل۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں ربِ قدیر نے جہاں یہ فرمایا کہ خبیث وطیب، دوزخی اور جنتی، اندھا اور آنکھ والا، اندھیرا اور روشنی، سردی اور گرمی اور زندے اور مردے برابر نہیں۔ وہیں یہ بھی فرمایا کہ عالم و جاہل برابر نہیں۔ رب قدیر کے اس فرمان سے بلا شبہ علم کی اہمیت و افادیت مہرِ نیم روز کی طرح عیاں و روشن ہو جاتی ہے۔

علم نہ صرف یہ کہ انسان کے ظاہری حصے کو منور و مجلّٰی کرتا ہے بلکہ انسان کے باطن کو بھی صدر شک ماہتاب و آفتاب بنا دیتا ہے علم کا فیضان زندگی کے محض ایک پہلو پر محیط نہیں بلکہ اس سے اخلاقیات، سماجیات، معاشیات یہاں تک کہ روحانی اقدار بھی مستفاد ہوتے ہیں، علم سے اخلاق کے اندر پاکیزگی اور روح کے اندر بالیدگی کی خوشگوار فضا ہموار ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ علم انسان کے اندر خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر جیمس کا واقعہ بطور استشہاد و استمثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ موسلا دھار بارش کے موقع پر پروفیسر جیمس چھتری کو فولڈ کیے ہوئے اپنے بغل میں دبائے بھیگتے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔ اثنائے راہ سر عنایت اللہ کی ان سے ملاقات ہو گئی سر نے پوچھا کہ پروفیسر صاحب! اس بلا کی تیز بارش میں کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں چرچ جا رہا ہوں۔ سر نے کہا جناب! آپ اتنے بڑے اسکالر ہیں۔ آپ کا سینہ علم و فن کا گنجینہ ہے پھر آپ کو چرچ جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ پروفیسر جیمس نے جواباً کہا عنایت اللہ صاحب! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جس کے اندر جس قدر علم کی فراوانی ہوتی ہے وہ اسی قدر خدا سے ڈرا کرتا ہے، اتنا سنتے ہی سر عنایت اللہ نے برجستہ کہا کہ جناب! کیا میں آپ کو اس سلسلے میں قرآن کی آیت نہ سنا دوں، رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ اس کے بندوں میں خدا سے ڈرنے والے علما ہیں۔

آیت قرآنیہ سن کر پروفیسر جیمس بے ساختہ بقیہ ص ۹/ پر

از: مفتی سبطین رضا مرتضوی*

منبر ومحراب کا دکھ! علمائے دین کی بے بسی اور استحصال

احوال قوم وملت

کبھی سوچا ہے کہ جب قوم کا روحانی نبض بان خود اضطراب اور بے بسی کے شکنجے میں ہو، تو اس قوم کا حال کیا ہوگا؟ جب منبر و محراب سے نکلنے والی حق کی صدا خود کسی دائرے میں مقید ہو جائے، تو فکری آزادی کا تصور کیا معنی رکھے گا؟ یہ وہ اذیت ناک سوالات ہیں جو آج ہمارے معاشرتی ڈھانچے کی تاریک گہرائیوں سے ابھر رہے ہیں، ہم اذان کی دلنواز صدا سے دن کا آغاز کرتے ہیں، ہر نماز میں امام کی اقتدا کرتے ہیں اور ہر مشکل میں رہنمائی کے لیے انہیں دیکھتے ہیں۔ مگر اس مقدس رشتے کے پردے کے پیچھے، ایک ایسی خاموش چیخ ہے جو سماعتوں کو شل اور روحوں کو زخمی کر دیتی ہے۔ یہ چیخ ہے ہمارے علمائے دین، ائمہ مساجد اور مدارس کے مدرسین کی جو اپنی تمام عمر دین کی آبیاری اور ملت کی رہنمائی میں صرف کر دیتے ہیں اور اس کے عوض انہیں کیا ملتا ہے؟ معاشی استحصال، عزت نفس کی پامالی اور فکری تنہائی کا ایک ایسا دائمی چکر جو ان کی تمام قربانیوں کو بے معنی کر دیتا ہے۔

آج ہم ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں جو صرف ''منبر و محراب کا دکھ'' نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی فکری کج روی اور اخلاقی پستی کا عکاس ہے۔ یہ صرف چند افراد کی بے بسی نہیں، بلکہ اس امت کی روحانی بنیادوں کی کمزوری کا مظہر ہے جس نے علم کو اپنی پہچان بنایا تھا۔

یہ تحریر آپ کو صرف چند حقائق سے آشنا نہیں کرائے گی بلکہ ایک ایسے آئینے کے سامنے لا کھڑا کرے گی جہاں آپ اپنی ترجیحات اور ہماری اجتماعی ذمہ داریوں کا از سر نو جائزہ لے سکیں گے، کیا ہم واقعی اس طبقے کو اس کی قدر دے رہے ہیں جو ہماری روحوں کا معمار ہے؟ یہی وہ سوال ہے جس کا جواب ڈھونڈنے کے لیے آج ہم قلم اور فکر کی لگام تھامے نکلے ہیں۔

معاشی استحصال! روٹی کے چند ٹکڑے اور صبر کا پہاڑ

آج کے تیز رفتار اور مادی دور میں، ہر ہنر اور صلاحیت کا مالیاتی پیمانہ متعین ہے۔ ایک عام دفتری ملازم پانچ سے چھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے عوض معقول مشاہرہ حاصل کرتا ہے جو اسے کم از کم زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ایک مزدور بھی اپنی یومیہ اجرت سے اپنے خاندان کے لیے دو وقت کی روٹی کا انتظام کر لیتا ہے، لیکن جب ہم اپنے مدارس کے مدرسین اور ائمہ مساجد کی جانب نگاہ دوڑاتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ان کی شب و روز کی محنت اور اس کے عوض ملنے والی اجرت کا موازنہ ناقابل یقین حد تک غیر متناسب ہے۔ صبح صادق سے لے کر شام کے ڈھلنے اور پھر رات گئے تک، ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم دین کی ترویج اور عبادت خانوں کی آبیاری میں صرف ہوتا ہے۔ ان کے دن کا آغاز اذان فجر سے ہوتا ہے، جس کے بعد وہ امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، پھر مسجد میں موجود نمازیوں کو درس دیتے ہیں یا بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں۔ مدرسین دن بھر مدارس میں طلباء کو درس قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو و صرف، منطق اور دیگر علوم دینیہ پڑھاتے ہیں۔ شام کو عشا کے بعد تک مدرسے میں موجود رہتے ہیں، اس کے علاوہ فتاویٰ کی ذمہ داری، نکاح پڑھانا، جنازے پڑھانا اور بسا اوقات سماجی اصلاح کے دیگر کام بھی ان کے کاندھوں پر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے علاقے میں صلح کرانے، لوگوں کے مسائل سننے، اور اسلامی نقطہ نظر سے رہنمائی فراہم کرنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ کئی بار انہیں گاؤں یا محلے کے جھگڑوں کو حل کرنے کے لیے غیر رسمی پنچایتوں میں بھی حصہ لینا پڑتا ہے۔ ان تمام فرائض کی ادائیگی کے لیے ان کا نہ تو کوئی مقررہ وقت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مقررہ چھٹی۔

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

یہ محض ایک نو سے پانچ کی نوکری نہیں بلکہ ایک مکمل طرز زندگی ہے، اس بے پناہ محنت، غیر معمولی ذمہ داری اور شب و روز کی عرق ریزی کے عوض انہیں جو تنخواہ ملتی ہے، وہ محض روٹی کے چند ٹکڑوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ رقم بسا اوقات ایک مزدور کی یومیہ اجرت سے بھی کم ہوتی ہے، جس میں ایک پورا کنبہ کیسے عزت و وقار سے اپنا گزر بسر کرسکتا ہے، یہ ایک ایسا سوال ہے جو ارباب اقتدار اور معاشرے کے ذمہ دار افراد سے آج بھی جواب طلب ہے، ایک امام یا مدرس جس کے پانچ سے چھ بچے ہوں، وہ اس قلیل تنخواہ میں کیسے ان کی تعلیم، صحت اور خوراک کا بندوبست کرسکتا ہے؟ کیسے وہ مہنگائی کے اس دور میں اپنے خاندان کو بنیادی ضروریات بھی فراہم کرسکتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دائمی مالی پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں، بچوں کی بیماری، گھر کے کرایہ یا بجلی کے بل جیسے چھوٹے موٹے اخراجات بھی ان کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اکثر اوقات انہیں قرض لینا پڑتا ہے یا پھر اپنے خاندان کی بنیادی ضروریات سے بھی سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے، یہ معاشی بے بسی صرف ان کے جسموں کو نہیں توڑتی بلکہ ان کی روحوں کو بھی کرچی کرچی کر دیتی ہے، جب ایک عالم دین جو امت کی روحانی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اپنے بچوں کے لیے دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے کما پائے تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟

خدمت کا بوجھ اور عزت نفس کی پامالی

تنخواہ کی کمیابی سے بڑھ کر ایک اور دکھ جو انہیں ہر روز سہنا پڑتا ہے، وہ عزت نفس کی پامالی ہے۔ یہ وہ ظلم ہے جو انہیں اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے اور ان کی روحانی طاقت کو کمزور کرتا ہے۔ وہ اراکین کمیٹی جو بسا اوقات دین کی سمجھ اور علم کے وقار سے یکسر ناواقف ہوتے ہیں، ان معماران قوم پر بے جا رعب جھاڑتے ہیں، طعنے دیتے ہیں اور بسا اوقات سرعام ان پر چیختے اور چلاتے ہیں۔ ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے جیسے امام یا مدرس ان کا ذاتی ملازم ہو، جس پر انہیں مکمل اختیار حاصل ہے۔ بعض کمیٹیاں تو ان کے لباس، ان کے بول چال یہاں تک کہ ان کے ذاتی معاملات میں بھی بے جا مداخلت کرتی ہیں۔ وہ ہر بات میں اپنی رائے کو حتمی سمجھتی ہیں اور امام و مدرس کی ہر بات کو شک کی نگاہ سے دیکھتی ہیں انہیں ہر وقت ڈر اور خوف کے ماحول میں رہنا پڑتا ہے کہ کہیں کمیٹی کے اراکین ان سے ناراض نہ ہو جائیں اور انہیں ملازمت سے فارغ نہ کردیں، جس زبان سے قرآن و حدیث کے گہرے مفاہیم بیان ہوتے ہیں، جس دل میں امت کا درد موجزن ہوتا ہے، اسے حقارت کے چند بولوں سے مجروح کر دیا جاتا ہے۔

ایک عالم دین جو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ علوم دینیہ کے حصول میں صرف کرتا ہے، جس نے راتوں کو جاگ کر دین کا علم حاصل کیا، اسے ایک ایسے شخص کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے جو شاید ایک کلمہ بھی صحیح طریقے سے نہ پڑھ سکتا ہو اور نہ ہی دین کے بنیادی اصولوں سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے اپنی جوانی دین کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کی، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کی تاکہ وہ قوم کو صراط مستقیم دکھا سکے مگر آج انہیں بے وقعت سمجھا جاتا ہے اور ان کی رائے کو نظر انداز کیا جاتا ہے، انہیں مسجد و مدرسہ کے بجٹ یا معاملات کے بارے میں بھی مکمل آگاہی نہیں دی جاتی اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ خاموشی سے تمام باتوں کو قبول کرلیں۔ یہ ظلم کی انتہا ہے کہ ایک معلم دین جو علم کا وارث ہے، اسے بے علم لوگوں کے ہاتھوں ذلت کا سامنا کرنا پڑے، یہ رویہ صرف فرد کی توہین نہیں، بلکہ علم کی توہین ہے، دین کی توہین ہے اور بالآخر پورے معاشرے کی اخلاقی گراوٹ کا ایک بھیانک اشارہ ہے، جب علما اور ائمہ کی عزت نہیں کی جائے گی، تو معاشرے سے علم کی قدر ختم ہو جائے گی، جب ان کے علم کو اہمیت نہیں دی جائے گی، تو لوگ دین سے دور ہوتے جائیں گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ہم دنیاوی ڈگری ہولڈرز کی بے پناہ عزت کرتے ہیں، انہیں معاشرے میں ایک خاص مقام دیتے ہیں، لیکن جب بات علمائے دین کی آتی ہے تو ان کا مقام ایک معمولی ملازم سے بھی کم تصور کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف ان کی ذہنی صحت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے بلکہ ان کی کارکردگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ایک شخص جب مسلسل بے عزتی اور دباؤ کا شکار ہو تو وہ کیسے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکتا ہے؟ اس

کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دل برداشتہ ہو کر اپنی ذمہ داریوں سے ایک حد تک غافل ہو جاتے ہیں یا پھر مجبوراً اپنے پیشے سے دل اچاٹ کر کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ ظلم ہے جو معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔

سیاسی اور سماجی دباؤ-ایک مزید بوجھ

معاشی اور ذاتی استحصال کے ساتھ ساتھ علمائے دین کو ایسے کئی سیاسی اور سماجی دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کے دکھوں میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ یہ دباؤ ان کی آزادی رائے، ان کے فکری استحکام اور ان کے سماجی کردار کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ انہیں اکثر ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں وہ اپنے منصب کے تقاضوں اور بیرونی طاقتوں کے مطالبات کے درمیان پس جاتے ہیں، یہ حالات انہیں ایک مستقل تناؤ اور خوف میں مبتلا رکھتے ہیں اور ان کی خالصتاً دینی خدمات کی صلاحیت کو کمزور کرتے ہیں۔ ان دباؤ کی تفصیلات درج ذیل ضمنی عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں:

سیاسی مداخلت

کئی جگہوں پر مساجد اور مدارس کے معاملات میں سیاسی مداخلت بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔ ائمہ اور مدرسین پر بعض اوقات مخصوص سیاسی یا نظریاتی ایجنڈے کو فروغ دینے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اگر وہ ان مطالبات کو پورا نہ کریں تو انہیں ہراساں کیا جاتا ہے یا ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ اس سے ان کی آزادی متاثر ہوتی ہے اور وہ خالصتاً دین کی خدمت کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ صورت حال انہیں ایک مشکل دوراہے پر لا کھڑا کرتی ہے، جہاں انہیں اپنے ضمیر اور روزی روٹی میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

عوامی توقعات کا بوجھ

عوام کی جانب سے بھی علمائے دین پر غیر حقیقی توقعات کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ہر سماجی، سیاسی اور فکری مسئلے کا فوری اور شافی حل پیش کریں، انہیں ہر تنازع میں غیر جانبدار رہتے ہوئے حل پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے، جب کہ انہیں خود مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ کسی معاملے میں عوامی توقعات پر پورا نہ اتریں تو انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی قابلیت پر شک کیا جاتا ہے اور ان کی عزت کو پامال کیا جاتا ہے۔

جھوٹی خبریں اور الزام تراشی

سوشل میڈیا کے دور میں علمائے دین کو جھوٹی خبروں اور الزام تراشیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی بھی معمولی سی غلطی یا بے بنیاد الزام پر انہیں فوری طور پر بدنام کر دیا جاتا ہے، جس سے ان کی ساکھ اور ان کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ انہیں اپنے دفاع کا موقع بھی کم ہی ملتا ہے اور عوام میں ان کے بارے میں غلط تاثر پھیل جاتا ہے۔

تحفظ کا فقدان

کئی مواقع پر علما کو مختلف گروہوں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، اس کے باوجود انہیں خاطر خواہ تحفظ فراہم نہیں کیا جاتا جس سے وہ ایک مستقل خوف اور عدم تحفظ کے عالم میں زندگی گزارتے ہیں۔ یہ ظلم انہیں نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی کمزور کرتا ہے۔

ان تمام چیلنجز اور ظلم کے باوجود علمائے دین کی ایک بڑی تعداد آج بھی بے سروسامانی کے عالم میں اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ ان کے پاس نہ تو جدید سہولیات ہیں، نہ تربیت اور نہ ہی مالی وسائل، یہ ان کی بے بسی ہے کہ وہ ان چیلنجز کو سمجھتے ہیں، ان سے نمٹنا چاہتے ہیں، لیکن حالات کی ستم ظریفی انہیں آگے نہیں بڑھنے دیتی۔

معاشرتی اثرات اور فکری خلا

اس صورت حال کے نتائج انتہائی خطرناک ہیں، جب ایک عالم یا مدرس مالی تنگی اور معاشرتی بے عزتی کے ساتھ ساتھ اس ظلم و جبر کا شکار ہوتا ہے تو نئی نسل میں دین کا علم حاصل کرنے کا رجحان کم ہو جاتا ہے، والدین اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم کی طرف مائل کرتے ہیں جہاں انہیں بہتر مستقبل کی امید نظر آتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ دینی تعلیم حاصل کر کے ان کا بچہ نہ صرف معاشی طور پر پریشان حال رہے گا بلکہ معاشرتی طور پر بھی اسے کوئی خاص

مقام نہیں ملے گا، بلکہ اسے ظلم واستحصال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اچھے سے اچھے مدارس سے فارغ التحصیل طلبا بھی ایک اچھی نوکری کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں یا پھر انہیں انتہائی معمولی مشاہرے پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کو نسبتاً بہتر مستقبل کی ضمانت ملتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مدارس ویران ہو جاتے ہیں، مساجد میں اہل علم کی کمی ہونے لگتی ہے اور معاشرہ فکری رہنمائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جہالت کا اندھیرا ہر سو پھیلنے لگتا ہے اور قوم بے سمتی کا شکار ہو جاتی ہے۔ جب معاشرہ صحیح اسلامی تعلیمات سے دور ہو جاتا ہے تو فتنوں اور گمراہیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، لوگ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، انتہا پسندی یا پھر لادینیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

یہ علما ہی تھے جنھوں نے مشکل ترین حالات میں بھی دین کا چراغ روشن رکھا، فتنوں کے دور میں امت کی رہنمائی کی اور کردار سازی کا فریضہ انجام دیا، برصغیر کی تاریخ میں خاص طور پر برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد آزادی میں علمائے دین کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو منظم کیا، انہیں آزادی کی اہمیت سمجھائی اور ان کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے میں مدد کی۔ آج جب انہیں ہی دیوار سے لگایا جا رہا ہے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ قوم کی اخلاقی بنیادوں کی حفاظت کون کرے گا؟

جب علمائے دین کمزور ہوں گے تو معاشرہ کمزور ہو جائے گا۔ جب مسجد اور مدرسے کا وقار مجروح ہوگا تو پوری امت کا وقار مجروح ہوگا، اس سے ایک فکری خلا پیدا ہوتا ہے جسے پر کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا، جب دین کے صحیح علما میدان سے ہٹ جاتے ہیں تو ان کی جگہ ایسے لوگ لے لیتے ہیں جو کم علم ہوتے ہیں یا پھر جن کے اپنے مفادات ہوتے ہیں، یہ لوگ دین کو اپنی مرضی سے پیش کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں مزید انتشار پھیلتا ہے، نوجوان نسل جو پہلے ہی الجھنوں کا شکار ہے، مزید گمراہی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ انہیں صحیح رہنمائی نہیں ملتی اور وہ مختلف نظریات کے درمیان بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ فکری خلا نہ صرف مذہبی معاملات میں نقصان دہ ہے بلکہ سماجی اور اخلاقی طور پر بھی معاشرے کو کھوکھلا کر رہا ہے۔

ایک پر امید پکار اور ذمہ داری کا احساس

حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونی چاہیے، یہ وقت ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی ترجیحات کا جائزہ لیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ علما وائمہ اور مدرسین کسی گروہ یا طبقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ دین کے پاسبان اور روحانی معمار ہیں۔ وہ ہمارے اور ہماری نسلوں کے لیے ایک محافظ کا کردار ادا کر رہے ہیں، ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے وقار کا تحفظ ہر مسلمان اور بالخصوص کمیٹیوں کے اراکین کی اولین ذمہ داری ہے۔

اراکین کمیٹی کی ذمہ داری

مسجد ومدرسہ کے کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ علمائے دین کو صرف تنخواہ دار ملازم نہیں بلکہ امت کے محسن اور روحانی قائد سمجھیں۔ ان کی مالی تنگی دور کرنا، انہیں مناسب مشاہرہ فراہم کرنا جو ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے اور ان کے اوقات کار کو معقول بنانا ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ انہیں عزت واحترام دینا، ان کی رائے کو اہمیت دینا اور ان کے ساتھ مشورے کرنا لازم ہے۔ کمیٹیوں کو علمائے دین کی تربیت اور ترقی کے لیے بھی فنڈز مختص کرنے چاہیے تاکہ وہ اپنے فرائض زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکیں۔ ان پر کسی بھی قسم کا بے جا دباؤ ڈالنے یا انہیں ذلیل کرنے سے سختی سے گریز کیا جائے۔

معاشرے کی ذمہ داری

بحیثیت مسلمان ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے علما کا احترام کریں۔ انہیں تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کی مالی مدد بھی کریں۔ انہیں اپنے مسائل میں شامل کریں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں، ہمیں اپنے بچوں کو بھی علما کے احترام اور ان سے دین سیکھنے کی ترغیب دینی چاہیے اور انہیں یہ سکھانا چاہیے کہ علمائے دین کا مقام کتنا بلند ہے۔

علمائے دین کی ذمہ داری

علما کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے کردار، اخلاق اور حکمت سے اپنا

مقام حاصل کریں۔ اپنے فرائض کو پوری لگن اور خلوص سے انجام دیں تاکہ ان کی عزت اور وقار خود بخود بڑھے۔ صبر اور حکمت سے کام لیں اور امت کی رہنمائی میں کسی بھی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ اپنے آپ کو صرف مذہبی معاملات تک محدود نہ رکھیں بلکہ سماجی اور اخلاقی مسائل میں بھی رہنمائی فراہم کریں۔ اپنی باتوں میں نرمی، حکمت اور اخلاص کو اپنائیں۔

آیئے ہم سب مل کر ایک ایسا ماحول بنائیں جہاں علم دین کی قدر ہو، جہاں علما کا احترام ہو تاکہ منبر و محراب سے اٹھنے والی صدائیں معاشرے میں امن، عدل اور روحانیت کا نور پھیلا سکیں، یہ وہ مقام ہے جہاں سے قوم کی صحیح رہنمائی ہو سکتی ہے، جہاں اخلاقی اقدار کی آبیاری ہو سکتی ہے، اور جہاں سے امت کا اتحاد مضبوط ہو سکتا ہے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے، اسی میں ہماری بقا ہے۔ اگر ہم نے اپنے منبر و محراب کی قدر نہ کی، اگر ہم نے اپنے علمائے دین کی بے بسی اور ان پر ہونے والے ظلم کو محسوس نہ کیا تو ہم ایک فکری اور روحانی اندھیرے میں ڈوب جائیں گے، جہاں سے نکلنا انتہائی مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے ابھی وقت ہے کہ ہم سب اپنے حصے کا کردار ادا کریں اور منبر و محراب کا دکھ دور کرنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔

◆◆◆

ص ۳۰ ؍کا بقیہ ......

روح القدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی نازک اور سیدھی شاخ مانگنے اور اس کا قلم بنا کر نعت نبی لکھنے کی تمنا ان کی نازک خیالی، تنوع اور ندرت تفکر کا پتہ دیتی ہے، امام احمد رضا نعت رسول کی منزل میں اپنا مقام خوب جانتے ہیں، اُنہیں اپنے جذبہ عشق پر اعتماد ہے اس اعتماد کو وہ مختلف انداز میں اشعار کا جامہ یوں پہناتے ہیں ؎

اے رضاؔ وصف رخ پاک سنانے کے لیے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

اے رضاؔ جان عنادل تیرے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے؟

مذکورہ بالا اشعار سے یہ ظاہر ہوتا ہے جو آپ کی مدحت سرائی میں لکھے گئے ہیں کہ نعت گوئی کے میدان میں الفاظ و بیان، فکری، پختگی، فنی عمل پیش پیش نظر آتے ہیں اور خود بڑھ کر لب بوسی و قدم بوسی کرتے ہیں جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نادر و نایاب ثبوت ہے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فکری تخیلات بھی بھرپور آپ کی نقاشی کر رہا ہے اسی شعر کے مصداق ؎

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

فن شاعری میں ادب و احترام فکر و تخیل کے ساتھ احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس صفت میں بھی آپ کی ذات لاثانی نظر آتی ہے، ورنہ آج کل کے دور میں جسے تھوڑا سا وزن بٹھانا آ گیا اور جو کسی شاعر کے بنائے ہوئے اشعار میں جوڑ توڑ کر لے وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے نہ بحروں، ردیفوں، قافیوں، تقطیع و وزنوں کا پتہ اتنے ہی میں وہ پھولے نہیں سماتے ایسی بہت سی مثالیں ہیں، لیکن بفضلہ تعالیٰ امام احمد رضا کی نعت گوئی کے اشعار ان تمام عیوب سے صاف و شفاف نظر آتے ہیں، بلکہ شاعری، نعت گوئی نعتیہ شاعری کے لیے جن خواص و لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام چیزیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، شعری محاسن و کلام قرآن و حدیث کی روشنی میں جامع اور مرکز و مخزن نظر آتے ہیں پھر بھی اپنی انکساری کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

اے رضاؔ خود صاحب قرآں ہے مداح رسول
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

◆◆◆

احوال وطن

از: حافظ افتخار احمد قادری*

نام نہاد گئورکشکوں کا مسلمانوں پر تشدد

ملک میں آئے دن نام نہاد گئورکشکوں اور شر پسندوں کی بربریت کی مختلف کہانیاں سامنے آتی رہی ہیں، گزشتہ روز ان نام نہاد گئورکشکوں نے علی گڑھ میں گوشت لے جانے کے شبہ میں چار مسلمانوں کو اس قدر زدوکوب کیا گیا کہ اگر پولیس افسران دن منٹ بھی تاخیر سے پہنچتے تو شر پسند عناصر ان کو جان سے مار دیتے جبکہ ہجومی تشدد کا شکار ہوئے گوشت تاجر لائسنس یافتہ تھے۔ یہ لوگ العمار گوشت فیکٹری سے گوشت لا رہے تھے اور ان تاجروں کے پاس فیکٹری کی رسید بھی تھی، جیسے ہی ان کا کنٹینر علی گڑھ کے مضافات کے قریب پہنچا تو خود ساختہ گئورکشکوں کے ایک ہجوم نے ان کی گاڑی کو روکا، ان پر گائے کے گوشت کی نقل وحمل کا الزام لگایا، یہ ایک ایسا شبہ تھا جو شمالی ہندوستان میں اس سے پہلے کئی مسلمانوں کے لئے موت کی وجہ بن چکا ہے، ہجومی تشدد کے شکار کچھ سمجھ پاتے اس سے پہلے مبینہ ہندوتوا تنظیموں سے منسلک بھیڑ نے کنٹینر کو گھیر لیا اور زور زور سے چلّانے لگے کہ اسے آگ لگائی جائے۔

ایسا بھی دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ مبینہ طور پر انہوں نے متاثرین سے وہاں سے گزرنے کی اجازت دینے کے بدلے میں کچھ رقم کا مطالبہ کیا۔ جب متاثرین نے انکار کیا تو ہجوم پر تشدد ہو گیا، کچھ شر پسند ایسے بھی تھے جو متاثرین کو ہاتھوں اور پیروں سے پیٹ رہے تھے، کچھ تماشائی انسانیت کو شرمسار کرنے والے اس منظر کو اپنے موبائل میں شوٹ کر رہے تھے۔ ان چاروں کے جسم سے خون بہہ رہا تھا وہ صفائی دے رہے تھے لیکن بے درد بھیڑ نے اپنا وحشیانہ انداز جاری رکھا۔ آخر کار مبینہ گورکشکوں نے کنٹینر کو آگ کے حوالے کر دیا۔

شر پسندوں کو سلاٹر ہاؤس کی طرف سے جاری کردہ درست گیٹ پاس بھی بتایا گیا لیکن خون کی پیاسی بھیڑ نے ان کی ایک نہ سنی۔ جبکہ بجرنگ دل کے لیڈروں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کنٹینر سے پہلے بھی غیر قانونی گوشت لے جایا گیا ہے، وہیں پولیس نے واضح کیا کہ اس سے پہلے جو گوشت ملا وہ بھینس کا تھا جو قانونی طور پر جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ گوشت کو قبضے میں لے کر لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے بھیج دیا گیا ہے اور حقائق کا تعین کرنے کے لئے مکمل تحقیقات کی جائیں گی، پولیس نے واضح کیا کہ دو ہفتے قبل اسی کنٹینر سے متعلق واقعہ کے بعد گوشت کا لیبارٹری ٹیسٹ کیا گیا تھا اور گوشت بھینس کا ہونے کی تصدیق ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ٹرانسپورٹر کے کاغذات بشمول مویشیوں کے ذبح کرنے کے کاغذات اس وقت ترتیب میں تھے۔ یہ پورا واقعہ اس وقت سامنے آیا جب لنچنگ کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی۔

اس طرح کے ہجومی تشدد سے ملک میں گئورکشا دل کے بھگوا دہشت گرد اس وقت مسلمانوں پر ظلم وتشدد کی حدیں پار کر رہے ہیں۔ ویڈیو میں گئورکشا دل کے لوگ جس طرح سے مسلمانوں کو زدوکوب کر رہے ہیں وہ ایک طرح سے چشم کشا بھی ہے اور ہوش رُبا بھی، افسوس ناک بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ افسوس کہ نام نہاد قومی یک جہتی کے لوگوں کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں اور وہ لوگ جو بعض غداران قوم کے بھروسہ دلانے سے اس بات پر مکمل یقین کئے بیٹھے ہیں کہ وہ پر امن جگہ میں رہ رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ یہ ویڈیو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔

اس وقت ملک میں ایسی نفرت پھیل چکی ہے کہ مسلمانوں کے قتل عام کے باقاعدہ اعلان کو بھی بعید قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علی گڑھ میں اترولی کے گوشت تاجروں پر حملہ اچانک نہیں ہوا بلکہ ایسی اطلاعات ہیں کہ اس حملے کے لئے منصوبہ بندی کافی پہلے سے کی جا رہی تھی۔ لیکن انٹیلی جینس سسٹم اس کا پتہ لگانے میں ناکام

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

احوال وطن

رہا، ذرائع کے مطابق مقامی پولیس کو معلوم تھا کہ گوشت کا کاروبار کرنے والوں پر ان نام نہاد گئو رکشکوں کی نظر ہے اس کے باوجود بھی پولیس نے نہ تو گوشت کے تاجروں کو خبردار کیا نہ ہی ان کا راستہ تبدیل کیا۔ ماضی میں ان نام نہاد گئو رکشکوں پر کاروائی نہ ہونے کی وجہ سے یہ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ جب چاہیں ایک افواہ اور واٹس ایپ وسوشل میڈیا کے جھوٹ کے سہارے پورے ملک میں مسلمانوں کا یہی حال کر سکتی ہیں، اس طرح ان قائدین کے اعتماد پر کتے کی موت مرنا ایمان وعقل کے بالکل خلاف ہے، اپنی جان مال کی حفاظت اور اس کے لئے حسبِ توفیق واستطاعت ضروری انتظام سب سے پہلا فرض ہو چکے ہیں۔ حاکم بدہن ملک کا تقریباً وہی حال ہو چکا ہے جو غرناطہ واسپین کا تھا۔ بھگوائیوں کی نظر میں مسلمانوں کو ڈی ہیومانائز کیا جا چکا ہے اسی لئے وہ مسلمانوں پر تشدد کرنے، قتل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جس طرح انسان کیڑے مکوڑے کو اپنے پیروں تلے کچل دیتا ہے اسی طرح یہ نفرت کے پجاری مسلمانوں کو کیڑا سمجھتے ہیں اور ان کی دانست میں مسلمانوں کو قتل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مسلمانوں کی اکثریت آج بھی کھانے پینے، گانے بجانے، قورمہ بریانی میں مکمل مست ہے۔ نہ انہیں ترجیحات وضروریات کا احساس ہے نہ خطرات وآفات کا ادراک۔ کسی مسئلے وکسی موقع پر سنجیدگی کا مظاہرہ اور جدوجہد کا ارادہ ان کی جانب سے پایا جانا ناممکن ہے۔ گھر کے چاروں طرف آگ پھیلی ہوئی ہے بلکہ گھر کی دیواروں کو اپنے گھیرے میں لے چکی ہے لیکن گھر والے آرام دہ بستر پر غفلت کی چادر تانے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔

تعجب ہے کہ پہلے ان شر پسند عناصر نے میٹ کاروباریوں سے رنگداری مانگی، جب تاجروں نے رنگداری اور چوتھ دینے سے انکار کر دیا تو ان کی گاڑی کو آگ لگا دی گئی اور تاجروں پر قاتلانہ حملہ کر کے لہولہان کر دیا گیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اتر پردیش میں لا اینڈ آرڈر یہی ہے؟ جن دنوں ہندوستان پوری دنیا کے سامنے متحد ہونے کا پیغام دے رہا ہے انہیں دنوں میں ایسے واقعات کا رونما ہونا کیا حکومت کے لئے شرمندگی کی وجہ نہیں بنے گی؟ ایسا لگتا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ کا ان غنڈوں پر کوئی کنٹرول نہیں یا پھر مسلمانوں کی لنچنگ کے لئے انہیں کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ کیا انتظامیہ اس معاملہ میں ایسی کارروائی کرے گا جو ایک نظیر بن سکے؟

◆◆◆

ص ۴۶ رکا بقیہ ....

رحمتوں، برکتوں کا ہے دریا رواں
پیاس دل کی بجھانے بریلی چلیں
دیکھو! دیکھو! ذرا وہ چلا قافلہ
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں
ہر قدم پر مسرت نظر آئے گی
غم دلوں کے مٹانے بریلی چلیں
جھولیاں بھر کے لاتے ہیں شاہ وگدا
در سے ہم بھیک پانے بریلی چلیں
ہر طرف ہیں چلیں کفر کی آندھیاں
دین وایماں بچانے بریلی چلیں
دربدر کیوں پھریں ہم اے عرفاں رضا
فیضِ سرکار پانے بریلی چلیں

ص ۱۸ رکا بقیہ ....

نام ان کا فقہ وافتا میں نہ کیوں روشن رہے
فیضِ حضرت سیدی نعمان ہیں اختر رضا
مسندِ ارشاد پر جس نے بھی دیکھا کہہ اٹھا
معرفت کے آج بھی ایوان ہیں اختر رضا
صُلحِ کلی فکرِ باطل کے لیے دیکھو سدا
خنجرِ خوں خوار اور طوفان ہیں اختر رضا
تیرے کردار وعمل کی دیکھ کر تابندگی
جان ودل سب ہو گئے قربان ہیں اختر رضا
کیوں نہ ہو تاجِ شریعت، فخرِ ازہر بھی لقب
قاضیانِ ہند کے سلطان ہیں اختر رضا
اے حسینؔ مفتی اعظم کی ہے یہ بھی عطا
محفلوں کے آج بھی ارمان ہیں اختر رضا

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

حضرت سیّدنا بلال اور اسلام کے لئے آپ کا صبر وتحمل

دینِ اسلام کی آمد سے قبل ہر طرف ظلم وستم کا دَور دَورہ تھا، کمزور ومظلوم طبقہ انتہائی کس مپرسی اور دردناک زندگی گزارنے پر مجبور تھا، عورتوں کو بلاوجہ پیٹنے، ان کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کرنے، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے اور غلاموں کو کوڑے مارنے، بھوکا پیاسا رکھنے، تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں پر لٹانے جیسے غیر انسانی سلوک کا کلچر (Culture) عام تھا، ہر سُو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کا راج تھا، کوئی روک ٹوک کرنے اور پوچھنے والا نہیں تھا، مظلوموں کا کوئی فریاد رَس نہیں تھا۔

ایسے کرب ناک حالات میں فاران کی چوٹیوں سے دینِ اسلام کا سورج طُلوع ہوا، اور نا اُمیدی کے بادل چھٹنے لگے، مظلوم طبقے اور نسل دَر نسل غلامی کی زندگی گزارنے والوں کو بھی اُمید کی ایک کرن دکھائی دی، اور وہ اَحدٌ اَحدٌ کی گواہی دیتے دینِ اسلام کے دامنِ رَحمت میں پناہ لینے لگے، ان تمام تر ظلم وستم اور مصائب وآلام کا سامنا کرنے کے باوجود، کلمۂ توحید کی دن رات تکرار کرنے والوں میں ایک نمایاں نام حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے۔

ولادت، اسمِ گرامی اور کنیت

آپ کا اسمِ گرامی بلال بن رَباح اور کنیت ابو عبدالکریم ہے، مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ کے آبا واَجداد کا اصل وطن حبشہ تھا، اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ حبشی نسبت بھی معروف ہے۔ آپ کے والد کا نام رَباح اور والدہ کا نام حَمامہ تھا، یہ دونوں بھی عرب کے ایک قبیلہ کے غلام تھے۔(۱)

عزیز واَقارب

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی تھی، بھائی کا اسمِ گرامی خالد بن رَباح اور بہن کا غُفَیرہ بنتِ رَباح تھا۔(۲)

حضرت سیّدنا بِلال رشتۂ اَزدواج سے بھی منسلک ہوئے، البتہ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام ہند خولانیہ تھا، جن کا تعلّق دارَیّا (Darayya) سے تھا، جو دِمشق کے قریب واقع ہے، بعض روایات کے مُطابق انہیں صحابیت کا بھی شرف حاصل تھا۔(۳)

حضرت سیّدنا بلال کا قبولِ اسلام

جن نامساعد حالات اور غلامی کے دَور میں حضرت سیّدنا بِلال نے دینِ اسلام قبول کیا، اُس وقت راہِ حق پر قائم رہنا بہت مشکل اَمر تھا، اُن ایام میں آپ عبداللہ بن جُدعان کے غلام تھے اور اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے، ایک روز آپ حسبِ معمول اپنی بکریاں چرا رہے تھے، جبکہ قریبی غار میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ بھی حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق کے ہمراہ تشریف فرما تھے، نبی کریم ﷺ نے غار کے دہانے سے آپ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا: يَا رَاعِيْ! هَلْ مِنْ لَبَنٍ؟ اے چرواہے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ حضرت سیّدنا بلال نے آواز سنی تو قریب چلے آئے اور عرض کی، کہ حضور! میری بکریوں میں کوئی بھی اس وقت دودھ دینے کے قابل نہیں، ماسوائے اس ایک بکری کے، جو اتنا کم دودھ دیتی ہے جو بمشکل میرے لیے کافی ہوتا ہے، لیکن پھر بھی میں آج اپنے حصے کا دودھ آپ دونوں حضرات کے لیے چھوڑتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ائتِ بِهَا۔ اس بکری کو ہمارے پاس لے آؤ، حضرت سیّدنا بلال نے اس بکری کو بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا، رسولِ اکرم ﷺ نے ایک برتن منگوا کر اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا، تو دستِ اقدس کے لگتے ہی بکری کے تھنوں سے دودھ جاری ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا

برتن دودھ سے بھر گیا، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے نوش فرما کر دوبارہ پھر بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، برتن پھر لبالب بھر گیا، اب کی بار حضرت سیّد نا صدیق اکبر نے نوش فرمایا، اس کے بعد تیسری بار پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، تو برتن کناروں تک پھر بھر گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بار حضرت سیدنا بلال (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو عطا کیا، انہوں نے بھی سیر ہو کر دودھ پیا، لیکن بکری کے تھن اب تک دودھ سے بھرے ہوئے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سیّد نا بلال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرویدہ ہو گئے، رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی، جسے قبول کرتے ہوئے حضرت سیّد نا بلال دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام کا بالکل ابتدائی اور مشکل دَور ہونے کے باعث، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فی الحال اپنا اسلام خفیہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ (۴)

سخت آزمائش اور مَصائب وآلام کی گھڑیاں

حضرت سیّد نا بلال نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد ثابت قدمی کا مُظاہرہ فرمایا اور دین اسلام پر قائم رہے، بُت پرستی سے اس قدر نفرت ہوگئی، کہ ایک روز آپ نے کعبہ میں داخل ہو کر بتوں پر تھوکتے ہوئے فرمایا: خابَ وخسرَ مَن عبدَكنَّ. وہ لوگ ناکام اور خسارے میں ہیں جنہوں نے تمہاری پوجا و پرستش کی! مشرکینِ مکّہ کو اس بات کا پتہ چلا، تو وہ بہت سیخ پا ہوئے اور آپ کو پکڑنے کی کوشش کی، حضرت سیّد نا بلال نے بھاگ کر اپنے مالک عبداللہ بن جُدْعان کے گھر میں پناہ لی، مشرکین نے آپ کے آقا سے شکایت کی، تو وہ آپ سے اس قدر ناراض ہوا، کہ پکڑ کر ابوجہل اور اُمیّہ بن خَلَف کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں! انہوں نے حضرت سیّد نا بِلال پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے، کبھی آپ کو بطحا کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر دونوں بازوؤں پر چکی رکھی، تو کبھی مار پیٹ کر لہولہان کر دیا، کبھی گلے میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کے ذریعے گلی گلی گھسیٹا، تو کبھی اس بات پر مجبور کیا، کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار کرو، ہمارے خداؤں کی پرستش کرو، نہیں تو یونہی بلکتے مرجاؤ گے! لیکن حضرت بلال کی استقامت کو سلام، کہ آپ ہر طرح کے دکھ، تکالیف اور مَصائب وآلام کو بڑی خندہ پیشانی اور صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اَحَدُ اَحَدُ کی بُت شکن صدائیں بلند فرماتے رہے۔ (۵)

سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے

حضرت سیّد نا بلال اپنے اسلام میں صادِق اور دل کے سچّے تھے، انہوں نے دین اسلام کی راہ میں آنے والی ہر مشکل کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا اور اپنا مسلمان ہونا اس مشکل ترین دَور میں ظاہر فرمایا، جب اسلام کا اظہار اپنی مَوت کو دعوت دینے کے مترادِف تھا، حضرت سیّد نا بلال کا شمار اُن سات 7 اَفراد میں ہوتا ہے، جنہوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر فرمایا، حضرت سیّد نا عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

''ان أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ: رَسُوْلُ اللهِ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَ بِلَالٌ، وَالمِقْدَادُ۔ (۶) سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اِظہار کیا، وہ سات 7 اَفراد ہیں: (۱) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، (۲) حضرت ابو بکر صدّیق، (۳) حضرت عمّار، (۴) حضرت عمّار کی والدہ ماجدہ حضرت سُمیّہ، (۵) حضرت صُہَیب، (۶) حضرت بِلال، (۷) حضرت مِقْداد۔''

دین اسلام کی بدَولت غلامی سے نجات

دین اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سیّد نا بلال مسلسل آزمائش میں تھے، آپ پر ظلم وستم کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، ایک روز حضرت سیّد نا ابوبکر صدّیق کا گزر اس مقام سے ہوا، جہاں حضرت سیّد نا بِلال کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا، آپ نے اُمیّہ بن خَلَف کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''أَلَا تَتَّقِي اللهَ فِيْ هٰذَا المسكينِ! حتَّى متَى۔ اس مسکین کو ستاتے ہوئے تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا؟ کب تک ایسا کرتے رہو گے؟''

وہ کہنے لگا کہ اے ابوبکر! تم نے ہی اسے خراب کیا ہے (یعنی مسلمان کیا ہے)، لہٰذا تم ہی اسے آزاد کروالو حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر نے فرمایا: أفعلُ، عنديْ غلامٌ أسوَدُ أجلَدُ منهُ، وأقوَى علىَ دينِك، أُعطِيكَهُ بهِ۔ میرے پاس بلال سے زیادہ تندرست وتوانا اور تیرے دِین کا پیروکار غلام ہے، بلال مجھے دے دو اور بدلے میں اُسے تم رکھ لو، اُمیّہ بن خَلَف کہنے لگا کہ مجھے یہ پیش کش منظور ہے، چنانچہ سیّدنا صدیقِ اکبر نے کچھ رقم اور غلام کے عوض، حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمادیا۔(۷)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق نے پانچ 5 اُوقیہ (یعنی تقریباً 32 تولے) سونا ادا کر کے سیّدنا بلال حبشی کو خریدا، فروخت کرنے والوں نے کہا کہ اے ابوبکر! اگر تم صرف ایک اُوقیہ سونے پر اَڑ جاتے، تو ہم اتنی قیمت میں بھی اسے فروخت کر دیتے، اس پر سیّدنا صدّیقِ اکبر نے ارشاد فرمایا:

''لوْ أبيتمْ إلّا مئةَ أوقيّةٍ لأخذتهُ۔(۸) اگر تم سو 100 اُوقیہ سونا مانگتے تو میں وہ بھی دے دیتا اور بلال کو ضرور خریدتا۔''

سرورِ کونین ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق کی اس نیکی سے اتنے خوش ہوئے، کہ انہیں رحمت کی دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ، زَوَّجَنِيَ ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالاً مِنْ مَالِهِ۔(۹) اللہ ابوبکر پر رحمت کرے، مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا، مجھے دارِ ہجرت (یعنی مدینہ منوّرہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال کو خرید کر آزاد کیا۔''

اچھے انسان اور مؤذّنین کے سردار

اتنی کٹھن آزمائش اور صبر کے بدلے میں، اللہ تعالیٰ نے سیّدنا بلال حبشی کو بہت بلند مقام ومرتبہ سے نوازا، آپ رسول اللہ ﷺ کے مؤذِن، خادمِ خاص اور خزانچی مقرّر ہوئے، سفر وحضر میں ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی رَفاقت کا شرف حاصل رہا، بدر واُحد سمیت تمام غزوات میں تاجدارِ رسالت ﷺ کے ساتھ شریک رہے، فتحِ مکّہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر، اذان دینے کی سعادت بھی سیّدنا بلال کے حصے میں آئی، آپ انتہائی اچھے انسان اور مؤذِنین کے سردار تھے، اس بات کی گواہی خود نبی کریم ﷺ نے دی، چنانچہ سیّدنا زید بن اَرقم سے روایت ہے، کہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نِعْمَ الْمَرْءُ بِلَالٌ! وَهُوَ سَيِّدُ الْمُؤَذِّنِينَ۔(۱۰) بلال کس قدر اچھا انسان ہے اور وہ تمام مؤذِنوں کا سردار ہے۔''

جنّت تین لوگوں کی مشتاق!

حضرت سیّدنا بلال کا شمار اُن خوش نصیبوں میں ہوتا ہے کہ جنّت بھی جن کی منتظر ومُشتاق تھی، حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ إِلَى ثَلَاثَةٍ: (۱) عَلِيٍّ، (۲) وَعَمَّارٍ، (۳) وَبِلَالٍ۔ (۱۱) جنّت تین 3 لوگوں کی مشتاق ہے: (۱) علی، (۲) عمّار، (۳) اور بلال۔''

حضرت بلال! ہمارے سردار

حضرت سیّدنا عمر فاروق بھی حضرت بلال کے مقام ومرتبہ کے اظہار کے لیے، آپ کو سَیِّدنَا (ہمارے سردار) کہہ کر پکارا کرتے ''صحیح بخاری'' کی روایت میں حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے، کہ سیّدنا عمر فاروق فرماتے:

''أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَ أَعْتَقَ سَيِّدَنَا، يَعْنِي بِلَالاً۔ (۱۲) ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کرایا۔''

دنیا ہی میں جنّت کی بشارت

حضرت سیّدنا بلال حبشی کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ نبیٔ کریم ﷺ نے آپ کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت سنائی، حضرت سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، کہ نبیٔ رحمت ﷺ نے ایک روز نمازِ فجر کے بعد حضرت سیّدنا بلال سے فرمایا:

''يَا بِلَالُ! حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ۔ اے بلال! مجھے اپنے اس امید افزا کام کی خبر دو، جو تم نے

اسلام میں کیا؛ کیونکہ میں نے جنّت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔''

حضرت سیّدنا بلال نے عرض کی، کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا، جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو، البتہ دن یا رات کے وقت میں جب بھی وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدّر کی گئی ہے۔(۱۳)

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا بلال کا حضور ﷺ سے آگے جنّت میں جانا، ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا ہے جس سے تم کو میری یہ خدمت میسّر آئی؟ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت سیّدنا بلال حضور ﷺ کے ساتھ جنّت میں گئے، نہ آپ کو معراج ہوئی، بلکہ حضور ﷺ نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا، کہ تمام خَلق سے پہلے حضور ﷺ جنّت میں داخل ہوں گے، اس طرح کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔(۱۴)

سیّدنا بلالِ حبشی کا عشقِ رسول

حضرت سیّدنا بلال رسولِ اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیّبہ تک ہمیشہ حضور کے ساتھ رہے، شب و روز حاضر خدمت رہتے، کبھی حرفِ شکایت زباں پر نہ لائے، آپ مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کے سچّے پکّے عاشق تھے، ہمیشہ اللہ و رسول کی رضا میں راضی رہے، نبیٔ کریم ﷺ نے جب بھی کوئی ذمہ داری سونپی، بلا چُون و چرا اُسے دل و جان سے نہ صرف تسلیم کیا، بلکہ حتیٰ المقدور اُسے اَحسن سے اَحسن انداز میں نبھانے کی بھی کوشش کی، ایک سچّے عاشقِ رسول کی یہی نشانیاں ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال حبشی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اَذان کی ذمہ داری سونپی گئی، تو آپ کو اپنی اس ذمہ داری سے اس قدر عشق ہو گیا کہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتے اور اذان دینے کے لیے نماز کا وقت شروع ہونے کا انتظار فرماتے۔ قبیلہ بنی نجّار کی ایک خاتون صحابیہ نے فرمایا:

''كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ، فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ۔(۱۵) مسجد نبوی کے گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اُونچا تھا، حضرت سیّدنا بلال اس کی چھت پر اذانِ فجر دینے کے لیے، صبحِ صادق سے قبل آ کر بیٹھ جاتے اور اذانِ فجر (کے لیے صبحِ صادق) کا انتظار کرتے رہتے۔''

حضرت سیّدنا بلال چونکہ رسول اللہ ﷺ کے خاص مؤذّن تھے، لہٰذا جنگ ہو یا امن، سفر ہو حضر، ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے، جب اور جہاں نماز کا وقت ہوتا، رُخِ انور کی زیارت کرتے ہوئے اذان دینے کی سعادت حاصل کرتے اور توحید و رسالت کی گواہی دیتے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، تو آپ بہت اداس رہنے لگے، رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ پا کر، سیّدنا بلال حبشی بے تاب ہو جاتے اور فراقِ رسول میں بے آب و گیاہ مچھلی کی طرح تڑپتے، رسول اللہ ﷺ کے بغیر انہوں نے کبھی زندگی کا تصوّر بھی نہیں کیا تھا، لہٰذا انہیں اپنے زندہ رہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، جب جب رحمتِ عالمیان ﷺ کے مزارِ پُر انوار پر نگاہ پڑتی، بیتے لمحوں کی یاد ستاتی اور مزید تڑپ اٹھتے۔

ایک بار انہوں نے امیر المؤمنین سیّدنا ابوبکر صدیق سے مدینہ منورہ چھوڑنے اور جہاد میں شہادت کی غرض سے جانے کی اجازت بھی چاہی، لیکن اجازت نہ ملی، پھر امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق کا دَور آیا، تو اُن سے بھی یہی درخواست کی، حضرت سیّدنا عمر فاروق نے روکنے کی کوشش کی، لیکن سیّدنا بلال حبشی تیار نہ ہوئے اور اجازت لے کر ملک شام کی طرف جہاد کی غرض سے روانہ ہو گئے۔(۱۶)

حضور ﷺ کے حکم سے روضۂ انور پر دوبارہ حاضری

حضرت سیّدنا بلال کو ملک شام میں گئے ہوئے جب ایک طویل عرصہ گزر گیا اور آپ واپس لوٹ کر مدینہ منورہ نہ آئے،

تب ایک بار رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَاهٰذِهِ الجَفْوَةُ يَا بِلاَلُ؟أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِي؟

اے بلال! یہ کیسی بے رُخی ہے؟ کیا ہم سے ملنے کو تمھارا جی نہیں چاہتا؟''

اتنا سننا تھا کہ حضرت بلال تڑپ اٹھے اور رختِ سفر باندھ کر فوراً مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ کی گلیوں میں شور مچ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذِّن سیِّدنا بلال حبشی تشریف لے آئے ہیں، آپ سب سے پہلے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ہچکیاں باندھ کر روتے رہے، نواسۂ رسول حضرت سیِّدنا امام حسن وحسین تشریف لائے تو حضرت سیِّدنا بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور نسبت سے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی پیشانیوں پر بوسے دیئے۔

حضرت امام حسن وحسین نے اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کی یاد تازہ کرنے کے لیے، حضرت سیِّدنا بلال سے اذان سننے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ نے اذان دینا شروع کی، تو ہجر و فراق کی تازہ آگ بھڑک اٹھی، ایک کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، یہاں تک کہ پردہ نشیں عورتیں بھی بے قراری کے عالم میں گھروں سے باہر نکل پڑیں(۱۷) حضرت سیِّدنا بلال حبشی چند روز مدینہ منوّرہ میں گزارنے کے بعد واپس ملکِ شام چلے گئے۔

وصال اور تدفین

مؤذّنِ رسول حضرت سیِّدنا بلال حبشی کا وِصال شریف، بیس 20 ہجری میں دِمشق میں ہوا، بوقتِ وصال آپ کی عمر شریف تقریباً تریسٹھ 63 برس تھی، آپ دِمشق کے مشہور قبرستان ''بابِ الصغیر'' میں مدفون ہیں(۱۸) سیِّدنا بِلال حبشی کا مزار پُر انوار زیارت گاہِ خاص و عام ہے، عاشقانِ رسول آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوکر، آپ کے وسیلے سے اپنے عشقِ رسول میں اضافے کی دعا کرتے ہیں۔

اے اللہ! عشقِ بلالی سے ہمیں بھی وافر حصہ عطا فرما، سیِّدنا بلال حبشی جیسی تڑپ اور سوز و گداز عنایت فرما، ہمیں بھی سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی سعادت مرحمت فرما، حضرت سیِّدنا بلال حبشی کے درجات بلند فرما اور کل قیامت میں ہمیں بھی ان کے قدموں میں جگہ عطا فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین وصلّى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقِ ونورِ عرشِ، سيِّدنا ونبيِّنا و حبيبناوقرّأعيُننا محمّدٍ، وعلىٰ آل وصحبهٖ أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين۔

حوالہ جات: (۱) أُسد الغاب باب الباء، ر: 493- بلال بن رَباح، 1/ 415 ملخّصاً۔ (۲) المرجع نفس، ص 418۔ (۳) تاریخ دِمشق 974- بلال بن رَباح، 10/ 434 ملخّصاً۔ (۴) المرجع نفس، ص 436۔ (۵) المرجع السابق، ص 436، 437، 440۔ (۶) سنن ابن ماجہ مقدّمۃ المؤلّف، فضائل بلال، ر: 150، ص 35۔ (۷) السیر النبویّ بلال بن رباح وصبر علی التعذیب، الجزء 1، ص 162۔ (۸) مصنَّف ابن أبي شيبہ إسلام أبي بر، ر: 37744، 20/ 255۔ (۸) سنن الترمذي أبواب المناقب، ر: 3714، ص 845۔ (۹) حلي الأولياء ر: 24- بلال بن رباح، ر: 485، 1/ 199۔ (۱۰) تذیب المال تاب الُن، باب الراء، تحت ر: 7951، 21/ 223۔ (۱۱) صحیح البخاري [باب] مناقب بلال بن رباح، ر: 3754، ص 631۔ (۱۲) صحیح البخاري تاب التہجّد، ر: 1149، ص 184۔ (۱۳) مرآۃ المناجیح نماز کا بیان، نوافل کا باب، پہلی فصل، زیرِ حدیث: 1322، 2/ 290۔ (۱۴) سنن أبي داود کتاب الصلاۃ، باب الأذان فوق المنار، ر: 519، ص 87۔ (۱۵) سیر أعلام النبلاء ر: 217- بلال بن رَباح، 3/ 157 ملخّصاً۔ (۱۶) المرجع نفس، ص 158۔ (۱۷) أُسد الغابۃ باب الباء، ر: 493- بلال بن رَباح، 1/ 415 ملخّصاً۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

سمناں سے ہند تک

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی فیض باریاں

اسلامی تاریخ کے اوراق ایسے اَن گِنت واقعات و شخصیات کے ذکر سے جگمگا رہے ہیں جن سے اشاعت دین کے کارواں کو تقویت ملی۔ ایسی لازوال شخصیات کے کارنامے آج بھی تاریخِ اسلامی کے ماتھے کا جھومر ہیں جن کی مساعیِ جمیلہ سے دلوں کی تاریک دنیا میں تاریخی انقلاب آیا۔ دل و دماغ روشن ہوئے اور فکر کی کھیتی ہری بھری ہوگئی۔ ایسی ہی نادرِ زمن ہستیوں میں سمناں کے تاج دار وارثِ مملکتِ خداداد حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ سمناں کے تاج ور تھے ہی ساتھ ہی صحیح النسب سادات یعنی خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد کا نام محمد ابراہیم تھا جو باوصف تاج دار بڑے نیک و تہجد گزار تھے۔ دن کے مجاہد وشب کے عابد تھے۔

والدہ ماجدہ خدیجہ بیگم (بنت خواجہ احمد یسوح) ''صائم الدہر'' اور ''قائم اللیل'' تھیں۔ شاہانہ طرزِ زندگی، آسائشوں کے انبار، شوکت وعزت سبھی کچھ ہونے کے باوجود عظیم والدین کی تربیت نے دُنیا میں رہ کر دُنیاداری سے دور رکھا۔ یہی مومن کی شانِ بے نیازی ہوتی ہے کہ اسے تخت وتاج، مال ومنال، شوکت وقوت و مادیت متاثر نہیں کر سکتے۔ مخدوم پاک کے یہاں سب کچھ تھا لیکن وہ تو مردِ حق آگاہ تھے؛ اسی لیے جس کے پیچھے سبھی بھاگتے ہیں وہ ان سب کو پاکر بھی متاثر نہ ہوئے اور روحانی عظمتوں کی منازلِ شوق بہ ذوق طے کرتے رہے۔

باضابطہ علومِ دینیہ حاصل کیے، عمر کی ساتویں منزل میں ہی قرآن مقدس مع قرأت سبعہ حفظ کر لیا۔ سمناں ونواح کے دینی مراکز سے علمی تشنگی بجھائی۔ معقولات ومنقولات میں مہارتِ تامہ پیدا کی۔ حرفاً حرفاً اور سبقاً سبقاً علم دین سیکھا اور کمال حاصل کیا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد تاج ور ہوئے لیکن انھیں تو روحانی تاج دار بننا تھا، ایک شب خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں، کہتے ہیں کہ ''سلطنتِ الٰہی چاہتے ہو تو بادشاہت کو خیر باد کہہ کر رختِ سفر جانب ہند باندھ لو'' والدہ کو حال سُنایا، اجازتِ سیاحت ہند ملی۔ یوں سلطنت کو ٹھکرا دیا۔ راہِ خدا میں سیاحت کو گلے لگایا۔ یہاں سے روحانی مدارج میں مسلسل ترقی کا مرحلۂ عرفان طے ہونا شروع ہوا۔

سیادت وسلطنت کا یہ امیں جب رُخصت ہونے کو آیا تو سمناں سے بارہ ہزار سپاہی الوداع کو ساتھ ہو لیے، جنھیں تین منزلوں پر ہی رُخصت فرما دیا۔ اسباب ساتھ تھے جنھیں آگے جا کر فقرا میں تقسیم فرما دیا، سمرقند گئے پھر اوچ میں قیام پذیر ہوئے، جہاں حضرت سید جلال الدین بخاری جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھتے ہی آپ نے مخدوم پاک سے فرمایا:

''عرصے کے بعد دماغ کو طالب صادق کی خوش بو نصیب ہوئی، مدت کے بعد چمنِ سیادت سے نسیمِ خراماں ہوئی، مبارک ہو! بے حد جسور فرزند آیا ہے جلدی کیجیے، میرے بھائی ''علاءَ الدین'' آپ کے منتظر ہیں، راہ میں توقف نہ کیجیے۔''

اخذِ فیض کے بعد آپ منزل بہ منزل ہوتے ہوئے دہلی آئے، پھر عازمِ بہار ہوئے، جہاں حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا، پھر بنگال کی راہ لی۔ اس زمانے میں پنڈوہ بنگال میں حضرت ''علاءَ الدین'' عبدالحق لاہوری کے علم وعرفان کا بڑا چرچا تھا، جن کی فیض رساں بارگاہ سے علاقۂ بنگال اسلامی تعلیمات سے جگمگا رہا تھا، اور آپ کی ایک نگاہِ کیمیا اثر سے ہزاروں دل نورِ ایمان سے روشن ہو اُٹھے تھے، آپ عرصہ سے منتظر تھے، انتظار کس کا تھا یہ اس وقت کھلا جب مخدوم پاک

اسلاف واخلاف

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور روحانی امانتوں کے امین ہوئے۔

شیخ نے نگاہ ڈالی اور مقاماتِ معرفت کے اس عظیم منصب پر پہنچا دیا جہاں نگاہوں سے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور نظارۂ انوار وعرفان نگاہوں کا محور ٹھہرتا ہے۔ بیعت کی سعادت حاصل کی، ۱۲؍سال خدمتِ مرشد میں رہے، خرقۂ خلافت اور جہانگیر کا لقب پایا، مرشد نے خود روحانی تربیت کی۔ علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''ایک دن آپ (مخدوم پاک) کمر باندھ رہے تھے۔ مرشد نے پوچھا ''کیا کر رہے ہو؟'' آپ نے فرمایا ''خدمتِ خلق کے لیے کمر کس رہا ہوں۔'' مرشد نے فرمایا ''اگر می بندی محکم بہ بند کہ ہیچ درمیاں نداری۔'' (اگر کمر کس رہے ہو تو مضبوطی سے کسو تا کہ پھر کوئی چیز درمیان میں نہ رہے) آپ نے فرمایا ''آرزوئے نفس ازمیاں بیروں کشیدم تازندہ۔'' (جب تک زندہ ہوں نفس کی آرزوؤں کو دور ہی رکھوں گا)

مرشد کی اجازت سے سیاحت کے اگلے دور کا آغاز کیا۔ دلوں کی صفائی اور ستھرائی فرماتے رہے۔ جون پور گئے، محمد آباد گہنہ گئے، نواحِ اودھ میں بھی دین کی اشاعت کی۔ وہ دور ایسا تھا کہ سحر وجادو کے ذریعے شرک وکفر کو رواج دیا جا رہا تھا، ایسے عالم میں زمانی ضرورت کے تحت آپ نے کرامتوں کا اظہار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے، کچھوچھہ مقدسہ میں آپ نے سکونت اختیار کی۔ پھر سیاحت کا دوسرا دور شروع ہوا۔ سیاحت کے ذریعے اسلام کی اشاعت کرنے والوں نے نئی تاریخ رقم کی ہے اور عزم وحوصلہ دیا ہے، اس سفر میں حرمین، دمشق، نجف اشرف، کربلا، سمنان، ماوراء النہر، ترکستان، قندھار، غزنی، کابل، ملتان، اجودھن، دہلی، اجمیر، دکن، گجرات ہوتے ہوئے کچھوچھہ مقدسہ آئے۔ اس سیاحت میں اکابر اولیائے کرام سے فیض لیا، طالبین راہِ طریقت ومعرفت کو فیض دیا، کفر کی وادیوں میں بھٹکنے والے کتنے ہی افراد کو حق آشنا کیا۔

دورانِ سکونت کچھوچھہ مقدسہ کتنے ہی اصحابِ اقتدار کی اصلاح کی اور انھیں توبہ کی طرف مائل کیا، آپ سچے عاشق رسول تھے، جس کا اندازہ لطائف اشرفی کے مطالعہ سے ہوتا ہے، آپ کے ان ملفوظات سے شریعتِ مطہرہ پر استقامت کا جلوہ بھی سامنے آتا ہے، آج افسوس کی بات ہے کہ ولیوں سے نسبت کا دعویٰ کرنے والے بعض حلقے شریعت سے انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بعض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے بے ادب وگستاخ بھی، انھیں مخدوم پاک کی حیاتِ مبارکہ سے درس لینا چاہیے کہ آپ کا کوئی لمحہ جادۂ شریعت سے بال برابر منحرف نہ ہوا، آپ کے یہاں شریعت پر استقامت کے بعد ہی طریقت کی منزل کا پتا ملتا ہے۔

اسی درس کو گزری صدیوں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی، مفتی اعظم ہند نوری نے دیا، انھیں کے مشن کو اپنانا مخدوم پاک سے محبت ونسبت کا تقاضا ہے اور اسی کی اس عہدِ قحط الرجال میں ہمیں ضرورت ہے، بقول اعلیٰ حضرت ؎

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سُراغ لے کے چلے

◆◆◆

ص ۳۳؍ کا بقیہ ......

ہو گئیں، ہر ایک جلد جہازی سائز کے ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے۔

تاریخ الفتاویٰ میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے، دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے 1330ھ میں منصۂ شہود پر آیا، فاضل بریلوی کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے خزائن العرفان کے نام سے اس پر تفسیر حواشی تحریر فرمائے ہیں، یوں تو دنیا میں بے شمار ترجمے ہیں، لیکن فاضل بریلوی کے ترجمے کی شان ہی یہ ہے کہ اس میں عشق ہے، مستی ہے، درد ہے، تڑپ ہے اور ادب ہے، سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہے، ماشاء اللہ! آج کے ہر گوشے میں ان پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔

◆◆◆

از: مولانا سید محمد فرقان حسنی حسینی*

حیات سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسمِ مبارک سیّد محمد جمال اللہ اور والد گرامی کا نامِ نامی سیّد سلطان شاہ المعروف سید روشن شاہ تھا۔ آپ کی ولادت با سعادت گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب غوث الاعظم قدس سرہ کے واسطہ سے حضرت علی مرتضیٰ تک پہنچتا ہے۔

آپ کی ولادت: 11/ربیع الاوّل 1137ھ بمطابق 28/نومبر 1724ء گجرات (پاکستان) میں ہوئی، آپ ابھی بچے ہی تھے کہ خواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر شروع سے ہی بے خودی طاری تھی۔ ؎

ہے تیرا نسب اعلیٰ اے شاہِ جمال اللہ
تو غوث کا شہزادہ اے شاہِ جمال اللہ

تعلیم وتربیت

آپ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا، اس لیے مکمّل سپاہیانہ تربیت حاصل کر کے اپنے شوق کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لے آئے اور یہاں ایک درویش صفت عالم دین جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور بہت بڑے فقیہ کامل تھے، ان سے علوم متداولہ میں کامل واکمل ہوگئے، اُس زمانے میں آپ نے مجاہدۂ نفس شروع کر دیا تھا اور روزانہ دو قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آپ کے اُستادِ محترم چونکہ حضرت خواجہ سیّد قطب الدین حیدر قدس سرہ کے مرید خاص تھے، لہٰذا آپ غائبانہ طور پر اُن سے مانوس ہو چکے تھے۔ ایک رات حسبِ معمول تلاوتِ قرآن مجید کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی:

''اے جمال اللہ! اگرچہ تلاوتِ قرآن مجید فرقانِ حمید بہت بڑی عبادت ہے، لیکن عبادت میں لذّت و سرور اُسی وقت ہی حاصل ہوسکتا ہے جبکہ کسی شیخ سے بیعت کر لی جائے۔''

یہ سُنتے ہی آپ کی حالت دیگر گوں ہوگئی اور آپ اُفتاں و خیزاں اپنے اُستادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خدارا مجھے جلد اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں لے چلیں اُستاد صاحب نے کہا کہ اب رات کا وقت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ صبح چلیں گے۔ یہ سُن کر آپ کی طبیعت میں بے قراری غالب ہوگئی اور رات گزارنا مشکل ہوگئی۔ صبح ہوتے ہی اُستادِ محترم کے ہمراہ خواجہ باقی باللہ کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے کیونکہ سیّد قطب الدین حیدر بخاری اُس وقت وہاں گوشہ نشین تھے۔ شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر پیر و مرشد کی خدمتِ بابرکت میں ہی رہنا شروع کر دیا اور بارہ سال تک شیخ کی صحبت کیمیا اثر میں رہے۔ سیّد قطب الدین حیدر بھی آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب شیخ حج مبارک کے لیے تشریف لے گئے تو آپ بھی بندرگاہ تک ہمراہ تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ملا کہ حافظ سیّد محمد جمال اللہ کو خرقۂ خلافت پہنا کر یہیں سے واپس ہندوستان بھیج دو وہاں ہزار ہا لوگ اُن سے مستفید و مستفیض ہوں گے، وہاں سے واپس تشریف لا کر آپ سرہند شریف میں مقیم ہو گئے اور مجدّدی فیوض و برکات کی دولت سے مالا مال ہوئے، بعد از ویرانئ سرہند آپ رام پور المعروف بہ مُصطفیٰ آباد تشریف لے گئے اور مستقل سکونت اختیار فرما کر خلقِ خدا کی روحانی رہنمائی خدمت فرمانے لگے، ابتدائی دور میں رام پور میں عرصہ تک نواب رام پور فیض اللہ خاں کی فوج میں سپاہی رہ کر اپنی درویش کو چھپائے رکھا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی رامپور تشریف لاکر آپ سے ملے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ”میں گرمیٔ محبّت اور حرارتِ مؤدت کی طلب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔“ آپ نے شاہ صاحب کو تربوز عطا فرمایا تھا، اتباعِ سُنّت کا نہایت التزام واہتمام فرماتے تھے۔ اعمالِ ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ دل عشقِ الٰہی سے مخمور اور حُبّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چُور تھا، ایک کثیر خلقت نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ کے خلفا

آپ نے تمام زندگی مجرّدانہ بسر کی لہٰذا کوئی اولادِ نسبی باقی نہ چھوڑی البتہ رُوحانی اولاد میں سے خلفا حضرت سیدنا شاہ درگاہی رامپوری شیخ صحرائی اور شاہ محمد عیسیٰ گنڈاپوری بہت مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ مُلّا فداعلی لکھنوی اور میاں سیف اللہ، قصبہ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مرادآباد بھی آپ کے خلفا میں سے تھے۔

آپ کا وصال

آپ کا وصال 3 / صفر المظفر 29 اگست 1209ھ 1794ء کو رامپور (انڈیا) میں ہوئی اور رام پور شہر متصل محلہ باجوڑی ٹولہ جمال نگر مزار مقدس بنا جو آج مرجعٔ خلائق ہے۔ قطعۂ وصال مبارک جو مزار مبارک کے جنوبی دروزہ پر کندہ ہے۔

آں شاہِ جمال قُطبِ عالم خوش رفت بجلوہ گاہِ وحدت
تاریخِ فنائے بابقائش سیرِ علم مقامِ حیرت 1209ھ

(حوالہ تاریخِ مشائخ نقشبند صفحہ 443)

تاریخ وصال

غوث اعظم سے ان کو نسبت تھی
ان کی تصویر تھے جمال اللہ
کہئے صابر یہ ان کا سال وصال
والا تدبیر تھے جمال اللہ

میرے ماموجان قاضی شرع و مفتی اعظم ضلع رامپور مفتی سید شاہد علی حسنی جمالی رامپوری علیہ الرحمہ اپنا منظوم نذرانۂ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔ ؎

سلطان ترا بابا اے شاہِ جمال اللہ
گجرات وطن تیرا اے شاہِ جمال اللہ
قرآں کی تلاوت کے دو ختم کیا کرنا
معمول تھا روزانہ اے شاہِ جمال اللہ
عرفان وہدایت کے پیاسوں کے لئے ہردم
جاری ہے تیرا دریا اے شاہِ جمال اللہ
تھی تین صفر اس دن اور وقتِ تہجد تھا
جب وصلِ خدا پایا اے شاہِ جمال اللہ
اس شاہد نوری پر ہے کتنا کرم تیرا
کرتا ہے تیرا چرچا اے شاہِ جمال اللہ

◆◆◆

ص ۴۶ / کا بقیہ ....

کل بھی مرکز تھا بریلی آج بھی مرکز ہے یہ
کوئی ثانی ہی نہیں اس مرکزی دربار کا
جو مرے پیارے رضا نے کردیا کردار پیش
ہو تو لائے سامنے کوئی جو اس کردار کا
محفلوں میں جب رضا کے نام کا نعرہ لگے
زرد پڑ جاتا ہے چہرہ پل میں ہر غدار کا
خواب میں ہی دیکھ لے صورت اے مرشد آپ کی
بس یہی ذوقِ تمنا ہے دلِ بیمار کا
جو رضا کی فکر سے ہٹ کر کرے کوئی کلام
نام مت لینا کسی بھی ایسے ناہنجار کا
آپ نے شعر وسخن میں پایا تھا ایسا کمال
رنگ ہی سب سے جدا ہے آپ کے اشعار کا
آج بھی نجدی، وہابی پھر رہے ہیں دربدر
اب بھی ہے دل پر اثر کلک رضا کی مار کا
اوڑھ کر دینی لبادہ لوگ دیتے تھے فریب
آپ نے چہرہ بتایا ہے ہراک مکار کا
لکھ کے فیضی منقبت آجاتے ہیں دربار میں
یہ طریقہ ہے ہمارے عشق کے اظہار کا

از: حافظ افتخار احمد قادری *

امام احمد رضا! ایک ادب شناس شاعر

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ سوداگران بریلی شریف کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد سے فرمایا، جملہ علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ علم فلکیات، علم ریاضی، علم سائنس دیگر علوم پر بھی آپ بیک وقت ملکہ رکھتے تھے۔ فقہ حنفی کا مستند ذخیرہ فتاویٰ رضویہ آپ کی عدیم النظیر فقاہت کا لاجواب تحفہ ہے، ان خصوصیات کے علاوہ آپ کو نعت گوئی شعر و شاعری میں بھی امتیاز خاص حاصل تھا، آپ قادر الکلام شاعر، جلیل القدر نعت گو اور مداح رسول ﷺ بھی تھے۔

اعلیٰ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے نعت گوئی میں اس وقت قدم بڑھایا جب کانفرنسوں کا اتنا زور و شور سے اہتمام نہیں تھا۔ چیدہ چیدہ لوگ اسے اہمیت دیتے تھے لیکن آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جو مقام امام احمد رضا کو نعت گوئی میں حاصل ہے ایسے بہت کم نعت گو شعرا نظر آتے ہیں، آپ کے اشعار کو پڑھ کر دلوں کو اطمینان و سکون، روحوں کو تازگی، آنکھوں کو سرور ملا کرتا ہے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کے اشعار دلوں میں پیوست اور قاری و سامع کے جذبات کے تلاطم میں غوطہ زن ہو جاتے ہیں۔ آپ کی نعت گوئی قرآن و حدیث کی پاسدار اور شریعت کی جامع ہوتی ہے نعت گوئی کی ایک ہلکی سی جھلک قارئین ملاحظہ فرمائیں:

شب معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو گزارش کی تھی، اس منظر کا نقشہ اپنے اشعار میں آپ یوں بیان کرتے ہیں ؎

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جائیے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

یہ دونوں اشعار بڑے ہی معنیٰ خیز ہیں ایک طرف تو امام احمد رضا کا عشق رسول ﷺ چھلک رہا ہے تو دوسری طرف گزارش جبریل کی بھرپور عکاسی ہو رہی ہے۔

آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خان قادری رضی اللہ عنہ آپ کو ''احمد رضا'' کے نام سے پکارا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے عشق صادق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ صرف احمد رضا لکھا کریں بلکہ آپ اپنے نام کے ساتھ یا پہلے اپنی غلامی کا ثبوت دیتے ہوئے ''عبد المصطفیٰ'' لکھا کرتے تھے، ایک نعت کے مقطع میں اس محبت کا اعتراف آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر یوں فرمایا:

خوف نہ رکھ رضؔا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

اگر آپ اس شعر کے محاسن و مطالب پر صدق دل سے نظر ڈالیں تو عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی بھی نظر آئے گی، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی تمنا ہر مسلمان اپنے دل میں لیے ہوئے ہے لوگ نظم و نثر میں اس کی ترجمانی یوں کرتے ہیں:

دکھادے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تیری رحمت برستی ہے

انسان ہر طرح سے حج و زیارت کے لیے کوشش و جتن کرتا ہے کہ دربار گہر بار میں حاضری ہو جائے۔ ہر انسان اس سعادت سے فیروز مند نہیں ہو پاتا اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہر کام کا وقت معین ہے، امام احمد رضا اپنی نعت گوئی میں فرماتے ہیں:

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا
اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

درحقیقت یہ اشعار خود انسان کی آواز کا جواب اور اضطرابِ دل کا چین ہیں گو یا امام احمد رضا نے دل کی بات کہہ دی اور وقت معین کی روشن دلیل اپنی نعت میں پیش کر دی ہے۔ کوئی بھی حق شناس اس شعر سے کیسے انحراف کر سکتا ہے، بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت اور فریضہ حج ادا کرنے کا طریقہ آپ نے اس کا اظہار کس اعتبار سے کیا ہے قارئین ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری رقم طراز ہیں:

''سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے 1295ھ 1878ء میں اپنے والدین کے ہمراہ حج ادا کیا اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اس عارف کامل اور اہل نظر نے آپ کو پہچان لیا تھا اور مسلمانوں کو یہی درس دیتے رہے تھے کہ وہ بھی اسی نظر سے مولائے کائنات کے روضہ انور کو دیکھا کریں یعنی خود فرماتے ہیں:

حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کا عاشق رسول ﷺ ہونا ان کے مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے، ایک مرتبہ آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا تھا ''خدا کی قسم! اگر میرے دل کو چیر کر دو ٹکڑے کر دو تو ایک پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا پاؤ گے'' اسی لیے آپ بارگاہِ رسالت میں اپنی تمنا یوں پیش کرتے تھے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مذکورہ بالا اشعار میں علمی و عملی محاسن نظر آرہے ہیں تو وہیں ان کی لگن عشقِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلتی ہوئی نظر آرہی ہے، آپ جہاں متبحر فقیہ النفس مفتی، صاحبِ عرفان شیخ اور پچاس سے زائد علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار کتابوں کے ماہر مصنف تھے، وہیں عربی فارسی اردو کے ایک نہایت قادر الکلام اور بارگاہِ رسول ﷺ کے ادب شناس شاعر بھی تھے مگر آپ کی مذہبی و علمی حیثیت چونکہ غالب تھی اس لیے فن شاعری کا کمال پردہ خفا میں رہ گیا اور بہت سے ایسے لوگوں کو تو تاریخ نے اونچا مقام دیا جو امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں اور سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ جیسے عظیم نعت گو شاعر کو نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ کا کلام دیکھنے کے بعد ہر صاحبِ انصاف یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ آپ صرف شاعر نہیں بلکہ امام الشعرا تھے، جن پر غالب اور اقبال سے کہیں زیادہ لکھنا چاہیے تھا۔

مزید آگے شاعر اسلام جناب رشید محمود لاہور اپنا تأثر لکھتے ہیں:

''سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ جن پچاس سے زیادہ علوم کے منتہیٰ عالم تھے، ہم میں سے اکثر کو ان کے نام تک نہیں آتے ان علوم کے متعلق وہی شخص گفتگو کر سکتا ہے جو اس کے حسن و قبح کو پرکھنے کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہو۔ لیکن امام احمد رضا خان قادری قادر الکلام شاعر بھی تھے اور ہم میں سخن شناس، سخن فہم اور محقق حضرات کی کمی نہیں تو کیوں نہ ہو کہ ''حدائقِ بخشش'' کے شعری محاسن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اُنہوں نے ایسے سنگلاخ زمینوں میں مدحت مصطفیٰ کے پھول کھلائے ہیں مفاہیم و معانی کے وہ باب بپا کیے ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے وجدان جھوم اٹھتا ہے ان کے یہاں فکر کی گہرائی ہے جذبوں کی سچائی ہے اور محاسن کی فراوانی ہے انہوں نے قلب کی واردات کو صوت و آہنگ کے قالب میں ڈھال دیا۔

نعت سنت کبریا ہے قلم و زبان کا اس راہ میں قدم رکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اس فرض سے وہی شخص بطریق احسن عہدہ برآ ہو سکتا ہے جس کی نگاہ علم دین کے تمام شعبوں پر ہو۔ جو شریعت پر پوری طرح عامل ہو جو نبی کریم ﷺ

سے سچی محبت رکھتا ہو اور ہمیں اس پہلو سے بھی امام احمد رضا خان قادری جیسا عالم باعمل نظر نہیں آتا امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ اُردو نعت گویوں کے بلا شبہ امام ہیں۔''

(انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 04 تا05)

مذکورہ بالا عبارت کو پڑھنے کے بعد حقائق کی روشنی میں ہر ذی علم، ذی شعور، ذی فہم، ادبا و شعرا و نقاد نے آپ کی نعت گوئی کو سراہا ہے امام احمد رضا کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ہم جیسے لوگ کیا ان کی کما حقہ تعریف کر سکتے ہیں، شاعر ہی شاعروں کی مزاج دانی وفہم وفراست کو مان کر ان کے نعتیہ مجموعہ کو پڑھ کر بے ساختہ ان کی مدحت سرائی کرتا ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ متبحر عالم دین اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ نے اس میدان میں خوب خوب دادِ سخن دی آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سر و پا اظہار نہیں بلکہ آدابِ عشق ومحبت کی آئینہ دار ہیں، اس حیثیت سے اُردو اَدب میں آپ نعت گو شعرا کے سراج ہیں۔ ؎

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدی مجھے شوخی طبع رضاؔ کی قسم

(انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 06)

پروفیسر جامؔ بنارسی یوں رقم طراز ہیں:

''شاعری بالذات ان کا مقصد حیات نہ تھی بلکہ یہ ذریعہ تھا اس سوز دروں کے الغاس کا جس کی آگ میں ان کا وجود معنوی سلگ رہا تھا لہٰذا ان کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار ان کے لالہ دل پر ٹپکتے ہوئے شبنمی قطرات تھے جن کی ان کو ٹھنڈک ملتی تھی وہ خود فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہو تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

بلا شبہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کا معراج نامہ اُردو نعتیہ شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے اس معراج نامے میں مروجہ روش سے ہٹ کر ایک نئے انداز کا گہرہ رنگ ہے جس میں سفر معراج کی روایتی تفصیل کے بجائے ایک تاثراتی فضا پورے قصیدے پر پھیلی ہوئی ہے جس میں ساز و آہنگ کا ارتعاش روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔'' (انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 07)

اس قصیدے کا اگر آپ مطالعہ کریں گے تو بہت سے معانی ومفاہیم معرض وجود میں آتے ہیں جو عام فہم انسان کے ذہن و ادراک سے کوسوں دور ہیں، لیکن امام الکلام کلام الامام کے فصاحت و بلاغت کا شعری دنیا میں کوئی جواب نہیں کہ جس کی دنیا تمثیل پیش کر سکے یہ آپ ہی کے لیے زیبا تھا کہ آپ نے اپنے حسین انداز میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر ایسی نعت گوئی کا گلدستہ سجایا کہ اہل علم وشعرا ادبا و نقاد نے آپ کو فن شاعری کے اعتبار سے آپ کو اپنا پیشوا و امام تسلیم کر لیا، خود امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ اپنے لاکھوں سلام میں واقعہ معراج کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا خان قادری علوم وفنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لیے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقفیت حاصل ہے ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر ان کے فکری عمل کو فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال اس دور کے شعرا میں بہت کم ملتی ہے، ذیل کے شعر کی جذباتی فکری اور فنی حیثیت پر غور کیجیے ایسی سنگلاخ اور سخت زمین میں ان کی فکری رسا نے جدت و ندرت کے کتنے گوشے نکالے ہیں ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک نکلی سیدھی شاخ
مانگو نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

بقیہ ص ۱۶/ پر

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

امام احمد رضا! حیات وخدمات

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نسباً پٹھان حنفی مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی رحمۃ اللہ علیہم 1297ھ، 1880 اور جدِ امجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہم 1282ھ، 1866 بلند پایہ عالم اور صاحب حال بزرگ تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔ احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا۔

آپ کی ولادت باسعادت 10 شوال المکرم 1272ھ، 14 جون 1856 کو بہ مقام بریلی (یو، پی) میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا سنہ ولادت اس آیت سے نکالا: اولٰٓئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ- (پ28-4) ترجمہ: وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

فاضل بریلوی کا نام محمد رکھا گیا اور تاریخی نام ''المختار'' 1676ھ (1852ء) لیکن جدا امجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''احمد رضا'' تجویز فرمایا، بعد میں فاضل بریلوی نے خود اسی اسم شریف کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں: ؎

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

تعلیم وذہانت

اپنی فطری ذکاوت کی بنا پر 13 سال مہینے اور 5 دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افتا کی ذمہ داریاں بھی آپ کو تفوض کر دیں۔ آپ نے اسی صغر سنی میں اپنے علم وفضل کے سبب فتوٰی نویس کا آغاز فرمایا، مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب تحریر فرماتے ہیں:

''بحمدہ تعالیٰ فقیر نے 14 شعبان کو 13 سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اگر زندگی رہی تو 10 شعبان 1336ھ، 1917ء کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے۔''

امام احمد رضا نے اپنی تحریر وتقریر سے برصغیر (پاک وہند) کے مسلمانوں کے عقیدہ وعمل کی اصلاح فرمائی، آپ کے ملفوظات جس طرح ایک صدی پہلے راہنما تھے، آج بھی مشعلِ راہ ہیں، دور حاضر میں ان پر عمل کی ضرورت مزید بڑھ چکی ہے۔ چند فرامین مبارکہ ملاحظہ کیجئے، امام اہل سنّت فرماتے ہیں:

(1) ماں باپ کی مُمانعت کے ساتھ حجِ نفل جائز نہیں۔
(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص182)

(2) والدین کے ساتھ حسن سلوک اعظم واجبات اور اہم عبادات میں سے ہے حتّٰی کہ اللہ سُبحانَہٗ وَتعالیٰ نے ان کی شکر گزاری کو اپنے شکریہ کے ساتھ متصل فرماتے ہوئے یہ حکم دیا: ''میرے شکر گزار بنو اور اپنے والدین کے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج10، ص678)

(3) اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج21، ص157)

(4) والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل (صدقے) میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال، وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا مُوجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں

رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 24 صفحہ نمبر 401)

(5) بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت وتوانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج24، ص424)

(6) عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑھ بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی سر پر ملتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 24 صفحہ 424)

(7) کسی مسلمان بلکہ کافر ذمّی کو بھی بلا حاجت شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اُسے اِیذا پہنچے، شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص204)

(8) عوام وخواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے، درد ِسر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہ (کہنا) چاہیے، اس لیے کہ جملہ اَمراض کا ظہور مِنْ جانبِ اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہوتا ہے تو شکایت کیسی۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد 3 صفحہ 94)

اعلیٰ حضرت علمی انسائیکلو پیڈیا تھے، اعلیٰ حضرت نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ فاضل بریلوی نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد 54 سے متجاوز ہے، ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم وفنون پر دسترس لکھتا ہو۔ پھر یہی نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نا کوئی یادگار چھوڑ دی ہے جن علوم وفن کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کو فاضل بریلوی نے خود ترک فرما دیا اور بعض اپنا یا اس ترک وقبول پر موصوف علیہ الرحمۃ نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

''میں نے اس وقت سے فلسفہ ترک کیا، میں نے محسوس کیا کہ اس میں سوائے طمع کاری کے کچھ نہیں، اس کی ظلمت اور زنگ ایسا چھا جاتا ہے کہ دین سلب کر لیتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنی ذمہ داریوں پر غور کیا اور ہیئت، ہندسہ، نجوم، لوگارثمات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لیے نہیں کہ اس میں مجھے مجیق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ اس سے وقت کے تعین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس سے مسلمانوں کو نماز روزے کے اوقات کے جانچ کے لیے فائدہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی اور لگن عطا کی گئی ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

دلچسپ مشاغل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین کی حمایت کرنا کیونکہ ہر ذلیل وہابی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے، میرے لیے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق فرماتا ہوں، اس کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ وہ مفسد محض ہیں، حسب استطاعت او واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔''

تصوف کی ابتدا

فاضل بریلوی 1294ھ، 1877ء میں اپنے والد ماجد مولانا نقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (م1692ھ 1878ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہو کر اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ نے اپنے دیوان میں اپنے مرشد طریقت کی شان میں ایک منقبت لکھی جس کا مطلع ہے:

خوشا دے کہ دہندش دلائے آل رسول
خوشا مرے کہ کنندش فدائے آل رسول

فاضل بریلوی کو جن سلاسل وطریقت میں اجازت وخلافت حاصل تھی، اس کی تفصیل خود موصوف نے اس طرح لکھی: قادریہ برکاتیہ جدیدہ، قادریہ آبائیہ قدیمہ، قادریہ رزاقیہ، قادریہ منوریہ،

چشتیہ نظامیہ قدیمہ، قادریہ اہدلیہ، چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، سہروردیہ فضیلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، نقشبندیہ علائیہ علویہ بدیعیہ علویہ منامیہ وغیرھا مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت نے اس طرح بیان فرمائی: مصافحۃ، الحسنیہ مصافحۃ العمریہ مصافحۃ، الخضریہ مصافحۃ المنانیہ۔

مصافحات واجازت کے علاوہ مختلف اذکار اشغال واعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی جیسے خواص القرآن اسماء الٰہیہ، دلائل الخیرات حصن حصین، حزب البحر، صرب النصر، حرز الامیرین، حرز الیمانی دعاء مغنی، دعا حیدری، دعا عزارائیلی، دعا سریانی، قصیدہ غوثیہ، قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ۔ حج بیت اللہ 1323ھ، 1905ء کو فاضل بریلوی دوسری بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، اس موقع پر ایک نظم کہی تھی جو ان کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے جس کا مطلع یہ ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

اس سفر میں علمائے حجاز نے آپ کی قدر ومنزلت کی جس کا بخوبی اندازہ حسام الحرمین 1324ھ، 1906ء الدولۃ المکیہ 1323ھ، 1904ء اور کفل الفقیہ 1324ھ، 1906ء وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ مکہ معظّمہ میں اعلیٰ حضرت کی جس قدر عزت افزائی کی گئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا، لکھتے ہیں:

''اہل مکہ جوق در جوق آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے بہت سے حضرات نے آپ سے التجا کی کہ ان سند اجازت مرحمت فرمائی جائے، چنانچہ ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا، مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس سفر میں فاضل بریلوی کے ہمراہ تھے، انھوں نے الاجازت المتینہ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اجازت طلبی کے لئے سب سے پہلے مولانا سید عبدالحی مکی، م 1332ھ، 1912ء تشریف لائے ان کے ہمراہ ایک جوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم تھے، دونوں حضرات کو سند اجازت مرحمت فرمائی، ان کے بعد مولانا شیخ صالح کمال، م 1325ھ، 1907ء اور بعض دوسرے اہل علم آئے اور اجازت سے مشرف ہوئے، مولانا سید اسماعیل خلیل تشریف لائے۔

چنانچہ موصوف کو اور ان کے بھائی سید مصطفےٰ خلیل کو اجازت مرحمت فرمائی۔ ان کے بعد شیخ احمد خضراوی تشریف لائے پھر اور لوگ بھی آنے لگے، سب کو اجازت سے مشرف فرمایا بعض حضرات رہ گئے تو ان سے وعدہ فرمایا وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کردی جائیں گی۔ قیام مکہ ہی کے زمانے میں شیخ عبدالقادر کردی اور ان کے صاحبزادے شیخ فرید اور سید محمد عمر کو بھی اجازت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد فاضل بریلوی دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہاں جس اکرام واعزاز سے نوازے گئے۔

آثار وباقیات

فاضل بریلوی کی باقیات صالحات میں ان کی لاتعداد تصانیف وتعلیقات پچاس مختلف علوم وفنون پر ہزار کے قریب ہیں۔ مولانا رحمٰن علی نے اپنی تالیف تذکرہ علمائے ہند میں جو 1325 ہجری 1887ء میں لکھنی شروع کی فاضل بریلوی کی پچاس تصانیف کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے: اس وقت فاضل بریلوی کی عمر مبارک تقریباً 31 سال ہوگی اور 14 سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرما کر دن علمی دنیا میں قدم رکھا، اس طرح یہ 75 تصانیف تقریباً ۱۸ر کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد 35 سال حیات رہے جب ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیسی شاندار ہوگی 1323ھ میں جب آپ دوسری بار زیارت حرمین شریفین حج کے لئے تشریف لے گئے اپنی تصنیفات کی تعداد 200 تحریر فرمائی ہے۔

اس وقت آپ کی عمر 41 سال ہوگی، اس قدر تصانیف کے علاوہ فاضل بریلوی نے مختلف علوم وفنون کی تقریباً 80 کتابوں پر تعلیقات وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ آپ کا فقہی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے، 1324ھ تک فاضل بریلوی نے اس کی سات مجلدات کا ذکر فرمایا ہے جو بعد میں 12 مجلدات تک پہنچ گئیں اور جن میں 5 شائع بھی بقیہ ص ۲۵ ر پر

از: مفتی جاوید اختر رضوی*

ہمارا عمل! حسینی یا یزیدی؟

ماہ محرم الحرام میں بہت سے مسلمانوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی عقیدت میں جانے ان جانے میں کچھ ایسے ناجائز کاموں کی عادت بنالی ہے جن کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔ عموماً دلوں پر خوش نما بدعتوں کی محبت کا غلبہ ہونے کے سبب حالات اگرچہ مایوس کن ہو گئے ہیں مگر آج بھی بہت سے ایسے دین کا درد رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو جذبات میں آ کر گالی بازی اور ہنگامہ خیزی کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے غور و فکر کرتے ہیں۔ کسی چیز کے جائز و ناجائز قرار دینے میں اپنی طبیعت کو معیار بنانے کے بجائے، شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر اسے رکھتے ہیں اور جو شریعت میں ناجائز بتایا گیا ہے اس سے بچنے کی حد درجہ کوشش کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم چند شرعی باتیں مستند حوالوں کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ بالخصوص اس سلسلے میں ہم نے مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشادات عالیہ کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ حق و ناحق خوب واضح ہو جائے۔

تعزیہ سے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ: مطلق تعزیہ داری یعنی روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کا صحیح نقشہ بنا کر تبرکاً مکان و دکان میں رکھنا شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ جائز ہے۔ مگر آج جاہلوں نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات پیدا کر لیے ہیں جس کی بنا پر ایک جائز چیز ناجائز ہوگئی، کیوں کہ اوّلاً تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر سال نئی تراش و خراش، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر نگر نگر ڈگر ڈگر گھمانا، جھک جھک کر اس تعزیہ کو سلام کرنا، مشغولِ طواف ہونا، سجدہ کرنا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے نکلنا اور پھر ان مایۂ بدعات کو امام حسین کا جلوہ گاہ سمجھ کر فاتحہ پڑھنا، اس کے ارد گرد تعظیماً ننگے پاؤں چلنا، حاجت رواں جاننا اور اخیر میں پانی میں غرق کر دینا یا زمین میں دفن کر دینا، یہ سب ناجائز و گناہ ہیں۔ اگرچہ شرک نہیں۔

(ملخصًا فتاوی رضویہ، ج:۹/ ۲۴ص:۵۱۲/ ۵ ۳، مکتبہ: رضا اکیڈمی ممبئی)

تعزیہ سے متعلق حضور صدر الشریعہ کا قول: تعزیہ داری کے سلسلے میں کہیں تخت و ضریح بنائے جاتے ہیں اور کہیں علم و شدے نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلوں کی طرح جھگڑتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار، پھول اور ناریل چڑھاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں۔

تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں، ایک پر سبز غلاف اور دوسرے پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز والی کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر اور سرخ والی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں فاتحہ دلواتے ہیں، یہ تصور کر کے کہ امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہۂ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیہ دسویں محرم کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے، پھر تیجہ، دسواں چالیسواں کیا جاتا ہے، کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں۔ حضرت قاسم بی اے کی مہندی نکالتے ہیں۔ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیک بنتا ہے جس کے کمر میں گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں (جو ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے) تعزیہ نکالنے کے وقت بعض سنی حضرات بھی مرثیہ پڑھتے ہیں جس میں غلط واقعات نظم

*مضمون نگار دارالافتاء امام احمد رضا ٹرسٹ پلیکین چنئی، تمل ناڈ کے صدر مفتی ہیں۔

کیے جاتے ہیں: یہ سب از روے شرع ناجائز و گناہ ہیں۔
(ملخصا، بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۴)

اعلیٰ حضرت کا قول غافلوں کے لیے: جو شخص مروجہ تعزیہ داری (دور حاضر میں جس طریقے پر تعزیہ داری ہوتی ہے) کو نا جائز بتائے اور اس بنا پر لوگ اسے کافر یا مرتد قرار دیں تو یہ سخت گناہِ کبیرہ ہے اور ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ تجدیدِ اسلام و نکاح کریں۔ (ملخص فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۵۰۱)

تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا کیسا ہے؟ تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا حرام و گناہ ہے، چاہے نیچے کی منزل میں رکھیں یا اوپر کی، مسجد کشادہ ہو یا تنگ کہ مسجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”مساجد تو ذکر الٰہی اور نماز و تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔“ (الصحیح مسلم، جلد: ۱، باب وجوب غسل البول)

تعزیہ کے چڑھاوے کا حکم: فتاوی رضویہ (ج: ۲۴، ص: ۵۲۴) میں ہے: امام حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز تبرک ہے، اسے کھانی چاہیے لیکن تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگر چہ حرام نہیں ہوتا مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر نا جائز شرعی کی وقعت بڑھانی اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلائی ہے، لہٰذا نہ کھائی جائے۔ نیز اس میں ہے: فاتحہ جائز ہے روٹی، شیرنی، شربت وغیرہ کی، چاہے جس پر ہو مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے فاتحہ دلانا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کو سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ (بلکہ گھروں میں فاتحہ دلوانی چاہیے) **جو خرافات عشرۂ محرم میں کی جاتی ہیں ان کی منت ماننا کیسا ہے؟** بہت سے لوگ تعزیہ رکھنے، اس میں پیسے خرچ کرنے یا پیک بننے کی منت مانتے ہیں کہ پانچ دس برس تک ایسا کریں گے، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ اگر ان منتوں کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی آفت آجائے گی یا بچہ مر جائے گا وغیرہ۔ (یاد رکھیں!) یہ سب لغو خیالات ہیں، حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ایسی منت ماننی ہی نہیں چاہیے اور اگر مان لی تو پوری نہ کرے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: معصیت کی منت نہیں ہوتی۔
(فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۹۳ / ۴۹۴)

اسی طرح طواف تعزیہ کی منت ماننا جائز نہیں بلکہ منت روزہ رکھنے، نماز، قرآن، درود، کلمہ شریف پڑھنے یا فقیروں کو کھانا، کپڑا یا پیسہ دینے کی ماننی چاہیے کہ یہ شریعت میں پسندیدہ اور محبوب امر ہے۔ **۱۰/ویں محرم کو سرخ، سبز اور سیاہ کپڑوں کا حکم:** عشرۂ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں، ان تینوں سے بچنا چاہیے۔ (۱) سرخ یا گلابی کہ یہ خوارج دشمنان اہل بیت (ناصبی) اخبار مسرت کے لیے پہنتے ہیں۔ (۲) سیاہ: اس کو روافض پہنتے ہیں۔ (۳) سبز یا دھانی: یہ تعزیہ داروں کا شیوہ ہے۔ ہاں! اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو کوئی حرج نہیں۔
(ملخص فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۹۷)

۱۰/ویں محرم میں روٹی نہ پکانا، جھاڑو نہ دینا، کپڑا نہ اتارنا کیسا ہے؟ بعض گھروں میں ۱۰/ویں محرم کو نہ جھاڑو دیے جاتے ہیں، نہ چولہے جلائے جاتے ہیں، نہ کپڑے بدلے جاتے ہیں اور غسل کے سلسلے میں بھی طرح طرح کے من گڑھت رسوم کہ فلاں فلاں وقت نہیں نہانا چاہیے- اور شروع کے دس دنوں تک نئے کپڑے نہیں پہنے جاتے، اسی طرح ان ایام میں مچھلی، کبوتر اور مسور کی دال بھی نہیں پکائے جاتے۔ یہ سب جاہلانہ خیالات ہیں، جن کا اعتقاد رکھنا از روے شرع درست نہیں بلکہ جہالت و حماقت ہے۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۸۸)

محرم اور صفر میں شادی کرنا کیسا ہے؟ بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی بیاہ کرنا، نئے کپڑے پہننا، نیا کام شروع کرنا منع ہے، یہ بالکل غلط اور خام خیالی ہے بلکہ یہ سارے امور کسی بھی مہینے میں کر سکتے ہیں (ملخصًا فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۸۸) یہی حکم لڑکی رخصت کرنے کا بھی ہے۔ **نور نامہ و شہادت نامہ کتابوں کا حکم:** آج کل شیعوں کی طرح سنی مسلمانوں کے گھروں میں بھی ان دونوں کتابوں کے پڑھنے کا رواج ہے، ان کتابوں میں اکثر باتیں من گڑھت قصوں، جھوٹی کہانیوں اور باطل روایات پر مشتمل ہے اس لیے ان کتابوں کا پڑھنا پڑھانا، سننا سنانا ناجائز و حرام ہے۔
(ملخصًا فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۹، ص: ۵۲۵ / ۵۱۴)

ڈھول تاشہ بجانا یزیدیوں کا طریقہ ہے: کچھ بچے اور نوجوان یکم محرم الحرام سے دس محرم الحرام تک گلی گلی ڈھول باجے بڑے شوق سے بجاتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں: "ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت اور یاد میں بجاتے ہیں"۔ یہ بالکل ناجائز وحرام ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، ج۹،ص:۱۸۹)

نیز یہ یزیدیوں کا طریقہ ہے، جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر (مبارک) دمشق پہنچنے والا ہے تو تمام یزیدی ڈھول باجے بجا کر خوشیاں منانے لگے۔

(خطبات محرم،ص:۴۳۷)

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ، یزیدیوں کی طرح ڈھول باجے بجا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیزار کریں گے یا توبہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں گے۔مسلمانوں کی بے راہ روی: یہ ایک شرمناک حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے کے اکثر نوجوان بھائی ماتم دیکھنے بڑے شوق سے جاتے ہیں اور گھر کی عورتیں بھی شانہ بہ شانہ شامل رہتی ہیں۔جس کی اجازت شریعت اسلامیہ قطعاً نہیں دیتی۔اس ماتم میں غلط باتوں پر مشتمل مرثیے پڑھے جاتے ہیں، اہل بیت کی بے حرمتی و بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر ہوتا ہے۔اسی طرح تعزیہ دیکھنے کے لیے گھر کے چھوٹے بڑے بلکہ عورتیں تک تعزیہ گاہ کا چکر لگاتی ہیں جہاں پر نوجوان طرح طرح کے بیہودہ کھیل اور تماشے دیکھاتے ہیں، کوئی بندر کی صورت اپناتا ہے، کوئی درخت کی صورت تو کوئی شیطانوں کی طرح آوازیں نکالتا ہے، میلے لگے ہوتے ہیں، ہنسی مذاق اور مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے۔اسی بے راہ روی میں ساری رات گزر جاتی ہے۔

یہ لہو ولعب ناجائز و گناہ ہیں۔ہاں! لاٹھی وتلوار بازی وغیرہ جنگی آلات اور ساز وسامان کی مشق اپنے بچوں کو کرانا اور ایسے موقع پر ان کا مقابلہ و مظاہرہ کرانا برا نہیں، بلکہ اچھا کام ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں: "یہ (تعزیہ رائجہ، ڈھول، پیک بننا، تعزیہ گاہ کا گشت کرنا وغیرہ) ہمارے باپ داداؤں سے چلا آرہا ہے اور آج کے مولانا لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب ناجائز ہے۔"

پیارے مسلمانو! ہوسکتا ہے آپ کے آباواجداد نے لاعلمی کی بنا پر ایسا کیا ہو مگر یہ بات مسلم ہے کہ ان سب سے ہرگز امام حسین رضی اللہ عنہ خوش نہیں۔آپ خود ہی غور کریں کہ انہوں نے احیاے دین وسنت کے لیے اس دن اپنی جان نچھاور کر دی اور ہم نے اسی دن کو لغو وخرافات کا ذریعہ بنالیا ہے۔افسوس کہ محبتِ اہل بیت کا دعوی اور ایسی بے جا حرکتیں۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے ارشاد فرمایا: الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔

(پ:۷،رکوع:۱۴)

ان لوگوں سے دور رہو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنالیا اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکا دے دیا ہے۔درحقیقت حسینی ہونے کی صحیح علامت یہ ہے کہ جس شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان قربان کر دی، اس کو سینے سے لگا لیا جائے نہ کہ اس کے خلاف عمل کر کے یزیدی منصوبوں کو کامیاب بنایا جائے۔

لہٰذا حسینیوں کا طریقۂ عمل یہ ہونا چاہیے کہ اس رات شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قرآن کی تلاوت و دیگر ذکر واذکار کیے جائیں محفل منعقد کر کے ان کے حالات و فضائل بیان کیے جائیں، ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونۂ حیات بنایا جائے اور بچوں کو حسینی تعلیم وتربیت دی جائے، یہی امام حسین کے سچے عاشق ہونے کی پہچان ہے۔

◆◆◆

غیر مستند روایاتِ شہادتِ حسین پر امام احمد رضا کی تنبیہ! ایک سرسری جائزہ

از: غلام آسی مونس پورنوی*

فتاویٰ رضویہ کی اس عبارات کو (کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ اور روایات باطلہ پر مشتمل ہے۔ (فتاوی رضویہ) واقعات کربلا کے کے خلاف دلیل بنانا عقل و اصول سے جنگ کے مترادف! امت کے علمی سرمایے میں واقعۂ کربلا کو جو مقام حاصل ہے، وہ ناقابلِ انکار ہے۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف تاریخِ اسلام کا نکتۂ عروج ہے، بلکہ ایمان، غیرت، وفا اور صداقت کا مینار بھی ہے۔ مگر افسوس کہ اس عظیم واقعہ کو افسانہ طرازی، جھوٹی حکایات اور عوامی جذبات کی تجارت کا ذریعہ بنانے والے بعض مصنّفین نے ایسا مکروہ کردار ادا کیا کہ اصل واقعات جھوٹے بیانوں کی دھول میں چھپنے لگے، جذباتی خطیبانہ زبان نے عقل کو معطل کیا اور تحقیق کے نام پر تحریف کا دروازہ کھل گیا۔

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اس فتنے کو محسوس کیا، تو محض تقریری وعظ کی اصلاح پر اکتفا نہ کیا بلکہ باقاعدہ ان غیر مستند، بے اصل اور جھوٹی تحریری روایات پر قلمِ تنقید اٹھایا اور فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا:

> ''والحاصل اکثر وہ کتابیں جو زمانۂ حال میں شہادت نامے کے نام سے مشہور اور رائج ہیں، ان میں اکثر حکایاتِ موضوعہ اور روایاتِ باطلہ ہیں، جن کا اصلی شہادتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ تعلق نہیں، محض رقت طاری کرنے کو نقل کی گئی ہیں، نہ ان کی کوئی اصل، نہ سند۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج25، ص226، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ تنبیہ ایک فقیہ، محدث، مصلح اور سچے عاشقِ اہلِ بیت کی طرف سے ایک زبردست علمی اعلان ہے مگر آج کے بعض نادان یا مغرض افراد، اس تنبیہ کو بنیاد بنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا امام احمد رضا نے اکثر واقعاتِ کربلا کو ہی افسانہ یا من گھڑت قرار دیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام امام احمد رضا پر فکری زیادتی، بددیانتی اور تحریفی خیانت ہے۔

امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت کا اصل تناظر اُن غیر ذمّہ دار مصنّفین پر تھا جنھوں نے شہادتِ امام حسین کے عنوان پر ایسی کتابیں تصنیف کیں، جن میں نہ روایت کا معیار دیکھا گیا، نہ اسناد کا التزام کیا گیا، نہ جرح و تعدیل کی تحقیق کی گئی اور نہ کسی مستند امامِ حدیث یا تاریخ کا قول درج کیا گیا۔ ایسی کتابیں عوامی لٹریچر کی صورت میں شہرت حاصل کر گئیں اور ان میں عجیب و غریب حکایتیں گھڑ لی گئیں، مثلاً: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی کربلا میں ہوئی، ان کا سہرا باندھا گیا اور نکاح کے بعد وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک سے نیزے پر سورۂ کہف کی تلاوت ہوتی رہی، آسمان سے نعلین مبارک نازل ہوئے، زمین و آسمان نے باہم گفتگو کی، ایک درخت نے ''یا حسین'' پکارا، آسمان سے لاشے اتارنے کے لئے فرشتے نازل ہوئے، حضرت عباس علم لے کر نہر پر گئے اور آسمان لرز اٹھا، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام روایات خواہ کتنی ہی دل کو لگیں، عقیدت کو ابھاریں، مگر جب تحقیق کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہیں، تو نہ ان کا کوئی راوی ہوتا ہے، نہ سند، نہ کسی صحابی یا تابعی سے نقل، نہ محدثین کی کسی کتاب میں ذکر، نہ کسی ثقہ مورخ کی تصدیق، نہ کسی امامِ دین کا حوالہ، ان تمام حکایات کا انجام یہی ہوتا ہے کہ یہ صرف مؤلف کی نثر نگاری یا افسانہ نویسی کا کمال ہوتی ہیں، نہ دین کا حصہ، نہ تاریخ کا سرمایہ! امام احمد رضا نے ایسے تمام مصنّفین کی تحریرات کو دین میں تحریف قرار دیا، آپ کی مذمت صرف ان خطبا و واعظین تک

محدود نہ تھی جو منبر پر جھوٹ بولتے تھے، بلکہ ان سے کہیں سخت تر آپ کی تنقید ان کاتبین و مؤلفین پر تھی جو اپنی کتابوں میں تحریری جھوٹ کو دینی حقیقت کے لباس میں پیش کرتے، آپ نے فرمایا:

''ایسی حکایات جن کا نہ کوئی راوی، نہ کوئی سند، نہ کسی ثقہ مؤرخ کی تصدیق اور نہ اصولِ روایت سے کوئی مطابقت، ان کو بیان کرنا ناجائز، سننا گناہ اور ان پر ایمان لانا فسادِ عقیدہ ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج25، ص228)

یہ کلمات کوئی رائے نہیں بلکہ ایک عظیم الشان شرعی فتویٰ ہے، جو ہر اس جھوٹی حکایت پر پڑتا ہے جو تحقیق سے محروم ہو، امام احمد رضا کی اس تنبیہ کو افسانہ گوئی کے خلاف علمی جہاد قرار دینا چاہیے، نہ کہ یہ کہنا کہ آپ نے اصل واقعاتِ کربلا پر سوال اٹھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے واقعاتِ کربلا کی وہ روایات نہ صرف تسلیم کیں بلکہ ان کو بیان کرنے کو ایمان کا تقاضا قرار دیا جو ائمۂ اہلِ بیت، تابعین اور ثقہ محدثین و مؤرخین سے مروی ہیں، جیسے: امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق رحمہم اللہ؛ امام شعبی، امام ابن سعد، امام طبری، امام سیوطی، امام مناوی، امام ابن عساکر، امام قرطبی، علامہ بلقینی وغیرہم؛ ان سب کی کتب میں موجود وہ روایات جن کی سند، اصل، اور علمی قدر و منزلت مسلم ہے، امام احمد رضا نے ان سے استدلال کیا، ان کو نقل کیا، ان کو شرفِ قبول دیا اور ان کے منکرین کی تردید کی۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

''قُتِلَ الْحُسَيْنُ مَظْلُومًا صَابِرًا رَاضِيًا بِقَضَاءِ اللّٰهِ، وَمَنْ أَنْكَرَ ظُلْمَهُ فَقَدْ أَنْكَرَ بَدِيهِيَّاتِ الدِّينِ۔ (الصواعق المحرقہ، ص117) یعنی: امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہو کر، صبر کے ساتھ اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہو کر شہید کیے گئے اور جو ان کی مظلومیت کا انکار کرے وہ دین کی بدیہی حقیقتوں کا انکار کرتا ہے۔''

امام سیوطی لکھتے ہیں:

''وَقَعَتْ بِالْحُسَيْنِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ مَصَائِبُ تَقْشَعِرُّ لَهَا الْجُلُودُ، وَتَذْرِفُ الْعُيُونُ مِنْ دُمُوعِهَا۔ (تاریخ الخلفاء، ص207) یعنی: امام حسین اور ان کے اہل بیت پر ایسے مصائب آئے کہ بدن کانپ اٹھیں اور آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔''

امام احمد رضا انہی مآخذ کی بنیاد پر کربلا کے مصائب کا ذکر فرماتے ہیں، ان کو جھٹلانے والا، یا ان کی جگہ جھوٹ گھڑنے والا، نہ کاذب ہے مؤتمنِ تاریخ نہیں، آپ کی تحریرات میں اہل بیت پر ڈھائے گئے مظالم کو دین اسلام کا وقار، صبر و تسلیم کی معراج اور ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے، نہ کہ ان مظالم کو افسانہ کہا گیا ہو، جو لوگ اس واضح فرق کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ محض عوامی جذبات کی آڑ میں علمی خیانت کے مرتکب ہیں۔

امام احمد رضا کی تحریرات تحقیق کا مینار، سند کا پیمانہ اور جھوٹ کے خلاف سیفِ قاطع ہیں، جو شخص ان تحریرات سے اپنی پسند کا مطلب نکال کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ نے شہادتِ حسین پر سوال اٹھایا، وہ جھوٹ کو امام احمد رضا کی زبان سے ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے، جو ناقابلِ معافی علمی جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے فرمایا:

''اس واقعۂ عظیم کو افسانہ نہ بنایا جائے، بلکہ سند و تحقیق کے ساتھ بیان کیا جائے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج25، ص229)

جو لوگ اتنی بڑی سچائی کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ نہ امام احمد رضا کو سمجھتے ہیں، نہ علمِ حدیث کو، نہ تاریخ کو اور نہ شہدائے کربلا کی عظمت کو، یہ لوگ فقط اپنی افسانہ پرستی کے اسیر ہیں اور ایسی افسانہ پرستی کو مذہب کا لباس پہنا کر گمراہی کو فروغ دینے کی سعی بلیغ کر رہے ہیں۔

اتنی باتوں سے اتنا تو واضح ہو ہی گیا کہ امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت نہ اصل واقعاتِ کربلا کی نفی ہے، نہ انکار، بلکہ وہ ایک محقق، محتاط اور سند شناس عالم دین کی وہ تاریخی تنبیہ ہے جو افسانہ نویس مؤلفین، دین فروش مصنّفین اور جذبات کے سوداگروں کے لیے ایک تازیانہ ہے، جسے تا قیامت حق گوئی کا معیار تسلیم کیا جانا چاہیے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: مفتی محمد اختر حسین علیمی *

حق حضانت اور تبنی کی شرعی حیثیت

خالق کائنات جلّ وعلیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور مصلحت تامہ کے تحت اس عالم کو اور اس میں خلعت وجود سے مشرف ہونے والی اشیا میں سے کسی کو کن فیکون کا مظہر بنایا اور کسی کو شیئا فشیئا سے شاد کام فرمایا، جمادات ونباتات اور حیوانات کی دنیا میں غور وفکر کرنے سے عقل سلیم کو اس کی قدرت و قوت کا یقین حاصل ہوتا ہے اور پھر زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے:

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" [آل عمران ۱۹۱]

اللہ جل مجدہ کی صفت خلق اور ربوبیت میں تدبر وتفکر سے اس کے وحدہ لاشریک ہونے کا اذعان ویقین اور معبود برحق ہونے کا ایقان واتقان ملتا ہے۔ اس کے فرمان عالی شان: "یاایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم" میں (کلمہ رب اور خلق) اسی امر کو واضح کر رہا ہے؛ اسی لیے جملہ اہل ایمان اس بات پر متفق ہیں کہ حقیقت میں اشیا کی پرورش کرنے والی ہستی صرف خدا ہے۔ وہی ہر چیز کو وجود بخشتا ہے اور اسے کمال تک پہنچاتا اور باقی رکھتا ہے، فالحمد للہ رب العالمین۔

کلام عرب میں کسی شے کی دیکھ بھال، اس کی نشو ونما اور اس کو تدریجی عمل کے ساتھ کامل ومکمل کرنے کو تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی کو اردو میں پرورش کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، یوں ہی عربی میں لفظ حضانت کو خاص کر بچوں کی پرورش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تربیت کی تعریف کرتے ہوئے علامہ قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وھي تبلیغ الشیئ الی کمالہ شیئا فشیئا۔ (انوار التنزیل واسرار التاویل، ص: ٦) یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔"

اور حضانت کا مطلب بتاتے ہوئے درمختار وردالمحتار میں فرمایا:

"الحضانة تربية الولد هذا على اطلاقه المعنى اللغوي أما الشرعي فهو تربية الولد لمن له حق الحضانة (ردالمحتار ج ٥ ص ٢٠٣) یعنی حضانت کا لغوی معنی بچے کی تربیت وپرورش ہے اور شرعی اعتبار سے جسے حق پرورش حاصل ہو اس کا بچے کی تربیت وپرورش کرنا ہوتا ہے۔"

حضانت اور تربیت صفت ربوبیت کی تجلی ہے

پروردگار عالم نے اپنی مخلوقات میں خاص کر انسان کو اپنی بعض صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ بنا دیا ہے، اس میں تربیت بھی شامل ہے؛ چنانچہ بچے کی ولادت کے بعد اب اس کی تربیت، دیکھ بھال، حفاظت، غذا وخوراک اور خورد ونوش کے ساتھ اس کے لباس وغیرہ ضروریات کی تکمیل اس کے والدین کے ذمے رکھ دی ہے اور اپنی صفت ربوبیت کے انوار وتجلیات والدین پر ڈال دیئے ہیں۔

چنانچہ والدین کو اس کا پابند کیا کہ وہ بچوں کی نشو ونما کے ضروری اسباب فراہم کریں، ان کے اخلاق وعادات اور گفتار و کردار کی پاکیزگی کے لیے جدوجہد کریں، انہیں ملکات فاضلہ سے مزین اور آراستہ وپیراستہ کریں اور ان کے حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھیں، تخریبی ماحول اور تعفن زدہ سوسائٹی سے بچائیں، ایک صالح معاشرہ قائم کرنے والا قیمتی جوہر کی شکل میں اسے قوم وملت کے لیے تیار کریں۔

حق پرورش کا سب سے زیادہ حقدار کون؟

البتہ اسلام نے ان اہم ذمہ داریوں کو نباہنے کے لیے سب

* مضمون نگار دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے استاذ اور صدر مفتی ہیں۔

سے زیادہ حقدار ماں کو قرار دیا ہے چنانچہ حدیث پاک ہے:

"روي عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن إمرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن إبني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء ويزعم أبوه أن ينزعه مني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنت أحق به منه ما لم تنكحي۔

(سنن أبي داؤد، تاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ص 310) یعنی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میرا یہ لڑکا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے ظرف تھا اور میری پستان اس کے لیے مشک اور میری گود اس کے لیے محافظ تھی، اب اس کا باپ اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو زیادہ حقدار ہے جب تک تو نکاح نہ کرے۔"

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام اجل علامہ مسعود کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"الحضانة تكون للنساء في وقت وتكون للرجال في وقت والأصل فيها النساء لأنهن أشفق وأرفق وأهدى إلى تربية الصغار (بدائع الصنائع ج ۳ ص ٤٠٦)

یعنی حق پرورش کچھ وقتوں تک عورتوں کے لیے اور کچھ وقتوں تک مردوں کے لیے ہوتا ہے البتہ اصلاً عورتوں کا ہی یہ حق ہے کیونکہ بچوں کی پرورش کے معاملہ میں وہ زیادہ شفیق اور نرم دل اور جانکار ہوتی ہیں۔"

اسی لیے ائمہ کرام نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی پرورش کا تمام لوگوں سے زیادہ حق ماں کو حاصل ہے، بدائع الصنائع میں ہے:

"احق النساء من ذوات الرحم المحرم بالحضانة الام لانه لا اقرب منها ثم ام الام ثم ام الاب" (ج3 ص457)

بہار شریعت میں ہے:

"بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لیے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی۔" (ج ۸ ص ۲۵۲)

ہاں شریعت طاہرہ نے اس مسئلہ میں مزید تفصیل کرتے ہوئے بتایا کہ اگر ماں نہیں ہے یا اس نے بچہ کے غیر محرم سے نکاح کر لیا تو اب ماں کا حق پرورش ختم ہو جائے گا اور فقہائے کرام نے یہاں غیر محرم کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نسب کے اعتبار سے بچہ کے لیے محرم نہ ہوا گرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو۔

چنانچہ درمختار میں ہے: "او متزوجة بغير محرم الصغير" اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"اي من جهة الرحم فلو كان محرما غير رحم كالعم رضاعا او رحما من النسب محرما من الرضاع كابن عمه نسبا هو عمه رضاعا فهو كالاجنبي۔" (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۵)

اسی کو بہار شریعت میں یوں بیان کیا گیا ہے: غیر محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ نسب کی جہت سے بچہ کے لیے محرم نہ ہوا گرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو۔" (ج ۸ ص ۲۵۳)

ماں کے علاوہ اور کون حقدار ہے

ماں کے نہ رہنے یا غیر محرم سے نکاح کر لینے کی صورت میں یہ حق کسے ملے گا اس کی تفصیل کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں بتیس عورتوں کو شمار کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"اور عورتوں میں سب سے مقدم ماں ہے پھر سگی نانی پھر اس کی ماں پھر سگی دادی پھر اس کی ماں پھر اس کی بہن (الی قولہ) یہ بتیس عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حق حضانت عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے۔"

(ج5 ص879)

حق حضانت کب ساقط ہو جاتا ہے

فقہائے کرام نے جس طرح غیر محرم سے نکاح کی صورت میں ماں سے حق حضانت کو ساقط قرار دیا ہے، یوں ہی بعض دیگر اور صورتوں میں بھی یہ حق ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"اگر وہ یعنی (ماں) مرتد ہوگئی تو پرورش نہیں کر سکتی یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت میں فرق آئے، مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اس کی پرورش میں نہ دیا جائے یوں ہی ماں کی پرورش میں اس وقت بھی نہ دیا جائے جبکہ بکثرت بچہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلی جاتی ہے اگرچہ اس کا جانا کسی گناہ کے لیے نہ ہو۔"

(ج۸ص۲۵۲)

حق حضانت کب تک رہتا ہے

کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے کہ عورتوں کے لیے حق حضانت اس وقت تک باقی رہے گا کہ بچہ خود اکیلا کھانا کھانے لگے اکیلا پانی پینے لگے اکیلا کپڑا پہننے لگے اکیلا استنجا کرنے لگے بلفظ دیگر جب بچہ کو پرورش کے لیے ان کی ضرورت نہ رہ جائے تو حق حضانت ختم ہوجائے گا، چنانچہ درمختار میں ہے:

"الحاضنة اما او غيرها احق به اي بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لانه الغالب ولو اختلفا في سنه فان اكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع اليه ولو جبرا واحق بها اي بالصغيرة حتى تحيض-" (ردالمحتار ج 5،216)

بہار شریعت میں ہے:

"جس عورت کے لیے حق پرورش ہے اس کے پاس لڑکے کو اس وقت تک رہنے دیں کہ اب اسے اس کی حاجت نہ رہے یعنی اپنے آپ کھاتا پیتا پہنتا استنجا کر لیتا ہو اور لڑکی اس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی کہ حد شہوت کو پہنچ جائے۔"

(ج8ص255)

چونکہ لڑکا اور لڑکی کے حالات نشو ونما میں فرق ہوتا ہے اس لیے ائمہ دین نے دونوں کی پرورش کے لیے الگ الگ عمر متعین کرتے ہوئے لڑکے کے لیے سات برس اور لڑکی کے لیے نو برس کی عمر تک حق حضانت کو ثابت مانا ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"حق حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی۔" [جلد ۵ صفحہ 8]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لڑکا کو سات سال اور لڑکی کو نو سال کی عمر ہونے تک اپنی ماں اور اس کی عدم موجودگی کی صورت میں بالترتیب دیگر مذکورہ خواتین کی پرورش میں رکھا جائے گا پھر ان کے والد کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اخراجات کس کے ذمہ ہیں

پرورش کے حوالہ سے اس حقیقت کا عیاں کرنا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ ماں کو حق پرورش حاصل رہتا ہے تاہم بچے کے اخراجات اس کے باپ کے مال سے اور اگر بچہ کے پاس مال ہو تو خود اس کے مال ہی سے ادا کیے جائیں گے بہار شریعت میں جوہرہ نیرہ کے حوالہ سے ہے:

"نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جبکہ اولاد فقیر ہو یعنی خود اس کی ملک میں مال نہ ہو۔" (ج۸ص۲۷۳)

اسی میں ہے:

"بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے اور اگر کوئی مقدار معین کر لی گئی تو اس میں بھی حرج نہیں۔" (حوالہ سابق)

حاصل گفتگو یہ ہے کہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی اور اس مدت میں ان کی پرورش میں جو خرچ آئے گا وہ یا تو خود ان کے مال سے یا پھر ان کے باپ کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

عورتوں کا حق حضانت ختم ہونے پر کون حقدار ہے

جب بچہ کو پرورش کے لیے خواتین کی حاجت نہ رہ جائے تو اب اس کی دیکھ بھال صلاح وفلاح اور تعلیم وتربیت کے لیے باپ حقدار ہو جائے گا، چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"سات برس کی عمر سے بلوغ تک لڑکا اپنے باپ یا دادا یا کسی اور ولی کے پاس رہے گا پھر جب بالغ ہو گیا اور سمجھ وال ہے کہ فتنہ یا بدنامی کا اندیشہ نہ ہو اور تادیب کی ضرورت نہ ہو تو جہاں چاہے وہاں رہے مگر بحال زمانہ خود مختار نہ رکھا جائے جب تک چال چلن اچھی طرح درست نہ ہولیں اور پورا وثوق نہ ہولے کہ اب اس کی وجہ سے فتنہ وعار نہ ہوگا کہ آج کل اکثر

صحبتیں مخرب اخلاق ہوتی ہیں اور نوعمری میں فساد بہت جلد سرایت کرتا ہے، لڑکی نو برس کی عمر کے بعد سے جب تک کوآری ہے باپ دادا بھائی وغیرہم کے یہاں رہے گی۔"

[جلد ۸/ص ۲۰۵-۲۰۶]

تبنی کی حیثیت شرعیہ

مسائل پرورش پر گفتگو کے درمیان یہ بحث بھی آجاتی ہے کہ بسا اوقات آدمی کسی دوسرے شخص کے بچہ کو لے کر اس کی پرورش کرتا ہے اور اپنی اولاد کی طرح اس کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتا ہے ایسے بچے کو عرف میں منہ بولا بیٹا اور لے پالک کہا جاتا ہے اور عربی میں اسی کو متبنی کہتے ہیں، دوسری قوموں کی مانند اہل عرب میں بھی یہ طریقہ موجود تھا، حتی کہ صحابی رسول سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کتب تفسیر و حدیث و تاریخ میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کو متبنی بنایا تھا اور لوگ آپ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ میں ہے:

"قال ابن عمر ما كنا ندعو زيد ابن حارثة الا زيد بن محمد۔" (ج۱/ص ۵۶۳)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ "زید بن حارثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو پسند کیا آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنی اولاد کی طرح اپنی تربیت میں لے لیا اور اپنا منہ بولا بیٹا مقرر فرمادیا یہ نزول وحی سے پہلے ہوا۔" (ج۱۱/ص ۴۳۲)

سیدنا امام بخاری قدس سرہ نے روایت کیا:

"عن عبد الله بن عمر ان زيد بن حارثة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كنا ندعوه الا زيد ابن محمد حتى نزل القرآن : ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله۔" (صحیح البخاری ج۳/ص 136)

حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے صاحب عمدۃ القاری فرماتے ہیں:

"في حديث علي رضي الله تعالى عنه كان من تبنى رجلا في الجاهلية دعاه الناس اليه و ورث ميراثه حتى نزلت الآية۔" (عمدۃ القاری، ج۱۳/ص ۲۳۵)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"ان الرجل في الجاهلية اذا اعجبه جلد الرجل ضمه الى نفسه وجعل له مثل نصيب الذكر من اولاده من ميراثه وكان ينسب اليه فيقال فلان بن فلان، على في المدارك والكشاف فمنع الله من ذلك ونسخ ما في كان في الجاهلية۔"

(ص ۵۹۵)

اس تفصیل سے عیاں ہوتا ہے کہ گود لینے کی رسم بہت قدیم ہے، البتہ اسلام نے دیگر تمام مسائل و معاملات اور عادات ناس میں جس طرح راہ اعتدال دکھائی اس مسئلہ میں بھی میانہ روی کا درس دیا، چنانچہ متبنی بنانا تو جائز رکھا مگر متبنی بنانے والے کو حقیقی باپ تصور کر لینا اور اسی کی طرف منسوب کر کے ولدیت کا اظہار کرنا اور حقیقی اولاد کی مثل اسے بھی میراث کا حقدار سمجھنا باطل ٹھہرایا۔

اس لیے اگر کوئی کسی بچہ کو گود لے کر اس کی پرورش کرتا ہے تو وہ نیت کے مطابق اجر بھی پائے گا مگر اس بچہ کو حقیقی اولاد کے حکم میں رکھنا ہرگز درست نہیں ہوسکتا ہے، وہ بچہ بالغ ہونے کے بعد اس آدمی اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد کے لیے پردہ وغیرہ دیگر احکام میں غیر محرم اور اجنبی ہی رہے گا اور وراثت کے طور پر وہ کسی چیز کا حقدار نہیں ہوگا، ہاں اگر آدمی اپنی زندگی میں اپنے مال سے متبنی کو کچھ دینا چاہے تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے یونہی اگر اس کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کر جائے تو اس کی بھی اجازت ہے حاصل یہ کہ متبنی کتنا ہی محبوب و مرغوب اور قریبی ہو وہ حقیقی اولاد کی طرح میراث کا حقدار نہیں اور حقیقی اولاد کتنی ہی مطرود و مبغوض ہو بلکہ مجنوں اور دیوانہ ہو پھر بھی وراثت سے محروم نہیں کہ موانع ارث چار ہیں جیسا کہ سراجیہ میں ہے:

"المانع من الارث اربعة الرق وافرا كان او ناقصا والقتل الذي يتعلق به وجوب القصاص او الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين۔" (ص۱۰)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی سوا کفر کے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور کسی طرح ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی سوائے موانع خمسہ معلومہ کے کہ دین مختلف ہو یا دار مختلف یا مملوک ہو یا معاذ اللہ مورث کو قتل کرے یا دونوں کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہو ان میں پہلے کون مرا ان کے سوا وہی حکم عام ہے: یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی أَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الأُنثَیَینِ۔" (ج ۱۰ ص ۴۸۹)

ان ارشادات عالیہ میں دور دور تک کہیں نہیں ملے گا کہ پاگل اولاد وراثت سے محروم ہوجاتی ہے، یوں ہی یہ بھی کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ متبنیٰ حقیقی اولاد کی طرح وراثت کا حقدار ہوتا ہے، ہاں اس کی صراحت ضرور ہے کہ منہ بولا بیٹا وارث نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: شوہر کا بھتیجہ یا اپنا متبنیٰ شرعاً وارث نہیں۔ (ج ۱۰ ص ۳۲۶)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

"تبنی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعاً منع نہیں مگر وہ لڑکا اس کا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائے گا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائے گا گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا وارث۔" (ج ۳ ص ۳۶۵)

رہا آدھار کارڈ وغیرہ میں متبنیٰ بنانے والے کا نام ولدیت کی جگہ پر لکھنا تو کسی دنیاوی یا دینی صحیح مصلحت کی بنا پر اس کی اجازت ہوگی لیکن یاد رہے کہ اگر منہ بولا بیٹا رضاعت وغیرہ کے سبب محرم نہیں ہے تو بالغ ہونے کے بعد وہ شرعاً اجنبی ہوگا اور اس پر اجنبی کے احکام ہی نافذ ہوں گے جو لوگ متبنیٰ کے لیے حقیقی اولاد کی طرح بلا روک ٹوک اپنی بیوی اور جوان بچیوں سے ملنے جلنے اور گھر میں بلا جھجک آنے جانے کا معاملہ رکھتے ہیں وہ جرم شدید کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر اس سے پیدا مفاسد سماج کے لیے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔

رب تعالیٰ لوگوں کو عقل سلیم بخشے اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔

◆◆◆

ص ۴۵ ؍ کا بقیہ

ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِہِمْ وَمَن یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوا عَلَیٰ مَا فَعَلُوا وَہُمْ یَعْلَمُونَ۔ أُولَـٰئِکَ جَزَاؤُہُم مَّغْفِرَۃٌ مِّن رَّبِّہِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِی مِن تَحْتِہَا الْأَنْہَارُ۔ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو کبھی کر بیٹھیں کوئی بے حیائی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ (گناہ پر اصرار نہ کریں) ایسوں (یعنی توبۂ نصوح والوں) کے لئے جزا ہے ان کے رب کی مغفرت اور جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ [سورۂ آل عمران- ۳۵ ۱، ۱۳۶]

تفسیر: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا یہاں) فاحشہ سے مراد ہے کبیرہ گناہ اور جانوں پر ظلم سے مراد ہیں کبائر سے نیچے درجے والے گناہ۔ اور کلمۂ (أَوْ) یہاں معنیٰ میں (واو) کے ہے۔ یعنی (یا) بمعنیٰ (اور) ہے۔ (آیت کریمہ کی تفسیر میں مصنف نے کہا) مطلب یہ ہے کہ وہ جب صدور معصیت کے بعد اللہ کو یاد کرتے (یعنی اس کا خوف دلوں میں لاتے) تو اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور (اعتقاد رکھتے ہیں کہ) بجز اللہ کے اور کوئی نہیں ہے جو گناہ بخش سکے۔ اور وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے یعنی معاصی پر جمے نہیں رہتے اور معصیت کو معصیت ہی جانتے ہیں۔ (۴)

.... جاری

حوالہ جات:

[۱] یعنی اس کی توبہ ضرور، لامحالہ قبول ہوگی۔ کیونکہ باب توبہ سے اس کا گزر جانا مقبولیت کی دلیل ہے- ۱۲۔ مترجم غفرلہٗ

[۲] معنیٰ یہ ہے کہ اس نشانی کے بعد کسی کافر کا ایمان نافع نہیں ہوگا۔ اسی طرح نہ کسی عاصی مسلمان کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کو کوئی نئی طاعت نفع دے گی جو کہ اس نشانی سے پہلے نہیں کرتا تھا۔ خزائن العرفان میں لکھا ہے: "لیکن جو ایمان والے پہلے سے نیک عمل کرتے ہوں گے، نشانی کے بعد بھی ان کے عمل مقبول ہوں گے"۔ ۱۲- مترجم غفرلہٗ۔

[۳] یعنی اول تو انہیں توفیق توبہ نہیں اور بالفرض اگر کریں یا کرتے تب بھی مقبول نہیں۔ ۱۲- مترجم غفرلہ۔

[۴] غافر = بخشنے والا، غفار = بہت بخشش فرمانے والا، یعنی بندوں کی کثرت توبہ شکنی کے باوجود غضب نہیں فرماتا بلکہ ہر بار کی توبہ صادقہ قبول فرمالیتا ہے اور راضی ہوجاتا ہے۔ ۱۲- مترجم غفرلہٗ۔

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چھتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مصنف فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر باسناد تام، بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت لائے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باب توبہ کا ذکر فرمایا تو سن کر (حاضرین میں سے) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کرتے ہوئے **عرض کیا:** یارسول اللہ! ما باب التوبۃ؟ توبہ کا دروازہ کیا ہے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **ارشاد فرمایا:** توبہ کا دروازہ مغرب کے پیچھے ہے اس کے سونے کے دو پٹ (کواڑ) ہیں جو موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا خوب تیز رو سوار چالیس سال میں طے کر سکے۔ اور وہ دروازہ برابر اسی دن سے کھلا ہوا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا فرمائی اور اس رات تک کھلا رہے گا جس کی صبح کو سورج (خلاف عادت) مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور فرمایا ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی بندہ اللہ کے مکلف بندوں میں سے توبۂ نصوح کرے اور اس کی وہ توبہ اس دروازہ سے داخل نہ ہو۔ (۱)

(حاضرین میں سے) حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **عرض کیا:** بابی انت وامی یارسول اللہ، وما التوبۃ النصوح؟ یارسول اللہ! حضور پر میرے والدین فدا ہوں اور یہ توبۂ نصوح کیا ہے؟

حضور نے جواب میں **ارشاد فرمایا:** توبۂ نصوح یہ ہے کہ گنہگار اس گناہ پر جس میں مبتلا ہو گیا تھا نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معذرت چاہے، پھر دوبارہ ویسا کام نہ کرے۔ (اور مزید فرمایا:) اسی دن سورج اور چاند (دونوں اپنی اپنی عادت کے مطابق) اس دروازہ سے داخل ہو کر مغرب میں غروب ہوں گے اس کے بعد باب توبہ کے دونوں کواڑ بھیڑ دیئے جائیں گے۔ (یعنی دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اس طرح کہ) دونوں کے بیچ کی جگہ بھر جائی گی۔ وہ ایسا ٹھوس ہو جائے گا کہ گویا ان کے بیچ کبھی گزرگاہ نہیں تھی (جب باب توبہ بند ہو جائے گا تو) اس کے بعد سے کسی بندہ کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ مسلمان کو اس وقت میں کی ہوئی نئی نیکی نفع دے گی۔

ہاں اگر مسلمان اس وقت سے پہلے جو نیکی کرتا تھا تو بے شک اس کا عمل بدستور اسی طرح جاری رہے گا جس طرح پہلے تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے نکلتا ہے، فرمایا: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔ (ترجمہ) یعنی اے نبی جس دن تمہارے رب کی ایک (خاص) نشانی ظاہر ہوگی اس دن کسی جان کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو کہ پہلے سے مؤمن نہیں تھی یا جس نے اپنے ایمان کے حالت میں (اس دن سے پہلے) بھلائی نہیں کمائی تھی۔ (۲) [سورۂ انعام-۱۵۸]

توبۂ نصوح کا معنی

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے (کتاب وسنت کی روشنی میں) فرمایا: "التوبة النصوح ان يتوب ثم لا يعود" توبۂ نصوح (پوری سچی توبہ) یہ ہے کہ بندہ نادم ہو کر توبہ کرے پھر اس کا اعادہ نہ کرے۔

تین لوگوں کی توبہ کبھی مقبول نہیں

اور انہی سے روایت آئی ہے، فرمایا کہ باب التوبہ ابھی کھلا ہوا ہے اور توبہ ہر ایک مکلف کی مقبول ہوتی ہے۔ ہاں **تین لوگوں** کی توبہ مستثنی ہے۔ (۲) **(ایک)** ابلیس کی کہ وہ تو جملہ کافروں کا

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

سردار ہے اور **(دوسرا)** حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل کہ سب مجرمین کا سردار ہے اور **(تیسرا)** وہ جس نے کسی بھی نبی کو قتل کیا ہو۔ اور (مزید) فرمایا: باب التوبۃ، توبہ کرنے والوں کیلئے برابر کھلا ہوا ہے۔ وہ اُدھر ہے جدھر سورج ڈوبتا ہے اس کا پھیلاؤ چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے وہ بندوں پر اس وقت تک کبھی بند نہیں ہوگا جب تک سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع نہ ہو (یعنی وقت موعود تک ایک گھڑی کو بند نہیں ہوا نہ کبھی بند ہوگا)

"توبہ" روزانہ کیا پکار لگاتی ہے؟

حدیث شریف:

فقیہ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) اپنے والد علیہ الرحمۃ سے سنکر باسناد تام بطریق اعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "التوبة معلقة في الهواء-الحديث" **(ترجمہ)** توبہ ہوا یعنی فضائے آسمانی میں معلق ہے۔ وہ رات دن بلا فتور (یعنی تھکے بغیر) مسلسل پکار پکار کر کہتی ہیں: "مَنۡ قَبِلَنِي لايُعَذَّبُ" جو مجھے اپنائے گا اسے عذاب نہیں ہوگا۔ (پھر مزید) فرمایا: وہ اسی حالت میں ہر وقت رہتی ہے سورج کے پچھم سے نکلنے تک اسی طرح برابر کہتی رہے گی پھر جب آفتاب ایک دن خلاف عادت غروب کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ اور وہ قرب قیامت کی بڑی عظیم نشانی ہے۔ اس وقت توبہ اٹھالی جائے گی (اور اس کا وہ اعلان موقوف ہوجائے گا۔)

توبہ ہر خیر کی کنجی اور کامرانی ونجات کا سبب ہے

نتیجہ: توان خبروں حدیثوں میں توبہ پر ابھارنا مقصود ہے۔

ان روایات میں اس بات کا صاف بیان ہے کہ:

(۱) جب بندہ (صادق وجامع شرائط) توبہ کرلیتا ہے تو قبول ہوہی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ (قرآن شریف میں) توبہ کی طرف دعوت دے رہا ہے (پیار سے بلا رہا ہے)، فرماتا ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

(ترجمہ) اللہ کی طرف توبہ کروا ے مسلمانو! تم سب کے سب! اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ [سورۂ نور-۳۱/کنزالایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا:) فلاح پانے (یعنی کامیاب ہونے) سے مراد یہ ہے کہ تمہیں توقع رکھنی چاہئے کہ تم اللہ کے عذاب سے نجات پالوگے اور اس کی رحمت سے کچھ حصہ تمہیں مل جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صاف بیان فرمادیا کہ بےشک توبہ ہر خیر کی کنجی ہے بےشک توبہ میں مومن کی نجات وکامرانی ہے۔

(۲) اور یہ کہ شریعت کو جو توبہ مطلوب ہے وہ توبۂ نصوح ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توبۂ نصوح کا حکم دیا ہے (مامور فرمایا ہے نہ کہ محض اظہار پسندیدگی پر اور دعوت الی التوبہ پر اکتفا فرمایا ہو۔)

چنانچہ (دوسری جگہ) فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔ **(ترجمہ)** اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہوجائے۔ [سورۂ تحریم-۸/کنزالایمان]

سچے تائب کے لئے انعام

پھر (آگے متصلاً اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے) بیان فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کے لئے کیا کیا نوازشیں اور کرامتیں موعود ہیں؟ چنانچہ فرماتا ہے: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ **(ترجمہ)** یعنی (بعد توبۂ نصوح) تمہیں توقع رکھنی چاہئے کہ عن قریب تم سے تمہارا رب تمہاری خطائیں مٹادے اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں۔ [سورۂ تحریم-۸]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے معانی کی تعیین میں کہا) "تکفیر سیئات" سے مراد ہے: گناہوں سے درگزر فرمانا (اور نامۂ اعمال سے مٹادینا) اور "ادخال جنات" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں ایسے باغات عطا فرمائے گا جن میں عالی شان بالا خانے اور محلات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور اللہ جَلَّ ذِکْرُہٗ نے بندوں کو خبر دی کہ وہ بکثرت توبہ ورجوع کرنے والوں کے گناہوں کے لئے بڑا غافر (۳) ہے چنانچہ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ بقیہ ص ۴۳ / پر

منظومات

حق کی ضیا کہوں کہ جمالِ سنن کہوں

از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک اڑیسہ

حق کی ضیا کہوں کہ جمالِ سنن کہوں
آقا تجھے مدینے کی نوری کرن کہوں

نغمات عندلیب کہوں یا سمن کہوں
شاداب دینِ حق کا معطر چمن کہوں

لپٹے ہیں تیرے ساتھ علوم و فنون یوں
اک فرد کیا کہوں میں تجھے انجمن کہوں

سائنس دم بخود رہی فوز مبین پر
تیری نظر کو عقل کا پاکیزہ تن کہوں

کہتی ہے میر مومن و غالبؔ کی شاعری
شاعر نہیں رضا کو سراپا سخن کہوں

ایوانِ شرک خوف سے لرزاں ہے آج بھی
میں آپ کے جلال کو باطل شکن کہوں

سیّال یوں قلم ہے کہ تحریر دنگ ہے
تیرے خیال و فکر کو گنگ و جمن کہوں

جس نے پڑھی "حدائقِ بخشش" وہ کہہ اٹھا
احمد رضا کو عاشقِ شاہِ زمن کہوں

مسلک ترا ہے عین رسولِ خدا کا دین
تجھ کو میں دیں کے جسم کا روحِ حسن کہوں

عینیؔ بھی تیرے مسلک حق پر ہے گامزن
خلد بریں کو اُس کا حقیقی وطن کہوں

نورِ حق میں نہانے بریلی چلیں

از: محمد عرفان رضا قادری، نوادہ مشرکھ، چھپرہ

غمزدو! مسکرانے بریلی چلیں
نورِ حق میں نہانے بریلی چلیں

جلوۂ شاہ لانے بریلی چلیں
اپنی قسمت بنانے بریلی چلیں

اے غریبو! سنو، اے فقیرو! سنو
برکتیں گھر میں لانے بریلی چلیں

آ گیا پھر مبارک مہینہ وہی
عرس رضوی منانے بریلی چلیں

آ گیا عرس رضوی کا موسم حسیں
غنچۂ دل کھلانے بریلی چلیں

قافلے پھر بریلی کو جانے لگے
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

قافلہ رحمتوں کا بھی آنے لگا
رحمتیں حق سے پانے بریلی چلیں

سرزمین بریلی پہ اے عاشقو!
عشق میں دل لٹانے بریلی چلیں

ہر طرف نور تم کو نظر آئے گا
جان و دل جگمگانے بریلی چلیں

بارشِ نور و رحمت میں اے سنیو!
آؤ! آؤ! نہانے بریلی چلیں

بقیہ ص ۱۸ ر پر

ذکر کرنا ہے ہمیں اس مونس و غمخوار کا

از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

ذکر کرنا ہے ہمیں اس مونس و غمخوار کا
درس ہے جس نے دیا حب شہ ابرار کا

دولتِ مکیہ جس نے چند گھنٹوں میں لکھی
کوئی اندازہ کرے تحریر کی رفتار کا

بقیہ ص ۲۷ ر پر

مسلک احمد رضا کی شان ہیں اختر رضا

از: مفتی محمد عطاء النبی حسینی مصباحی، نیپال

مسلک احمد رضا کی شان ہیں اختر رضا
اس لیے ہم سنیوں کی جان ہیں اختر رضا

تیری عظمت کو کیا رب نے عظیم الشان ہے
دیکھ کر جس کو سبھی قربان ہیں اختر رضا

بقیہ ص ۱۸ ر پر

از: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

قائد ملت کا گیارہ روزہ دورۂ بہار، بنگال اور جھارکھنڈ

اپنی نوعیت کا ایک تاریخی دورہ! جس میں تقریباً ۴۰؍ چھوٹے بڑے جلسوں میں شرکت ہوئی

مسلسل کئی سالوں کے انتظار کے بعد اہل سیما نچل بہار، جھارکھنڈ اور بنگال کی قسمت رنگ لائی اور جانشین تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی نے اپنے گیارہ روزہ دورے کی تاریخیں فائنل کر دیں، مریدو متوسلین اور عقیدت مندوں کے لئے عید ہوگئی، ہر طرف زور وشور سے تقریبات کی تیاریاں شروع ہوگئیں، مقررہ مقامات اور ان کے مضافات خوشنما پوسٹرز، بینرز اور ہنڈنگس کی چمک دمک سے سج دھج گئے، سوشل میڈیا بزرگوں سے منسوب جلسوں اور کانفرنسوں کے اعلانات سے گونج اٹھا۔

اس تاریخی دورے کا آغاز بنگال کے سلی گوڑی شہر سے ۸؍ اپریل ۲۰۲۵ء کو ہوا، قریب ساڑھے چھ بجے ہم دہلی سے باگ ڈوگرا ایئرپورٹ پہنچے، سیکڑوں دیوانوں کا ہجوم قائد ملت کے والہانہ استقبال کے لئے بے تاب تھا، جیسے ہی ہم وی آئی پی لاؤنج سے ایئر پورٹ کے باہر آئے، پورا ایئر پورٹ نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا، سو سے زیادہ بائیکس اور فور ویلرس کے ساتھ دیوانوں کا یہ استقبالیہ جلوس اپنے قائد و مرشد کو لے کر برادر دینی مولانا ایوب خان صاحب رضوی کے دولت کدہ پھانسی دوا موڑ کی طرف روانہ ہوا، گزرگاہیں نعرہائے تکبیر و رسالت، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ اور قائد ملت زندہ باد سے گونجتی رہیں، چائے ناشتے کے بعد بڑی تعداد میں خواتین و حضرات داخل سلسلہ ہوئے، علمائے کرام نے خصوصی ملاقتیں کیں، یہاں سے جلسہ گاہ کے قریب جناب سرفراز صاحب رضوی کے دولت کدے پر قیام فرمایا۔

۸؍اپریل ۲۰۲۵ء ''پیغام رضا کانفرنس''، سلی گوڑی، دار جلنگ

۸؍اپریل ۲۰۲۵ء بروز منگل بعد نماز عشا تمبا جوت ماٹی گاڑا سلی گوڑی، دار جلنگ، ویسٹ بنگال میں ''پیغام رضا کانفرنس'' منعقد کی گئی، علمائے کرام اور شعرائے اسلام یکے بعد دیگرے تقریر اور نعت و منقبت سے سامعین کو محظوظ کر رہے تھے کہ قریب رات دس بجے بارش ہونے لگی، جس کے سبب بڑی تعداد میں سامعین اِدھر اُدھر ہوگئے، حضور قائد ملت قریب ۱۲؍ بجے رونق اسٹیج ہوئے، دوروں میں عموماً آپ کے ساتھ ہمیشہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کا ایک معتبر قافلہ شریک سفر ہوتا ہے، اس بار اس قافلے میں آپ کے فرزند نسبتی حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب کشمیری، راقم الحروف محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی، شاعر اسلام رفیق قائد ملت حضرت سید عبد الصمد صاحب ممبئی اور برادر دینی طاہر بھائی سری لنکا بھی تھے، سلی گوڑی سے محب گرامی مولانا اختر رضا نوری بھی ہمارے ساتھ ہوگئے اور پورے گیارہ روزہ دورے میں شامل رہے۔

قائد ملت کے رونق اسٹیج ہوتے ہی اِدھر اُدھر بکھرے سامعین بارش کی پرواہ کئے بغیر جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے لیکن بارش کے سبب پروگرام کو طول نہ دیتے ہوئے قائد ملت نے سامعین کو داخل سلسلہ فرمایا پھر ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، اس کے بعد صلاۃ و سلام اور آپ کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی، کانفرنس کی نظامت نقیب اہل سنت حضرت علامہ الیاس فیضی جھارکھنڈ نے انجام دی جبکہ حضرت مفتی محمد شاعر رضا صاحب استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی محمد احمد رضا صاحب بنگال، حضرت مولانا قاری سخاوت حسین صاحب کلکتہ اور شہر کے دیگر مخصوص علمائے کرام نے خطاب فرمایا، شہر سلی گوڑی اور قرب و جوار کے جملہ ائمہ مساجد، علمائے کرام، مفتیان عظام، حفاظ و قرائے ذوی الاحترام بھی بڑی تعداد میں تشریف فرما تھے۔

دوسرے دن ۹/اپریل کو قیام گاہ سے مغرب کے بعد سیدھے اشرف المساجد اشرف نگر سلی گوڑی تشریف لے گئے، جہاں سیکڑوں لوگوں کو داخل سلسلہ فرمانے کے بعد آپ نے ایک عمدہ خطاب فرمایا، صلاۃ وسلام اور دعا کے بعد آپ نے راقم الحروف کے بھانجے محمد اشرف علی کے جیم میں دعا فرمائی اور چیک پوسٹ نیمبو بستی مسجد میں تشریف لے گئے، یہاں بھی لوگ بیعت بڑی تعداد میں بیعت ہوئے، اس کے بعد حضور قائد ملت نوری جامع مسجد گاندھی نگر بھانو نگر تشریف لے گئے، یہاں بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، پھر شوکت بھائی کہ کے دولت کدے پر تشریف فرما ہوئے، یہاں بھی عاشقان اعلیٰ حضرت کی ایک بھیڑ داخل سلسلہ ہوئی، دراصل بارش کے سبب لوگوں کی ایک بڑی تعداد چاہ کر بھی رات کے جلسے میں شرکت سے محروم ہوگئی تھی، اسی لئے قائد ملت نے کرم فرمایا اور مذکورہ مقامات پر تشریف لے جاکر منتظر لوگوں کو داخل فرمایا، اس کے بعد سلی گوڑی کے خوش عقیدہ مسلمانوں نے الوداع کہتے ہوئے قائد ملت کو ڈیمٹی اسلام پور کے لئے روانہ کیا۔

واضح ہو کہ پیغام رضا کانفرنس اور سلی گوڑی کے دیگر مقامات پر قائد ملت نے تقریباً ۱۰۰۰۰/ہزار فرزندان توحید ورسالت کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ فرمایا، اس کانفرنس کا اہتمام وانصرام جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سلی گوڑی کے نوجوانوں نے کیا تھا جن میں مولانا ایوب خان نوری، مولانا محمد رضا نوری، مولانا شمیم اختر، مولانا محبوب رضا نوری، مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، حافظ محمد اسلام مرکزی، محمد شاہد رضا وغیرہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔

۹/اپریل ۲۰۲۵ء "شفائے روح کانفرنس" اسلام پور

۹/اپریل ۲۰۲۵ء کو شہر سلی گوڑی ضلع دارجلنگ سے ڈمٹھی اسلام پور دیناجپور کے لیے روانہ ہوئے، دھامی گچھ سوناپور دیناج پور میں عاشقان رضا نے حضرت کے لئے استقبالیہ تقریب رکھی تھی، جہاں ۳۰۰۰/کی تعداد میں لوگ مرید ہوئے، پھر رام گنج اتر دیناجپور میں اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ کے عقیدت مندوں کے ایک بڑے اژدہام نے نعرہائے تکبیر ورسالت، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ سے حضور قائد ملت کا پرزور استقبال کیا، یہ استقبالیہ پروگرام خلیفہ مفتی اعظم حضرت مفتی بشیر الدین صاحب کی صدارت اور خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب نوری کی سرپرستی میں منعقد ہوا، یہاں بھی حضور قائد ملت دام ظلہ العالی نے ۵۰۰۰/ہزار عاشقان اعلیٰ حضرت کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ فرمایا، یہاں سے فراغت کے بعد رات قریب ۱۲/بجے حضور قائد ملت کا قافلہ ڈمٹھی اسلام پور پہنچا۔

یہاں حضرت مفتی محسن رضا صاحب نے دارالعلوم امین شریعت اور الہادی ویلفیئر سوسائٹی ڈمٹھی اسلام پور کے زیر اہتمام "شفائے روح کانفرنس" منعقد کی تھی، بعد عشا ہی کانفرنس کا آغاز ہو چکا تھا، مقامی علمائے کرام کے ساتھ بیرونی خطبا اور شعرا بڑی تعداد میں مدعو تھے، جن میں حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی، حضرت مفتی شاہد رضا قادری، حضرت ابو یوسف ازہری، حضرت مفتی علاء الدین، حضرت مولانا انوار الحق، مفتی فیروز عالم مصباحی اور دیگر مقامی علما وائمہ اور حفاظ کرام موجود تھے۔

حضور قائد ملت قریب دو بجے شب رونق اسٹیج ہوئے، نعرہائے تکبیر ورسالت سے فضا گونج اٹھی، سامعین اپنے قائد کی ایک ہلکی سی جھلک پانے کے لئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے، اہل اسٹیج کی دیوانگی بھی قابل دید تھی، اکثر علما وشعرا خطاب اور نعت خوانی سے فارغ ہو چکے تھے، محدث کبیر اور حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب کے خصوصی خطاب کے بعد محدث کبیر اور حضور قائد ملت نے دارالعلوم امین شریعت سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی فرمائی، پھر قائد ملت نے لوگوں کو بیعت کیا اور ایک جامع خطاب فرمایا، پھر صلاۃ وسلام اور حضرت محدث کبیر کی دعاؤں کے ساتھ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

واضح ہو کہ یہاں مجمع اس دورے کا سب سے بڑا مجمع تھا، دور دور تک فرزندان توحید ورسالت کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، قریب ۱۰۰۰۰۰/ایک لاکھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع رہا ہوگا، پروگرام کے کنوینر حضرت مفتی محسن رضا ہادی صاحب نے اور الہادی ویلفیئر سوسائٹی ڈمٹھی اسلام کے ممبران نے سارا انتظام بہت

ہی عمدہ رکھا تھا۔

۱۰/اپریل ۲۰۲۵ء ''تحفظ ایمان وعمل کانفرنس''، سبرامپور

تیسرے دن ۱۰/اپریل ۲۰۲۵ء کو حضور قائد ملت کا قافلہ اسلام پور سے سبرامپور اتر دیناج پور کے لئے روانہ ہوا، راستے میں جھنگا کٹھ، بہادر گنج، کشن گنج بہار پڑتا ہے، یہ علاقہ کسی زمانے میں سنیت پر گامزن تھا، لیکن پچھلے ۱۰-۱۵/سالوں سے یہاں سنیت کی لہلہاتی کھیتی کو دیوبندیت وہابیت کا کیڑا نقصان پہنچانے لگا ہے، دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے یہاں حضرت مفتی عابد حسین صاحب نوری کی خدمات قابل ذکر ہیں، انھوں نے یہاں ضمنی طور پر ''سرکار تاج الشریعہ کانفرنس'' کا اہتمام کر رکھا تھا، مختصر وقت میں قریب ۱۰۰۰۰/ہزار لوگوں کا ایک بڑا مجمع حضور قائد ملت کی دید اور ان سے بیعت کے مقصد سے منتظر تھا۔

جیسے ہی قائد ملت کی گاڑی پر لوگوں کی نظر پڑی، ایسا لگا جیسے مردہ سنیت میں جان آ گئی ہو، دور ہی سے لوگ نعرہائے تکبیر و رسالت، نعرۂ تاج الشریعہ اور قائد ملت زندہ باد کے شور سے پورا علاقہ گونجنے لگا، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری کا مختصر خطاب ہوا پھر حضور قائد ملت نے لوگوں کو بیعت کیا اور ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں آپ نے لوگوں کو دین وسنیت پر سختی سے قائم رہنے اور مکمل طور پر احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی، اس کے بعد صلاۃ وسلام اور آپ کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا، اس کے فوراً حضور قائد ملت کا قافلہ سبرامپور کے لئے روانہ ہوا، اس موقع پر حضور قائد ملت نے حضرت مفتی عابد حسین نوری کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

رات قریب ساڑھے گیارہ بجے ہم سبرامپور پہنچے، تھوڑی دیر میں ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، جس سے جلسہ گاہ جل تھل ہوگیا، پھر مجبوراً ''تحفظ ایمان وعمل کانفرنس'' کو جامعہ نوریہ گلشن زہرا کے صحن میں منتقل کیا گیا، حضرت مفتی ڈاکٹر شہریار رضا صاحب، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب، حضرت مفتی عابد حسین صاحب نوری، حضرت مفتی عارف حسین صاحب رضوی نے خطاب فرمایا، گوکہ بارش کے سبب پروگرام میں عوام کی بھیڑ کم رہی لیکن خواص اور علاقے کے نامور علما وشعرائے اسلام اور ائمۂ وحفاظ کرام نے بڑی تعداد میں شرکت کی، قریب دو بجے شب حضور قائد ملت اپنے قافلے کے ساتھ رونق اسٹیج ہوئے، نعرہائے تکبیر ورسالت سے دیوانوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے قریب ۳۰۰۰/ہزار جامعہ نوریہ گلشن زہرا کی طالبات اور سامعین کو داخل سلسلہ فرمایا، پھر صلاۃ وسلام اور آپ کی دعاؤں پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس کانفرنس کا اہتمام وانصرام خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مجاہدالاسلام صاحب بانی جامعہ نوریہ گلشن زہرا نے کیا تھا، اطراف وجوانب میں دین وسنیت کے حوالہ سے موصوف کی خدمات لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا اختر رضا نوری نے (جو دبئی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں) بھی علاقے کے علمائے کرام کو باہم مربوط کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

۱۱/اپریل تنظیم المسلمین بائسی، سرکار غوث اعظم کانفرنس دھنگواں

چوتھے دن ۱۱/اپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعہ سبرامپور سے بعد مغرب قائد ملت کا قافلہ بائسی کے لیے نکلا، راستے میں ضمیرہ نامی محلے کی مسجد میں کم وبیش ۵۰۰۰/ہزار افراد کو مرید کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی خواہش پر نالج سٹی کے لیے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر قائد ملت نے اس کی تعمیر وترقی کے لئے دعائیں فرمائیں، اس کے بعد جامعہ نوریہ برکات العلوم دولت پور دالکولہ پہنچے، یہاں بھی قریب ۳۰۰۰/دیوانوں کا اژدحام منتظر تھا، حضرت نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد قائد ملت کا کارواں تنظیم المسلمین بائسی کی طرف رواں دواں ہوا، قریب دس بجے حضرت اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، مشتاقانِ دید کی دیوانگی قابل دید تھی، ایک اندازے کے مطابق یہاں قریب ۲۵۰۰۰/ہزار سے زائد شیدائیانِ اعلیٰ حضرت کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا، یہاں حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نے ایک پر مغز خطاب فرمایا، جسے عوام وخواص نے خاصہ پسند کیا، اس کے بعد حضور قائد ملت نے حاضرین کو داخل سلسلہ فرمایا، پھر اپنے مخصوص انداز میں خطاب

فرمایا اور احباب کی خواہش پر حضور تاج الشریعہ کا انقلاب آفریں کلام ”زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے“ ترنم میں پڑھا جسے سن کر اہل اسٹیج اور سامعین سن جھوم جھوم اٹھے، پھر صلاۃ وسلام اور آپ کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

پروگرام کے اختتام پر حضرت اپنے ڈرائیور محسن رضا کے گھر سمل باڑی تشریف لے گئے، یہاں جامعۃ الرضا کے ایک طالب علم کے گھر بھی جانا ہوا، اس کے بعد پن سدرہ میں افسر بھائی کے یہاں عشائیہ تناول فرمایا، یہاں سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے باورچی خورشید بھائی کے گھر ڈمرا تشریف لے گئے، یاد رہے کہ ان سبھی جگہوں پر ۳۰۰۰/ ہزار سے زائد لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا، اس کے بعد قائد ملت کا قافلہ دھنگواں کٹیہار کے لئے روانہ ہوا۔

رات قریب دو بجے حضور قائد ملت کا قافلہ دھنگواں کٹیہار سیدھے اسٹیج پر پہنچا، قریب ۵۰۰۰۰/ ہزار کا کثیر مجمع مکمل ہمہ تن گوش ہو کر علمائے کرام کا خطاب سن رہا تھا، یہاں بھی حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کا ایک جامع خطاب ہوا، پھر حضور قائد ملت نے حاضرین کو بیعت کیا اور خطاب فرماتے ہوئے آپ نے لوگوں کو دین وسنیت پر سختی کے ساتھ قائم ودائم رہنے کی تلقین فرمائی پھر صلاۃ وسلام اور آپ کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

مقامی اور بیرونی علمائے کرام میں حضرت مولانا مفتی عمران حنفی مرادآبادی، حضرت مفتی شہریار رضا پورنیہ، حضرت مفتی نعیم اختر صاحب الٰہ آبادی، حضرت قوسین رضا صاحب دھنگواں، حضرت مفتی نوازش رضا مرکزی، حضرت مولانا رئیس القادری، شاعر اسلام حسن رضا اطہر، ضیاء یزدانی، اختر پرواز نعیمی وغیرہ صاحبان نے شرکت کی، منتظمین محمد خطیب اعظم، محمد سہیم اختر، محمد مہتمم رضا اور محمد شمیم اختر وغیرہ نے جی جان سے محنت کر پروگرام کو کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ یہاں سے حضور قائد ملت کا قافلہ برادر دینی الحاج سیٹھ عبدالباری صاحب رضوی کے دولت کدے پر شیخ پورہ کٹیار پہنچا، قائد ملت نے یہاں ۱۲/ اپریل سے ۱۵/ اپریل کی مغرب تک قیام فرمایا، یہیں سے آپ جلسوں میں شرکت کے لئے جاتے اور واپس یہیں تشریف لے آتے تھے۔

۱۲/ اپریل ۲۰۲۵ء ”تعلیمات امام احمد رضا کنونشن“ پورنیہ بہار

پانچویں دن ۱۲/ اپریل ۲۰۲۵ء بروز سنیچر حضور قائد ملت کا قافلہ شیخ پورہ کٹیہار سے پورنیہ کے لئے روانہ ہوا، راستے میں جامعہ عائشہ رضویہ رضا نگر بستول کٹیہار میں حضرت مولانا محمد الٰہی بخش رضوی صاحب کی صدارت میں ایک ضمنی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا، جہاں قریب ۵۰۰۰/ ہزار دیوانگان اعلیٰ حضرت اور محبان تاج الشریعہ جانشین تاج الشریعہ سے بیعت کے لئے منتظر تھے، حضور قائد ملت نے لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا پھر فکر آخرت اور عقائد واعمال کی اصلاح پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، اس پروگرام کے لئے حضرت مولانا جاوید آسی صاحب اور حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رضوی اور احباب نے کافی تگ ودو کی۔

یہاں سے آپ آگے بڑھے تو مولانا عمران رضا مرکزی اور مولانا غلام غوث مرکزی صاحبان کی خواہش پر جامعہ رضویہ تیغیہ روح العلوم، رضا نگر اسلام پور کٹیہار بھی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے، یہاں بھی قریب ۱۰۰۰/ افراد محفل میلاد سجائے آپ کے منتظر تھے، آپ نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ پورنیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

مادھو پاڑہ پورنیہ میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ خلیفۂ حضور قائد ملت وحضور محدث کبیر حضرت مفتی ڈاکٹر محمد حسن رضا مصباحی قادری بانی وصدر جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ و فضل امام احمد رضا مسجد کی صدارت میں ”تعلیمات امام احمد رضا کنونشن“ منعقد تھی، رات قریب ۱۲/ بجے حضور قائد ملت رونق اسٹیج ہوئے، عاشقان رضا نے والہانہ انداز میں آپ کا شاندار استقبال کیا، مفتی شہریار صاحب کے خطاب کے دوران ہی بارش ہونے لگی، اس لئے بسرعت حضور قائد ملت نے ۲۰۰۰۰/ ہزار سے زائد حاضرین کو داخل سلسلہ فرمایا، ادارے کی تعمیر وترقی کی دعا، عوام اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے اور بد مذہبوں سے بچنے کی تلقین فرمائی، پھر صلوٰۃ وسلام اور آپ کی

دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا، کنونشن میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک انتہائی اہم ترین رسالہ ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' ہندی میں تقسیم کیا گیا۔

مفتی حسن رضا قادری کے مطابق اس کنونشن کا آغاز بعد نماز عشا تلاوت قرآن ہوا، شعرائے اسلام کی نعت خوانی اور علمائے کرام کی عمدہ تقریریں ہوئیں، خصوصاً حضرت علامہ منظور عالم نوری صاحب، حضرت علامہ شہر یار رضا قادری صاحب نے مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پر جھنجھوڑ دینے والا خطاب نایاب پیش فرمایا، حضرت مفتی زبیر عالم صدیقی صاحب، حضرت علامہ شمس الحق رشیدی صاحب، حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب حضرت علامہ زبیر مصباحی صاحب، حضرت مفتی صابر رضا مصباحی صاحب، حضرت مفتی مناظر حسین مصباحی صاحب، حضرت حافظ عبدالروف صاحب، حضرت مفتی عیاض کلیمی صاحب، حضرت مولانا معصوم جوہر صاحب اور ہزاروں کی تعداد میں دیگر علما و مشائخ، حفاظ، ائمہ کرام، اہل خیر حضرات اور عوام اہل سنت کی حاضری ہوئی، پورنیہ، کٹیہار، ارریہ اور نیپال سے علما و عوام خصوصی طور پر حضور قائد ملت کی زیارت اور ان کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

واضح ہو کہ جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ اور فضل امام احمد رضا مسجد کے لئے ۴۵۵۵ر اسکوائر فٹ زمین وقف کرنے والے حاجی مقصود عالم صاحب اور تاجدار فہد بابو کے حق میں حضور قائد ملت نے خصوصی دعا فرمائی، اسی موقع پر آپ نے ''فضل امام احمد رضا مسجد اور جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ'' کا سنگ بنیاد بھی رکھا، حضرت مفتی حسن رضا اور ان کی پوری ٹیم نے بہت ہی عمدہ اہتمام وانصرام کیا تھا، مولیٰ تعالیٰ ان کی کاوشوں کا قبول فرمائے۔

۱۳ر اپریل ۲۰۲۵ء ''تعمیر ملت کانفرنس'' ملک پور کٹیہار

چھٹے دن ۱۳ر اپریل کو بعد مغرب حضور قائد ملت کا قافلہ شیخ پورہ سے قادری جامع مسجد و دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ سہرول کٹیہار پہنچا، جہاں قریب ۵۰۰۰ر ہزار عشاق مشتاق دید منتظر تھے، حضرت نے پہنچتے ہی سب کو بیعت فرمایا اور مختصر پند و نصیحت فرمائی، وقت کی قلت دامن گیر تھی، اس لئے یہاں سے بلا تاخیر بتھنہ باڑی کٹیہار پہنچے، جہاں ایک کانفرنس کی شکل میں کم و بیش ۱۰۰۰۰ر ہزار دیوانوں کا ایک بڑا مجمع آپ کی زیارت و بیعت کا منتظر تھا، جیسے ہی حضور قائد ملت کا قافلہ یہاں پہنچا، فضا نعرہائے تکبیر و رسالت اور تاج الشریعہ سے گونج اٹھی، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے اصلاح معاشرہ پر ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا، ہر طرف داد و تحسین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، پھر حضور قائد ملت نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور حسب عادت ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں لوگوں کو نمازوں کی پابندی، جھوٹ غیبت، بدمذہبوں سے بچنے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی، پھر صلوٰۃ وسلام اور دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس کانفرنس کے انعقاد میں حضرت مولانا غلام ربانی صاحب اور ان کے رفقا پیش پیش رہے۔ یہاں سے حضرت کا قافلہ ملک پور ہارٹ کٹیہار کے لئے روانہ ہوا۔

رات قریب ساڑھے ۱۲ر بجے حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب رضوی کی دعوت پر حضرت ملک پور ہارٹ کٹیہار پہنچے، یہاں بھی لوگوں نے بڑے ہی والہانہ انداز میں اپنے قائد کا استقبال کیا، علما و شعرا کی تقریریں اور نعت خوانی جاری تھی، یہاں بھی حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا، پھر حضور قائد ملت نے الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم سے فارغ ہونے والے طلبا کی دستار بندی فرمائی، قریب ۲۵۰۰۰ر ہزار فرزندان توحید ورسالت نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک عمدہ خطاب فرمایا، دین وسنیت پر قائم رہنے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی، نمازوں کی پابندی کا عہد لیا پھر صلاۃ وسلام اور دعا پر محفل کا اختتام ہوا، بعد فجر آپ شیخ پورہ واپس تشریف لے آئے۔

۱۴ر اپریل ۲۰۲۵ء تعلیمی کانفرنس چانچل، مالدہ ویسٹ بنگال

ساتویں دن ۱۴ر اپریل ۲۰۲۵ء کو شیخ پورہ ہی میں عبدالباری بھائی کے برادر اکبر حافظ محمد جہانگیر عالم صاحب کے دولت کدے پر تشریف لے گئے، یہاں قریب ۳۰۰ر افراد سلسلۂ عالیہ قادریہ

رضویہ میں داخل ہوئے، اس کے بعد صابر بھائی کے یہاں بجھارا میں عشائیہ تناول فرمایا، یہاں بھی قریب ۲۰۰/افراد سلسلہ میں داخل ہوئے، پھر یہاں سے چانچل ضلع مالدہ ویسٹ بنگال کے لئے روانہ ہوئے۔

رات قریب ۱۲/بجے حضور قائد ملت کا قافلہ چانچل پہنچا، عاشقان رضا و تاج الشریعہ نے آپ کا زوردار استقبال کیا، بڑی تعداد میں خواتین اسلام بھی پردہ نشین تھیں، یہاں حضور قائد ملت کے حکم پر راقم نے بھی مختصراً خطاب کیا، پھر مفتی عاشق حسین کا خطاب نایاب ہوا، مفتی صاحب کے خطاب کے بعد حضور قائد ملت نے ۱۰۰۰۰/ہزار سامعین کو داخل سلسلہ فرمایا پھر حسب معمول اصلاح عقائد و اعمال پر مشتمل ایک بہترین خطاب فرمایا، اس کے بعد صلوٰۃ و سلام اور دعا پر محفل کی اختتام ہوا، پروگرام کے بعد آپ شیخ پورہ کٹیہار واپس تشریف لے آئے۔

قائد ملت کے رونق اسٹیج ہونے سے قبل حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، حضرت مولانا فخر الدین صاحب بیر بھوم اور دیگر علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں اور مقامی شعرائے اسلام نے نعت و منقبت کے گلدستے بھی پیش کئے، چانچل میں اس ''تعلیمی کانفرنس'' کا انعقاد تنظیم اہل سنت اور مدرسہ نوریہ مدینۃ العلوم کے زیر اہتمام ماسٹر فضل الرحمٰن صاحب رضوی اور ان کی ٹیم نے کیا تھا۔

۱۵/اپریل ۲۰۲۵ء ''مفتی اعظم کانفرنس'' بھرت پور، مرشدآباد

آٹھویں دن ۱۵/اپریل ۲۰۲۵ء کو رات قریب ۱۲/بجے حضور قائد ملت کا قافلہ بھرت پور مرشدآباد پہنچا، حالات کے پیش نظر لوکل پولیس فورس بھی تعینات تھی، جس نے قائد ملت کو اپنی نگرانی میں اسٹیج تک پہنچایا، دراصل ان دنوں مرشدآباد ویسٹ بنگال کے حالات کشیدہ چل رہے تھے اس لئے منتظمین و سامعین قائد ملت کی تشریف آوری کے تعلق سے کشمکش کا شکار تھے، لیکن چونکہ قائد ملت نے وعدہ فرمالیا تھا، اس لئے آپ نے وہاں جانا ضروری سمجھا۔

حضرت مفتی شکیل بریلوی پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی زبیر حسین صاحب مجددی، حضرت مولانا فیروز عالم رضوی، مولانا تمجید حسین رضوی اور دیگر مقامی علمائے کرام کی تقریرات کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب کا ایک عمدہ خطاب ہوا، جسے عوام وخواص اور اہل اسٹیج نے آپ کی پرمغز تقریر کو بے حد پسند کیا، پھر حضور قائد ملت نے قریب ۱۵۰۰۰/ہزار سامعین کو بیعت فرمانے کے بعد اپنے خطاب میں سب کو احکام شرع پر سختی سے قائم رہنے، نمازوں کی پابندی کرنے اور جھوٹ وغیبت سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد صلوٰۃ و سلام اور آپ کی دعاؤں پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد مخیر قوم وملت جناب عید محمد صاحب کے دولت کدے پر قیام ہوا، ماشاءاللہ ان کے صاحبزادگان بالخصوص ایڈوکیٹ صابر احمد صاحب نے بڑی خدمت کی، دوسرے دن یعنی ۱۶/اپریل کو بعد نماز مغرب راج محل صاحب گنج کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۶/اپریل ۲۰۲۵ء ''تحفظ ایمان کانفرنس'' امانت گھاٹ راج محل

نویں دن ۱۶/اپریل ۲۰۲۵ء کو حضرت اپنے قافلے کے ساتھ قریب دس بجے شب میں امانت گھاٹ راج محل پہنچے، حضرت مولانا سید معین الدین اور حضرت مولانا سید عبدالسلام صاحبان کے دولت کدے پر قیام ہوا، رات قریب ایک بجے حضور قائد ملت رونق اسٹیج ہوئے، مرد وخواتین پر مشتمل سامعین وحاضرین کی ایک کثیر تعداد یہاں موجود تھی، دور تلک خوشنما ٹوپیوں سے مزین سرہی سرنظر آرہے تھے، تقریباً بارہ سے پندرہ ہزار لوگوں کا مجمع رہا ہوگا، ماشاءاللہ یہاں بھی لوگوں نے اپنے قائد کا شایان شان استقبال کیا۔

بے شمار بیرونی ومقامی علمائے کرام اور شعرائے اسلام اسٹیج کی رونق دوبالا کر رہے تھے، راقم کی ایک مختصر تقریر کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کا خطاب نایاب ہوا، ماشاءاللہ! بڑی ہی پرمغز اور بصیرت افروز تقریر تھی، دوران تقریر ایک ایسا بھی موقع آیا جب مفتی صاحب نے اپنی رقت انگیز تقریر سے سب کو رلا دیا، یہاں تک کہ اہل اسٹیج کی بھی آنکھیں جل تھل ہوگئیں، پورا مجمع ہمہ تن گوش آپ کی فکر انگیز تقریر کے سحر میں گرفتار ہو چکا

تھا، بیچ بیچ میں فلک شگاف نعروں کی گونج سنائی دیتی اور بس! قریب سوا گھنٹے آپ نے علوم ومعارف کے نکتہ آفریں دریا بہائے۔

آپ کی تقریر پرتنویر کے بعد حضور قائد ملت نے مدرسہ بحر العلوم فضل کریم امانت گھاٹ کے طلبا کی دستار بندی فرمائی اور قریب ۲۵۰۰۰ ہزار افراد کو داخل سلسلہ فرمانے کے بعد آپ نے خطاب کا آغاز فرمایا، آج آپ نے بھی نکتہ سنجیوں سے بھرپور ایک جامع خطاب ارشاد فرمایا، قرآن وحدیث اور اقوال مفسرین ومحدثین کے متن سے مزین آپ کی معرکۃ الآراتقریر سن کر عوام تو عوام علما اور خواص کو بھی حضور تاج الشریعہ کی یاد تازہ ہوگئی، لوگوں نے ''جانشین تاج الشریعہ زندہ باد'' کے نعروں سے آپ منصبی استحقاق کی تصدیق کی، تقریباً پون گھنٹہ آپ نے علمی جواہر پارے بکھیرے۔

اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا ہوئی، اس طرح اس عظیم الشان کانفرنس کا اختتام ہوا، مقامی اور بیرونی علمائے کرام اور شعرائے اسلام میں حضرت مفتی منظور احمد صاحب مصباحی، حضرت علامہ احسان الحق صاحب دانش، حضرت علامہ جلال الدین صاحب رضوی، حضرت مفتی ذاکر حسین صاحب، شاعر اسلام اختر پرواز نعیمی، نعت خواں مجیب الرحمٰن صاحب وغیرہ کی نعتیں اور تقریریں ہوئیں، پروگرام کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں حضرت مولانا سید معین الدین اور حضرت مولانا سید عبد السلام صاحبان اور حضرت مفتی منظور احمد صاحب نے بڑی جانفشانی کی۔

۱۷؍اپریل ۲۰۲۵ء ''غوث ورضا کانفرنس'' خیر پاڑہ راج محل

دسویں دن ۱۷؍اپریل ۲۰۲۵ء کو بعد مغرب حضور قائد ملت کا قافلہ عاشقان اعلیٰ حضرت کے جلوس کے ساتھ سید صاحبان کے دولت کدے سے فیلوٹولہ مدرسہ عید المسلمین پہنچا، جہاں قریب ۱۰۰۰؍سو فرزندان توحید ورسالت نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، یہاں سے آپ آگے بڑھتے ہوئے کربلا مدرسہ غوثیہ نظامیہ منظر اسلام پہنچے، جہاں قریب ۵۰۰۰؍ہزار افراد نے شرف بیعت حاصل کیا، پھر یہاں سے حسن ٹولہ مدرسہ نظامیہ زینت العلوم تشریف لائے، یہاں بھی قریب ۳۰۰۰؍سو دیوانگان تاج الشریعہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے، اس دوران آپ برادر دینی جناب افضل بھائی، مظہر رضوی اور مستان گڑھ میں بھی کسی کے یہاں تشریف لے گئے، ان جگہوں پر قریب ۱۰۰۰؍افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔

کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا قمر رضا رضوی امجدی صاحب بانی ومہتمم مدرسہ قادریہ گلشن تاج الشریعہ اور نظامت کے فرائض حضرت مولانا سردار احمد نعیمی صاحب کرناٹک نے نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیئے، حضرت علامہ محمد اسد علی رضوی، بلگام، کرناٹک، حضرت مفتی محمد اشرف رضا رضوی نعیمی، حضرت علامہ وسیع الرحمٰن رضوی، حضرت علامہ محمد قمر الزماں نوری مصباحی راج محلی، کولکاتا، حضرت مفتی شاکر رضا نوری مصباحی، حضرت مولانا ابرار احمد رضوی، حضرت مولانا محمد برکت رضا مصباحی کے عمدہ خطابات ہوئے، مداح رسول ﷺ جناب شہباز رضا نوری کولکاتا اور عبد الحنان بھاگلپوری وغیرہ نے بہت اچھی نعتیں پیش کیں۔

اپنے خصوصی خطاب میں حضرت ڈاکٹر مفتی مصور رضا مصباحی پورنوی نے امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق وصف عشق رسول ﷺ کو بھی اجاگر کیا، اس کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی ہمہ گیر شخصیت پر ایک نہایت ہی عالمانہ وفاضلانہ خطاب فرمایا جسے سامعین نے خاصا پسند کیا، آپ کا خطاب علمی نکتوں سے لبریز اور فکر وشعور سے معمور تھا۔

بعدہ حضرت علامہ مفتی منظور احمد رضوی مصباحی نے امام احمد رضا کی تعلیمات اور ملت اسلامیہ کی زبوں حالی پر ایک فکر انگیز خطاب فرمایا، مقامی علما میں حضرت مولانا سید معین الدین حسن قادری، حضرت علامہ مفتی جلال الدین رضوی، حضرت علامہ مفتی احسان الحق دانش رضوی صاحبان وغیرہ رونق اسٹیج رہے۔

رات قریب ساڑھے گیارہ بجے مدرسہ قادریہ گلشن تاج الشریعہ خیر پاڑہ راج محل، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ کے زیر اہتمام ''غوث ورضا کانفرنس'' کے اسٹیج پر جلوہ فگن ہوئے، عاشقان رضا نے شاندار استقبال کیا، مفتی عاشق حسین صاحب کے خطاب کے بعد حضور قائد ملت نے تقریباً ۱۰۰۰۰؍ہزار حاضرین کو داخل سلسلہ

فرمایا پھر خطاب فرماتے ہوئے آپ نے لوگوں کو اصلاح عقائد و اعمال کی تلقین فرمائی، دشمنان خدا اور رسول سے دشمنی اور محبان خدا و رسول سے محبت کرنے کا درس دیا، کیوں کہ ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

۱۸/اپریل ''تحفظ ناموس رسالت کانفرنس'' سجان پور بانکا بہار

گیارہوں دن ۱۸/اپریل ۲۰۲۵ء کو سجان پور کٹوریہ، عمر پور ضلع بانکا بہار کی علمی و ادبی سرزمین پر ''تحفظ ناموس رسالت کانفرنس و جشن ولادت امام احمد رضا'' کا انعقاد بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا، اس پرنور اجلاس کا آغاز حافظ وقاری محمد فرخ رشید صاحب ضیائی و حافظ وقاری محمد ضمیر الدین صاحب ثقافی کے دلنواز قرأت سے ہوا ، ناظم اجلاس حضرت مولانا محبوب گوہر اسلام پوری کی نظامت نے اجلاس میں چار چاند لگا دیئے، ثنا خوان خاتم پیغمبراں حضرت مولانا جنید رضا ساحلؔ بنارسی، شہکار ترنم حضرت محمد رفیق رضا قادری ممبئی اور شہنشاہ ترنم حضرت محمد صابر رضا ازہری گجرات نے اپنی اپنی دلکش و پرکشش آواز میں نعت خوانی و منقبت خوانی کے ذریعے بزم نور میں مزید نورانیت کا رنگ وروغن بھر دیا، بعدہ محرک وصدر اجلاس مفتی اعظم کرناٹک خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت صاحب ضیائی نے قطب عالم حضرت علامہ مفتی محمد منور حسین صاحب نقشبندی نجم بھاگلپوری قدس سرہ کی خدمات دینیہ اور سجانپور کٹوریہ کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ بریلی شریف سے ہمارا فکری و نظریاتی رشتہ بہت قدیم ہے جس پر ہماری نئی نسلیں بھی مضبوطی سے قائم ہیں، بعدہ مقرر خصوصی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شہزاد عالم مصباحی شیخ الادب جامعۃ الرضا بریلی شریف نے تحفظ ناموس رسالت اور رد رافضیت پر مدلل و مفصل خطاب کیا جسے علما و عوام نے دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمایا۔

اسی دوران جانشین تاج الشریعہ قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند ابو الحسام حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ نوریہ تاج الشریعہ و سربراہ اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا و مرکزی صدر جماعت رضائے مصطفےٰ بزم نور میں جلوہ بار ہوئے، ہر طرف دیوانگان تاج الشریعہ دیدار کے لئے مچل اٹھے، نعرۂ تکبیر و رسالت کی صدا گونج اٹھی، جھنڈے فضاؤں میں لہرائے جانے لگے، دیوانے مستی میں جھومنے لگے، اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا، تھوڑی دیر کے بعد مفسر قرآن خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب قادری کشمیری ناظم جامعۃ الرضا بریلی شریف کا مدبرانہ خطاب ہوا، اس کے بعد تقریباً ۲۵۰۰۰/ ہزار افراد حضور قائد ملت کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے، پھر آپ نے ایک نورانی و عرفانی خطاب فرمایا، دوران خطاب کلام رضا و تاج الشریعہ بھی ترنم کے ساتھ پڑھا، جس سے دیوانے بےخود و مست ہوتے رہے۔

اس موقع پر حضور قائد ملت نے حضرت مفتی سید شاہد رضا مصباحی سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ کیری شریف، حضرت علامہ محمد مسعود اختر ضیائی سجادہ نشین خانقاہ تیغیہ شبلی باڑی کمارڈوبی جھارکھنڈ اور حضرت علامہ محمد خورشید انور ضیائی صدر مدرس مدرسہ تنویر الاسلام چاندن کٹوریہ بانکا کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی خلافت و اجازت سے نوازا، پھر صلوٰۃ و سلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

کانفرنس میں بیرونی اور مقامی علمائے اہل سنت کی بڑی تعداد موجود رہی، نوجوان کانفرنس کمیٹی کے صدر حضرت مولانا محمد صغیر احمد ضیائی رضوی نے اپنی کمیٹی کے تمام محنت کش نوجوانوں اور شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کیا، انجمن عاشقان خواجہ غریب نواز سجانپور کٹوریہ کی جانب سے شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی تقسیم عمل میں آئی۔

یاد رہے کہ اس پورے دورے میں تقریباً ۴/لاکھ فرزندان توحید و رسالت نے حضور قائد ملت کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا، قیام گاہوں پر اور عبد الباری بھائی کے دولت کدے پر ہر روز بعد مغرب بیعت ہونے والے ہزاروں لوگوں کی تعداد مزید برآں ہے۔

◆◆◆

ربیع الاول ۱۴۴۷ھ / ستمبر ۲۰۲۵ء
SEPTEMBER-2025 Rs. 30/-

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تہہ دل سے مبارک ہو

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین



زیر سرپرستی: وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی
مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنّی دُنیا بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

ولادت مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت قائد
پیغمبر اسلام کی ہجرت! احوال وکوائف
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید رسومات
جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شریعت کی روشنی میں
محفل میلاد کا انعقاد آرزوں کی تکمیل کا سبب
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت ماحی کفر وضلالت
احترام انسانیت! سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں
وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اجالا تھا
تاج دار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نسبت، مسرت اور تقاضے
اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! معاشرے میں چراغ اخوت جلانے کا ہنر

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:
”دنیاوالو! تمہیں خوش خبری ہو کہ صاحب علامت اور نبی خاتم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔“
دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوشخبریاں آپ کی قدر ومنزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا، اور عالم ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالم بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں ”سراج منیر“ (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔
[مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی ، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی ، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی ، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری بریلوی ، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

ستمبر ۲۰۲۵ء — ربیع الاول ۱۴۴۷ھ

Issue No. 9 — شمارہ نمبر ۹

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی ، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں ۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں ۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ : جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس ، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ / سوداگران ، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر ، پبلیشر ، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ / سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا ۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

فرمانِ غوث اعظم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:

''دنیا والو! تمہیں خوش خبری ہو کہ صاحبِ علامت اور نبی خاتم (ﷺ) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔''

دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوش خبریاں آپ کی قدر ومنزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا، اور عالم ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالمِ بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں ''سراج منیر'' (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (ﷺ) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

[مولد النبی ﷺ]

قند مکرر

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تصنیف لطیف: حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی

ولادت مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری ابن علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور

تعارف مخطوطہ

عربوں میں نثری میلاد ناموں کی ایک روایت اب بھی موجود ہے، ماہ ربیع الاوّل میں یہ میلاد نامے ذوق وشوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں، ان میں حضرت سید جعفر بن حسن حسینی شافعی برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ میلاد نامہ سرفہرست ہے، پیش نظر رسالہ بھی ان ہی میلاد ناموں کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ اور ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ دستیاب مخطوطہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں قائم کنگ سعود یونیورسٹی کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری میں ۵۶۷۵ر کے تحت موجود ہے، اس کے آغاز میں کتاب کے بارے میں یوں تحریر کیا گیا ہے: مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ تَأْلِيفُ الْجيلَانِي عَبْدِ الْقَادِرِ بْنُ مُوسَى۔ كُتِبَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ عَشَرَ الْهِجْرِي - مَكْتَبَةُ جَامِعَةِ الْمَلِكُ سَعُودُ قِسْمُ الْمَخْطُوطَاتِ الرقم: ٥٦٧٥-٧١٨٥۔ العُنوَانُ: مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم المُؤلف : الجيلَانِى عَبْدِ الْقَادِرِ بنِ مُوسَى عدد الأوراق :

علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب نے ہی پیش نظر رسالے کا مخطوط نسخہ بھجوایا تھا اور پھر اُنھوں نے ہی اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی نہ صرف حاصل کیا بلکہ فوری طور پر ای میل کے ذریعے مجھے ارسال بھی کر دیا، یہ نسخہ مرکزجیلانی للبُحُوثِ العِلْمِيَّہ استنبول سے ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی الحسنی حفظہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے، اس رسالے کی پیشانی پر تحریر ہے: سِلْسِلَةُ كُتُبِ الشَّيْخ السَّيِّد الشَّرِيف عبدِ الْقَادِرِ الجيلاني۔ ہمارے پیش نظر مخطوطہ میں رسالے کا نام "مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم" ہے، جب کہ ڈاکٹر صاحب کے شائع کردہ رسالے کے سرورق پر "البُلبُل الصَّادِی بِمَولِدِ الهَادِی صَلَّى اللهُ عَليهِ وآله وسَلَّم" تحریر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے آیات واحادیث کی تخریج کے ساتھ انتہائی مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے، مگر انھوں نے نہ تو یہ وضاحت فرمائی کہ اُن کے پیش نظر مخطوطہ کہاں سے حاصل کیا گیا اور نہ ہی دیگر مخطوطات سے اس مخطوطے کا تقابل کیا گیا تھا، مگر پھر بھی عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبین غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا ہو گیا، اللہ تعالیٰ انھیں اس عظیم علمی اور روحانی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

راقم الحروف نے اپنی استطاعت کے مطابق عربی متن میں مخطوط اور مطبوع کا مقارنہ کیا، اس دوران حاشیہ میں ترکی سے طبع ہونے والے نسخہ کی نشان دہی (ت) کی گئی ہے، رسالے کی پیرا بندی کی گئی ہے اور علاماتِ ترقیم کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، ترجمہ کے دوران کہیں کہیں قوسین میں مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے، امید کی جاتی ہے کہ عرب ممالک میں قیام پذیر اہلِ محبت اس رسالے کے مزید مخطوطے تلاش کریں گے تا کہ ان مخطوطات کا تقابل کر کے مزید بہتر نسخہ تیار کیا جا سکے۔

نوٹ: اس کے بعد ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب نے مولودنگاری اور عربی ادب میں مخطوطہ کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا ہے جسے رسالہ کی تنگی داماں کے سبب حذف کرنا پڑا۔ فاروقی

اے وہ ذات! جس نے اپنی عظمت کے نقوش اپنے عرش کے پردوں میں ظاہر فرمائے اور اُس نے کتاب زیست کے ہر ورق پر اپنی فردانیت کے نقوش خوب صورت حروف سے ثبت فرمائے اور اُس نے اپنے ارادے اور احکام کے مخالفین کو اپنے قدرت والے (بے مثل) ہاتھوں کی گرفت اور قوت سے کچل کر رکھ دیا۔ تیرے لیے ہی حمد اور مسلسل سرمدی شکر ہے اُس بندے

کی طرف سے جس پر اُس کے رب کی نعمتوں کے بادل خوب برسے اور جسے اُس کے خالق و مالک نے اپنی نعمتوں اور اپنی عطا کے دریاؤں سے مالا مال فرمایا، بندہ (اپنے رب کی حمد و ثنا میں) کتنا بھی مبالغہ کرے اُسے اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے والے عاجز بندے کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے حمد کیے ہوئے رب کی حمد و ثنا کی حقیقت کو پا سکے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے استحقاق کے بغیر اپنی نعمتوں سے نوازا، اور اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں بندوں سے وعدہ لینے سے قبل اپنے بندۂ خاص پر اُس کے تمام امور میں ایسے لطیف طریقے سے کرم فرمایا کہ بندے کو بھی خبر نہ ہوئی۔

توحید و رسالت کی گواہی

اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو یکتا ہے اور لاشریک ہے، میں (تیری وحدانیت کے حوالے سے) غیب پر ایمان رکھنے والے مؤمن کی طرح گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی جو شک و شبہ سے خالی اور یقین کی بنیادوں پر استوار ہے اور دل سے ہر وہم اور شک کو دور کرنے والی ہے (اس گواہی کے ساتھ ہی) میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ تیرے وہ معظم و مکرم بندے ہیں؛ جن کے ذریعے تو نے کائنات کے خزانوں کے بند دروازے کھول دیئے اور تیرے ایسے رسول (ﷺ) ہیں کہ تو نے اُن کے طفیل جسے چاہا اُس پر مزید فضل و کرم فرمایا اور اُسے اپنی حفاظت عطا فرمائی، وہ تیرے ایسے نبی (ﷺ) ہیں کہ تو نے اُن کو عطا کی گئی قوتوں کے ساتھ ہر اُس شخص کی حفاظت اور مدد فرمائی، جس نے تجھ سے دستگیریوں کا سوال کیا، تمام مخلوقات سے قبل آپ ہی کی عزت افزائی کی گئی اور آپ ہی کو کائنات کی تخلیق بلکہ تخلیقی عمل سے بھی پہلے رسالت کے لیے چنا گیا، آپ وحی سے رہنمائی پانے والے، ازلی راز کے حامل اور غیبی امور کے امین ہیں اور آپ (قیامت کے دن) حمد کا پرچم تھامنے والے، عظمت کا جھنڈا گاڑنے والے، احکامِ قضا و قدر کی گواہی دینے والے ہیں، دنیا میں تعینات کے اولین انوار کا سب سے پہلے مشاہدہ کرنے والے، عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکم اور اپنی رسالت کا اظہار فرمانے والے ہیں۔

آپ عدل کا ترازو، فضل و کرم کی زبان، جود و سخا کو (قلوب و اذہان) میں راسخ کرنے والے، حکمتوں کا منبع، نعمتوں کا مرکز، شریعت کے حاکم اور احکامِ شریعت کو نافذ کرنے والے ہیں، کائنات کے حقیقی بادشاہ کی طرف سے اَمر کے مالک ہیں، کامیابی کے متلاشی پرندے کو پَر بخشنے والے ہیں، آپ نے اپنی عزت کی سلطنت اور اپنی سلطنت کی عزت میں منفرد اور نرالی شان حاصل کی تو دیگر (دنیوی) ممالک کے بادشاہ آپ کے جلال کی ہیبت کے سامنے جھک گئے، (دنیوی) ممالک کے حکام نے دل کی گہرائیوں سے آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے ہوئے آپ کی اطاعت اختیار کی، بلاغت کے پرندوں نے آپ کی جلوہ گاہ کا طواف کیا، علوم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت سے تقویت پائی، آپ نے اپنے غلبہ کی تلوار سے ہر اُس شخص کا سر قلم فرما دیا، جس نے آپ کی مخالفت کی اور جس نے آپ سے دُشمنی رکھی، دنیا میں آپ کی ہدایت اور آپ کی ملت کے انوار سے انسیت پیدا کرنے والے ہی آخرت میں قرب کے مقام پر فائز ہوں گے۔

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ہمارے سارے حواس آپ کے جمالِ جہاں آرا کے اَسیر ہیں اور زبانیں تو (اللہ تعالیٰ کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کو پکارنے کی رَوادار ہی نہیں ہیں اور کان (کلام الٰہی کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کا کلام سننے کے معاملے میں بہرے ہیں اور آنکھوں کو آپ کے جمالِ جہاں آرا کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا اور آپ سے ہی روایت سچی ہے ورنہ راوی جھوٹا ہے، آپ ہی کی طرف سفر وسیلۂ ظفر ہے، ورنہ سواریاں تیار ہی نہیں کی جاتیں اور اگر آپ نہ ہوتے تو ملکوت اعلیٰ میں: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ (۱) کی نوبت ہی نہ بجائی جاتی اور نہ ہی عالم بالا میں: وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (۲) کی روشنیاں پھیلتیں۔ آسمانوں میں: فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ (۳) کے پرچم لہرائے گئے تو آپ رب کے لیے سجدہ ریز ہو گئے، رنگ و نور کی

دنیا میں: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی ۔ (۴) کے جلوے جگمگائے اور دست قدرت نے آدم علیہ السلام کو کُن کی کان سے اس شان کے ساتھ ظہور بخشا کہ آپ اپنی عظمت کی چٹائی پر (شانِ عجز و نیاز کے ساتھ) تشریف فرما عزت کا تاج پہنے ہوئے تھے۔ ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں نے آپ کی طرف شدید حیرت سے دیکھا، عالم بالا کے خیمہ نشیں فرشتوں نے آپ کی طرف تعجب کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ فرشتوں کے لیے آپ کی صورت کی تحریر میں موجود رموز کے معانی منکشف نہ ہوئے۔ وہ آپ کی (بے مثل) بشریت کے پردے میں چھپے ہوئے حقائق کے اشارات نہ سمجھ سکے، اُن کی فصاحت آپ کی ذات میں پنہاں راز کے خزانے کو سمجھنے (اور تعبیر کرنے) سے قاصر تھی، یوں تقدیر نے فرشتوں پر: نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (۵) کے اپنے ہی دعوے کو ان ہی کے اعتراف: لَا عِلۡمَ لَنَآ۔ (۶) کے ذریعے پلٹ دیا، تب انہیں قدیم کی بارگاہ سے عزت کی زبان نے پکار کر کہا:

اے نور کے محلات والو! یہ ازلی ارادے کی سیاہی سے انسانی دنیا کی لوح تخلیق پر ٹپکنے والا پہلا قطرہ اور پہلا نقطہ ہے اور ربانی قضا وقدر کی کمان سے وجودی فضا کی طرف احدی ارادے کی قوت سے پھینکا جانے والا پہلا تیر ہے، بشری لشکروں کے آگے چلنے والی پہلی صورتوں کا پہلا ظہور ہے، آپ انبیا کے روحانی باپ اور اصفیا کا عنصر ہیں۔ آپ انشاء (تخلیق) کے حروف کی شکل ہیں، کتابِ ہستی کے کلمات کے نقطوں سے عبارت ہیں، کائنات اگر دھڑ ہے تو آپ اُس کی آنکھ کی پتلی ہیں، آپ (معراج کی شب) صلصالی عنصر (بشریت) (۷) سے بلندیوں (نورانیت کے اعلیٰ مقامات) کی طرف ترقی کا سفر طے کرتے گئے، فخر اور تکبر کے الاؤ سے مزید دور ہوتے گئے: حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ۔ (۸) کے ہاتھ نے آپ کا دامن تھام لیا اور: سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ۔ (۹) کی انگلیوں نے آپ کے عزت والے دامن پر گرفت مضبوط کی، تقدیر نے کہا: انہیں چھوڑ دو ان کا بلندیوں کی طرف پرواز کرنا ہمارے انتخاب کے پر سے ہے، آپ کا ناز، ہماری نشانیوں کے اضافے کے ساتھ ہے، معزز وہی ہے؛ جسے ہم نے چن لیا ہو، اور مکرم وہی ہے؛ جسے ہم نے عزت کے لیے منتخب کر لیا ہو۔

نورانیت مصطفیٰ ﷺ دوم

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی ذات اور آپ کا نور ملکوتی نشانیوں اور غیبی اشارات والا تھا، قبل ازیں آپ کرم کی خصوصیات سے آراستہ ہوئے، حتیٰ کہ یہ امر آپ کے عدم سے وجود کی طرف تشریف آوری کا سبب بنا، مصطفیٰ کریم ﷺ کے صدقے خیمۂ ہستی کے ستون قائم ہوئے اور آپ کی عظمت کے طفیل علوی (سماوی) اور سفلی (زمینی) کائنات ایک لڑی میں پروئی گئی۔ آپ کتابِ حکومت کے کلمہ کا راز ہیں، فعلِ خلق کے حروف کا معنی ہیں، نئی چیزوں کی تخلیق کے کاتب کا قلم ہیں، چشمِ جہان کی پتلی ہیں، نبوت کے ہار کا سب سے قیمتی موتی ہیں، تاجِ رسالت کا تابندہ ہیرا ہیں، گروہِ انبیا کے قائد ہیں، رسولوں کے لشکر کا ہراول دستہ ہیں، مقربین کے امام ہیں، آپ حسب و نسب کے اعتبار سے اولیٰ ہیں، کیوں کہ آپ اہلِ زمین کے سب سے عظیم روحانی باپ ہیں، نیز موجودات کی ایجاد میں قابلِ فخر اصل ہیں، آپ کا نور؛ حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوا اور اُن سے اس دنیا میں بہترین ذریت کی طرف بڑھا، یہ نور آپ کے دادا حضرت عبد المطلب (اور پھر آپ کے والدین کریمین) تک طیب پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا، آپ ﷺ ہی کی برکت سے یہ نسب ہر طرح کی کثافت اور قباحت سے پاک رہا، آپ کا نسب دنیا اور آخرت والوں کی عزت وکرامت کا باعث ہے۔

اعلانِ نبوت

آپ کو ڈھال اور خود (حفاظت الٰہیہ) کے ساتھ عظیم فرشتے (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے (لوگوں کی طرف) بھیجا گیا، آپ نے لوگوں کو اللہ کی طرف علیٰ وجہ البصیرت بلایا۔ (۱۰) دنیا کے چھوٹے بڑے نے آپ کی اطاعت قبول کی، آپ کے دعوت وتبلیغ کی طرف متوجہ ہوتے ہی (آپ کی سچائی کی) نشانیاں ظاہر ہوئیں، آپ کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی چھپے ہوئے معجزات ظاہر ہوئے، آپ فصحائے عرب کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی فصاحت کے بل بوتے پر انھیں اُن کی زبانوں کی

بلاغت بھلا دی، آپ کے اشارے کی عظمت کے سامنے فصحائے عرب کے معارف کی عقلیں سجدہ ریز ہوگئیں، آپ فصحائے عرب کے انکار اور اُن کی ہٹ دھرمیوں کے ہجوم میں نرالی شان و شوکت سے ظاہر ہوئے، آپ نے تمام فصحا کو: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ۔ (۱۱) کے ذریعے قرآن کی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔ آپ کے جوامع الکلم کے سامنے فراستوں کے سورج گہنا گئے، فصحائے عرب کے افکار کے چمکتے دمکتے چاند آپ کے حکمت بھرے کلمات کے سامنے ماند پڑ گئے۔

سفرِ معراج

اللہ رب العالمین کی طرف سے جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کو براق پر سوار کیا تا کہ وہ (اللہ کے حکم سے) آپ کو ازلی جلال کے جمال کا مشاہدہ کروائیں اور ابدی عزت کا نظارہ کروائیں، چنان چہ آپ ساتوں آسمانوں کو چیرتے چلے گئے، تب رات اپنے خیموں کو پھیلائے ہوئے اور انھیں آفاق میں سجائے ہوئے تھی، وہ وقت (آپ کے سفرِ معراج کی برکت سے) گلشن کی مسحور کن خوشبو سے بھی زیادہ معطر اور سپیدۂ سحر سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہو گیا۔ آپ کے لیے معراج کی رات اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ۔ (۱۲) کے ہاتھوں بساطِ کائنات کو لپیٹ دیا گیا۔ ''انھیں عزت و احترام سے لاؤ تا کہ میں انہیں اپنا قرب عطا کروں۔'' یہ حکم صادر ہوتے ہی فضاؤں کی وسعتیں سمٹ گئیں، آپ کے سامنے آسمانی امور لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ (۱۳) کی خوب صورت پوشاکوں کی صورت میں ظاہر کیے گئے، آپ کے سامنے کونین کے سربستہ راز بے نقاب کیے گئے، آپ کو دارین کے امور اور جن وانس کے علوم پر مطلع کیا گیا، آپ کو یہ سب کچھ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ (۱۴) کی مجلس میں عطا کیا گیا، جب آپ افقِ اعلیٰ میں تھے۔ (۱۵) تو رسولوں کے سردار آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے آئے، رسولوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آسمانوں کے دروازوں پر آپ کی تشریف آوری کا انتظار کریں، فرشتوں کے سردار آپ کی سواری کے سامنے (سرمستی اور سرشاری کے ساتھ) خادمانہ حیثیت سے اپنے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ کی طرف دوڑتے تھے، اُن کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ سے رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت اور آپ سے ہم کلامی کا سوال کیا تھا اور التجا کی تھی کہ اُن کی مشتاق آنکھوں کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے ذریعے ٹھنڈک اور اُن کے قلوب و اذہان کو آپ سے ہم کلامی کے ساتھ شادکامی بخشی جائے، پس ان فرشتوں کے علوم کی انتہا اور عقول کا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ آپ کے روئے روشن کی تابانیوں اور آپ کے لہجے کی حلاوت میں ڈوب گیا۔

جوں ہی آپ کے مبارک چہرے سے پھوٹتی نور کی کرنیں آسمان کے دروازوں سے ٹکرائیں تو سراپا نور فرشتوں کی آنکھیں اُن نوری کرنوں کے جلال سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اُن کرنوں کے جمال سے ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں، عالمِ بالا کے خیمہ نشینوں کی گردنیں چہرۂ والضحیٰ سے نکلتی نوری کرنوں کی ہیبت سے جھکتی چلی گئیں، نوری محلات کے رہنے والے بچھتے چلے گئے اور روحانی کروبیوں کی آنکھیں آپ کی عظمت کا عروج دیکھ کر حیرت سے پھیلتی چلی گئیں اور مقرب فرشتے صف بستہ کھڑے ہو گئے، حضائر القدس تسبیح کرنے والوں کی تسبیح سے گونج اُٹھے، وجد سے سرشار لوگوں کے انفاس سے پاکیزگی کے جہان جھوم اُٹھے، عرش اور کرسی آپ کی زیارت کی بدولت وَجد میں تھے، آپ کی آمد کی خوشی میں جنت کے باغات سج گئے تھے، سماوی دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے دُھوم مچ گئی تھی اور عالمِ بالا اس نعمت کی وجہ سے اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا، آسمانوں کے دروازے چمک اُٹھے اور سماوات روشنی سے بھر گئے۔

نبی مختار (ﷺ) کی چشم مبارک کے لیے سربستہ راز کھول دیے گئے تھے اور صاحبِ انوار ﷺ کے لیے پردے ہٹا دیے گئے تھے، روح الامین (خادم کی حیثیت سے) آپ کے آگے تھے، وہ آپ کو لے کر وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ (۱۶) کے دائرے تک پہنچے اور پھر آپ سے یوں عرض گزار ہوئے: اے کونین کے حبیب! آپ اپنی منفرد شان کے ساتھ اپنے رب کی ملاقات کے لیے تیار ہو جائیں۔ جبریل امین نے آپ کو نور کے ہالے میں چھوڑا اور خود پیچھے ہٹ گئے، ایڑیاں اُٹھا کر آگے دیکھنے

والا اپنی حد کے پاس رُک جاتا ہے، پس انبیا حرمت والے حرم کی حدود میں خدمت سرانجام دینے کے ارادے سے ایستادہ تھے، جب کہ ملائکہ جلال کی بلندیوں میں تعظیم کے قدموں پر کھڑے تھے، اور عشاق کی اَرواح اشواق کے مقامات پر اس شوق میں جھومتی رہیں کہ آپ کی واپسی پر آپ کی زیارت سے شادکام ہوسکیں، آپ کا سفر ایک ایسی جگہ تمام ہوا؛ جہاں لوحِ اعظم کے صفحات پر وحی کے قلم کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مقام دَنَا فَتَدَلّٰی۔ (۱۷) کی طرف اشواق کے پروں سے پرواز کی، آپ کو سراپا کرم میزبان نے قَابَ قَوْسَیْنِ۔ (۱۸) کے گلشن میں ٹھہرایا اور آپ کے لیے قرب یا اُس سے بھی زیادہ قرب کی چادریں بچھائی گئیں۔ (۱۹) آپ نے رب کریم جل جلالہ کی طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کی صدائے دل نواز سماعت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کی طرف سے سلام کو دل وجان سے قبول فرمایا، پھر آپ نے اپنے انقباض کو انبساط میں اور انسانی اندیشوں کو انسیت میں تبدیل کیا، نیز آپ نے، فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ (۲۰) کی عطاؤں کو دامن میں سمیٹا، پھر آپ پر، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ (۲۱) کے نظاروں کو عیاں کیا گیا، آپ نے سلام کا جواب دینا چاہا تو تقدیر نے آپ کے کلام سے پہلے آپ کا دہن مبارک کھولا اور اُس میں علم ازلی کے سمندر میں سے ایک قطرہ ٹپکا دیا، اس ایک قطرے کی بدولت آپ کو اولین وآخرین کا علم حاصل ہو گیا، تب آپ کے عظیم اخلاق اور وسیع جود وکرم کی زبان نے کہا: ’’یہ بارگاہ سراپا کرم نعمتوں کا مرکز اور رحمت کا سرچشمہ ہے، نیز فضل وکرم کی جگہ ہے، فتوت (سخاوت ومروت) کی بساط اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے، وفا اور دلبری کی کتاب میں احباب کے ساتھ مواسات میں تردد کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔‘‘

لٰہذا آپ نے (اپنی امت پر) اپنی فطری رحمت کے ساتھ شفقت فرمائی، آپ نے اپنی نیکی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے احباب کی تعریف فرمائی اور انھیں اپنے مرتبہ ومقام کی بزرگی میں سے کچھ حصہ عطا فرمایا، آپ نے اپنے احباب کو وہاں یاد رکھا جہاں ذاکر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، آپ اپنے منفرد مرتبہ ومقام کے باوجود اپنے احباب کو رب سے مناجات کے وقت نہیں بھولے، آپ رب کریم کے سلام کے جواب میں یوں گویا ہوئے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِیْنَ۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔‘‘

اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ عمل پسند آیا تو اُس نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا: اے سرداروں کے پیشوا! اے عزت والوں کے امام! مخلوق میں جلالت آپ ہی کے لیے ہے، (پیدائش میں) سب سے پہلے بھی اور (بعثت میں) سب سے بعد بھی آپ ہی ہیں، ظاہری اور باطنی طور پر بندوں میں اعزازات آپ ہی کو زیبا ہیں، مروت اور وفا کو آپ ہی پر ناز ہے، فتوت اور پاکیزگی آپ ہی پر بجتی ہے، کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ (۲۲) کیا ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتارا جس نے آپ کی مبارک پشت کو بوجھل کر رکھا تھا؟ کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند نہ کیا؟ کیا ہم نے ازل میں آپ کو تمام انبیا ومرسلین پر شرف عطا نہ فرمایا؟ کیا ہم نے آپ کو سرخ وسیاہ کی طرف نہ بھیجا؟ کیا ہم نے آپ کو اعلیٰ علیین میں عزت وکرامت کے لیے منتخب نہ کیا؟ کیا ہم نے عیسیٰ کو آپ کی بشارت دینے والا نہ بنایا؟ انھوں نے کہا تھا: ’’میں اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔‘‘ (۲۳) وہ کہتے تھے: رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ (۲۴) اے میرے رب میرے سینے کو وسعت عطا فرما۔‘‘

جب کہ آپ سے کہا جاتا ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ (۲۵) کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کیا؟‘‘ وہ کہتے تھے: رَبِّ اَرِنِیْ۔ (۲۶) اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا۔‘‘ اور آپ سے کہا جاتا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ۔ (۲۷) کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہ دیکھا؟‘‘ آپ دنیا میں اپنی اُمت پر گواہ ہیں اور آخرت میں وہی ہوگا جو آپ چاہیں گے، اگر آپ اپنی شریعت کے تمہیدی مرحلے سے فارغ ہوں تو دُعا میں محنت کریں اور اپنی اُمت کے معاملے میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ (۲۸)

اے کائنات کے سردار! آپ کو معراج کی رات ایک نورانی سواری رفرف آسمانوں پر لائی، قَابَ قَوْسَیْنِ۔ (۲۹) آپ کی مقدس وادی ہے فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ (۳۰) کے کلمات آپ کے لیے ایک ایسی بلبل کی مانند ہیں جو کانوں میں پسندیدہ نغموں کے ذریعے رس گھولتی ہے، ان کلمات کے ذریعے آپ کو وہ منزل عطا ہوئی؛ جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی تھی، یہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (۳۱) (دیدارِ الٰہی) کی منزل ہے، آپ انبیا کے دیوان میں (بعثت کے اعتبار سے) لکھا جانے والا آخری حرف ہیں، آپ، تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا۔ (۳۲) کے منشور میں لکھی جانے والی آخری سطر ہیں، آپ کا باطنی جمال افقِ اعلیٰ (۳۳) میں ظاہر تھا، آپ کے جمال کی پوشاکوں میں سے ایک لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ (۳۴) جیسی خلعت فاخرہ تھی، آپ کے طفیل کائنات کی مانگ کے لیے ایسا تاج بنایا گیا جو اپنی مثال خود آپ تھا (وہ سب کچھ دیگر انبیا کے لیے نیا تھا) جو اُنھوں نے اُس عظمت والی رات میں دیکھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی، قبل ازیں کسی نبی نے قَابَ قَوْسَیْنِ۔ (۳۵) (قربِ الٰہی) کے گلشن کے جھونکوں میں سے ایک جھونکا بھی نہ پایا اور نہ ہی اُن میں سے کسی ایک کو بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ کہا گیا تھا، کبھی اَوْ اَدْنٰی کے (۳۶) حجاب کے پاس رک گئے، فقط دَنَا فَتَدَلّٰی۔ (۳۷) کی شان والے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور آپ کے لیے کائنات کے سربستہ راز لَقَدْ رَاٰی۔ (۳۸) کی خلعتوں کی صورت میں اجاگر کیے گئے، آپ نے ان حقائق کی طرف محویت سے نہیں بلکہ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ۔ (۳۹) کے ادب سے آراستہ ہوکر دیکھا، آپ کو ارشاد ہوا: اے خاتم الرسل! آپ کائنات کے جسم کی روح ہیں، آپ گلشنِ حیات کا پھول ہیں، آپ دارین کا چشمۂ حیات ہیں، آپ ہی کے لیے وحی کے سلسلے منظم کیے گئے، آپ ہی کے مشامِ جان پر لطف و کرم کی قدیم ہواؤں کے جھونکے چلے، آپ ہی کے لیے تقدیر نے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ (۴۰) کا پرچم گاڑا۔

ملکوتِ اعلیٰ کی فضائیں آپ کی نعت کی خوشبو سے معطر ہوئیں، شریعت کا چراغ آپ کو عطا کیے گئے علوم کے نور سے روشن ہوا، آپ کے روشن کلمات کی تابانیوں سے حکمتوں کے آسمان چمک اُٹھے تمام انبیا (معراج کی رات) آپ کی عظمت کا نظارہ کرتے ہوئے آپ کے پیچھے کھڑے تھے، تقدیر کے منادی نے پکار کر کہا:

''اے کائنات کی سب سے بڑی سعادت (حاصل کرنے) والو! اور مخلوق پر حجت (قائم کرنے) والو! یہ (محبوب آج) بلندیوں کی معراج پر ہے، یہ روشنیوں میں سورج ہیں، آپ نبوت کے تاج کا گوہر تابدار ہیں۔''

تب محبت اور محبوب کے درمیان براہِ راست مکالمات ہوئے قرب کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز محبوب نے اپنے رب سے کہا:

''تیری نعمت کے دائرے میں رہنے والا تیری عصمت کے حصار سے شادکام ہے، تیرے عہد کی آغوش میں پرورش پانے والا تیرے کرم کی گود میں ہے، تیرے لطف و عنایت کی غذا پانے والا تیری مسلسل نعمتوں کی برسات سے دنگ رہ گیا ہے، اُس کی زبان فرطِ تعجب سے گنگ ہے، اُس کی آنکھ تیری لگاتار نعمتوں کے نظارے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہے، تو اُس کی زبان سے گرہ کھول دے، اور اُس کے بیان سے پردے ہٹا دے اور اُس کے دل کی قوتوں کو مزید حوصلہ عطا فرما دے۔''

تب آپ کو آپ کے عزت و عظمت اور عظیم عطا والے رب نے یوں جواب دیا:

''ہم نے آپ سے جلال کے پردے ہٹا دیئے اور آپ پر کمال کی صفات واضح کر دیں تاکہ آپ وہ کچھ دیکھ سکیں جو کبریائی کی چادر کے پیچھے ہے اور اس اُمر کا نظارہ کریں جو عظمت سے بلند تر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہم نے آپ کے قلبِ اطہر کو حکمت و دانش کا گھر بنا دیا اور آپ کی زبان کو فصاحت سے آراستہ کر دیا، آپ کے عنصر کو بلاغت کا سرچشمہ بنا دیا، جب آپ آسمانی سیر کے سفر سے واپسی اختیار کریں تو میرے بندوں کو خبر دیں کہ میں بہت بخشنے والا ہوں اور

قند مکرر

نہایت رحم کرنے والا ہوں۔(۴۱)اور میری مخلوق کو یہ خبر بھی پہنچادیں: میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور اُس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔“(۴۲)

رب کریم کے اس فرمان کے بعد رسول کریم (علیہ الصلاۃ والتسلیم) نے اپنی مبارک زبان سے یہ کلمات حمد وثنا ارشاد فرمائے: جیسے تو نے خود اپنی ثنا ذکر فرمائی ہے میں اُس طرح تیری حمد وثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا۔(۴۳) پھر آپ اس حال میں واپس ہوئے کہ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔(۴۴) کا چاند آپ کی دونوں چشمانِ مبارک کے سامنے تھا، فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی ۔(۴۵) کی بشارت آپ کے کانوں اور قلب اطہر میں رس گھول رہی تھی، آپ کی محبت سے سرشار فرشتوں کے سردار آپ کے نقوشِ پا پر اپنی پیشانیاں رکھ رہے تھے، جب کہ جبریل امین آپ کے سامنے (نیازمندی سے) آپ کے ناز کے پردے اُٹھائے ہوئے تھے، حضرت آدم علیہ السلام آپ کی عظمت کے پرچم اُٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی محبوبیت کے جھنڈے لگا رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو رب العزت کی بارگاہ کی طرف (نمازوں میں کمی کے لیے) بار بار لوٹا رہے تھے تاکہ (رب کریم کے مشاہدے سے شادکام ہونے والی آپ کی آنکھوں کو) بار بار دیکھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ زمین والوں کے درمیان آسمان پر قاب قوسین کے مرتبے پر فائز ہونے والی ہستی کی عزت وتکریم کا چرچا کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے (رب کریم کی طرف سے) ایک منادی اعلان کررہا تھا: یہ ہمارا انعام ہے۔(۴۶) اور وہ عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ۔(۴۷) کے نغمے بکھیر رہا تھا۔

آپ کی عظمت کا تاج مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔(۴۸) ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ ۔(۴۹) آپ کی پوشاک کا حسن وجمال ہے، آپ کو عزت وعظمت بخشنے والے رب نے کائنات کے سارے طبقات میں آپ کی تکریم کے لیے یہ اعلان فرمادیا: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔(۵۰) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر، اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب اور ذات مبارک کی طہارت

آپ کا نسب شریف سارے انساب سے پاکیزہ تر ہے، آپ بہترین اصل سے ہیں، آپ انتہائی پاکیزہ عنصر سے ہیں، بہت ہی فضیلت والی طاہر اصل سے ہیں، احساب میں آپ کا حسب سب سے زیادہ باعزت ہے، انتہائی پاکیزہ طبیعت والے ہیں، بنونجار کے عزت والے (ننھیالی) گھرانے سے ہیں اور کامل ترین اور ظاہر عزت والے ہیں، کبھی کبھار اصل (ماں باپ) اپنی فرع (اولاد) کے سبب عزت پاتے ہیں اور کبھی قدیم مال نئے مال پر فخر کرتا ہے (یعنی انبیائے سابقین بعد میں آنے والے رحمت عالم پر فخر کرتے تھے) یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ کی عزت وعظمت آبا واجداد کے لیے بھی عزت کا سبب بنی اور اولاد کے لیے بھی اور آپ کی برکت زندوں اور انتقال کر جانے والوں کو بھی حاصل ہوئی، آپ پر پہلے والوں نے بھی فخر کیا اور بعد والوں نے بھی، آپ کی وجہ سے درمیان والے اور کنارے والے (قریبی) بھی شرف یاب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب واضح دلائل والا اور آپ کا گھرانہ معزز ترین گھرانہ اور آپ کی آل انتہائی معزز ومکرم آل ہے، اہل بیت کے لیے آپ کی نسبت کے طفیل عزت ووقار ثابت ہے۔

زمین میں آپ کا اسم گرامی (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آسمان میں (سیدنا) احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) محبوب ترین اسما میں سے ہے، آپ خاتم النبیین اور تمام رسولوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اُس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت والے اور سب لوگوں سے بڑھ کر قدر و منزلت والے ہیں، قارئین کرام! بارگاہِ رسالت مآب میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیجیے۔

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت عجائبات کا ظہور

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ماہِ رجب میں جمعہ کی شب میں

اُمید سے ہوئیں، آپ کی وجہ سے والدہ محترمہ کو نہ بوجھل پن محسوس ہوا، نہ آپ پر تھکاوٹ طاری ہوئی، ان ایام میں عجائب کا ظہور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منفرد شان کی بہترین دلیل ہے، آپ کے لیے جنتوں کو آراستہ کیا گیا اور کائنات نے آپ کی آمد کی خوشی منائی، آپ کی آمد پر دوزخ کے دروازے بند کر دیے گئے، شیطان کی دلیل شرمندگی سے دو چار ہوئی، بتوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گر گئے، تاریکیوں کو روشنی ملی، افلاک روشن ہوئے اور فرشتوں نے تسبیح کے ساتھ دھوم مچا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:

''دنیا والو! تمہیں خوش خبری ہو کہ صاحبِ علامت اور نبی خاتم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔''

دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوش خبریاں آپ کی قدر و منزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا اور عالمِ ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالمِ بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں ''سراج منیر'' (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ تھا اور دوسری طرف آپ کی ولادت کے وقت فرشتے آپ کے استقبال کے لیے صف بستہ تھے اور انبیا کی روحیں آپ کے جمالِ جہاں آرا کے جلوے سمیٹنے کے لیے حاضر تھیں، اس زمینی سورج کے طلوع ہونے پر آسمانی سورج چھپ گیا، مدنی چاند کے طلوع ہوتے ہی سماوی ستارے احتراماً ڈوب گئے، شہابی ستارے مکی آفتاب کے طلوع ہوتے ہی بجھ گئے، ساری روشنیاں محمدی نور کے سامنے ماند پڑ گئیں، آپ کی عظمت آپ کے حسن و جمال کی کرسی پر ظاہر کی گئی اور آپ اس دنیا میں تشریف لائے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

◆◆◆

ص ۴۴ کا بقیہ ....

عرض کیا کہ ہم خود بت کو نہیں گرائیں گے، البتہ ان کے گرانے کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب تمہارے ساتھ کسی کو بھیجوں گا جو یہ کام انجام دے گا۔ اس وفد کے روانہ ہونے کے بعد، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ان کے پیچھے ایک وفد روانہ فرمایا، جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب بھی شامل تھے۔

ان لوگوں نے ''لات'' کو منہدم کرنا شروع کیا تو قبیلۂ ثقیف کی عورتیں ننگے سر گھروں سے باہر نکل آئیں، آہ و بکا کرنے لگیں اور اشعار پڑھتے ہوئے واویلا کرنے لگیں، جب حضرت مغیرہ بن شعبہ کلہاڑی سے بت پر ضرب لگاتے تو حضرت ابوسفیان کہتے جاتے: واها لك واها لك! یعنی افسوس! افسوس! ہائے لات! آہ لات۔ [سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۲۷]

اس سے ان کا مقصد بت کا تمسخر اڑانا اور ان عورتوں کی نقل اتارنا تھا جو اس موقع پر رو پیٹ رہی تھیں۔ ابن سعد اپنی ''طبقات'' میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اس طرح ثقیف کے تمام افراد کے دلوں میں اسلام داخل ہو گیا اور میں نے عرب میں کوئی ایسا قبیلہ یا کسی باپ کی اولاد ایسی نہیں دیکھی جن کا اسلام اتنا مضبوط، عقیدہ اتنا خالص اور پاک ہو جتنا قبیلۂ ثقیف کا تھا۔ [طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۷۸، بحوالہ فقہ السیرۃ ص ۶۰۲-۶۰۵، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور]

خلاصۂ کلام: قرآن مجید، احادیثِ کریمہ، آثار و روایات سے یہ امر بالیقین ثابت ہے کہ حضور پُرنور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے ''ماحی'' یعنی کفر و شرک کو مٹانے والا، بشیر و نذیر اور ہادی و منجی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور توحید کی روشنی کو چہار سو پھیلا دیا۔

◆◆◆

از رشحات قلم: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شریعت کی روشنی میں

میرا آج کا یہ موضوع قدرے تطویل طلب ہے، لیکن! میں اس موضوع کے دو اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے پر ہی اکتفا کروں گا، پہلا جشن عید میلاد النبی ﷺ کی تاریخی حیثیت؛ دوسرا جشن عید میلاد النبی ﷺ کا حکم شریعت کی روشنی میں۔

ہم کو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ باشندگانِ مکہ اگلے زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر دہراتے اور بنی ہاشم کے محلہ میں واقع اُس گھر کا طواف کرتے، جس میں حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی، جیسے بے کسی خاص اہتمام کے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مبارک پیدائش کا ذکر فرمایا، یوں ہی یہ کرتے رہے، اُس وقت تک خاص اہتمام کا لحاظ نہ تھا، ان حضرات کی توجہ تمام تر جہاد کی طرف تھی، اُس وقت تک انہیں کوئی موقع بھی ایسا نہ ملا تھا، الاھم فالاھم۔ پر وہ عامل تھے۔

ملاحظہ ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مقدس کس قدر اہم تھی، مگر اُس سے زیادہ اہم فیصلہ جانشینی کا تھا، جب اُس سے فارغ ہوئے تو تدفین فرمائی۔ پہلے اس طرح جماعت سے تراویح کا معمول نہ تھا، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ اچھی بات اُن کے عمل میں آئی، جس کی تعریف حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائی کہ فرمایا: نعمت البدعة هذه أو كما قال رضی الله تعالٰی عنه ثم عنا۔

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، ہر امر کے لیے ایک ساعت ہے، کل امر مرھون بوقتہ کوئی اچھی بات یہ کہہ کر رد نہیں کی جاسکتی کہ یہ اچھی ہوتی تو ہم سے اچھوں نے کیوں نہ کی، یہ اچھی ہوتی تو ان اچھوں نے اس اچھے عہد میں کی ہوتی، کسی نو پیدا بری بات بدامر کو بد بتلانے پر کسی عاقل کے نزدیک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ برا ہوتا تو ان اچھوں نے اسے برا کہا ہوتا۔ بتاؤ قرآن وحدیث میں اس خاص کو کہاں بُرا کہا ہے۔ اُن حضرات نے تو اس برائی کے روکنے کو کوئی بھی اہتمام نہ کیا۔ اس کے رد کا خاص اہتمام اچھا ہوتا تو وہ کرتے۔ انہوں نے نہیں کیا تو اب یہ اہتمام خاص بدعت ہے۔

خلفائے راشدین کے دور کے بعد محمد بیرونی کے دور میں، مروانی عہد میں، پھر اور معتصم؛ بنی امیہ کے زمانے میں، حجاج بن یوسف کے زمانہ حکومت میں، بنو قرامطہ کے دور میں؛ ادھر توجہ نہ ہوئی، یوں ہی مشہور ماہر بھی ایسے ماحول سے گزرتے رہے، ادھر توجہ نہ کرسکے، پھر جب فاطمیین مصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے چار جشن خاص اہتمام سے منائے:

(۱) جشن عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

(۲) جشن میلاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۳) جشن میلاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

(۴) جشن میلاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

فاطمی اپنے عہد حکومت میں چاروں جشن خوب دھوم دھام سے مناتے رہے، اس میں لوگوں نے گانا بجانا بھی کرلیا، جب فاطمیوں کے خلیفہ مستکفی باللہ کا زمانہ آیا تو اُس کی فوج کا سپہ سالار، خلیفہ کا وزیر اوّل بدر الجمالی نے یہ جشن منانا ممنوع قرار دیا، لیکن عوام تاہم اپنے گھروں میں خفیہ طور سے جشن مناتے رہے، خلیفہ کو جب یہ خبر ملی کہ اُس کے وزیر نے اُس کے آباواجداد کا جشن منانا ممنوع قرار دیا ہے، تو اُس نے اس حکم کی مخالفت کی اور پھر سے جشن منانے کا حکم صادر کیا۔

بدر الجمالی کے بعد آنے والے وزیر کے زمانے میں جشن پھر منایا جانے لگا، فاطمیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا زمانہ آیا، اس بادشاہ نے بھی بدر الجمالی کی طرح ممنوع قرار دیا، ان لوگوں کا ممنوع قرار دینا اُن ناجائز امور

قند مکرر

کے سبب تھا، اس لیے نہیں کہ معاذ اللہ وہ اسے بدعت سیئہ سمجھتے تھے، دیکھیے سلطان کی ممانعت تھی، مگر ان کے امیر ''اربل'' جشن مذکور بڑی شان وشوکت سے مناتے تھے، انہوں نے اس جشن کو جو اہتمام بخشا اُس کی نظیر ان سے پہلے تاریخ میں کہیں نہیں ملتی، اس لیے اکثر تاریخ دانوں کا یہ کہنا ہے کہ امیر اربل ہی وہ پہلا شخص ہے، جس نے اس جشن کو بے نظیر زینت بخشی۔

سنا جاتا ہے کہ جب ابن دحیہ نامی ایک مشہور عالم کا گزر اس جشن کی طرف سے ہوا، تو انہوں نے نہ صرف اس جشن کو جائز قرار دیا، بلکہ اس کے بارے میں ایک جلیل القدر کتاب بھی لکھی، جس کا نام انہوں نے ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' رکھا، اس کتاب پر امیر مذکور نے اُن کو ہزار دینار انعام بھی دیئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا زمانہ گیا اور ممالیک (غلام بادشاہوں) کا زمانہ آیا، اس عہد میں بھی لوگ جشن دھوم دھام سے مناتے رہے، اس عہد کے جن بادشاہوں نے جشن کو امتیازی شان بخشی، ان میں قاتیبائی نامی بادشاہ کا نام سرفہرست ہے، چنانچہ اُس نے محض اسی غرض سے ایک بڑا پنڈال بنوایا، جس کا نام اُس نے ''سرادق اشرفی''، یعنی ''اشرفی پنڈال'' رکھا، اس پنڈال پر چھتیس ہزار دینار لاگت آئی۔ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ سے لے کر ۱۲؍ ربیع الاوّل تک یہاں بڑی چہل پہل رہتی تھی، علما، امرا اور ہر جگہ کے لوگ یہاں جمع ہوتے تھے اور ایک بے نظیر جشن کا منظر ہوتا تھا۔

سلطان غوری بھی اپنے عہد حکومت میں سلطان اشرف قاتیبائی کی روش پر چلتا رہا، آخر کار سلطان غوری مغلوب ہوا اور سلطان سلیم مصر کا بادشاہ ٹھہرا، اس بادشاہ نے اپنے زمانہ میں مذکورہ بالا پنڈال کو بیچ دیا، لیکن اس کے باوجود سلطان سلیم جشن بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا۔[۱]

غرضیکہ اسی طرح حکومتیں بدلتی رہیں، مگر جشن بے روک ٹوک منایا جاتا رہا، حتیٰ کہ فرانسیسی بادشاہ نپولین کے زمانہ میں بھی! یہاں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ بعض حکومتوں نے جشن میں ایک اچھا طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ جشن کے روز شراب پینا ممنوع قرار دیا۔

حالاں کہ شہر قاہرہ غیر مسلم اجنبیوں سے بھرا ہوا تھا، اسی طرح بعض دوسری حکومتوں نے ایک دوسرا اچھا طریقہ اختیار کیا، وہ یہ کہ علما و واعظین مقرر کیے گئے، جو عوام کو مسجدوں اور مختلف جگہوں پر دین کی باتیں سکھاتے اور اُن کو سنت و بدعت کا فرق بتاتے اور جن سنتوں سے عوام ناواقف ہوتے؛ اُن سے اُن کو آشنا کرتے تھے۔

یہاں تک تو یہ معلوم ہوا کہ جشن کی ابتدا کیسے ہوئی اور کس طرح ہر زمانے کے لوگ جشن مناتے رہے، اب رہا شریعت کا حکم تو علمائے اہل سنت اس کو جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد''، لکھی، جس میں انہوں نے کہا کہ: اس جشن کی اصل دین میں ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے، جب آپ نے ان لوگوں سے اس روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اسی دن خدا نے اپنے نبی کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی، لہٰذا ہم اُن کے نجات پانے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم زیادہ حق دار ہیں کہ یہ خوشی منائیں۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔

علامہ سیوطی نے فرمایا کہ: جب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے تو سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔

علامہ شاطبی نے اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں فرمایا کہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیئہ۔ آپ نے دونوں قسموں کا فرق بیان کیا اور تاج الدین فاکہانی کی دلیلوں کا رَد کیا۔ تفصیل کے لیے ''الاعتصام'' دیکھئے۔

علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں سیر حاصل بحث کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ جشن میں اگر لوگوں کو شعاراتِ دینیہ کی تعلیم دی جائے اور خدا کا شکر ادا کیا جائے تو اُس کے جائز و مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر اس کے برعکس محرمات کا مظاہرہ کیا جائے تو اُن محرمات پر اشتمال کی وجہ سے ناجائز ہونے

---

[۱] قولہ: مناتا تھا... الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان سلیم نے اس پنڈال کو اپنے حریف کی یادگار ہونے کی وجہ سے تڑوایا اور جشن سے اس کو کچھ مخالفت نہ تھی، لہٰذا تناقض نہ رہا۔

میں کوئی کلام نہیں۔ امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں فرمایا کہ: ہر وہ فعل[1] جو سنت کے مخالف ہو یا شریعت کے کسی حکم کے اُٹھ جانے کا باعث ہو وہ بدعت سیئہ ہے، اس کے برعکس جو فعل نہ کسی سنت کے مخالف ہو اور نہ کسی شرعی حکم کے اُٹھ جانے کا باعث ہو وہ فعل بدعت سیئہ نہیں ہو سکتا وہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔

خود صحابہ و تابعین نے بہت سی بدعتیں نکالیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت مستمرہ کے بارے میں فرمایا: نعمت البدعة هٰذه۔ (یہ اچھی بدعت ہے) حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں باجماعت مستمرہ تراویح نہ پڑھی گئی، آج کل لوگ میزوں پر کھاتے ہیں اور کھانے میں چمچوں وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں یہ سب بدعت ہے، مگر علما نے اس کے باوجود ان چیزوں کا استعمال ناجائز قرار نہ دیا: ما راه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کامل کی شرط اوّل ہے؛ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا، ان کی یاد سے دل کا معمور ہونا، عظمت کے ساتھ اُن کا ذکر کرنا، تقویٰ اور ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس قدر بھی تعظیم کریں پھر بھی ہم حق رسالت مآب کی ادائیگی سے عاجز ہیں۔

بہر حال انسانیت کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو قربانیاں پیش کیں اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف ہم مسلمانوں بلکہ بلاتفریق مذہب وملت ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرے اور ہر شخص سے زیادہ آپ کی تعظیم کرے۔

اظہارِ محبت کے باب میں مجھے مسلم حضرات سے یہ عرض کرنا ہے کہ: ہم کو چاہیے کہ ہم وارفتگی شوق میں شریعت کی حدوں سے باہر نہ نکل جائیں، جب ہم اظہارِ محبت کریں تو یہ ضروری ہے کہ ہم کو شریعت مطہرہ کا ادب ملحوظ ہو۔ ہر عمل کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں؛ پہلا ظاہری دوسرا باطنی۔ باطنی پہلو یہ ہے کہ کسی کام کے انجام دینے کے وقت ہماری نیت اچھی ہو۔ لیکن اگر عمل شریعت کے مخالف ہو تو محض حسن نیت کافی نہیں، بلکہ حسن نیت کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ عمل شریعت کے موافق ہو۔ اسی طرح اگر عمل شریعت کے موافق ہو اور حسن نیت نہ ہو، تو حسن نیت کا فقدان عملی یہ ہے کہ ایسا عمل شرفِ قبول سے محروم رہتا ہے۔

جشن عید میلاد النبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کا ایک اچھا طریقہ ہے، ہمارا آج کا موضوع بھی یہی ہے، یہاں میں ایک بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ان جشنوں کی ممانعت جس نے کی؛ ناجائز امور کی بنا پر کی، وہابیہ کی طرح مطلق ممانعت اور اُسے شرک و بدعت سمجھ کر نہیں کی، انہیں ان جشنوں کو روکنا نہ تھا؛ بلکہ ان ناجائز امور کو روکنا تھا جو ان میں کیے جا رہے تھے۔ اُن کی ممانعت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ پاک طریقہ سے بھی اس امر مستحب کو نہ کریں، بلکہ اُن کا مطلب اُس طریقہ نامرضیہ کا چھڑانا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اگر اس جشن میں عوام کو اسلام کی اہمیت بتائی جائے، اُن کو احکامِ شریعت سے آشنا کیا جائے تاکہ وہ شریعت کو مشعلِ راہ بنا سکیں اور اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کر سکیں، تو یہ جشن نہ صرف جائز بلکہ مندوب و مرغوب؛ شرع کا مطلوب اور بہت خوب ہے۔

ہمارا آج کا موضوع جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، چوں کہ اس موضوع میں حکم شریعت کا بیان مقصود ہے؛ لہٰذا میں اسی

---

[1] اگر ہر بدعت سیئہ ہو تو سب سے پہلے صحابہ و تابعین بدعتی ٹھہریں گے، اس لیے کہ ان حضرات نے بھی بہت سے ایسے کام کئے جو رسول کے زمانہ میں نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمر جن کی دین داری اور عدل و انصاف شہرۂ آفاق ہیں؛ اُن کو بھی بدعتی کہنا پڑے گا۔ اس لیے کہ آپ نے تراویح کی جماعت مستمرہ قائم فرما کر اس کے بارے میں فرمایا: نعمت البدعة هٰذه - یہ اچھی بدعت ہے۔'' حالاں کہ تراویح باجماعت مستمرہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھی۔

ہم قارئین حضرات کی توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا جملہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اگر عقل سے کام لیا جائے تو حضرت رضی اللہ عنہ کی اس بات ہی سے بدعت کی تقسیم کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ رفاعہ رافع طہطاوی نے اپنی کتاب ''نهاية الايجاز في سيرة ساكنة الحجاز'' میں فرمایا کہ بدعت کی کئی قسمیں ہیں۔ کبھی تو بدعت واجب کے درجہ میں ہوتی ہے۔ کبھی مندوب و مباح ہوتی ہے اور کبھی مکروہ و حرام۔ انہوں نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ عید میلاد منانا بدعت حسنہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہے، خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، میری نظر میں یہی صواب ہے، واللہ اعلم اھ، کلام الاستاذ محمد البنا، ۱۲ منہ۔

پر بس کروں گا، اس لیے کہ یہ مسئلہ مزید غور و تامل کا طلب گار نہیں، جیسا کہ مجھے اپنے مطالعہ سے واضح ہوا ہے۔

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سب سے پہلے حضرت علی اور موسیٰ نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منایا اور حضور نے اُس پر کچھ نہ فرمایا۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خود عقیقہ کیا؛ حالاں کہ آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے بھی آپ کا عقیقہ کیا تھا، گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام اپنی مبارک پیدائش ور سالت پر اظہارِ شکر کے لیے انجام دیا، امام جزری نے روایت کی کہ ابولہب کو جب خواب میں دیکھا گیا تو اس کا حال دریافت کیا گیا، اُس نے جواب دیا کہ میں جہنم میں ہوں، مگر ہر پیر کے دن عذاب کم کر دیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ میری باندی ثویبہ نے جب مجھے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیدائش کی خوش خبری دی تھی تو اُسے میں نے فرطِ مسرت میں آزاد کر دیا تھا۔

امام جزری جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جشن پر قیاس کرتے ہیں اور اُس کو مستحب بتاتے ہیں، آپ کے نزدیک مولد نبوی شریف ''بدعت حسنہ'' ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر امر بدعت سیئہ نہیں ہوتا۔ علامہ عز بن عبد السلام نے بھی بدعت پر پانچ احکام جاری کیے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہوتی اور مولد نبوی شریف کا شمار بدعت حسنہ میں ہے، بہر حال اس جشن کے منانے میں کوئی قباحت نہیں۔ شریعت کا پورا پورا الحاظ کیا جائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے جانے پر خدا کا شکر ادا کیا جائے، عوام کو مسائل شرعیہ سے آشنا کیا جائے۔ ان کو نیک اعمال کی ترغیب دی جائے۔ محرمات سے بچنے کو کہا جائے۔ خدائے پاک سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔ ہمارے دلوں میں حق کی محبت رکھے؛ ہمیں اجتنابِ باطل کی توفیق دے۔ ہمارے دلوں کو ایمان کی روشنی سے جگمگا تا رکھے، آمین بجاہ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

برملا یقین سے کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی آپ کے پیدا ہونے سے پہلے بھی منائی جاتی تھی، چناں چہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

''وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ (قرآنِ حکیم، سورۃ الصّف، آیت نمبر ٦) یعنی اے رسول یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توارت کی تصدیق کرتا ہوں اور تم کو آنے والے رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جن کا اسم گرامی احمد ہے۔''

حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضور کی پیدائش کی خوش خبری دینا اس لیے تھا کہ لوگوں کو حضور کی ذات گرامی کی اہمیت معلوم ہو اور وہ آپ کی ولادت باسعادت کی قدر جانیں؛ ورنہ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی خوش خبری دینے کے کیا معنی؟

خادم کہتا ہے کہ یہ جشن مبارک اُس دل کا تقاضا ہے جو ہر وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد سے معمور رہتا ہے اور ایک عاشق اپنے دل کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے مجبور ہے، یہ سب جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایمانِ کامل کی شرطِ اوّل ہے۔ اس جشن کا مقصد صرف اتنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اظہار شریعت کی حدود میں ہو، لہٰذا اس جشن کے مستحسن ہونے میں کچھ شک نہیں۔

میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ کلمہ ''جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' سے مراد کیا ہے؟ اور اس جشن منانے کا کیا مقصد ہے؟ اگر یہ مقصد ہے کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو احکام شریعت سے آشنا کیا جائے، اُن کی توجہ دین کی طرف مبذول کرائی جائے، اُن کو یہ بتایا جائے کہ بتقضائے محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا فرض ہے کہ وہ اس دین کی حمایت کریں ورنہ محض دعوئ محبت کافی نہ ہو گا، ہر مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر صاحب انصاف و بقیہ ص ۴۹ پر

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

پیغمبر اسلام کی ہجرت! احوال وکوائف

ادارِیــــــہ

تاریخِ اسلام میں ہجرتِ رسول ایک انقلاب آفریں موڑ ہے، جس کے بعد اسلام شاہراہِ ترقی پر گام زن ہو گیا اور یکے بعد دیگرے فتوحاتِ اسلامیہ کا وہ سلسلۂ زرّیں شروع ہوا جسے دیکھ کر اقوامِ عالم کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے قیصر و کسریٰ جیسی ناقابلِ تسخیر تصور کی جانے والی سلطنتوں پر اسلامی پرچم اپنی سرمدی شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

ہجرتِ رسول اسے جہاں ہمیں اسلام کی خاطر پیہم مصیبتوں کا بار برداشت کرنے کا درس ملتا ہے، وہیں حضور اسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مثالی عشق کا سبق بھی ملتا ہے، جس نے کسی موڑ پر انھیں رسول اکے لیے اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے منحرف نہ ہونے دیا اور نا ہی جادۂ عشق سے سرمو بھٹکنے دیا۔

آج ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ہر گوشہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر ہر کردار ہمارے ذہن و فکر کے نہاں خانوں میں رچا بسا ہوتا کہ اس پرفتن دور میں بھی اس کی پرنور شعاؤں کے سہارے ہم اپنا دین، دُنیا دونوں کامیاب و کامران بنا سکیں۔

شمعِ اسلام اور ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنیں مکہ کی پہاڑیوں سے نکل کر مدینہ کے افق تک پہنچ گئی تھیں، مدینہ میں بھی ایک بڑی جماعت اسلام کی آغوش میں آ چکی تھی، لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام کے تعلق سے اہلِ مکہ کی جفا کاری و شرکشی کا اب بھی وہی حال تھا، رؤسائے مکہ جو اسلام کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ تھے، اب تلک ضلالت و گمراہی کو گلے لگائے ہوئے تھے بلکہ اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر ان کا جنون عداوت اور بھی زیادہ جوش مارنے لگا تھا، جس کا غبار انھوں نے غریب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کر کے نکالنا شروع کر دیا تھا۔

ہجرت کا عزم اور انصار کا عہد و پیمان

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض منصبی صرف چند انسانوں کو خالق کائنات کی معرفت عطا کرنا نہ تھا بلکہ سارے جہان کو اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے جھکانا اور خانۂ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کرنا تھا اور یہ اہم فریضہ اب مکہ میں رہ کر پورا کرنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا، اعلان نبوت کو اب تیرہ سال ہو چکے تھے، اس تیرہ سال کی جانکاہ محنت اور نوع بنوع اذیتوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی اب تک صرف چند اہل مکہ مسلمان ہوئے تھے، اس لیے دین فطرت کو اب مزید آزادی اور وسعت کے ساتھ پھیلانے کے لیے کسی پرامن مقام کی شدید ضرورت تھی۔

راحت کی بات یہ تھی کہ اوس و خزرج کے قبول اسلام کے سبب مدینہ میں اسلام کی ایک پشت پناہ جماعت پیدا ہو چکی تھی جو اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام اور پیغمبر اسلام پر نثار کرنے کو ہمہ وقت تیار تھی، اس لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا تبلیغی مرکز مکہ سے مدینہ منتقل کر دینے کا عزم مصمم فرما لیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اگر چہ اب تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن پیارے بھتیجے کی محبت ان دل میں موج زن تھی، چنانچہ انھوں نے ان بہتر انصاریوں سے جنھوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا، فرمایا: اے گروہ خزرج!

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے خاندان میں معزز ومحترم ہیں، اب تک تو ہم ان کے دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، اب وہ تمہارے یہاں جانا چاہتے ہیں، اگر تم لوگ مرتے دم تک ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کرتے ہو تو بہتر ہے ورنہ ابھی صاف صاف جواب دے دو! پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اہل خزرج! تم لوگ اس امر پر بیعت کرو کہ اپنے اہل وعیال کی طرح ہی میری اور اسلام کی حفاظت کرو گے، یہ سن کر براء بن معرور انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا، آپ نے ان سے بیعت لی، براء نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے پشت ہاپشت سے جنگ وجدال میں پرورش پائی ہے، ابھی انھوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ابوالہیثم انصاری ان کی بات کاٹتے ہوئے بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں اور یہود میں جو تعلقات ہیں، اس بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے، ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو، اس وقت آپ ہم کو چھوڑ دیں اور اپنے وطن لوٹ آئیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: نہیں! تمہارا خون میرا خون ہے، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۴۲)

اس اہم گفتگو کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت انصار میں سے ۱۲ نقیب مقرر فرما کر ان سے بیعت لی، اس موقع پر اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر اپنی جماعت سے کہا: بھائیو! خبر ہے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ بیعت عرب وعجم اور جن وانس کے ساتھ اعلان جنگ ہے، اس پر سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ہاں! ہم اسی پر بیعت کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۴۴)

صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ

سبھی ضروری امور پر تبادلۂ خیال کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت مدینہ کی عام اجازت عطا فرمادی، اس طرح ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، قریش کو خبر ہوئی تو انھوں نے روک ٹوک شروع کر دی لیکن رفتہ رفتہ اکثر صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر گئے، صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور وہ صحابہ کرام جو ناداری کی وجہ سے مدینہ جانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، مکہ میں باقی رہ گئے، حضور نے ان کے لئے بھی راہ ہموار فرمادی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش

مدینہ پہنچ کر جب مسلمانوں کو امن وسکون کی سانس نصیب ہوئی تو ان کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی، جسے روک پانا اب مشرکین مکہ کے بس کی بات نہ تھی، وہ جوق در جوق مسلمان ہونے والوں کی خبر سن کر پیچ وتاب کھاتے مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تشریف رکھتے تھے، اس لیے مشرکین نے اپنی ناکامی سے زچ ہو کر معاذ اللہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا قصہ تمام کر دینے کا عزم کر لیا، چنانچہ عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، ابوجہل، امیہ بن خلف اور حکیم بن حزام وغیرہ جیسے رؤسائے قریش نے قصی بن کلاب کے گھر جو ان کا ''دارالندوہ'' تھا، ایک خفیہ میٹنگ رکھی، ابن دحیہ کے بقول اس میٹنگ میں قریب ۱۰۰ لوگوں نے شرکت کی، جس میں شیطان بھی ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں ٹیڑھی لاٹھی لئے ہوئے شامل ہوا، کوئی اسے پہچان نہ پایا، پوچھا: آپ کون بزرگ ہیں؟ بولا: میں نجد کا ایک بوڑھا، تمہاری میٹنگ کے بارے میں سنا تو آ گیا، امید ہے کہ تم سب میری رائے اور خلوص سے محروم نہ رہو گے، اگر میرا یہاں بیٹھنا پسند نہ کرو تو میں نہ بیٹھوں؟ اہل قریش نے کہا کہ یہ شخص نجد کا ہے، یہ ہمارا کیا بگاڑ لے گا، بیٹھنے دو، پھر یہ لوگ باہم گفت وشنید کرنے لگے، کسی نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہر بدر کر دو تو کسی نے ایک تنگ کوٹھری میں آپ کو قید کر دینے کا مشورہ دیا، لیکن بوڑھے نجدی نے ان دونوں مشوروں کو سختی کے ساتھ رد کر دیا، سرخیل اعدا ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ کیوں نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، اس کے لئے ہر قبیلہ کا ایک تندرست، صبر آزما اور بہادر نوجوان لیا جائے اور سب مل کر ہر چہار جانب سے یک بارگی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حملہ آور ہوں، یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کر کے دم لیں۔

اس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خون میں تمام قبائل شامل ہو جائیں گے اور بنو ہاشم سب سے تو جنگ کر نہیں پائیں گے، چار وناچار

دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، شیخ نجدی اس رائے پر خوش ہو کر بولا: رائے تو اس نوجوان نے دی، میری نظر میں تمہارے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا مشورہ نہیں، چنانچہ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور رات کو کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محاصرہ کر کے آپ کو قتل کر دینے کا پختہ ارادہ کے ساتھ مجلس برخاست کی۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اُدھر بحکم رب ذوالجلال حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کفار کے ارادۂ فاسدہ سے پیغمبر اسلام کو آگاہ کیا اور عرض کی: یارسول اللہ! آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں، اللہ نے اپنے محبوب کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرما دی ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت و دیانت ضرب المثل تھی اس لئے اہل مکہ اپنی قیمتی اشیا بے خوف وخطر آپ کے پاس بطور امانت رکھ دیا کرتے تھے، اس وقت بھی اہل مکہ کی کچھ امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں، چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ امانتیں ان کے سپرد کیں اور فرمایا: میں آج مدینہ روانہ ہو رہا ہوں، تم بستر اقدس پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ، ہرگز تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا، صبح ساری امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر مدینہ پہنچ جاؤ۔

سفر ہجرت کا آغاز یکم ربیع الاوّل کو ہوا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، دست اقدس میں مٹھی بھر خاک لی اور کافروں پر ڈالتے ہوئے سورۂ یٰسٓ کی یہ آیتیں پڑھتے جاتے:

''وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۴) تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (۵) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (۶) لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۷) اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۸) وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (۹) حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو، عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا، تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اُٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انھیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انھیں کچھ نہیں سوجھتا۔'' (سورۂ یٰسٓ، آیت ۲-۹/ ترجمہ کنزالایمان)

جس کا اثر یہ ہوا کہ کافروں کی آنکھیں پیغمبر اسلام کو دیکھنے سے قاصر رہیں اور آپ بلا کسی مزاحمت کے آسانی کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر گئے اور انھیں خبر تک نہ ہوئی، محاصرہ کئے ہوئے کفار مکہ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ یوں رقم طراز ہیں:

''مشرکین نے رات یوں کاٹی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کے بستر اقدس پر سوئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوکسی کرتے رہے اور انھیں گمان یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ہیں۔ اسی حال میں ان کے پاس کوئی جو اُن کے ساتھ نہ تھا، آن کر بولا: یہاں کیا انتظار کر رہے ہو؟ وہ بولے: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم) کی راہ دیکھتے ہیں، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمھیں نا امید کیا، خدا کی قسم! وہ تو تمہارے سامنے سے گئے اور تم میں کسی کو نہ چھوڑا جس کے سر پر خاک نہ ڈالی ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: جس کو اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنکری مل گئی وہ جنگ بدر میں حالت کفر میں مارا گیا۔'' [ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص ۷-۸]

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاشانۂ اقدس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے، جہاں سواری وغیرہ سفر کا

ضروری سامان تیار تھا، سرکار اپنے صدیق اور عبداللہ بن اریقط کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک غیر معروف راستہ اختیار کر کے سفر کرتے ہوئے مکہ سے تین میل دور ''غار ثور'' میں قیام فرمایا، مسلسل تین شبانہ روز اسی غار میں مقیم رہے، اس دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ہر روز مکہ کے حالات اور سرگرمیوں کا جائزہ لیتے اور شام کو آ کر اس کی اطلاع دیتے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے پیچھے پیچھے بکریوں کو چراتے ہوئے لاتے تاکہ نشان قدم مٹ جائیں، وہ رات میں وہیں قیام کرتے تاکہ سرکار اور آپ کے صدیق کو تازہ دودھ مل سکے، اس دوران حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ اشیائے خورد و نوش پہنچایا کرتی تھیں، جس دن سرکار مدینہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے، اس دن حضرت اسما جلد بازی میں اشیائے خورد و نوش باندھ کر لٹکانے والی رسّی بھول گئیں، مجبوراً اپنے نطاق (کمر بند) کا ایک حصہ پھاڑ کر اس سے زادِ سفر باندھ کر لٹکایا، اسی وجہ سے وہ ''ذات النطاقین'' کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

پیغمبر اسلام غار ثور سے چوتھے دن یعنی پیر کو مدینہ کے لئے روانہ ہوئے، عبداللہ بن اریقط جن کو سرکار نے راستے کے لئے اجرت پر رکھا تھا، ایک اونٹنی پر سرکار سوا ہوئے، ایک اونٹ پر حضرت صدیق اکبر اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے، ایک پر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے، اس طرح یہ چار نفری قافلہ ایک غیر معروف راستہ سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال جو تقریباً چھ ہزار درہم تھا ہمراہ لے لیا، مسلسل سفر طے کرتے رہے، دوسرے دن ظہر کے وقت ایک میدان میں کچھ دیر کے لئے قیام کیا۔

پیغمبر اسلام کا تعاقب اور مشرکین کی ناکامی

ادھر مکہ میں جب محاصرہ کرنے والوں نے دیکھا تو پیغمبر اسلام ﷺ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر پایا، حضرت علی ابھی کمسن تھے، اس لیے انھیں معمولی تنبیہ کے بعد چھوڑ دیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تلاش میں چاروں طرف نکل پڑے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے کچھ کفار ''غار ثور'' کے دہانہ تک بھی پہنچ گئے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکر گھبرا گئے، سرکار نے دلاسہ دیا، گھبراؤ نہیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے، دراصل غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا جو غار میں کسی کے جانے کی نفی کے لئے کافی تھا، اس لئے کفار مطمئن ہو کر مکہ کی طرف لوٹ گئے، اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

> ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار میں جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اس پر ببول کا پیڑ اُگا دیا جس نے لوگوں کی نظروں سے غار کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر بھیجے جو وہاں پر آ کے ٹھہر گئے اور روایات میں آیا ہے کہ ان دونوں نے وہاں انڈے دیئے اور کہتے ہیں کہ حرم مکہ کے سب کبوتر ان ہی دو کبوتروں کی نسل ہیں اور مکڑی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے بالائی حصہ پر جالا بُن دیا اور قریش کے جوان اپنے ہتھیار لیے پہنچے اور ان میں سے کچھ وہاں غار میں دیکھنے لگے، تو انھیں دو کبوتر ہی دکھائی دیئے، تو انھیں علم ہو گیا کہ غار میں کوئی نہیں ہے اور کسی نے کہا کہ: اس غار میں گھس جاؤ، تو اُمیہ بن خلف لعنۃ اللہ علیہ بولا: اس غار میں تمہارا کیا دَھرا ہے؟ اس میں تو ایک مکڑی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہے۔
>
> بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے غار سے مشرکین مکہ کے پیر دیکھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! ان میں کا کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر کرے تو ہم کو ضرور دیکھ لے گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ابوبکر تم ان کی بابت کیا گمان کرتے ہو جن کا تیسرا اللہ ہے۔
>
> یعنی مطلب یہ کہ گھبراؤ مت، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے، ایک دوسری روایت میں یوں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

اداریہ

والسلام نے فرمایا: اے اللہ! ان کی آنکھیں اندھی کردے تو ان کی آنکھیں غار میں داخل ہونے سے اندھی ہو گئیں۔''

[ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۰-۱۱]

کفار مکہ نے پورے شہر میں یہ اعلان کردیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام میں سو اونٹ دیئے جائیں گے، اس انعام کے حصول کے لئے بہت سے لوگ پیغمبر اسلام کی تلاش میں نکل پڑے، جن میں ایک شخص ''سراقہ ابن جشم'' بروایت دیگر سراقہ بن مالک'' بھی تھا، جس میدان میں سرکار قیام پذیر تھے تعاقب کرتے ہوئے وہ اس کے قریب پہنچ گیا، لیکن اس کے گھوڑے نے پیہم کئی ٹھوکریں کھائیں اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، سراقہ کو پیغمبر اسلام کی صداقت کا ادراک ہونے لگا، اس نے سرکار کی گرفتاری کا خیال خام دل سے نکالا اور بارگاہ اقدس میں امان کا خواستگار ہوا، بارگاہ رسالت مآب سے اسے امان کا پروانہ مل گیا، سراقہ نے وہیں سے مکہ کی راہ لی اور راستے میں جو بھی اس خمار میں مبتلا نظر آیا اسے واپس کردیا۔

دوران سفر ایک دن ام معبد خزاعیہ کے گھر مہمان ہوئے، ان کا معمول تھا کہ جو بھی مہمان آتا اس کی خوب خاطر مدارت کرتیں، لیکن اس سال قحط سالی تھی اور اس وقت گھر میں کچھ بھی کھانے پینے کو موجود نہ تھا، پیغمبر اسلام کی نظر ان کی بکری پر پڑی جو نہایت لاغر اور اس قدر کمزور تھی کہ دیگر بکریوں کے ساتھ چرنے کی بھی سکت نہ تھی، حضور نے دریافت فرمایا: کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے، ام معبد بولیں: اے معزز مہمان! یہ دودھ دینے کے قابل کہاں؟ حضور نے فرمایا: کیا تم اسے دوہنے کی اجازت دیتی ہو؟ عرض کی: جی! سرکار نے برتن طلب کیا، اس کے تھن پر بسم اللہ پڑھ کر دست اقدس پھیرا تو بکری دودھاری ہوگئی، حضور نے اسے دوہا اور لوگوں کو پلایا، یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے، پھر حضور نے نوش فرمایا۔

شام کو جب ام معبد کے شوہر نے گھر میں دودھ دیکھا تو انھیں تعجب ہوا! بولے: اے ام معبد! یہ کیا ہے؟ اور یہ تمہیں کہاں سے ملا؟ وہ بولیں: خدا کی قسم! ایک مبارک شخص ہمارے گھر آیا اسی کا یہ کرشمہ ہے، ان کے شوہر بولے: اے ام معبد! اس شخص کا حلیہ بیان کرو، وہ بولیں: میں نے ایک حسین، خوبرو اور چمک دار چہرے والا، خوش اخلاق، نہ اس میں لاغری کا عیب، نہ کوتاہی سر کا نقص، جمیل وخوبرو، ان کی آنکھیں خوب سیاہ، سرگیں بھنویں دراز وباریک ملی ہوئیں، پلکوں کے بال گھنے، گردن درازی وبلندی لیے ہوئے، ریش مبارک معتدل اور گھنی، لہجہ نرم مٹھاس لیے ہوئے، جب بولیں تو اپنے ہم نشینوں پر بلند ہوں، چہرہ نمایاں پررونق ورعب دار، کلام فیصل نہ قلیل کہ مخل ہو؛ نہ کثیر کہ اُکتادے، نہ دراز قد کہ دیکھنے والا انھیں برا جانے، نہ پستہ قد کہ کوئی ان سے نظر پھیر لے، لوگوں کے مخدوم، جاں نثاروں کے جمگھٹ والے، نہ تیور چڑھائے ہوئے۔

تو وہ بولے خدا کی قسم! یہ تو قریش کے نبی تھے، اگر میں انھیں دیکھتا تو ان کے پیچھے چل دیتا۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ایک اور ایمان افروز واقعہ بڑے ہی دل نشین انداز میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں حضرت ہند بنت الجون سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ان کی خالہ ام معبد کے خیمے میں مہمان ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم نے پانی طلب فرمایا اور دست اقدس دھوئے، دہن اقدس میں پانی لے کر جھڑ بیری کے پیڑ جو خیمے کی جانب میں تھا میں کلی فرمادی، تو صبح کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پیڑ بہت بڑا ہو گیا اور بڑا پھل لایا جس میں ''عُسُم'' کی رنگت اور عنبر کی خوشبو اور شہد کا ذائقہ تھا، جو بھوکا اسے کھاتا سیر ہوجاتا اور جو پیاسا کھاتا سیراب ہوجاتا اور جو مریض کھاتا اچھا ہوجاتا اور جو اونٹ یا بکری اس کے پتے کھاتے ان کا دودھ چھلکنے لگتا، تو ہم نے اس کا نام ''مبارکہ'' (یعنی برکت والا پیڑ) رکھا، دیہات سے لوگ اس سے شفا لینے کو آتے اور اس کے پھل، پتے ہم راہ لے جاتے، پھر ہم نے ایک دن صبح

کو دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے چھوٹے ہو گئے تو ہم گھبرائے تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر وفات ہی نے چونکا دیا، پھر تیس (۳۰) برس بعد اوپر سے نیچے تک ایک خاردار درخت ہو گیا اور اس کے پھل بالکل جھڑ گئے اور تازگی رُخصت ہو گئی، تو ہمیں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، پھر اس میں پھل نہ آئے اور ہم اس کی پتیوں سے سودمند ہوتے تھے، پھر ایک صبح کو کیا دیکھا کہ اس کے تنے سے گاڑھا خون جاری ہے اور پتیاں مرجھا گئی ہیں تو ابھی ہم وحشت زدہ ورنجیدہ ہی تھے کہ ہمیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر ملی اور وہ پیڑ اس واقعہ کے بعد خشک ہو کر ختم ہو گیا۔'' [ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۴]

چار نفری پیغمبر اسلام کا قافلہ مکہ کے ساحلی علاقے کی طرف بڑھا اور عسفان وامج سے گزرتا ہوا قدید پہنچا پھر عرج ہوتا ہوا مقام قبا میں داخل ہوا، قبا مدینہ سے چند میل دور واقع ایک مقام ہے جہاں کچھ انصاری خاندان آباد تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل کو مقام قبا پہنچے اور وہاں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا، پیغمبر اسلام نے آپ کے دولت کدے پر چند دن قیام فرمایا، اسی دوران مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''مسجد قبا'' کی تعمیر فرمائی، جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا:

''لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ: بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔'' [سورۂ توبہ، آیت ۱۰۸]

پیغمبر اسلام نے قبیلۂ بنو سالم میں پہلا جمعہ ادا فرمایا، یہ مدینہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا، قبا میں آپ کی آمد کی خبر سن کر جوق در جوق انصاری اسلام کے لیے حاضر ہونے لگے۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۲۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے وہ ''یوم میلاد'' یعنی پیر کا ہی دن تھا۔

اہل مدینہ کا انتظار

جس دن اہل مدینہ نے یہ خوشخبری سنی تھی کہ محسن انسانیت، محبوب رب العالمین، وجہ وجود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں، اسی دن سے مدینہ منورہ کے مرد وزن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں اپنے دیدہ ودل فرشِ راہ کئے آپ کے اِستقبال کے لیے مدینہ سے چند میل دور قبا کے مقام پر جمع ہو جاتے اور محبوب رب کائنات کی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ آجاتی، پھر بھی وہ اس سے بچنے کے لئے کہیں پناہ نہ لیتے، پھر شام کو بادل نخواستہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے، ایک دن روزانہ کی طرح انتظار کی شدت برداشت کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو واپس ہو ہی رہے تھے کہ ایک یہودی جو کسی بلند مقام پر تھا پیغمبر اسلام اور ان کے اصحاب کو تشریف لاتے دیکھا تو مارے جوش کے خود کو روک نہ پایا اور بآواز بلند سے پکار اٹھا: اے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیبہ اور تمہارا مدعا! پھر بنو قیلہ اور اوس وخزرج سرکار کی طرف خوشی سے دوڑ پڑے۔

اس وقت اہل مدینہ کی مسرت وشادمانی قابل دید تھی، ہر فرد فرطِ مسرت میں جھوم رہا تھا، اس سے قبل اہل مدینہ میں ایسی مسرت وشادمانی کبھی نہیں دیکھی گئی تھی، مسرت اور انبساط کا یہ عالم تھا کہ مرد وزن جمال جہاں آرا کو دیکھنے کے لئے چھتوں پر چڑھ گئے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے مدینہ کی گلیوں میں مسرت بداماں نعرے لگا رہے تھے، مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں ایک جشن کا سماں نظر آرہا تھا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان و الخدم في الطرق، ينادون :يا محمد! يا رسول االله! يا محمد! يا رسول االله۔ یعنی جب مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی

ادار یہ

تو سارے مرد وزن گھر کی چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بہ آواز بلند کہہ رہے تھے: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یارسول اللہ! یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یارسول اللہ۔" (مسلم شریف، ج۲ رص ۴۱۹)

انصار کی ایک عظیم الشان جماعت ہتھیار لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چل رہی تھی، اس وقت اہلِ مدینہ فرطِ مسرت میں یہ نعرے لگانے لگے: یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ، یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل مدینہ یوں پکار اٹھے: اَللّٰہُ اَکبرُ، جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ جَاءَ مُحَمَّدٌ- یعنی اللہ اکبر! ہمارے درمیان اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، عورتوں، بچوں اور کنیزوں نے بھی یوں حضور کی نعت پڑھی:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا - مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا- مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ
أَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا- جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا، دعا کرنے والے جب تک دعا کریں ہم پر شکرِ الٰہی واجب ہے، اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔" (سبل الہدیٰ والرشاد، ج۳ رص ۲۷۱)

شہر مدینہ کے حدود پر صحابۂ کرام نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور شبِ اسریٰ کے اس دولہا کو لے کر جلوس کی شکل میں مدینہ میں داخل ہوئے، اب جلوس محمدی کا ثبوت مانگنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھیں کہ یہ جلوس محمدی نہیں تو اور کیا تھا؟ کیا اس کے علاوہ بھی کسی اور طرح کا جلوس ہوتا ہے؟

جلوس میں حضرت بریدہ اسلمی کا جھنڈا لے کر چلنا

حضرت بریدہ ابن حصیب اسلمی اور ان کے قبیلے کے اسّی افراد کسی سفر سے واپس لوٹ رہے تھے کہ دوران سفر مقام کراع الغمیم میں ان کا سامنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا، بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ ملاقات اچانک نہیں ہوئی تھی بلکہ سراقہ بن مالک کی طرح حضرت بریدہ بھی اہل قبیلہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعاقب میں وہاں پہنچے تھے تاکہ قریش سے ۱۰۰ ر اونٹوں کا انعام حاصل کر سکیں، مگر جب آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو دل کی دنیا بدل گئی اور ایمان سے مشرف ہو گئے، اس سلسلے میں صاحب "سیرت حلبیہ" فرماتے ہیں:

"أن بريدة لما بلغه ما جعلته قريش لمن يأخذ النبي صلى الله عليه وسلم طمع في ذلك، فخرج هو في سبعين من أهل بيته . وفي لفظ كانوا نحو ثمانين بيتا وحينئذ يراد ببيته قومه ، فلما رأه صلى الله عليه وسلم قال له:من أنت؟ قال:بريدة ابن الحصيب ، فالتفت النبي صلى الله عليه و سلم وقال :يا أبابكر برد أمرنا و صلح ،قال :ممن أنت ؟ قال :من أسلم من بني سهم ، قال النبي صلى الله عليه وسلم سلمناوخرج سهمك يا أبا بكر ، أي لأنه صلى الله عليه وسلم كان يتفاءل و لا يتطير كما تقدم -

ثم قال بريدة للنبي صلى الله عليه وسلم من أنت ؟ قال :أنا محمد بن عبدالله بن عبد المطلب رسول الله، فقال بريدة : أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، فأسلم بريده وكل من كان معه :أي وصلوا خلفه صلى الله عليه و سلم العشاء الآخرة ، ثم قال بريدة :يارسول الله لاتدخل المدينة إلا ومعك لواء ، فحل بريدة عمامته ،ثم

شدهافي رمح ثم مشى بين يديه۔ یعنی جب بریدہ بن حصیب اسلمی کو نبی کریم ﷺ کی گرفتاری پر قریش کے انعام کی خبر ملی تو وہ اس کے لالچ میں آگئے اور اپنے قبیلے کے اسّی لوگوں کے ساتھ اس کام کے لئے نکل پڑے، راستے میں جب انھیں سرکار نے دیکھا تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا: میں بریدہ بن حصیب ہوں، تو سرکار نے حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اے ابوبکر ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہوگیا اور ہم صلاح کو پہنچ گئے، پھر سرکار نے بریدہ سے پوچھا: کس خاندان سے ہو؟ عرض کی: بنوسہم کے قبیلہ اسلم سے، تو سرکار نے فرمایا: ہم محفوظ ہیں اور اے ابوبکر (بریدہ کے اسلام میں) تمہارا بھی حصہ نکل آیا (بریدہ کا معنی ٹھنڈا ہونا ہے) سرکار نے یہ بات نیک فالی کے طور پر بیان فرمائی (کہ ہم بریدہ سے مل رہے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں) نہ کہ بدشگونی کے طور پر!

حضرت بریدہ نے (حیرت زدہ ہوکر) سرکار سے عرض کی: آپ کون ہیں؟ سرکار نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب اللہ کا رسول ہوں، حضرت بریدہ نے فوراً کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اسلام لے آئے، ساتھ ہی ان کے تمام رفقا بھی مشرف باسلام ہوگئے اور سبھوں نے سرکار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں عشا کی نماز ادا کی، پھر حضرت بریدہ نے سرکار سے عرض کی: کہ یارسول اللہ! آپ مدینے میں ایسے داخل نہ ہوں بلکہ آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہو، پھر سرکار کی رضا سے حضرت بریدہ نے اپنا عمامہ اتارا، اپنے نیزے میں باندھا پھر اسے لے کر آگے آگے چلے۔'' (سیرۃ الحلبیہ، ج۲، ص۲۳۱)

مذکورہ واقعات بانگ دہل یہ اعلان کررہے ہیں کہ نہ جلوس محمدی نیا ہے، نہ جھنڈا! نہ اسے لے کر جلوس میں چلنا! الحمدللہ یہ امر واضح ہوگیا کہ اہل سنت کے تمام معمولات و معتقدات کتاب و سنت اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں، عید میلاد النبی ﷺ، جلوس محمدی اور اس موقع پر جھنڈا لگانا سب اللہ و رسول کے فرمان اور صحابۂ کرام کے عمل سے ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت نہیں کیوں کہ دین میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جو بغیر کسی سابقہ مثال کے عمل میں لایا جائے جبکہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلوس محمدی اور اس موقع پر جھنڈا لگانے کی مثال تو دورِ صحابہ میں عملِ صحابہ سے ثابت ہے۔

مدینہ میں داخلہ، انصار کا جوش اور ابوایوب انصاری کے یہاں قیام

حضور ﷺ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد مدینہ روانہ ہوئے، راستہ میں بنی سالم کے محلہ میں پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی، سارا مدینہ استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا، قبا سے مدینہ تک دورویہ انصاریوں کی صفیں تھیں، ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا: حضور! یہ جان ہے، یہ مال ہے، یہ دولت ہے، حضور ﷺ تشکر و امتنان کے ساتھ دعائے خیر فرماتے ہوئے مدینہ پہنچے، سارا مدینہ جوش استقبال میں امنڈ آیا، عورتیں گاتی ہوئی چھتوں پر چڑھ گئیں، ننھی بچیاں خوشی میں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔ (زرقانی، ج۱، ص۴۳۳)

جب حضور ﷺ کی سواری حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے پاس پہنچی، اس وقت شرف میزبانی کے حصول کے لیے صحابۂ کرام میں باہم سخت کشمکش ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا: میری اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے، وہ جس جگہ جاکر بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ یہ دولت حضرت ابوایوب انصاری کے حصہ میں آئی، حضور ﷺ نے سات مہینے ان کے یہاں قیام فرمایا، اسی وقت سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔

تعمیر مسجد اور نماز باجماعت کا اہتمام

اب تک اہل مدینہ ایک مویشی خانہ میں نماز پڑھتے تھے، حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ

کی قیام گاہ کے قریب بنی نجار کی افتادہ زمین تھی، انھوں نے بلا قیمت نذر کرنا چاہی، مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور باصرار قیمت ادا فرمائی، پھر صحابۂ کرام کے ساتھ مل کر ایک مختصر اور سادہ سی مسجد تعمیر کی، جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت پتّوں کی تھی، قریب ہی نادار مسلمانوں کے قیام کے لیے ایک چبوترہ تعمیر فرمایا جو تاریخ اسلام میں ''صفہ'' کے نام سے مشہور ہے، مسجد کی تعمیر کے بعد اس سے متصل ازواج مطہرات کے لئے حجرے بنے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۱۶۱)

تعمیر مسجد سے پہلے نماز با جماعت کا اہتمام نہ تھا جس سے اسلام کی عبادتوں کا ایک مقصد یعنی ''وحدت واجتماع'' فوت ہوتا تھا، تعمیر مسجد کے بعد نماز با جماعت قائم ہوئی اور اعلان کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اذان دینے کا طریقہ جاری ہوا۔

(بخاری شریف، ج ۱ ص ۸۵)

مہاجرین اور انصار میں رشتۂ اخوت کا مظاہرہ

مکہ کے غریب الوطن مسلمان جنھیں اسلامی اصطلاح میں ''مہاجرین'' کہا جاتا ہے، بالکل بے سروساماں مدینہ آئے تھے، اگر چہ ان میں کئی افراد صاحب حیثیت بھی تھے لیکن ایسی حالت میں وطن چھوڑا تھا کہ کوئی شئے مکہ سے ساتھ نہ لا سکے تھے، اس لیے دانائے کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سہارا بننے اور ان کی اجنبیت دور کرنے کے لیے ان میں اور انصار میں رشتۂ اخوت قائم فرما دیا یعنی ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا، حکم مصطفیٰ کا یہ اثر ہوا کہ یہ اخوت حقیقی اخوت سے بڑھ گئی، اس موقع پر انصار نے جس فیاضی، جس ایثار اور جس میزبانی کا ثبوت دیا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے آج بھی عاجز و قاصر ہے، انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی حیثیت محض مہمان کی نہ رہنے دی بلکہ اس کو مال و دولت، زمین، جائیداد، کھیتی باڑی، بلکہ اپنی ساری کائنات میں برابر کا شریک وسہیم بنا لیا، حتیٰ کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن کے سامنے نکاح کرنے کے لیے تجویز پیش کی، لیکن انھوں نے احسان مندی کے ساتھ اس سے انکار کر دیا، اکثر مہاجرین نے صرف بقدر ضرورت نقد لے کر اپنا کاروبار علاحدہ شروع کیا، یاد رہے یہ رشتہ اتنا قوی تھا کہ جب تک آیت میراث نازل نہ ہوئی، اس وقت تک متوفی انصار کی وراثت مہاجرین کو ملتی تھی، جیسے جیسے مہاجرین کی حالت سنبھلتی گئی مہاجرین انصار کی امانت انھیں واپس کرتے گئے۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۷۸-۲۸۹)

یہود مدینہ سے معاہدہ

یہود اہل ثروت ہونے کی وجہ سے مدینہ میں بڑے اثر و رسوخ رکھتے تھے، مدتوں سے انصار کو دباتے چلے آ رہے تھے، حالانکہ اب پہلے جیسا ان کا اقتدار باقی نہیں رہ گیا تھا، تاہم انصار کے مقابلہ میں ان کی امتیازی شان اب بھی قائم تھی، اس لیے ان کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرات تھے، چنانچہ رسول دانا و بینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ایک معاہدہ کیا جس کے اہم دفعات یہ ہیں:

● خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے وہ قائم رہے گا ● یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے ● فریقین میں سے جب کسی کو تیسرے فریق سے جنگ پیش آئے تو باہم ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہیں گے ● کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا ● جب کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ کرے گی تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے ● فریقین میں سے جب کوئی کسی تیسری طاقت سے صلح کرے گا تو دوسرے کو بھی صلح کرنی ہوگی، البتہ مذہبی معاملات اس سے مستثنیٰ رہیں گی۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۷۸-۲۸۹)

ہجرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ کے محض ایک سفر نام نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے ایک روشن باب کا نام ہے، جس بقیہ ص ۳۱ پر

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم

اسلامیات

حضور نبی اکرم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اوصاف حمیدہ اور کمالات لاتحصی ، بے شمار خصائص ومحامد، حسن لازوال کا پیکر اور جمال جہاں آرا سے آراستہ وپیراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا۔ آپ کے حسن لازوال کے بابت قرآن وآحادیث میں بے شمار نصوص وارد ہیں، ہم ایک ایک کر کے اختصاراً بعض کو پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور

ارشاد ربانی ہے:

''قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (س: مائدہ، آیت:۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔''

یہاں ''نور'' سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ''کتاب مبین'' سے مراد قرآن پاک۔ تفسیر ''جلالین'' میں ہے:

''(قدجاءكم من الله نور) هو النبي صلى الله عليه وسلم (وكتاب) قرآن (مبين) بين ظاهر۔''

(جلالین، ص:۱۳۹/ دارالحدیث، قاہرہ)

آفتاب و ماہتاب رسالت کے رخ زیبا کی تابشوں کو اور آپ کے حسن سراپا کے جلووں کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس طرح بیان کرتے ہیں:

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو حق عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن وادا کی قسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''نور علی نور''

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا نور بلکہ نور علی نور بنا کر دنیا میں بھیجا، قاضی ثناء اللہ عثمانی مظہری زیر آیت ''مثل نورہ کمشکوٰۃ'' فرماتے ہیں:

''قال بعضهم: وقع التمثيل لنور محمد صلى الله عليه وسلم، قال ابن عباس لكعب الاحبار: أخبرني عن قوله تعالىٰ "مثل نوره كمشكوة" قال كعب: هذا مثل ضربه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم، فالمشكوة صدره، والزجاجة قلبه، و المصباح فيها النبوة، يكاد نور محمد صلى الله عليه وسلم وأمره يتبين للناس ولو لم يتكلم أنه نبي كما كان يكاد ذالك الزيت أي "يضيئ ولو لم تمسسه نار نور على نور" ولنعم ما قال كعب۔

(تفسیر مظہری، ج:٦،ص:٤٠٢،م: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) ترجمہ: بعض مفسرین نے فرمایا: یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقع ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مثل نورہ کمشکوٰۃ" کے بارے میں مجھے خبر دیجیے، کعب احبار نے فرمایا: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان فرمائی ہے تو "مشکوٰۃ" آپ کا سینۂ مبارک "زجاجۃ" آپ کا قلب مبارک اور ''چراغ'' میں نبوت ہے۔ قریب ہے کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم روشن اور لوگوں کے لیے نمایاں ہو اور اگر آپ یہ بات نہ کریں کہ آپ نبی ہیں تو پھر اس تیل کی طرح ہیں کہ جو قریب ہے کہ چمکے اگر چہ اسے آگ نے نہ چھوا، تو آپ نور علی نور ہیں اور کعب احبار نے کیا ہی اچھی بات کہی۔''

اس کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

* مضمون نگار دارالعلوم گلشن مصطفیٰ، ٹھاکردوارہ، مراداباد کے پرنسپل ہیں۔

شمع دل، مشکاۃ تن، سینۂ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

جمال رخ زیبا کی تجلیوں کے حسین استعارے

نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی قرآن مقدس نے بہترین تشبیہات اور استعارے ذکر فرمائے ہیں، کہیں حسن مصطفیٰ کو دن سے تشبیہ دی گئی کہیں آفتاب سے اور احادیث طیبہ میں کہیں چاند سے تو کہیں چراغ سے تشبیہ دی گئی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

''والضحی واللیل اذا سجی ۔(س:ضحیٰ، آیت ۱،۲) ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ پردہ ڈالے۔'' (کنز الایمان)

یہاں ''ضحی'' سے مراد جمال مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ''لیل'' سے مراد آپ کی زلف عنبریں ہیں۔ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے:

''یا اشارتست بروشنی روے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام و کنایت است از سیاہی موے وے۔'' (روح البیان، ج:۱۰، ص:۴۵۳/م:احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

اس لیے امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں
شرح والشمس الضحی کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں
جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ہے کلام الٰہی میں شمس الضحی
تیرے چہرۂ نور فضا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا حبیب کی زلف دوتا کی قسم

سراپائے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ حسین وجمیل بنایا۔ حدیث شریف میں ہے:

''عن أبی اسحاق، قال، سمعت البراء یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجها۔ حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تمام انسانوں سے زیادہ حسین تھا۔'' (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۸۷۵، ح:۳۵۴۹/م: دار ابن کثیر، بیروت، لبنان)

رخسار مبارک کی تابش وتابانی چراغ سے فزوں تر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار مبارک چراغ سے بھی زیادہ روشن ومنور تھا۔ قاضی ثناء اللہ مظہری عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''وفی الشمائل المحمدیة، قالت حلیمة: ما کنا نحتاج الی السراج من یوم اخذناه لان نور وجهه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنا به فتنورت الامکنة ببرکته صلی اللّٰه علیه وسلم۔ (تفسیر مظہری، ج:۶، ص:۴۰۴/م: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) ترجمہ: شمائل محمدیہ میں ہے: حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں: ہمیں چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی جس دن سے ہم نے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اس لیے کہ آپ کے چہرے کا نور چراغ سے بھی زیادہ منورہ تھا پس جب ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آتے تو تمام مکانات آپ کی برکت سے منور ہو جاتے۔''

اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ماہ کامل کی ضوفشانی آسمان کے ماہتاب کی مانند

حدیث شریف میں ہے:

''ان عبد اللہ بن کعب، قال:سمعت کعب بن مالك یحدث حین تخلف عن تبوك، قال:" فلما سلمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو یبرق وجهه من السرور وکان رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم إذا سر استنار وجهه كان وجهه قطعة قمر-(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۸۷۶، ح:۳۵۵۶، م: دار ابن کثیر، بیروت) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن کعب فرماتے ہیں: میں نے کعب بن مالک کو جنگ تبوک سے اپنے پیچھے رہنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا، فرماتے ہیں: جب میں نے (توبہ کی قبولیت کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے دمک رہا تھا اور آپ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ خوشی سے منور ہوتا تھا ایسا لگتا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔"

امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

رخ انور آفتاب وماہتاب سے بھی زیادہ روشن وتابناک

حدیث شریف میں ہے:

"عن جابر بن سمرة، قال، رءيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندى أحسن من القمر-(الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۵، ص:۷۶۲، ح:۱۰، م: البشری) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات کی چاندنی میں سرخ یمنی چادر پہنے ہوئے دیکھا تو کبھی آپ کی طرف دیکھتا کبھی چاند کی طرف تو آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔"

کبھی کسی شاعر نے کہا:

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے
چاند میں تو داغ ہے پر ان کا چہرہ صاف ہے

محبوب دو جہاں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک صاف وشفاف تھا جب کہ آسمان کے ماہتاب میں داغ ہے۔ اس لیے آپ کا چہرۂ انور چاند سے زیادہ خوب صورت ہوا۔ چاند میں دھبے کی وجہ اعلیٰ حضرت اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

برق انگشت نبی چمکی تھی اس پر اک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشان سوختہ

آفتاب رسالت آفتاب گردوں سے بھی زیادہ درخشاں

حدیث نبوی میں ہے:

"عن ابي هريرة، قال: "ما رءيت شيئا احسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، كأن الشمس تجري في وجهه-(الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۵، ص:۷۹۹، ح:۱۲۳، م: البشری) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا، گویا سورج آپ کے چہرے میں تیر رہا تھا۔"

اعلیٰ حضرت اس حدیث کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں:

تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں
خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شاعر دربار رسالت اور جمال رخ زیبا کا عالم

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حسن مصطفیٰ کے جلووں کے متعلق کچھ یوں فرماتے ہیں:

واحسن منک لم ترقطّ عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كأن قد خلقت ما تشاء

"یعنی آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے کسی پیدا ہی نہیں کیا۔ آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کیے گئے گویا آپ

ایسے پیدا ہوئے جیسے آپ نے چاہا۔"

اعلیٰ حضرت اسے اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

لم یأت نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

حسن بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے
حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

کائنات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں

"عن عائشة رضی اللہ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عن جبرئیل علیہ السلام قال: قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وسـ (المعجم الاوسط، ج:٦، حدیث:٦٢٨٥/: دارالحرمین، القاہرہ، مصر)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل امین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: کہ جبرئیل امین نے کہا: کہ میں نے زمین کے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی آدمی نہ پایا۔"

اس حدیث شریف کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے حمد ہے خدایا

نبی کے دندان مبارک سے پورا گھر روشن وتابناک

حدیث شریف میں ہے:

"عن عائشة، کنت أخیط فی السحر، فسقطت عنی الابرة فطلبتها فلم اقدر علیها فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الأبرة بشعاع نور وجهه۔ (الخصائص الکبری، باب الآیۃ فی وجہ الشریف، ج:١، ص:١٠٧/ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں وقت سحر سلائی کر رہی تھی تو میری سوئی گر گئی، پھر میں نے اسے تلاش کیا تو اسے نہ پا سکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ مبارک کے نور کی کرنوں سے سوئی نظر آ گئی۔"

اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سوزن گم گشتہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

نبی آخر الزماں کے حسن وجمال کا متبادل کوئی نہیں

حدیث شریف میں ہے:

"عن الزهری، قال، سئل أبو هريرة، عن صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "أحسن الصفة واجملها۔"

اور حدیث کے آخری الفاظ یہ ہے:

"واذا ضحك كاد يتلألأ فی الجدر لم ار قبله ولا بعده مثله صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مصنف عبدالرزاق، کتاب العلم، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:١١، ص:٢٥٩، ح:٢٠٤٩٠) زہری سے مروی ہے، فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: آپ سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اور جب تبسم فرماتے تو آپ کا نور دیواروں میں چمکتا تھا میں نے ایسا نہ آپ سے قبل دیکھا نہ بعد۔"

اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

پیکر نور مجسم کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا

اصل یہ ہے کہ حسن مصطفیٰ کی اصلیت کو کوئی جان ہی نہ سکا، اسے صرف پروردگار جانتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

”یا ابابکر لم یعلمنی حقیقة غیر ربی۔(فتاوی رضویہ، ج:۳۰،ص:۲۰۴/م: رضا فاؤنڈیشن لاہور) کہ اے ابو بکر! میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“

اس لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

نہ کوئی آپ جیسا ہے نہ کوئی آپ جیسا تھا
کوئی یوسف سے پوچھے مصطفی کا حسن کیسا تھا

نبی آخرالزماں اور حضرت یوسف کے حسن کے مابین نفیس فرق؟

عام طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایات میں ہے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک شطر عطا فرمایا، بعض میں ہے دو تہائی حسن عطا فرمایا، نیز جب زلیخا کی سہیلیوں نے یوسف علیہ السلام کا دیدار کیا تھا تو اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس زیادہ حسن تھا۔ ان اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قاضی ثناء اللہ مظہری عثمانی لکھتے ہیں:

”ذکر المجدد فی حسن خاتم الرسل علیه الصلوة والسلام أنه قال رب محمد صلی الله علیه وسلم: "ومبدأ تعینه صفة العلم الاجمالی وهوأقرب الصفات الی الذات، ألا ترى أن العلم الحضوری يتحد مع العالم ومع المعلوم، وأما غيره من الصفات من القدرة والارادة والكلام والسمع والبصر ليست بهذه المثابة والاجمال اعلى درجة واقرب من الذات من تفاصيلها، فللعلم حسن ذاتی مالیس لغیرها من الصفات فالعلم أحب الی الله تعالیٰ من غیره۔وللعلم حسن وجمال لا كيفية له فلأجل كمال لطافته ولعلو درجته تجلی فی محمد صلی الله علیه وسلم من الحسن والجمال لاتدركه الأبصار فی هذه النشئة لضعف قوة المبصرة الدنيوية كما لاتدركه الأبصار فی هذه النشئة وسيظهر حسنه وجماله فی الآخرة فيوسف عليه السلام وان سلم له فی الدنیا ثلثی الحسن لكن فی الآخرة الحسن حسن محمد صلی الله علیه و سلم والجمال جماله، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اخی یوسف أصبح وأنا املح۔(تفسیر مظہری، ج:۵،ص:۶۰/ داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

ترجمہ: مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذکر کیا: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے فرمایا: حسن مصطفی کا مرکز تعین صفت علم اجمالی ہے جو ذات باری تعالیٰ کی صفات کے قریب تر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟ عالم کے متحد ہونے اور معلوم کے متحد ہونے کے ساتھ علم حضوری بھی متحد ہوتا ہے۔ لیکن دیگر صفات مثلاً: قدرت، ارادہ، کلام، سمع اور بصر اس درجے کی نہیں اور اجمال تفصیل کی بہ نسبت اعلیٰ درجہ کی اور ذات باری تعالیٰ سے قریب تر ہے۔

لہٰذا علم کا ایک ذاتی حسن ہے جو دیگر صفات میں نہیں ہے اس لیے علم دیگر صفات کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ نیز علم کا ایک ایسا حسن و جمال ہے جس کی کوئی کیفیت نہیں، تو علم کے کمال نزاکت اور علو مرتبت کے سبب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا حسن و جمال منور ہوتا ہے کہ اس عالم میں دنیوی قوت بصارت کے ضعیف ہونے کے باعث آنکھیں جس کا ادراک نہیں کرسکتیں جس طرح اس دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ عن قریب آپ کا حسن و جمال آخرت میں ظاہر ہوگا اس لیے یوسف علیہ السلام کے حسن کے بارے میں اگرچہ دو تہائی حسن تسلیم کیا گیا ہے لیکن آخرت میں اصل حسن حسن مصطفی اور اصل جمال جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بھائی یوسف صبیح ہے اور میں ملیح ہوں۔“

اس لیے اعلی حضرت نے فرمایا:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

میٹھی باتیں تیری دینِ عجم، ایمان عرب
نمکین حسن تیرا جانِ عجم، شانِ عرب

حسنِ مصطفےٰ ﷺ کے بابت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده
لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد
لواحی زلیخا لو رءین جبینه
لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

ترجمہ: اگر مصر میں لوگ رخسار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں سن لیتے تو یوسف علیہ السلام کے بھاؤ تاؤ میں مال صرف نہ کرتے۔

زلیخا کو لعن طعن کرنے والی عورتیں اگر پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں پر دلوں کے کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔

اس لیے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

امیر مینائی کہتے ہیں:

محمد مصطفیٰ کو حضرت یوسف سے کیا نسبت؟
وہ مطلوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

کسی شاعر نے کہا:

جمالِ حسن یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی
تمہارے روئے روشن پر فدا ساری خدائی ہے

◆◆◆

ص ۲۵ رکا بقیہ ....

میں کئی انقلاب آفریں نتائج مضمر تھے، جن سے کئی اہم فوائد کا فوری ظہور بھی ہوا، مکہ میں مسلمان مسلسل ظلم وستم کا شکار تھے، مدینہ پہنچ کر انھیں ایسی آزادی ملی کہ وہ کھل کر عبادت وریاضت اور اپنے عقائد ومعمولات کا تحفظ کرنے لگے، مدینہ میں ہجرت کے بعد ایک منظم اسلامی حکومت قائم ہوئی، جہاں قرآن وسنت کے مطابق عدل وانصاف اور معاشرتی اصول نافذ ہوئے۔

نیز مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم ہوئی، جس سے دینی بھائی چارہ اور ایثار وقربانی کی عظیم مثال قائم ہوئی، مدینہ سے اسلام کا پیغام منظم انداز میں بتدریج گردونواح کے قبائل پھر دنیا تک پہنچا، مدینہ میں مسلمانوں کو اپنی دفاعی اور سیاسی طاقت منظم کرنے کا زرّیں موقع ملا، جس سے وہ اپنے دشمنوں کے مقابل مزید مضبوط ومستحکم ہوئے، ہجرت کو ہی اسلامی کیلنڈر کا آغاز بنایا گیا جو آج بھی امت مسلمہ کے لیے ایک یادگار اور سبق آموز سنگ میل ہے۔

◆◆◆

ص ۴۲ رکا بقیہ ....

گا تم کیا جواب دوں گے؟ انہوں نے کہا! ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچادیا، اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کردی، حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا، پھر لوگوں کی طرف موڑا، فرمایا! اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

(ضیاء النبی، جلد 4/صفحہ/753)

آج دنیا میں جتنے بھی انقلابات رونما ہوں گے، جتنی بھی خوبیاں جنم لیں گی سب حضورِ اقدس ﷺ کا صدقہ ہیں کیوں کہ شعور انسانی کو ان تمام اوصافِ حمیدہ اور خوبیوں سے سب سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ نے آگاہ فرمایا۔ دنیا آزادی کا دن مناتی ہے تو ہمیں اس عظیم محسن کا دن منانا چاہیے جس نے انسانیت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

از: مولانا اشفاق عالم امجدی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت قائد

تاریخ انسانی کے اوراق پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جب انسانیت زوال کے گھور اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، تہذیب دم توڑ چکی تھی، اخلاق پامال ہو چکے تھے، ظلم و ستم، فتنہ و فساد اور جاہلیت کی آندھیاں ہر سمت چل رہی تھیں، باطل نے حق کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، جہالت نے عقل پر پردہ ڈال دیا تھا اور طاقتور کمزوروں کو چوس رہا تھا۔ جنگ و جدال معمول بن چکی تھی، عورت کو ذلت کی علامت سمجھا جاتا تھا، انسان خون کے پیاسے اور شیطانی خرافات کے اسیر ہو چکے تھے۔ نہ کوئی اخلاقی نظام تھا نہ روحانی رہنمائی، نہ قانون باقی تھا نہ قیادت۔

دنیا ایک ایسے رہنما کی منتظر تھی جو ظلمت کو نور میں بدلے، جمود کو حرارت دے، منتشر قافلے کو منزل دکھائے اور انسان کو انسانیت کا شعور بخشے۔ وہی لمحہ تاریخ کا ایک عظیم موڑ ثابت ہوا، جب رحمت الٰہی جوش میں آئی اور صحرائے عرب کی سنگلاخ سرزمین پر ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا جس نے ظلمت کے پردے چاک کر دیئے، قرآن نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا:

"وَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (الجمعہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف معلم انسانیت ہی نہیں بلکہ ایک مثالی قائد، عظیم رہبر، بے مثال منتظم اور عدل و انصاف کے علمبردار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے نہ صرف قبیلوں کو ایک امت میں بدلا بلکہ منتشر انسانیت کو بھی ایک مرکز پر جمع کر دیا، ایسا عظیم المرتبت، فہم و فراست سے لبریز، شجاعت، حکمت، سیاست اور تدبر سے مالا مال قائد، جو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جن کی قیادت نے تاریخ کا رخ موڑ دیا اور دنیا کو حقیقی قیادت کا مفہوم سکھا دیا، قبل از نبوت قائدانہ شخصیت معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہی سے عالمِ غیب میں ایسے آثار ظاہر ہوئے جو اس بات کا اعلان تھے کہ اب فرسودہ نظام اور توہم پرستی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئی تہذیب اور الٰہی نظم و نسق کے علمبردار بن کر تشریف لائے، اس لیے آپ کی ولادت سے ہی جاہلی نظام میں لرزہ طاری ہو گیا۔

فارس کے آتش کدہ کی آگ جو صدیوں سے جل رہی تھی بجھ گئی اور کلیساؤں کے ستون ہلنے لگے۔ اہلِ عقل حیران تھے کہ یہ تبدیلی کیوں کر آ رہی ہے؟ چالیس برس تک کے طویل خاموش دور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صداقت، دیانت، بردباری اور حسنِ اخلاق سے قوم کا اعتماد حاصل کیا۔

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ (الضحیٰ) اور اُس نے تمہیں تلاش میں پایا، تو ہدایت عطا کی۔"

جب فاران کی چوٹیوں سے اعلانِ رسالت ہوا تو نہ صرف عرب بلکہ پورا عالم بیدار ہوا۔ وہ تہذیب جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے بعد معدوم ہو چکی تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک بار پھر زندہ ہو گئی۔

رحمت للعالمین اور مکمل نظامِ حیات

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف عرب ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے رحمت بن کر ہوئی:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔" (الانبیاء)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو ایسا نظامِ حیات عطا کیا جو فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور دین و دنیا دونوں کا جامع ہے، پیغمبر اسلام نے دین و سیاست، عبادت و قیادت، روحانیت و حاکمیت کو ایک ہی مرکز میں جمع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں مذہبی و ریاستی قیادت کا حسین امتزاج موجود ہے، قرآن حکیم نے

اسلامیات

*مضمون نگار بچپاری آباد پور کٹیہار بہار کے متوطن ہیں۔

نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کو آسمانی وحی سے مربوط قرار دیا، رب متعال کا ارشاد باری ہے:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔'' (النجم)

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔"

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔" (النساء)

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عربوں میں ایک مثالی ریاست قائم کی جنھیں حکومت، قانون اور تہذیب کا شعور تک نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاورت، عدل، دفاع، سفارت اور حکمت عملی سے ایک جامع سیاسی و اخلاقی نظام قائم کیا۔

آپ کا ہر اقدام امت کے لیے رہنما اصول بنا۔ شفقت و عدل پر مبنی قیادت سازی قائد اعظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت شفقت و نرمی سے معمور تھی:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔" آل عمران)

لیکن عدل کے تقاضے پر سختی بھی فرماتے: ایک موقع پر پیغمبر اسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ یعنی مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود ایک مثالی قائد تھے بلکہ آپ نے قیادت سازی کی ایسی اعلیٰ تربیت فراہم کی کہ آپ کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود عظیم رہنما بن کر ابھرے، اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے مقام پر قیادت کا قابلِ رشک مظاہرہ کیا۔

ریاست مدینہ

عملی سیاسی نظام ریاست مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت، انتظامی حکمت اور سماجی عدل کا کامل ماڈل تھی، وہاں اقلیتوں کو تحفظ، تعلیم کو فروغ، بیت المال کی شفافیت اور انسانی حقوق کی پاسداری موجود تھی۔

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔" (القلم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام القائدین، معلمِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ وہ مثالی رہنما جن کی قیادت قیامت تک انسانیت کے لیے مینارۂ نور بنی رہے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ اگر قیادت کو کردار، عدل، شفقت، حکمت اور اخلاص جیسے ارفع و اعلیٰ پیمانوں پر پرکھا جائے، تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر معیار پر کامل و اکمل اور بے مثال نظر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، رہتی دنیا تک ہر دور کے قائدین کے لیے ایک ابدی منشورِ ہدایت اور کامل ترین نمونۂ عمل ہے۔ ؎

يا صاحب الجَمال وَ ياسيدَ البشر
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِير لقدْ نور الْقمَر
لا يمكن الثناء كما كان حقّه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

◆◆◆

محفلِ میلاد کا انعقاد آرزوؤں کی تکمیل کا سبب

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

امام قسطلانی اپنی مشہور کتاب مواہب الدنیہ جلد ایک صفحہ ۶۵ ر پر تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کے وہ میلاد کی محفل کرتے، کھانے کا انتظام کرتے اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی کوئی آرزو پوری ہو تو وہ میلاد کی محفل کرے۔ یہ بڑا آزمودہ ہے کہ جس محلے میں میلاد کی محفل ہوتی ہے اللہ اس محلہ سے مصیبتیں دور فرما دیتا ہے، اللہ اس کو خوش رکھے جو ربیع الاوّل کی ہر رات کو عید کی طرح مناتا ہے اور میلاد سے جلنے والوں کے دلوں کو جلاتا ہے۔''

فضل رب العلا اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

تاج دارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نسبت، مسرت اور تقاضے

اسلامیات

عہدِ رواں میں ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی و توہین روزمرّہ کا معمول بن چکی ہے، مقتضائے وقت ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کو قریب کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی مستشرقین کی جانب سے توہین رسالت کی جاتی ہے، کبھی پادریوں اور آریوں کی طرف سے یہی حرکت ہوتی ہے، تو کبھی فن اور آرٹ کے نام پر کارٹونسٹ تشدد بھرا اعلان دیتے ہیں۔ کبھی آزادیِ اظہار کے نام پر جرأت کی جاتی ہے۔ کیا آزادی اسی کا نام ہے کہ جھوٹی باتیں روشن سیرتوں سے منسوب کی جائیں؟ غلط بیانی؛ منوّر ذات سے متعلق گڑھی جائے؟ کچھ یہی معاملہ برصغیر کا ہے جہاں شاتم و گستاخِ رسول کو بھرپور آزادی ہے، آریاؤں کے فتنے، پنڈتوں کے منفی ری مارک، سیاسی بازی گروں کی جسارت، ہند میں فرقہ پرست عناصر کے ذریعے شاتمانہ بیان بازی، دوسری سمت ایک مملکت میں تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے وضع قانون سے مسلسل انحراف؛ ایسے پہلو ہیں کہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کے اندر محبت رسول ﷺ کا جذبہ راسخ نہیں کیا تو کل اِس سے زیادہ ناگفتہ بہ حالات کا خدشہ ہے اور ایمان کی بربادی کا اندیشہ۔

سیرت سے متعلق ذمہ داری

سیرتِ طیبہ سے نسبت و تعلق کے تقاضوں کی بجا آوری میں کمی بھاری غلطی ہے؛ جس کا خمیازہ نسلوں کو ادا کرنا پڑتا ہے، موجودہ نظامِ تعلیم میں بھی دین سے دوری کا بہت کچھ مواد شامل ہے، دہریت، لاادریت، آزادروی کی لہر نے دین بیزار فکر رواج دی ہے۔ ایسے میں گھروں میں دینی ماحول کی پرورش، بچوں کی دینی تربیت، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا لازمی مطالعہ، سیرت سے متعلق مستند لٹریچرز کا انتخاب، عظمت رسالت کے پہلوؤں کا خصوصی مطالعہ تاکہ دل میں محبت و تعظیم رسول ﷺ کا نقش جمے، یوں ہی ایسے معمولات بھی رواج دیے جائیں جن کی بنیاد پر رسول کریم ﷺ سے تعلق میں پختگی آئے، تاکہ نسبتوں کی بہاریں خزاں کے جھونکوں سے متاثر نہ ہو سکیں۔

جذبات کی سمت

قوم بڑی جذباتی ہے، کبھی شورش کے وقت بیدار ہو کر مناسب کبھی غیر مناسب اقدام کرتی ہے پھر خوابِ غفلت میں مبتلا ہو جاتی ہے، ایسے حالات میں عقل و عشقِ رسول میں باہم ربط ضروری ہے، مثال سامنے ہے گستاخوں کے خلافِ اسلام بیانات، سیرت مخالف ری مارک سے متعلق وقتی احتجاج درج کروائے گئے، نہ ہی ہم نے کوئی ٹھوس اقدام کیا، نہ ہی قانونی معاملات میں سنجیدہ پیش رفت کی، اس بابت کمیاں یہ رہیں:

[۱] قانونی معاملات سے پہلوتہی اِس لیے ہوئی کہ وہ صبر آزما مرحلہ ہے، ہم سے مستقل پیش رفت نہیں ہوتی۔

[۲] بلکہ شاتمین کی توہین پر ملک کے درجنوں مقامات پر درج ایف آئی آر سے متعلق بے اعتنائی رہی۔ اس درمیان شاتمین عالمی صہیونی طاقتوں کے زیر اثر اپنے لیے ماحول سازی میں کامیاب ہو جاتے ہیں، بعد کو معاملہ تعطل کا شکار رہتا ہے۔

[۳] جدوجہد بھی صبح تا شام، اگر ان میں صبر، دوام، استقرار ہوتا، اسلاف کی طرح ہم مستقل و منظم و پُرامن جدوجہد جاری رکھتے تو شاید اقتدار جھکنے پر مجبور ہوتا، لیکن لمحاتی کوشش کا اختتام جھوٹے اعلانات پر ہوتا ہے، تسلی و تشفی کے دو بول پر قوم پھسل جاتی ہے، دوسری سمت ایسا بھی ہوا کہ جمہوری و پُرامن جدوجہد کو آمریت سے کچل دیا گیا اور درجنوں افراد زنداں کی تاریک وادیوں میں ڈھکیل دیے گئے۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اعادۂ عہد کا لمحہ

الحمد للہ! ہمیں پھر اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کا یوم

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ولادت منانے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، وہ مقدس دن جسے ہم یوم انسانیت، عیدوں کی عید سے تعبیر کرتے ہیں، جس دن ساری انسانیت کو آزادی ملی، کفر و شرک کی موت کا دن ہے میلادِ مصطفیٰ ﷺ، جتنے باطل مذاہب وازم تھے سب پر اوس پڑ گئی، اعلیٰ حضرت پیارا مضمون رقم فرما گئے ؎

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ہاں! یوم میلاد النبی ﷺ پر عہد کیجیے، اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کا، اسلامی تعلیمات پر عمل آوری کا، اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربانی و ایثار کیا اور اس دن ان ذمہ داریوں کا احساس بھی کیجیے کہ:

[۱] باطل قوتوں کے مقابل اسلام کی روایت و شعار کی بقا کے لیے ہم ناقابلِ تسخیر قوت بن کر اُبھریں گے۔

[۲] اپنی زندگی کو احکام خداوندی کے مطابق اور رسول کریم ﷺ کے طریقوں پر گزاریں گے۔

[۳] گستاخانِ بارگاہِ رسالت کے عزائم کے مقابل محبت رسول ﷺ کی عظیم قوت سے جہاں میں اُجالا برپا کریں گے۔

[۴] غلامیِ رسول میں ہر دُکھ گوارا کریں گے، لیکن ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کا معاملہ قطعی برداشت نہیں کریں گے۔ (یعنی قانونی اقدامات سے گستاخوں کی گرفت کریں گے)

[۵] رسول پاک ﷺ کے طریقوں پر زندگی گزاریں گے تا کہ تمام خلافِ اسلام راہوں کی عملی مذمت ہو۔

[۶] شریعت پر عمل کریں گے؛ تا کہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف قوانین دَم توڑ جائیں۔

[۷] رسول اللہ ﷺ کے مبارک اخلاق کی سمت گامزن ہوں گے تا کہ مخالفینِ بارگاہِ رسالت کے غیر اخلاقی مشن کو سبوتاژ کر سکیں۔

[۸] تعظیم مصطفیٰ ﷺ والے معاملات کو فروغ دیں کہ دُشمنانِ اسلام کی سازش تعظیم نبی سے مسلمانوں کو دور کرنا ہے، مثلاً جب نام محبوب ﷺ آئے تو مکمل بیدار ہو کر ادب کی پوزیشن سنبھال لیں، باوضو نامِ اقدس لیں، جہاں تعظیم نبی ﷺ میں قیام ہو وہاں بھی ادب کو فوقیت دیں، والہانہ نغماتِ سلام کا احترام کریں، جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے دُنیادار بھی جب ''مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام'' پڑھا جاتا ہے تو حالت ادب میں آجاتے ہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت کے سلام و نعت کو اردو طبقے میں ضرور عام کریں تا کہ رسول پاک ﷺ کی نعتوں سے بزمِ ایماں میں خوش بو پھیل جائے اور وجودِ مومن مہک مہک اُٹھے۔

[۹] معاشرے میں غریبوں کی دل جوئی کی جائے تا کہ میلاد النبی ﷺ کی بہاروں میں غریب بھی سنّت نبوی ﷺ کے تصدق خصوصی برکات سے محروم نہ رہیں اور انھیں یہ احساس رہے کہ میلاد النبی ﷺ کی ساعتوں میں ہماری دادرَسی ہوتی ہے، جیسے نوری مشن ہر سال مالیگاؤں میں مساکین کی دل جوئی کے لیے راشن کٹ مع کتبِ سیرت تقسیم کرتا ہے۔

[۱۰] بے روزگاروں کو برسرِ روزگار بنایا جائے۔

[۱۱] قوم کی یتیم بچیوں کے مسائل کا تصفیہ کیا جائے، تا کہ ان کی عقیدتوں کا قبلہ کوئی منحرف نہ کر سکے اور یتیموں کے ماواوملجا کے احسانات انھیں ایمان کی تازگی پہنچائیں۔

[۱۲] بیماروں کی مزاج پُرسی کریں، صاحبِ مال علاج کے مصارف برداشت کریں، میلاد النبی ﷺ کی ساعتوں میں مریضوں کی عیادت کریں تا کہ مقدس دن کی دل جوئی انھیں بارگاہِ رسالت ﷺ کے احسانات کی یاددہانی کے لیے مہمیز دے۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں مفید و صالح اُمور کی انجام دہی کی توفیق دے، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے فکر مغرب و اسیرانِ ہوا و ہوس کے مقابل دین پر استقامت دے۔

ہمیں چاہیے کہ فتنۂ ارتداد کے مقابل مذہبی ذمہ داریوں کا احساس کریں تا کہ ارتداد کی لہریں دَم توڑ جائیں اور اسلام کا حقیقی حسن عملی زندگی سے ظہور پذیر ہو، اس جانب بیداری رہی تو فکر خام کی مدھم کرنیں نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکیں گی اور سرمۂ حبِ رسول ﷺ نگاہوں کو نور نور بنا دے گا ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اسلامیات

مسرت وشادمانی کا اسلامی تصور اور میلادِ مصطفیٰ کی بہاریں

نعمت وانعام کے عطا ہونے پر خوشی منانا یہ فطری اَمر ہے اور سرشت انسانی کا حصہ، رسول اللہ ﷺ کی آمد فضل الٰہی ہے، خدائے قدیر کا حکم بھی ہے:

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔''

(۱) سرکار دوعالم ہادی کونین ﷺ کا تشریف لانا نعمت وعافیت، برکت وسعادت اور عطاونوازش کا نقطۂ عروج ہے۔ جب آفتابِ رسالت ﷺ طلوع ہوا تو کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور حق کا اُجالا پھیل گیا، اللہ تعالیٰ کی توحید ویکتائی اور عظمت وشان کا نغمہ لبوں پر جاری ہوگیا، ان انعامات کے تشکر اور اظہارِ فرح ومسرت کے لیے مسلمانوں کا ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن منانا ایک ایمان افروز اور کفرسوز کام ہے، امام محمد شرف الدین بوصیری قدس سرہ القوی (م ۶۹۴ء) نے حقیقت افزا بات کہی ؎

حَتّٰى اِذَا طَلَعَتْ فِي الْاُفْقِ عَمَّ
هُدَاهَا الْعَالَمِيْنَ وَاَحْيَتْ سَائِرَ الْاُمَمِ

ترجمہ: یہاں تک کہ جب افق کائنات پر وہ آفتاب طلوع ہوا تو اس کی ہدایت سارے جہانوں میں پھیل گئی اور اس نے بہت ساری قوموں کو حیات عطا کردی۔

(۲) سرکار دوعالم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی ساعتِ سعید کو مجددِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے ''سہانی گھڑی'' سے تعبیر کیا ہے ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سیرتِ طیبہ کا موضوع بڑا وسیع اور منفرد واچھوتا ہے، میلاد کا عنوان سیرت کا ایک مستقل اور اہم باب ہے، جس پر اب تک بکثرت کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی رہے گا۔ میلاد دراصل سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری وولادت کے تذکرہ کو کہا جاتا ہے، خواہ منظوم ہو یا منثور۔ اس لیے اس کا اہتمام کوئی نیا اور باعثِ عار کام نہیں، اسلافِ کرام نے اس کا اہتمام اسلامی شان کے ساتھ کیا ہے، ہر دور میں یہ اہتمام ہوتا آیا ہے، بلکہ قرآنی اسلوب میں بھی اس کے جلوے پیش کیے جاسکتے ہیں، جیسے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔''

(۳) اسی طرح انبیاے کرام سے جو عہد لیا گیا اور محبوب پاک ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی اس میں بھی کیا دل کش اسلوب ہے:

''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا۔''

(۴) پھر یہ پہلو بھی لائق غور ہے کہ جب محبوب ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تو کیا اس رحمت پر خوشی نہیں منائی جائے گی؟ مسرتوں کا اظہار نہیں کیا جائے گا؟....... وہ کیسے ہیں جو منھ بسورتے ہیں اور انھیں یہ ایمان افروز جشن محبت وتقدیس نہیں بھاتا، کتاب الصیام صحیح مسلم شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''فیه ولدت، وفیه انزل علیّ- میں اسی روز پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

(۵) اس یوم کی عظمت وشان کے حوالے سے خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ پیر کے روز روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے، کیوں کہ آقائے دوعالم ﷺ کی ولادت اسی دن ہوئی لہٰذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو اور اس کی تعظیم وتکریم کی

جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کیوں کہ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات کو زیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔"

(۶) علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (م۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء) تحریر فرماتے ہیں: تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے سید المرسلین کے ظہور سے ہر وجود کو روشن کیا اور حق مبین کی ضیا سے باطل کی ظلمتوں کو دور کیا اور حق کے راستوں کو واضح کیا جب کہ لوگ جہل کی تنگ نائیوں سے گزر رہے تھے۔

(۷) میلاد مبارکہ کے سلسلے میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر محافل میلاد کا انعقاد باعث اجر وثواب ہے۔ ناقدین کے لیے یہ نکتہ لمحۂ فکر یہ ہے کہ سال بھر تو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل منعقد ہوتی ہیں اب اگر ربیع الاول میں اسی محفل کا نام "محفلِ میلاد" رکھ دیا جاتا ہے تو وہ صرف نام کی تبدیلی سے کیوں مضطرب و مضمحل ہو جاتے ہیں؟ کیا عقلی طور پر اس کی اجازت دی جائے گی کہ خواہ مخواہ اِدھر اُدھر وقت تو ضائع کر دیا جائے، غیبت وچغلی اور اُلٹے سیدھے کاموں کی محفل آراستہ کی جائے لیکن میلادِ رسول اور آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سے احتراز کیا جائے! یہ تو سخت محرومی کی بات ہے۔

رہی بات عہدِ صحابہ میں میلاد کے اہتمام کی تو ان کا ہر ہر لمحہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن ہوتا تھا، یادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُر ہوتا تھا اور بعد کے ادوار میں یہ طریقہ کم ہوتا گیا تو خصوصیت سے محافل میلاد کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی اور عوام کی فکری تربیت نیز ایمانی جلا کا سامان کیا گیا اور اسلاف نے اس کو کیا ہی نہیں بلکہ اس کے انعقاد کی ترغیب وتلقین بھی کی، بہر کیف! ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل کا اہتمام ایمان کی جِلا کا باعث ہے اور عامۃ المسلمین میں مسرتوں کی صبحِ میلاد پر اہتمام یقیناً نیکی کی ترغیب ہے جس کی اِس زمانے میں زیادہ ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت نے دل پذیر بات کہی ؎

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

حوالہ جات: (۱) القرآن الکریم؛ سورۃ یونس: ۵۸/ ترجمہ کنزالایمان (۲) کشف بردہ، المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۸ (۳) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۱۶۴/ ترجمہ کنزالایمان (۴) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۸۱/ ترجمہ کنزالایمان (۵) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۷ء ص ۲۰ (۶) حسن المقصد فی عمل المولد (میلادِ سیوطی)، دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ص ۲۶ (۷) مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میلاد ابن کثیر) دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۔

◆◆◆

وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ایک ایسا واقعہ ہے جس نے تاریخِ انسانی کا رُخ بدل دیا، عرب کی سرزمین ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی تھی، جہالت، بت پرستی، ظلم وستم اور بے حیائی عام تھی، ایسے ماحول میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، شاعر کہتا ہے:

وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری محض ایک انسانی ولادت نہیں تھی بلکہ یہ سراپا نور کی آمد تھی۔ جس لمحے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے کائنات میں ایک غیر معمولی انقلاب برپا ہوا، ظلمتیں مٹ گئیں، قلوب روشن ہو گئے اور دلوں کو سکون وایمان کی دولت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں: ایوانِ کسریٰ کے ستون ہل گئے۔ آتشکدہ فارس جو ہزار برس سے روشن تھا، بجھ گیا، دنیا کے بڑے بڑے بت گر پڑے، یہ سب اس بات کی علامت تھی کہ اب باطل کا خاتمہ اور حق کا غلبہ ہونے والا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مبارک سے ایسا نور پھیلا کہ جس نے صدیوں کے اندھیروں کو ختم کر دیا۔

آج بھی اگر کوئی انسان دل کی تاریکیوں سے نجات چاہتا ہے تو اُسے اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہونا پڑے گا، قرآن کہتا ہے: قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (سورۃ المائدہ) یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایک روشن کتاب (قرآن) آگئی۔ پس یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے دنیا کے ہر گھر اور ہر دل میں اجالا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ چراغِ ہدایت ہیں جن کی روشنی قیامت تک انسانیت کو راہ دکھاتی رہے گی۔

از: مفتی محمد رضا قادری مرکزی
الجامعۃ القادریہ نجم العلوم مالیگاؤں

اسلامیات

از: حافظ افتخار احمد قادری*

احترامِ انسانیت! سیرتِ رسولِ کریم ﷺ کی روشنی میں

رسولِ کریم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی معاشرتی، سیاسی واخلاقی اور دینی حالت اس قدر ابتر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 164 میں اسے ''ضلل مبین'' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ زندگی کے تمام شعبوں میں انقلاب برپا کیا، لوگوں کو زندگی گزارنے کا شعور، معاشرتی برائیوں کا سدباب اور معاشرتی برائیوں میں سے اس عالمگیر برائی کی بھی اصلاح فرمائی جس نے انسانیت کو مختلف طبقات میں تقسیم کردیا تھا۔

حضور اقدس ﷺ نے بامقصد اور غیر فطری معیار فضیلت وعزت کو ختم فرمایا اور معیارِ فضیلت کے ان درجات کی بجائے صرف انسان ہونا ایک ایسا معیار قرار دیا جس کے پیشِ نظر ایک انسان کا بحیثیت انسان احترام کرنا ضروری قرار دیا گیا خواہ اس کا کوئی دین ہو، کسی علاقے سے تعلق رکھتا ہو، کسی طبقۂ زندگی سے متعلق ہو اور کوئی اس کا رنگ ہو۔ جب احترام انسانیت کا سیرتِ رسولِ کریم ﷺ کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ احترامِ انسانیت کو دوطرح سے متعین کیا گیا۔ ایک دینی لحاظ سے دوسرے محض انسان ہونے کے لحاظ سے۔

رسول اکرم ﷺ کے بعض وہ ارشادات ہیں جن میں مسلم انسان کے احترام وانداز میں اور عام انسانوں کو ایک الگ انداز میں پیش کیا گیا۔ احترام انسانیت کی یہ تفریق قرآن مجید میں بھی موجود ہے، چنانچہ مومن کے قتل کے بارے فرمایا گیا:

''وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ (النساء: 93) اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔''

اس آیت میں مومن کی جان کی حرمت پامال کرنے پر چار سزاؤں کا اعلان کیا گیا۔ یہ وہ سزائیں ہیں جو کسی بھی دوسرے جرم کے لئے نہیں ہیں، جبکہ غیر مسلم جس کا احترام محض انسان ہونے کے ناطے سے ہے اس کے قتل کے بارے میں فرمایا گیا:

''وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ۔ (النساء:92) اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے۔''

مسلمانوں کے قتل کی حرمت کا ذکر رسولِ کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس طرح فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ إِلَى أَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هَذَا كَحُرْمَةِ بَلَدِكُمْ هَذَا وَ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ۔ (ضیاء النبی) بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون کو قیامت تک حرام قرار دیا جیسے اس ماہ کی، اس شہر کی اور اس دن کی حرمت ہے۔''

احترام انسانیت کی یہ حدود اس دنیا سے متعلق ہیں، آخرت میں محض انسانیت کے ناطے سے احترام انسانیت نہیں ہوگا بلکہ وہاں ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق جزا وسزا ملے گی۔ سیرت رسول کریم ﷺ کی روشنی میں احترام انسانیت کی یہ صورتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔

نفس انسانیت کا احترام

نبی کریم ﷺ نے انسان کا احترام بحیثیت انسان کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، اس احترام کی بنیاد سورۃ الاحزاب کی یہ آیت ہے ارشاد ہوتا ہے:

''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یو پی کے متوطن ہیں۔

فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ۔
(الاحزاب:72) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھا لی۔''

چونکہ اس انسان کو ہی امانت کے اٹھانے کی صلاحیت عطا کی گئی لہٰذا! اس کا احترام لازمی قرار دیا گیا، وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کی بنیاد اس کی کوئی منفی صلاحیت ہے، جبکہ انسان کے گوشت کو اس کے احترام کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا۔ احترام انسانیت کے پیشِ نظر قتل انسانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں فرمایا گیا:

''أَوَّلَ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔ (بخاری شریف کتاب الدیات، حدیث:6864) قیامت کے روز لوگوں میں (حقوق العباد میں سے) سب سے پہلے قتل کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

نفس انسان کی حرمت سے متعلق سنن ابن ماجہ میں ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے خلاف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا، جنگ کے بعد ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ دوران میں ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے بھاگا جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے کہا:

''أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنِّي مُسْلِمٌ۔ (میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں مسلم ہوں) اس کے باوجود میں نے اسے قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے میں فرمایا ''هَلْ شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ'' کیا تو نے اس کا بطن پھاڑ کر دیکھا تھا کہ اس نے جان بچانے کے لئے ایسا کہا؟ کچھ دیر کے بعد وہ شخص مر گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد اس کی تدفین کی گئی۔ دوسرے روز دیکھا "أَصْبَحَ عَلَى الْأَرْضِ" اس کی لاش قبر سے باہر پڑی ہوئی ہے۔''

اس کے گھر والوں نے سوچا کہ ان کے کسی مخالف نے ایسا کیا، پھر اسے دفن کیا اور نگرانی کے لئے ایک غلام مقرر کیا لیکن دوسرے روز پھر ایسا ہی پایا گیا۔ اس کے وارثوں نے خیال کیا کہ شاید اس غلام نے ایسا کیا ہو، پھر تدفین کے بعد وارثوں میں سے ایک وارث نے خود قبر کی حفاظت کی لیکن پھر بھی زمین نے اسے قبول نہ کیا پھر اس لاش کو کسی گھائی میں پھینک دیا گیا۔

(مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، حدیث:4341)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے طواف کعبہ کے دوران کعبہ مکرمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مَا أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ رِيحُكَ مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتُكَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكَ۔ (مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین)

تو کتنا اچھا ہے اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن کی حرمت تیری حرمت سے زیادہ عظیم ہے۔''

ان روایات میں اگرچہ دینی بنیاد پر مسلم اور غیر مسلم کی قدرے تفریق کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہر مذہب میں بعض ایسے قوانین و ضوابط ہوتے ہیں جن کے مطابق انسانیت کی حرمت کے باوجود اس جرم کے ارتکاب کی بنا پر اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ ان ضابطوں کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے نسلی، قومی، جغرافیائی، مادی اور دینی بنیادوں سے ہٹ کر احترامِ انسانیت کا سبق دیا اور کسی بھی صورت میں خلاف قانون کسی انسان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان، یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی کوئی مہم روانہ فرماتے تو انہیں محاربین کے علاوہ کسی آدمی کو قتل کرنے کی اجازت نہ دیتے۔

چہرے پر مارنا

چہرہ چونکہ انسان کا سب سے زیادہ محترم مقام ہوتا ہے، لہٰذا! نبی کریم ﷺ نے اس کا احترام بھی جسم کے دیگر اعضا سے زیادہ کرنے کا حکم فرمایا، اس ضمن میں آپ کا یہ ارشاد ہے:

''نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ۔ (امام احمد) رسول اللہ ﷺ نے انسان کے

چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔''

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

''إِذَا قَاتَلَ أَحَدُ كُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔ (امام مسلم) جب باہم لڑائی جھگڑا ہو جائے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کیا جائے۔''

عہد رسالت سے پہلے بعض اوقات لوگ اپنے مخالفین اور دشمنوں کو قتل کرتے وقت نہایت اذیت ناک طریقوں سے قتل کرتے جن میں ایک طریقہ مثلہ کا طریقہ تھا، اس میں ایک ہی بار کسی شخص کو قتل کرنے کی بجائے مختلف اعضا، کاٹ کاٹ کر چھوڑ دیا جاتا پھر اس اذیت سے وہ انسان مرجاتا یا اسے ایسے قتل کیا جاتا، اس طریقہ کو بھی حضور اقدس ﷺ نے احترام انسانیت کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس کی ممانعت فرمائی، مسند احمد میں ہے:

''نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُثْلَةِ۔ (مسند احمد) رسول اللہ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا۔''

مردہ انسان کا احترام

زندہ انسان کی تو ہر کوئی قدر بھی کرتا ہے اور احترام بھی لیکن مردہ انسان کے بارے بالعموم یہ تصور ہوتا ہے کہ اس کا احترام کیوں کیا جائے وہ کون سا دیکھتا ہے اسے تکلیف دینے سے کون سی تکلیف ہوتی ہے اور اس کے احترام میں کیا فرق آتا ہے، رسول کریم ﷺ نے اس تصور کی بھی کلیتاً نفی فرمائی اور مردہ انسان کا بھی اس حوالے سے اسی طرح احترام کرنے کا حکم فرمایا جیسے کسی زندہ کا کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ مِثْلُ كَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ۔ (صحیح مسلم) میت کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسے کسی زندہ انسان کی ہڈی کو توڑنا۔''

قبر میں مدفون انسان کا احترام رسول کریم ﷺ نے نہ صرف زندہ انسانوں کے احترام کا حکم دیا بلکہ آپ نے قبر میں مدفون انسانوں کا بھی احترام کرنے کا حکم فرمایا، مردہ انسانوں کے احترام کی صورت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ ان کی قبور پر نہ بیٹھا جائے، صحیح مسلم میں روایت ہے:

''لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ۔ (صحیح مسلم) قبروں پر نہ بیٹھا جائے۔''

ایک اور حدیث میں آپ نے قبروں پر بیٹھنے کی وعید ان الفاظ میں فرمائی:

''لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُ كُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقُ ثِيَابَهُ فَتُخْلِصُ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ۔ (امام مسلم) کسی شخص کا کسی چنگاری پر بیٹھنا اس سے اس کے کپڑے جلنا اور اس کا اس کی جلد تک پہنچنا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔''

عیادت مریض

زرتشت مذہب میں بیمار انسان کسی شفقت کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ قابل نفرت ہو جاتا ہے کیونکہ بیماری اس بات کی علامت ہے کہ اس پر بری قوت نے قابو پالیا ہے، اس تصور کو اللہ کے رسول ﷺ نے احترام انسانیت کے خلاف قرار دیا اور اس کے برعکس حضور اقدس ﷺ نے عیادت مریض کو انتہائی مستحسن فعل قرار دیا اور آپ بذاتِ خود بلا تفریق مذہب محض انسانیت کے ناطے سے مریضوں کی عیادت فرماتے۔ عیادت مریض سے متعلق سیدنا موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عُودُ الْمَرِيضَ'' (بخاری) مریض کی عیادت کرو۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنے والے کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں انسان کے مریض ہونے کو اللہ تعالیٰ نے خود کا مریض ہونا اور انسان کی عیادت کو اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ (مسلم) اس سے بڑھ کر انسانیت کا احترام اور کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی کے بیمار ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنا بیمار ہونا اور اس کی تیمارداری کو اپنی تیمارداری قرار دے۔

غلام اور آزاد میں عدمِ تفریق

بعثت نبوی ﷺ کے وقت غلام کسی بھی تکریم کے مستحق نہ

تھے۔ نہ ان کا معاشرتی وقار تھا نہ انہیں کوئی اہم ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد جب مؤذن کے تقرر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام و آزاد کی تفریق کے بغیر اور تکریم انسانیت کی بنیاد پر یہ اہم ذمہ داری سیدنا بلال رضی اللہ عنہ (جو کہ ایک حبشی غلام تھے) کو سونپ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تقرری پر کفار نے کہا تھا:

''مَا وَجَدَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ هَذَا الْغُرَابِ الأَسْوَدِ مُؤَذِّنَا۔

(ضیاء النبی، جلد 4/صفحہ 477) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اس کالے کوے کے علاوہ کوئی مؤذن نہیں۔ کفار کے اس طعن کے باوجود سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موذن کے منصب پر قائم رکھا۔''

امیر و غریب کا فرق

ہر معاشرے میں انسان کا احترام اس کی معاشی حالت کی بنا پر کیا جاتا رہا اور آج بھی کیا جاتا ہے، لیکن رسول کریم کی سیرتِ طیبہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کا احترام محض انسان ہونے کے ناطے سے کرتے نہ کہ امیر اور دولت مند ہونے کے ناطے سے۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے مصافحہ فرمایا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ پھٹے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ان ہاتھوں کو کیا ہوا؟۔ تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ان ہاتھوں سے کام کرتا ہوں جس کی وجہ سے یہ پھٹ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہاتھوں کو چوما اور فرمایا ان ہاتھوں کو آگ نہیں چھوئے گی۔ (اسد الغابہ:78)

ان تمام روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری دنیا کو احترام انسانیت کا وہ سبق دیا جس سے دنیا کے تمام بانیان مذاہب کلیتاً خاموش ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی انسانیت کا احترام یا تو نسلی بنیادوں پر ہوتا ہے یا رنگ اور نسل کی بنیاد پر، کہیں دولت کی بنیاد پر انسان کی عزت کی جاتی ہے کہیں جغرافیائی لحاظ سے۔ امریکہ کے میم فس شہر میں کتنے ایسے گرجا گھر ہیں جن کے صدر دروازوں سے کالے افراد کو گزرنے کی اجازت نہیں ان کے لئے الگ دروازے بنائے گئے ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کا احترام انسان ہونے کے ناطے سے کیا جائے تا کہ ہر انسان عزت سے اپنی زندگی بسر کرے۔ عزت کی زندگی گزارنے کی بنا پر انسان معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے جس سے نہ صرف اس کو فائدہ ہوگا بلکہ پوری انسانیت اس سے مستفید ہوگی۔

امسال 1500 ویں یومِ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عہد کریں کہ معاشرے سے امیری و غریبی، ذات پات، رنگ و نسل، اونچ نیچ کی روایت کا سد باب کریں گے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا: اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارے باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہیں، سن لو کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے۔ (اس طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے مساوات اسلام کا علم بلند فرمایا:)

اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے، بیشک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ سنو! میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا (سود بیاج) کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ یہ سب کا سب معاف ہے۔

زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ حضرت عبد المطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنوسعد کے

ہاں شیر خوار بچہ تھا اور قبیلہ ہزیل نے اس کو قتل کر دیا۔ اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔ جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی الحجہ، ذی القعدہ، محرم الحرام، رجب المرجب) ان مہینوں میں جنگ و جدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمے حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کر دو۔ انہیں بطورِ سزا تم مار بھی سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو۔ اگر وہ باز آجائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد و نوش کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو، بے شک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے نبی کی سنت۔ اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے۔

پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا، جان لو کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے، کسی عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا، حاکم وقت کو از راہِ خیر خواہی نصیحت کرنا، مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اور بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو، ان کے علاوہ ہیں، جس کی نیت طلب دنیا کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدنی منتشر ہو جاتی ہے اور اس کو اس سے اتنا ہی حاصل ہوتا ہے جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔

بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تمہارے غلام جو تم کھاتے ہو ان سے ان کو کھلاؤ، جو تم خود پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ، اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو، اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو، میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اتنی بار دہرایا کہ یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ حضور پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے، بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لئے پتھر۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال نہ قبول کرے گا جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو، عطیہ ضرور واپس ہونا چاہیے اور قرض لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد)

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے بقیہ ص ۳۱ / پر

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت ماحی کفر وضلالت

بت شکن آیا یہ کہہ کر منھ کے بل بت گر پڑے
جھوم کر کہتا تھا کعبہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ جل جلالہ، وحدہٗ لا شریک لہٗ نے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، ماحیِ کفریات کافرین وبددین، حضور پُرنور، سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عرب کی سرزمین پر مبعوث فرمایا تو ہر طرف کفروشرک کا دوردورہ تھا، لوگ لات، عزیٰ سمیت بے شمار بتوں کو پوجتے تھے، حضور کی تشریف آوری کے ساتھ ہی وہ باطل معبود منہ کے بل گر پڑے، گویا یہ اعلان عام ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے ہیں اور اب دین اسلام کا غلبہ ہر طرف ظاہر ہو کر رہے گا، چنانچہ اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

’’وَالَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۔ {سورۃ الفتح آیت ۲۸} ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ! اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب فرمایا اور بے شک اللہ جل وعلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بطورِ شاہد کافی ہے۔‘‘

[مدارک التنزیل، تحتِ آیت مذکور]

نیز اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

’’یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ {سورۃ الصف، آیت ۸} ترجمۂ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونھوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے بُرا مانیں کافر۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں دین اسلام کو غالب فرمائے گا، اگرچہ کفار اس کو ناپسند کریں۔‘‘ [تفسیر خازن، تحت آیت مذکور]

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے:

’’حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ۔ (رقم الحدیث: ۳۵۳۲) ترجمۂ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں؛ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی وہ کہ جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں یعنی وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔‘‘ [تخریج حدیث: اجلّہ ائمہ بخاری و مسلم وترمذی ونسائی وامام مالک وامام احمد وابوداؤد طیالسی وابن سعد وطبرانی وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی]

بخاری شریف کی حدیث مذکور سے بالکل واضح ہے کہ حضور پُرنور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفروشرک کو مٹانے والے بن کر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دعوت، تبلیغ اور سعیِ مسلسل کا نتیجہ ہے کہ اسلام عرب کے ریگ زاروں سے نکل کر آج ساری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راہِ حق میں بے شمار مصائب وتکالیف برداشت کرنا پڑیں، جن میں واقعۂ طائف خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہاں تک کہ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! بنو ثقیف کے لیے دعائے ضرر فرمائیے! مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم،

*مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

جو رحمۃ للعالمین ہیں، نے اس کے برخلاف دعائے خیر فرمائی کہ اے اللہ بنو ثقیف کو ہدایت عطا فرما! جیسا کہ سنن ترمذی شریف کی حدیث میں ہے:

"قالوا: يا رسولَ اللهِ ! أَحْرَقَتْنا نِبالُ ثَقِيفٍ، فادْعُ اللهَ عليهم. فقال: اللهم اهْدِ ثَقِيفًا۔"

{رقم الحديث: ۳۹۴۲}

یہ دعا قبول ہوئی، بنو ثقیف نے باہمی مشورے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر لی اور اپنا ایک وفد کنانہ بن عبد یالیل کی قیادت میں مدینہ منورہ، بارگاہِ رسالت میں روانہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجدِ نبوی شریف ہی میں خیمہ نصب کر کے قیام کرنے کا حکم فرمایا، تاکہ وہ قرآن کی تلاوت سنیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔ یہ وفد کئی دن تک مسجدِ نبوی میں ٹھہرا رہا اور وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ خودمختارِ کائنات ﷺ بھی ان کے پاس تشریف لے جاتے اور نہایت حکمت اور نرمی سے دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ {سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۲۴}

ابن سعد نے روایت کیا کہ حضور ﷺ ہر رات نمازِ عشا کے بعد تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ان سے گفتگو فرماتے، حتیٰ کہ کبھی آپ تھکاوٹ کی وجہ سے ایک قدم پر بوجھ ڈالتے اور کبھی دوسرے پر۔ [طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۷۸]

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب "مغازی" میں روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی اسی وفد میں شامل تھے اور سب سے کم عمر تھے۔ وفد کے لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جاتے تو انھیں خیمے میں چھوڑ جاتے، لیکن جب یہ لوگ دوپہر میں قیلولہ کرنے کے لیے واپس آتے تو عثمان بن ابو العاص چپکے سے نکل کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، قرآن سیکھتے اور دین کے متعلق بار بار سوالات کرتے۔

یہاں تک کہ آپ نے دین میں کافی سمجھ حاصل کر لی، جب حضور ﷺ محو استراحت ہوتے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کرتے، وہ یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں سے مخفی رکھتے، ان کی اسی محنت اور خلوص کی بدولت حضور ﷺ ان سے خوش ہوئے اور ان پر خاص عنایت فرمانے لگے۔

رفتہ رفتہ دین اسلام قبیلۂ ثقیف کے دلوں میں اُتر گیا، وفد کے سردار کنانہ بن عبد یالیل نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: زنا کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ ہم بکثرت سفر کرتے ہیں، اس لیے یہ ضرورت بن چکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تم پر حرام ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ۔ {بنی اسرائیل: ۳۲} ترجمۂ کنز الایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ! بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

پھر سود کے بارے میں پوچھا حضور نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ {سورۃ البقرہ آیت ۲۷۸} ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

اسی طرح شراب کے متعلق دریافت کیا، حضور ﷺ نے فرمایا شراب حرام ہے اور پھر حرمت شراب کی آیت تلاوت فرمائی پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سے نماز معاف کر دیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: لا خير في دين بلا صلوٰة۔ یعنی نماز کے بغیر دین میں کوئی بھلائی نہیں۔

بعد ازاں وہ سب مشورہ کر کے واپس آئے اور حضور ﷺ کی تمام باتیں مان لیں، سوائے اس کے کہ ان کا بت "لات" تین سال تک نہ گرایا جائے، حضور ﷺ نے انکار فرمایا، وہ مہلت کو ایک سال کر کے کم کرتے رہے، حتیٰ کہ جب یہ لوگ اپنے علاقے میں پہنچے تو ایک ماہ کا مطالبہ کیا، لیکن حضور نے قلیل مدت کی مہلت بھی دینے سے انکار فرما دیا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ یہ مہلت اس لیے مانگتے تھے تاکہ اپنی قوم کے جاہل، عورتوں اور بچوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں اور انھیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ لوگ بگڑ ہی نہ جائیں، ان کا ارادہ تھا کہ جب ایمان دلوں میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے، تب بت کو گرایا جائے پھر انہوں نے بقیہ ص ۱۲ پر

از: محمد قمر الزماں رضوی*

اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معاشرے میں چراغِ اخوت ومحبت جلانے کا بہتریں ہنر

اللہ ربّ العزت نے اپنے پیارے محبوب، باعث تخلیق کائنات نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس روئے زمین پر تمام انسانیت کے لیے رشد وہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، آپ کی حیاتِ مبارکہ، آپ کے کردار و گفتار، آپ کے اخلاق کریمانہ قرآن مجید کی تعلیمات کا اہم ترین حصہ اور عملی نمونہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو بلند اخلاق وکردار کے نقوش چھوڑے وہ تمام دنیائے انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں، آپ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی بے مثال و بے نظیر تھے، اپنے تو اپنے غیروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے، اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ نہ ہوتے اور نہ ہی انتقال لیتے، امیروں اور غریبوں سب کے ساتھ برابری کا معاملہ فرماتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ونرمی کرنے کی ترغیب دلاتے، عاجزی وانکساری کا یہ عالم کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے، آپ کے دن رات کے معمولات اور آپ کی ذات و صفات کی ہر ہر ادا اپنے دامن میں اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔

اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت ہی معاشرے میں چراغ جلانے کا ہنر رکھتی ہے، جس کے ذریعے معاشرے میں پنپنے والی نفرتوں، عداوتوں اور بہت ساری برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اتنے عظیم الشان تھے کہ خود ربّ کائنات آپ کے اخلاق مبارکہ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ: ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔'' (سُورۃ القلم:4)

ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے متعلق پوچھا گیا آپ بیان فرماتی ہیں؛

حضرت سعد بن ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے دریافت کیا: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، مجھے رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاق کے بارے میں بتائیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلُق قرآن ہی تو ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۳۷۴، الحدیث: ۱۳۹)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محاسن اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے، یعنی حِلم وعَفْو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدمِ تشدُّد، شجاعت، ایفاءِ عہد، حسنِ معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلُّفی، تواضع وانکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ'' یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاق تھے۔ (سیرتِ مصطفٰے، ص ۶۰۰)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اَخلاق تمام اَخلاقی اچھائیوں کا جامع ہے اور اللّٰہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شکر، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خُلَّت، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اخلاص، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صبر، حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا

*مضمون نگار جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف کے طالب علم ہیں۔

عذر، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عاجزی اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اخلاق عطا فرمائے اور یہ وہ مقام ہے جو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے صرف سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔

(روح البیان، ن، تحت الآیۃ: ۴، ۱۰/۱۰۶)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تندمزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔" (سورۃ آل عمران 159)

اس آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں اِس درجہ لُطف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن کس قدر اَذِیّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جاتے۔ تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرما دے دیتا۔

تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تورات و انجیل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: میں نے جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم دیکھ سکوں، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، کہ دیہاتی جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور مُعَیَّن مقدار میں کھجوریں تمہیں بیچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا ”یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامنِ اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔

اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو! اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سکون انداز میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا ”ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ، تم اسے اس کا حق دے دو اور بیس صاع کھجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دینا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ نے مجھے زیادہ کھجوریں دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ، مجھے زیادہ کھجوریں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کھجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”نہیں، میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعنہ ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”پھر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پالی ہیں، تو اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالٰی کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا۔ پھر حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنْہُ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (مستدرک، ۴/ ۷۹۲/الحدیث:۶۶۰۶)

آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تاجدارِ رسالت حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کس قدر ارفع و اعلیٰ ہیں، یہ تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کی ایک جھلک ہے، کہ ایک یہودی شخص سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی درجے کی نرمی و لطافت کا معاملہ فرمایا اور وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے، ایسے بے شمار واقعات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اخلاق حسنہ کے ذریعے معاشرے میں چراغ روشن کیے، اللہ عزوجل ہمیں بھی اس روشنی کا حصہ نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید رسومات

از: محمد تحسین رضا نوری*

ماہِ ربیع النور شریف ایک ایسا مہینہ ہے جس کو افضل الشہور کہا جائے تو بجا نہ ہوگا کیوں کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں وجہ تخلیق کائنات، اللہ سبحانہ وتعالی کے آخری نبی، سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں دنیا بھر میں عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ آپ کی آمد کی خوشی مناتے ہیں اور بڑے پیمانے پر لنگر و نیاز، جلسہ و جلوس، قرآن خوانی ومحفل درود وسلام وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جو کہ کارِ ثواب اور عمل مستحب ہے۔

لیکن یہ سارے اعمال تب تک ہی فائدے مند ہیں جب تک اُنہیں شریعت کے دائرے میں رہ کر انجام دیا جائے اور جب ان کاموں میں غیر شرعی رسومات کا اختلاط ہو جاتا ہے، تو بجائے ثواب کے مستحقِ گناہ ہونے کے چانسز بڑھ جاتے ہیں، محترم قارئین! اس تحریر کا مقصد لمبی چوڑی گفتگو کرنا نہیں بلکہ چند حقائق سے پردہ اٹھانا ہے۔

گذشتہ سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر کچھ ایسے نامناسب اعمال وجود میں آئے جنہیں دیکھ کر نہایت تکلیف ہوئی، کیوں کہ جدت پسند افراد نے مستی ومزے کے نشے میں ثواب کی نیت سے کیے جانے والے اعمال کو جدید خرافات ورسومات کے دلدل میں لاکر پھنسا دیا، اور اُن کی قبیح خواہشات کی وجہ سے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اعمال خیر اعمال شر کی صورت اختیار کر گئے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بہت ساری ویڈیوز دیکھنے کو ملیں، جس میں نوجوان لڑکے جلوس میلاد کے نام پر قوالی اور نعتوں کی دھن پر تھرکتے نظر آئے، جھنڈوں کو لہرا کر ناچ کود کر اپنی محبت کا ثبوت دیا گیا۔ فیسبک پر ایک ویڈیو نظر سے گزری جس میں عوام نے ایک عظیم قدوقامت، موٹے تازے آدمی کو "جن" بنا کر اسٹیج پر بٹھا دیا، بیک اسٹیج پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا سا پوسٹر لگا تھا مزید اوپر سے ڈی جے کی آواز اور ہر چہار جانب مرد وزن کی بھیڑ بغرض زیارت وہاں موجود تھی۔

اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر گیارہویں کی شب میں پوری رات ڈی جے بجا کر جھنڈے لہرائے گئے، مزید بعض مقامات پر جلوس محمدی کو اس قدر بڑھاوا دیا جاتا ہے کہ جلوس محمدی میلے کی صورت اختیار کر گیا، طرح طرح کی مزاریں، ٹرینیں، کشتیاں، نقشۂ مزارِ امام عالی مقام اور ذوالفقار حیدری جیسی کثیر چیزیں بنا کر جلوس میں ساتھ ساتھ لے کر چلا جاتا ہے۔

پھر یہ سارے تبرکات شام میں مغرب کے بعد چوراہوں اور گلیوں کے نکڑ پر رکھ کر روڈ جام کر دیا جاتا ہے، ہر محلہ سے 20، 20 عورتوں کا گروہ بن سنور کر زیارت کے لیے نکلتا ہے، یہ زیارت گاہ فتنے کے اڈے سے کم نہیں ہوتی جہاں مردوزن کا اختلاط عام ہو جاتا ہے، بعض عاشق ومعشوق کی ملاقاتیں آسان ہو جاتی ہیں، کھلم کھلا عیاشی ومکاری اور چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے اور یہ رات بھی پوری اسی طرح ہلڑ بازی میں گزر جاتی ہے اور یہ سارے الٹے سیدھے کام کرنے والے لوگ سینے پر غلامِ مصطفیٰ کا ٹائٹل لگائے گھومتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اس طرح کی نازیبا حرکتوں سے، اگر ان خرافات کا سد باب نہیں کیا گیا تو ماہ محرم الحرام کی طرح ربیع الاوّل بھی مرکز خرافات وخواہشات بن جائے گا، جلوس و میلاد کی باگ ڈور جب سے علما کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نوجوانانِ کمیٹی کے ہاتھوں میں آئی ہے تب سے یہ خرابیاں وجود میں آنے لگیں، لہٰذا علماء کرام کو چاہیے کہ جلد از جلد اس کو روکیں اور جلوس ومیلاد کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لیں، تا کہ ان مبارک اعمال کا تقدس باقی رہے اور ربیع الاوّل قدیم طور طریقے پر منایا جائے، ہر کام اس کی معینہ حدود میں رہ کر کیا جائے، مصنوعی ٹرین وہوائی جہاز اور نقوشِ مزارات بنانے سے روکا جائے تا کہ فضول اصراف نہ ہو، وہ رقم جو ان سب چیزوں میں خرچ کی جاتی ہے۔

* مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف جگہوں پر چھوٹے چھوٹے جلسے منعقد کیے جائیں اور عوام کو حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی کے متعلق درس دیا جائے، جس سے اُن کی زندگی روشن و تابناک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلط کاموں سے محفوظ رکھے اور ہم سے وہی کام لے جس سے تو اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں۔ ؎

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

◆◆◆

ص ۲۵ / کا بقیہ ....

عاقل کے نزدیک بھی اہم اور کار خیر میں شمار ہوگا۔

ہم سب کو یہ چاہیے کہ ہم اس پاکیزہ مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جشن بہت ذوق و شوق سے منائیں کہ جشن مبارک دین کی خدمت انجام دینے کا ایک بہتر ذریعہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جو عین ایمان ہے۔ اُن کے فضائل شریفہ، ان کی صفات منیفہ کے ذکر سے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت بڑھنے کا ذریعہ ہے، مولائے کریم عزوجل نے اسی مصلحت کے لئے ہی حکم فرمایا: ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللہ- حضور کی ولادت اس وقت کے دن کی تذکیر یقیناً اس حکم کی تعمیل ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر معاشرہ میں لوگوں نے کچھ دن مقرر کئے ہیں جن میں وہ اپنی گزری ہوئی یادوں کو تازہ کرتے ہیں اور ان کے اسلاف نے جو ان کے طور پر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، اُن کی یاد تازہ کرتے ہیں، اُن کو دوسری قوموں کے سامنے رکھتے ہیں، تو ہمارے اس جشن مبارک کا منانا تو ہر ادنیٰ عقل والے کے نزدیک بھی جائز ہی نہیں نہایت اہم ہوگا، ہمارا مقصد نہایت پاکیزہ ہے، ہم کو کسی تعصب کا اظہار یا دوسری قوموں کے مقابل میں ذرہ برابر فخر کا مظاہرہ مقصود نہیں بلکہ ہمارا مقصد ہے کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے احساس کو بیدار کیا جائے، ان کو اسلام کے سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش کی جائے، ان میں دین داری کی روح پھونکی جائے۔ کیا اس پاکیزہ مقصد کے باوجود بھی یہ جشن حرام یا مکروہ و بدعت میں شمار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

آج جبکہ ہر طرف مادیت کے گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں، ایسے پر آشوب زمانہ میں ہمارا ان روح پرور تقریبات سے اجتناب کرنا گھنونی مادیت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کے مترادف ہوگا، اگر اس پر آشوب زمانہ میں روحانی زندگی گزارنی ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان مبارک تقریبات کو نہ بھولیں بلکہ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے گاہے گاہے ان تقریبات کو مناتے رہیں، جو لوگ ان تقریبات کے منانے سے منع کرتے ہیں اس وہم سے کہ یہ تقریبات اسلامیات سے نہیں، اُن کا یہ نظریہ ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہیں، اُن کی آواز پر لبیک کہنا ایک ''عظیم نعمت'' کو ٹھکرا دینے کے مرادف ہوگا۔

اس لئے کہ یہی تقریبات گاہے گاہے ہمارے دینی شعور کو بیدار کرتی ہیں، ہم کو اعمال صالحہ میں کوتاہی کا احساس دلاتی ہیں، عوام کو احکام شریعت سے آشنا کرنے کا بہتر ذریعہ ہیں، ایسی صورت میں اگر ہم ان تقریبات سے اجتناب کرنے لگیں تو بیچارے عوام کا کیا ہوگا، جب تک یہ جشن مبارک اس پاکیزہ مقصد کے تحت منایا جاتا رہے گا اُس وقت تک اس کی اہمیت میں ذرہ برابر کسی ادنیٰ سی عقل والے کو انکار نہیں ہو سکتا۔

ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے امام شاطبی، امام جلال الدین، امام جزری وغیرہ ائمہ وعلما کے کلام سے مستفاد ہے۔ وہابیہ کے مستند فا کہانی نے جو کچھ کہا ہے اس کی یا جو عوام کو اس اہم کار خیر سے مانع ہوتا ہے اس کی مکاری ہر سمجھ دار پر کھل گئی اور ان باطل باتوں کی کسی عامی کے نزدیک بھی کوئی وقعت نہ رہی۔

ص ۵۱ / کا بقیہ ....

ہے تمنائے نعیم قادری
خواب میں کر لے زیارت آپ کی
پوری ہو اس کی تمنائے دلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی ﷺ

یا نبی اتنا کرم فرمایئے
اپنا روضہ مجھ کو بھی دکھلایئے
کہہ رہا ہے آپ کا ہر امتی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی ﷺ

تصنیف: امام فقیہ ابوالليث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

سینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

توبہ واستغفار کی کثرت، حضور کا معمول

حدیث شریف: حضرت سعید ابن ابی بردہ، اپنے دادا سے (بتوسط والد صاحب) راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انی لأستغفر اللہ و أتوب الیه فی الیوم مائة مرة۔ (ترجمہ) بے شک میں البتہ دن بھر میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار وتوبہ کرتا ہوں۔

حدیث شریف: اور ایک دوسری خبر میں یہ مضمون اس طرح وارد ہے، فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرتے رہو کہ میں بھی روزانہ اللہ کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اتنی توبہ واستغفار کریں حالانکہ حضور کو تو (معصوم ہونے کے باوجود) مغفوری ما تقدم وما تأخر کا مژدہ مل چکا تو جس کو اپنا حال وانجام معلوم نہ ہو کہ میری مغفرت ہوگی یا نہیں وہ کیونکر ہمہ وقت اللہ سے توبہ نہیں کرے گا اور کیسے اپنی زبان کو ہمیشہ استغفار میں مصروف نہیں رکھے گا؟ (مصنف علیہ الرحمہ آگے لکھتے ہیں:)...

گناہوں کی تقدیم اور توبہ کی تاخیر، خطرہ عظیم

تفسیری روایت:......اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ {بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ} [سورۂ قیامۃ: ۵] کی تفسیر میں مروی ہے۔ فرمایا: مراد یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو آگے بھیجتا اور توبہ کو پیچھے ہٹاتا رہتا ہے (یہاں تک ٹالتا) کہتا رہتا ہے کہ عنقریب توبہ کرلوں گا (کل کرلوں گا، پرسوں کرلوں گا، وغیرہ) نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اسی موجودہ (حالت شر) پر موت آجاتی ہے اور بلا توبہ مرجاتا ہے۔

توبہ میں یا کسی نیک کام میں ٹال مٹول کا انجام؟

حدیث شریف: اور حضرت جریر بطریق امام ضحاک (علیہ الرحمہ) حضرت ابن عباس ہی سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ھلک المُسَوِّفُون۔ آج کا کام کل پر ٹال دینے والے ہلاک ہوئے۔ (مصنف نے وضاحت کی کہ) ''مسوِّف'' وہ ہے جو کہتا ہے (مثلاً) ''سوف اتوب'' میں توبہ ابھی عنقریب کر لوں گا۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ ہر وقت اللہ سے توبہ کرتا رہے اس کی طرف رجوع کئے رہے تاکہ اسے موت اس حالت میں آئے کہ تائب ہو، یہ اس لئے ہے (کہ موت کا وقت بندے کو معلوم نہیں ہے اور) اللہ تعالیٰ (ہر وقت، قبل موت تک) بندہ کی توبہ قبول فرمانے والا ہے کہ اس نے خود خبر دی۔

فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَیَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ۔ (ترجمہ) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔ [سورۂ شوریٰ-۲۵/کنز الایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مطلب یہ ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے ہیں تو وہ انکی برائیوں سے درگذر فرماتا ہے۔

نچوڑ: (آگے فرماتے ہیں) تو معلوم ہوا کہ توبہ نام ہے اس بات کا کہ بندہ اعتراف گناہ کے ساتھ اپنے گناہ پر دل سے نادم ہو اور زبان سے مغفرت ومعافی مانگے اور عزم کرے کہ آئندہ اس کی طرف کبھی نہیں پلٹے گا۔

مخلصانہ توبہ واستغفار میں سب گناہوں کا ازالہ

ایک ماثور استغفار: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ نے (حدیث نبوی کی روشنی میں) فرمایا: جس نے تین بار یہ استغفار پڑھا اس کے گناہ سب کے سب بخش دیئے گئے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

.... جاری

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از: قاری نعیم الدین قادری گلاب پوری، بارہ بنکی یوپی

آمد سرکار کی آئی گھڑی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ
قمقموں سے سج گئی ہر اک گلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

بزمِ میلاد النبی سجنے لگی
نعت خوانی ہر طرف ہونے لگی
بارہویں تاریخ بھی آ ہی گئی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

نورِ رب سے ہر سو پھیلی روشنی
فضل مولیٰ سے مرے سرکار کی
صبح صادق میں ہوئی جلوہ گری
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

جھوم کر پڑھنے لگا کعبہ سلام
جب ہوئی ہے بعثتِ خیر الانام
قمریوں نے بھی پڑھی نعت نبی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

نورِ احمد سے اجالا ہو گیا
ظلم کا تاریک اندھیرا چھٹ گیا
بیٹیوں نے بھی منائیں ہیں خوشی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

ساری عیدوں سے بڑی یہ عید ہے
اس کے صدقے میں ملی ہر عید ہے
یہ خوشی ہے ساری خوشیوں سے بڑی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

تذکرہ کرتے رہو صبح و مسا
پھر لبوں پہ لایئے صل علیٰ
کھل اٹھے گی آپ کے دل کی کلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

اپنے گھر پہ جھنڈیاں لگوایئے
اور محلہ، مسجدیں سجوایئے
اس طرح سے کیجے اظہارِ خوشی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

مرتبہ کیا پوچھیے اس شہر کا
جو تھا یثرب ہو گیا دار الشفا
ہے یہ برکت آمدِ سرکار کی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

میں پریشاں ہوں بہت شاہِ عرب
ملتجی ہوں میں بصد شوقِ ادب
دور کر دیں سب پریشانی مری
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

بقیہ ص ۵۱ پر

ان کی آمد ہی خوشیوں کی بنیاد ہے

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

ان کی آمد ہی خوشیوں کی بنیاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

آج محبوب ربِ العلیٰ آ گئے
آمنہ بی کے گھر مصطفیٰ آ گئے
بن کے وہ رحمت کبریا آ گئے
اب یہ سارا جہاں غم سے آزاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

ان کی آمد کی خوشیاں منائیں گے ہم
گل محبت کے ہر سو کھلائیں گے ہم
پیار کرنا جہاں کو سکھائیں گے ہم
مصطفیٰ جان رحمت کا ارشاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

ہر طرف نور و نکہت کی برسات ہے
دن منور تو روشن ہر اک رات ہے
آمد مصطفیٰ کی یہ سوغات ہے
منگتو! آؤ یہ در بہر امداد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

بقیہ ص ۵۴ پر

طلبائے جامعۃ الرضا کے علمی خدمات

از: محمد انس رضا حامدی، طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

آج کا انسان تیز رفتار زندگی میں مصروف ہے، سوشل میڈیا کے شور اور مصروفیات کے ہجوم میں مطالعہ کا ذوق کم ہوتا جا رہا ہے، اسی بنا پر بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ''اب کتاب لکھنے کی کیا ضرورت؟ کوئی پڑھتا تو ہے نہیں'' بلکہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''اگر مفت میں بھی کتاب دو تو لوٹ تو مچ جائے گی مگر پڑھیں گے نہیں، بس رکھ دیں گے۔'' ایسے خیالات بظاہر حقیقت پسندانہ لگتے ہیں، مگر درحقیقت یہ علم و دعوت کے فریضے سے روکنا ہے، علم دین کو عام کرنا حضرات انبیائے علیہم الصلوٰۃ السلام کا مشن رہا ہے اور یہ مشن آج بھی جاری ہے اور کتاب لکھنا اسی مشن کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔

تحریر کی اہمیت! قرآن و حدیث کی روشنی میں

قرآن مجید خود ایک ''کتاب'' ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر لکھنے کی عظمت کو واضح فرمایا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۔ (القلم: 1) قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔''

یہ آیتِ مبارکہ صرف ''قلم'' کی نہیں بلکہ تحریری علم کی عظمت کا اعلان ہے، حبیب کبریا، شہنشاہِ دو جہاں ﷺ نے خود حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احادیث اور علم لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے پاس احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

لوگ پڑھتے نہیں

یہ بات درست ہے کہ ہر شخص کتاب پڑھنے والا نہیں، مگر دعوت، تبلیغ اور تعلیم کا دار و مدار نتائج پر نہیں بلکہ نیت، کوشش اور پہنچانے پر ہے، قرآنِ کریم اعلان کرتا ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ۔ (الغاشیہ: 21) ''تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔''

یعنی ہدایت دینا ہمارا کام نہیں یہ اللہ رب کریم کا کام ہے، علم پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، حدیث شریف میں ہے: من دلّ علی خیر فله مثل أجر فاعله۔ (مسلم: 1893) جو کسی کو نیکی کی طرف رہنمائی کرے، اسے اس عمل کا اجر ملتا ہے گویا اُس نے خود کیا ہو۔'' اگر کوئی شخص آج نہ پڑھے مگر پانچ سال بعد اس کتاب کو کھول کر ہدایت پا جائے، یا کسی ایک کو بھی فائدہ ہو جائے، تو لکھنے والا قیامت تک صدقہ جاریہ کا مستحق بن سکتا ہے۔

کتاب لکھنا

صرف پڑھنے کے لیے نہیں، باقی رکھنے کے لیے بھی ہے۔ بعض لوگ کتاب فوراً نہیں پڑھتے، مگر وہ کتاب کبھی نہ کبھی کسی کے ہاتھ لگتی ہے، علم کبھی ضائع نہیں ہوتا، بڑوں نے کہا ہے: ''علم محفوظ کرنا ہو تو دلوں میں یاد کرو اور باقی رکھنا ہو تو لکھ دو۔''

اسلامی تاریخ میں ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جو صدیوں بعد دریافت ہوئیں اور آج لاکھوں لوگوں کے ایمان کا ذریعہ بن گئیں، کتاب لکھنا ایک وقتی مشغلہ نہیں بلکہ عبادت، دعوت اور ابلاغِ دین کا مستقل ذریعہ ہے۔ یہ کہنا کہ ''لوگ نہیں پڑھتے'' اصل میں علم پھیلانے سے ہاتھ کھینچ لینا ہے اور دوسرے کو بھی اس کام سے روکنا ہے جو نہ قرآن کی تعلیم ہے، نہ سنت رسول ﷺ۔

لہٰذا آج بھی، بلکہ آج کے فتنہ خیز دور میں زیادہ سے زیادہ قلم اٹھانے، علم لکھنے اور کتابیں تیار کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ وہ بیج ہے جو بظاہر زمین میں چھپ جاتا ہے، مگر کب، کہاں اور کس کے دل میں ایمان کا پھل دے جائے، یہ صرف اللہ جانتا ہے۔

جامعۃ الرضا کے قلمکاروں کو مبارکباد

الحمد للہ تعالیٰ! کافی سالوں سے یادگارِ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ جامعۃ الرضا، بریلی شریف سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی اپنی دستار کے موقع پر دعوت دینے کے لیے ایسا طریقہ اختیار کر رہے ہیں جو قیامت تک کے لیے مفید ہے، میں جامعۃ الرضا کے ہر ایک مؤلف، مصنف، مرتب، مترجم، کاتب کو تہ دل سے مبارکبادیاں پیش کرتا ہوں کہ وہ اللہ کے دین کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں اور صرف رضائے الٰہی کے لیے قلم چلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر کسی کے سینے کو تکبر سے محفوظ فرمائے اور خالص دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

تعلیمی سال 26-2025 کے کاتبین

یوں تو ہر سال فاضل حضرات اور مفتیانِ کرام کی کتابیں منظر عام پر آتی ہیں مگر رواں تعلیمی سال کی بات ہی الگ نظر آ رہی ہے، آپ سوچ رہے ہوں گے ایسا کیا الگ ہے تو ذرا غور فرمائیں کہ اس

خیر و خبر

بار جامعۃ الرضا کے فارغین کی کتابیں کس تعداد میں آرہی ہیں، ہر فن کی کتابیں اس سال جامعۃ الرضا کے فارغین امت کو دے رہے ہیں، چاہے وہ سیرت ہو، شاعری ہو، تحقیق وتردید ہو، اصلاحِ امت ہو اور کتاب کی ضخامت تو سبحان اللہ تعالیٰ، آئیں اس سال کے چند فارغین کی کتابوں پر نظر کریں:

برکاتِ اصحابِ حضور ﷺ (جلد ثانی)

یہ کتاب اس سلسلہ کی اگلی کڑی ہے جس کا آغاز پچھلے سال یعنی تعلیمی سال 25-2024 میں کیا تھا۔ پہلی جلد میں 56/ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ تھا اور جلد ثانی میں 60/صحابۂ کرام اور 15/صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت کا تذکرہ ہے۔ کتاب 430/صفحات پر مشتمل ہے۔ سوال وجواب کی شکل میں میں نہایت سہل انداز میں صحابۂ کرام کی سیرت پڑھنے کے لیے لاجواب کتاب، اس کتاب کا مؤلف یہ فقیر قادری ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، آمین ثم آمین۔

مصابیح الاجلال فی تربیۃ الاطفال

برکاتِ تربیت: یہ رسالہ 170/صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اولاد کی تربیت کے ایسے گوشوں کو بیان کیا گیا ہے جن کو عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا، قران واحادیث اور اسلاف کرام کے اقوال کی روشنی میں تربیت کا طریقہ اس رسالہ میں موجود ہے، یہ امت کے لیے واقعی نایاب اور بہترین تحفہ ہے، اس کا مصنف یہ فقیر قادری ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

برکاتِ اصحابِ حضور ﷺ (جلد ثانی) اور برکاتِ تربیت کے حصول کے لیے آپ جامعۃ الرضا تشریف لاکر فقیر سے ملاقات فرمائیں، رابطہ:8448032093

فارغ ہونے والے طلبا کی کتابیں

مہر بخشش

یہ کتاب اس ذات کی ہے جس نے بروقت اسلام کی عظمت پر حملہ کرنے والے کفار کو جواب دینے کے لیے "بہتّر حوریں" نامی کتاب منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا، دعوت نامہ میں انہوں نے لوگوں کو کتاب نہیں بلکہ ایمان مضبوط کرنے کا سبب دیا، اس بہترین کاوش کے مصنف استاذ گرامی ومشیر من، حافظ وقاری مولانا مفتی محمد جسیم اکرم مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

تقریباً 450/سے زائد صفحات پر اپنے لکھے حمد باری تعالیٰ، نعت حبیب کبریا ﷺ ومناقب وتعزیت کو جمع کرکے اپنی کتاب کا نام "مہر بخشش" رکھ کے منظر عام پر لارہے ہیں، فن شاعری میں اتنی ضخیم کتاب، سبحان اللہ تعالیٰ! اس کتاب پر مکمل تبصرہ ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے مضمون میں آپ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔

اربعینِ نکاح

یہ رسالہ کمال ہے، الحمدللہ تعالیٰ اس فقیر کو چند صفحات پڑھنے کا موقع بھی ملا ہے، نکاح کے متعلق ہر ایک پہلو کا واضح بیان موجود ہے، حقوق زوجین کو بھی رسالہ بیان کرتا ہے، اس کے مصنف بھی مصنفِ بہتر حوریں و بوستانِ رئیس العلماء ومہر بخشش مفتی محمد جسیم اکرم مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

کذاب کون؟

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کتا بھونک رہا تھا۔ جاہلانہ باتیں بول کر عوام کو اپنے چنگل میں کرتا جارہا تھا اور انسانی شکل میں شیطان کا چیلا بن کر شیطان کے ادھورے کاموں کو انجام دے رہا تھا۔ اس نے امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت سے اعتراضات کیے اور ہمارے جامعہ کے فارغ مولانا محمد عامر فضیل مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں اس کے الزامات کی تردید فرمائی۔

حلالہ وطلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ

یہ کتاب تو واقعی کمال ہے، میں دل سے چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کوئی قلم اٹھائے اور بھونکنے والے کفار کا منہ بند کردے، واقعی اسلام کے ہر امر میں حکمتیں ہی حکمتیں ہیں بس اس کو سمجھنے کے لیے ہمارے پاس عقلیں نہیں، حلالہ کیا ہے، تین طلاق کا مسئلہ کیا ہے، یہ رسالہ تمام مسائل کو واضح کرے گا، بہرحال! مولانا مجتبیٰ رضا مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم چلایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

تجارت! سیرت مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں

سیرت مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں تجارت کی طرف مسلمانوں کا ذہن راغب کرنے کے لیے مولانا محمد ریحان مرکزی حفظہ اللہ

تعالیٰ نے یہ کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں تجارت پر بیان تو ہے ہی ساتھ ہی مصطفیٰ کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو تجارت فرمائی ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

رسوماتِ شادی شریعت کی نظر میں

مولانا محمد تنویر مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش شادی بیاہ میں ہونے والے فضول خرچی سے لوگوں کو بچائے گی اور غریبوں کے بہت کام آئے گی۔

بدگمانی کی مذمت قرآن واحادیث کی روشنی میں

اس انوکھے موضوع پر سیدی مولانا سید محمد تحسین صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے قلم اٹھایا ہے اور اصلاحِ امت کی سعی فرمائی ہے۔

فرضی مزارات کی تباہ کاریاں

مولانا محمد توصیف رضا مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش بھی 107 رویں عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے موقع پر ان شاء اللہ تعالیٰ امت کو ملے گی، اس کے علاوہ کون سا ہیرا اپنی نایاب کوشش کو منظر عام پر پیش کرے گا یہ عرس رضوی کے وقت ہی معلوم چلے گا۔

واقعی کتاب لکھنا، مواد جمع کرنا، اس کو کمپوز کرانا، تصحیح کے لیے اساتذہ کی بارگاہ میں دینا، پھر واپس لے کر پھر تصحیح کرنا، پھر خود سات سے آٹھ مرتبہ پڑھنا، بعدۂ فہرست وغیرہ جیسے دوسرے کام پورے کرانا، اس قدر ذمہ داریاں اپنے سروں پر لینا قابلِ تحسین ہے۔ ہر کوئی اس ذمہ داری کو اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا۔ میں تمام قلم کاروں کو دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ کریم ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

ہماری ذمہ داری

ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم تمام کاتبوں کی حوصلہ افزائی ضرور کریں، یہ تو پوری امت اور تمام طلبۂ جامعۃ الرضا کے لیے بالعموم اور جماعت کے ساتھیوں کے لیے بالخصوص قابلِ فخر بات ہوتی ہے کہ ان کے ہی ساتھیوں میں سے ایک ساتھی اپنی کتاب یا ایک تحریر امام اہلِ سنت کے مبارک عرس کے موقع پر امت کو دے رہا ہے۔

ہمیں ان تمام حضرات کی ضرور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے! اور ان کی لیے جزائے خیر کی دعا کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین ثم آمین یا رب العٰلمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اللّٰہم اجعل أقلامنا نورًا وكلماتنا هداية ومؤلفاتنا صدقةً جاريةً إلى يوم الدين، آمين۔

◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ ....

جو فلسطین پر ہو رہے ہیں ستم
جس سے مومن کے سینوں میں ہے کرب و غم
کر دیں بہر خدا اک نگاہ کرم
عاشقوں کے لبوں پر یہ فریاد ہے
پندرہ سوسالہ یہ جشن میلاد ہے

جن کے آنے سے یثرب مدینہ ہوا
نور حق سے منور یہ سینہ ہوا
جن کی نسبت سے میں اک نگینہ ہوا
جن کے صدقے میں یہ دنیا آباد ہے
پندرہ سوسالہ یہ جشن میلاد ہے

کوئی بو بکر کوئی عمر ہو گیا
کوئی عثمان تو کوئی شیرِ خدا
ان کے عشاق ہیں غوث وخواجہ رضا
ان کی محفل سے ہر دل بہت شاد ہے
پندرہ سوسالہ یہ جشن میلاد ہے

مفلسوں اور غریبوں کے کام آئے وہ
ظلم کی آندھیوں سے بھی ٹکرائے وہ
جس کا کوئی نہیں اس کو اپنائے وہ
جس کو بھی سیرت مصطفیٰ یاد ہے
پندرہ سوسالہ یہ جشن میلاد ہے

آپ ایمان ہیں، جان ایمان بھی
سارے نبیوں، رسولوں کے سلطان بھی
آپ کے در کا نوکر ہے فرقان بھی
آپ کا عشق ایماں کی بنیاد ہے
پندرہ سوسالہ یہ جشن میلاد ہے

OCTOBER-2025 Rs. 30/-

ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ اکتوبر ۲۰۲۵ء

گیارھویں شریف
مبارک ہو

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

مدیر اعلیٰ
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



وفات کے بعد

سیدنا غوث اعظم! بحیثیت فقیہ

اعراس بزرگان دین کی شرعی حیثیت

تعلیمات غوث اعظم کی عصری جہات

تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت

سرکار غوث اعظم کی دینی وملی خدمات

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت شارع ومقنن

حیات غوث اعظم! امت کے لئے مشعل راہ

حضور شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے مواعظ حسنہ

تعلیمات غوث اعظم! ان کے ملفوظات کی روشنی میں

مُدیر: مُفتی مُحمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانیٔ مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خان قادری ازہری بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیرِ اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند پیرِ طریقت رہبرِ شریعت قائدِ ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خان قادری نوری بریلوی

مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ — اکتوبر ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۱۰ — Issue No. 10

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰/ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۱۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مہمان اداریہ

(از: مفتی مشتاق احمد امجدی*)

تعلیمات غوث اعظم! ان کے ملفوظات کی روشنی میں

اسلام اللہ عزوجل کا سب سے محبوب و پسندیدہ دین و مذہب ہے، وہی اس دین کا محافظ ونگہبان اور ناصر و مددگار ہے، اس نے اس دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے انبیا و مرسلین کی جماعت کو بھیجا اور ان سب کے آخر میں اپنے مقدس و برگزیدہ رسول امام الانبیا، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ اور روشن تعلیمات سے کفار مکہ جیسے سنگ دل انسانوں کے قلوب میں اسلام کی محبت کا ایسا چراغ روشن فرمایا کہ سب کے دل نور اسلام سے جگمگانے لگے، حاسدین و معاندین اہل عرب اور اشرار بد اطوار یہود و نصاریٰ نے اسلام کی شمع فروزاں کو گل کرنے کی لاکھ کوشش وجتن کی مگر ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے صاف و شفاف دامن کو داغ دار اور رخ تاباں کو بدنما کرنے کی سازش رچی گئی تو رب تعالیٰ نے اسے مزید نکھار و تابانی اور تقویت عطا فرمائی، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گا

اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی نصرت و حمایت کا یہ محبوب سلسلہ زمانہ خیر القرون سے زمانہ صحابہ اور تابعین تک پوری آب و تاب کے ساتھ چلتا رہا اور اس وقت سے لے کر اب تک چلا آ رہا ہے اور یہ مبارک سلسلہ صبح قیامت تک جاری و ساری رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چھٹی صدی ہجری میں جن عظیم و جلیل ہستیوں اور پاکباز و فرشتہ صفت بزرگوں نے دین کی تجدید و احیا، تبلیغ و اشاعت اور فروغ و ارتقا میں نمایاں کردار اور ممتاز خدمات انجام دی ہیں، جن کی انتھک کوششوں اور جانکاہ محنتوں سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور اسے پھلنے پھولنے کا حسین موقع ملا ان میں سیدنا سرکار محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی سرفہرست نظر آتا ہے۔

آپ حنبلی المسلک ایک عظیم صوفی بزرگ اور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں، آپ ظاہری فضل و کمال اور باطنی فہم و فراست کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات بے شمار انعامات خداوندی اور بے حساب نوازشات الٰہیہ سے عبارت تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک داعی دین و مبلغ اسلام کے اندر جس قدر خوبیاں درکار ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا یہی وجہ ہے آپ کے اقران و معاصرین مشائخ طریقت، صلحائے امت اور امنائے ملت آپ کے وہبی محاسن و کمالات اور خداداد منازل و مراتب کا کھلے دل سے معترف تھے بلکہ آپ کے حاسدین و معاندین بھی آپ کی عظمت و رفعت کے گن گایا کرتے تھے، سچ ہے ”والفضل ماشهدت به الاعداء“

آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین متین کی خدمت اور بندگان خدا کی رشد و ہدایت میں صرف ہوا، اگر آپ کی سیرت و سوانح کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہر قاری پر یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آپ کی پاکیزہ حیات کا گوشہ گوشہ خدمت دین، اشاعت

* مضمون نگار ازہری دار الافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

دین اور تبلیغ دین کے نور سے منور و مجلیٰ ہے۔

آپ نے پوری زندگی اسلام کی روشن تعلیمات کے ذریعہ فسق و فجور کے دل دادہ، ظلم و بربریت کے گرویدہ، اپنے خالق و مالک کی نافرمانی و ناشکری میں زندگی بسر کرنے والوں اور اسلامی احکام و مسائل سے ناواقف بندوں کو نیکیوں کا خوگر، عدل و انصاف کا پیکر، صبر و شکر کا عادی، اسلامی احکام و مسائل کا عامل اور دنیاوی مال و متاع اور فانی جاہ و حشمت کی چاہت و محبت میں چُور لوگوں کو محبت خدا اور عشق مصطفیٰ کا ایسا علمبردار بنایا کہ ہر طرف سنتوں کی بہاریں نظر آنے لگیں، ہر سو آپسی بھائی چارہ کا پرچار ہونے لگا اور ہر چہار جانب اخوت و مساوات اور عدل و انصاف کا پھریرا لہرانے لگا، غرض کہ آپ کی تعلیمات اور اصلاحات بندگان خدا کے لیے دنیا و آخرت میں صلاح و فلاح اور نجات کا ضامن و سبب ہیں۔

ذیل میں آپ کی گراں قدر تعلیمات پر مشتمل چند ملفوظات شریفہ اور فرمودات عالیہ نقل کر رہا ہوں جو یقیناً لائق عمل اور قابل اعتنا ہیں، جن سے اہل ایمان کے ظاہری احوال کی درستگی اور باطنی کیفیت میں بالیدگی پیدا ہوگی، دلوں کو سرور، نگاہوں کو نور اور سینوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

اللہ کی اطاعت وفرمابرداری کی تعلیم

اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے احکام کی اتباع و پیروی ہی ایک بندۂ مومن کی کامیاب زندگی کا اصل راس المال اور حقیقی پونجی ہے، اس کے بغیر دنیا و آخرت دونوں جہان میں اس کے لیے تاریکی ہی تاریکی اور ناکامی ہی ناکامی ہے، رب تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا درس دیتے ہوئے ایک مقام پر سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی ارشاد فرماتے ہیں:

’’اطاعت خداوندی ہی تیری عادت اور مرکز و محور ہونا چاہیے، بس تیرا شعار، عادات و اطوار، مطلوب و مقصود، تمنا و آرزو، اللہ کی خوشنودی اور اللہ کی عبادت گذاری قرار پائے، اس سے ہر مراد بر آئے گی اور تو جس مقام پر فائز ہونا چاہے گا فائز ہوگا، ہر بھلائی تک پہنچنے کا یہی زینہ ہے، ہر نعمت ہر خوشی اور ہر گرانمایہ چیز کے حصول کا راستہ ہے۔‘‘ [آداب سلوک مترجم، ۸۷]

امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کی تعلیم

ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد ایک بندۂ مومن کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کے اوامر کا امتثال اور اس کے نواہی سے اجتناب کرے یعنی اللہ عزوجل نے جن جن باتوں کا حکم دیا ہے انہیں بجالائے اور جن جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز آجائے، یہی دونوں امور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے اہم راستے ہیں، چناں چہ سیدنا غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’ارکان خمسہ (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ) پر عمل پیرا ہونے اور تمام گناہوں سے بچنے سے بڑا اور محبوب عند اللہ اور کوئی دوسرا عمل نہیں، یہی سب سے بڑے شرف و کرامت کے حامل اعمال ہیں، یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا سب سے اہم ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جو اسے پسند ہیں اور جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔‘‘ [مرجع سابق]

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

’’مومن کو چاہیے کہ پہلے وہ فرائض کی ادائے گی میں مشغول ہو، جب فرائض کی ادائے گی سے سبکدوش ہو جائے تو پھر نوافل اور مستحبات کی فکر کرلے، جب تک اس پر عائد فرائض کی ادائے گی مکمل نہیں ہوتی، اس کا سنن میں مشغول ہونا حماقت و رعونت ہے اگر وہ فرائض کو چھوڑ کر سنن و نوافل میں مشغول ہوا تو یہ بھی مقبول نہیں ہوں گے اور اس کی اہانت ہوگی، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کا حکم دیتا ہے اور وہ شخص بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کے غلام کی خدمت میں جٹ جاتا ہے، یقیناً بادشاہ اس

سے ناراض ہوگا کیوں کہ اس نے اس کے خادم اور زیر دست کی خدمت کو ترجیح دی۔" [آداب سلوک مترجم، ص ۱۵۴]

زہد وورع اختیار کرنے کی تعلیم

صحیح بات یہ ہے کہ زہد وورع اور خوف خدا ورسول ہی امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کے لیے برانگیختہ کرنے کے اہم ذرائع اور مضبوط اسباب ہیں، بندہ جس قدر خوف خدا کی دولت سے مالا مال ہوگا وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ماموارت کو بجالائے گا، منہیات سے دور رہے گا اور ایسا ہی صاحب ایمان بندہ اخروی انعامات ونوازشات کا سزاوار اور دنیا وآخرت کے خسران وہلاکت سے محفوظ ہوگا، چناں چہ شہباز ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی زہد وتقویٰ کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"زہد وتقویٰ اختیار کرو ورنہ ہلاکت کا پھندا تیری گردن میں ہوگا اور تو اس سے کبھی نجات نہیں پا سکے گا، ہاں اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمائے تو الگ بات ہے، نبی کریم کی حدیث ہے کہ دین کا مدار زہد وورع ہے اور اس کی ہلاکت لالچ ہے، بلاشبہ جو چراہ گاہ کے ارد گرد گھومتا ہے کسی وقت بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے، کھیتی کے کنارے چرنے والے جانور کی مانند، قریب ہے کہ اس کا منہ اس تک پہنچ جائے ممکن نہیں کہ کھیتی اس سے محفوظ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس میں سے نو چیزیں اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ستر مباح دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھیں" [آداب السلوک، ص ۱۲۱]

صبر وشکیب کی تعلیم

ایک مومنِ کامل کی بندگی کی معراج اور عروج وترقی کا راز یہ ہے کہ من جانب اللہ پہنچنے والی ہر مصیبت وتکلیف پر صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے، راضی برضائے الٰہی کا پیکر بنا رہے، ہرگز ہرگز زبان پر شکوہ وشکایت کا ایک حرف بھی نہ لائے ورنہ یہی اس کے زوال وبربادی کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی وغضب نا کی کا پیش خیمہ اور محرومی برکات کا ذریعہ بن جائے گا، چناں چہ سیدنا غوث اعظم جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

"کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اکثر کہتا ہے: میں کون سا عمل کروں اور کون سا حیلہ اختیار کروں کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، پس تجھے کہا جاتا ہے کہ اپنی جگہ ٹھہر جا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ کہ اس ذات کی طرف سے کشائش کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو جاتی جس نے تجھے ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے، رب قدوس کا ارشاد ہے: یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ [آل عمران: ۲۰۰] اے بندۂ مومن! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تجھے صبر کا حکم دیا پھر ثابت قدمی کا، پھر خدمت دین میں کمر بستہ رہنے کا، پھر ہمیشہ نیکی پر اور صبر پر کاربند رہنے کا اور اس کی حفاظت کرنے کا پھر اس کے بعد تنبیہ کی کہ صبر کو ترک نہیں کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکال کر باہر نہ کرنا کیوں کہ بھلائی اور سلامتی صبر میں ہے، تو صبر کی وجہ سے متوکلین میں سے ہو جائے گا، تیرے تمام مصائب زائل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیے گئے کفایت کے وعدہ کو پورا فرمائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے [طلاق: ۳] صبر دنیا وآخرت میں بھلائی اور سلامتی کی بنیاد ہے، اسی کی دولت بندۂ مومن حالت تسلیم ورضا تک ترقی کرتا ہے، پھر بتدریج اسے ظاہر وغیب میں فنا فی اللہ کا مقام نصیب ہوتا ہے، خبردار صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، ورنہ دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہو جائے گا اور دارین کی بھلائی سے محروم ہو جائے گا۔" [ایضا، ۱۰۶ تا ۱۰۸]

شکر اور احسان شناسی کی تعلیم

جس طرح مصائب وآلام اور رنج وغم میں صبر اختیار کرنا اور راضی برضائے الٰہی رہنا ایک عظیم خوبی ہے یوں ہی اللہ جلا وعلا کی طرف سے انعام واکرام سے نوازے جانے پر اس کی قدر کرنا اور معطی حقیقی کا احسان ماننا بڑے کمال کی بات ہے، اسی کو شکر جیسے الفاظ سے تعبیر

کیا جاتا ہے، شکر وہ عظیم دولت ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مزید نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور ناشکری و ناقدری اور احسان فراموشی پر رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس سے موجودہ نعمتوں سے محروم فرما کر طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے، رب تعالیٰ کا کھلا اعلان ہے: لان شکر تم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید۔ یعنی اگر تم میرا شکر مانو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے، سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی شکر اور اس کے طریقوں کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر حالت نعمت میں ہے تو تجھ سے شکر کا مطالبہ کیا جائے گا اور شکر زبان، دل اور اعضاے جسمانی کے ذریعے کیا جاتا ہے، شکر لسانی یہ ہے کہ انسان نعمتوں کا اعتراف کرے اور انہیں اللہ کی عطا یقین کرے، مخلوق کی طرف ان کی نسبت نہ کرے، نہ ہی اپنے نفس، اپنی قوت وطاقت اپنے کسب وکمال کا نتیجہ سمجھے، اور نہ ہی ان لوگوں کی عطا خیال کرے جن کے ہاتھوں یہ نعمت اسے پہنچ رہی ہے کیوں کہ تیری اور ان کی حیثیت اسباب وآلات کی ہے اور ان کا قاسم، جاری کرنے والا، موجد، فاعل اور سبب اللہ عزوجل ہے اور جب قاسم۔ جاری کرنے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے تو وہی مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس غلام کو نہ دیکھ جو تحفہ اٹھا کر لا رہا ہے بلکہ مالک کو دیکھ جس کے حکم اور عطا سے یہ تحفہ تجھے مل رہا ہے، دوسرا شکر قلبی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ یہ اعتقاد کامل اور نہ زائل ہونے والا یقین رکھنے کے سبب ظاہری وباطنی نعمتیں، منافع اور حرکات وسکنات میں پوشیدہ لذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی غیر کی طرف سے نہیں، شکر لسانی شکر قلبی کی تعبیر ہوتی ہے، تیسری صورت ہے شکر بالجوارح کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاے جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں استعمال کیا جائے اور اس کی رضا کے مطابق انہیں حرکت دی جائے، ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جس میں مخلوق کی فرماں برداری اور خالق کی نافرمانی ہو، یہ چیز نفس، خواہش، ارادہ، تمناؤں اور تمام مخلوق کو عام ہے، اللہ عزوجل کی اطاعت وفرماں برداری کو اصل، قابل اتباع اور رہنما بنالے اور باقی ہر چیز کو فرع، تابع اور تقلید کنندہ سمجھ، اگر اس کے الٹ کیا تو ظالم، ستم شعار، اللہ کا نافرمان مخلوق کے حکم کے تابع اور نیک لوگوں کی رہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے والا ٹھہرے گا، ہر حالت کا حق ادا کر، مصیبت پر صبر کر اور نعمت پر شکر بجالا۔'' [حوالہ سابق، ص ۱۷۴]

تواضع کی تعلیم

تواضع ایک عظیم ایمانی صفت ہے، بندہ جس قدر متواضع اور خاکسار ہوگا وہ اسی قدر اللہ عزوجل کے نزدیک بلند وبالا مقام پر فائز ہوگا، حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو اللہ کے لیے جتنا جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی بلند کر دیتا ہے، بندۂ مومن اس وصف ایمانی کو اپناتے ہی کبر ونخوت، عجب وتکبر، غیبت وچغل خوری، دجل وفریب سے کوسوں دور ہو جاتا ہے نیز اس قسم کی تمام قلبی امراض، باطنی بیماریوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہو کر نیکیوں کا خوگر، اعمال صالحہ کا پیکر اور کار خیر کا منبع ومصدر بن جاتا ہے، تواضع کی حقیقت، اس کی قدر ومنزلت اور اسے اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں حضور غوث پاک قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تواضع یہ ہے کہ جس انسان سے ملے اسے اپنے آپ سے بہتر خیال کرے اور کہے کہ ہو سکتا ہے وہ عند اللہ مجھ سے بہتر اور بلند درجہ ہو، اگر چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، حالاں کہ میں نے گناہ کیے ہیں، لہٰذا بلاشبہ وہ اس لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے، اگر بڑا ہے تو کہے اس نے مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے، اگر عالم ہو تو کہے کہ اسے وہ نعمت دی گئی ہے جس سے میں محروم ہوں اور جو دولت اسے میسر ہے مجھے حاصل نہیں اور جو وہ جانتا ہے میں اس سے جاہل ہوں، وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اگر جاہل ہے تو کہے اس نے جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جب کہ میں نے جانتے بوجھتے گناہ کیا، اور میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں کا خاتمہ کس پر ہوگا، اگر ملنے والا کافر ہو تو کہے کہ کیا خبر کل کو وہ اسلام قبول کر لے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے

کہ میں کفر کر بیٹھوں اور میری موت برائی پر آئے، تواضع شفقت اور مہربانی کا دروازہ ہے، یہ بہترین خصلت ہے جسے انسان اختیار کرسکتا ہے اور اسی کا اثر ہمیشہ دیر پا ثابت ہوتا ہے، جب بندہ اس خصلت کو اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے آفاتِ نفسانی سے بچالیتا ہے اور اسے اس بلند مرتبے تک پہنچادیتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کرتا ہے، اس کا شمار خاصانِ بارگاہ اور محبوبانِ پروردگار میں ہونے لگتا ہے اور وہ دشمنِ خدا ابلیس لعین کا سخت ترین دشمن بن جاتا ہے یہی رحمت کا دروازہ ہے، اس کے علاوہ انسان کی زبان دوسروں کی غیبت اور لایعنی باتوں سے رک جاتی ہے، بس کوئی عمل تواضع کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا، تواضع دل سے کبر ونخوت، بغض وکینہ اور دوسری تمام برائیوں کو نکال دیتی ہے، جلوت وخلوت یکساں بن جاتی ہے، ظاہر و باطن ایک اور قلب وزبان میں یکسانیت آجاتی ہے، انسان خلق خدا کی بھلائی چاہنے لگتا ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا ہے۔'' [مرجع سابق، ۲۲۰]

حسد سے دور ونفور رہنے کی تعلیم

حسد ایک انتہائی سخت مہلک ومضر باطنی مرض ہے جو انسان کی نیکیوں کو ضائع وبرباد کردیتا ہے، اس کے ارتکاب سے بندہ رب تعالیٰ کی نعمتوں سے ہاتھ دھوکر اس کے سخت عذاب میں گرفتار ہوجاتا ہے، حسد جیسے مہلک بیماری کی شناعت سے باخبر کرتے ہوئے اور اس سے اجتناب کی سخت تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں آپ نے فرمایا:

''اے بندۂ مومن تو اپنے پڑوسی سے اس کے کھانے پینے، لباس، عورت، گھر، دولت وثروت اور مولا کی دی گئی دوسری نعمتوں کی وجہ سے کیوں حسد کرتا ہے، اللہ کریم نے اس پر اپنا فضل وکرم فرمایا تو اس سے کیوں جلتا ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ حسد تیرے ایمان کو کمزور کردے گا اور پروردگار کی نگاہ میں تجھے گرادے گا اور وہ کریم تجھ سے ناراض ہوجائے گا۔'' [آداب سلوک، ۱۳۰]

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے یہ وہ مبارک ملفوظات وفرمودات ہیں جو اسلام کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات پر مشتمل ہیں، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت کا دعویٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ہم ان کی روشن تعلیمات کو نہ اپنائیں، یہ وقت وحالات کا سخت تقاضا ہے کہ آپ کا نام لینے اور آپ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کو اپنا کر ایک روشن اور مثالی زندگی گزارنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۲۱ کا بقیہ

چڑھانے کی بھی منت مانی جاتی ہے، مزارات پر سجدے کرتے ہیں، مزار کے قریب میلہ لگایا جاتا ہے، مزامیر کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے تو یہ تمام امور بدعت سیئہ قبیحہ ہیں۔

علمائے اہل سنت ان سے بری اور بیزار ہیں، یہ صرف جہلا کا عمل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ عُرس کا مسئلہ قرآن وحدیث، صحابۂ کرام اور صالحین کے عمل سے واضح ہو چکا ہے اور ہماری مُراد بھی وہی عُرس ہیں جو شریعت مطہرہ کے مطابق منائے جاتے ہیں، ہاں غیر شرعی اُمور تو وہ ہر جگہ ناجائز ہیں اور یہ ناجائز کام عُرس کے علاوہ بھی ہوں تو ناجائز ہیں، شرعی احکام کی معمولی سی سمجھ رکھنے والا کوئی مسلمان انہیں جائز نہیں کہہ سکتا، ان خرافات سے بہرحال دور رہنا چاہیے، کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں جبکہ ذبح کرتے وقت اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، کیونکہ اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا تو وہ جانور حرام ہوجائے گا لیکن کوئی مسلمان اس طرح نہیں کرتا، ہمارے یہاں لوگ عموماً جانور خریدتے یا پالتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ یہ گیارہویں شریف کا بکرا ہے یا فلاں بزرگ کا بکرا ہے یا گائے ہے جسے بعد میں اس موقع پر ذبح کردیا جاتا ہے اور ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا جاتا ہے اور اس ذبح سے مقصود اس بزرگ کے لئے ایصالِ ثواب ہی ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔

◆◆◆

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت شارع ومقنن

از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی *

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل، خصائص اور شمائل لاتعداد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع المعجزات اور جوامع الکلم جیسے عظیم کمالات کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ انبیاء، خاتم النبیین اور افضل البشر جیسی اعلیٰ صفات کے حامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور سیرت کو ہر لحاظ سے جامع اور ہمہ گیر بنایا گیا تاکہ انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہدایت اور کامل نمونہ ثابت ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف حیثیات میں سے ایک اہم ترین حیثیت ''شارع اور مقنن'' کی ہے، اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شارع ومقنن ہونا ایک قطعی اور مسلمہ حقیقت ہے جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

''فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا- (قرآن کریم، سورۃ النساء، آیت: 65) ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔''

مزید ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محلل اور محرم بھی قرار دیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘-یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ- (قرآن کریم، سورۃ الاعراف، آیت: 158) ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اُتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔''

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت سے متعلق مختلف حیثیتوں کا تعین ہوتا ہے۔ ان میں سب سے اہم حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایسے شارع ومقنن ہونے کی ہے جس کا فیصلہ قطعی اور یقینی ہے جسے نہ صرف تسلیم کرنا ہوگا بلکہ اس کے قبول وانکار پر ایمان کا دارومدار ہے۔ فیصلہ کو قبول بھی اس طرح کرنا ہوگا کہ دل میں کسی قسم کا انقباض اور تنگی بھی محسوس نہ ہو بلکہ پوری خوش دلی اور انشراح صدر کے ساتھ قانون وفیصلہ کو تسلیم کرے، نیز یہ بھی واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال اور حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شارع ومقنن ہونے کی حیثیت کو برائے تقریبِ فہم دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخصوص افراد کے لیے سی قانون میں تبدیلی کی اور وہ تبدیلیِ قانون اسی فرد تک خاص رہی۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازسرنو قانون سازی فرمائی، خواہ اس لیے کہ اس تعلق سے کوئی واضح قانون نہ تھا یا قدیم قانون کو تبدیل کر کے جدید قانون معرض وجود میں لایا، ذیل میں ہر ایک کی

* مضمون نگار سہ ماہی ''سنی پیغام'' نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

تفصیل پیش کی جاتی ہے:

پہلی قسم کی مثالیں

روزہ کے کفارہ میں نیا قانون

کتب احادیث اور کتب فقہ میں بالکل واضح طور پر یہ مسئلہ موجود ہے کہ دوران روزہ کسی نے جماع کیا تو اس پر تین میں سے کوئی ایک کفارہ لازم ہے، ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو ماہ روزہ رکھے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی رسول کے لیے نیا قانون کفارہ بنایا، اس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ کریں، آپ فرماتے ہیں:

''بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكْتُ، قَالَ:مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟قَالَ:لَا،قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ، أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ وَ الْعَرَقُ الْمِكْتَلُ، قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ؟فَقَالَ:أَنَا، قَالَ: خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ،فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔ (صحیح البخاری، تاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان الخ، ح:1936) یعنی کہ جس وقت ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں روزہ میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پھر نبی معظم ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے۔ ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی ﷺ کے پاس کھجور کی چھال کا بنا ہوا بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں اور غرق کا معنی تھیلا ہے، آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں! آپ ﷺ نے کہا: یہ کھجوریں لو اور ان کو صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان اس کی مراد مدینہ کے دو کنارے تھے میرے گھر والوں سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی گھر والا نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر فرمایا: تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو (یہی تمہارا کفارہ ہے)

مذکورہ حدیث پاک پڑھیے اور دیکھیے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کے لیے قانون شرع میں ایک نیا قانون کا اضافہ فرمایا اگرچہ یہ قانون صرف متعلقہ صحابی تک محصور رہا۔

ایک شخص دو گواہوں کے برابر

اسلام نے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کیں، قرآن کریم میں ہے:

''وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ-فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت:282) ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو۔''

لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کے لیے نیا قانون پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں کی گواہی دو کے برابر ہے، حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''أَنَّ عَمَّهُ حَدَّثَهُ، وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أَعْرَابِيٍّ، فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ، فَأَسْرَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشْيَ وَأَبْطَأَ الْأَعْرَابِيُّ، فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الْأَعْرَابِيَّ فَيُسَاوِمُونَهُ بِالْفَرَسِ، وَلَا يَشْعُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَهُ، فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هَذَا الْفَرَسِ وَإِلَّا بِعْتُهُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِينَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ، فَقَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ:لَاوَاللَّهِ مَا بِعْتُكَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلَى، قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ، فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ يَقُولُ: هَلُمَّ شَهِيدًا، فَقَالَ خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُزَيْمَةَ، فَقَالَ: بِمَ تَشْهَدُ؟، فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ۔(سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب اذاعلم الحاکم صدق الشاھد الواحد یجوز لہ ان یحکم، حدیث: ۳۶۰۷)یعنی میرے (حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہما کے) چچا صحابی رسول ﷺ نے بیان فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، آپ اسے اپنے ساتھ لے آئے تا کہ گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں، آپ ﷺ جلدی جلدی چلنے لگے، دیہاتی نے تاخیر کردی، پس کچھ لوگ دیہاتی کے پاس آنا شروع ہوئے اور گھوڑے کا مول بھاؤ کرنے لگے اور وہ لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے خرید لیا ہے، چناں چہ دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کو پکارا اور کہا: اگر آپ اسے خریدتے ہیں تو خرید لیجیے ورنہ میں نے اسے بیچ دیا، دیہاتی کی آواز سن کر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”کیا میں تجھ سے اس گھوڑے کو خرید نہیں چکا؟“ دیہاتی نے کہا: نہیں، قسم اللہ کی، میں نے اسے آپ سے فروخت نہیں کیا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟ میں اسے تم سے خرید چکا ہوں“ پھر دیہاتی یہ کہنے لگا کہ گواہ پیش کیجئے، تو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اسے نبی اکرم ﷺ کو فروخت کر چکے ہو، نبی اکرم ﷺ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟“ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کی تصدیق کی وجہ سے، اللہ کے رسول! تو رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔“

اس حدیث پاک میں دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ نے قانون جدید بتاتے ہوئے تنہا حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی قرار دیا۔

سال بھر سے کم عمر بکری کی قربانی

یہ مسئلہ بھی حدیث کی کتابوں اور عامہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ قربانی کے جانوروں میں بکری کی عمر کم از کم سال بھر ہونا چاہیے۔لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ایک صحابی کے لیے اس قانون میں تبدیلی کی اور سال بھر سے کم عمر بکری کی قربانی اس صحابی کے لیے جائز قرار دی۔حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ:" مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ" فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلْتُ، فَقَالَ:" هُوَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ"، قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّتَيْنِ آذْبَحُهَا، قَالَ:" نَعَمْ، ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ"، قَالَ عَامِرٌ: هِيَ خَيْرُ نَسِيكَتَيْهِ۔(صحیح البخاری، کتاب الاضاحی، باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد، ح: ۵۵۶۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کی نماز سے

فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے وہ نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرے۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں تو قربانی کر چکا، حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے جلد بازی کی، انہوں نے عرض کیا: میرے پاس بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہے مگر وہ دو بکریوں سے بھی اچھا ہے، کیا میں اس کو ذبح کر دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کی جگہ کر دو اور ہرگز (اتنی عمر کی بکری) تیرے بعد کسی کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ عامر نے بیان کیا کہ یہ ان کی بہترین قربانی تھی۔“

پانچ نمازوں کی بجائے صرف دو نمازیں

مسلمان تو کیا بہت غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور یہی شریعت اسلامیہ کا اصول وقانون ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی قانون سازی پر قربان جائیں کہ انہوں نے ایک صحابی کو دن بھر میں صرف دو نماز کا حکم دیا، چناں چہ روایت میں ہے:

”عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، أَنَّهُ " أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ مِنْهُ۔ (مسند احمد ابن حنبل، مسند الانصار، أحاديث رجال من أصحاب النبي ﷺ، ح:23079) یعنی ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے کہ (دن بھر میں) صرف دو نمازیں پڑھا کرے گا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی شرط قبول فرمالی۔“

وفات شوہر کا سوگ صرف تین دن

ایک عورت کا شوہر وفات پا جائے تو شریعت میں اس عورت کے لیے سوگ اور عدت چار ماہ دس دن مقرر ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

”وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا۔ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: 234) ترجمہ: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔“

لیکن جب حضرت اسما بن عمیس کے شوہر اول حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے شوہر کی وفات پر سوگ کے لیے قانون جدید پیش کیا اور فرمایا:

”تسلبي ١ ثلاثة أيام، ثم اصنعي ما شئت۔ (کنز العمال، الفرع الثاني: في العدة والاستبراء والتحليل، في العدة، ح:27820) یعنی تین دن سوگ والے کپڑے پہنو پھر جو چاہو (بناؤ سنگار) کرو۔“

قانون وراثت میں نیا قانون

وراثت مذہب اسلام کا وہ انمول اور انوکھا قانون ہے جو دیگر مذاہب میں اس انداز میں نہیں، اسلام نے بیٹیوں کو بھی وراثت میں حصہ عطا فرمایا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ (قرآن کریم، سورۃ النساء، آیت: 12) ترجمہ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔“

مذکورہ آیت بیان کر رہی ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے کا ترکہ اس کے ورثا میں تقسیم ہوں گے لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے لیے جدید قانون بیان فرمایا، چناں چہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

”أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔ (صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ: لانورث ماترکنا صدقة، 6730) یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ازواج مطہرات نے

چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، اپنی میراث طلب کرنے کے لیے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا۔ کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے؟"

دوسری قسم کی مثالیں

دوسری قسم نبی کریم ﷺ نے از سرِ نو قانون سازی فرمائی، خواہ اس لیے کہ اس تعلق سے کوئی واضح قانون نہ تھا یا قدیم قانون کو تبدیل کر کے جدید قانون معرض وجود میں لایا، اس کی چند مثالیں ذیل میں نوکِ قلم کی جاتی ہیں:

وراثت میں جدہ کا حصہ

میت کے ورثا میں دادی اور نانی ہوں تو وراثت میں ان کے لیے حصہ ہے یا نہیں، اس تعلق سے قرآن کریم میں کہیں صراحت نہیں۔ لیکن ان کے لیے وراثت میں حصہ کے لیے قانون سازی نبی کریم ﷺ نے فرمائی اور چھٹا حصہ ان کے لیے مقرر فرمایا اور یہی حصہ قانون وراثت میں جدہ کے لیے ہے، اس تعلق سے ترمذی شریف میں ہے:

"جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، قَالَ: فَقَالَ لَهَا: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَأَعْطَاهَا السُّدُسَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَلَكِنْ هُوَ ذَاكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا۔ (سنن الترمذی، تاب الفرائض عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی میراث الجدة، ح: 2101) یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دادی یا نانی میراث سے اپنا حصہ پوچھنے آئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب (قرآن) میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی کچھ نہیں ہے، تم لوٹ جاؤ یہاں تک کہ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھ لوں۔ انہوں نے لوگوں سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا، آپ نے دادی یا نانی کو چھٹا حصہ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اسی طرح کی بات کہی جیسی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔

چناں چہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے حکم جاری کر دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دوسری دادی (اگر پہلی دادی تھی تو دوسری نانی تھی اور اگر پہلی نانی تھی تو دوسری دادی تھی) میراث سے اپنا حصہ پوچھنے آئی۔ انہوں نے کہا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب (قرآن) میں کچھ نہیں ہے، البتہ وہی چھٹا حصہ ہے، اگر تم دونوں (دادی اور نانی) اجتماعی طور پر وارث ہو تو چھٹا حصہ تم دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور تم میں سے جو منفرد اور اکیلی ہو تو وہ اسی کو ملے گا۔"

مدعی کے ذمہ دلیل

دنیا میں انسان مختلف ذہن و فکر اور مختلف عادت و اخلاق کے حامل ہوتے ہیں، بسا اوقات ان میں کسی چیز کو لے کر اختلاف ہوتا ہے پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کیا جائے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ فیصلہ کس اصول و قانون کی بنیاد پر کیا جائے۔ اس تعلق سے قرآن کریم میں کچھ صراحت نہیں لیکن اس کے متعلق قانون سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو آشنا فرمایا۔ چناں چہ آپ نے قانون بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ، وَلَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينَ

عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الدعویٰ والبینات، باب: البینۃ علی المدعي، والیمین علی المدعیٰ علیہ، ح:21201) یعنی اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق دے دیا جائے تو بہت سے لوگ دوسروں کے خون اور ان کے اموال پر دعویٰ کرنے لگیں گے لیکن دلیل مدعی پر ہے اور (عدمِ دلیل کی صورت میں) قسم، انکار کرنے والے پر ہے۔‘‘

فریقین کے مابین فیصلہ کرنے کا قانون

قاضی کی بارگاہ میں کوئی شخص کسی کے بارے میں مقدمہ لائے تو قاضی کب فیصلہ کرے۔ کتاب اللہ میں اس کی تفصیل نہیں۔ ہاں! نبی کریم ﷺ نے اس تعلق سے قانون سے آگاہ فرمایا۔ چناں چہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی سرگزشت یوں بیان کرتے ہیں:

’’قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ، فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ، حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ، فَسَوْفَ تَدْرِي، كَيْفَ تَقْضِي" قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ۔(سنن الترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في القاضي لا يقضي بين الخصمين حتى يسمع كلامهما، ح: 1331) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تمہارے پاس دو آدمی فیصلہ کے لیے آئیں تو تم پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو عنقریب تم جان لوگے کہ تم کیسے فیصلہ کرو، علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں برابر فیصلے کرتا رہا۔‘‘

یہ وہ قانون ہے جو صرف اسلام میں نہیں بلکہ اس قانون کی آفاقیت کا اندازہ لگائیں کہ یہ قانون تمام کورٹ اور کچہری میں نافذ العمل ہے۔

عورت عدت وفات شوہر کے گھر میں گزارے

عدتِ وفات کی مدت کیا ہے، اس تعلق سے قرآن کریم نے چار ماہ دس دن بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

’’وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا۔ (قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: 234) ترجمہ: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔‘‘

عدت وفات کی مدت کی صراحت تو ہے لیکن عورت عدت وفات کہاں گزارے، اس تعلق سے قرآن کریم میں صراحت و تفصیل نہیں ملتی۔ اس قانون کو قانون ساز نبی ﷺ نے بیان فرمایا، چناں چہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"نَعَمْ"قَالَتْ: فَخَرَجْتُ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ:" كَيْفَ قُلْتِ؟" فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ:" امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ" قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضَى بِهِ۔(سنن ابی داوٗد، کتاب تفریع أبواب الطلاق، باب في المتوفى عنها تنتقل، ح:2300) یعنی حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا وہ قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیوں کہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہو جانے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیوں کہ انہوں نے مجھے جس مکان

میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں (وہاں چلی جاؤ) "فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (یہ سن کر) میں نکل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ حضور ﷺ نے مجھے بلا لیا، یا بلانے کے لیے آپ ﷺ نے کسی سے کہا، (میں آئی) تو دریافت فرمایا: "تم نے کیسے کہا؟" میں نے وہی قصہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: "اپنے اسی گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہو جائے، حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے عدت کے چار مہینے دس دن اسی گھر میں پورے کیے، جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔''

قانون رجم برائے زنا

اسلام میں زنا کی سزا دو طرح کی ہے۔(۱) کوڑے مارنا (۲) رجم کرنا۔ قرآن کریم میں زنا کی سزا کا بیان ہوا ہے لیکن کوڑے مارنے کا بیان ہوا ہے جب کہ رجم کی سزا کا قرآن کریم میں کہیں بھی صراحت و وضاحت نہیں۔ الکل صراحت کے ساتھ رجم کی سزا کا قانون نبی کریم ﷺ نے بتایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا قَالَ آحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ۔ (صحیح البخاری، کتاب المحاربین، بَابُ الرَّجمِ بِالمُصَلَّی، ح: 6820) یعنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا یہاں تک کہ اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا: تو پاگل ہے؟ (یعنی کیا تم دیوانے ہو) انھوں نے کہا: نہیں، حضور ﷺ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضور ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، اس لیے ان کو عیدگاہ میں رجم کیا گیا، پھر جب ان کو پتھر سے درد پہنچا تو وہ بھاگے تو ان کو پکڑ لیا گیا پھر ان کو رجم کیا گیا حتی کہ وہ فوت ہو گئے پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے اچھے کلمات فرمائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔''

مسلمان کا وارث مسلمان

مذہب اسلام میں میراث اور وارث کا قانون موجود ہے، جیسا کہ قرآن میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے لیکن کیا مسلمان کا وارث مسلمان ہی ہوسکتا ہے یا کافر بھی ہوسکتا ہے، اس تعلق سے قرآن کریم خاموش ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا یہ حکم کہ متوفی اور میراث پانے والے کا دین ایک ہی ہونا چاہیے، جہاں دینی رشتہ کی اہمیت ثابت کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ مسلمان کا وارث صرف مسلمان ہوسکتا ہے اور مسلمان غیر مسلم کا وارث نہیں ہوسکتا۔ چناں چہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ (صحیح مسلم، کِتَابُ الفَرَائِضِ، باب لَا یَرِثُ المُسلِمُ الکَافِرَ وَلَا یَرِثُ الکَافِرُ المُسلِم، ح: 4140) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔''

قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا

اسی طرح قرآن کریم میں بیان کردہ قانون راثت میں یہ صراحت نہیں کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اس قانون کو بھی قانون ساز نبی نے بتایا تا کہ کوئی انسان اپنے جرم سے فائدہ

نہ اُٹھائے اور اپنے اس ناجائز فعل کا خمیازہ بھگتے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْقَاتِلُ لَا يَرِثُ۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب: القاتل لا یرث، ح: 2645) یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قاتل (مقتول کا) وارث نہیں ہوگا۔

اجتہاد واستنباط مسائل کا قانون

مسائل شرعیہ کا اصل ماخذ قرآن کریم ہے لیکن قرآن کریم سے ہر مسئلہ کا واضح بیان نہیں ہے، اس لیے لامحالہ قرآن، سنت رسول اور اجماع کے علاوہ بھی مسئلہ شرعیہ کا کوئی ماخذ ہے، اس کا واضح بیان بھی سنت نبوی ہی میں موجود ہے، سنن ابی داؤد میں ہے:

''أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ:" كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟، قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟، قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو، فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ، وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي في القضاء، 3592) یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن (کا گورنر) بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں تم نہ پاسکو؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سنت رسول اور کتاب اللہ دونوں میں نہ پاسکو تو کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ تھپتھپایا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی اور خوش کرتی ہے۔''

کثرت کار اور قلت وقت کے سبب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع و مقنن ہونے پر صرف چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ورنہ اس موضوع پر کثیر مثالیں کتابوں میں دستیاب ہیں، صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ وقت نکال کر مطالعہ کر کے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا جائے، لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔

◆◆◆

ص ۳۴ کا بقیہ

اپنے حبیبِ ریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی و کاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دولت عطا فرما، تمام فرائض پوری فرما، آمین یارب العالمین وصلیّ اللہ تعالیٰ عل خیر خلقِ و نورِ عرشِ، سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا وقرّ أعیُننا محمّدٍ، وعلیٰ آلہ وصحبہٖ أجمعین وبارَ وسلّم والحمد للہ ربّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) بہجۃ الأسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص 171. (۲) المرجع نفسہ، ذکر وعظ، ص 183 - 184 (۳) المرجع السابق، ص 184. (۴) بہجۃ الاسرار، ذکر علمہ و تسمیہ بعض شیوخہ، ص 225، 226. (۵) ذیل طبقات الحنابلہ، إسماعیل بن أبي طاہر بن الزبیر الجیلي، 2 / 206. (۶) بہجۃ الأسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصّعاً بشيء... إلخ، ص 106. (۷) المرجع نفسہ، ص 99. (۸) فتوح الغیب، المقالہ 48 فیما ینبغي للمؤمن أن یشتغل بہ، ص 113. (۹) پ 23، ص: 25. (۱۰) الطبقات البرّ ومنہم أبوصالح سیّدي... إلخ، الجزء 1، ص 131. (۱۱) قلائد الجواہر، ص 29. (۱۲) المرجع نفسہ، ص 57. (۱۳) المرجع السابق، ص 61.

◆◆◆

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

اعراس بزرگانِ دین کی شرعی حیثیت

کسی بزرگ کی یاد منانے کے لئے اور ان کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے ان کے محبّین و مریدین وغیرہ کا ان کی یوم وفات پر سالانہ اجتماع ''عُرس'' کہلاتا ہے، بزرگانِ دین اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا عُرس منانے سے مقصود ان کی یاد منانا اور ان کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتا ہے اس لئے ان کے عُرس کا انعقاد کرنا شرعاً جائز و مستحسن اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔

بزرگانِ دین کے اعراس میں ذکر اللہ، نعت خوانی اور قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے علاوہ دیگر نیک کام کر کے ان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے کے دلائل اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں جو لوگ اپنے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ان کے بارے میں ارشاد پاک ہے:

''وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو، جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔'' (سورۃ الحشر، آیت 10)

اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صرف اپنے لیے دعا نہ کرے، سلف کے لیے بھی کرے، دوسرے یہ کہ بزرگان دین خصوصاً صحابہ کرام و اہل بیت کے عرس، ختم، نیاز، فاتحہ اعلیٰ چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لیے دعا ہے۔ (تفسیر نور العرفان) بخاری شریف میں ہے:

''ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ان أمی افتلتت نفسها و أظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها أجر ان تصدقت عنها قال نعم۔ ترجمہ: ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں، تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں، تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ملے گا۔'' (صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 186 مطبوعہ کراچی)

ردالمحتار میں ہے کہ:

''صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بأن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أوصوما أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایة۔ ترجمہ: ہمارے علما نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے۔ نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کچھ اور! ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔'' (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 3، صفحہ 180، مطبوعہ پشاور)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''بزرگانِ دین کے یومِ وِصال کو عرس اِس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ محبوب سے ملاقات کا دِن ہے دلیل حدیث نم کنومة العروس ہے۔'' (شرح احادیث خیر الانام صفحہ 60 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

عرس بزرگانِ دین اور سماع قوالی سننا جائز ہے بزرگانِ دین عرس مناتے اور سماع سنتے تھے اور اعراس کے دن کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ اُس دن اُن اللہ والوں کا وِصال ہوا۔ (بوادر النوادر صفحہ 400 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

اعراس بزرگانِ دین خلاف شرع نہیں ہیں جس طرح مدارسِ دینیہ میں اسباق کے لیئے گھنٹے مقرر کرنا مباح امر اور جائز ہے اسی

طرح تعین یوم عرس بھی جائز ہے۔(بوادر النوادر صفحہ نمبر 401 حکیم الامت دیوبند اشرف علی تھانوی)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ شاہ عبد الرحیم اور شاہ ولی اللہ علیہما الرحمہ کے مزارات پر جاتے اور فاتحہ پڑھتے لنگر تقسیم کرتے۔(ارواحِ ثلاثہ صفحہ 38 حکایت 29 حکیم الامتِ دیوبند علاّمہ اشرف علی تھانوی مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق کراچی)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوتے اور محفل سماع وقوالی۔ (اشرف السوانح جلد اوّل، دوم صفحہ نمبر 226)

مزارات پر حاضری دینا زمانہ قدیم سے مسلمانوں میں رائج ہے بلکہ خود رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شُہدائے اُحُد کے مزارات پر برکات لُٹانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سیّدِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحُد کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی زیارت القبور، 3/177)

اولیاء اللہ رحم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر جانا باعثِ برکت اور رفعِ حاجات کا ذریعہ ہے۔اس لیے بزرگانِ دین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اولیائے کرام کی قبور پر جاتے اور اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجات کیلئے دعا کرتے جیسا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں مقدمہ رَدُّ المحتار میں امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل فرماتے ہیں:

''میں امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعت پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(ردالمحتار، مقدمۃ الکتاب، مطلب یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل، 1/135)

جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''الاحقاف صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغربی حصہ کا نام ہے جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے۔ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا اور قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ ان کا اصل وطن الاحقاف تھا۔جہاں سے نکل کر وہ گردوپیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے۔موجودہ شہر سے تقریباً 152 میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضرت موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ھود کے نام سے ہی مشہور ہے۔ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم ازکم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔الاحقاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقت ور قوم آباد ہوگی۔اغلب یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے ریگ زار بنا دیا ہوگا۔

آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک لق ودق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی بھی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔1843ء میں بویریا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارہ پر پہنچ گیا۔وہ کہتا ہے کہ حضرت موت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فیٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہوتی چلی جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہو جاتی ہے۔عرب کے بدو اس علاقہ سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لیے راضی نہیں ہوتے،ایک موقع پر جب بدو اسے وہاں لے جانے پر راضی نہ ہوئے تو وہ اکیلا وہاں گیا،اس کا بیان ہے کہ یہاں کی ریت بالکل سفوف کی طرح ہے،میں دور سے ایک شاقول اس میں

پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور اس رسی کا سرا جل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا، مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: Arabia And The Isles Harold ingrams,London,1946۔'' (تفہیم القرآن، ج4، ص615، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، مارچ 1983ء)

سید ابوالاعلی مودودی کے اس اقتباس سے جہاں الاحقاف کی تاریخی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے، وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ نبیوں اور مقدس اور برگزیدہ بندوں کا عرس منانا صرف اہل سنت بریلی مکتبہ فکر کی اختراع نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان بزرگوں کا عرس مناتے ہیں، عرس کی معنوی اصل یہ ہے، امام محمد بن عمر الواقد متوفی 2074ھ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے، جب آپ گھاٹی میں داخل ہوتے تو بہ آواز بلند فرماتے: السلام علیکم، کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے! پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔'' (کتاب المغازی، ج 1، ص 313، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، 1404ھ، دلائل النبوۃ، ج3، ص308، مطبوعہ بیروت، شرح الصدور، ص210، دار الکتب العلمیہ، بیروت 404۔ درمنثور، ج4، ص568، مصنف عبدالرزاق، 573 (قدیم) رقم الحدیث (جدید) 6745)

اور عرس کی لفظی اصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور جب مردہ یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کی قبر وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس کی طرح سو جاؤ جس کو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا۔ [الحدیث] (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1073، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث میں مومن کے لیے عروس کا لفظ وارد ہے اور عروس کا لفظ عرس سے ماخوذ ہے اور یہ عرس کی لفظی اصل ہے، عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے۔ ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے اور قرآن شریف پڑھ کر اور صدقہ وخیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں اللہ سے دعا کرنے اور شفاعت کرنے کی درخواست کرنا اس کا ثبوت امام طبرانی کی اس حدیث سے ہے جس میں عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے کی ہدایت کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المعجم الصغیر، ج1، ص1184۔183، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، 1388ھ، حافظ منذری متوفی 656ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج1، ص 474-476) (اور شیخ ابن تیمیہ متوفی 728ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، ج1، ص274۔273)

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ (الحدیث۔ المصنف، ج12، ص32، مطبوعہ کراچی) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے، فتح الباری، ج2، ص495۔496، مطبوعہ لاہور)

تاریخ وصال کے موقع پر اہل اللہ کی یاد منانے کو عرس کہتے ہیں اور انبیائے کرام کا عرس منانا یعنی تاریخ وصال پر ان کا ذکر کرنا ان کی یاد منانا قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۠ ۔ (سورہ مریم آیت نمبر ۱۵) ترجمہ: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ

اٹھایا جائے گا۔"

جیسا کہ ایک واقعہ حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے سبع سنابل شریف میں ذکر کیا ہے: جس میں ماہ ربیع الاوّل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی جانب منسوب ہونے والے بزم کو عرس ہی تحریر فرمایا ہے اور حضور اعلیٰ حضرت نے سبع سنابل شریف میں مذکور واقعہ کو خود فتاویٰ رضویہ شریف میں نقل کیا ہے تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت میر سید عبد الواحد قدس سرہ، الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں: مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را قدس للہ تعالیٰ روحہ، در ماہ ربیع الاوّل بجہت عرس رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسید ندائے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمود و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد، اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد بر چوڈول سوار میشد و می رفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں را بر تمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شدہ است۔ لا وللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر شدہ بود، ایں خود در یک شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات ایں موحد خود در اقصائے عالم حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات۔

ترجمہ: ماہ ربیع الاول میں رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ، کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں، حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا: حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے آتے، سوار ہو جاتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے اے عقل مند! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں، یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحد کی ذات عالم کے سروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔"

(سبع سنابل سنبلۂ ششم در حقائق وحدت الخ مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷۰-فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۵۲)

اور فتاویٰ رضویہ میں کوئی ایسی عبارت جو حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جس میں انبیا کے عرس کو ناجائز کہا ہو کبھی نظر سے نہ گزری البتہ ایک بدمذہب کی عبارت عرس کے عدم جواز پر سائل نے سوال کے ساتھ بھیجا ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ر میں ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا رد کیا ہے جو عبارت عرس کے عدم جواز پر ہے وہ بدمذہب کی عبارت ہے اور اس کے بعد میں اس کے رد پر جو عبارت ہے وہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ہے۔ عوام عرس سے بزرگان دین کی سالانہ فاتحہ خوانی وغیرہ ہی سمجھتی ہے اور اکثر عرس کا استعمال بزرگان دین ہی کے سالانہ فاتحہ خوانی پر ہی مستعمل ہے اس لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب منسوب مجلس ومحافل کو دیگر ناموں سے یاد کرنا ہی بہتر ہے مثلاً ذکر یا محفل وغیرہ اگرچہ عرس کہنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن عرفاً قباحت ہے اس لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منسوب مجلس کو عرس کہنے سے احتراز کرنا بہتر ہے، ہر سال صالحین کے مزارات کی زیارت کے لیے جانا، ان کو سلام پیش کرنا اور ان کی تحسین کرنا نبی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور ان کے لیے ایصال ثواب کرنا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہمارے نزدیک عرس منانے کا یہی طریقہ ہے۔

باقی اب جو لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافات کر لیے ہیں، وہ بزرگان دین کی نذر اور منت مانتے ہیں اور ڈھول باجوں گاجوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں ناچتے گاتے ہوئے اوباش لڑکے چادر لے کر جاتے ہیں اور چادر بقیہ ص ۹ر پر

دوسری قسط

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

علم اہمیت وافادیت

اسلامیات

گزشتہ سے پیوستہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ مال صرف کرنے سے گھٹتا چلا جاتا ہے مگر علم بجائے گھٹنے کے بتدریج بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان مال کی حفاظت میں شب وروز سرگرداں رہتا ہے جب کہ اس کے برعکس علم انسان کا محافظ ونگہبان ہوا کرتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے تو مال اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتا بلکہ اسی دنیا ہی میں رہ جاتا ہے لیکن علم ایک ایسی لازوال دولت ہے کہ یہ انسان کے ساتھ قبر میں بھی جاتا ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ مال کوئی بھی چاہے حاصل کر سکتا ہے خواہ مومن ہو یا کافر مگر علم دین کا نفع مومن ہی کو ملتا ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ مالداروں کی ہر ایک کو ضرورت نہیں ہوتی لیکن عالم ہر ایک کی ضرورت ہے عالم سے انسان بے پرواہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ بروز قیامت پل صراط عبور کرتے وقت مال کمزوری کا باعث بنے گا جب کہ علم قوت فراہم کرے گا۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ علم ہی انسان کو فضیلت وفوقیت سے ہمکنار کرتا ہے۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہی میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ خلافت الہیہ کو پیش کیا جاسکتا ہے، آیئے اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں کے مابین جو گفتگو ہوئی اسے قرآن کی زبانی ملاحظہ کریں۔ سورۂ بقرہ کی تیسویں، اکتیسویں اور بتیسویں اور تینتیسویں آیات میں رب کائنات فرماتا ہے:

’’اور یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے پھر سب اشیا ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتادے انھیں سب اشیا کے نام جب آدم نے انھیں سب نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔‘‘

من جملہ ہر چند کہ فرشتے خدا وند قدوس کی معصوم، سراپا عبادت گزار اطاعت شعار نوری مخلوقات ہیں مگر اس کے باوجود ربِّ قدیر نے کسی فرشتے کو نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔ حالانکہ فرشتوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ مولا! ہم تیری عبادت وتسبیح کرتے ہیں ہم گناہوں سے یکسر مبرا ومنزہ ہیں خلافت کے حقدار ہیں تو ایسے موقع پر خداوند قدوس نے فرشتوں کو تمام اشیا کے اسما پوچھے تو ان سے جواب بن نہ پڑا تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے تمام اشیا کے اسما مع مسمیات بتادیے۔ بالآخر تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو افضل وارفع اور خلافتِ الٰہیہ کا مستحق مانتے ہوئے، بحکم خدا سر بہ سجدہ ہوگئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے فیضان علم کا یہ عالم تھا کہ ان سے اشیا کے اسما پوچھے گئے تھے مگر آپ نے محض اسما بتانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ تفسیر کبیر کی روایت کے پیش نظر آپ نے جملہ اشیا (خواہ موجودات سے متعلق رہے ہوں یا معدومات سے) کے اسما کے ساتھ ساتھ ان کے حقائق، خصائص، فوائد، نقصانات، طرقِ استعمال اور طرقِ صنعت مع صفات بتادیے۔ اگرچہ قرآن مقدس

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

میں صرف لفظ اسما کا استعمال ہوا ہے لیکن مذکورہ تمام چیزیں بھی اسما کے اندر شامل تھیں کیوں کہ صرف اشیا کے اسما کا علم کمال و تکمیل علم پر دلالت نہیں کرتا۔ ثانیاً یہ کہ قرآن مجید میں اسما کے ساتھ کلھا کا بھی لفظ اس امر کی طرف مشیر ہے کہ آپ نے اشیا کے اسما کے سوال پر اشیا کے دیگر لوازمات واتصالات واوصاف بتا کر فیضان علم کا ایسا چشمہ جاری کر دیا کہ جملہ ملائکہ بلاتردد آپ کی وسعت و فوقیت علم کے بصمیم قلب قائل و معترف ہو گئے اور اس بات کا برملا اظہار کیا کہ اے اللہ پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وسعت علم سے متعلق صاحب تفسیر روح البیان نے اپنی کتاب مستطاب میں رقم فرمایا ہے کہ خداوندِ قدوس کے فیض وکرم سے آپ کو ایک دو ہزار یا ایک دو لاکھ نہیں بلکہ سات لاکھ زبانوں کا مکمل علم حاصل تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ ایک ہزار مختلف پیشوں میں مہارت تامّہ رکھتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے فیضان علم کا زریں اثر تھا کہ آپ کے سر مبارک پر خلافت الٰہیہ کا تاج رکھا تھا۔

یوں تو ہر علم اپنے دامن میں اہمیت وافادیت کا گوہر گرانمایہ رکھتا ہے مگر علم دین دنیا کے تمام علوم سے بلاشبہ حد درجہ فائق ہے، بلفظ دیگر یوں کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ علم دین ایک ایسا آسمان ہے کہ جس میں جملہ علوم کے شمس وقمر اور نجوم کی تابانیاں ملتی ہیں۔ یہی وہ علم ہے جو انسان کی دنیا کو روشن کرتا ہے اور آخرت کو رشکِ صد ماہتاب بناتا ہے، دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود اسی علم میں مضمر ومستتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارمی کے اندر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں ساعۃ من اللیل کا لفظ آیا ہے یعنی رات میں ایک گھڑی مگر یہاں لفظ لیل قید اتفاقی کے طور پر مستعمل ہے یعنی علم دین کا پڑھنا پڑھانا فقط رات ہی تک محدود نہیں بلکہ کسی بھی وقت اس کا پڑھنا پڑھانا بے حد ثوابوں کا متحمل ہے گویا یہاں رات کی قید سے علم دین کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب بتانا مقصود ہے نہ کہ وقت۔

علم دین کی فضیلت وفوقیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عالم ماکان وما یکون سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم دین کے حصول کو ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے فرض قرار دیا ہے جیسا کہ صحاحِ ستہ کی بڑی مشہور اور اہم کتاب ابن ماجہ کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

حدیث میں طلب العلم کہا گیا ہے نہ کہ طلب علم الدین مگر یاد رہے کہ یہاں علم سے قطعی طور پر تعمیم مطلوب نہیں بلکہ اس علم سے مراد خصوصی علم یعنی علم دین ہے۔ ہمارے اس دعوے کی توثیق وتصدیق حضرت ملا علی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ تصنیف لطیف مرقاۃ شرح مشکوۃ کرتی ہے۔ اس عظیم شرح کی پہلی جلد میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے شارحین نے اس امر کی وضاحت وصراحت کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کی تحصیل ناگزیر ولازمی ہے، اسی مقام پر حضرت ملا علی قاری نے اس بات کو چند مثالوں سے بھی موکد کیا ہے فرماتے ہیں کہ مثلاً ذاتِ خداوندی کی معرفت، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول کا عرفان علاوہ ازیں فرائض قطعیہ کا ادراک اور ان کے طرقِ ادائیگی کا علم، ظاہر ہے مذکورہ بالا امور کا علم علم دین کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان امور کا علم ایک مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے، یہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب علم دین سے وابستگی ہو۔ لہٰذا اب یہ بات واضح ہو گئی کہ مذکورہ حدیث میں علم سے مراد علم دین ہے اور اس کی تحصیل ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات کی پہلی جلد میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے کہ حدیث میں لفظ علم سے مراد علم دین ہے کیوں کہ اس کے بغیر خداوندِ قدوس کی ذات وصفات اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت و

نبوت کی معرفت اور فرائض اسلام کی ادائیگی کے اہم مسائل کا ادراک متعذر و ناممکن ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار امر ہے کہ ہر نبی کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ ہوتا ہے۔ انبیا کرام علیہم السلام کی درس خیر تاریخ بتاتی ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سات انبیا کرام علیہم السلام ایسے گذرے ہیں کہ جنھیں علم کی بنیاد پر ایسے فائدے حاصل ہوئے کہ جنھیں پڑھنے اور جاننے کے بعد علم کی فوقیت دو بالا ہوجاتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی ہے جنھیں ان کے علم نے کل ملائکہ کا مسجود بنادیا۔ دوسری مثال حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کے سبب قید و بند سے رستگاری ملی۔ چوتھی مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے جن کی زوجیت کا اعزاز علم کے پیش نظر پیکر حسن و جمال ملکۂ بے مثال حضرت بلقیس کو ملا۔ پانچویں مثال حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے جنھیں علم کی وجہ سے بادشاہت کا تمغہ نصیب ہوا۔ چھٹی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے جنھوں نے علم کے ذریعہ اپنی عفت مآب والدہ ماجدہ حضرت کنواری مریم پر کئے گئے اتہام کو غلط اور بے بنیاد ثابت کیا۔ ساتویں مثال میں ہم اپنے آقا کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو پیش کرسکتے ہیں کہ آپ کے علم کی برتری کی ہی جلوہ طرازی ہے کہ آپ خلافت الٰہیہ سے مشرف ہوئے اور آپ کے سرِ انور پر شفاعت کبریٰ کا زریں تاج رکھا گیا۔ شاید ہی حدیث کی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں فضیلت علم پر مستقل باب باندھا نہ گیا ہو۔ آیئے فضائل علم دین سے متعلق چند معلومات افزا احادیث ملاحظہ کریں۔

ترمذی شریف میں حضرت امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی جو حدیث مندرج ہے اس کی تلخیص کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخص کا ذکر چھڑ گیا، ان دونوں میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، واضح رہے کہ یہاں عابد سے مراد عالم عابد نہیں بلکہ غیر عالم عابد ہے کیوں کہ اس مقام پر عالم کے مقابلے میں لفظِ عابد مستعمل ہوا ہے۔ ایسے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سکھانے والے یعنی عالم دین پر خدائے لم یزل رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز آسمان و زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

اسی ترمذی شریف کے اندر فضیلت علم دین سے متعلق حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی روایت بڑی شرح و بسط کے ساتھ یوں مرقوم ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا تو میں نے کیا دیکھا کہ معاً ایک شخص بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آیا اور حضرت ابودرداء سے کہنے لگا کہ جناب والا! مجھے مدینۃ الرسول سے یہ بات بڑے معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں وہ مجھے سنا دیں اور میں یہ بھی بتادوں کہ میں نے صرف اسی غرض سے۔ اس قدر طویل اور مشقت خیز سفر کیا ہے۔ اس شخص کی بات سننے کے بعد حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم دین کے حصول کے لیے سفر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم دین کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں اور آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور علما انبیا کرام علیہم السلام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیا کرام علیہم السلام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں۔ انھوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے

اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔

مذکورہ بالا حدیثیں علم دین، طالب علم دین اور عالم دین کی فضیلتوں پر ایسی روشنی ڈالتی ہیں کہ انھیں پڑھنے کے بعد دیگر علوم پر علم دین کی فوقیت مزید واشگاف ہو جاتی ہے۔ اگر دورِ حاضر کا علم وفن کے تناظر میں جائزہ لیا جائے تو یہ تلخ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ جہاں بہت سارے امور میں روز بروز انحطاط وزوال بڑھتا جا رہا ہے وہیں حصول علم کی لگن میں بھی بہت حد تک کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ آج کے اس مادی دور میں انسان دنیاوی معاملات میں اس قدر گھرا ہوا ہے بلکہ خود کو اس قدر گھیر رکھا ہے کہ خود کو بے حد مصروف زمانہ بتاتے ہوئے حصول علم کے لیے عدیم الفرصتی کا عذر لنگ پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے، اکثر اس کی زبان پر وقت کی کمی کا بے جا شکوہ پھن ٹیکے کھڑا رہتا ہے، سچی بات تو یہ ہے وقت کی کمی کا شکوہ بالکل بے جا اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ جو چیزیں ضروری اور اہمیت کی حامل ہوتی ہیں ان کے لیے وقت نکالا جاتا ہے نہ کہ قلت وقت کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ دنیاوی امور جنھیں ہم ضروری سمجھتے ہیں اس کے لیے بلاتردد اور بہ آسانی وقت نکال لیتے ہیں لیکن جب حصول علم کی بات آتی ہے تو ہم جانے کیسے کیسے حیلے تراشتے رہتے ہیں۔ علم دین کی تحصیل کے سلسلے میں ہم نے خود کو بے حد لاابالی بنا رکھا ہے جب کہ یہ نہ صرف دنیا کے لیے بلکہ آخرت کے لیے بھی فلاح وبہبود کا پیش خیمہ ہے۔

کیا یہ وقت کا بہت بڑا المیہ نہیں ہے کہ ہم دنیاوی پروگراموں میں جہاں حلال وحرام کی تمیز روا نہیں رکھی جاتی اور جہاں غیر شرعی حرکات بڑے چاؤ سے کیے جاتے ہیں وہاں قلتِ وقت اور عدیم الفرصتی کا شکوہ کیے بغیر بصد شوق چلے جاتے ہیں اور ایسی محافل میں ہم مفتخرانہ انداز میں بے دریغ دولت لگانے میں بھی ذرہ برابر عار محسوس نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف خالص دینی اور مذہبی محفل میں شرکت کی بات آئے تو ہم سو قسم کے اعذارِ باردہ پیش کرتے رہتے ہیں جب کہ یہاں نہ ٹکٹ خریدنا ہے اور نہ کسی قسم کے خرچ کا بار اٹھانا ہے۔

آپ گرد ونواح کا جائزہ لیجیے غیر شرعی دنیاوی محفلیں جب منعقد ہوتی ہیں تو آن کی آن میں ہال کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ پوری رات محفلیں گرم رہتی ہیں۔ تالیوں کی گونج میں واہ واہی کی جاتی ہے۔ ذرہ برابر بھی نہ کوئی تکان محسوس کرتا ہے اور نہ کسی کے لب پر حرفِ شکوہ رہتا ہے۔ تہذیب وشائستگی کے دامن کو تار تار ہوتے دیکھ کر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن دینی محفلوں کو کامیاب بنانے کے لیے بڑے تگ ودو کیے جاتے ہیں، ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ وترسیل سے دعوتوں پر دعوتیں دی جاتی ہیں۔ گذارشات پر گذارشات کی جاتی ہیں۔ اللہ ورسول کا واسطہ دیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود گنتی کے چند لوگ آتے ہیں اور جو آتے ہیں ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جن کی نگاہ گھڑی پر لگی رہتی ہے اور اگر پروگرام چند منٹ طویل ہو جائے تو ان کی بھوئیں تن جاتی ہیں اور شور وغوغا شروع ہو جاتا ہے پھر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ پروگرام جلد ختم کیا جائے اس پر مستزاد ظلم بالائے ظلم یہ کہ پروگرام کے انعقاد کرنے والوں، تقریر کرنے والوں اور نعت پڑھنے والوں کو خوب جلی کٹی سنائی جاتی ہے، اللہ کی پناہ! اس موقع پر مجھے یہ شعر یاد آ رہا ہے۔ ؎

آہ اسلام ترے چاہتے والے نہ رہے
تو تھا جس کا چاند اب ہالے نہ رہے

لگے ہاتھ راقم الحروف کا ایک مقطع بھی ملاحظہ کریں۔ ؎

قدسی خدا ہی جانے سنبھلتا نہیں ہے کیوں
کھا کر بھی ٹھوکریں یہ مسلمان بار بار

ہم نے جو کچھ سطورِ بالا میں لکھا ہے یہ سب ہماری نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے اور ہم اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں مگر حیف صد حیف کہ ہم اس لاپرواہی اور بے توجہی پر نالاں ہیں اور نہ اپنے اندر حصولِ علم کا جذبہ اجاگر کرنے کی کسی قسم کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ نتیجتاً اس کے جو بھیانک اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ حصول علم کی عدم دلچسپی کی بنیاد پر جہاں ہمارے اندر دین ومذہب سے دوری بڑھتی جا رہی ہے وہیں ہماری اولاد اور آنے والی نسل پر لادینیت بدمذہبیت اور بدعملی کے گھٹاٹوپ سیاہ بادل منڈلاتے

ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے کس قدر باعثِ عار ہے کہ ہم اور ہماری اولاد دنیا کی تاریخ اور دنیاوی شخصیات کی سوانح عمری سے واقف ہیں مگر مذہب اسلام کی تاریخ سے واقفیت تو درکنار ہمیں اور ہماری ذریت کو اسلام کے مبادیات تک کا علم نہیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنے رسولِ گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرمی صحیح طور پر بتا سکتے ہیں اور نہ کلمہ طیبہ وشہادت بجا طور پر پڑھ سکتے ہیں۔ دیگر بنیادی امور جن کا خالصتاً ایمانیات سے تعلق ہے ان کا ذکر ہی کیا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب وایمان سے ہمارے فاصلے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور یہی بڑھتے ہوئے فاصلے ہماری زبوں حالی اور زوال پذیری پر کیلیں ٹھونکتے جارہے ہیں۔ ہم واویلا تو مچاتے ہیں لیکن اپنے اندر جذبۂ حصول علم بیدار کرنے کی کوئی کوشش کرتے ہیں اور نہ اپنے اندر کسی قسم کا سدھار لانے کا کوئی اقدام گوارا کرتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم نے آیت قرآنیہ پیش کی ہے جس میں خداوندِ قدوس کا ارشاد موجود ہے ''اللہ سے ڈرنے والے علما ہیں'' اس ارشاد کا مفہوم بالکل واضح ہے کیوں کہ یہ آیات محکمات میں سے ہے یعنی علم کی بنیاد پر دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور جس قدر علم زیادہ ہوگا اسی قدر خوف خدا میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب علم دین سے بےاعتنائی برتی جائے گی تو پھر انجام کار بےخوفی کا تسلط مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا کا مسلمان کفار کے بالمقابل ممالک، دولت اور تعداد میں فزوں تر ہونے کے باوجود خائب وخاسر ہوتا جارہا ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب جب مسلمانوں پر زوال آیا ہے اس کی وجہ علم دین سے دوری رہی اور یہی دوری مسلمان کو خالق کائنات سے بےخوفی کی جانب دھکیلتی چلی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جب بےخوفی ہوگی تو پھر ایمان و عمل میں گراوٹ آ ہی جائے گی۔ آج ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر علم دین کے حصول کی لگن پیدا کریں اور اپنی اولاد کو بھی اس جانب راغب کریں تاکہ ہمارا گھر اور ہمارا معاشرہ شریعت مطہرہ کا آئینہ دار بن جائے اور ہم اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرسکیں۔

حصول علم کی لگن سے متعلق ایک انتہائی تاریخی اور درس خیز واقعہ پیش کرنے سے پہلے عہد رسالت میں کفر وایمان کے مابین پہلی اور انوکھی جنگ جنگِ بدر کے اختتام پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں ابن ہشام کی دوسری جلد میں مندرج ہے کہ جب جنگ کا خاتمہ ہوا تو کافر قیدیوں سے متعلق ایک اہم سوال یہ اٹھا کہ ان کے ساتھ کون سا معاملہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور اس جنگ میں ستر کافر جہنم رسید ہوئے تھے اور ستر قیدی بنائے گئے تھے۔ ایسے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورۃً استفسار فرمایا کہ ان قیدیوں کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب دشمنان اسلام ہیں لہٰذا ان سب کو تہِ تیغ کردیا جائے۔ حضرت عمر کی پیش کردہ رائے کے بعد یارِ غار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ چونکہ ان سب کا تعلق ہمارے اعزہ واقارب سے ہے لہٰذا ان سے بطور فدیہ کچھ رقمیں لے کر انھیں رہا کردیا جائے۔

اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو یہ کہ اس وقت ہم مسلمان انتہائی تنگدستی سے دوچار ہیں تو یہ رقمیں ہمارے لیے ممد ومعاون ثابت ہوں گی اور آئندہ ممکن ہے کہ خداوند قدوس کی عطا کردہ توفیق سے ان کے دلوں میں پڑے کفر وشرک کے دبیز پردے چاک ہوجائیں اور یہ سب حلقہ بگوش اسلام ہوجائیں۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں حضرت صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے ان قیدیوں سے چار چار ہزار درہم بطور فدیہ لیے جو صاحب استطاعت تھے وہیں وہ قیدی جو مفلس ونادار تھے انھیں بلا فدیہ رستگاری کا پروانہ عطا کردیا لیکن ان قیدیوں میں سے جو پڑھے لکھے تھے ان کا تاریخ ساز اور انتہائی سبق آموز فدیہ رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھانا ہوگا۔

اگر تاریخ کا بالا ستیعاب مطالعہ کیا جائے تو کئی ایسی نابغۂ روزگار، لائق صد تحسین اور قابل قدر شخصیتیں نظر آئیں گی کہ جن کے دلوں میں حصول علم دین کا ایسا جذبہ کارفرما تھا کہ انھوں نے نامساعد حالات اور حوادث زمانہ کی پرواہ کیے بغیر اپنے ذوقِ علم کو نمو بخشنے کے لیے نہ صرف یہ کہ زہرہ گداز سفر کیا بلکہ راہ میں حائل ہر قسم کی مصیبت ومشقت کو ناکام و نامراد کر دیا، اس سلسلے میں امتثالا مایۂ ناز صحابی میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

یہ وہی حضرت ابوایوب انصاری ہیں جنھیں مدینۃ المنورہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود کے زریں موقع پر میزبانی کا شرف حاصل رہا۔ اگرچہ سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر دیوانہ متمنی تھا کہ آپ اس کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی مامور من اللہ ہے لہٰذا وہ جہاں رک جائے گی وہیں میرا قیام رہے گا۔ حضرت ایوب انصاری کی خوش بختی پر قربان جایئے کہ شہنشاہ مدینہ کی اونٹنی آپ ہی کے مکان پر رکی، اس طرح آپ کو میزبان رسول ہونے کا لازوال اعزاز عطا ہوا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آپ نے میزبانی رسول میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی، آپ کے عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد جو تبرک چھوڑ دیتے آپ اپنی اہلیہ سمیت اسے بے حد رغبت سے کھاتے، شکر الٰہی بجا لاتے اور اپنی پرنور تقدیر پر ناز کرتے، آپ اس جگہ سے لقمہ اٹھاتے، جہاں رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مقدس کا نشان جلوہ نما ہوتا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دیگر صحابۂ کرام آپ کے روشن نصیبہ پر پیکر رشک بنے ہوئے تھے۔ میزبانی رسول کا سلسلہ ایک دو یا چند دن نہیں بلکہ متواتر سات ماہ بدستور چلتا رہا۔ میزبانی کے ایام میں آپ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسر وچشم مصروفِ کار رہتے۔ رضائے رسول کے حصول میں آپ نے اپنا من دھن تن سب شاداں وفرواں قربان کر دیا۔ میزبانی کے ایام میں ایک رات ایسا واقعہ رونما ہوا جو آپ کے بے بہا عشق رسول کی شہادت آج بھی پیش کر رہا ہے اور صبح قیامت تک پیش کرتا رہے گا۔

وہ ایک شدید سردی کی رات تھی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کے اوپر کی منزل میں آرام پذیر تھے اور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے کی منزل میں استراحت فرما رہے تھے۔ یاد رہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مکان میں جلوہ طراز ہوئے تو آپ نے اوپر کی منزل خدمت اقدس میں پیش کی لیکن ملاقاتیوں کی سہولت کے پیش نظر بجائے اوپر کی منزل کے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی نیچے کی منزل میں رہنا پسند فرمایا۔

ہوا یوں کہ معاً مکان کے اوپر کی منزل پر پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ گھڑا کا ٹوٹنا تھا کہ بڑی تیزی کے ساتھ پانی بہنے لگا تو آپ نے سوچا کہ مبادا پانی نیچے کی منزل پر چلا جائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو تو آپ نے فوراً سارا پانی اپنے لحاف میں خشک کر لیا۔ تھا ایک ہی لحاف اور وہ مکمل پانی سے شرابور ہو چکا تھا۔ مگر واہ رے آپ کا عشق رسول کہ زوجین نے اسی گیلے لحاف میں طویل سرد رات گذار دی مگر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ برابر بھی تکلیف ہو یہ گوارا نہ کیا۔ ؎

کہتا تھا فلک دیکھ کے اصحاب نبی کو
یوں عشق کبھی ہم نے زمیں پر نہیں دیکھا

.........جاری

احوال قوم وملت

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

وفات کے بعد

اس رنگارنگ اور فانی دنیا میں ہمارے زندہ ہوتے ہوئے جب ہمارا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور سوائے چند مخصوص افراد کے ہمیں کوئی دل کی گہرائیوں سے یاد نہیں کرتا ہے، تو پسِ مرگ کسی سے یاد کرنے اور اپنا تذکرہ زندہ وجاوید رہنے کی امیدیں پال لینا؛ حماقت، پرلے درجے کی بے وقوفی اور عاقبت نا اندیشی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

جانے والا چلا گیا، مہمان کی طرح چند دن اس کی یادیں رہی اور پھر وہ وجود، کہ جس کے بن ادھورا پن محسوس ہوتا تھا، ایک قصہ پارینہ بن کر خاکِ ارض کی دبیز تہوں تلے روپوش ہو گیا، اس لیے عقل مند مومن وہی ہے جس کے پیشِ نظر ہمہ وقت رب کی رضا رہے، لوگ راضی ہوں تو فبھا، ورنہ لوگوں کی باتیں/تنقیدیں/اور منفی رویوں کی پرواہ کرنا یکسر چھوڑ دے۔

اظہار الحق صاحب ایک بڑے ادیب اور شاعر ہوئے ہیں انہوں نے ''میری وفات'' کے نام سے ایک مضمون لکھا، جس میں اس بے ثبات زندگی اور موت کے بعد کی حقیقت کو اثر انگیز پیرائے میں واشگاف کیا ہے اور اگر آپ نے ابھی تک اظہار الحق صاحب کو نہیں پڑھا ہے تو اسی مضمون "میری وفات" سے آغاز کیجیے، لکھتے ہیں:

''سرما کی ایک یخ زدہ ٹھٹھرتی شام تھی، جب میری وفات ہوئی، اس دن صبح سے بارش ہو رہی تھی، بیوی صبح ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی، ڈاکٹر نے دوائیں تبدیل کیں مگر خلافِ معمول خاموش رہا۔ مجھ سے کوئی بات کی نہ میری بیوی سے! بس خالی خالی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھتا رہا۔

دوپہر تک حالت اور بگڑ گئی۔ جو بیٹا پاکستان میں تھا، وہ ایک تربیتی کورس کے سلسلے میں بیرون ملک تھا، چھوٹی بیٹی اور اس کا میاں دونوں یونیسف کے سروے کے لیے کراچی ڈیوٹی پر تھے، لاہور والی بیٹی کو بھی میں نے فون نہ کرنے دیا کہ اس کا میاں بے حد مصروف ہے اور بچوں کی وجہ سے خود اس کا آنا بھی مشکل ہے۔ رہے دولڑکے جو بیرون ملک ہیں، انہیں پریشان کرنے کی کوئی تک نہ تھی! یوں صرف میں اور بیوی ہی گھر پر تھے اور ایک ملازم! جو شام ڈھلے اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

عصر ڈھلنے لگی تو مجھے محسوس ہوا کہ نقاہت کے مارے بات کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی پرانی ڈائری نکالی، بیوی کو پاس بٹھا کر رقوم کی تفصیل بتانے لگا جو میں نے وصول کرنا تھیں اور دوسروں کو ادا کرنا تھیں۔ بیوی نے ہلکا سا احتجاج کیا: یہ تو آپ کی پرانی عادت ہے، ذرا بھی کچھ ہو تو ڈائری نکال کر بیٹھ جاتے ہیں، مگر اس کے احتجاج میں پہلے والا یقین نہیں تھا پھر سورج غروب ہو گیا، تاریکی اور سردی دونوں بڑھنے لگیں۔ بیوی میرے لیے سُوپ بنانے کچن میں گئی، اس کی غیر حاضری میں مَیں نے چند اکھڑی اکھڑی سانسیں لیں اور غروب ہو گیا۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں آہستہ آہستہ اپنے جسم سے باہر نکل رہا ہوں۔ پھر جیسے میں ہوا میں تیرنے لگا اور چھت کے قریب جا پہنچا۔ بیوی سُوپ لے کر آئی تو میں دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس پر سکتہ طاری ہوا اور پھر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ میں نے بولنے کی کوشش کی، یہ عجیب بات تھی کہ میں سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا۔

لاہور والی بیٹی رات کے پچھلے پہر پہنچ گئی۔ کراچی سے بھی چھوٹی بیٹی اور میاں صبح کی پہلی فلائیٹ سے پہنچ گئے۔ بیٹے تینوں بیرون ملک تھے، وہ جلد سے جلد بھی آتے تو دو دن لگ جاتے تھے۔ دوسرے دن عصر کے بعد میری تدفین

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

کردی گئی۔شاعر،ادیب،صحافی،سول سرونٹ سب کی نمائندگی اچھی خاصی تھی۔گاؤں سے بھی تقریباً سبھی آ گئے تھے۔ننھیال والے گاؤں سے ماموں زاد بھائی بھی تینوں موجود تھے۔

لحد میں میرے اوپر جو سلیں رکھی گئی تھیں،مٹی ان سے گزر کر اندر آ گئی تھی۔بائیں پاؤں کا انگوٹھا جو آرتھرائٹس کا شکار تھا،مٹی کے بوجھ سے درد کر رہا تھا۔پھر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔شاید فرشتے آن پہنچے تھے۔اسی کیفیت میں سوال جواب کا سیشن ہوا۔یہ کیفیت ختم ہوئی۔محسوس ہو رہا تھا کہ چند لمحے ہی گزر رہے ہیں مگر فرشتوں نے بتایا کہ پانچ برس ہو چکے ہیں۔پھر فرشتوں نے ایک عجیب پیشکش کی۔"ہم تمھیں کچھ عرصہ کے لیے واپس بھیج رہے ہیں۔تم وہاں دنیا میں کسی کو نظر نہیں آؤ گے،گھوم پھر کر کے اپنے پیاروں کو دیکھ لو،پھر اگر تم نے کہا تو تمھیں دوبارہ نارمل زندگی دے دیں گے،ورنہ واپس آ جانا۔"

میں نے یہ پیشکش غنیمت سمجھی اور فوراًہاں کر دی،یہ الگ بات کہ فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا،پھر ایک مدہوشی کی حالت چھا گئی،آنکھ کھلی تو میں اپنی گلی میں تھا،آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنے گھر کی جانب چلا،راستے میں کرنل صاحب کو دیکھا،گھر سے باہر کھڑے تھے،اتنے زیادہ بوڑھے لگ رہے تھے،خواجہ صاحب بیگم کے ساتھ واک کرنے نکل رہے تھے،اپنے مکان کے گیٹ پر پہنچ کر میں ٹھٹھک گیا،میرے نام کی تختی غائب تھی،پورچ میں گاڑی بھی نہیں کھڑی تھی،وفات سے چند ہفتے پہلے تازہ ترین ماڈل کی خریدی تھی،اس کا سن روف بھی تھا اور چمڑے کی اوریجنل سیٹیں تھیں دھچکا سا لگا،گاڑی کہاں ہوسکتی ہے؟بچوں کے پاس تو اپنی اپنی گاڑیاں موجود تھیں تو پھر میری بیوی جواب بیوہ تھی کیا گاڑی کے بغیر تھی؟

دروازہ کھلا تھا،میں سب سے پہلے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنی لائبریری میں گیا،یہ کیا؟کتابیں تھیں نہ الماریاں!رائٹنگ ٹیبل اس کے ساتھ والی مہنگی کرسی،صوفہ،اعلیٰ مرکزی ملازمت کے دوران جو شیلڈیں اور یادگاریں مجھے ملی تھیں اور الماریوں کے اوپر سجا کر رکھی ہوئی تھیں،بے شمار فوٹو البم،کچھ بھی تو وہاں نہ تھا۔مجھے فارسی کی قیمتی ایران سے چھپی ہوئی کتابیں یاد آئیں،دادا جان کے چھوڑے ہوئے قیمتی قلمی نسخے،گلستان سعدی کا نادر نسخہ جو سونے کے پانی سے لکھا ہوا تھا اور دھوپ میں اور چھاؤں میں الگ الگ رنگ کی لکھائی دکھاتا تھا،دادا جان اور والد صاحب کی ذاتی ڈائریاں سب غائب تھیں،کمرہ یوں لگتا تھا،گودام کے طور پر استعمال ہو رہا تھا،سامنے والی پوری دیوار پر جو تصویر پندرہ ہزار روپے سے لگوائی تھی،جگہ جگہ سے پھٹ چکی تھی،فاؤنٹین پینوں کا بڑا ذخیرہ تھا میرے پاس،پارکر،شیفر،کراس وہ بھی دراز میں نہیں تھا۔

میں پژمردہ ہو کر لائبریری سے باہر نکل آیا،بالائی منزل کا یہ وسیع وعریض لاؤنج بھائیں بھائیں کر رہا تھا،یہ کیا؟اچانک مجھے یاد آیا،میں نے چکوال سے رنگین پایوں والے سُوت سے بُنے ہوئے چار پلنگ منگوا کر اس لاؤنج میں رکھے تھے،شاعر برادری کو یہ بہت پسند آئے تھے،وہ غائب تھے۔

نیچے گراؤنڈ فلور پر آیا،بیوی اکیلی کچن میں کچھ کر رہی تھی،میں نے اسے دیکھا،پانچ برسوں میں اتنی تبدیل ہوگئی تھی!میری آنکھوں میں آنسو آ گئے،کیسے پوچھوں کہ گھٹنوں کے درد کا کیا حال ہے؟ایڑیوں میں بھی درد محسوس ہوتا تھا،دوائیں باقائدگی سے میسر آ رہی تھیں یا نہیں؟میں اس کے لیے باقائدگی سے پھل لاتا تھا،نہ جانے بچے کیا سلوک کر رہے ہیں،مگر میں تو بول نہ سکتا تھا،نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتی تھی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی بیوی بہت دیر باتیں کرتی رہی،جو کچھ اس طویل گفتگو سے میں سمجھا،یہ تھا کہ بچے اس مکان کو فروخت کرنا چاہتے تھے،ماں نے مخالفت کی کہ وہ کہاں رہے گی،بچے مصر تھے کہ ہمارے پاس رہیں گی!بیوی کو میری نصیحت یاد تھی کہ ڈیرہ اپنا ہی اچھا ہوتا ہے مگر وہ بچوں کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال رہی تھی،گاڑی کا معلوم ہوا کہ بیچی

جا چکی تھی، بیوی نے خود ہی بیچنے کے لیے کہا تھا کہ اسے ایک چھوٹی آلٹو ہی کافی ہوگی۔

اتنے میں ملازم لاؤنج میں داخل ہوا، یہ نوجوان اب ادھیڑ عمر لگ رہا تھا، میں اس کا لباس دیکھ کر ٹھٹھک گیا، اس نے میری قیمتی برانڈڈ قمیض جو ہانگ کانگ سے خریدی تھی پہنی ہوئی تھی، نیچے وہ پتلون تھی جس کا فیبرک میں نے اٹلی سے لیا تھا، اچھا! تو میرے بیش بہا ملبوسات ملازموں میں تقسیم ہو چکے تھے!

میں ایک سال لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہ کر، سب کو دیکھتا رہا، ایک ایک بیٹے، بیٹی کے گھر جا کر ان کی باتیں سنیں، کبھی کبھار ہی ابا مرحوم کا یعنی میرا ذکر آتا، وہ بھی سرسری سا، ہاں! زینب میری نواسی اکثر نانا ابو کا تذکرہ کرتی، ایک دن ماں سے کہہ رہی تھی۔"اماں یہ بانس کی میز کرسی نانا ابو لائے تھے جب میں چھوٹی سی تھی، اسے پھینکنا نہیں" ماں نے جواب میں کہا"جلدی سے کپڑے بدل کر کھانا کھاؤ، پھر مجھے میری سہیلی کے گھر ڈراپ کرو۔"

میں شاعروں ادیبوں کے اجتماعات اور نشستوں میں گیا، کہیں اپنا ذکر نہ سنا، وہ جو بات بات پر مجھے جدید غزل کا ٹرینڈ سیٹر کہا کرتے تھے، جیسے بھول ہی تو چکے تھے، اب ان کے ملازموں نے میری کتابیں ڈسپلے سے ہٹا دی تھیں، ایک چکر میں نے قبرستان کا لگایا، میری قبر کا برا حال تھا، گھاس اگی تھی، کتبہ پرندوں کی بیٹ سے اٹا تھا، ساتھ والی قبروں کی حالت بھی زیادہ بہتر نہ تھی۔

ایک سال کے جائزے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میری موت سے دنیا کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا، رمق بھر بھی نہیں! بیوی یاد کر لیتی تھی تاہم بچے، پوتے نواسے، پوتیاں سب بھول چکی تھیں، ادبی حلقوں کے لیے میں اب تاریخ کا حصہ بن چکا تھا، جن بڑے بڑے محکموں اور اداروں کا میں سربراہ رہا تھا، وہاں ناموں والے پرانے بورڈ تک ہٹ چکے تھے اور نئے بورڈ بھی مسلسل بھرتے جا رہے تھے، دنیا رواں دواں تھی، کہیں بھی میری ضرورت نہ تھی، گھر میں نہ باہر!

پھر تہذیبی، معاشرتی اور اقتصادی تبدیلیاں تیزی سے آرہی تھیں اور آئے جا رہی تھیں، ہوائی جہازوں کی رفتار چار گنا بڑھ چکی تھی، دنیا کا سارا نظام سمٹ کر موبائل فون کے اندر آچکا تھا، میں ان جدید ترین موبائلوں کا استعمال ہی نہ جانتا تھا۔

فرض کیجئے! میں فرشتوں سے التماس کر کے دوبارہ دنیا میں نارمل زندگی گزارنے آ بھی جاتا تو کہیں خوش آمدید نہ کہا جاتا! بچے پریشان ہو جاتے، ان کی زندگیوں کے اپنے منصوبے اور پروگرام تھے جن میں اب میری گنجائش کہیں نہ تھی! ہوسکتا ہے بیوی بھی کہہ دے کہ تم نے واپس آکر میرے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے، مکان بک چکا، میں ایک تو کسی بچے کے پاس رہ لیتی، دو کو اب وہ کہاں سنبھالتے پھریں گے، ہیں دوست تھوڑے یہ اب باقی بچے تھے، وہ بھی اب بیمار اور چل چلاؤ کے مراحل کا سامنا کر رہے تھے! میں واپس آتا تو دنیا میں مکمل طور پر اَن فِٹ ہوتا، نئے لباس میں پیوند کی طرح۔ جدید بستی میں پرانے مقبرے کی مانند!

◆◆◆

ص ۴۳ ر کا بقیہ ....

یوں ایک ایسی تحریک کا آغاز ہوتا ہے جس کے روحانی اور علمی اثرات نا صرف بغداد پر پڑتے ہیں بلکہ سرحدوں کی حدود و قیود سے ماوراء علما، عوام سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ سے فیض لینے طویل مسافتیں طے کر کے آتے اور اصلاح نفس اور تزکیہ نفس کے بعد فیضان غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالا مال ہو کر دین کی تبلیغ شروع کر دیتے۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

تعلیمات غوث اعظم کی عصری جہات

حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''غوثیتِ کبریٰ'' جیسے بلند مقام و مرتبہ اور شان و عظمت سے نوازا ہے، آپ اجلّ ساداتِ کرام سے ہیں، والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں۔ آپ 470 یا 471ھ میں، رمضان شریف کے مبارک مہینے میں بغداد شریف کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے، ایک قصبہ ''جیلان'' میں پیدا ہوئے۔(۱)

زُہد و تقویٰ اور علم و عمل میں بعطائے الٰہی آپ کو کمال حاصل تھا، کئی عشروں تک درس و تدریس کے ذریعے تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے، چالیس 40 سال تک مسلسل وعظ و نصیحت کے ذریعے مخلوقِ خدا کی رَہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا۔(۲) آپ کی تبلیغ اور دعوتِ فکر سے متاثر ہو کر پانچ سو 500 سے زائد یہود و نصاریٰ نے دینِ اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکو، چور، فُسّاق و فجّار، فسادی اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔(۳)

ظاہری و باطنی علوم میں مہارت کے اعتبار سے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علما و صالحین اور علمِ دین کے متلاشی طلبا، آپ کے سامنے زانوئے تلمُّذ طے کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، امام مُوفق الدّین بن قُدامہ فرماتے ہیں کہ ''ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو دیکھا کہ شیخ سیّد عبد القادر جیلانی اُن لوگوں میں سے ہیں، جنہیں وہاں پر علم و عمل اور حال (رُوحانیت) و فتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے، کوئی طالب علم یہاں کے علاوہ کسی اَور جگہ کا ارادہ اس لیے نہیں کرتا؛ کہ آپ میں تمام علوم جمع ہیں اور جو آپ سے علم حاصل کرتے، آپ ان تمام طلبہ کے پڑھانے میں صبر فرماتے، آپ کا سینہ فراخ تھا، آپ سیر چشم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ میں اَوصافِ جمیلہ اور اَحوالِ عزیزہ جمع فرما دیئے تھے۔''(۴) سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں ہوا، بوقت انتقال آپ کی عمر شریف تقریباً نوّے ۹۰ برس تھی (۵) آپ کا مزار شریف بغداد میں واقع ہے، جو زیارت گاہِ ہر خاص و عام ہے۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم کی اہمیت و ضرورت

اَخلاقی اَقدار کے اعتبار سے ہمارا مُعاشرہ آج جتنی پستی اور زبوں حالی کا شکار ہے، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اَخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا، آج باہمی پیار محبت، اِیثار و اِخلاص کی جگہ، نفرت و کُدورت، خود غرضی و مفاد پرستی اور لالچ و حرص جیسی مُعاشرتی برائیاں ہمارے اندر عام ہو چکی ہیں، کوئی کسی کے لیے قربانی دینے یا احساس کرنے کے لیے تیار نہیں، حُبِ دنیا اور حُبِ جاہ کا فتور ہمارے دماغوں میں سما چکا ہے، اپنا مفاد دیکھے بغیر کوئی کسی کی مدد کو تیار نہیں، رِضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ اب ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے، ہر طرف مادّہ پرستی کا دَور دَورہ ہے، ایسے دِگرگوں حالات میں حضور سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی اَخلاقی، رُوحانی اور مذہبی تعلیمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں، جس طرح آپ نے اپنے وعظ و نصیحت اور تعلیمات سے شہر بغداد میں ٹوٹ پھوٹ کے شکار اور اَخلاقی اَقدار سے محروم مُعاشرے کو صراطِ مستقیم پر چلایا، مُعاشرتی بگاڑ ختم کیا اور دین و ملّت کا اِحیا کیا، بالکل اسی طرح آج بھی اگر ہم تعلیماتِ غوثِ اعظم پر عمل پیرا ہو جائیں اور انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنا لیں، تو عالمِ اسلام اپنی تمام محرومیوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور عصر حاضر میں کفّار و مشرکین کی دین اسلام کے

*مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

خلاف تمام سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری نوجوان نسل دینی درسگاہوں اور ایسی خانقاہوں سے اپنے تعلق کو مضبوط کر لے، علما وصالحین اور اولیائے کاملین کی صحبت اختیار کرے، حضور سیّدنا غوثِ اعظم کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرے اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرے، فرائض وواجبات کی پابندی کرے، اتّباعِ شریعت کرے، ہر کام میں اللہ ورسول کی رضا کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے، اپنے دل میں اِیثار واِخلاص اور قربانی کے جذبات پروان چڑھائے، اور خود غرضی، مفاد پرستی اور لالچ وحرص سے نجات حاصل کرے۔

تعلیماتِ غوثِ اعظم سے رُوگردانی کا نقصان

نہایت بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہماری اکثریت سیّدنا غوثِ اعظم کے بارے میں ”گیارہویں والے پیر“ سے زیادہ کچھ نہیں جانتی، وہ ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم دلا کر یہ سمجھتے ہیں کہ حق عقیدت ادا ہو گیا، انہوں نے کبھی اس بات کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کبھی حضور غوثِ پاک کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کریں، ان کی دینی خدمات کے بارے میں جانیں اور ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

ہمارے لوگ اپنے آستانوں پر ”سیّدنا غوثِ اعظم“ کا اسمِ گرامی تو بڑے شوق اور عقیدت سے لکھواتے ہیں، بعض اپنی مساجد ومدارس کے نام بھی سیّدنا غوثِ اعظم کی نسبت سے ”جامع مسجد غوثیہ“ یا ”دارالعلوم غوثیہ“ وغیرہ رکھتے ہیں، یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن قابلِ اعتراض پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سیّدنا غوثِ اعظم کی تعلیمات سے آگاہ کیوں نہیں کرتے؟ اپنی مساجد ومدارس میں ان کی کتب سے درسِ تصوّف کیوں نہیں دیتے؟ سیّدنا غوثِ اعظم کی کوئی کتاب شاملِ نصاب کر کے ان کی رُوحانی واَخلاقی تربیت کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارا یہ فعل حضرت سے عقیدت کے مُنافی نہیں؟ کیا ہم واقعی سیّدنا غوثِ اعظم کے ماننے والے ہیں؟ ہم شیخ عبدالقادر جیلانی کے کیسے پیروکار یا مرید ہیں جو اپنے ”بڑے پیر صاحب“ کے ارشادات وتعلیمات سے ہی آگاہ نہیں۔

سیّدنا غوثِ اعظم کی تعلیمات سے عدمِ اِلتفات اور رُوگردانی کا نتیجہ ونقصان یہ ہے، کہ آج فاسق وفاجر لوگوں نے ”تصوّف و طریقت“ کو بطورِ دھندہ اپنا لیا ہے، گلی گلی آستانے کھل چکے ہیں، ان جعلی پیروں کو نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں، چہرے سے سنّت رسول بھی غائب ہے ”نعرۂ حیدری“ اور ”نعرۂ غوثیہ“ کی آڑ میں اپنی دکان چمکائے بیٹھے ہیں، مرد وزَن کا اختلاط عام ہے، غیر شرعی اُمور کا سرِعام ارتکاب کیا جا رہا ہے، لیکن کوئی روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں۔

یقین جانیے! اگر ہم نے حضور غوثِ اعظم کی تعلیمات کو عام کیا ہوتا، تو ایسے لوگوں کو آج عوام خود ہی مسترد کر دیتی، ان کی دکان کھلنے سے پہلے ہی بند ہو جاتی! لیکن صد افسوس کہ ہم لوگوں نے اپنی ساری توجہ ”گیارہویں شریف کا ختم“ دلانے اور ”لنگر غوثیہ“ کھانے کھلانے پر مبذول رکھی، جبکہ تعلیماتِ غوثِ اعظم کو یکسر فراموش کر بیٹھے اور اس کوتاہی کے باعث ہونے والا نقصان آج ساری امت بھگت رہی ہے۔ دو 2 نمبر قسم کے جعلی پیر کس طرح غیر محرم عورتوں کو گلے سے لگاتے، بوس وکنار کرتے، ناچتے نچاتے اور گاتے ہیں، اس طرح کی ویڈیوز (Videos) آئے روز ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سوشل میڈیا (Social Media) کی زینت بنتی رہتی ہیں، اب یہ ہمارے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اپنی تقریر اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ ان جعلی پیروں، فقیروں اور چرسیوں، ملنگوں سے نَجات دلائیں اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات سے آگاہ کریں۔

تعلیماتِ سیّدنا غوثِ اعظم کی عصری جہات

غوثِ صمدانی، قطبِ ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی کو اس دنیا سے پردہ فرمائے تقریباً پونے نوسو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ کی رُوحانی، اَخلاقی اور مذہبی تعلیمات کی اہمیت اس نفسانفسی اور مادّہ پرستی کے دَور میں آج بھی جُوں کی توں برقرار ہے، عصری جہات اور اپنی اہمیت واِفادیت کے اعتبار سے سیّدنا غوثِ اعظم کی چند تعلیمات حسبِ ذیل ہیں:

حصولِ علمِ دین کے بغیر خلوت نشینی کی ممانعت

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پیری فقیری کو بطورِ دھندہ اپنانے والے نا اہل لوگوں کی تعداد، روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے، جسے کوئی کام دھندہ نہیں ملتا وہ عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھ کر اور گلے میں تسبیح ڈال کر، ایک دو 2 چلّے کاٹتے ہیں اور پھر جعلی پیر بن کر عوام کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں، یہ انتہائی مذموم امر ہے، لہٰذا برائے مہربانی صرف اہلِ علم اور باعمل لوگوں کا دامن تھامیں اور فُسّاق وفُجّار سے بچ کر رہیں۔

یاد رکھیے! جو شخص اعلانیہ گناہ کرتا ہو، یا علمِ دین سے نابلد ہو، وہ پیر بننے کا ہرگز اہل نہیں، لہٰذا جو شخص راہِ تصوّف کا مسافر بننا چاہتا ہے اور اس کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ سب سے پہلے علمِ دین حاصل کرے، اَحکامِ شریعت کو اپنی ذات پر نافذ کرے، پھر اس کے بعد اس پُرخار راہ پر اپنے سفر کا آغاز کرے، عصر حاضر میں حصولِ علمِ دین کے بغیر شارٹ کٹ (Short Cut) طریقے سے پیر بننے اور ایک دو 2 چلّے کاٹ کر ولایت کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے شیخ عبد القادر جیلانی نے صدیوں پہلے ارشاد فرمایا کہ (پہلے) فقہ سیکھو، اس کے بعد خلوت نشیں ہو! جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، لہٰذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو(٦)

حضور غوثِ اعظم کا یہ فرمان عصری جہت اور اِفادیت کے اعتبار سے، آج بھی اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے صدیوں پہلے تھا۔

اتباعِ شریعت کی تاکید

آج کل کے دو نمبر پیروں اور جاہل مریدوں نے خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا نام دین سمجھ لیا ہے، جہاں ایک طرف جعلی اور ماڈرن پیر، نوجوان مریدنیوں کو بغل میں لے کر ڈانس کرتے، سوئمنگ پول (Swimming Pool) میں نہاتے اور موسیقی کی محافل سجا کر اپنے مریدوں کے لیے انٹرٹینمنٹ (Entertainment) کا ساماں کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف جاہل مرید بھی ایسے پیروں کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں، جو نماز روزہ کے مُعاملے میں زیادہ سختی نہ برتیں اور چہرے پر داڑھی سجانے کو نہ کہیں۔

ایسوں کو شریعت مطہرہ کے اَحکام اور اس کی حُدود کی پاسداری سے متعلق، حضور غوثِ اعظم نے جو تنبیہ فرمائی، وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور عصری تقاضوں کے عین مُطابق ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے ارشاد فرمایا کہ ”شریعتِ پاکیزہ محمدی ﷺ درختِ دین اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے، خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔“(٧)

سنن ومستحبات پر فرائض وواجبات کو ترجیح

آج کل ہم لوگ فرائض وواجبات میں غفلت وسستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جبکہ سنن ونوافل اور مستحبات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ بارہا دیکھنے میں آیا کہ اگر کہیں محفلِ نعت، دینی جلسہ، پروگرام یا کسی ریلی وغیرہ کا انعقاد ہو رہا ہو، تو اس کے منتظمین یا شرکا اس کے انتظام وانصرام اور شرکت کے لیے اس قدر پُرجوش ہوتے ہیں، کہ نماز تک کو بھول جاتے ہیں، یہ انتہائی مذموم اَمر ہے، ایسا کرنے کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں۔

سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک زندگی بھر اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو فرائض وواجبات کی پابندی اور انہیں ہر عمل پر ترجیح دینے کا درس دیتے رہے، عصری جہت کے اعتبار سے آپ کی ایسی تعلیمات اب پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہیں، محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی نے ارشاد فرمایا کہ ”مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے اور ان سے فراغت کے بعد سنّتوں پر توجہ دے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنّتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے، اگر کوئی شخص ادائے فرض کے بجائے سُنن ونوافل میں مشغول ہوا، تو وہ ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور بادشاہ کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔“(٨)

خواہشاتِ نفس کی مخالفت

عصر حاضر میں پنپنے والی مُعاشرتی برائیوں میں سے ایک

برائی یہ بھی ہے، کہ لوگ ایک دوسرے کے دینی مقام ومنصب کا لحاظ کیے بغیر، معمولی سی بات پر باہم جانی دشمن بن جاتے ہیں، اپنی نفسانی خوشی کی خاطر زندگی بھر اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، ہمارے قبائلی علاقوں میں ایسی دشمنیاں خاندانوں کے خاندان نگل گئیں، لیکن نفس کی تسکین کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، ہمیں چاہیے کہ عفو ودرگذر سے کام لیں، حد سے نہ گزریں اور شرعی اَحکام کو ملحوظِ خاطر رکھیں، کسی کا کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ ہو، اُسے شریعت کی کسوٹی پر رکھ کر فیصلہ کریں، اور نفس کے غلام ہرگز نہ بنیں۔

حضور غوث الثقلین خواہشاتِ نفس کی مخالفت کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جب تُو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن وسنّت پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت؛ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (۹) خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔'' (۱۰)

غرور وتکبر اور خودستائشی سے پرہیز کی تلقین

موجودہ دَور میں غرور وتکبر اور خودستائشی کا مرض بہت عام ہے، مال ودَولت اور منصب کے اعتبار سے جو تاجر، سیاستدان، عالم دین، وکیل، یا صحافی اور پیر وغیرہ چند دنیاوی کامیابیاں سمیٹ لیتا ہے، وہ پھولے نہیں سماتا، وہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اس نے اپنی سوجھ بوجھ اور طاقت کے بل بوتے پر حاصل کیا ہے، اگر وہ فلاح وبہبود پر مشتمل کوئی نیک کام کرلے، یا کسی فورم (Forum) پر اسے لیکچر (Lecture) وتقریر کے لیے مدعو کرلیا جائے، تو اُس کے غرور وتکبّر کی کوئی انتہا نہیں رہتی، اپنے منہ سے اپنی ہی تعریفوں کے وہ پُل باندھتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ شہنشاہِ بغداد نے ایسوں کو غرور وتکبّر اور خودستائشی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جب تم تمام اشیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانو اور سمجھو کہ نیک کام کرنے کی توفیق وہی دیتا ہے اور نفس کا اس سے کچھ بھی لگاؤ نہ رکھو، تو تم اس عُجب وغرور سے بچ جاؤ گے۔ (۱۱)

اپنی غربت واِفلاس کا کسی پر اظہار نہ کرو

یہ دنیا آزمائش گاہ ہے، اللہ رب العالمین کی طرف سے آزمائش کے مختلف طریقے ہیں، کسی کو زیادہ مال ودَولت دے کر آزمایا جارہا ہے، تو کسی کو بھوک، غربت اور تنگی واِفلاس کے ذریعہ، اللہ کے نیک بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں، لیکن بعضوں کو دیکھا گیا ہے کہ معمولی سی مشکل آنے پر دوہائیاں دینا شروع کردیتے ہیں، صبر کا مظاہرہ کرنے کے بجائے دوسروں کے سامنے اپنے گھریلو حالات کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں، ایسا کرنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں، ایسوں کے لیے حضور پیرانِ پیر روشن ضمیر کا یہ فرمان کہ ''فقر کو چھپانا زیادہ لائق ومستحسن ہے۔'' (۱۲) کسی بہت بڑے خزانے سے کم نہیں ہے۔

صدق اور قربِ الٰہی کا حصول

بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہے، کہ اللہ رب العزت ہم سے راضی ہوجائے، ہمیں اس کا قُرب نصیب ہو جائے، ہم اس کے فرمانبردار بندے بن جائیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم جھوٹ، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، ناپ تول میں کمی جیسی مُعاشرتی برائیوں اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اگر ہم واقعۃً اپنے رب کو راضی کرنا چاہتے ہیں، تو ان تمام برائیوں اور گناہوں سے نَجات حاصل کرکے، ہمیں ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا ہوگا، حضور غوثِ اعظم قربِ الٰہی کے حصول کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''سچائی اور راست بازی اختیار کرو، اگر یہ دونوں صفتیں نہ ہوتیں، تو کسی شخص کو بھی قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔'' (۱۳)

اے اللہ! ہمیں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصہ عطا فرما، اپنی محبت واطاعت اور ولایت عنایت فرما، بزرگانِ دین کی تعلیمات کی روشنی میں ایک اچھا مسلمان بننے کا جذبہ عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، بقیہ ص ۱۷ ر پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت

ابتدا ہی سے حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی رہی ہے، اور فتح بالآخر حق کی ہوئی۔ باطل ہمیشہ کروفر اور لشکر جرار؛ طاقت و توانائی سے لیس آیا؛ اس کے ساتھ اقتدار بھی رہا جب کہ اہلِ حق قلیل لیکن تائید غیبی اور مشیت ایزدی کے فضلِ خاص سے مالا مال ہو کر میدانِ عمل میں سرخ رُو رہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ ایک مردِ حق آگاہ نے باطل کے عزائم کو خاک میں ملا دیا، تاریخ انسانیت میں احقاقِ حق کے لیے مشیت کی طرف سے ایسے معاملات بارہا ظہور پذیر ہوئے۔

پانچویں صدی ہجری کا آخر بڑا ہول ناک تھا، گلستانِ اسلام کو اُجاڑنے کی صدیوں سے جاری مہم لگ بھگ کام یاب دکھائی پڑتی تھی؛ یہودیت و عیسائیت نے طوائف الملوکی کو ہوا دے کر مسلمانوں کو باہم برسرِ پیکار رکھا، داخلی طور پر فتنوں کو ہوا دی؛ دہریت، لادینیت، اسلامی بصیرت کو بنجر بنانے کے لیے فلسفۂ خام پورے شباب پر تھے۔ لباسِ خضر میں چارسُو رہ زن پھرتے تھے، شریعت کی حدود کی پامالی عام تھی، اہلِ ایماں کرب واضطراب میں تھے:

الٰہی تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اصلاح وتجدید کی شدید ضرورت تھی

مشیتِ ایزدی نے ایسے نازک حالات اور عہدِ قحط الرجال میں سرزمینِ جیلؔ نواحِ بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم (۴۷۰ھ-۵۶۱ھ) کو خانوادۂ سادات میں پیدا فرمایا، آپ نے بغداد کو اپنی سرگرمیوں کا محور بنایا، اس لیے کہ اس دور میں بغداد ہی لادینی سرگرمیوں کا منبع تھا جہاں سے اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑنے کی مہم شباب پائی تھی، بہت جلد غوث اعظم کے مواعظ وارشادات اور فلسفۂ خام کے مقابل کرامات کی شہرت دُور دُور پہنچ گئی، عامۃ المسلمین کی فکری اصلاح نیز خواص کی تربیت کے لیے غوث اعظم نے وعظ کا سہارا لیا جب کہ درس گاہِ غوثیت سے خوشہ چینی کرنے والے ہزاروں ہیں، یہ ہزارہا تلامذہ دراصل اسلام کے عظیم مبلغ، محدث، مفسر اور صاحبانِ روحانیت و تاجورِ ولایت تھے۔ اس طرح اسلام کی حفاظت و صیانت کا ایک پورا نظام آپ نے قائم فرما دیا۔

اس تحریر میں تعلیماتِ غوثیہ کی عصری اہمیت وافادیت کا تجزیہ مقصود ہے، تعلیماتِ غوث اعظم کے نتیجے میں بہت جلد فتنوں نے دم توڑ دیا، بغداد میں اسلامی علوم وفنون کی وہ بہار پھر لوٹ آئی جو ابتدائی صدیوں میں سایہ فگن تھی، درس و وعظ کا یہ عرصہ چالیس برس جاری رہا، پہلا وعظ ۵۲۱ھ میں اور آخری درس ۵۶۱ھ میں دیا۔ درس و وعظ وارشاد میں تفسیر و حدیث، علم وفن، مسائل شرع، فقہ و تصوف اور عرفان کا دریا رواں دواں ہوتا جس سے ایک طرف ایمان کی فصل ہری ہوتی تو دوسری طرف بے ایمان دل نورِ ایمان سے منور ہو جاتے، ملفوظات کے لکھنے کے لیے ۴۰۰ر علما مامور تھے۔

دعوتِ اسلام

غوث اعظم فرماتے ہیں: میرے ہاتھ پر پانچ سو سے زیادہ یہود و نصاریٰ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے ہیں اور لاکھوں سے زیادہ گناہ گار و معصیت کیش توبہ کر کے راہِ راست پر گام زن ہوئے ہیں۔ (چار بڑے اقطاب، ص ۲۲)

توحید: توحید پر جمے رہو۔ توحید (کے رنگ میں رنگے رہو)؛ توحید (کی رسی مضبوطی سے تھام لو)؛ کیوں کہ توحید ہی سرمایۂ نجات ہے، (مرجع سابق، ص ۲۵)

پیغام: اے خوابیدہ شخص! بیدار ہو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ

اسلاف واخلاف

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

تیرے سامنے عذاب کے لشکر سزا کے لیے پہنچ چکے ہیں اور تو ان کا مستحق بھی ہے، لیکن رحیم وکریم رب کی وجہ سے محفوظ ہے۔

(ص ۱۹۹، قلائد الجواہر)

دنیا: اسے (دنیا کو) جب بھی موقع ملے گا تجھ کو لوٹ لے گی اور تجھ جیسے کتنے ہی لوگ اس کی چمک دمک اور اس کے حرص و طمع سے فریب کھا چکے ہیں۔ (مرجع سابق)

اسی کی توضیح مصلح ملت امام احمد رضا محدث بریلوی قادری (م ۱۹۲۱ء) ایک شعر میں فرماتے ہیں:

شہد دکھائے زہر کھلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اِس مُردار پہ کیا للچایا دُنیا دیکھی بھالی ہے

ایک مقام پر آپ دُنیا کی حقیقت ان لفظوں میں وا کرتے ہیں: دُنیا ایک گزرگاہ ہے اور قیامت مصائب وتلخیوں کی آماج گاہ۔ (مرجع سابق، ص ۲۰۶) یعنی زندگی کی راہ میں اگر احکام الٰہی وفرامینِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاس داری نہ رہی تو اس کا صلہ آخرت میں مصائب وسختیوں کی شکل میں ملنا ہے؛ آخرت کی تیاری کا ساماں ابھی سے کیا جائے۔

صدق: صدق وصفا کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو، کیوں کہ ان دونوں کے بغیر انسان قربِ الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔

(مرجع سابق، ص ۲۰۴)

اہتمامِ سُنّت

سُنّتِ نبوی اور اجماعِ اُمّت پر قائم رہنا؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ بلاشبہ یہ (دینِ اسلام) میرا سیدھا راستہ ہے، اسی پر چلتے رہو۔ (مرجع سابق، ص ۲۱۹)

صوفی: موجودہ دور میں شریعت سے بغاوت کرنے والے، دُنیا سے محبت واُلفت کا رستہ جوڑنے اور طمع سے تعلق رکھنے والے خود کو صوفی کہلواتے ہیں؛ ایک طبقہ توہینِ رسالت بھی کرتا ہے اور پھر بھی صوفی؛ غوث اعظم فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو اپنی مُراد کو مُرادِ حق کے تابع کردے۔ ترکِ دُنیا کر کے مقدّرات کی موافقت کرنے لگے۔ (مرجع سابق، ص ۲۴۴)

صوفی کو دوسرے لفظوں میں فقیر بھی کہا جاتا ہے، یہ فقیر وہ نہیں جو بھیک مانگتے ہیں بلکہ یہ فقر واستقامت والے ہوتے ہیں، اسی طبقے نے براعظم ایشیا وافریقہ کے بیش تر علاقوں میں اسلام کی کامیاب اشاعت کی، لیکن آج فقرا وصوفیا میں وہ اثر نہیں رہا! الا ماشاء اللہ؛ اس کا سبب افکار وکردار سے تابندگی کا رُخصت ہو جانا ہے، غوث اعظم کا یہ درس صوفیا کے لیے درسِ عمل اور آفاقی تربیت کا استعارہ ہے: فقیر کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کی فکر میں جولانی ہو، اس کے اندازِ فکر میں جوہر ہو......صداقت کے سوا اور کوئی راستہ اختیار نہ کرے۔ اس کا سوال کرنا صرف حصولِ علم کے لیے ہو۔ (مرجع سابق، ص ۲۵۱)

صبر وشریعت

صبر نام ہے مصائب وابتلا میں ثابت قدمی اور شریعت کے دامن کو پکڑے رہنے کا۔ (مرجع سابق، ص ۲۴۶)

وہ لوگ سبق لیں جو ضرورت اور تقاضا کی آڑ میں شریعت کی بیخ کنی کرتے ہیں، انتشار پھیلاتے اور علمائے شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یاد رکھیں! شریعت پر استقامت ہی سُنّت کا راستہ ہے، باقی دُنیا کی طلب ہے اسی کی خاطر شریعت سے رُوگردانی کی جاتی ہے، مذکورہ ارشاد پر علما، داعیانِ دین کی توجہِ خاص درکار ہے۔ کتاب وسنت کی پیروی: حضرت غوث اعظم ایک مرتبہ اولیا کی جماعت کے ساتھ امام حنبل کے مزار کی زیارت کو گئے، اس موقع پر شیخ عدی کو یہ نصیحت کی: میں تمھیں کتاب وسُنّت کی پیروی کی تلقین کرتا ہوں۔ (مرجع سابق، ص ۲۶۳)

اس ارشاد سے وہ لوگ سبق لیں جو معرفت کا راستہ فرایض وسنت کے ترک کو سمجھتے ہیں، نمازوں سے غفلت کرتے ہیں اور خود کو اہل اللہ سمجھتے ہیں، بہ طورِ نمونہ تعلیماتِ غوثیہ سے عطر کشید کر کے پیش کردیا گیا، عہدِ رواں کے تناظر میں دیکھو تو لگتا ہے کہ یہ ارشادات حال کے شامیانے میں کہے گئے، ان ارشادات میں وہ پیغام ہے جنھیں آج بھی گلشنِ حیات میں آویزاں کرلیا جائے تو مصائب کی خزاں دور ہو جائے گی اور امیدوں کے سیکڑوں لالہ ونرگس کھل اُٹھیں گے۔ ضرورت عمل کی ہے۔ ◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

حیات غوث اعظم! امت کے لئے مشعل راہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان گنت لوگوں کو پیدا فرمایا اور مخلوق کی رشد وہدایت کے لئے اس دنیائے فانی میں انبیائے کرام، پیغمبران عظام اور رسولان عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور جب تک یہ حضرات زندہ رہے مخلوق کی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے، پھر جب اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے تو اب اللہ تعالیٰ نے یہ کام اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سپرد فرمایا اور اولیائے کرام کی جماعت اس کار خیر کو بخوبی انجام دے رہی ہے۔

اس تناظر میں جب ہم حضور سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے آپ کے آنے سے پیشتر دنیا کا عجب حال تھا، برائیاں اور مسلمانوں کے مابین انتشار ہو چکا تھا، اجتماعی قوت مفقود ہو چکی تھی، پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام میں ایک ہولناک انتشار پیدا ہو چکا تھا، مسلمانوں کی اجتماعی قوت فرقہ بندی اور باہمی دست وگریباں وافتراق کی نذر ہو چکی تھی۔

ان میں بدعات اور غیر اسلامی معتقدات کی نشو ونما خوب زور وشور سے ہو رہی تھی، ہر چہار جانب محرومی، شقاوت، جبر و استبداد اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا، غیر مسلم اقوام اس کا مکمل طور سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھیں، وہ نہ صرف مسلمانوں کو اختیار واقتدار سے بے دخل کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی بلکہ اپنے ادیانِ باطلہ کو دین حق سے افضل واعلی ثابت کرنے کے لئے بھی مکمل کوشاں تھیں۔

الغرض نکبت وادبار کی منحوس عفریت ملت اسلامیہ پر ہر چہار جانب سے چھا رہی تھی اور دین حنیف پر پژمردگی طاری تھی یکا یک رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک روشنی سے بھرپور مردِ کامل کا ظہور ہوا، جس کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو تازہ حیات بخش دی، مردہ دلوں کو نور الٰہی سے منور ومجلی کر دیا، وہ ایک ابرِ رحمت تھا جس نے بے برگ وبار، خزاں رسیدہ شجرِ ملت اسلامیہ کو سرسبز وشاداب کر دیا یہ مردِ کامل کون تھا؟ جامعِ علوم وفضائل، منبعِ رشد وہدایت، آسمانِ ولایت کا مہرِ عالم تاب، قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، غوث الثقلین، سید الاولیاء حضور شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات تھی۔

نام وکنیت

اسم گرامی عبد القادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین تھا، عامۃ المسلمین میں آپ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔

سلسلۂ نسب

آپ کا معزز سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے چودہ واسطوں سے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے اس طرح آپ دونوں طرف سے سید ہیں، امیر کشور شعر وسخن رئیس التحریر عاشق رسول حضرت علامہ عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ والرضوان حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالی مرتبت نسب کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں:

آں شاہ سرفراز کہ غوث الثقلین است
دراصل صحیح النسبین از طرفین است
از سوئے پدر تا بحسن سلسلۂ اوست
واز جانب مادر دُر دریائے حسین است

وہ عالی مرتبت بادشاہ جو غوث الثقلین ہیں، فی الحقیقت نسبی

* مضمون نگار پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف سدھارتھ نگر کے ایڈیٹر ہیں۔

لحاظ سے نجیب الطرفین ہیں، والد ماجد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

ولادت باسعادت

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت سے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک 470ھ کو عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک 471ھ کو بوقت شب کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئے۔

جائے پیدائش

حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولدِ مبارک عراق کے دار الخلافہ بغداد سے تقریباً چار سو میل کے فاصلہ پر قصبہ نیف علاقہ گیلان بلاد فارس ہے، شبِ ولادت کی صبح رمضان المبارک کی سعادتوں اور برکتوں کو اپنے جلو میں لئے ہوئے تھی، گویا یکم رمضان المبارک اس دنیائے رنگ و بو میں آپ کی آمد کا پہلا دن تھا حضرت غوث پاک نے روزِ اوّل ہی روزہ رکھ کر ثابت کر دیا کہ آپ جن صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے ان کی سعادت کسبی نہیں وہبی تھی، حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ایک شعر میں اپنے زمانۂ رضاعت کے روزوں کا ذکر کیا ہے۔

بدایۃُ امری ذِکرُہ ملاء الفضاء

وَ صومی فی مہدی بہ کان

یعنی میرے زمانۂ طفولیت کے حالات کا ایک زمانہ میں چرچا ہے اور گہوارہ میں روزہ رکھنا مشہور ہے، آپ نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ ایک صدمۂ جانکاہ سے دو چار ہونا پڑا یعنی آپ کے والد ماجد حضرت شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس طرح آپ اپنے ہادی و آقا سید المرسلین خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مانند کمسنی میں دریتیم بن گئے، اس وقت آپ کے نانا حضرت سید نا عبد اللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے انہوں نے یتیم نواسے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

تحصیل و تکمیلِ علوم

حضرت غوث پاک کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی پھر بغداد پہنچ کر مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے، یہ مدرسہ دنیائے اسلام کا مرکز علوم وفنون تھا اور بڑے بڑے نامور اساتذہ اور ائمۂ فن اس سے متعلق تھے علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت، علم شریعت، علم طریقت غرضیکہ کوئی ایسا علم نہ تھا جو آپ نے اس دور کے باکمال اساتذہ وائمہ سے حاصل نہ کیا ہو اور صرف حاصل ہی نہیں بلکہ ہر علم میں وہ کمال پیدا کر لیا کہ تمام علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے، آپ نے 496ھ میں ان علوم وفنون میں تکمیل کی سند حاصل کی اور تمام علوم کے امام بن گئے، کرۂ ارض پر کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

مجاہدات وریاضات

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری، وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار۔ جوانی میں توبہ کرنا شیوۂ پیغمبری ہے۔ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، چھبیس سال کی عمر ارمانوں اور امنگوں سے بھرپور ہوتی ہے، شباب کی مستیاں ہر لحظہ اکساتی ہیں، شباب کی ان فتنہ انگیزیوں سے اگر کوئی مردِ خدا دامن بچا کر نکل جائے تو اس کی خوش قسمتی کا کیا کہنا، حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بھی 496ھ میں چھبیس سال کی تھی دنیائے رنگ و بو کی رنگینیاں ہر طرف سے دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں، لیکن آپ نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور عراق کے وسیع وعریض بے آب وگیاہ بیابانوں کو اپنا مسکن بنا لیا دن رات ہولناک دشت و بیابان میں پھرتے رہتے تھے۔

496ھ میں ہر قسم کے علوم پر کامل عبور حاصل کر کے مجاہدات وریاضت میں مشغول ہو گئے چنانچہ 496ھ سے 521ھ تک پچیس سال کی طویل مدت میں آپ نے طریقت وتصوف کی عملی تعلیم حاصل کی۔ دنیا سے تعلق قطع کر کے خدا سے لو لگائی اور کثرت عبادت وریاضت سے فنافی اللہ وفنافی الرسول کے مقام پر پہنچے، ان مجاہدات نے انہیں عزیمت واستقامت اور اتباعِ کامل کا پہاڑ بنا دیا۔

خرقۂ ارادت

سیدنا غوثِ اعظم کے ورودِ بغداد کے وقت حضرت ابوالخیر حماد بن مسلمہ الدباس اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمی علومِ طریقت کے مسلم رہنما تھے دونوں اولیائے کامل تھے، سیدنا غوث اعظم نے ان دونوں بزرگوں سے بے شمار فیوض روحانی حاصل کئے لیکن ابھی بیعت وارادت کے رشتے سے منسلک ہونا باقی تھا جب آٹھ سال کی طویل مدت میں ہر قسم کے علوم میں یکتا ہو گئے اور پھر پچیس سال کی بے مثال مجاہدات و ریاضات کے بعد آپ کو پورا تزکیۂ نفس حاصل ہو گیا تو وقت آ گیا کہ آپ کا ہاتھ کسی پیر طریقت کے ہاتھ میں دے دیا جائے، چنانچہ منشائے الٰہی کے مطابق آپ حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخرمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، پیر کامل کو مرید کامل پر بے حد ناز تھا، ایک دن حضور غوث پاک اپنے پیر کامل کے پاس مسافر خانہ میں بیٹھے تھے کسی کام کے لئے اٹھ کر باہر گئے تو قاضی ابوسعید مبارک نے فرمایا: اس جوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوں گے اور اس کے زمانے کے تمام اولیا اس کے آگے انکساری کریں گے، پھر حضرت شیخ ابوسعید مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خرقۂ ولایت پہنایا اور فرمایا: اے عبدالقادر یہ خرقہ جناب سرورِ کائنات رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، انہوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔

درس وافتا

سیدنا غوثِ اعظم نے ایک طرف تو باطل کے مورچوں پر عوامی خطبات کے ذریعہ حملہ کیا دوسری طرف درس و تدریس اور افتا کے ذریعہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا، دور دراز سے لوگ آپ سے علوم شریعت وطریقت حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق آتے، آپ پوری توجہ سے ان کی علمی تشنگی دور کرتے اور وہ علم کے اس بحرِ ذخار سے سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے چند سالوں کے اندر آپ کے تلامذہ اور ارادت مند تمام عراق، عرب، شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے، مدرسہ میں روزانہ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا، ایک اختلاف ائمہ اہل سنت کا اور ان کے دلائل کا ہوتا، علاوہ ازیں علوم طریقت کے متلاشیوں کو رموز شریعت سمجھاتے تھے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی تھی مذہب اہل سنت والجماعت کو آپ کے درس و تدریس سے بڑا فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقابلہ میں بد اعتقادی اور بدعات کا بازار سرد پڑ گیا، آپ کے علم وفضل کا جب چہار دانگ عالم میں شہرہ ہوا تو ہر طرف سے بکثرت استفتا آنے لگے، آپ بالعموم مذہب حنبلی اور مذہب شافعی کے مطابق فتوے دیتے، فتویٰ نویسی کی سرعت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی استفتا آپ کے پاس رات بھر نہیں رہا، علما عراق آپ کے فتاویٰ کی صحت اور جواب کی سرعت پر بے حد تعجب کرتے اور آپ کی مدح سرائی کرتے، آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ تاج الدین عبدالرزاق علیہ الرحمۃ والرضوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بلادِ عجم سے آپ کے پاس ایک استفتا آیا جو اس سے پہلے اکثر علماء عراق کے سامنے پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے اس کا تسلی بخش جواب نہیں دیا۔

استفتا کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کریگا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا اگر وہ ایسی نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاق ایسی عبادت کون سی ہو سکتی ہے تمام علما اس کا جواب دینے سے قاصر تھے، جب سیدنا غوث اعظم کے پاس یہ استفتا آیا تو آپ نے فوراً اس پر یہ فتویٰ دیا کہ وہ شخص مکہ معظّمہ چلا جائے مطاف اس کے لئے خالی کر دیا جائے اور وہ ایک ہفتہ تک تنہا طواف کرے یہ جواب سن کر علما حیران رہ گئے، اسی طرح آپ کے تمام فتاویٰ علم و حکمت کا مظہر اور ذہن رسا کا شاہکار ہوتے تھے۔

احیائے دین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیائے اسلام میں محی الدین کے معزز و موقر لقب سے پکارا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ آپ نے احیائے اسلام کے لئے بے مثال جدوجہد فرمائی، مجلسِ وعظ ہو یا خانقاہ کی

خلوت، مدرسہ کے اوقاتِ درس و تدریس ہوں یا مسندِ افتا، ہر جگہ آپ کی جدوجہد احیائے دین کے محور کے گرد گھومتی تھی، اسلام کی اس وقت کیا حالت تھی اس کا اندازہ آپ کے ان ملفوظات سے لگایا جا سکتا ہے، فرمایا اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے ظلم سے جو ان میں موجود نہیں ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی دیواریں پے بہ پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد گری جاتی ہے، اے باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھ گیا ہے اس کو درست کر دیں یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، اے سورج! اے چاند! اور اے دن! تم سب آؤ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف لوگوں کو اس طرح بلاتے، غرض آپ کی عدیم المثال جدوجہد نے مردہ دلوں کے لئے مسیحائی کا کام کیا، آپ کی بے غرضی، دردمندی، خشیت الٰہی، اخلاص، پر اثر کلام، پر تاثیر شخصیت اور احیائے اسلام کی بے پناہ تڑپ کی بدولت دینِ حق کو حیاتِ جاوداں ملی اور آپ کا یہ رفیع الشان کارنامہ نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے، راہِ حق میں آپ کی محیر العقول خدمات دیکھ کر انسان انگشت بدنداں ہو جاتا ہے اور آپ کا ''محی الدین'' ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا۔

آفتابِ علم و عرفان کا غروب 561ھ میں سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عمر مبارک کی نوے منزلیں طے کر چکے تھے اور اکانویں منزل میں داخل ہو چکے تھے کہ یکا یک قوی میں اضمحلال محسوس ہوا جس نے آہستہ آہستہ شدید صورت اختیار کر لی اور آپ صاحبِ فراش ہو گئے، یہ علالت درحقیقت ذاتِ الٰہی سے محبت کی کشش تھی اور اس بات کا اشارہ تھا کہ بارگاہِ خداوندی کی طرف سے جلد ہی بلاوا آنے والا ہے۔

ماہِ ربیع الثانی 561ھ کے آغاز میں آپ کی علالت بہت شدید صورت اختیار کر گئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ عالم جاودانی کو رخصت ہونے کا وقت اب قریب آ گیا ہے، چنانچہ رحلت سے چند روز پہلے ہی آپ نے اہل خانہ کو خبر دے دی کہ بہت جلد میں تم سے دائمی مفارقت اختیار کرنے والا ہوں اور یہ علالت اسی کا بہانہ ہے، وصال مبارکہ سے کچھ دیر پہلے آپ نے تازہ پانی سے غسل کیا اور نمازِ عشا ادا کی اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور سب مسلمانوں کے لئے بار بار یہ دعا مانگی: اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بخش دے اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر رحم فرما، اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے درگزر فرما: جب سر اٹھایا تو غیب سے آواز آئی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ، تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے پس میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اس کے بعد آپ بستر پر لیٹ گئے اور صاحبزادوں سے فرمایا: نرمی کرو نرمی کرو حتی کہ موت کی بیہوشی آپ پر طاری ہو گئی اور یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو گئے:

''استعنت بلا اله الا الله الحى الذى لا يموت و لا يخشى سبحان من تعزّز بالقدرة وقَهَرَالعبادَ بالموت لا اله الا الله محمد رسول الله۔''

آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ موسیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت حضرت کے پاس تھے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ لفظ "تعزّز" پر پہنچے تو آپ کی زبانِ مبارک میں لکنت پیدا ہو گئی اور اس لفظ کو صحت کے ساتھ ادا نہ کر سکے، چنانچہ آپ بار بار اس لفظ کو دہراتے رہے حتی کہ آپ نے بلند آواز سے اسے صحیح طور پر ادا کر دیا پھر فرمایا، اللہ، اللہ، اللہ، اس کے ساتھ ہی آپ کی آواز پست ہو گئی، زبانِ اقدس حلق کے بالائی حصہ سے جا ملی اور آپ کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک نوے سال نو مہینے کی تھی:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری *

سرکار غوث پاک کی دینی وملی خدمات

پانچویں صدی کے حالات وواقعات میں اسلامی ریاست اور مسلمانوں کی سیاسی وسماجی، دینی واخلاقی کیفیت ناگفتہ بہ تھی، اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدریں اور روایات اغیار کی سورشوں سے پامال ہورہی تھیں، اہل اسلام پر شکنجہ جبر واستبداد کسا جارہا تھا، عفت و پاکدامنی کے ماحول کو عریانی وفحاشی کے ذریعے زہر آلود کیا جارہا تھا، دینی اداروں کی ساخت کو نظر آتش کیا جارہا تھا، لاقانونیت اور جبر کے پنجے قدم جمارہے تھے، دینی قدریں اپنوں کے باہمی دست وگریباں سے زمیں بوس ہورہی تھیں، مشاہیر اسلام پر زندگی تنگ کر دی گئی تھی، عزت وعفت کی فضا کو بےحمیت و بےشرمی کا تعفن گدلا کررہا تھا، علمائے اسلام کے لئے سچ بولنا جرم قرار تھا۔

اس سیاسی ابتری میں روحانیت کی فتوحات خال خال نظر آرہی تھی اور اگر کوئی مینارہ نور نظر آتا تو اس کی کرنوں کو بجھا دیا جاتا، ان نازک حالات میں جہاں کوئی مسلمانوں کی قیادت کرنے والا نہ تھا قدرت کی طرف سے ایک تاریخ ساز اور انقلاب آفریں شخصیت کا ظہور ہوتا ہے جو دین متین کی بنیادوں کو پھر سے استوار کرکے ملت اسلامیہ کو اس کا کھویا ہوا وقار دلاتی ہے، جو علم کا کوہ گراں بن کر تمام باطل پرستوں کے عقائد فاسدہ کا قلع قمع کرتی ہے۔

وہ تاریخ ساز شخصیت، روحانی انقلاب برپا کرنے والی عظیم ہستی سیدنا شیخ عبدالقادر محی الدین الجیلانی رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے بغداد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا، خزاں رسیدہ چمن اسلام کو پھر سے بہار آشنا کیا، اہل ایمان کے تن مردہ میں نئی روح پھونکی، علم کی آبیاری کی، لوح وقلم کی پرورش کرکے اہل علم کو زینت بخشی اور اپنے تجدیدی کارہائے نمایاں سے ملت اسلامیہ کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں پیغمبرانہ حیات نو بخشی۔

اشاعت اسلام کے لئے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دینی وملی خدمات کو سپرد قلم سے پہلے قارئین آپ کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمائیں: سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مبارک نام عبدالقادر کنیت ابومحمد اور القابات محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین، غوث الاعظم ہیں۔ آپ 470ھ میں بغداد شریف کے قریب قصبہ ''جیلان'' میں رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ آپ والد گرامی کی طرف سے نواسہ رسول امام حسن رضی اللہ عنہ کے گیارہویں پوتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار: 171) اور اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہویں پوتے ہیں۔ (فیضان غوث اعظم: 3)

آپ کا علمی مقام ومرتبہ

حضرت شیخ امام موفق الدین بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو ہم نے دیکھا کہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی ان میں سے ہیں کہ جن کو وہاں پر علم وعمل اور حال وفتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے۔ کوئی طالب علم یہاں کے علاوہ کسی اور جگہ کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ میں تمام علوم جمع ہیں، آپ کا سینہ فراخ تھا اور آپ سیر چشم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ میں اوصاف جمیلہ اور احوال عزیزہ جمع فرمادیئے تھے۔ (بہجۃ الاسرار: ۲۲۵)

شیخ عبدالوہاب شعرانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحییٰ حلبی رحمہم اللہ لکھتے ہیں: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں بیان فرمایا کرتے تھے۔'' علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور علم الکلام پڑھتے تھے، دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت لوگوں

اسلاف واخلاف

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قراتوں کے ساتھ قرآن کریم پڑھاتے تھے۔'' (اخبار الاخیار:۱۱)

سلطان العلماء شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر کی کرامات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں نیز آپ نے فرمایا اولیا میں سے کسی ایک بھی ولی کی کرامات کا ثبوت اس طرح تواتر کے ساتھ نہیں ملتا جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا ثبوت ملتا ہے۔ (قلائد الجواہر:۳۹۱)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الکرامات ہونے پر نا صرف اکابر اولیا کا اجماع ہے بلکہ ہر ولی ولایت کے منصب پر تبھی فائز ہوتا ہے جب اسے بارگاہ غوثیت سے اذن ولایت ہوتا ہے۔ آپ کی کرامات و واقعات سے کتابیں لبریز ہیں، علمائے ذیشان کے اقوال آپ کی غوثیت اور قطبیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں ''بہجۃ الاسرار'' میں علامہ علی بن الہیتی نے تو یہاں تک فرمادیا کہ دنیا میں چار مشائخ ایسے گزرے ہیں جو اپنی قبروں میں رہ کر بھی زندوں کی طرح تصرف (یعنی کسی کی مدد کرنا، کسی کے کام آنا، کسی کی دادرسی، دلجوئی وغیرہ کرنا) کرتے ہیں ان میں ایک حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (بہجۃ الاسرار:۱۲)

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات جاوداں کے خوبصورت گوشوں کو اہل قلم نے بڑی عرق ریزی اور دیانت داری سے بیان کیا ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے کس طرح معاشرہ میں اصلاحی انقلاب بپا کیا، وہ کیا کارہائے نمایاں تھے جس سے بغداد کے بگڑے حالات چند سالوں میں سنور گئے، مسلمانوں کی سیاسی ابتری نے زوال سے کروٹ لے کر عروج کی طرف سفر شروع کر دیا، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پھر سے تعلیم اسلام پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، علم کے بازار از سر نو سج گئے، علما کی محافل میں پھر سے سرگرمی تعلیم و تعلم آ گئی، اصفیا و اتقیا کو میخانہ معرفت مل گیا، حکمرانوں کی طرزِ سیاست میں بہتری آ گئی، وزراء اور سلاطین وقت کو راہِ مستقیم نظر آ گئی، چوروں اور ڈاکوؤں کو ہدایت کی راہ مل گئی اور انسانیت کو مرکز انس و محبت مل گیا۔

الغرض زندگی کے وہ تمام شعبے جو تاتاریوں کی سورشوں اور اپنوں کی غفلت و بے راہ روی سے بگڑ چکے تھے ان میں پھر سے زندگی آ گئی، عروس البلاد کی رونقیں حکمرانوں کی باہمی رسہ کشی سے مدھم پڑ رہی تھیں، علما کی قیل وقال نے دین کی تعلیمات کے حسین چہرے کو مخدوش کر دیا تھا، سنتوں پر عمل کا جذبہ مفقود ہو گیا تھا، مصلحین امت جان کی امان کے لئے گوشہ نشیں ہو چکے تھے، دین ایک کمزور حالت میں سرزمین بغداد میں کسی مسیحا کا منتظر تھا، حالات کے ستائے اہل ایمان کو ایمان کی دولت کے لُٹ جانے کے لالے پڑ چکے تھے، ان حالات میں اہل بغداد کو کسی ایسے مصلح امت کی ضرورت تھی جو دین کے احیا کے ساتھ امت کی اصلاح بھی کر سکے۔

چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لانے والے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ظاہری و باطنی علوم پر دسترس رکھنے کے بعد اور شریعت و طریقت کی لگام کس کر میدانِ عمل میں جونہی قدم رکھا تو لوگوں کو دین کی دعوت دی، اصلاح کی عالمگیر تحریک کا آغاز کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق قرآن وسنت کی تبلیغ کی، آپ نے سب سے پہلے دین کی دیواروں کو مستحکم کیا، شریعت پر عمل کو یقینی بنایا، دینی بصیرت و حکمت سے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا، دعوت و تربیت، درس و تدریس، اصلاح احوال، تزکیہ نفوس اور انفرادی و اجتماعی تربیت پر خداداد صلاحیتوں کو مرکوز کر دیا اور دین کو اپنے عزم صمیم، قلب یقین اور متوجہا الی اللہ ہو کر ایسا سہارا دیا کہ ملت اسلامیہ کی شاہراہ پھر سے جگمگانے لگی، کشاں کشاں لوگوں حلقہ درس میں شامل ہونے لگے، علم و عرفان سے بھرپور بیان کی تاثیر دلوں میں سرایت کرنے لگی تو عصیاں شعار گناہوں کے دلدل سے نکل کر تقوی کے راستہ پر گامزن ہو گئے، یوں آپ نے نبوت و رسالت کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور اصلاح دین کی طرف توجہ مرکوز کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے عرصہ میں لوگ دین کی طرف راغب ہو گئے اور یوں آپ کو محی الدین یعنی دین کا احیا کرنے والا لقب عطا ہوا۔

تبلیغ دین کے ساتھ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی بھی ضرورت تھی اور بغداد کے حالات کے تناظر میں کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جہاں لوگوں کی اصلاح

کا سامان صبح وشام موجود ہو چونکہ تا تاریوں کی دین دشمنی کی وجہ سے تمام ادارے تباہ ہو چکے تھے اور اگر کہیں کوئی ادارہ موجود تھا تو وہاں تربیت کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔

چنانچہ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شیخ کے ادارے کو دین کا مرکز بنانے کے لئے منتخب کیا اور تاحیات اسی ادارے میں رہ کر دنیا بھر میں علم شریعت وطریقت کی آبیاری کی اور افراد سازی وکردار سازی کے ذریعے ایسے لوگ تیار کئے جو بعد میں اپنے وقت کے امام بن کر لوگوں کی اصلاح کرنے لگے۔ آپ کی مبارک زندگی کا اکثر حصہ درس وتدریس میں گزرا اور اسی منصبِ تدریس کی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے قطبیت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے۔

مدرسہ کی تعمیر نو کے بعد جب بیانات کا سلسلہ شروع کیا تو سب سے بڑا معرکہ لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کا تھا چونکہ بغداد میں موجود باطل فرقوں اور بدمذہبیت نے اپنے پنجے گس دیئے تھے، علمی بے راہ روی تھی، بے جا قیل وقال کے محفلوں میں علمائے حق کو بدنام کیا جا رہا تھا، مختلف عقائد ونظریات کے حامل طبقے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا رہے تھے، اہل سنت کے عقائد کو مسخ کیا جا رہا تھا، ہر فرقہ اپنے باطل عقائد کے پرچار میں دوسرے کی دستار کو تار تار کر رہا تھا ان حالات میں جو سب سے بڑا بیڑا سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اٹھایا وہ لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح تھی۔ آپ نے دین متین کی حقانیت کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کیا، بدعقیدگی کی سیاہ چادر کو لپیٹ کر قرآن وسنت کی بالادستی قائم کی، باطل نظریات کی بیخ کنی کر کے اسلامی عقائد کو پروان چڑھایا، فتوح الغیب کے خطابات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے علمائے سُو کو مخاطب کر کے ان کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دی۔ غنیۃ الطالبین کے صفحات اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ نے اپنے زمانے میں پائے جانے والے تمام گمراہ فرقوں کے نظریات کی خرافات کو بیان کر کے حق وسچ کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا علمی کارنامہ اہل باطل کے فلسفہ کا رد تھا آپ کی کوششوں سے کافی حد فلسفہ کا زور ٹوٹ چکا تھا لیکن جب حالات تنگ ہوئے اور آپ کو بغداد چھوڑنا پڑا تو جس کام کا آغاز حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا اسی کام کو سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھایا اور فلسفہ کے تمام تر زور کا خداداد علمی استعداد سے قلع قمع کر دیا حتیٰ کہ بڑے بڑے علم کے مشاہیر جب آپ کے سامنے فلسفے کی باتیں کرتے تو آپ ان کو ایسا مدلل جواب دیتے کہ وہ انگشت بدنداں ہو جاتے، جس کی ایک مثال سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ کو فلسفہ ومنطق پر بڑا عبور تھا۔

جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ غوثیت میں شرف باریابی نصیب ہوئی اور فلسفہ پر گفتگو شروع ہوئی تو نظر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صدقے ان کے دل ودماغ میں فلسفہ کی اب بھی یاد نہیں رہی بس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فلسفہ کی جگہ روحانیت کا فیض موجزن ہو گیا اور یوں بغداد کے فلسفیوں کا زور سرکار غوث پاک کی روحانی برکت سے ٹوٹ گیا۔

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے جب تبلیغ کا آغاز کیا اور اہل بغداد کی اصلاح پر توجہ فرمائی تو تاریخ دان لکھتے ہیں کہ سرکار غوث پاک کے خطبات کو سننے کے لئے بغداد کے اطراف واکناف کا جمِ غفیر آنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا احساس دلانے لگا، لوگوں کے لئے جگہ تنگ ہوگئی تبلیغ کے لئے ایک وسیع میدان کا انتخاب کیا گیا لاکھوں کی تعداد میں اہل بغداد سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا بیان سننے آتے اور اپنی اصلاح کر کے رہبر ورہنما بن کر واپس جاتے اور اگر دوران بیان کسی پر روحانی توجہ پڑ جاتی تو ولایت کا منصب عطا ہو جاتا۔

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے روحانی فیوض وبرکات کا یہ عالم تھا کہ بس ایک بار کسی کی ملاقات ہوتی دل کی دنیا بدل جاتی، تقوی وطہارت کی دولت نصیب میں آجاتی اور جب نگاہ غوث میں کوئی بس جاتا تو فیضان غوث کا امین بن کر لوگوں کی اصلاح کے لئے روانہ ہو جاتا۔

بقیہ ص ۳۰ ر پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

سیدنا غوث اعظم بحیثیت فقیہ

یہ بات متفق علیہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک فہرست اولیاء اللہ میں اپنا نام درج نہیں کرا سکتا جب تک کہ قرآن وسنت کا عالم نہ ہو، بغیر واقفیت علوم شرعیہ اگر کوئی خود کو ولی کامل کہتا ہے تو یقیناً وہ جھوٹا ہے، کیوں کہ علوم اسلامیہ کے بغیر کوئی سالک منازلِ معرفتِ خدا عبور ہی نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ یہ راہیں کس قدر پر خطر ہیں نہ جانے کتنے اس راہ میں گم ہو گئے اور ان کا پتہ ہی نہیں چلا، شیطانی وسوسوں اور شاطرانہ چالوں میں پھنس کر اپنا ایمان کھو بیٹھے اور جو محبوبانِ خدا علم کے بیش قیمتی خزانے سے آراستہ وپیراستہ تھے وہ ابلیسِ لعین کے نرغوں کو پہچان گئے اور خدائے وحدہ لاشریک کی مدد اور اپنے علم کی بنیاد پر اُن سازشوں اور چالبازیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔

آج ہمارے معاشرے میں دو خرابیاں تیزی سے پھیل رہی ہیں، پہلی یہ کہ نام نہاد جعلی پیروں کی اس قدر کثرت ہے کہ گلی گلی یہ لٹیرے مع ساز وسامان اپنے بیوقوف مریدوں کے یہاں ڈیرہ ڈالے رہتے ہیں اور بھولی بھالی عوام ان کے دام تزویر میں پھنس جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ جو حقیقی محبوبانِ خدا ہیں اُن کی ذات بابرکت کو صرف کرامات سے گھیر دیا ہے۔ جیسے فی زمانہ جب ہمارے ذہن میں پیر پیراں، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی زبان پر آتا ہے تو عوام الناس کے ذہن وفکر میں آپ کی کرامتیں گردش کرنے لگتی ہیں، بچہ بچہ بڑے پیر صاحب کے نام سے آپ کو یاد کرتا ہے، کاش ہم نے کرامات کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی وفقہی حیات بھی پڑھ کر سنائی ہوتی تو یقیناً معاشرہ علم دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیکھنے اور پڑھنے کا شوقین ہوتا۔

سیدنا غوث اعظم کا علمی مقام

ولی الاولیاء، امام الاصفیاء، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، تاج الاوتاد، مرجع الابدال، غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح طریقت ومعرفت کے امام ہیں اسی طرح مسائل شرعیہ اور علوم قرآن وسنت میں بھی کمال کی دسترس حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم فقیہ، مفسر، مدقق، محدث و مفکر ہیں، آپ نے پوری زندگی علم فقہ اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے میں گزار دی، آپ کی بارگاہ میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ علم فقہ سیکھنے آتے۔ امام اہل سنت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے فقیہ ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مفتی شرع بھی ہے قاضی مِلت بھی ہے
علم اَسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر

آپ کی بارگاہ میں بے شمار استفتے آیا کرتے تھے اور آپ بنا وقت ضایع کیے سخت سے سخت سوالات بنفس نفیس حل فرماتے، جیسا کہ بہجۃ الاثرار میں ہے کہ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن امام ابو العلی نجم الدین بن حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدِ ماجد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ:

''كان الشيخ محيي الدين عبد القادر رضى الله عنه، ممن سلم اليه علم الفتاوى بالعراق فى وقته۔ یعنی: شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن افراد میں سے تھے کہ عراق میں جن کی طرف علمِ فتاویٰ ان کے وقت میں سپرد کر دیا گیا تھا۔'' (بہجۃ الاسرار)

امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علمی مقامِ مرتبے کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''الشيخ عبد القادر بحرُ الشريعة عن يمينه و بحرُالحقيقة عن يساره ، مِنْ آيّهما شاء اغترف السيد عبدالقادرلاثانی له فی عصرنا هذا رضی الله تعالی عنه۔ شیخ عبد القادر وہ ہیں کہ شریعت کا سمندر

اُن کے دہنے ہاتھ ہے اور حقیقت کا سمندر اُن کے بائیں ہاتھ، جس میں سے چاہیں پانی پی لیں، اس ہمارے وقت میں سیّد عبدالقادر کا کوئی ثانی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔'' (فتاویٰ رضویہ)

اسی طرح بہجۃ الاسرار میں ہے:

''كانت الفتاوى تأتى الشيخ محيي الدين عبد القادر رضى الله عنه، من بلاد العراقك، وغيريه، وما ر أيناه يبيت عنده فتوى ليطالع عليها، أو يفكر فيها، بل يكتب عليها عقيب قراءتها، وكان يفتى على مذهبى الشافعى، وأحمد، وكانت فتاواه تعرض على علماء العراق، فما كان يعجبهم صوابه فيها أشد من تعجبهم من سرعة جوابه عنها۔ یعنی: سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بلادِ عراق وغیرہ سے فتاویٰ آیا کرتے تھے۔ ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس رات کو فتویٰ رہتا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے متعلق مطالعہ فرمائیں یا کچھ غور و فکر کریں، بلکہ اسے پڑھنے کے فوراً بعد اس کا جواب تحریر فرما دیا کرتے تھے اور سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا امام شافعی اور حضرت سیّدنا امام اَحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ عراق کے علما کے سامنے پیش کئے جاتے تو انہیں حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درست جوابات دینے سے اتنا تعجب نہیں ہوتا تھا، جس قدر کہ اس بات سے تعجب ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اتنا جلد جوابات عطا فرما دیا کرتے تھے۔'' (بہجۃ الاسرار)

ذرا اندازہ لگائیں سیدنا غوثِ اعظم کی فقہی بصیرت کا، کہ کس قدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ و افتا میں مہارت عطا فرمائی کہ کوئی بھی کیسا بھی مسئلہ ہوتا آپ فی الفور اس کا جواب قلمبند فرمایا کرتے، صبح سے شام تک درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی کے امور انجام دیتے تھے اور آج حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو صرف کرامات کے دائرے میں لاکر کھڑا کر دیا۔ معاشرے میں سخت ضرورت ہے کہ سیدنا غوثِ اعظم کی علمی و تحقیقی خدمات کو اجاگر کیا جائے، تاکہ طلبہ آپ کی سیرت پر عمل کر سکیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے فیوض و برکات سے مستفید و مستنیر فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۴۹ / کا بقیہ

کاموں کے پیچھے نہ پڑو اور نہ ان سے دلچسپی رکھو، اپنے آپ کو غفلت کے راستے سے ہٹاؤ اور بیداری (عقل مندی) کے دروازے میں داخل ہو جاؤ، عجز و انکسار کے میدان کا مسافر بنو اور عظمت و بڑائی اور غرور و تکبر کے دلدل سے خود کو نکالو، تمہاری ابتدا خون کا ایک لوتھڑا ہے اور تمہاری انتہا مردار ہے تو اپنے آغاز و انجام کے درمیان کھڑے ہو جاؤ اور نیک اعمال انجام دیتے رہے، تاکہ آخرت میں کامیاب ہو سکو، حسد سے بچو کہ حسد سارے گناہوں کی جڑ ہے، کذب (جھوٹ) حسد اور دوسروں کو ناپسند کرنا، ایسی برائی ہے جو بندے کو مردودِ بارگاہ کردگار کر دیتی ہے تو اپنے آپ کو قطعاً ان بری خصلتوں کا عادی نہ بناؤ، اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرو، جان لو کہ رزق مقسوم ہے، جب اس پر غور کرو گے تو تکبر نہیں کرو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا، جب تم اس پر غور کرو گے تو جھوٹ نہیں بولو گے۔

لوگوں کے عیوب اور ان کے برے کاموں کی طرف نظر نہ کرو، تم جیسا کرو گے، تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا، اگر تمہارے پاس آنکھیں ہیں تو لوگوں کے پاس بھی آنکھیں ہیں (اگر تم لوگوں کے عیوب ڈھونڈتے پھرو گے تو وہ بھی تمہارے عیوب تلاش کریں گے) اپنی زبان کو مخلوق کی مذمت سے روکے رکھو، لوگوں کے پاس بھی زبان ہیں، وہ بھی تمہاری مذمت اور برائی کریں گے، اپنی حالت کی طرف نظر کرنا ہی تمہارے لیے کافی ہے، تم جیسا لوگوں کے بارے میں کہو گے، لوگ بھی تمہاری بارے میں ایسا ہی کہیں گے۔

ہر روز اپنا محاسبہ کرو اور کثرت سے توبہ و استغفار کرو، اپنے نفس کی برائیوں کا طبیب اور اس کا مرشد و رہنما بن جاؤ، محاسبۂ نفس سے غفلت نہ برتو، نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مبتلا ہونے سے بچو، خود نمائی سے بچو: فان الظهور يقصم الظهور۔ کہ خود نمائی انسان کی پیٹھ توڑ دیتی ہے یعنی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔

◆◆◆

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

حضور شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے مواعظ حسنہ

زیر نظر تحریر کبیر الاولیاء، سلطان المشائخ، قطب الاقطاب حضور سرکار سیدنا شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کے مواعظِ حسنہ اور آپ کے گراں قدر ملفوظات ونصائح پر مشتمل ہے جو "التشرّف بذكر أهل التصوّف" نامی عربی کتاب کے ایک Chapter کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔
دنیائے تصوف وولایت میں حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کی ذاتِ محتاجِ تعارف نہیں، آپ اپنے زمانے کے سرتاجِ اصفیا، سلطان الاتقیاء اور قطب الاقطاب تھے، حضور سرکار سیدنا محیی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ، جو کہ آپ کے ہم عصر و ہم وطن تھے، آپ کے روحانی کمالات اور بلند مراتبِ ولایت کے معترف تھے، راقم الحروف کی ناقص معلومات کی حد تک ایک سو سے زائد عربی مصنّفین نے آپ کے محاسن وکمالات کا تذکرہ اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے، جو آپ کی بلند پایہ شخصیت پر دال ہے۔
حضور شیخ احمد رفاعی کے یہ مواعظ ونصائح نہایت مفید، گراں قدر اور فکر ونظر کی دنیا میں انقلاب برپا کرنے والے ہیں۔ ان کی سطر سطر سے آپ کا اخلاص، جذبۂ تبلیغ واصلاح، عوامی خیر خواہی اور آپ کا دینی درد مترشح ہوتا ہے۔ اسی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر مواعظ رفاعی کا یہ ترجمہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان مواعظ کا تقریباً نصف حصہ قرآن وحدیث کی ترجمانی پر مشتمل ہے، جس کو متن قرار دیتے ہوئے اس کی توضیح وتشریح میں پوری ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے، اللہ کرے کوئی بندہ سامنے آئے اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کے علمی وروحانی فیضان سے مالا مال فرمائے آمین۔ [طفیل احمد مصباحی]

امام الاولیاء، قطب الاقطاب حضور سرکار سیدنا احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دنیاداروں کی قربت اختیار کرنے سے بچو کہ ان کی صحبت و رفاقت دل میں سختی پیدا کرتی ہے۔ فقرا (صوفی مزاج لوگ) کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ، ان کی تعظیم وتکریم کرو اور ان کی خدمت بجالاؤ، ان فقرا میں سے جب کوئی تمہارے پاس آئے تو ان کے قدموں میں بچھ جاؤ (یعنی ان کی قدم بوسی کرو) اور ان سے دعائے خیر کی درخواست کرو، اپنے نفس کو ریاضت ومجاہدہ کے کاموں پر لگاؤ تاکہ تم بھی ان فقرا میں سے ہوسکو اور ان کی مشابہت اختیار کرو۔ (حدیث میں آیا ہے) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ اسی میں سے ہے جو جس قوم سے محبت کرتا ہے، اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، اگر لوگوں کو کما حقہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہو جائے، جیسا کہ ان فقرا کو حاصل ہے تو وہ دنیاوی زندگی اور اس کے احوال سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کرلیں، فقیر کی ایک علامت اور پہچان یہ بھی ہے کہ وہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو محض رضائے الٰہی کی خاطر دیتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

حضور شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمہ مزید ارشاد فرماتے ہیں: فقیر کی شرط یہ ہے کہ اس کی نظر مخلوق کے لباس اور اس کے دیگر ساز و سامان پر نہ ہو، اگر اس کی نظر مخلوق کے لباس وغیرہ پر ہوگی تو طریقۂ حق اس پر مشتبہ ہوجائے گا، فقیر جب بھی مخلوق سے میل جول اختیار کرے گا، اس کے عیوب ظاہر ہوں گے، اے میرے بھائی! مخلوق کے عیبوں پر نظر نہ کرو، اگر تم ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عیب کا پردہ فاش کردے گا اور اگر تمہارے اندر کوئی عیب ہے تو سیدھے راستے سے انحراف نہ کرو۔ (یعنی اپنے عیبوں کی اصلاح کرو) نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو، بلکہ تقویٰ اور نوع بنوع طاعت (نیکی) اختیار کرو اور اہل سنت و جماعت کے طریقۂ حق کی پابندی و پاسداری کرو، جب خلوت اور تنہائی میں بیٹھو تو وسوسوں اور برے خیالات سے بچو اور اپنے نفس کو کدورتوں اور بشری

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے سابق نائب مدیر ہیں۔

رعونتوں سے پاک رکھو، جب تمہارے بھائی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو معاف کر دو اور اس کے عیب اور غلطی پر پردہ ڈال دو، اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی، خیر خواہی اور پرہیزگاری کا معاملہ اختیار کرو۔ اہلِ خشوع اور اصحابِ مراقبہ کی تعظیم کرو۔

جس شخص پر تمہارا کوئی حق ہو یا تم پر کسی کا حق ہو تو اس کے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آؤ، تاکہ وہ تمہارا حق تمہیں لوٹا دے اور تم اس کا حق اسے عطا کر دو بلکہ جب تمہارا حق کسی کے ذمہ ہو، اس کے ساتھ نرمی کرو، اللہ تمہیں وہ حق عطا کر دے گا اور اس کے بدلے تمہیں کوئی دوسری نعمت بخشے گا، نفسانی خواہشات کی پیروی اور ہوا و ہوس سے بچو کہ یہ تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے جان لو کہ ہر حال میں نیک کاموں کی توفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو پند و نصیحت کرتا رہے اور نیک کاموں میں لگا رہے اور اوامر و نواہی کی پابندی کرے، (اچھے کام کرنے کو اوامر اور برے کاموں سے بچنے کو نواہی کہتے ہیں) حق اور شریعت کے طریقوں سے واقف رہے، تاکہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے تو لوگوں اس کی باتوں کو قبول کریں، اس کے امر و نہی پر عمل کریں اور مامور (مخاطب، جس کو نیک کام کا حکم دیا جائے) کے دل میں اس کے امر و نہی اثر انداز ہوں۔ بصورتِ دیگر نہ اس کی نصیحت قبول کی جائے گی اور نہ اس کی بات سنی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کے دل مہبطِ انوار ہوتے ہیں (مہبطِ انوار کا معنی ہے: اللہ کے نور کے اترنے کی جگہ، یعنی اللہ والے جو کچھ کہتے ہیں، پہلے اس پر خود عمل کرتے ہیں) اگر انسان کا دل عبادت و بندگی اور نیک اعمال کے نور سے روشن نہ ہو، وہ شیطان کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور پھر شیطان اس کو باطل کے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے اور اسے شقاوت و بدبختی کی طرف لے جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمہارے اوپر لازم ہے کہ شریعت کے ظاہری اور باطنی حکم کی ہر حال میں پیروی کرو۔ اپنے دل کی حفاظت کرو اور اسے اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہونے دو، فقیر اور غریب لوگوں کی مدد کرو۔ ہمیشہ نیک کاموں کی طرف تیزی سے بھاگو اور اس معاملے میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہر وقت کوشاں رہو اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہمہ وقت تیار رہو۔ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے نفس کو قیام اللیل کا عادی بناؤ اور اسے ریاکاری سے محفوظ رکھو، خلوت و جلوت میں اپنے سابقہ گناہوں پر آنسو بہاؤ اور گریہ وزاری کرو، جان لو کہ دنیا ایک خواب و خیال ہے اور اس کی ہر چیز کو زوال (فنا) ہے، دنیاداروں کا مقصد اور توجہ دنیا کی طرف ہے، جب کہ آخرت کو دوست رکھنے والوں کی نظر آخرت پر ہے، اپنے ذہن کو وسوسوں سے خالی رکھو اور اپنے آپ کو برے دوستوں سے الگ رکھو کہ ان کی دوستی قیامت کے دن ندامت و شرمندگی اور حسرت و تاسف کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے: لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ وہ کیا ہی برا ساتھی ہے۔ برے ساتھیوں سے دور و نفور رہو۔

اے میرے عزیز! تم جو کچھ کھاتے ہو، وہ فنا ہو جاتا ہے، جو لباس پہنتے ہو، وہ پرانا اور بوسیدہ ہو جاتا ہے اور جو کام کرتے ہو، اس کا اجر آخرت میں دیکھو گے۔ لہٰذا پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہ دوست اور احباب بالآخر تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، دنیا کا ابتدائی مرحلہ ضعف اور فتور (کمزوری اور خرابی) سے لبریز ہے اور اس کا آخری مرحلہ موت و قبور ہے۔ محبت و اطاعت کے ذریعے اپنے دل کا تعلق اللہ سے جوڑ لو اور غیر اللہ سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اپنے سارے احوال و معاملات اللہ عزوجل کے سپرد کر دو، سلوک و تصوف کا راستہ فقرا کے طریقے کے مطابق تواضع کے ساتھ طے کرو اور

شریعت کے اصول کے مطابق زندگی گذارو، اپنی نیت کو وسوسے کی گندگی سے محفوظ رکھو۔ اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو، اللہ کے دروازے پر سوکھی روٹی کھاؤ اور کھارا پانی پیو، غیر اللہ کے دروازے پر تازہ گوشت اور شہد نہ کھاؤ۔ شریعت کے مطابق حلال طریقے سے روزی روٹی کمانے کا انتظام کرو، فقرا کی کبھی دل شکنی نہ کرو۔ صلہ رحمی کرو، خویش واقارب کی تعظیم کرو۔ ظالم کو معاف کردو۔ کثرت سے قبروں کی زیارت کرو۔ اللہ کے بندوں سے نرم گفتگو کرو اور ہمیشہ ان سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو، خود کو حسنِ اخلاق کے زیور سے مزین کرو، جاہلوں سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کرو۔ یتیموں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہو اور ان کا احترام کرو، فقرا اور بیوہ عورتوں کی زیارت کرو اور ان کی ضروریات پوری کرو۔ اللہ کے بندوں پر رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا۔ اللہ کے ساتھ ہو جاؤ، اللہ تمہارے ساتھ ہو جائے گا۔

سارے اقوال وافعال میں اخلاص کو اپنا دوست بناؤ (کیوں کہ اخلاص کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں) طریقۂ حق کے مطابق لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کرتے رہو، کرامات اور خوارقِ عادات دکھانے میں رغبت نہ رکھو کہ اولیائے کرام اپنی کرامات اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عورتیں حیض کے خون کو چھپاتی ہیں۔ اللہ کی بارگاہ سے منسلک ہو جاؤ اور اپنے دل کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف متوجہ کرو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی کرو اور ان کی دل جوئی کرتے رہو۔ لوگوں کے درمیان صلح کراؤ اور جہاں تک ہو سکے لوگوں کو آپس میں مربوط ومتحد رکھو۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور اپنے قالب (جسم) کو فکر کے زیور سے آراستہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں تم کو پہنچی ہیں، ان پر صبر کرو اور اللہ کے حکم ومشیت پر راضی رہو۔ ہر حال میں ''الحمد للہ'' کہو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجو۔

اگر تمہارا نفس شہوت اور کبر وغرور کی طرف مائل تو نفلی روزے رکھو اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو، اپنے گھر میں رہو، بازار اور عوامی جگہوں پر زیادہ نہ جاؤ، جو کشادہ عوامی جگہوں کو چھوڑ دیتا ہے، وہ مقصد کو پالیتا ہے، اپنے مہمان کی عزت واحترام کرو، اپنے اہل وعیال، بچے، بیوی اور خادم پر رحم کرو، آخرت کی کامیابی کے لیے ہمیشہ نیک کام کرتے رہو، اپنی دنیاوی عمل کو آخرت میں کام آنے والا عمل بناؤ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ. اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔''

میری یہ نصیحت تمہارے لیے اور میرے سلسلے سے وابستہ تمام افراد کے لیے ہے۔ نیز جملہ برادرانِ اسلام اور تمام مسلمین محبین کے لیے میری یہ نصیحت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تعداد میں اضافہ فرمائے، آمین۔

حضور شیخ احمد رفاعی قدس سرہ فرماتے ہوئے: وسوسوں کا ترک یہ ہے کہ حرام کاموں کو ترک کیا جائے، حسنِ اخلاص یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرا جائے اور دل میں اس کا خوف رکھا جائے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا جذبہ موت کو یاد کرنے سے ہوتا ہے اور اپنے آپ کو آدابِ شریعت سے مؤدب بنانے کا جذبہ گذشتہ گناہوں کو یاد کرنے اور ان پر شرمندہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے، غور وفکر، عقل کا نور ہے، ذکرِ الٰہی، قلب کا نور ہے، اخلاص، باطن کا نور ہے اور تقویٰ، چہرے کا نور ہے۔

وصول الی اللہ دروازہ ہے، عنایتِ الٰہی اس کی کنجی ہے، سخاوت اس کی سیڑھی ہے، اخلاص، زادِراہ (باعثِ تقویت) ہے، اگر تم مخلص ہو تو وصول الی اللہ کی منزل کی سیڑھی پر چڑھ جاؤ گے۔ اگر تم سخی ہو تو اس کنجی تک تمہاری رسائی ہو جائی گی اور اللہ رب العزت، جو کہ فتّاح ہے، اس کے اذن سے وصول الی اللہ کے دروازے کھول لوگے۔ طریقت کی بنیاد صدق، اخلاص، کرم وسخاوت اور حسنِ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔ مال داری، علم سے ہے، زینت، حلم وبُردباری سے ہے۔ فضلیت کا معیار تقویٰ وپارسائی ہے۔ عزت، مخالفتِ نفس سے ہے۔

مشہور دعاؤں کی کثرت کرو۔ مشہور طریقے کی طرف مائل رہو، مستور فقیر کے روبرو عاجزی اختیار کرو اور خود کو مُردوں میں شمار

کرو، استقامت (حکم شرع کی ہر حال میں پابندی) کے دروازے پر کھڑے ہو۔ ہمیشگی کے گھر میں سکونت اختیار کرو (یعنی فنا ہونے والی دنیا کے بجائے ہمیشہ باقی رہنے والے گھر آخرت کی تیاری کرو) نیک اعمال پر صبر کرو۔ جو شخص خشوع وخضوع کے ساتھ دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے، بالآخر وہ دروازے کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور اسے قبولیت حاصل ہوتی ہے، وسوسہ اور برے خیال سے دل کو پاک رکھو، لوگوں کی طرف مائل نہ ہو اور ہر قسم کی قیاس آرائیوں سے خود کو بچائے رکھو۔

قلب ایک ایسا تاریک جوہر (آئینہ) ہے جو غفلت کی گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے، اس کی صفائی فکر آخرت، اس کا نور ذکر الٰہی ہے اور اس کا صندوق صبر ہے۔ صدق (سچائی) عنایت کی سیڑھی ہے، تقویٰ، ہدایت کا گھر ہے اور خود سپردگی عین رعایت ہے، اخلاص حسنِ وقایت (اعمال کو برباد ہونے سے بچانے والا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے عجز وانکسار ہی اصل ولایت ہے، پارسائی کی زبان ترکِ آفات کی طرف بلاتی ہے اور تعبد (بندگی) کی زبان محنت واجتہاد کی دعوت دیتی ہے، حکمت، اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اسلامی سرحد کی حفاظت توکل علی اللہ کے قبیل سے ہے، تدبیر یہ ہے کہ ظاہری اسباب کا سہارا لیتے ہوئے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور باطن (تنہائی) میں عمل کرنا تسلیم ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قل کل من عند اللہ۔ آپ فرما دیجیے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے سے قیامت کے دن پل صراط پر چلنا آسان ہوگا اور اس عمل سے دعا قبول ہوتی ہے، اگر تم قدرت واستطاعت رکھتے ہو تو صدقہ کیا کرو کہ یہ جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اللہ کے قہر وغضب کو ٹال دیتا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک سکراتِ موت (موت کی شدت وسختی) کو آسان کر دیتا ہے۔

اے میرے فرزند! تصوف نام ہے غیر اللہ سے اعراض (منہ موڑنے) کرنے، اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرنے، اللہ پر توکل کرنے، اپنے جملہ امور واحوال اللہ رب العزت کو سپرد کر دینے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا، اے میرے فرزند! جب تم کوئی صحیح حدیث سنو اور علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو علم تو رکھتے ہیں، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے، عالم کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرے اور اس کی ہلاکت وبربادی اس میں ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرنا چھوڑ دے۔ لہو ولعب، کھیل کود، عیش وطرب، آلاتِ سماع اور ہنسنے ہنسانے والوں کی باتوں میں مشغول رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو، ہنسنا اور خوش رہنا چھوڑ دو کہ دنیاوی زندگی پر خوش رہنا جنون اور پاگل پن ہے، دنیا میں محزون اور مغموم رہنا ہی عقل مندی اور کمال کی بات ہے۔

دنیا میں ہمیشہ رہنا محال ہے اور دنیا کے عیش وعشرت میں مبتلا رہنا جاہلوں کا کام ہے، تم سے پہلے جو ظالم حکمراں اور جابر سلاطین گذر چکے ہیں، ان کے بارے میں غور وفکر کرو کہ وہ سب مر گئے اور آج وہ ایسے بے نام ونشان ہیں کہ گویا دنیا میں کبھی تھے ہی نہیں۔ یہ حکام وسلاطین ہم سے پہلے گذر چکے اور ہم ان کے پیچھے پیچھے سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں، نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو، تاکہ تمہارا حشر ان کے زمرے میں ہو اور تم قبیلۂ صالحین کا فرد شمار کیے جاؤ۔

اے میرے بھائی! اگر حکام اور رؤسا کا زرق برق لباس اور ان کی زینت بھری زندگی دیکھ کر تمہارا دل چھوٹا ہونے لگے تو قبرستان چلے جاؤ اور دیکھو کہ تمہارے آباء واجداد وہاں کس طرح مدفون ہیں اور مٹی کے نیچے دبے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون انعام یافتہ ہے اور کون عذاب میں مبتلا ہے، تمہارا حال بھی ایسا ہی ہے کہ تم ان حکام اور رؤسا کے برابر ہو۔ (لہٰذا ان کا زرق برق لباس اور شاہانہ زندگی دیکھ کر کبیدہ خاطر نہ ہوں اور اپنا دل چھوٹا نہ کریں) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ عن قریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔"

اے میرے فرزند! فضول کلام اور فضول بقیہ ص ۴۵ پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اڑتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

کلمات استغفار یہ ہیں:

''اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ) وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (ترجمہ) میں عظمت والے اللہ سے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی بھی ہے قیوم بھی اپنے گناہوں کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی طرف (ہر گناہ سے) توبہ کرتا ہوں۔''

شیطان کا شر، اور توبہ کا موقع کب تک؟

قول صحابی: حضرت شیخ ایوب (سختیانی علیہ الرحمہ) حضرت ابو قلابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ناقل ہیں، فرمایا: جب اللہ نے ابلیس کو ملعون کیا تو اس نے اللہ سے مہلت مانگی (یعنی درازی عمر کا سوال کیا) تو اسے مہلت دے دی۔ (جب مہلت مل گئی) تو بولا تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندے کے سینہ سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک اس کی سانس نہیں نکلے گی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں بندے سے توبہ محجوب نہیں کروں گا جب تک اس کی سانس نہ نکلے (یعنی قبض روح سے ذرا پہلے تک)۔ تو (اے بھائی!) اللہ کی رحمت ورأفت کی طرف (ذرا) نظر اٹھا کر دیکھ کہ بندوں پر کس قدر وافر ہے؟ حتیٰ کہ گنہگاروں کو گناہ کے بعد بھی مومنین کا نام دے رہا ہے، فرمایا:

''تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔''

اور بعد توبہ، انہیں محبوب بنالیا کہ فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔''

توبہ کے بعد جرم کا اثر ختم

حدیث شریف: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے فرمایا: ''التائب من الذنب کمن لاذنب له۔ (ترجمہ) گناہ سے (سچی) توبہ کر لینے والا اس کی طرح ہے جس سے وہ گناہ صادر ہوا ہی نہیں۔''

توبہ شکنی کا سلسلہ کب تک؟

ارشادِ مولا علی: مروی ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے (حکم شرع) دریافت کرنے کے لئے عرض کیا: (حضرت!) مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے۔ (اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تا کہ گناہ کی پاداش سے بچ سکوں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اللہ سے توبہ کر اور گناہ کا اعادہ مت کر (یعنی نیت میں ہو کہ دوبارہ نہیں کروں گا)۔ اس نے عرض کیا: (حضرت!) میں ایسا کر چکا ہوں، یعنی توبہ شکنی مجھ سے ہو چکی ہے (اب کیا کروں؟) آپ نے (پھر وہی جواب) ارشاد فرمایا:

''تُبْ اِلَی اللّٰہِ ثُم لا تُعِدْ۔ اللہ کی طرف سچی توبہ کر اور پھر دوبارہ مت کر۔ اس نے (پھر) عرض کیا: الیٰ متیٰ؟ ایسا کب تک چلے گا؟ (یعنی توبہ شکنی کا سلسلہ کتنی بار تک معتبر رہے گا حتیٰ کہ پھر توبہ قبول نہیں ہوگی؟) آپ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا: حتیٰ یکون الشیطان ھو المحسور۔ جب تک شیطان، تھک ہار کے نہ بیٹھ جائے۔'' (یعنی آثار موت دِکھنے سے پہلے پہلے ہر تائب صادق کی توبہ ضرور قابل قبول ہے۔)

توبہ کی گنجائش قرب موت سے پہلے تک

فرمان الٰہی: (اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے):

''إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ۔ (ترجمہ) یعنی وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے (اپنے فضل سے) اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے وہ تو صرف انہیں کے لئے ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کر لیں۔'' [سورۂ نساء-۱۷]

........جاری

خدا کے فضل سے ہوں امّتی شہ کا مقدّر سے

از: مولانا محمد مدثّر حسین اشرفی پورنوی

خدا کے فضل سے ہوں امّتی شہ کا مقدّر سے
ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا رب کے دلبر سے

یقیناً روشنی شمس و قمر کی شرما جائے گی
اگر شمس الضّحیٰ پردہ ہٹا دیں روئے انور سے

مکین گنبد خضریٰ کے در کے سب بھکاری ہیں
کوئی خالی نہیں لوٹا رسولِ پاک کے در سے

کریں قربان جان و دِل لٹا دیں مال و زر ان پر
سبق پایا یہ ہم نے سیرتِ صدّیقِ اکبر سے

تھے ایسے حکمراں فاروقِ اعظم سن لو اے لوگو!
کہ باطل خوف کھاتا تھا عمر کے خاص تیور سے

سخاوت کے دھنی عثمان ذو النّورین ہیں بیشک
مسلسل مژدۂ جنّت ملا ان کو پیمبر سے

اسی سے تم سمجھ جاؤ مقامِ شیر یزدانی
شب ہجرت علی اٹّھے نبی کے پاک بستر سے

کبھی ظلم و ستم کے سامنے سر مت جھکانا تم
یہی ہم کو ملا ہے درس کربل کے بہتّر سے

مدثّر یہ حقیقت تم سناؤ اہل دنیا کو
ملی دولت ہمیں ایمان کی سرکار کے گھر سے

محبت کا دریا بہاتا ہے قرآں

از: الحاج محمد عرفان رضا قادری چھپروی

گناہوں کا دفتر مٹاتا ہے قرآں
مسلماں کا رتبہ بڑھاتا ہے قرآں

دلوں سے عداوت مٹاتا ہے قرآں
محبت کا دریا بہاتا ہے قرآں

جہنم سے اے دل! بچاتا ہے قرآں
شہِ دیں کا رستہ چلاتا ہے قرآں

نبی کی محبت ولی کی عقیدت
سکھاتا ہے قرآں بتاتا ہے قرآں

نبی معظّم کی تعظیم دل میں
بسا کر مکرّم بناتا ہے قرآں

چمن زارِ ہستی میں رب کے کرم سے
ہدایت کا غنچہ کھلاتا ہے قرآں

جو عامل ہے فرمانِ ربّ العلی کا
اسے راہِ جنّت دکھاتا ہے قرآں

شہِ دیں کی الفت دلوں میں بسا کر
معظّم مکرم بناتا ہے قرآں

جو منکر ہیں علمِ شہِ دو جہاں کے
ہمیں ان سے ہر جا بچاتا ہے قرآں

تلاوت سے اس کی نہ غافل رہو تم
کہ بخشش کا مژدہ سناتا ہے قرآں

کتابوں میں افضل کلاموں میں اعلیٰ
تِرا نام پہلے ہی آتا ہے قرآں

صداقت شرافت شجاعت کی جانب
بلا کر بہادر بناتا ہے قرآں

عدوِ نبی کے کلیجے میں واللہ
شب و روز نشتر لگاتا ہے قرآں

مٹا ہے مٹے گا نہ فرمانِ ربّی
کلامِ ازل ہے بتاتا ہے قرآں

عنایت سخاوت ہدایت کے موتی
اے عرفاں! ہر دم لٹاتا ہے قرآں

محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے
اس سے رحمت کی ردا ہر سُو تنی لگتی ہے

دیکھ کر اہلِ بصیرت اُنھیں یہ بول اُٹھے
صورتِ غوث جلی شکل علی لگتی ہے

قادری ہوں مجھے ملتا ہے سکوں اس میں خوب
خوب صورت مجھے آقا کی گلی لگتی ہے

اُن کی نسبت سے ہے قسمت مری شاداب بہت
زیست کی شاخ مری خوب ہری لگتی ہے

وہ سخی ابن سخی ، فیض کا دریا ہیں وہ
اُن کے دربار میں ہر گز نہ کمی لگتی ہے

پیروی اُن کی کرو شاد رہو گے ہر دم
اُن کی ہر بات حدیث نبوی لگتی ہے

آپ کی ذات کمالات کا ہے مجموعہ
پنجتن پاک کی یہ ایک لڑی لگتی ہے

اپنے اسلاف مناتے تھے اسے فرحت سے
محفل غوث کسی کو نہ نئی لگتی ہے

دیکھتا ہے جو انھیں بغض کی نظروں سے کبھی
اس کی ہر چیز ہمیں عینی بری لگتی ہے

پلا مجھ کو جامِ لقا غوث اعظم

(از: محمد نعیم الدین قادری گلا بپوری، بارہ بنکی)

یہ تجھ سے ہے بس التجا غوث اعظم
نصیبہ میرا جگمگا غوث اعظم

مری مشکلوں کو جو آسان کردے
وہ ہے نام پیارا ترا غوث اعظم

زمانے کے سب اولیا نے لیا ہے
سروں پر ترا نقشِ پا غوث اعظم

غمِ زیست سے ہوں پریشاں
مجھے بھی پریشانیوں سے بچا غوث اعظم

طفیلِ شہِ دیں مجھے بھی کسی دن
پلا مجھ کو جامِ لقا غوث اعظم

لیا جس نے نام مبارک تمہارا
چھٹی اس کے غم کی گھٹا غوث اعظم

گیا چور پل میں ولی بن کے لوٹا
کرم آپ کا جب ہوا غوث اعظم

مجھے تیری نسبت پہ ہے ناز، کیوں کہ
مجھے تیرا دامن ملا غوث اعظم

ہوا مردہ زندہ اسی لمحہ، تو نے
دی جب قم باذنی صدا غوث اعظم

نعیم حزیں کیوں پکارے کسی کو
ہیں جب میرے حاجت روا غوث اعظم

آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث

(از: محمد فرقان فیضی، امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث
مرتبہ آپ کا ولیوں میں ہے اعلیٰ یا غوث

وہ فقیری میں شہنشاہی کا لیتا ہے مزہ
جس کو حاصل ہے ترے در کا حوالہ یا غوث

آپ کے روضۂ اطہر کا نظارہ کرلوں
میری آنکھوں کو عطا کیجے اجالا یا غوث

یہ شہنشاہ مدینہ کی عطا ہے بیشک
سب کو ملتا ہے ترے در سے نوالہ یا غوث

یہ ہے خواہش کہ کروں پیش میں در پر آکر
آپ کے نام جو لکھا ہے مقالہ یا غوث

ساری دنیا میں نظر آتا ہے فضل رب سے
سرخرو آپ کا ہر چاہنے والا یا غوث

میری جانب بھی کریں ایک عنایت کی نظر
غم کا سر پر ہے مرے کوہ ہمالہ یا غوث

آپ کی شان میں بکواس جو کرتے ہیں یہاں
ان زبانوں پہ لگا دیجیے تالا یا غوث

نام آتا ہے مرا آپ کے میخواروں میں
قادری جام کا ہاتھوں میں ہے پیالہ یا غوث

فیضی کے دل کی تمنا ہے نکالے اک دن
آپ کے نام سے منسوب رسالہ یا غوث

◆◆◆

طلبائے جامعۃ الرضا کی قلمی سرگرمیاں

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی، طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

تعلیم کے بغیر عبث زندگی جسیم
تعلیم سے ہی ہوتا ہے انسان منفرد

تعلیم و تعلم کا سلسلہ قدیم زمانے سے جاری وساری ہے، ہر دور میں اس کی پذیرائی ہوئی اور تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ عروج وارتقا کی منازل طے کرتا رہا۔ وہ حضرات جن کے سینوں میں علم کا سمندر موجزن ہوتا ہے، دنیا سے روپوش ہوجانے کے باوجود اپنی علمی و دینی خدمات کے طفیل ہمیشہ زندہ جاوید رہتے ہیں، ان کی یادیں اور کارنامے ایک ایسی حیاتِ جاوداں بخشتے ہیں جو ہر دل میں بسی رہتی ہیں، اسلاف کی زندگیاں اس نعمت عظمیٰ کا بہترین آئینہ دار ہیں۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد اگر انسان اپنے علم کو اپنے تک محدود رکھے تو وہ گہن آلود سورج کی مانند ہے جو خود تو روشن ہو لیکن دوسروں کو روشنی نہ دے لیکن جو انسان حصولِ علم کے بعد تبلیغ اسلام، نشر واشاعت کتب دینیہ میں مشغول رہتا ہے، وہ آفتابِ نیم روز کی طرح ہے جس کی روشنی سے پوری دنیا مستفید ہوتی ہے، حتیٰ کہ کوئی بند کمرے میں ہو، وہ اسے بھی روشن کر دیتا ہے اور وہ طالب علم جو دورانِ تعلیم ہی قوم وملت کی اصلاح کے لیے کمربستہ رہتا ہے، نئے نئے مضامین لکھتا ہے، رسائل و کتابچے تیار کرتا ہے، احقاقِ حق وابطالِ باطل میں سعی کرتا ہے، اپنے انمول کارناموں، تحریروں اور تقریروں سے قلوب واذہان کی تاریکیوں کو اجالا بخشتا ہے بی وہ اس سورج کے مانند ہے جو شبِ دیجور کا سینہ چاک کر کے صبح روشن کا پیام دیتا ہے اور جس کی کرنیں مشرق ومغرب، شمال وجنوب ہر سمت پھیل کر جہان کو منور کر دیتی ہیں۔

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طلبا کی مثال بھی اسی صبح صادق کے سورج جیسی ہے، جو قوم وملت کی اصلاح میں مصروفِ عمل ہیں اور تاریک دلوں میں ایمان واستقامت فی الدین کی شمع فروزاں کرنے کے لیے کوشاں ہیں، جس کی ایک جھلک اگست ۲۰۲۵ء میں، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ کے عرسِ مبارک کے موقع پر دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سراہا۔ جس کا مختصر خاکہ قارئین کے نذر کرتا ہوں تاکہ ان کی نگاہِ ناز کو ٹھنڈک ملے اور وہ طلبائے جامعۃ الرضا کے حق میں دست دعا دراز کریں۔

کذاب کون؟ (مختصر تعارف) کتاب: القول الاحسن فی کشف زور الگھمن المعروف بہ ''کذاب کون؟'' مؤلف: محمد عامر فضیل مرکزی (جماعت ثامنہ) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو کذاب لکھنے والے دیوبندی الیاس گھمن کے کذب وفریب کی تردید میں چشم کشا کتاب مستطاب، جو ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

حلالہ وطلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ (مختصر تعارف) کتاب: حلالہ و طلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ مولف: مجتبیٰ رضا مرکزی (جماعت ثامنہ) ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ایک جامع تحقیقی تصنیف ہے، جس میں حکومت، آر ایس ایس اور غیر مقلدین کے مشترکہ نظریے کو بے نقاب کرتے ہوئے حلالہ اور طلاقِ ثلاثہ کے شرعی وعقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

برکات اصحاب حضور ﷺ (مختصر تعارف) کتاب: برکاتِ اصحاب حضور ﷺ (جلد-ثانی) مؤلف: محمد انس رضا حامی (جماعت خامسہ) اس کتاب میں ۱۷۵ اصحابِ کرام کی سیرت بصورت سوال وجواب مذکور ہے۔ جن میں ۶۰ صحابہ اور ۱۵ صحابیات رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ کتاب نسلِ نو کے لیے نہایت مفید اور کارآمد ہے۔

برکات تربیت (مختصر تعارف) کتاب: مصابیح الأجلال فی تربیۃ الأطفال المعروف ''برکاتِ تربیت'' مصنف: محمد انس رضا حامی کتاب تربیتِ اولاد کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے والی بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے، جو ۱۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

تجارت سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں (مختصر تعارف) کتاب: تجارت سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں مؤلف: محمد ریحان مرکزی (جماعت ثامنہ) اس میں تجارت کا شرعی طریقہ بیان کیا گیا ہے اور بازار میں مختلف قسم کی خامیوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے تاکہ عوام ان سے بچیں اور آخرت میں نجات پائیں۔

رسومات شادی شریعت کی نظر میں (مختصر تعارف) کتاب: رسومات

خیر و خبر

شادی شریعت کی نظر میں مؤلف: **محمد تنویر رضا قادری رضوی مرکزی** (جماعت ثامنہ) کتاب میں ازدواجی زندگی سے متعلق شرعی احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ نکاح کے فوائد و برکات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تقریبات نکاح میں ہونے والے ناجائز رسومات و خرافات کی تردید بھی کی گئی ہے۔

فرضی مزارات اوران کی تباہ کاریاں (مختصر تعارف) کتاب: فرضی مزارات اوران کی تباہ کاریاں خامہ فرسائی: **محمد توصیف رضا مرکزی** (جماعت ثامنہ) ٦٤ رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں دورِ حاضر کا فتنہ فرضی مزارات اوران کے تباہ کن نتائج کو مختصر مگر جامع انداز میں، مستند حوالوں کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس فتنے بچیں اور جائز ناجائز کی تمیز کر سکیں۔

بدگمانی کی مذمت (مختصر تعارف) کتاب: بدگمانی کی مذمت قرآن واحادیث کی روشنی میں مؤلف: **سید محمد تحسین رضا مرکزی** (جماعت ثامنہ) یہ ایک فکری اور اصلاحی رہنما کتاب ہے، جس میں قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور بزرگوں کے اقوال سے بدگمانی کے نقصانات اوراس کے مضر اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ بدگمانی نہ صرف گناہ ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ، تعلقات میں دوری اور دلوں میں کدورت پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ یہ کتاب ٩٨ رصفحات پر مشتمل ہے۔

بحمدہ تعالیٰ بزرگان دین کے فیوض و برکات اور طالبانِ علوم نبویہ کی دعاؤں سے حقیر فقیر سراپا تقصیر راقم الحروف جسیم اکرم مرکزی غفرلہ المولی القدیر بھی اس سعادت سے بہرور ہوا اور اس موقع پر راقم الحروف کی دو کتابیں معرض وجود میں آئیں؛ ایک ''مہر بخشش ١٤٤٧ھ'' جو کہ ٤٨٨ رصفحات پر مشتمل ہے، مہر بخشش نعت ومنقبت تہنیت وتعزیت نیز دل آویز قطعات کا حسین مجموعہ ہے۔

ایسا مجموعہ جو ایک طرف قارئین کے مشام دماغ کو معطر کرتا ہے اور قلب میں عشق رسالت کی شمع فروزاں کرتا ہے وہیں دوسری طرف عقائد اہل سنت کو قالب شعر میں بیان کر کے قارئین کو وادی حسرت میں ڈال دیتا ہے۔

دوسری کتاب ''اربعین نکاح'' حضور ملا علی قاری رضی اللہ عنہ کا مایۂ ناز رسالہ ''رفع الجناح وخفض الجناح باربعین حدیثا فی النکاح'' کا سلیس اردو ترجمہ اور تشریح وتخریج ہے جو نکاح کے فضائل ومسائل، تربیت اولاد جیسے اہم موضوعات کو شامل ١٩٦ رصفحات پر مشتمل ہے، آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ ہمارے اساتذہ و طلبا کے علم، عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ کا جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سالہائے گزشتہ کی طرف امسال بھی تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ اور مدرسہ تاج الشریعہ مڑھورہ سارن کے زیر اہتمام اطراف وجوانب میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کیا گیا، یہ جلوس امسال بغیر DJ ساؤنڈ کے نہایت ہی مہذب اور منظم طور پر درود وسلام کے ساتھ عمل میں آیا، الحمدللہ! اس موقع پر محبت کے ساتھ بڑے لوگوں کو گلاب، چھوٹے بچے کو میٹھائی، قلم اور اسپتالوں میں مریضوں کو پھل وغیرہ تقسیم کیا گیا، وہیں محنت کش افراد مثلاً رکشہ، ٹھیلا اور آٹو ڈرائیوروں کو گمچھا پیش کیا گیا۔

ٹرسٹ کی عمدہ خدمات کے پیش نظر مخیر قوم وملت محمد حسین صاحب نے ''تاج الشریعہ اکادمی'' بنانے کے لئے ٹرسٹ کو پانچ کٹھا زمین دی، اس مبارک موقع پر پچاس کے قریب نوجوانوں نے عہد کیا کہ ہم اپنی شادی ڈی جے، آرکیسٹرا، ناچ گانا اور جہیز کے بغیر عمل میں لائیں گے۔

واضح ہو کہ تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ مڑھورہ بانی ٹرسٹ حضرت مولانا نثار احمد مصباحی صاحب کی سرپرستی میں ضلع سارن کے 28 مقامات پر بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتا ہے، ہر سال پانچ یا سات بچیوں کی شادی کے اخراجات اٹھاتا ہے، 19 مقامات پر جدید مساجد کی تعمیر کے فرائض بھی انجام دے رہا ہے، عید کے موقع پر تلاش کر کے یتیم بچے بچیوں کے لئے کپڑوں کا بھی انتظام کرتا ہے، مولیٰ تعالیٰ اسی طرح دینی کام لیتا رہے۔

رپورٹ: **محمد حسنین رضا قادری**

خادم: تاج الشریعہ ویلفیئر ٹرسٹ، مڑھورہ، سارن

NOVEMBER-2025 Rs. 30/-

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ نومبر ۲۰۲۵ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

نومبر ۲۰۲۵ء — جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ

Issue No. 11 — شمارہ نمبر ۱۱

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۷۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور حجۃ الاسلام اور ان کی شاعری اور تاریخ گوئی

شیخ الانام، حجۃ الاسلام، مظہر امام حضرت علامہ شاہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری نوری بریلوی قدس سرہ القوی دیگر علوم وفنون کی طرح شعر وشاعری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ کی نعتیں عشق رسول سے سرشار اور سوز وگداز سے لبریز ہوا کرتی تھیں، آپ کے ایک ایک شعر سے عشق رسالت کی خوشبو پھوٹتی ہے، عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا کلام سن کر جھوم جھوم جاتے ہیں، آپ کے کلام میں وہ سوز وگداز، وارفتگی وشیفتگی ہے جو ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا کر دیتی ہے، آپ کے کلام بلاغت نظام میں تمام فنی محاسن بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔

فصاحت وبلاغت، لطافت ونزاکت تخیّلی ندرت وتمثیلی جدت، جدال وجمال، تشبیہات واستعارات، تنوع مضامین، روز قوافی اور والہانہ عقیدت والفت یہ تمام تر خوبیاں اپنے پورے آب وتاب کے ساتھ آپ کے کلام میں جلوہ گر ہیں مگر صد حیف ایسے عظیم اور بلند پایہ شاعر کا نعتیہ دیوان مرتب نہ ہو سکا تلاش بسیار کے بعد آپ کے چند کلام مل پائے ہیں جس سے آپ کے تخیل کی بلند پروازی، نازک خیالی اور عشق وعرفان کا پتہ چلتا ہے، چند اشعار قارئین کی نذر ہیں:

تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جاں فزاں تم ہو

○

کبھی تو چمکے گا نجم قسمت ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی مہر ادھر خوش خرام ہوگا

ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر وہ پیاسوں کو جام دیں گے
صراط ومیزان وحوض کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا

کہیں وہ جلتے بجھاتے ہوں گے کہیں وہ روتے ہنساتے ہوں گے
وہ پائے نازک پہ دوڑ نا اور بعید ہر ایک مقام ہوگا

اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، آنکھیں بند، لب پر میرے درود وسلام ہوگا

○

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو

پی کے پلا کے میکشو ہم کو بچی کھچی ہی دُو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام دو

وحشی ہے ایک دِل مرا زلف سیاہ خام کا
بندش عشق سخت تر صید ہے ایک دام دو

ان کی جبیں نار پر زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدین صبح و شام دو

ایک نگاہ ناز پر سیکڑوں جام ہے نثار
گردش چشم مست سے ہم نے پیئے ہیں جام دو

○

عشق نے چھوڑی پھلجھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتش گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

شوق کی چیرہ دستیاں دِل کی اڑائیں دھجیاں
وحشت عشق کا سماں دامن تار تار میں

بجلی سی ایک تڑپ گئی خرمن ہوش اڑ گیا
برق شرار بار تھی جلوۂ نور یار میں

تم ہو حبیب کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشن روزگار میں

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دلگدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دلفگار میں

گردش چشم ناز سے حامدؔ مئے گسار مست
رنگ سرور و کیف ہے چشم خمار دار میں

تاریخ گوئی

فن شاعری میں تاریخ گوئی ایک اہم اور مشکل صنف ہے، لیکن حضور حجۃ الاسلام کو اس میں بھی خاصہ دسترس حاصل تھی، حضرت علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی فرماتے ہیں:

''تاریخ گوئی بہت ہی مشکل فن ہے۔ اس فن میں بھی حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا کی نیابت حاصل تھی، الفاظ و معانی پر استحضار کا یہ عالم تھا کہ ادھر الفاظ مسموع ہوئے اور ادھر اعداد سامنے آ گئے۔ اس کا مظاہرہ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں بلا تکلف ہوا، کتابوں کے نام ہوں یا اشعار، جملے ہوں یا واقعات! ہر مقام پر بامعنی برمحل کتاب اور واقعات کے عنوان کے مطابق آپ کی برجستہ تاریخ گوئی آپ کی فنی مہارت پہ شاہد عدل ہے۔

آپ نے ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعائے کاذب سے متعلق سوال پر ایک مبسوط جواب تحریر فرمایا اور اسے تاریخی ''نام الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' سے مسمّٰی کیا، اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۳ ر سال کی تھی۔'' (تذکرۂ جمیل)

۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا عبدالکریم درس قدس سرہ کا وصال ہوا تو حجۃ الاسلام نے درج ذیل تاریخیں کہیں:

تواریخ وصال ---------------------------- ۱۳۴۴ھ

حضرت مولانا وبکل مجد اولیٰنا ------------------ ۱۳۴۴ھ

مولانا القرشی الصدیقی الکرانچوی ---------------- ۱۳۴۴ھ

رحمۃ اللہ المولیٰ تعالیٰ برحمۃ واسعہ ---------------- ۱۳۴۴ھ

الشھداء عند ربھم لھم اجر لعم ونورھم ------------- ۱۳۴۴ھ

ادخلواخالدین بھا ---------------------------- ۱۳۴۴ھ

نمقہ العبد ابحانی حامد رضا -------------------- ۱۳۴۴ھ

النوری رضوی ------------------------------ ۱۳۴۴ھ

اور فارسی میں یہ اشعار بھی یادگار چھوڑیں:

درس عبدالکریم عبدالکریم ------------------------ کرد جان خودش بحق تسلیم

موت العالم لمیۃ العالم ---------------------------- تلمۂ دین احمدِ بے مسیم

روح الرواح وسقاہ ------------------------------ زاب کوثر وجعفر وتسنیم

درس وعظ حمایت سنت -------------------------- رد بدعت وطرفہ اہل جحیم

امر معروف ونہی عن المنکر ------------------------ کار او بود در حیات کریم

درس دین بنی بکو حامد -------------------------- ختم شد در کراچی والتسلیم

------------------------ ۱۳۴۴ھ ------------------------

اسی طرح جب جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی ظہور الحسین صاحب کا وصال ہوا تو آپ نے درج ذیل تاریخیں کہیں:

تاج المحققین سراج المدقیقین.................................. ۱۳۴۲ھ

اولیٰ جناب ظہور حسین.. ۱۳۴۲ھ

تاریخ وصلہ.. ۱۳۴۲ھ

اور ساتھ ہی عربی میں ایک شاہکار منظوم تعزیت نامہ تحریر فرما کر آخری مصرعہ میں یہ تاریخی شعر رقم فرمایا:

حاک ارخ الوصل یا حامد رضا

آیۂ رضوان ادخلواھا خالدین

۱۳------ھ------۴۲

جب بریلی شریف جنکشن پر ''نوری مسجد'' بن کر تیار ہوئی تو بعض احباب کے اصرار پر حجۃ الاسلام نے درج ذیل تاریخی قطعات فی البدیہہ عربی میں ارشاد فرمائے:

انما یعمر مسجد من ------------------------ امن بالالہ والاخریٰ

من بناہ بنی لہ اللہ ---------------------------- بیتاد ربجنت الماویٰ

شکر اللہ سعی، تیمہ ---------------- عمر حامد رضا شفیق و رضا

بخ لعمری بناۃ الشمخ-----------------ارخلہ اسلہ فایہ نجل و رضا

قلت سبحان ربی الاعلیٰ-----------------مسجد اسس علیٰ تقویٰ

---------------------------۱۳۲۹ھ---------------------------

جب خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بنیاد رکھی تو برجستہ یہ تاریخی مادہ آپ کی زبان حق ترجمان پر مچل اٹھا۔

خانقاہ قادریہ مبارکہ ------------------------------------ ۱۳۴۵ھ

بارہا ایسا دیکھا گیا کہ حضور حجۃ الاسلام ذکر واذکار میں مشغول ہوتے یا وضو فرما رہے ہوتے اچانک کوئی جملہ ارشاد فرما دیتے اور دیکھا جاتا تو وہی جملہ اپنے اندر تاریخ کا موتی چھپائے ہوئے ہوتا، چنانچہ ایک بار وضو فرما رہے تھے کہ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ کی دیوبندی مناظر پر فتح ونصرت کی خبر ملی تو برجستہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''قدند منظور''۱۳۵۴ھ---تحقیق بھاگا منظور''---''دق دن منظور''۱۳۵۴ھ---منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا''

غور کیا گیا تو یہی جملے تاریخی مادے بن چکے تھے۔

شہزادۂ اکبر مفسر اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قدس سرہ العزیز کے عقد مسنون کے موقع پر جو منظوم دعوت نامہ جاری فرمایا، اس میں بھی آپ کے فن تاریخ دانی کے جواہر پارے نظر آتے ہیں، ملاحظہ ہو:

تہنیت شادی بلطف الٰہی-----------------------جشن شادی ابراہیم رضا

۱۳۴۷ھ-- ۱۹۲۸ء

حجۃ الاسلام نے اپنے والد گرامی وقار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے وصال پر حزن وملال پر کئی تاریخی مادے ارشاد فرمائے جو بلاشبہ فن تاریخ گوئی کے شاہکار ہیں۔

نور اللہ جرتح-------------شیخ الاسلام والمسلمین-------------رضی اللہ الحق عنہ

۴۰......ھ.....۱۳------------۴۰......ھ.....۱۳------------۴۰......ھ.....۱۳

امام ھدایۃ السنۃ الحاج احمدرضا----الھادالبریلوی القادری البرکاتی

۴۰......ھ......۱۳------------------------------------۴۰......ھ......۱۳

ھم اولیاء تحت قبائی لایعرف غیری -----------راح شیخ الکل فی کل

۴۰......ھ......۱۳------------------------------------۴۰......ھ......۱۳

راز دار راز رازی سید وسّر وسّری--------------مولوی ومعنوی قرآن زبانت مادری

۴۰......ھ......۱۳------------------------------------۴۰......ھ......۱۳

ایک بار کا واقعہ ہے کہ دار العلوم اشرفیہ میں حضور حجۃ الاسلام کے ورود مسعود کے موقع پر حضرت قاری مصلح الدین صاحب صدیقی نے آپ کی خدمت میں استقبالیہ پیش کیا، حجۃ الاسلام نے برجستہ فرمایا کہ اس نظم میں اگر اس لفظ کے بجائے یہ لفظ رکھ دیا جاتا تو تاریخ بھی ہوجاتی اور وزن شعری بھی برقرار رہتا۔ (تذکرۂ جمیل، ص۱۷۱)

امام احمد رضا کے وہ اذکار واشغال، اوراد ووظائف جن سے غلامان قادریت ورضویت استفادہ کرکے اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں، حضور حجۃ الاسلام نے اس درِّ مکنون اور سرِّ مخزون کو مرتب کرکے ''الوظیفۃ الکریمۃ-۱۳۳۸ھ'' کے تاریخی نام سے شائع فرمایا: (ایضاً، ص۱۷۰)

بقیہ ص ۵۱/ پر

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

ظلم اور اس کا انجام

دنیا میں جب بھی ظلم وستم اور جبر واستبداد کا رویہ اختیار کیا گیا اور جب بھی طاقت کے نشے میں اس حقیقت کو فراموش کیا گیا کہ اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق ومالک ہے، جو ظلم وستم اور زیادتی کرنے والوں کو کسی طور پر پسند نہیں فرماتا اور وہ جب چاہے ظالموں کو آنِ واحد میں اپنے غضب سے نشانۂ عبرت بنا سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب جب ایسا ہوا، بڑے دردناک اور بھیانک نتائج دیکھنے کو ملے، قومِ نُوح، قومِ ابراہیم، اصحابِ مدین اور عاد وثمود کی سرکشی اور ان کے عبرتناک انجام کو خود اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا:

''اَلَمۡ یَاۡتِہِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ وَقَوۡمِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَالۡمُؤۡتَفِکٰتِ اَتَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظۡلِمَہُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ۔ (۱) کیا انہیں اپنوں سے اگلوں کی خبر نہ آئی؟! نُوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں جو اُلٹ دی گئیں، ان کے رسول رَوشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔''

حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ اللَهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْه۔ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ پکڑتا ہے تو بچ کر نکل نہیں پاتا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

''وَکَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَہِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ۔ (۲) ایسے ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے، جب وہ ظالم بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے، یقیناً اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔''

اس کے باوجود بھی سرکش انسان اگر اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ سمجھے اور اپنے سے پہلی قوموں کے بھیانک انجام سے عبرت حاصل نہ کرے، تو بہت جلد خود وہ شخص دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے اور ظالموں کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔

ظلم کی ممانعت

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، اس ارض وسما کا وہ تنہا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ جو چاہے کرے، کوئی اس کو روکنے ٹوکنے والا نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنی ذات والا سے ظلم کی نفی فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا۔ (۳) یقیناً اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں فرماتا۔''

لیکن ظلم وزیادتی کرنے والوں کو اُن کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا:

''وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡہِ نَارًا وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا۔ (۴) جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔''

اسی طرح ایک حدیث قدسی میں ہے، کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً، فَلَا تَظَالَمُوا۔ (۵) اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔''

*مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

علّامہ ماذری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے؛ کیونکہ مقرّرہ حدود سے تجاوُز کرنے کو ظلم کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں جو اس کے لیے حدود مقرّر کر سکے۔(٦)

ظلم کا معنی

انسان کے ظلم کرنے سے مراد کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر رکھنا، حد سے تجاوُز کرنا، ناحق قتل کرنا، گالی دینا، بُرا بھلا کہنا، کسی کو تکلیف دینا یا کسی کا حق ادا نہ کرنا۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی ارشاد فرماتے ہیں کہ ظلم کے تین 3 معنی ہیں: (1) کسی کا حق مارنا، (2) کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، (3) اور کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کسی پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتے۔ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے۔(٧)

ظلم کی چاہے کوئی بھی قسم اور صورت ہو، بہر حال وہ حرام و ممنوع اور اللہ کے غضب کو للکارنے کے مترادِف ہے، ہمیں چاہیے کہ ظلم کی ہر صورت سے بچیں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیں، رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً۔ اپنے بھائی کی مدد کرو! چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسولَ اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ۔(٨) اس کا ہاتھ پکڑ لو، یعنی اسے ظلم کرنے سے روک لو۔''

ظالم کی حمایت کرنے والوں کی سزا

ظالموں کی مدد و حمایت کرنے والے بھی اس گناہ میں شریک ہیں، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔(٩) ظالموں کی طرف نہ جھکو؛ کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔''

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی ارشاد فرماتے ہیں کہ ظلم پر مدد (اور حمایت) کرنے کی کئی صورتیں ہیں: (1) ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا، (2) ان کے ظلم پر مبنی قانون کو رائج کرنا، (3) ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا، (4) ان کے ظلم کی حمایت کرنا، یہ کہنا کہ یہ اَحکام حق ہیں۔ غرض کہ اس میں بہت وسعت ہے۔(١٠)

ظلم کا انجام

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''لَوْأَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ، لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ۔(١١) اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں، تو اللہ ان سب کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔''

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ ہی سے ایک اَور روایت میں ہے، کہ مصطفی جانِ رحمت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے استفسار فرمایا:

''أَتَدْرُونَ مَا الْمُفلِسُ؟ کیا تم جانتے ہو کہ مفلِس کون ہے؟''

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ جس کے پاس دراہم و سامان نہ ہو وہ مفلس ہے، ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْمُفلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔(١٢) میری امّت میں مفلِس وہ ہے، جو قیامت کے روز نماز، روزے اور زکات لے کر آئے گا اور یُوں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، لہٰذا اس کی نیکیوں میں سے کچھ کسی ایک مظلوم کو دے دی جائیں گی، کچھ دوسرے مظلوم کو پھر اس کے ذمّہ جو حقوق

تھے، اگر اُن کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اُن مظلوموں کی خطائیں لے کر اُس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔''

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں کسی کے تقریباً تین 3 پیسے دَین (قرض) دبالے گا، بروزِ قیامت اس کے بدلے سات سو 700 باجماعت نمازیں دینی پڑ جائیں گی۔(۱۳)

غیر مسلموں پر ظلم کی ممانعت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ ایک عالمگیر، آفاقی اور تا قیامت رہنے والا دین ہے، اس لیے اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق چھوٹے بڑے اُمور کو بالتفصیل بیان کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے ساتھ ساتھ، اپنے ملک میں رہنے والی اَقلیتوں کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھا ہے اور انہیں بھی ان کے حقوق اور تحفظ کی ضمانت دی ہے، دینِ اسلام میں جس طرح کسی عام مسلمان شہری کے ساتھ بلا ضرورتِ شرعیہ، ظلم و زیادتی کرنا ناجائز و حرام ہے، اسی طرح کسی غیر مسلم ذمّی پر بھی ظلم و ستم کرنا حرام ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِداً، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئاً بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۱۴) خبردار! جو شخص کسی ذِمّی (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں ماتحت ہو کر رہتا ہو) پر ظلم و زیادتی کرے گا، یا اس کے حق میں کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے گا، یا اس کی کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے گا، تو اس ذِمّی کی طرف سے اُس (ظلم و زیادتی کرنے والے) شخص کے ساتھ خصومت (جھگڑا) کرنے والا میں خود ہوں گا۔''

تصویر کا دوسرا رُخ

آج ہمارے مسلمان بھائی پوری دنیا میں ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، اس کے باوجود ہم مسلمان اپنے ملک میں رہنے والی کسی بھی اَقلیت کو ناحق مُوردِ اِلزام ٹھہرا کر، اپنے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بناتے، جبکہ یہود و نصاریٰ اور ہُنود کے ہاں مُعاملہ اس کے برعکس ہے، وہاں مسلمانوں کے ساتھ جس طرح ناروا سُلوک کیا جاتا ہے، انہیں بے گناہ قتل کیا جاتا ہے، ان کی عصمت مآب خواتین کی آبرُو ریزی کی جاتی ہے، ان کے گھر بار اور کاروبار کو نذرِ آتش کیا جاتا ہے، اس سے ساری دنیا واقف ہے، اس کے باوجود سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، کوئی اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرتا، کوئی اس کا مُعاشی بائیکاٹ نہیں کرتا، آخر کیوں؟؛ اس لیے کہ سارے کے سارے کفّار مسلمانوں کے خلاف ملّتِ واحدہ ہیں، لہٰذا آج ان سے کسی خیر کی توقع رکھنا فضول ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! جو بھی کرنا ہے تمہیں خود ہی کرنا ہے، اَغیار کی طرف دیکھنا چھوڑ دو! بلکہ اپنے اندر ظلم و جبر کے خلاف ڈَٹ جانے کی ہمّت پیدا کرو! ظلم و بربریت کے خلاف قانونی آواز بلند کرو، بزرگو و دوستو! بعض لوگ صرف ظلم دیکھتے اور سہتے ہیں، مگر اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے، یہ ہرگز کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں، غلبہ حق کے لیے ظلم کے خلاف جد و جہد اور امامِ عالی مقام نواسہ رسول کا کردار ہمارے سامنے ہے، انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے، قیامت تک کے لیے ظالموں کے چہروں سے نقاب اتار دیا، لہٰذا جو مظلوم کا ساتھی ہے، گویا وہ امام حسین کا ساتھی ہے اور جو ظالم کا طرفدار ہے، گویا وہ یزید کا پیروکار ہے۔

قومِ مسلم کے خلاف کفّار کا وحشیانہ طرزِ عمل

برادرانِ ملّت! ہر دَور میں اپنے مذہبی اور عالمی قوانین کو روند کر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والوں کی بھی کبھی کمی نہیں رہی، چند شر پسند عناصر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے، جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر، ہر حد کو پامال کرتے نظر آتے ہیں، کشمیر، برما، شام اور فلسطین کی مثال آپ کے سامنے ہے، وہ کونسا ظلم و ستم ہے جو وہاں بسنے والے مظلوم مسلمانوں پر نہیں ڈھایا جا رہا؟! مسلمان نوجوانوں کا دن دہاڑے قتلِ عام کیا جا رہا ہے، بچوں کو یتیم کیا جا رہا ہے، ان کی نسل کُشی کی جا رہی ہے، خواتین کی عصمت دری کی جا رہی ہے، انہیں وطن بدر کیا جا رہا ہے، ان کی اکثریت کو اَقلیت

میں بدلنے کی مذموم کوشش کی جا رہا ہے، وہاں کرفیو لگا کر، کھانے پینے کی اشیا تک رسائی بھی مشکل بنا دی گئی ہے، تمام ذرائعِ اِبلاغ کی بندش کے ذریعے دنیا کو وہاں کے حالات سے بے خبر رکھا جا رہا ہے، لیکن اس کے باوجود اَقوامِ متّحدہ، او آئی سی اور انسانی حقوق کے تمام عالمی ادارے خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، اُن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔

حرفِ آخر

آج مشرق سے مغرب تک امّت مسلمہ کے خلاف، ایک میدانِ کربلا برپا ہے، ضرورت اس امر کی ہے، کہ حسینی کردار کے ذریعے ظلم وستم کا خاتمہ کیا جائے، اسلام کا حقیقی عادلانہ نظام رائج کیا جائے؛ تاکہ مُعاشرہ امن کا گھوارہ بنے۔ ہمارے حکمران اور علما و مشائخ بھی اپنی اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں اور حالات کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالیں، اور قومی دھارے میں رہتے ہوئے حکمت اور جرأت کے ساتھ اپنا کردار ادا کریں۔

نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کردار اور جدوجہد ہی کے ذریعے، رہتی دنیا تک یہ پیغام چھوڑا کہ باطل قوتوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے اور ظلم و ناانصافی کے خلاف ڈَٹ جانا چاہیے، چاہے اس کے لیے کتنی ہی اور کیسی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔

یاد رکھیے! ناحق کسی کے ساتھ زیادتی کرنا اور اس کے جان ومال یا عزّت وآبرو پر حملہ کرنا ظلم ہے، جو حرام اور انتہائی قابلِ مذمّت فعل ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب، خطے یا سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے پر ہو، عالَم اسلام کے مظلوم مسلمان ہی نہیں، بلکہ دنیا بھر میں بسنے والے تمام انسان ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں، دنیا میں کہیں بھی کسی پر ظلم ہو رہا ہو، تو ہمیں چاہیے کہ اسے روکنے کی بھرپور کوشش کریں، بامر مجبوری فزیکلی طور پر اگر ہم اُن کی مدد نہیں کر سکتے، تو کم ازکم ان پر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف صدائے احتجاج تو ضرور بلند کرنی چاہیے۔

اے اللہ! دنیا بھر میں مسلمانوں پر جہاں جہاں ظلم وستم ہو رہا ہے، تو اُن کی مدد فرما، انہیں کفّار کے مظالم سے نجات عطا فرما، بالخصوص کشمیر و فلسطین پر ظلم ڈھانے والوں کو نیست ونابود فرما، ہمیں توفیق دے اور اس قابل بنا کہ ہم ظالم کا ہاتھ روک سکیں اور مظلوم کی مدد کر سکیں, الٰہی! تمام مسلمانوں کی جان، مال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، جن مصائب وآلام کا انہیں سامنا ہے، ان سے نجات عطا فرما، ہمارے وطن عزیز کو اندرونی وبیرونی خطرات وسازشوں سے محفوظ فرما، ہر قسم کی دہشت گردی، فتنہ وفساد، خونریزی وقتل وغارتگری، لُوٹ مار اور تمام حادثات سے ہم سب کی حفاظت فرما، اس مملکت خداداد کے نظام کو سنوارنے کے لیے ہمارے حکمرانوں کو دینی وسیاسی فہم وبصیرت عطا فرما کر، اِخلاص کے ساتھ ملک وقوم کی خدمت کی توفیق عطا فرما، ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سچی اِطاعت کی توفیق عطا فرما۔

اپنے حبیبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے، قرآن وسنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابۂ کرام کی سچی محبت اور اِخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفیٰ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیاری دعاؤں سے ہمیں وافَر حصّہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پسندیدہ بندہ بنا، اے اللہ! تمام مسلمانوں پر اپنے رحمت فرما، سب کی حفاظت فرما اور ہم سب سے وہ کام لے جس میں تیری رِضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یاربّ العالمین، وصلّی اللہ تعالی علی خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ونبيّنا وحبيبنا وقرّة أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، و الحمد لله ربّ العالمين۔

حواجات: (۱) پ۱۰، التوبة: ۷۰۔ (۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، ر:4686، ص807۔ (۳) پ۱۱، یونس: ٤٤۔ (۴) پ۵، النساء: ۳۰۔ (۵) صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ر: ٦٥٧٢، ص١١٢٨۔ (٦) المعلم بفوائد مسلم، کتاب البرّ والصلة، تحت ر:1183، ۳/ ۲۹۰۔ (۷) مرآة المناجیح، کتاب الآداب، ظلم کا بیان، پہلی فصل، 6/ 521۔ (۸) صحیح البخاري، کتاب المظالم، ر: ٢٤٤٤، ص٣٩٤۔ (۹) پ۱۲، ود: ۱۱۳۔ (۱۰) مرآة المناجیح، حاکم اور قاضی بننے کا بیان، دوسری فصل، 5/ 417، بتصرفٍ۔ (۱۱) سنن الترمذی، باب الحکم في الدماء، ر: ١٣٩٨، ص339۔ (۱۲) صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ر: ٦٥٧٩، ص١١٢٩، ١١٣٠۔ (۱۳) فتاویٰ رضویہ، کتاب المداینات، تقریباً تین 3.. الخ، 17/ 281، بحوالہ درِّ مختار وغیرہ (۱۴) سنن أبي داود، کتاب الخراج، ر: ٣٠٥٢، ص٤٤٧۔

◆◆◆

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

خوش رہنے کے کچھ رہنما اصول

بھری محفل میں کسی نے ایک عورت سے پوچھا کہ کیا آپ کا شوہر آپ کو خوش رکھتا ہے؟ محفل میں سناٹا چھا گیا، اس کا شوہر پر اعتماد تھا کہ اس کی بیوی مثبت جواب دے گی؛ کیوں کہ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی بیوی نے کبھی بھی پریشانی و دل شکنی کا شکوہ نہیں کیا تھا، لیکن بیوی کے جواب نے پارٹی میں موجود تمام افراد کو حیران کر دیا اس نے کہا کہ نہیں! میرا شوہر مجھ کو خوش نہیں رکھتا! جواب سن کر شوہر کو شدید دھچکا لگا کہ ہمیشہ خوش رہنے والی بیوی نے یہ غیر متوقع جواب کیسے دے دیا! محفل میں موجود سبھی لوگ سراپا حیرت بنے، کبھی شوہر کو دیکھتے تو کبھی بیوی کو تکتے، بیوی نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ہوئے کہا کہ: آپ لوگ حیران نہ ہوں! کیوں کہ مجھ کو خوش رکھنا میرے شوہر کی ذمہ داری ہے ہی نہیں، جب ان کی ذمہ داری ہی نہیں ہے تو پھر ان کا کوئی قصور بھی نہیں ہے پھر اس نے کہا کہ میری خوشی کا دارومدار میرے شوہر پر نہیں، مجھ پر ہے۔

یہ میرا اپنا فیصلہ ہے، قطع نظر اس کے کہ، میرا شوہر میرے ساتھ کیسا برتاؤ کر رہا ہے، مجھ کو زندگی میں کن حالات سے گزرنا پڑتا ہے! اور اگر حماقت سے اگر میں میری خوشی کا کنٹرول کسی اور کے ہاتھ میں دے دیتی ہوں اور وہ میری توقعات پر پورا نہیں اتر پاتے تو یقینا مجھ کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا جس کی ذمہ دار میں خود گردانی جاؤں گی، پھر اس نے کہا کہ ہماری زندگی میں مسلسل حالات بدلتے رہتے ہیں، ہماری صحت میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں، ہمارے محبتیں بدلتی رہتیں ہیں غرض یہ کہ دنیا بھر میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن یاد رکھنا! میری خوشی کا تعلق خارجی حالات سے نہیں ہے۔

خوش رہنے کا فیصلہ میں نے خود کیا ہے کہ میں نے ہمیشہ اور ہر حال میں خوش رہنا ہے، کیوں کہ قدرت نے میری خوشیوں کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں دے رکھی ہے؛ اور میرا حال یہ ہے کہ میں نے چھوٹی چھوٹی چیزوں میں خوشیاں تلاش کر کر کے دل میں موجود خوشی کی کیفیت کو ثابت رکھنے کی ایسی مشق کر لی ہے کہ اب مجھ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کہ خارج میں حالات کیسے ہیں! میرے پاس بڑا گھر ہے یا چھوٹا، آمدنی زیادہ ہے یا کم، اکیلی ہوں یا فیملی کے ساتھ، مزید اس نے کہا کہ کل میں سنگل تھی تب بھی خوش تھی۔

آج شادی شدہ ہوں تب بھی خوش ہوں، کیوں کہ خوش رہنے کا فیصلہ میں پہلے سے کر چکی ہوں اور خود کو خوش رکھنا میں اپنی ذمہ داری سمجھتی ہوں اور جہاں تک میرے شوہر کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں مجھ سے محبت کرتے ہیں اور حتی المقدور خوشیوں کے اسباب بھی مہیا کرتے ہیں، اس حکایت سے ہمیں سبق یہ ملتا ہے کہ ہمیں اپنی خوشی کا ''ریموٹ'' کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے کیوں کہ اپنی خوشیوں کا سبب دوسروں کو سمجھنا گویا فکری طور پر غلامی قبول کرنا ہے، جس طرح ہم خود کسی کی غلامی قبول نہیں کرنا چاہتے تو اپنی خوشیوں کو دوسروں کی غلامی میں کیسے دے سکتے ہیں، اس لیے اپنی خوشی کی باگ ڈور کسی کے ہاتھ میں مت دیجیے ممکن ہے کہ وہ آپ کی ڈور پکڑ کر ساری زندگی پتنگ کی طرح آپ کو ادھر ادھر گھماتا ہی رہے، اس لیے بہت ضروری ہے کہ آپ اپنے اندر ہی خوش رہنے کا ہنر ڈولپ کریں۔

ایک شخص کو بہت بڑا ایوارڈ ملنے جا رہا تھا، اس لیے حسب روایت کئی اینکرز اس کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کو اپنے اس شعبے کا منفرد و نمایاں ایوارڈ ملنے جا رہا ہے جو بلا کسی ریب، آپ کی زندگی کا سب سے خوش گوار اور حسین ترین لمحہ ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ اس کے علاوہ آپ کی زندگی میں ایسے کتنے لمحات آئے ہیں کہ آپ آج کی طرح یا اس سے بھی زیادہ خوش ہوئے ہوں؟ تو اس دانا شخص نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ جان لو کہ آج اس ایوارڈ کا ملنا میری زندگی کا سب سے خوبصورت اور حسین لمحہ نہیں ہے، کیوں کہ میری زندگی میں تو اس طرح کے یا اس سے بھی زیادہ خوشی کے لمحات آتے رہتے ہیں ان اینکرز نے تعجب سے پوچھا کہ ایسے حسین لمحات تو کسی کسی کی زندگی میں وہ بھی کبھی کبھی آتے ہیں اور آپ ہیں! جولا ابالی سے فرمائے جارہے ہیں کہ ایسے موقعے تو بار بار آتے ہی رہتے ہیں، ہمیں بھی بتائیں کہ آخر وہ کون سے لمحات ہیں جن میں آپ کی خوشی کی ایسی شاندار ہریالی پنہاں ہے، اس نے کہا کہ بس معمولی سی بات ہے اور وہ یہ کہ جب میں صبح سویرے بیدار ہوکر اپنی چلتی ہوئی سانسوں کو محسوس کرتا ہوں اور اپنے وجود کی رعنائیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھ کو ایک نئے دن کی شروعات کرنے پر اور نئی زندگی میں قدم رکھنے پر ایسی خوشی ملتی ہے کہ میں بیاں کرنے سے عاجز ہوں اور وہ لمحہ میرے لیے اس لمحے سے بہتر و حسین ہوتا ہے تو یقیناً یہ چیز بہت بڑی نعمت ہے کہ ہمارے رب نے ایک بار پھر ہمیں زندگی میں کچھ کر گزرنے کا موقع دیا ہے، ایک بار پھر سنبھل جانے کا گولڈن چانس دیا ہے، اس پر ہمیں شکر کرنا چاہیے اور خوش رہنا چاہیے۔

اصلی خوشی کا تعلق آپ کی سوچ کے ساتھ ہے، آپ نے اگر اپنی خوشی کو سونے چاندی کے حصول پر منحصر کر رکھا ہے تب تو آپ کو خوشی اس وقت نصیب ہوگی جب یہ چیزیں آپ کو حاصل ہوجائیں لیکن اس کے برعکس اگر آپ نے کفایت شعاری کو اپنایا اور قناعت اختیاری کی تو صرف دو وقت کی روٹی ہی آپ کی خوشی محسوس کرواسکتی ہے اور ہفتوں کی فاقہ کشی بھی آپ کے لیے غم کا سبب نہیں بن سکتی "پسند ناپسند" نیز جو چیز آپ کو پسند آرہی ہے اس کو حاصل کرنا شروع کردیں، یعنی اس کے حصول میں سرگرم عمل ہوجائیں اور جد جہد کی ایک مثال قائم کردیں، یا جو حاصل چیزیں ہیں ان پر قناعت کا ذہن بنانا شروع کریں اور ان حاصل شدہ اشیا کو پسند کرنا شروع کردیں یعنی اپنے اندر شکر گزاری کا مزاج پیدا کردیں آپ یقیناً اپنی زندگی میں خوشی محسوس کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

المیہ یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنی خوشی کا اظہار ہی لوگوں کو جلانے کے لیے کرتے ہیں لیکن یاد رکھیں! لوگ جلیں نہ جلیں آپ کی خوشی جل کر ضرور نذر غم والم ہوجائے گی، اس لیے زندگی میں جب بھی آپ کو کوئی خوشی نصیب ہو تو بجائے لوگوں کو جلانے، ان کو خوش کرنے کا ذہن بنائیے، یقیناً آپ کی خوشی کو دوام حاصل ہوگا، اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ: اگر خوشی حاصل کرنی ہے تو خوشیاں بانٹنے کا مزاج پیدا کیجیے حال میں رہنا سیکھیے، بعض حضرات ماضی کی غلامی میں جکڑے ہوتے ہیں تو بعض مستقبل میں چھلانگ لگانے کی پلاننگ بنارہے ہوتے ہیں، نتیجہ دونوں کا غم وخوف کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، اس لیے اپنے حال پر رحم کھاتے ہوئے حال کو غنیمت جانیے اور حالات کو بدلنے کی سعی کیجیے۔

مثبت سوچ

ہر چیز کے کچھ مثبت پہلو ہوتے ہیں تو کچھ منفی اگر آپ کسی چیز میں منفی پہلو نکالنے کے بجائے مثبت پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقیناً، آپ ایک کامیاب انسان ہیں اور یہی چیز آپ کو غم واندوہ سے چھٹکارا دلانے والی بھی ہے ایک مثال لیجیے! آپ سڑک عبور کر رہے ہیں جیسے ہی درمیان میں پہنچے، اچانک ایک تیز رفتاری سے چلتی ہوئی گاڑی نمودار ہوئی اور بے ساختہ آپ کی طرف آرہی ہے آپ زور سے چیخے، ڈرائیور ماہر تھا، بالکل قریب آکر گاڑی کو بمشکل کنٹرول کرلیا، اب آپ اس وقت کیا کریں گے؟ آپ کے پاس دو پہلو ہیں، منفی اور مثبت، منفی پہلو یہ کہ آپ ڈرائیور سے جھگڑا شروع کردیں، جزع فزع شروع کردیں لیکن مثبت پہلو یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے ڈرائیور صاحب کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے بروقت گاڑی کنٹرول کی اور آپ زندہ بچے! پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوجائیں کہ مولیٰ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھ کو اس ناگہانی موت سے چھٹکارا دے کر ایک اور موقع عنایت فرمایا۔

بس اسی طرح آپ اپنی زندگی کے ہر واقعہ بقیہ ص ۱۹ / پر

اسلامیات

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *

شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر قربان ہونا تو کوئی صدیق اکبر سے سیکھے

وہ مقدس گروہ جنھوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کی اور حالت ایمان میں اس دنیا سے تشریف لے گئے انہیں ''صحابہ'' کہتے ہیں، جان، مال اور اولاد سے محبّت انسان کا فطری تقاضا ہے، مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق ومحبت میں اس درجہ سرشار تھے، کہ وہ ہمہ وقت ہر چیز سرکار پر قربان کرنے کے لیے پیش پیش رہتے تھے، بارگاہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ مقدس صحابہ ایسے کامل واکمل ہوئے کہ ہمارے ہادی بن گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے سارے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں جن کی بھی پیروی کروگے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سارے صحابہ بڑی شان وعظمت والے ہیں، ان میں سب سے افضل امیر المومنین خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ نے اپنے کردار کے ذریعے امت مسلمہ کو حضور پر قربان ہونے کا سلیقہ سکھایا، نیز یہ پیغام دیا کہ حضور کی محبت ہی سب کچھ ہے ورنہ سب بیکار ہے، آپ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں، نص قرآنی سے آپ کی صحابیت ثابت ہے، جو آپ کی صحابیت کا منکر ہو وہ قرآن کریم کا منکر ہو کر خارج از اسلام ہوا۔ قرآن کریم میں آپ کی شان میں متعدد آیات نازل ہوئیں اور احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اظہار نبوت فرمایا اور لوگوں کو معبود حقیقی کی عبادت کا حکم ارشاد فرمایا تو ماننے والے مان گئے، گرچہ ان ماننے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، ان پر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی، مگر ان ماننے والوں کے قلوب و اذہان سے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہ نکالی گئی، عاشقِ رسول سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دولت ایمان سے مشرف ہوئے، امیہ بن خلف نے ظلم وتشدد کے ذریعے ہر چند کوشش کی کہ وہ اسلام ترک کردے، مگر واہ مؤذنوں کے امام! آپ کی استقامت کو کروڑوں سلام! آپ نے ظلم سہ کر ''احد احد'' کے نعرے لگائے اور ظالموں کو یہ پیغام دیا کہ کسی بھی حال میں اسلام چھوڑ نہیں سکتا، امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، تو آپ نے انہیں بھاری قیمت ادا کرکے آزاد فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔''
(ترجمہ کنزالایمان، سورۃ اللیل)

تفسیر: شان نزول؛ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید حضرت بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خرید کر آزاد کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کیا۔ (خزائن العرفان)

جب آقائے دو جہاں سید عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف 53 برس کی ہو چکی اور کفار و مشرکین کی طرف سے مسلسل ظلم و ستم جاری رہا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم رحمت عالم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا حکم ارشاد فرمایا، اس سفر میں آپ اپنے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیے قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

''اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ (اطمینان) اتارا اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(ترجمہ کنز الایمان پارہ 10 سورہ التوبہ آیت نمبر 40)

ہجرت کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ کفار نے اپنی مجلس شوریٰ میں طے کر لیا کہ آج رات تمام قبیلوں کا ایک ایک جوان حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرے اور جب آپ باہر نکلنے لگیں تو سب یکبارگی حملہ کر کے حضور کو شہید کر دیں، اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے حبیب! صدیق کو ساتھ لو اور آج مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جایئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا، صبح لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس ہیں ان کو پہنچا دینا اور پھر تم بھی مدینہ کا قصد کرنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو کفار محاصرہ کیے ہوئے تھے۔

سورہ یٰسین کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر ان پر دم کیا ان پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بخیر و عافیت ان کے نرغہ سے نکل کر حضرت صدیق کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ سے نکلے اور کوہ ثور کے ایک غار میں آ کر قیام فرمایا، اس کا منہ بہت تنگ تھا، صرف لیٹ کر ہی انسان اندر داخل ہو سکتا تھا، حضرت صدیق پہلے خود اندر گئے غار کو تمام خس و خاشاک سے صاف کیا، جتنے سوراخ تھے ان کو بند کیا ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ دی اور عرض کی کہ حضور! اندر قدم رنجہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، حضرت صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھا اور استراحت فرما ہو گئے، حضرت صدیق کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا بیتاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں۔ وہ حسن سرمدی وہ جمالِ حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا آج حضرت صدیق کے آغوش میں جلوہ فرما ہے، اے بخت حضرت صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشان قربان اور یہ قلب حزیں نثار!

اسی اثنا میں حضرت صدیق کی ایڑی میں سانپ نے ڈس دیا، زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجال کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے، اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی، پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی، اہل مکہ تلاش میں ادھر اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے، ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے، جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کفار کی ایک جماعت غار کے منہ پر کھڑی ہے، اپنے محبوب کو یوں خطرہ میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو یہ ہمیں پا لیں گے۔

حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوبکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو، نبی کی قوت یقین ملاحظہ ہو، یہ ہے توکل علی اللہ کا وہ مقام جو شان رسالت کے شایاں ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان وتسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اس کا ورود ہوا، جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہوگئی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک وہاں قیام فرما رہے، حضرت اسماء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی صاحبزادی آ کر کھانا پہنچا جاتیں، آپ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے اور آپ کا چرواہا عامر بن فہیرہ رات کو ریوڑ لے آتا تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنبہ کا ہر فرد بلکہ غلام تک اتنے مخلص اور قابل اعتماد تھے کہ کسی نے راز کو افشا نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ للچا سکا، کفار مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی جو سازش تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس موقع پر بھی بلند ہوگئی۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی قدس سرہ، نے مندرجہ بالا آیت کی طویل تفسیر رقم فرمائی ہے، یہاں مختصر تفسیر پیش کی جاتی ہے: مارِ غار پر یارِ غار غالب آیا، زہر نے اپنا اثر کرنا شروع کر دیا، تمام جسم میں سنسنی پھیلنے لگی آنکھوں سے اشک رواں ہوئے رخسارۂ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر گرے، مبارک آنکھیں کھول دیں، دیکھا صدیق رو رہے ہیں پوچھا کیا ہے عرض کیا ایک سانپ کئی بار کاٹ چکا ہے، فرمایا: کہاں؟ عرض کیا: پاؤں کے انگوٹھے میں، فرمایا: دکھاؤ! حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا دیا زہر ختم ہوگیا۔ مگر وفات کے وقت وہ ہی زہر لوٹا جس سے حضرت صدیق کی وفات یعنی شہادت ہوئی، یہ ہے فنافی الرسول کہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات خیبر والے زہر کے لوٹنے سے حضرت صدیق کی وفات غار والے زہر کے لوٹنے سے۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرت محمد بن ابوبکر کی اولاد میں ہیں ان کے پاؤں کے انگوٹھے پر سیاہ تل ہوتا ہے اور انہیں سانپ نہیں کاٹتا۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر کا یہ حال نہیں کیونکہ عبد الرحمٰن اس وقت پیدا ہو چکے تھے محمد بعد کو پیدا ہوئے۔ یہ اثر تا قیامت رہے اگر باپ صدیق ہے تو دائیں پاؤں میں ماں صدیقی ہے تو بائیں پاؤں میں اگر دونوں صدیقی ہیں تو دونوں پاؤں میں نشان ہوتا ہے فقیر نے مشاہدہ بھی کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غار میں بہت سخت پیاس لگی، پانی موجود نہ تھا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ، غار کے گوشہ میں پانی پی لو، یہ گئے تو وہاں پانی کا چشمہ دیکھا۔ جس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا برف کی طرح ٹھنڈا مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ نے خوب جی بھر کر پیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوثر کا چشمہ تھا، جو اے ابوبکر! تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھیجا بذریعہ نہر، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کفار کے چلے جانے کے بعد پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اگر یہ لوگ ہم کو اس وقت دیکھ لیتے تو ہم کہاں جاتے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہاں جاتے یہ کہہ کر غار کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ فرمایا، حضرت صدیق کی آنکھوں نے دیکھا وہاں سمندر کا کنارہ ہے جس میں کشتی لگی ہوئی ہے۔ (تفسیر نعیمی)

احادیث مبارکہ میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت فضائل مذکور ہیں، دو احادیث مبارکہ نذر قارئین ہیں، روایت ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا (غزوۂ تبوک کے موقع پر یہ حکم ہوا تھا) اتفاقاً اس وقت میرے پاس مال بہت تھا تو میں نے سوچا کہ اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر سے بڑھ سکا تو آج بڑھ جاؤں گا، (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گمان یہ تھا کہ صدقہ میں سبقت زیادتی مال سے ہوتی ہے اور مال تو میرے پاس زیادہ ہے لہٰذا میں ہی آج بڑھ جاؤں گا، مگر بعد میں پتہ لگا کہ صدقہ میں سبقت اخلاص کی زیادتی سے

ہوتی ہے، کثرت اور برکت میں فرق ہے) فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لایا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا کہ اتنا ہی اور حضرت ابوبکر سارا وہ مال لے آئے جوان کے پاس تھا (سارے مال کی خیرات حضرت صدیق اکبر کی خصوصیت ہے ان کی اور ان کے بال بچوں کی طرح متوکل نہ کوئی ہوگا نہ سارا مال خیرات کرے گا، ہم جیسوں کو بعض مال خیرات کرنے کا حکم ہے: انفقوا مما رزقنکم۔ مما کا من بعضیت کا ہے، اگر ہم سارا مال خیرات کر دیں تو اگر چہ ہم صبر کر جاویں مگر ہمارے بیوی بچے پیٹ پیٹ کر مر جاویں۔ خیال رہے کہ عابدوں کی نماز وزکوٰۃ اور ہے عاشقوں کی اور نوعیت کی، عارفوں کی اور طرح کی، عابدوں کی زکوٰۃ سال کے بعد چالیسواں حصہ عاشقوں کو زکوٰۃ اشارہ پاکر سارا مال، عابدوں کی نماز مسجدوں کے دیواروں کے سایہ میں، عاشقوں کی نماز تلواروں کے سایہ میں۔

اس جواب سے معلوم ہوا اللہ رسول کے نام پر خیرات اللہ رسول پر توکل شرک نہیں عین ایمان ہے، کیا پیارا جواب ہے کہ میں نے گھر والوں کے لیے اللہ رسول کو چھوڑا معلوم ہوا کہ اللہ رسول کافی ہیں) فرمایا: اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا رکھا؟ عرض کیا: کہ میں نے ان کے لیے اللہ رسول کو رکھا میں نے سوچا کہ میں کسی چیز کی طرف ان سے آگے نہ بڑھ سکوں گا (خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کل مال حضرت عمر کے آدھے مال سے مقدار میں کم تھا مگر درجہ میں بہت زیادہ تھا قبولیت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ (مرأۃ المناجیح، جلد ہشتم)

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ، میرے پاس جناب جبرئیل آئے میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی، (غالباً یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے یا کسی اور وقت کا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے داخلہ کے لیے جنت میں علاحدہ دروازہ بنایا گیا ہے، وہاں بھی امتیازی شان اس امت کی ہے یہ سب حضور کے صدقے سے ہے۔) جناب ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا، (سبحان اللہ! کیسی پیاری تمنا ہے یعنی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ دروازہ دیکھنے گئے تو کاش میں بھی حضور کے ساتھ ہوتا اور وہ دروازہ دیکھتا۔) حتّٰی کہ اسے دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم وہ شخص ہو جو میری امت میں سب سے پہلے جنت میں جائے گا، (یعنی اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس سے اعلیٰ درجہ رکھا ہے وہ یہ کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں جاؤ گے تمہارے بعد دوسرے لوگ۔

خیال رہے کہ سب سے پہلے جنت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جائیں گے، پھر سارے نبی، پھر حضور انور کی امت، پھر دوسرے نبیوں کی امتیں اور اس امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق تو لازم آیا کہ بعد انبیا سب سے پہلے جناب صدیق اکبر جنت میں جائیں گے، اس سے پتہ لگا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیا ساری مخلوق سے افضل ہیں بعد انبیا سب سے پہلے جنت میں داخلہ آپ ہی کا ہوگا۔)

نوٹ ضروری: جنت میں ساری مخلوق سے پہلے حضرت بلال جائیں گے اس طرح کہ حضور کے داخلہ کے وقت آگے آگے حضرت بلال ہوں گے ہٹو بچو کرتے ہوئے جیسے غلام شاہوں کے آگے چلتے ہیں خادمانہ شان سے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ اے بلال! تم کون سی نیکی کرتے ہو کہ میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی آہٹ اپنے آگے سنی وہاں وہ ہی آہٹ سنائی گئی جو قیامت کے بعد جنت کے داخلہ کے وقت حضور کے آگے آگے چلنے کی ہوگی مگر وہ خدمت گاری کی حیثیت ہے، جزاوالا داخلہ پہلے وہاں حضرت ابوبکر صدیق کو میسر ہوگا، لہٰذا احادیث میں تعامل نہیں، حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں یا حضرت آدم علیہ السلام پہلے وہاں رہ کر آئے ہیں مگر وہ داخلہ جزا کے لیے

نہیں۔ (مرأۃ المناجیح جلد ہشتم)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت کی ہے اور انہوں نے اپنے کردار وعمل سے ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا سکھایا ہے، آپ کی چار نسلیں شرف صحابیت سے مشرف ہیں، آپ اس امت کے سب سے بڑے متقی ہیں، آپ رفیق غار بھی ہیں اور رفیق مزار بھی۔ 63 سال کی عمر شریف 22 جمادی الثانی 13ھ میں آپ کا وصال ہوا، اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک پہلو میں آرام فرما ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

مرتبہ حضرت صدیق کا ہے یہ سید
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

◆◆◆

ص ۱۴ کا بقیہ

کو اس مثال پر قیاس کرتے جائیے اور مثبت پہلو نکالتے رہیے، ان شاء اللہ تعالیٰ عزوجل آپ ہمیشہ کی خوشی سے بہرہ ور ہوں گے، اپنے اندر خود اعتمادی کا ہنر پیدا کریں مستقبل مزاجی کو اپنی طبیعت کا ایک حصہ بنائیں، ہر حال میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کتابوں سے دوستی پیدا کریں، ان سب کا نچوڑ پوچھیے، تو رب تعالیٰ سے اپنی وابستگی کو مضبوط تر کیجیے۔

◆◆◆

ص ۳۱ کا بقیہ

والدہ صاحبہ کے مقاصد کے پورے ہونے کے دعا کرتا ہوں (ان کو) اپنی اولاد پر شفقت اور خاوند کی اطاعت ضروری ہے، اگر اس میں کوئی تکلیف ہو تو اسے بھی راحت سمجھنا چاہیئے۔"
(ایضاً: ۳۸/مکتوب: ۳۱)

ایک دوسرے مکتوب کے اس جملہ سے خودداری اور بے طمعی صاف نمایاں ہے:

"میں چراغ کندہ نہیں کر سکتا، میں اس کی دکانداری نہیں کرتا ہوں، نقش البتہ تحریر کر سکتا ہوں آپ کندہ کرالیں۔" (ص ۳۹)

حمایت حق اور اسی کی ترغیب دیتے ہوئے منشی مولیٰ بخش سیتاپور کو تحریر فرمایا:

"تمہاری حق کوشی سے بہت خوش ہوا، کسی کا ناحق حق لینا اچھا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ تم کو مکان اچھا دے گا۔" (ایضاً: ۴۰)

مزید تفصیل کے لیے خود مجموعہ مکاتیب کا مطالعہ کرنا چاہیے، یہ مجموعہ ایک سو چھیاسٹھ مکاتیب اور اٹھانوے صفحات پر مشتمل ہے، جسے حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے مطبع صبح صادق پریس سیتاپور میں طبع کرا کے دار الاشاعت برکاتی خانقاہ برکاتیہ سے شائع کیا، حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہجی میاں قدس سرہ العزیز کے یہ گراں قدر مکاتیب نہ صرف ان کی دینی غیرت، علمی بصیرت اور حق پسندی کا مظہر ہیں بلکہ ان کے ذریعے امت مسلمہ کو مسائل دینیہ میں اعتدال، تحمل اور دلیل و برہان سے کام لینے کی راہنمائی بھی ملتی ہے، ان کا اسلوب، مکتوب نگاری کے میدان میں ایک روشن مثال ہے جس سے آج بھی اہلِ علم و دین کو سیکھنے کی ضرورت ہے، ان مکاتیب کا مطالعہ محض علمی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی تربیت کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

تیسری اور آخری قسط

(از: علامہ سید اولادرسول قدسی*)

علم! اہمیت وافادیت

گزشتہ سے پیوستہ

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین روایتِ حدیث کے سلسلے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اگر کوئی صحابی نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتے تو انھیں اپنی قوت حافظہ پر مکمل اعتماد ہونے کے باوجود اس وقت تک روایت نہیں کرتے جب تک کوئی دوسرے سامع سے اس حدیث کی سماعت کی توثیق وتصدیق نہیں کر لیتے، تاریخ میں ایسے سیکڑوں واقعات موجود ہیں جو حضرات صحابۂ کرام کی روایتِ حدیث کے اہتمام واحتیاط کا خطبہ پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اب آیئے میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتِ حدیث اور ذوقِ علم سے متعلق احتیاط بھرا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا ''جو کسی رسوائی پر مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'' یہ حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی طرح یاد تھی اور انھوں نے بذاتِ خود براہِ راست سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے سماعت فرمائی تھی مگر اس کے باوجود آپ اس حدیث کی روایت سے پہلے تگ ودو کرنے لگے اور صحابۂ کرام سے استفسار کرنے لگے کہ کسی اور نے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں، جستجوئے بسیار کے بعد آپ کو مدینۂ منورہ میں کوئی ایک بھی صحابی نہ ملے جو یہ پورے وثوق کے ساتھ کہ سکیں کہ ہاں میں نے بھی یہ حدیث نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ مگر ایک دن آپ کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ جو حدیث آپ نے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنی ہے اس کے سننے والے حضرت عقبہ بن عامر بھی ہیں۔ جب یہ پتہ چلا تو آپ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، فرحت وانبساط سے آپ کے دل کی کلیاں کھل اٹھیں، آپ کی مسرت وشادمانی کی اہم وجہ یہ تھی کہ اب آپ یہ برملا کہہ سکیں گے کہ جو حدیث میں نے سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے فقط میں نے ہی نہیں بلکہ دوسرے صحابی رسول جناب عقبہ بن عامر نے بھی سنی ہے، مگر مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عقبہ بن عامر ان دنوں مدینہ پاک میں قیام پذیر نہیں تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب اسلام بیرون عرب یعنی مصر، شام، روم اور ایران جیسے ممالک میں پھیلنے لگا اور جب یہ ممالک حکومت اسلامیہ کے دائرے میں آ گئے تو کئی ایک صحابہ کرام ان ممالک میں انتقال مکانی کر گئے۔ ان میں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے حضرت عقبہ بن عامر نے مصر میں بود وباش اختیار کر لی تھی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کبر سنی میں اس زمانے کے مشقت خیز اور صبر آزما سفر کے باوجود مصر کے لیے پابہ رکاب ہو گئے، صرف اور صرف حدیث پاک کی تصدیق کے لیے، اس کے علاوہ آپ کا کوئی اور مقصد نہیں تھا جیسا کہ امیر مصر اور حضرت عقبہ بن عامر کے مابین آپ کے مکالمہ سے واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت حافظ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ آپ جب امیر مصر کے پاس پہنچے تو انہوں نے عمر رسیدہ صحابی رسول کو گرد وغبار سے اٹا ہوا دیکھ کر علیک سلیک کے بعد متحیر ہو کر پوچھا ''ما جاء بک یا ابا ایوب''، یعنی اے ابوایوب! اس قدر دور دراز مشقت خیز سفر کے بعد یہاں کیسے آنا ہوا۔

آپ نے بلا تمہید سیدھے فرمایا کہ مجھے عقبہ بن عامر کے دولت کدے تک پہنچا دیجیے مجھے ان سے ایک حدیث کی تصدیق

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

کرنی ہے۔ بس اس مقصد کے لیے میں نے مدینہ پاک سے اتنا طویل سفر کیا ہے کیوں کہ مجھے یہ پتا چلا ہے کہ جناب عقبہ بن عامر بھی اس حدیث کے سامع ہیں۔ یہ سن کر امیر مصر کی جہاں حیرت کی انتہا نہ رہی وہیں وہ آپ کے جذبۂ علم کی سرشاری پر وارفتہ ہوگئے۔ امیر مصر نے فوراً آپ کو حضرت عقبہ بن عامر کے دولت کدے تک پہنچانے کا انتظام کیا۔

اسی طرح جب آپ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی امیر مصر کی طرح آپ کو اچانک دیکھتے ہی متعجب ہوکر یہی فرمایا ''ماجاء بک یا ابا ایوب'' یعنی اے ابوایوب اتنے طویل اور دشوار کن سفر کے بعد یہاں کیسے آپ کی تشریف آوری ہوئی، آپ نے بڑے واضح انداز میں اپنے آنے کا مقصد یوں بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث ''جو کسی رسوائی کی بات پر مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'' رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کیا تمھیں بھی اس کی سماعت حاصل ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ جواباً ارشاد فرمایا ہاں ہاں آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوں ہی اس حدیث کی سماعت کی تصدیق کردی آپ نے فوراً انھیں اللہ حافظ کہا اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ واپس ہوگئے، ہر چند کہ حضرت عقبہ بن عامر نے انھیں بہت روکا اور خاطر ومدارات کی کوشش کی مگر آپ نے فرمایا کہ میں جس عظیم مقصد کے لئے آیا تھا اس کی بفضلہٖ تعالیٰ تکمیل ہوگئی لہٰذا میں پھر دیارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔

سابق صفحات میں علمِ دین اور علما دین کی فضیلتیں کتاب و سنت کی روشنی میں باالاختصار آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ احادیث نبویہ میں علما کے جو بھی فضائل بیان کیے گئے ہیں ان علما سے مراد علما حق ہیں نہ کہ علما باطل، بلفظ دیگر علما خیر ہیں نہ کہ علما سو یعنی وہ علما جو کتمان حق کرتے ہیں یا ضلالت کی اشاعت میں شب وروز سرگرم عمل ہیں یا وہ حق سے بغاوت کر کے سوادِ اعظم سے کٹے ہوئے ہیں اور جن کی تقریر وتحریر کی بنیاد پر سادہ لوح مسلمان گمراہی کی دلدل میں پھنستے جارہے ہیں ان کا تعلق قطعی طور پر فضائل والی احادیث سے نہیں ہے۔

اللہ کے محبوب دانائے غیوب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علمائے سو سے جہاں ہمیں متنبہ کیا ہے وہیں ان کی مذمت بھی کی ہے، جیسا کہ حضرت احوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث دارمی اور مشکوۃ میں یوں مذکور ہے ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ بروں میں سب سے بدتر علمائے سو ہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر علمائے حق ہیں۔'' اگر محض علم ہی کا اعتبار ہوتا تو پھر ابلیس جیسا معلم الملائکہ حضرت آدم علیہ السلام سے خود کو بہتر بتانے والا بھی انسانوں کا مقتدا بن جاتا لیکن وہ مقتدا کیا بنتا اسے قیامت تک کے لیے ملعون ومردود قرار دے دیا گیا جیسا کہ سورہ بقرہ میں رب قدیر نے فرمایا ''انکار کیا، تکبر کیا وہ کافروں میں سے ہوگیا'' اس طرح سورہ ص میں فرمایا کہ تو جنت سے نکل جا کہ تو لعنت کیا گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت قیامت تک ہے''۔ معلوم ہوا کہ وہ عالم جو حق پر قائم ہو اور اوروں کو حق پر قائم رکھنے کی جدوجہد کرے بلاشبہ اس کی ذات قابلِ قدر ہونے کے پہلو بہ پہلو خداوندِ قدوس کی ایک عظیم نعمت سے کم نہیں۔

ممکن ہے کہ پردہ ذہن سے یہ سوال ٹکرائے کہ اخیر کچھ لوگ علم حاصل کرنے کے بعد بھی بے راہ روی کے شکار اور فتنہ و فساد کے خوگر کیسے ہوجاتے ہیں تو واضح رہے یہ قصور علم کا نہیں بلکہ ایسے کم نصیب لوگوں کے عقائد شنیعہ اور افعال قبیحہ کا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مقدس نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ قرآن مقدس پڑھ کر لوگ گمراہ بھی ہوں گے اور ہدایت یافتہ بھی معاذ اللہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قرآن باعث ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ وجہ ضلالت بھی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان قرآن کا علم حاصل کرکے غلط روی کا شکار ہوجائے، قرآن مقدس کے فرمودات پر عمل نہ کرے، قرآن مقدس کی آیات کا

غلط ترجمہ ومفہوم بیان کرے، قرآن مقدس کی آیتوں کا اپنی طبیعت اور اپنی عقل وفہم کے اعتبار سے مطالب بیان کرے تو ایسی صورت میں یہ اس شخص کا ذہنی فتور اور عقلی قصور ہے نہ کہ قرآنِ مقدس اس کا ذمہ دار ہے۔

سورۂ بقرہ کی ایک سو چھیالیسویں آیت میں علما یہود کے حق میں رب کائنات نے فرمایا ”یہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے ہیں جیسا کہ یہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں“ مگر اس کے باوجود انھیں اہل حق نہیں کہا گیا بلکہ اس کے برخلاف رب قدیر نے انھیں نصاریٰ سے بھی بدتر قرار دیا ہر چند کہ نصاری اللہ کے لیے بیٹا بھی مانتے تھے اور تثلیث کے بھی قائل تھے۔اس کی صرف اور صرف وجہ یہ تھی کہ علما یہود دنیاوی منفعت کی خاطر کتمان حق کرتے تھے اور دانستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

لہٰذا کسی عالم کی اتباع واقتدا سے پہلے اچھی طرح تجزیہ کرلیا جائے کہ آیا وہ صاحب ایمان اور صحیح العقیدہ ہے یا نہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں بدمذہب سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے وہیں دور رہنے کی وجہیں بھی بتائی ہیں جیسا کہ مسلم شریف کے اندر آپ کا فرمانِ عالی شان یوں جلوہ فشاں ہے کہ بدمذہب سے دور رہو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آخری زمانے میں فریب کاروں اور کذابوں کی ٹولیاں ہوں گی جو تمھارے سامنے ایسی باتیں لائیں گی کہ جن کو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا نہ تمہارے باپ داداؤں نے۔

آج آپ اپنے گردونواح کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ کس کس انداز سے لوگ علم کی آڑ میں گمراہی پھیلا رہے ہیں اور ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو واقعی ہم نے یہ باتیں سنیں اور نہ ہمارے آباد واجداد نے، جو بات قرآن مقدس میں نہیں ہوتی اسے قرآنی آیت کہہ کر جس بات کا تعلق حدیث سے نہیں ہوتا اسے حدیث صحیح کہہ کر پیش کردیا جاتا ہے، جن امور سے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی صریح احکام نہیں ملتے ان پر شرک وحرام کا لیبل لگادیا جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں صورتِ حال اس قدر مخدوش ہوگئی ہے کہ روز بروز نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ باطلعقیدہ متعارف کرایا جارہا ہے۔قرآن حدیث کے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے، ہمارے سینوں سے رسولِ گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو (جو اصل ایمان ہے) نکالنے پر زور آزمائی کی جارہی ہے نتیجتاً ہر طرف افتراق وانتشار بڑھتا جارہا ہے اور علم کی قدر و منزلت گھٹتی جارہی ہے۔

مذکورہ احادیث آیات کی روشنی میں یہ بات مہر نیم روز کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ فضیلت والی حدیثوں میں وہ علما داخل نہیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو صنم اکبر کہتے ہیں، آپ کے توسل کو شرک قرار دیتے ہیں، آپ کے علم غیب کو درندے اور بہائم سے تشبیہ دیتے ہیں، نماز میں آپ کے خیال آنے کو مفسد نماز ٹھہراتے ہیں، آپ کے علم کے مقابلے میں شیطان کے علم کو زیادہ کہتے ہیں، آپ کی امت کو آپ سے عمل میں فزوں تر بتاتے ہیں، آپ کے بعد کسی اور نبی کے آنے پر بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا جیسا فاسد وکاسد قول کرتے ہیں، آپ کو مجبور محض مانتے ہوئے آپ کے اختیار کلی کا انکار کر بیٹھتے ہیں، آپ کو اپنی طرح بشر سمجھتے ہیں، آپ کو مردہ اور مٹی میں مل گئے جیسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

کوئی کتنا بھی علم وفن میں عبور ودسترس رکھتا ہو اگر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی کا لفظ استعمال کرے خواہ تقریراً ہو تحریراً وہ یقیناً پیش کردہ فضیلت والی احادیث سے خارج ہے کیوں کہ جب اس کا ایمان ہی نہ رہا چہ جائیکہ وہ کسی فضیلت کا حامل ہو۔ حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمان مکاشفۃ القلوب کے اندر یوں درج ہے کہ آپ نے فرمایا علما سو کی مثال ایسی چٹان کی سی ہے جو نہر کے منہ پر گرگئی ہو نہ وہ خود سیراب ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی کو راستہ دیتی ہے کہ اس سے کھیتیاں سیراب ہوں۔ یہی وہ علما ہیں جن کی زبان تو عالم ہوتی ہے مگر ان کا دل اور عمل جاہل ہوتا ہے۔

”الترغیب والترہیب“ کی پہلی جلد میں حضرت فاروقِ اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے علما کے بارے میں فرمایا کہ میں اس امت میں سب سے زیادہ منافق عالم سے خوف زدہ ہوں، لوگوں نے کہا منافق عالم کیسا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی زبان عالم ہوتی ہے مگر اس کا دل اور عمل جاہل ہوتا ہے۔ انہیں وجوہات کی بنیاد پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وسطور بالا میں گذرا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ بروں میں سب سے بدتر علمائے سوہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر علمائے حق ہیں ہیں۔ صحیح المسلم میں صراحتاً انتہائی عبرت ناک ودرس خیز حدیث یوں مذکور ہے کہ علم (قرآن وحدیث) کو جاننا دین ہے لہٰذا تم دیکھ لو اپنا دین کس سے حاصل کررہے ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں علما حق اور علما سو کے مابین فرق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور علما حق سے استفادہ کا موقع فراہم کرے۔

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، تھا اور تا قیامت رہے گا، جہاں رب کائنات نے سورہ یوسف میں اسے کھلا ہوا دشمن بتایا وہیں سورہ ص میں اس کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ انسان دشمنی کی وجہیں بھی بالتفصیل بتائیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا مگر ابلیس اس نے تکبر کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تجھے غرور آگیا یا تو تھا ہی مغروروں میں بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا، فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا (لعنت کیا) گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک بولا اے مرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے اس جانے ہوئے وقت کے دن تک بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمرہ کردوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں بے شک میں ضرور جہنم بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے۔ (کنزالایمان)

جب سے شیطان ملعون بنا ہے اس وقت سے وہ اپنی انسان دشمنی میں شب وروز صبح مسا لمحہ لمحہ اور لحظہ لحظہ خود بھی مصروف کار اور سرگرم عمل ہے اور اپنی ساری ذریات کو اس مہم میں لگا رکھا ہے۔ کتب احادیث بتاتی ہیں کہ یہ انسانوں کی رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے اور دلوں میں پے درپے وسوسے ڈالتا ہی رہتا ہے۔

انسان کی نیکیاں اس کی آنکھوں مین نشتر بن کر چبھتی اور خاروں کی طرح کھلتی ہیں۔ وہ سب کچھ گوارا کرسکتا ہے لیکن کسی انسان کو خالق کائنات کی اطاعت کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ جب وہ کسی انسان کو امورِ خیر کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جوں ہی انسان کارِ خیر کا ارادہ کرتا ہے وہ وسوسوں کا ایسا گہرا جال بچھاتا ہے کہ انسان اس کا شکار بن جاتا ہے اور اس کے دامِ فریب میں بری طرح پھنس جاتا ہے، پھر وہ شرانگیزیوں کے ایسے تانے بانے بنتا ہے کہ انسان اس کے اشاروں میں رقص کرتا رہتا ہے۔ وہ انسان کو گناہوں کی لذتوں سے ایسا آشنا کردیتا ہے کہ انسان اپنے انجام کی پرواہ کیے بغیر گناہ پہ گناہ کرتا جاتا ہے پھر اسے نہ دنیا والوں کا کوئی ڈر ہوتا ہے اور نہ اپنی سوئے عاقبت کا کوئی خوف، بہ لفظِ دیگر یوں کہہ لیں کہ وہ گناہوں کے ارتکاب میں اس قدر جری بن جاتا ہے کہ پھر رفتہ رفتہ شیطان کی پیروی اس کی زندگی بن جاتی ہے نتیجتاً وہ خدا کو یکسر بھول جاتا ہے اور شیطان کے لیے خوشیوں کا سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

یوں تو ہر گناہ سے شیطان کو بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے، وہ خود بھی خوشیاں مناتا ہے اور اپنی ذریات کی کارکردگیوں کو خوب سراہتا بھی ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث یہ کہتی ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر میں بچھاتا ہے اور دوسری حدیث میں وقت کی تعین کے ساتھ یوں مذکور ہے کہ روزانہ عصر کے بعد شیطان سمندر میں اپنا تخت بچھاتا ہے اور جملہ شیاطین وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم بتائیں کہ شیطان کو اپنی ذریات میں سے کس کی کارکردگی پر بے پناہ خوشی ہوتی ہے اور کس کی کارکردگی پر وہ تخت سے اچھل کر اسے گلے سے لگا لیتا ہے آیئے مذکورہ حدیث کی روشنی میں ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ ملاحظہ کریں۔

ایک ولی کامل کی بارگاہ میں اس شخص کا ذکر چھڑ گیا جس کی

ریاضت وکرامت کا بڑا شہرہ تھا اور وہ اپنے گونا گوں کمالات کا ادعا بھی کرتا تھا بالخصوص وہ یہ کہتا تھا کہ اسے بلا ناغہ ہر دن دیدارِ الٰہی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ولی کامل نے لوگوں سے کہا کہ اگر اس شخص کو واقعی یہ اعزاز حاصل ہے تو اس کے دیدار سے ہمیں بھی مشرف ہونا چاہیے۔ لہٰذا اس شخص کو بلایا جائے تا کہ ہم اس کا لائق صد تحسین کمال خود اس کی زبان سے سن کر اپنے ذوقِ سماعت کو نمو بخش سکیں اور اس کے اس کمال کا ادراک ہمیں بھی علی وجہ البصیرت ہو سکے، چنانچہ جب وہ شخص آیا اور اس سے ولی کامل نے اس کے مشہور کمال کی تصدیق چاہی تو وہ برملا کہنے لگا کہ جناب! یہ بالکل سچ ہے کہ میں روزانہ دیدارِ الٰہی سے بہرہ ور ہوتا ہوں۔ میرا خدا مجھ پر اتنا مہربان ہے کہ روز بعد عصر سمندر میں اس کا تخت بچھتا ہے اور اس پر وہ جلوہ فرما ہوتا ہے۔

یہ سن کر ولی کامل نے فوراً وہاں موجود ایک عالم دین سے فرمایا کہ ذرا وہ حدیث سنائیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان روززانہ عصر کے بعد اپنا تخت سمندر میں بچھاتا ہے۔ جوں ہی اس عالم دین نے حدیث رسول پڑھی تو اس شخص کی کیفیات دگر گوں ہو گئیں اور وہ انتہائی نادم ہوا، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور یہ کہتا ہوا کہ حیف صد حیف اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا، اس کی عبادت کرتا رہا اور اس کو سجدے کرتا رہا جنگل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

واضح رہے کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی غیر ممکن نہیں بلکہ محال ہے، یہ صرف اور صرف ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرہ امتیاز وصف ہے کہ آپ نے بعد نزول وحی اور قبل ہجرت مدینہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب کو بحالت بیداری جسم و روح کے ساتھ اپنی نورانی آنکھوں سے رب کائنات کا دیدار فرمایا۔ آپ کی معراج جسمانی سے متعلق علامہ زرقانی نے ایک دو نہیں بلکہ پینتالیس ۴۵ر صحابہ کرام کے اسمائے مبارکہ اپنی تصنیف لطیف میں درج فرمائے ہیں جن سے معراج جسمانی والی حدیثیں مروی ہیں۔ علاوہ ازیں شفا شریف کی پہلی جلد میں مندرج ہے کہ جب رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آپ کی معراج جسمانی کے تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے بڑے والہانہ اور پر جوش انداز میں فرمایا کہ کوئی کچھ بھی کہتا رہے لیکن ہم بنی ہاشم کہتے تھے اور کہتے رہیں گے کہ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب کائنات کے دیدار سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ شرف یاب ہوئے۔

ہاں بات یہ چل رہی تھی کہ روزانہ بعد نماز عصر ابلیس سمندر میں اپنا تخت بچھاتا ہے اور جملہ شیاطین وہاں جمع ہوتے ہیں، ابلیس لعین دیگر شیاطین سے پوچھتا ہے کہ یہ بتاؤ کہ تم میں سے کس نے آج کون سا کارنمایاں انجام دیا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فلاں کو شراب پلائی تو کوئی کہتا ہے کہ میں نے اتنوں کو زنا جیسے فعل قبیح میں مبتلا کر دیا مگر جب کوئی شیطان یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں طالب علم کو آج مدرسہ جانے سے روک دیا اور اس کو حصول علم سے باز رکھا تو یہ سن کر ابلیس لعین مارے خوشی کے اپنے تخت سے اچھل پڑتا ہے اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر انت انت یعنی تو نے بہت بڑا کام کیا تو نے بہت عظیم کارکردگی کا مظاہرہ کیا کہہ کر خوب شاباشی دیتا ہے، اس کی تعریف و توصیف میں آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو علم سے باز رکھنے والے شیطان کی جب ابلیس نے پذیرائی کی اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا تو دیگر شیاطین کی تیوریاں چڑھ گئیں اور وہ بیک زبان اعتراض کرنے لگے کہ جناب یہ عجیب سی بات ہے۔ ہم نے بنی آدم کو اتنے بڑے بڑے گناہوں میں ملوث کیا مگر ہماری کوئی مدح وتحسین نہیں برخلاف اس کے آپ اسے انعام و اکرام سے نواز رہے ہیں جس نے ایک طالب علم کو مدرسہ جانے سے روک دیا جب کہ یہ کام ہمارے کاموں کے بالمقابل ہیچ نہیں بلکہ ہیچ تر ہے، ہم نے کتنا تگ و دو کیا، کس قدر مشقتیں کیں، کتنی مصیبتیں جھیلیں اور جانے کتنے پاپڑ بیلے تب جا کر انسانوں سے بد سے بدتر اور شرمناک گناہ کروائے مگر ہماری کوئی پذیرائی نہیں۔

شیاطین کے اس اعتراض پر کہ طالب علم کو مدرسہ جانے سے روکنے والے کو انعام کیوں دیا گیا ابلیس لعین نے کہا آپ حضرات

کواس قدر چراغ پا ہونے اور بپھرنے کی ضرورت نہیں ایسا کرو مجھے ایک ایسی جگہ کا نام بتاؤ جہاں بہت بڑا غیر عالم عابد رہتا ہوا اور ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی۔ شیاطین کی ایسی جگہ کی نشاندہی پر ابلیس ان سب کو ساتھ لے اس مقام پر پہنچا، وہ وقت قبل طلوع آفتاب یعنی فجر کا وقت تھا، ابلیس بشکل انسان مع دیگر شیاطین اس چوراہے پر کھڑا ہو گیا جہاں سے نمازی نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد جایا کرتے تھے۔ معاً اس علاقے کے ایک غیر عالم عابد کو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر نمازِ فجر کے لیے بڑی تیزی کے ساتھ مسجد کی جانب جاتا ہوا دیکھا تو ابلیس اس کی راہ میں حائل ہو گیا، علیک سلیک کے بعد ابلیس کہنے لگا کہ جناب والا! بڑے دنوں سے ایک مسئلہ درپیش ہے اور اس کے حل کے لیے میں بے حد متردد ہوں سوچا کہ آپ سے دریافت کرلوں تا کہ مجھے ذہنی تسکین فراہم ہو جائے اور میرے تردد وتشویش کا خاتمہ بھی ہو جائے۔ عابد نے کہا جلدی سے پوچھیں کیوں کہ مجھے نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد پہنچنا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے چکر میں مجھے تاخیر ہو جائے۔ ابلیس نے جواباً کہا حضور والا! آپ قطعی گھبرائیں نہیں میرا کوئی لمبا چوڑا سوال نہیں ہے جو آپ کی تاخیر کا باعث بنے بس ایک انتہائی چھوٹا سا سوال ہے اگر آپ اس کا جواب مرحمت فرمادیں تو میرا ذہنی خلجان دور ہو جائے۔ عابد نے کہا اچھا بھئی! ٹھیک ہے پہیلی نہ بجھایئے پوچھیے تو سہی۔

ابلیس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی عابد یہ دیکھ کر برہم ہو کر کہنے لگا یہ کیا کررہے ہیں آپ شیشی کیوں نکال رہے ہیں۔ سوال پوچھنا ہے تو پوچھیے ورنہ میں چلا خواہ مخواہ آپ میرا وقت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حد ہو گئی میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں مسجد کی جانب پابہ رکاب ہوں مجھے فجر کی نماز پڑھنی ہے اور یہ آپ ہیں کہ تاخیر پر تاخیر کرتے جارہے ہیں۔ یہ شیشی نکالنے کا کیا مطلب ہے۔ اخیر آپ کا مقصد کیا ہے، بڑے عجیب وغریب انسان لگ رہے ہیں آپ، خود تو مسجد جا نہیں رہے اور مجھے روکے جارہے ہیں۔ آپ کو نماز کی فکر ہو یا نہ ہو مجھے اس سے کیا مطلب آپ جانیں آپ کا کام جانے مگر مجھے تو جانے دو، میرا راستہ چھوڑو۔ بلاوجہ مجھے روک رکھا ہے۔ آپ کو معلوم ہے میں نماز باجماعت کا ایسا پابند ہوں کہ کبھی مجھ سے تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی، ابلیس نے بڑے اطمینان سے کہا جناب! غصہ نہ کیجیے، اپنی جان کے اس طرح دشمن نہ بنیے دراصل میرے سوال کا تعلق اسی شیشی سے ہے۔ اس لیے میں نے شیشی جیب سے نکالی ہے۔ میرا کوئی اور مقصد نہیں۔ خیر جانے دیجیے آمدم برسرِ مطلب بات یہ ہے کہ ذرا مجھے آپ یہ بتائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے یا نہیں، عابد نے کہا عجیب بات کرتے ہو یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، بلاشبہ وہ قادر مطلق ہے۔ ہر مسلمان کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔

اچھا جناب! اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا خداوند قدوس اس بات پر قادر ہے کہ تمام زمین وآسمان کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کردے، سوال سن کر تھوڑی دیر عابد سوچوں میں غلطاں ہو گیا پھر کہنے لگا کہ آپ بڑی انہونی بات کررہے ہیں، کہاں اتنی بڑی پھیلی ہوئی زمین کہاں اتنا وسیع آسمان پھر اس پر مستزاد یہ کہ ان دونوں کے سات طبق اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی یہ کیسے ممکن ہے، اتنا سنتے ہی ابلیس نے کہا بس حضرت آپ کا بہت بہت شکریہ ہم آپ کے بڑے ممنون کرم ہیں کہ آپ نے ہمارے مسئلے کے حل کے لیے اپنا گراں قدر وقت نکالا اب آپ جاسکتے ہیں۔

جوں ہی عابد وہاں سے گیا ابلیس نے اپنی ذریات سے بڑے فخریہ انداز میں کہنے لگا کہ دیکھا ہمارا کمال کیسے ہم نے آن کی آن میں اس عابد کو ایمان سے پیدل کر دیا۔ اب اس کا ایمان بالکلیہ ختم ہو گیا۔ جب وہ قدرتِ الٰہی کا صراحتہً انکار کر بیٹھا تو اب اس کا ایمان کس کام کا رہا اور نہ اس کی کوئی عبادت لائق اعتنا رہی، اس کے سارے نیک اعمال اکارت چلے گئے۔ اس کے ایک ہی انکار نے اسے مستحق نار بنا دیا، اب وہ کفر کی تیرو تار وادی میں ہراساں گھومتا رہے گا۔

ابلیس کی ذریات کہنے لگی آقا! آپ کا یہ اقدام یقیناً قابلِ صد تحسین ہے اور بلاشبہ آپ کا کارنامہ اپنی مثال آپ ہے کہ آپ نے چشم زدن میں ایک مسلمان کو کفر کے عمیق غار میں ڈال دیا مگر اس سے ہمارے اعتراض کے جواب کا دور سے بھی واسطہ نہیں۔

آپ تو ہمیں لائے تھے اطمینان بخش جواب دے کر ہمارے اعتراض کا قلعہ قمع کریں گے مگر ہمارا اعتراض اب بھی جوں کا توں موجود ہے برائے کرم ہمیں وہ قابل قبول سبب بتائیں کہ جس کی بنیاد پر آپ نے ایک طالب علم کو علم سے باز رکھنے والے کی پذیرائی کی اور اسے داد و دہش سے خوب نوازا، ہم نے اتنے بڑے بڑے گناہ کروائے مگر ہماری کوئی ستائش نہیں۔ ابلیس ایک لمبی سانس لیتے ہوئے بولا کہ میرے بچو! ذرا دھیرج رکھو تھوڑی ہی دیر کے بعد تمھیں اپنے اعتراض کا شافی و وافی جواب مل جائے گا اتنا کہہ کر اس نے اس سڑک کی جانب اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں جو سیدھے مسجد کی طرف جاتی تھی۔ ذریات بول پڑیں کہ حیرت ہے کہ آپ ہمیں جواب دینے کے بجائے سڑک کی جانب ہی یکلخت دیکھے جا رہے ہیں۔ اخیر اس کی وجہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ایسے مقام پر لے چلو جہاں ایک غیر عالم عابد اور ایک عالم رہتے ہوں۔ سب نے کہاں ہاں ہاں ہمیں اچھی طرح یاد ہے آپ نے کہا تھا اور ہم سب آپ کی اطاعت شعاری کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کو ایسے ہی مقام پر لائے ہیں تبھی تو آپ کی اس غیر عالم عابد سے ملاقات ہو سکی اور آپ نے اسے کفر کا خوب مزہ چکھایا۔ واقعی آپ کا کوئی جواب نہیں۔

آپ کی شاطرانہ چال کے سامنے بھلا کس کی مجال کہ پل بھر کے لیے ٹھہر سکے۔ ابلیس اپنی تعریفیں سن کر خوب پھولتا جا رہا تھا اور اس کے غرور و تکبر کا نشہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ابلیس نے کہا اب تم نے صحیح سمجھا، تم میری قابل فخر اولاد ہو، تم پہ مجھے بے حد ناز ہے، تم میرے کمالات کو نہ سمجھو گے تو اور کون سمجھے گا۔ بس اور تھوڑی ہی دیر کی بات ہے، صبر کا دامن تھامے رہو، ہم تو غیر عالم عابد سے مل چکے، اب ہم عالم کی راہ دیکھ رہے ہیں بس اس کی آمد کا ہمیں انتظار ہے، اس کے آتے ہی تمھیں تمہارے اعتراض کا ایسا معقول جواب مل جائے گا کہ پھر کبھی تمہارے پردہ ذہن سے ایسا اعتراض ٹکرائے گا ہی نہیں، ابھی باتیں چل ہی رہی تھیں کہ معاً ابلیس اچھل پڑا اور کرخت آواز سے کہنے لگا وہ دیکھو عالم دین بڑی برق رفتاری کے ساتھ آ رہا ہے کیوں کہ نماز فجر کا وقت ختم ہوا چاہتا ہے اور آفتاب بھی طلوع ہونے کے لیے اپنا پر تول رہا ہے۔

ابلیس بڑی تیزی کے ساتھ عالم دین کے پاس پہنچ کر ان کا راستہ روکا اور کہنے لگا جناب! آپ سے ایک اہم سوال کرنا ہے اس کا جواب دے دیں بڑی کرم فرمائی ہوگی کیوں کہ یہ مسئلہ ہمارے لیے وبال جان بنا ہوا ہے۔ اس کا حل آپ ہی بتا سکتے ہیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو وسعت علم سے نوازا ہے اور آپ بڑے ہی ذی استعداد و باصلاحیت ہیں، عالم دین نے جواباً فرمایا کہ ٹھیک ہے جلدی سے بتاؤ کون سا مسئلہ ہے! مجھے نماز فجر میں دیر نہ ہو جائے کیوں کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ ابلیس نے اپنے ہاتھ میں چھوٹی سی شیشی لی من وعن وہی سوال پیش کیا جسے وہ غیر عالم عابد سے پوچھ چکا تھا۔ سوال سنتے ہی عالم دین کا چہرہ انار کے دانے کی طرح سرخ ہو گیا اور انھوں نے بے حد غضب ناک لہجے میں لاحول کی صدائیں بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ کم بخت تو ابلیس لعین معلوم ہوتا ہے یہ تیرا کیسا سوال ہے ارے رے نابکار! تجھے معلوم نہیں کہ میرا خدا قادر مطلق ہے، یہ زمین یہ آسمان کیا ایسے کروڑوں زمین وآسمان بھی ہوں تو اس چھوٹی سی شیشی کی بھلا تخصص کیا وہ انھیں سوئی کے ناکے کے اندر بھی سمو سکتا ہے۔ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا رب کائنات نے بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ ''بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

عالم دین کے جانے کے بعد ابلیس نے اپنی ذریات سے پوچھا اب بتاؤ تمھیں تمہارے اعتراض کا جواب مل گیا یا نہیں۔ انھوں نے کہا ہم نے تو کچھ بھی نہیں سمجھا، برائے کرم ہمیں صراحۃً بتائیں تاکہ یہ گتھی سلجھ سکے، ابلیس نے کہا میری بات بغور سنو۔ وہ عابد جو پنج وقتہ نماز باجماعت کا پابند، تہجد گزار اور اپنے زہد وتقویٰ پر بڑا ناز کرتا تھا مگر پل بھر میں قدرت خداوندی کا انکار کر کے کافر ہو گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علم دین سے بے بہرہ تھا یعنی عالم دین نہ تھا مگر چونکہ یہ شخص باضابطہ مستند عالم تھا اور علم دین کے رموز واسرار سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے یہ ہمارے مکر کے جال میں پھنس نہ سکا اور ہم اسے پھنسانے پر کامیاب نہ ہو سکے، یہ ہے

علم دین کی برکت۔

میرے بچو! اب تم نے سمجھ لیا کہ ہم نے ایک طالب علم کو مدرسہ جانے سے روکنے والے کو انعام کیوں دیا۔ تمہاری یہ محنتیں اور کاوشیں کہ تم نے انسانوں سے بڑے بڑے گناہ کرائے، شرابیں پلائیں، زنا کا مرتکب بنایا، قتل وغارت گری میں ملوث کیا یقیناً قابل قدر ہیں لیکن تم اس کا تقابل نہیں کر سکتے کیوں کہ اگر وہ بچہ مدرسہ جا کر علم دین حاصل کر کے عالم بن جاتا تو پھر ہمارے دام فریب میں نہیں آسکتا تھا۔ ابلیس لعین کے دلائل سننے کے بعد اس کی معترض ساری ذریات سرنگوں ہو کر رہ گئی۔

سچ فرمایا یا رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ایک فقیہ یعنی ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔'' اب ہم اپنا مختصر مقالہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مایۂ ناز حدیث پر تشنہ تکمیل چھوڑتے ہیں:

صبح کر اس حالت میں کہ خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو علم دین کے حصول کا جذبہ بیکراں عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۴۰ رکا بقیہ ....

شیطانی مجدد اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ حق وباطل کو ایک کرنے والا چورن بیچ رہا ہے جسے سنجیدہ زبان میں ''صلح کلیت'' کہا جا سکتا ہے، بہر حال آپ تاحین حیات بشمول منہاجیت و سراویت تمام فتنوں کے خلاف سد سکندری باندھتے رہے اور اسلامی افکار ونظریات کے خلاف پنپنے والے تمام ہفوات وبکواس کا مدلل ومحقق اور دندان شکن جواب دیا اور اپنے دور کے فتنوں کی سرکوبی میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آپ لوگوں کو یہی بتاتے رہے ؎

صلح کلی نبی کا نہیں سنیو!
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لیے

آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل میں کبھی کسی کا چہرہ دیکھ کر بات نہیں کی، جو کہا بانگ دہل کہا، ایسے فتنہ پروری کے دور میں اپنے مشن کا کھلا پر چار و پرسار کرنا اپنے آپ میں ایک شیر دل اور مرد بہادر کا کام ہے، اللہ کے حکم وعطا سے آپ نے کر دکھایا، آپ نے ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے سختی کے ساتھ اپنے مشن کو قوم کے سامنے رکھا اور اس مشن پر گامزن رہنے کی دعوت دی جسے ہمارے زمانے میں بطور نشان ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کہا جاتا ہے، یہ اسلاف کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی نیا اور جدید مشن نہیں بلکہ اس دور پرفتن میں اسلاف کرام کے مشن کی عمدہ ترجمانی ہے، چناں چہ حضور تاج الشریعہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں: ؎

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دین نبی کے لیے
مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

◆◆◆

ص ۴۵ رکا بقیہ ....

ہو کر گر پڑی اور میں (اس کو اسی حال میں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور میں نے (تأسفاً) دل میں کہا کہ میں فتوی دوں؟ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں (یعنی انہیں اپنی اس جرأت پر افسوس ہوا)

صبح ہوئی پھر میں خدمت اقدس میں پہنچا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! گذشتہ رات مجھ سے ایک عورت نے ایسی صورت حال کے بارے فتوی پوچھا اور میں نے اس کو ایسا جواب دے دیا (اب میرے لئے کیا حکم ہے؟)

حدیث شریف: حضور نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! بخدا تو خود ہلاک ہوا، اور اسے بھی ہلاکت میں ڈالا۔

''این کنت یا ابا ہریرۃ عن ہذہ الآیۃ۔ ارے ابو ہریرہ! اس آیت سے تو کہاں غافل ہے؟ (اللہ فرماتا ہے): وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ (الیٰ ان قال) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ [سورۂ فرقان-۶۸،۶۹،۷۰]

.... جاری

از: حافظ افتخار احمد قادری*

شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن قدس سرہ کی علمی جدو جہد

اسلاف و اخلاف

خانقاہِ برکاتیہ نے ایسے ایسے گُہر آب دار و درتاب دار پیدا کئے جن سے اشاعت اسلام کے ساتھ ہی سلسلہ قادریہ میں بھی خوب خوب توسیع ہوئی، وابستگان خانقاہ برکاتیہ نے ہر دور میں خلق خدا کی راہِ حق کی طرف رہنمائی کی، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی (جن کا سلسلہ علم حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے جا ملتا ہے) نے علم دین کی اشاعت کے لئے بہت ہی فعال کردار ادا کیا۔ نیز حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کا نام بھی اس خصوص میں اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی تصانیف نے ایسے دور میں جب کہ ملک پر انگریز قابض تھے، اسلامی مدارس اور خانقاہیں زوال سے دوچار تھیں اس وقت آپ نے مسلمانوں کی حوصلہ مند قیادت فرمائی۔ انہیں دو شخصیات کے پروردہ تھے امام احمد رضا خان قادری بریلوی جن کے علوم و فنون سے پورا عالم اسلام استفادہ کر رہا ہے، جن کی تصانیف میں غزالی و سیوطی کے دقائق اور سرکار غوث اعظم کے عرفان کی تجلیاں جلوہ ریز ہیں۔

تاجدارِ مسند برکاتیہ، زینت سجادہ غوثیہ قادریہ، سدی و سندی و مرشدی و مولائی مولانا حافظ و قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہجی میاں قدس سرہ العزیز نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ کو مزید عروج عطا فرمایا، آپ نے اپنے مکاتیب (مفاوضات طیبہ) کے ذریعے صوفیانہ اقدار کو نئی زندگی دی، مکاتیب (مفاوضات طیبہ) میں اصلاح و فلاح کا دستور العمل مستور ہے، مجدد برکاتیت حضرت شاہ جی میاں خاندان برکات کے نامور فرزند، سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے بافیض شیخ طریقت اور دین متین کے بے لوث خادم تھے، آپ کی پوری زندگی مشائخِ برکاتیہ کی روایات کے تحفظ اور دین متین کی خدمت میں گزری۔

علمی ذوق مشائخ مارہرہ مطہرہ کی وراثت رہی ہے یہی سبب ہے کہ اس خانقاہ میں بزرگوں کے دیگر نوادرات کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان قدیم کتب خانہ بھی ہے، حضرت شاہجی میاں کو بھی علمی ذوق ورثے میں ملا تھا، آپ نے نہ صرف یہ کہ خود ہی علوم و فنون کی تحصیل کی بلکہ اقارب کی خاصی تعداد کو زیور علم سے آراستہ کیا، آپ نے بزرگوں کے جمع کردہ نادر اور قدیم کتب خانے کو سنبھال کے رکھا اور اسے اگلی نسلوں کے حوالے کیا، اس قدیم کتب خانے میں حضرت سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ کے زمانے میں سولہ ہزار کتابیں تھیں۔ حضرت شاہجی میاں قدس سرہ العزیز کے زمانے میں بعض افراد کی بے توجہی سے یہ عظیم الشان علمی سرمایہ ضائع ہونے لگا تو آپ نے اسے بچا رکھنے کے لئے بہت کوششیں فرمائیں، پوری تفصیل حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کے قلم فیض رقم سے ملاحظہ فرمائیں:

> ”کتب خانہ خاندانی عام بعد وصال حضور ستھرے صاحب قدس سرہ مشترک رہا تھا، چونکہ وہ حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ کے گھر ہی رہتا تھا، لہٰذا! وہیں بعد کو کتابیں تلف ہو گئیں اور بعض شاید اب بھی نذر کرم خوردگی ہو رہی ہیں، مگر کتب خانہ خاص جس میں اپنے اسلاف کرام اور دیگر بزرگانِ عظام کے ملفوظات و مکتوبات و دیگر مصنفات اور اسی قسم کی کئی نوادر کتب ادعیہ و وظائف و دیگر علوم دینیہ تھیں، وہ حضرت ستھرے میاں صاحب قدس سرہ نے اپنے خاص محبوب صاحبزادہ حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کو عنایت فرمایا تھا۔
>
> حضرت کے بعد وصال وہ ان کے اخلاف کے قبضہ میں آیا اور بے توجہی سے تلف ہونے کی نوبت پہنچی، یہ دیکھ کر

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

حضرت قبلہ وکعبہ نے سید شاہ نور احمد صاحب و سید شاہ حسین حمزہ صاحب سے جو اس وقت اس پر قابض تھے، اسے حاصل کر لینا چاہا مگر انہوں نے اس سے سختی سے انکار کیا یہاں تک کہا کہ اگر ہر کتاب ہم وزن روپیہ اور اشرفی دو گے جب بھی ہم نہ دیں گے، ناچار حضرت خاموش ہو رہے، شب میں عالم واقعہ میں اپنے مرشد حضرت سید شاہ امیر عالم قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت نے بغایت عنایت فرمایا جس کا محصل یہ تھا کہ تو کیوں رنجیدہ ہوتا ہے؟ میں نے تمام برکات و اسرار خاندانی تجھ کو عطا فرمائے اور یہ کتابیں بھی تجھے عنایت کیں، صبح کو ان صاحبوں نے خود اپنی خوشی سے وہ سب کتابیں مع دو چھریوں کے جو حرز یمانی شریف پڑھنے کی ہیں اور گمان ہوتا ہے کہ حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ نے ان پر سیفی پڑھی ہے، حضرت والد ماجد قبلہ کے ہاتھ بقیمت زر نقد فروخت کر دیئے۔

کاشف الاستار شریف جو خاص دست و قلم مبارک حضرت مصنف جدی سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ کی تحریر فرمودہ اور اس وقت سے برابر حضور اچھے میاں صاحب و حضرت ستھرے میاں و حضرت امیر عالم و دیگر اکابر خاندان کے زیر نظر رہی ہے اور جو رموز و اسرار خاندانی کا خزینہ اور خانوادہ عالیہ برکاتیہ کا دستور العمل ہے اور نوادر اشیا میں سے جو حضرت قبلہ وکعبہ کے پاس ہیں مرقع تصاویر بزرگان دین ہے جو علاوہ اس خصوصیت کے کہ اس میں اکابر بزرگان دین سے دین مثل حضرت سلطان بغداد و خواجہ اجمیر و حضرت بابا گنج شکر و حضرت محبوب الٰہی و خواجہ حافظ شیراز و حضرت با سعدی شیرازی و مولانا خسرو و مولانا جامی و رومی و دیگر کثیر مشاہیر اکابر کی تصاویر ہیں، مشرقی فن تصویر کشی کا بھی ایک بہت قیمتی ذخیرہ ہے۔

یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ جو اور حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ نے دوسرے ذرائع و مواقع سے حاصل فرمائیں سب حضرت نے عرصہ ہوا اس فقیر راقم الحروف کو عطا فرما دی ہیں اور خود فقیر نے بھی ان پر صدہا کتب و رسائل تفسیر و حدیث وفقہ و تصوف و منطق و فلسفہ و کلام و مباحثہ و مناظرہ و نحو و صرف وغیرہ کا اضافہ کیا ہے، مولیٰ تعالیٰ ان سب کے فوائد سے مجھے دارین میں مستمتع فرمائے آمین۔'' (تاریخ خاندان برکات: ۶۲ تا ۶۴)

تاجدار مسند برکاتیہ شاہجی میاں نے دین و علم کی متنوع خدمات انجام دیں، تدریس تبلیغ و تصنیف، ارشاد و ہدایت، خدمت خلق سبھی شعبے آپ کی توجہ سے سرفراز رہے، تدریس کا سلسلہ اپنے خانقاہی مدرسے میں رہا، دور دراز علاقوں میں تشریف لے گئے، مسند غوثیہ برکاتیہ سے ایک عالم کو قادری برکاتی جام پلائے اور اپنی دعاؤں تعویذات اور سچی سیدھی راہنمائیوں اور شفیقانہ غم گساریوں سے خلق خدا کے درد و غم کا مداوا پیش کیا۔ تصنیفی شہرت سے دلچسپی نہیں تھی پھر بھی وقتی تقاضوں کے پیش نظر کئی اہم تصانیف سپرد قلم کیں جو آپ کے جذبہ حق پسندی اور علمی رسوخ کو ظاہر کرتی ہیں، حضرت تاج العلماء قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''حضرت قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے معمولات کثیرہ دینیہ و دنیا و شبانہ روزی سے تالیف و تصنیف کی فرصت بہت ہی کم پائی اور بوقت فرصت جو یہ شغل فرمایا بھی تو متعدد مبسوط تصانیف دوسروں کو دیدیں جن میں سے بعض ان کے نام سے شائع بھی ہو چکیں۔ ان کے علاوہ بعض اور تصانیف بھی ہیں جن میں سے بعض ابھی غیر مرتب ہیں جیسے مجموعہائے شجرہائے خاندانی منظوم جس میں حضرت نے تمام شجرہائے طریقت قدیمہ و جدیدہ کو جو خانوادہ عالیہ برکاتیہ میں ہیں فارسی زبان میں نظم فرمایا ہے، نیز حضرت نے نعت و منقبت میں بھی کچھ فکر فرمائی اور بعض اعزہ کی تواریخ ولادت و وفات بھی نظم فرمائی ہیں، ان کو بھی ایک جگہ علیحدہ بصورت رسالہ ترتیب دے لینا فقیر کے پیش نظر ہے، اسی طرح بعض اور رسائل اعمال و تکسیر وغیرہ میں ناتمام ہیں اور ایک رسالہ متعلق بعض سوالات شرعیہ مثل اشارہ بالسبابہ اور اس خیال کا رد کہ شیطان وحی الٰہی میں کچھ دخل دے سکتا اور اس نے سورۃ النجم میں کچھ ملا دیا تھا اور تلفظ نیست و تحقیق معنیٰ بدعت و مسئلہ سماع وغیرہ و رسالہ رد القضاء من الدعاء فی اعمال دفع الوباء یہ دونوں

مطبوع وشائع بھی ہو چکے ہیں۔'' (تاریخ خاندان برکات: ۶۴)

گلدستہ چمنستان سنیت

حضرت شاہجی میاں کے مختلف مختصر مضامین کا مجموعہ ہے جسے حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اپنی ترتیب وتحشیہ کے ساتھ طبع کرا کے دارالاشاعت برکاتی سے شائع کیا، ان میں سے اکثر مضامین روزنامہ ''پیسہ'' لاہور میں طبع ہوئے، ان مضامین کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں اکثر مضامین کسی تحریر یا تحریک کے مفاسد طشت از بام کرنے اور اہل اسلام کو ان کے ضرر سے بچانے کے لیے حیطہ تحریر میں لائے گئے، یہ مضامین اکثر و بیشتر لاہور کے اخبار ''پیسہ'' میں شائع ہوتے تو آپ بھی اپنے مضامین اسی اخبار کے ایڈیٹر کے پاس ارسال فرماتے تا کہ اس کے قارئین اس کی مضرتوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

شاید اخباری اشاعت کے پیش نظر ہی یہ تحریریں مختصر ہیں، ان میں صرف دو مضمون مفصل ہیں جن کا اشاعت عنوان ہے ''مسلمانوں کی منزل کے اسباب کے سوالات کے جواب اور اسلام کی بزبان حاصل مسلمانوں سے شکایت'' پہلا مضمون دس صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو مولوی محبوب عالم صاحب کے سات سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا، جسے ایڈیٹر نے عبدالبہا صاحب کے جوابات کے ساتھ شائع کیا تھا، اس مضمون میں صرف جوابات پر اکتفا کیا ہے، سوالات درج نہیں ہیں لیکن جوابات سے ان سوالات کی زمین معلوم ہو جاتی ہے۔ دوسرے مضمون میں اسلام کو زبان دے دی گئی ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں سے اسلام بے زاری کی شکایت کرتا ہے۔ ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔ ؎

مخالف کی اپنے کروں کیا شکایت
موافق بھی دینے لگے اب اذیت

یہ مضمون بھی دس صفحات پر مشتمل ہے، ان مضامین کی ترتیب کے سلسلے میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

''ان میں سے بعض مضامین کسی قدر بغیر کمی بیشی کے ساتھ بعض اخباروں میں فقیر کے نام سے شائع شدہ اس وقت بھی فقیر کے پیش نظر ہیں جن کی تاریخ اشاعت و نام اخبار شائع کنندہ کا حوالہ ان کے حاشیہ پر دے دیا ہے اور بعض مضامین کے متعلق فقیر کو یہ پتہ اس وقت نہ ملا کہ یہ اب سے پہلے بھی شائع ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ ان کی تحریر کی کوئی تاریخ بھی لکھی ہوئی نہ ملی۔ لہٰذا! فقیر نے تاریخ تحریر کے لحاظ سے جمع وترتیب میں تقدیم وتاخیر کا چنداں لحاظ نہیں رکھا ہے۔ عنوان ان میں سے بعض مضامین کے خود حضرت کے قائم فرمائے ہوئے ہیں اور بعض کے بہ مناسبت مضمون فقیر نے قائم کر دیئے ہیں۔ جملہ مضامین جو اس مجموعہ میں مندرج ہیں فقیر کے ظن غالب میں کوئی بھی 1331ھ کے بعد کا تحریر فرمودہ نہیں ہے۔ (گلدستہ چمنستان سنیت: ۲) اس مجموعہ کی ترتیب کا سلسلہ پنج شنبہ ۱۳ / ربیع الاوّل شریف ۱۳۵۴ھ کے بعد شروع ہوا اور ۲۲ / ربیع الآخر شریف چہار شنبہ کو اختتام کو پہنچا۔'' (ص: ۵۲)

مفاوضات طیبہ

حضرت شاہجی میاں کے گراں قدر مکاتیب کا مجموعہ ہے جسے حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے ۱۳۵۴ھ میں اپنی ترتیب اور تشریح کے ساتھ شائع کیا۔ ایک سو چھیاسٹھ مکاتیب کا یہ مجموعہ حضرت شاہ جی میاں کے بہت سے پاکیزہ باطنی افکار، صالح واعلیٰ حالات کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، دینی احکام کی جانب رہنمائی، روحانیت کی ترغیب، مرشدانہ تربیت، مصالحتی کردار، خاندانی معاملات میں رواداری اور اس طرح کے بہت سے گوشے اس گنج گرانمایہ میں پوشیدہ ہیں۔

حضرت شاہجی میاں کے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے معاصرت کے باجود بہت ہی عقیدت اور خلوص کے رشتے تھے اور آپ ان کی اعتقادی، دینی، اصلاحی گراں مایہ خدمات کے دل وجان سے معترف وحامی تھے، مسئلہ اذان ثانی میں آپ نے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مکمل دینی حمایت فرمائی اور اس موقف حق کی ترویج واشاعت میں بھرپور مدد فرمائی، مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی نے اس سنت کریمہ کا احیا فرمایا اور اس کے متعلق تفصیلی فتاویٰ جاری فرمائے، جب اس کی اطلاع حضرت شاہجی میاں کو ہوئی تو آپ نے فرمایا

کہ یہ بڑے مولانا صاحب کا فتویٰ ہے نا؟ اب آئندہ جمعہ سے اذان خارج مسجد دی جائے، اس طور سے آپ نے سب سے پہلے اس موقف حق کی حمایت فرمائی، محبت رضا کے یہ جلوے آپ کے مکاتیب کریمہ میں بھی جا بجا پھیلے ہوئے ہیں، چند مکاتیب کریمہ کے اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ اذان ثانی کے تعلق سے جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اہل بدایوں کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا تو اس وقت حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ کلمات عالیہ تحریر فرمائے:

’’فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلماء، اجل الفضلاء دامت برکات افاداتم علینا: پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم ملتمس ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت مزاج مبارک کا مستدعی، فقیر کو اس حملہ نا مرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے نہایت رنج ہے، افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاؤ دیکھے ہیں، اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دینداروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقع شماتت اور خوشی کامل گیا ہے، اگرچہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں مگر معاندین ومخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہر اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصہ سے باحسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست وقلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔‘‘

(مفاوضات طیبہ: ۱۴-۱۵، مکتوب نمبر ۱۸)

حضرت تاج العلما کا رسالہ مبارکہ مبحث الاذان جو خارج مسجد اذان ثانی کے اثبات میں تھا، اس کے جواب میں کسی مجہول شخص کے نام سے تالیف کردہ ایک رسالہ بدایوں سے حضرت شاہجی میاں کو موصول ہوا جس میں سوقیانہ لب ولہجہ اور سخت کلامی کا انداز برتا گیا تھا، اس کے جواب میں حضرت نے اہل بدایوں کی بدظنی کو دفع کرنے کے لئے حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ کے نام ۱۳/ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ کو ایک مفصل جوابی مکتوب تحریر فرمایا جو آپ کی مصالحانہ روش، سنجیدگی فکر، صبر وتحمل، بے لوثی اور بے نفسی کی منھ بولتی تصویر ہے، ایک اقتباس بطور شہادت پیش ہے، آپ ارقام فرماتے ہیں:

’’یہ موافقت اور مخالفت محض دینی ہے، اگر مخالفین میں سے کوئی صاحب اپنے استدلال مخالفت کو فقہا اور محدثین کے اقوال مستندہ سے مطابقت دکھلا دیں گے ہم فوراً وہی مان لیں گے، امور دینی میں ضد اور ہٹ اور نفسانیت کا ہرگز دخل نہ ہوگا، یہ خلاف اپنی سمجھ کے موافق ایک دینی فرعی مسئلہ میں ہے، خدانخواستہ کسی طرح سے رشتۂ محبت اور مراسم قدیم میں اپنی جانب سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگی۔ آپ صاحبان کو اختیار ہے مسائل فرعیہ میں میرے اکابر سے اور آپ کے بزرگوں سے بھی بعض بعض مسئلہ میں اختلاف رہا ہے، مثلاً لعن یزید میرے بزرگ مجوز تھے اور حضرت استاذی قدس سرہ منع فرماتے تھے، کفر ابو طالب میں میرے بزرگ ساکت مثل شیخ محدث دہلوی تھے اور حضرت استاذی کافر جانتے تھے، عینیت ذات وصفات باری تعالیٰ وتقدس میں بھی کچھ لفظی اختلاف تھا اور بعض مسائل فرعیہ اور بھی ہیں جن کی تفصیل تطویل ہے۔‘‘

(مفاوضات طیبہ؛ ۱۳/ مکتوب نمبر: ۱۲)

یہ مکتوب بہت مفصل تقریباً چودہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو آپ کی بے لوثی، دینی ہمدردی، اعانت اسلام اور اعانت حق کی سچی داستان بیان کرتا ہے۔ دینی راہنمائی عام طور سے بزرگان امت کے مکاتیب کا خاتمہ رہا ہے، آپ کے مکاتیب میں بھی جا بجا یہ عنصر موجود ہے، رحمت الٰہی صاحب گورداس پوری کو تحریر فرمایا:

’’تمہارے واسطے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارے مقاصد پورے کرے، نماز پڑھا کرو، تلاوت قرآن مجید بھی کیا کرو، والدین کی اطاعت ضروری ہے، تمہاری والدہ بقیہ ص ۱۹/ پر

(از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

امام احمد رضا کے فتاویٰ میں فرائض وواجبات کی تاکید

امام عشق ومحبت، حامی سنت، ماحی بدعت، قاطعِ کفرو ضلالت، مجدد دین وملت، آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان، قادری، فاضل بریلوی ولادت ۱۰رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ، وفات ۲۵رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ سقی اللہ ثراہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم وفنون سے نوازا، غیر معمولی کتابیں تصنیف فرمائی، لاینحل مسائل کو بڑے سلیقے سے حل کیا جس پر آپ کے رسائل وتصانیف اور فتاویٰ شاہد عدل ہیں، آپ نے جس عنوان پر بھی خامہ فرسائی کی تو اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے سارے گوشوں کو نیم روز سے زیادہ واضح نہ فرما دیا، متعدد بیش قیمت حواشی وتعلیقات مرتب فرمائی۔

آپ کا علمی مقام یہ تھا کہ اگر علم حدیث پر گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا جیسے امام بخاری ومسلم کا فیضان براہِ راست آپ پر برس رہا ہو، اگر اسماء الرجال کی تحقیق کرنے پر آتے تو لگتا کہ اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی وعلامہ بدرالدین عینی پیچھے رہ جائیں، اگر علم کلام پر قلم اٹھ جائے تو اعتزال پر کپکپی طاری ہو جائے، منطق کے فرضی قواعد پر قلم چل پڑے تو ارسطو وفارابی بھی میدان چھوڑ کر بھاگتے نظر آئیں، جب نجدیت ووہابیت سر اٹھا کر دیکھے تو اس کی ایسی سرکوبی فرمائیں کہ اس کے ایوان باطل میں آخری کیل ٹھوک دیں جس سے لوگوں کے ایمان واعتقاد کا تحفظ ہو، اگر کسی فقہی مسئلہ کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھائیں تو اس وقت تک نہ چھوڑیں کہ آپ سے آگے اس مسئلہ کی تحقیق ممکن ہی نہ ہو۔

درج ذیل کئی رسائل آپ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہیں ''لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی'' جو داڑھی کے مسئلے پر اٹھارہ آیتوں بہتر حدیثوں اور ساٹھ ارشادات علما کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ ''الحق المجتلی فی حکم المبتلی'' جو بیماری کے تعدیہ اور انفیکشن کے بارے میں تحقیق انیق ہے۔ ''المقامع الحدید علی خد المنطق الجدید، الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح، الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ، العطایا القدیر فی حکم التصویر، اجلی الاعلام بان الفتویٰ، مطلقاً علی قول الامام'' وغیرہ۔

علاوہ ازیں بے شمار رسائل وجرائد وفتاویٰ آپ کے علمی لیاقت کے تفوق کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' ایک بے مثال انسائیکلو پیڈیا آپ کی علمی کاوش کا نتیجہ ہے، ان سب کے باوجود آپ نے عقائد ونظریات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات کی ادائیگی پر بھی زور دیا اور اس کی اپنے فتاوی میں جگہ بجگہ تاکید فرمائی، ان شاء اللہ العزیز! ہم اپنے اس مقالے میں اعلی حضرت کی اپنے فتاوی میں فرائض وواجبات کی تاکید کی کئی مثالیں پیش کرنے کی سعی کریں گے، اعلیٰ حضرت نے کئی مسائل کا جواب دیتے ہوئے قوم مسلم کی کاہلی اور غفلت کو دیکھتے ہوئے اسے متنبہ فرمایا اور اس قوم کو بیدار کرنے کی سعی پیہم کی، ایسے مسائل کی تعداد بے شمار ہے ان میں سے بعض کو ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

نبی سے سچی محبت مدار ایمان اور کام یابی کا راز

اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں جب نبی کی شان میں یہ اہانت آمیز الفاظ رقم کیے:

''کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید، عمرو، ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

* مضمون نگار دارالعلوم گلشن مصطفےٰ، ٹھاکردوارہ، مرادآباد کے پرنسپل ہیں۔

تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں ''تمہید ایمان بآیاتِ قرآن'' تصنیف فرمائی، جسے فتاویٰ رضویہ میں بھی شامل کیا گیا ہے اور اس میں اس پر حکم کفر لگایا اور سختی سے ایسے لوگوں سے ترک موالات پر زور دیا، فرمایا کہ:

''جس کے دل میں ایمان ہوگا وہ ایسے شخص سے دوستی نہیں رکھے گا بلکہ تاکید فرمائی کہ اے مسلمان! اپنے نبی سے سچی محبت کر، کہ یہی مدار ایمان ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ بے شمار انعامات سے نوازتا ہے اور اگر نبی سے سچی محبت نہیں تو اس پر بے شمار عذاب نازل فرماتا ہے۔''

لہٰذا آپ نبی سے محبت کے ضروری ہونے پر تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے مسلمان! اے امتی سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدارا، ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کردینے پر ملتے ہیں: کہ دل میں ایمان جم جا، اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو۔ یا یہ سات بھلے ہیں جو ان لوگوں سے تعلق لگا دینے پر پڑیں گے: ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات، ہیہات، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں؟ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جان برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا، وہاں تو امتحان کی ٹھری ہے ابھی آیت سن چکے ''الم أحسب الناس'' کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا۔ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے! دیکھو! یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو! وہ فرما رہا ہے کہ تمہارے رشتے، علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے، مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو! وہ فرما رہا ہے: کہ میں غافل نہیں، میں بے خبر نہیں، تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں، دیکھو! بے پروائی نہ کرو، پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو، اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو، دیکھو! وہ تمھیں سخت عذاب سے ڈراتا ہے، اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں، دیکھو! وہ تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں، دیکھو! اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں، جن پر عذاب کا استحقاق ہو، مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کہ خواہ رب کی رحمت، حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے، مگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے، ان کی عظمت، ان کی محبت مدار ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے، دیکھو! جب ایمان گیا اصلاً ابدالآباد تک کبھی، کسی طرح عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی، گستاخی کرنے والے، جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں اپنی بھگت رہے ہوں گے، تمھیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں تو کیا کر سکتے ہیں؟ پھر ایسوں کا لحاظ کرکے اپنی جان ہمیشہ غضب جبار و عذاب نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے؟ للہ للہ! ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب ایں و آں سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بلند عزت، رفیع وجاہت جو ان کے رب نے انھیں بخشی اور ان کی تعظیم، ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اسے دل میں جما کر انصاف و ایمان سے کہو، کہ جس نے کہا: شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ کی شان میں گستاخی نہ کی؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نہ بڑھایا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعت علم پر ایمان نہ لایا؟'' (فتاویٰ رضویہ، ج. ۳/ص ۳۱۵-۳۱۶)

گائے کی قربانی اسلامی شعار، مسلمان اسے مٹانے کے درپہ

قربانی مسلمانوں کا محض ایک تیوہار ہی نہیں بلکہ اسلامی شعار

بھی ہے جس کا باقی رکھنا اور اس کی بقا کی سعی کرنا مسلمانوں پر لازم ہے خصوصاً جب غیر مسلم اس کے روکنے کی کوشش کریں، لیکن اکثر یہ دیکھا گیا کہ کچھ لوگ اس موقع پر یہ باتیں کرتے ہیں: کہ

”جب حکومت نے اس پر ممانعت عائد کر رکھی ہے تو گائے کی قربانی کرنا کیا ضروری ہے؟ بلکہ اگر کوئی ایسے حالات میں کر لے تو اس پر زجر و توبیخ کی بوچھار کرتے ہوئے یہ دلائل پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ قربانی کے جانور اللہ تعالیٰ نے اور بھی رکھے ہیں۔ جیسے: بکرا، بھینس، اونٹ، بھیڑ وغیرہ تو گائے کے ہی پیچھے پڑنا کیا ضروری ہے؟“

حالاں کہ یہ سب وساوس خناس ہیں بلکہ اگر کفار و مشرکین گائے کی قربانی سے روکیں تو گائے ہی قربان کرنا واجب ہے اور نہ کرنے والا اسلام کا سخت دشمن اور شیطان کا بھائی ہے، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی ایک چشم کشا تحریر بشکل فتویٰ من وعن ملاحظہ ہو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کس قدر تباہی کے دہانے پر ہیں اور جس شعار اسلام کا استحکام وسالمیت ہم پر لازم وضروری تھی ہم اسی کے ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں بلکہ اس کے مٹانے کی دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”گائے کی قربانی بے شک شعار اسلام ہے، قال اللہ تعالیٰ: والبدن جعلناها لکم من شعائر الله۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لیے دین الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔ خود مولوی عبد الباری محلی فرنگی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی ص: ۲۱ / پر لکھتے ہیں: والبدن جعلناها لکم من شعائر سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے، خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقا و اجرا بلا شبہ اعظم مہمات اسلام سے ہے، مکتوبات شیخ مجدد میں ہے: ذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است، ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔

یہاں اس کا باقی رکھنا واجب ہے، جس کی تحقیق ہمارے رسالہ ”انفس الفکر فی قربان البقر“ میں ہے۔ علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیا ہے، مولوی عبد الحی صاحب کے فتاویٰ میں ہے: گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے۔ زمان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جملہ سلف صالحین تمام بلاد وامصار میں اور اس پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہ درست ہے۔ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقا و اجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں تو گناہ گار ہوں گے۔“

آخر میں لب لباب بیان کرتے ہوئے خوب شد و مد کے ساتھ اس کے ابقا کے لیے تاکید افرماتے ہیں:

”تو جو لوگ خوشنودی مشرکین کے لیے اس شعار اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، ان کے دام میں پھنس کر قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرماں بردار ہے، تارک واجب اور مرتکب حرام، مستحق نار و غضب جبار ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۴/ ص ۱۶۶-۱۶۸)

سنت کی ادائیگی کی خاطر فرض وواجب کو ترک نہیں کیا جاسکتا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں چار سوالوں پر مشتمل ایک استفتا آیا جن میں ایک سوال یہ تھا کہ تہجد کا عادی ایک شخص ایسا قیلولہ کرتا ہے کہ اس کی جماعت ظہر فوت ہو جاتی ہے۔ جائز ہے یا نہ؟ اس کا جواب اشرف علی تھانوی اور قاسم علی مرادابادی دے چکے تھے لیکن دونوں کے فتووں میں تخالف تھا، اشرف علی تھانوی نے ایسا جواب دیا کہ جس سے تہجد کی اہمیت کم معلوم ہوتی تھی اور قاسم علی مرادآبادی نے اس طرح جواب دیا کہ جس سے جماعت کی اہمیت گھٹتی تھی، اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان چاروں سوالوں کے جواب تحریر فرمائے جس میں احقاق حق اور ابطال باطل کا کردار

نبھایا اور اس کا نام ''القلادة المرصعة فى نحو الأجوبة الأربعة'' رکھا، جس میں اعلی حضرت نے سائل کی صحیح سے سرزنش اور زجر وتوبیخ کی اور فرمایا کہ ایسا قیلولہ ہی کیوں کرتا ہے جو ترک جماعت کا موجب ہو، ایسا سوال کرنا شیطانی وسوسہ ہے، تہجد کے فراق میں جماعت چھوڑنا غلط ہے لیکن ترک تہجد کی مشاورت بھی نہیں کی جاسکتی، درحقیقت دونوں میں کوئی تضاد اور تخالف نہیں، بلکہ غفلت کا نتیجہ ہے، ایسے وقت سویا ہی کیوں جاتا ہے جو ترک جماعت کا باعث بنے؟ یا اتنا زیادہ کھانا ہی کیوں کھایا جاتا ہے جس سے تہجد میں اٹھنے میں مشقت ہو؟ اور یہ تاکید فرمائی کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نہ تہجد فوت ہو، نہ جماعت چھوٹے، فرماتے ہیں:

''(اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیوں کہ جس راستے پر تو چل پڑا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے) یا ہذا! سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر، یہ کیا! سنت لیجیے اور واجب فوت کیجیے، ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانا سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے، جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جا تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے، جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جا تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ "من ابتلى ببليتين اختار اهونهما "(دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے) بہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کی دستاویز نقد ہے۔ مگر حاشا خدامِ فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتوٰی دیں گے، نہ عادیِ تہجد کو تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "يا عبد الله! لاتكن مثل فلان كان يقوم الليل فترك قيام الليل" رواه الشيخ عن عبد الله بن عمرو بن العاص، یعنی اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کو قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا (اسے بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے) کا خلاف کریں گے۔

یہ اس لیے کہ وہ بتوفیقہ حقیقت امر سے آگاہ ہیں، ان کے یہاں عقلِ سلیم ونظرِ قدیم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد وجماعت میں تعارض نہیں، ان میں سے کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفسِ شریر وسوے طرزِ تدبیر سے ناشی۔ یا هذا! اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم وتارکِ واجب ہے اور اس عذرِ باطل میں مبطل وکاذب، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادى الله ينادى الى الصلوات فلا يبه" یعنی ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیوں کر جاگا اور یہ فسادِ عجاب کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت قریب ہوتا ہے؟ ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا، یوں ہے تو اوّلِ وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم نے قیلولہ کے لیے خالی وقت رکھا جس میں نماز وتلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں: کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقتِ زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو۔

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں، کیا اس وقت سونے میں تجھ کو عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے۔ اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ کر، بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ وبے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہو لیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہترین علاج تقلیلِ

غذا ہے، پیٹ بھر کر قیامِ لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیے گا، جو بہت پیے گا بہت سوئے گا اور جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۷ ص ۸۷-۸۹)

فرض کی ادائیگی کے بغیر نوافل کی قبولیت کی امید مفقود

غیر معمولی مقامات پر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی فرائض و واجبات پر تاکیدات ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ زکاۃ کا ہے۔ آپ کی خدمت میں ایک سوال موصول ہوا جس کا ماحصل یہ تھا کہ کوئی شخص غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں پر صرف کرے، مسجدیں تعمیر کرائیں تو کیا یہ اس کے لیے کچھ نفع بخش ہوگا؟ اور زکاۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی، اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا وہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے، آپ نے اس میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فرض کی ادائیگی کی تاکید فرمائی اور زکاۃ ادا کیے بغیر نفلی صدقات و خیرات کرنے والے کے لیے کوئی ثمرہ نہ ملنے کو کئی مثالوں سے واضح فرمایا، آپ بھی پڑھیے اور اپنے ایمان کو جلا بخشیے:

"اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا ہے اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی رہتی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا، تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں، یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمنان بھی نہیں کہ اپنا بڑھانے اور ایک ایک دانہ ایک ایک ڈھیر بنانے کو زکاۃ کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے: زکاۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں تب تو کھلا کفر ہے۔ ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون؟ کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیاں مول لیتا ہے۔ غرض زکاۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے، نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہیے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں، پھر ان سے بڑھ کر احمق کون؟ کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، فرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے، خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے چھوٹے حاکموں کو ہی آزما لے، کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کر لے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں!

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم، مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب "فتوح الغیب" شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں، فرماتے ہیں: جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے پھر حضرت امیر المومنین، مولی المسلمین، سیدنا مولی علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی، کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہو گیا۔

اب وہ حاملہ ہے نہ بچہ والی! یعنی جب پورے دنوں پر اسقاط ہو تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں، کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا، حمل رہتا تو امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچہ، نہ امید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلنی پڑی جو بچہ والی کو ہوتی

ہے۔ ایسے ہی اس نفلی خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور قبول کچھ بھی نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص ۱۸۳)

کسی معظم دینی کی وجہ سے نماز میں تاخیر؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ہر وقت، ہر موڑ بلکہ بوقت وصال بھی فرائض وواجبات کی تاکید فرمائی، آپ کے وصال شریف سے قبل کے حالات "الملفوظ" میں درج کیے گیے ہیں ان میں سے ہم موضوع کے مطابق کچھ عبارت کا ٹکڑا نقل کرتے ہیں جس میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ تادم مرگ آپ نے کیسے فرائض وواجبات کی تاکید فرمائی۔ بیان کیا جاتا ہے: شب پنج شنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا، جب انھوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: ان شاء اللہ یہ وہ رات نہیں جو تمھارا خیال ہے تم سب سو رہو، وصال کے روز ارشاد فرمایا نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

قضا نمازوں کا کیا کیا جائے؟

بعض حاضرین نے اعلیٰ حضرت سے پوچھا کہ قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟ تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ اس کی ادائیگی پر بھی زور دیا اور تخفیف کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا تا کہ بوجھ ہلکا ہو اور بآسانی ادا ہو سکیں، فرماتے ہیں:

"قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں، نہ معلوم کس وقت موت آجائے، کیا مشکل ہے، ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہیں (یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چار، مغرب کی تین، عشا کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کر سکتا ہے اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرلے پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا کی، یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں، زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے کاہلی نہ کرے، جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا، نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی، ہر دفعہ یہی کہے یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے، اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں اس کے لیے صورت تخفیف اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے "الحمد شریف" کے تین بار "سبحان الله" کہے اگر ایک بار بھی کہ لے گا تو فرض ادا ہو جائے گا، نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف ایک ایک بار "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" پڑھ لینا کافی ہے تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے "اللهم صل علی سیدنا محمدوآله" وتروں میں بجائے دعائے قنوت "رب اغفرلی" کہنا کافی ہے، طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کر سکتا ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد ناجائز ہے۔" (الملفوظ، حصہ اوّل، ص: ۶۲)

◆◆◆

ص ۳۸ کا بقیہ ....

المختصر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ صرف ایک فقیہ نہیں تھے، بلکہ ایک تحریک، ایک مجاہد، ایک عظیم رہنما اور اہل سنت کے قلعے کے محافظ تھے، آج اگر ہم دین کی روشنی میں سانس لے رہے ہیں تو ان جیسی ہستیوں کی قربانی، جرأت اور فکری بلندی کی بدولت۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں، دین کے معاملے میں مداہنت نہ کریں، باطل فرقوں سے اعلانِ برأت کریں اور عشق رسول ﷺ کے قافلے میں شامل ہو کر حق کا علم بلند رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تاثرات کے منتظر ہیں

از: مفتی عبد اللطیف علیمی *

مفتی اعظم ہند! حیات طیبہ کی چند اہم جھلکیاں

گورا مکھڑا جلوے جس پر آ آ کر پھر جاتے ہیں
آؤ تم کو بھی ہم صورت ایک ایسی دکھاتے ہیں

دنیا کی تاریخ میں کچھ ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں جو نہ صرف اپنے وقت کے لیے، بلکہ آنے والے زمانوں کے لیے بھی ایک روشن چراغ اور ہدایت کا منار بن جاتی ہیں۔ وہ صرف عالم نہیں ہوتے، بلکہ علم کے سمندر، فقط مفتی نہیں، بلکہ فقہ وفتویٰ کے سلطان، وہ صرف عاشقِ رسول ﷺ نہیں، بلکہ ناموسِ رسالت ﷺ کے جاں نثار سپاہی ہوتے ہیں، ایسی ہی ایک عظیم الشان باوقار اور بے باک شخصیت کا نام ہے: وارث علوم اعلیٰ حضرت آبروے اہل سنت شہزادا اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ، جو مفتی اعظم ہند کے لقب سے مشہور ومعروف ہوئے۔

یہ وہ مردِ مجاہد تھے جنھوں نے اپنے قلم سے باطل کے قلعے قمع کر دیئے، اپنی زبان سے بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اور اپنے فتاویٰ سے دین پر لگنے والی ہر فتنہ پرست ضرب کو روک دیا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ 22 ذی الحجہ 1310ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کے چھوٹے فرزند ارجمند تھے، علم، تقویٰ، عشقِ رسول ﷺ، فہم دین، غیرتِ ایمانی، فقہی بصیرت اور باطل شکن جلال، سب آپ کو وراثت میں ملا، کم سنی میں ہی علومِ دینیہ میں مہارت حاصل کر لی اور اپنے والد ماجد کے فیض سے سیراب ہو کر فقہ وفتاویٰ کے آسمان پر سورج بن کر چمکے۔

آپ کے فتاویٰ میں دین کی غیرت، شریعت کی روشنی اور عقیدۂ اہلِ سنت کی سختی نمایاں نظر آتی ہے، آپ نے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فتاویٰ تحریر کیے جن میں توحید ورسالت، طہارت وعبادات، عقائد واعمال اور فرق باطلہ تردید کے جلالی پہلو دیکھنے کو ملتے ہیں، جنھیں آپ فتاویٰ مصطفویہ میں پڑھ کر ضرور اپنے ایمان وعقیدہ کو جلا بخش سکتے ہیں، آپ کا فتویٰ صرف تحریر نہیں ہوتا تھا، وہ تو باطل پر عتاب، منافق پر عذاب اور اہلِ سنت کے لیے نصاب ہوتا تھا۔

آپ نے وہابی، دیوبندی، قادیانی، نیچری، روافض اور ہر باطل فرقے پر واضح، قطعی اور سخت الفاظ میں فتاویٰ جاری کیے۔ آپ کے نزدیک: جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر زبان درازی کرے، وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، کافر، مرتد اور واجب القتل ہے آپ نے فرمایا: بدعقیدہ لوگوں سے میل جول رکھنا گویا دین سے خیانت ہے۔ آپ بظاہر سخت گیر، مگر دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایسا سمندر موجزن تھا کہ آپ کی ہر بات، ہر دعا، ہر فتویٰ اسی عشق کی خوشبو سے معطر ہوتی۔

آپ نے ہمیشہ دین پر سمجھوتہ کرنے والوں کو للکارا، اور فرمایا: سچائی کی راہ میں دشمنوں کی پرواہ کرنا کمزوری ہے اور کمزوری ایمان کے منافی۔ آپ نے 13 محرم الحرام 1402ھ کا دن گزار کر شب کو 01:45 پر اس دارِ فانی کو خیر آباد کہا، مگر آپ کی قبر آج بھی اہلِ حق کے لیے مرکز فیضان اور اہلِ باطل کے لیے شمشیر برہنہ ہے، آپ کے چند مشاہیر خلفائے کرام میں:

مفسر اعظم مفتی محمد ابرہیم رضا جیلانی میاں (والد گرامی تاج الشریعہ) خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مفتی خلیل احمد خان برکاتی، مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری میاں، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سرفہرست ہیں۔

بقیہ ص ۳۷ ر پر

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

حضور تاج الشریعہ اور فتنوں کی سرکوبی

نظام قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ جب بھی دین فطرت کے خلاف باطل نظریات نے سر ابھارا ہے تو اللہ عزوجل نے اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے مردان حق کی جماعت کو اپنے جلوؤں کا مظہر بنا کر بھیجا ہے۔ چناں چہ جب نمرود وفرعون جیسے ظالم وجابر حکمرانوں نے :انا ربکم الاعلیٰ۔ کا پرچار و پرسار کر کے عقیدہٗ توحید کے خلاف محاذ آرائی کی اور اپنی خود ساختہ خدائی کا ڈنکا بجانا چاہا تو اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور ان فتنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا ان امور کی تفصیلات قرآن مجید فرقان حمید میں ہے، یوں ہی سرزمین ہندوستان میں اکبر کے دور میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی خوب سرکوبی کی، اپنے مکتوبات وتصانیف اور عملی کوششوں سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ فرمایا اور اسے انجام تک پہنچا دیا۔

مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی پیدائش جس زمانے میں ہوئی وہ زمانہ برساتی مینڈکوں کی طرح فتنوں کے پنپنے کا زمانہ تھا، ہر سو نئے خیالات، مذہب بیزار لیٹریچر اور تصنیفات کا دور دورہ تھا، ہر چہار جانب سے دین وسنیت پر حملے ہو رہے تھے، اہل ہند کے ایمان وعقیدے پر ضرب کاری کی ہر ممکن کوشش کی جارہی تھی، وہابیت، دیوبندیت، نیچیریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت، وغیرہ اسی زمانے کے اہم فتنے ہیں، مگر اللہ عزوجل نے باطل فتنوں کو خاک آلود کرنے ہی کے لیے امام احمد رضا کو پیدا فرمایا اور آپ کی ذات ستودہ صفات کو گوناگوں خوبیوں کا حامل بنایا۔ غیر معمولی ذہانت وفطانت کی دولت ونعمت سے سرفراز فرمایا نیز علم وآگہی، حلم وبردباری، خوف خدا اور تقویٰ شعاری، شجاعت وبہادری، ہمت وجواں مردی، جیسی صفات وکمالات سے مزین ومرصع فرمایا۔

آپ کے دور میں جب ہر طرف فتنوں نے سر ابھارا تو علم وعمل کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر امام اہل سنت نے میدان عمل میں قدم رکھا اور اپنی تحقیقی تصانیف اور اپنے پروردہ علما وتلامذہ کے ذریعہ ان فتنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ جسے یہ برداشت نہ کر سکے، بلاشبہ آپ نے اپنے قلم سیال سے، جو درحقیقت صمام الاسلام اور باطل کے خلاف شمشیر بے نیام ہے، تمام فرقہائے باطلہ کے خلاف ایسی محاذ آرائی فرمائی کہ اہل عقیدت کو قائل وفاعل اور حاسدین ومعاندین کو ساکت ومرعوب کر دیا، آج بھی اہل نظر اور ارباب بصیرت امام اہل سنت کے حوصلوں کو داد دیتے ہیں اور کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ باطل عقائد ونظریات کے خلاف امام احمد رضا نے جو شش جہات خدمات انجام دی ہیں بلاشبہ وہ حد جہاں وسیع ہے۔

آپ کے بعد آپ کے شہزادگان کے زمانوں میں بھی کئی فتنے اٹھے، جن میں ''تحریک شدھی'' سب سے نمایاں فتنہ تھا، جس کے ذریعہ سیکڑوں برس پہلے مسلمان ہونے والے راجپوتوں کو دوبارہ ہندو دھرم قبول کرنے پر مجبور کیا جارہا تھا، کہیں روپے پیسے کا لالچ دے کر تو کہیں زمین جائداد اور گھر بار لوٹنے کی دھمکی دے کر، غرض کہ اس تنظیم کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم جاری تھی، پھر کیا تھا جوں ہی اس ناپاک منصوبے کی خبر شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو لگی تو فوراً آپ کی سرپرستی میں امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دس خلفا وتلامذہ پر مشتمل ایک نورانی قافلہ اس فتنہ کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے اور دین سے نہ آشنا مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لیے بے سروسامانی کے عالم میں نکل پڑا۔

* مضمون نگار ازہری دارالافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

یہ بندگانِ خدا جذبۂ تبلیغ میں اس قدر سرشار تھے کہ ان اسلام کے مقدس جیالوں کے پایۂ ثبات کو ہزاروں خطرات ومشکلات متزلزل کرسکیں اور نہ ہی نامساعد حالات ان کے حوصلوں کو پست کرسکیں، انہوں نے میرٹھ سے اپنے دورے کا آغاز فرمایا، آگرہ کو جماعت رضائے مصطفیٰ کا مرکز بنایا اور تحریک شدھی کی زد میں جتنے بھی علاقے تھے مثلاً آگرہ، میرٹھ، بلندشہر، بھرت پور، علی گڑھ، اٹاوا، وغیرہ تمام میں آریہ راجپوتوں سے پُرزور مقابلہ کیا اور بتائید ایزدی تمام باطل لیڈروں کو لاجواب فرما کر ہمیشہ کے لیے اس فتنہ ارتداد کو کچل کر رکھ دیا اور ہندوؤں میں تبلیغ کر کے بہت سارے ہندوؤں کو داخل اسلام بھی فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ کے زمانے میں بھی کئی فتنوں نے ہاتھ پاؤں پھیلائے جن میں سرفہرست دو فتنوں کا شمار ہوتا ہے:

(۱) صلح کلیت: اس کا مرگھٹ ''سراواں الہ آباد'' ہے جہاں سے تصوف کے نام پر طریقت کا سہارا لے کر اللہ و رسول کے گستاخوں سے دوستی کا پاٹھ پڑھایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور دیگر راہ ورسم رکھنے کا درس دیا جاتا ہے۔

(۲) منہاجیت: جس کا سرغنہ پڑوسی ملک کا خودساختہ مجدد ڈاکٹر طاہر القادری ہے جس نے انسانوں کی مسلم وغیر مسلم میں خانہ بندی کر کے دور حاضر کے مشرک وکافر یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کا زہر ہلاہل پلانے کی ناکام کوشش کی۔

دور حاضر میں اہل سنت کے کئی بڑے ادارے اور تحریکیں صلح کلیت کو فروغ دینے میں منہاجیوں اور ندویوں کی پشت پناہی کررہے ہیں، دور حاضر کے صلح کلی امام اہل سنت کا نام لیتے ہیں، بریلی کا راگ بھی الاپتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کی بات بھی کرتے ہیں، حالانکہ اعلیٰ حضرت کا نام لینا صرف سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہوتا ہے، درحقیقت یہ سب کے سب مرکز اہل سنت بریلی شریف اور اعلیٰ حضرت کی حیثیت عرفی کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

اہل سنت میں بہت سے لوگ منہاجی بابا کے زورخطابت سے مبہوت تھے، معمولات ومعتقدات اہل سنت پر اس کی رسمی تحریروں سے تذبذب کے شکار تھے، اس کی کھوٹی خدمات کو دیکھ کر اس کے خلاف کچھ لب کشائی کرنے سے گریزاں تھے حتی کہ بڑے بڑے خانقاہ کے لوگوں میں بھی کافی تذبذب دیکھا گیا ہے، اسی طرح کچھ لوگ صوفی نما جوگیوں (سراوی کٹھملوں) کی بنی بنائی شریعت کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کرپارہے تھے کہ صوفی ہیں یا جوگی؟

ایسے کٹھن حالات اور مشکل موڑ پر امت نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف لو لگائی، علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث، مفتی اعظم ہند کے حقیقی جانشین حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرمائی، خداداد صلاحیت اور ایمانی فراست سے ان کے مکروفریب کو بھانپ کر انتہائی جرأت وبہادری کے ساتھ پوری امت کو ان دونوں فتنوں سے روشناس کرایا، ان کے شر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی، ان کی قابل اعتراض عبارتوں کو بطور اتمام حجت ان پر پیش فرمایا مگر جب وہ ان باتوں پر مصر رہے تو ان کے اسلام مخالف نظریات وخیالات سے لوگوں کو باخبر کیا، لوگ یہ سوچتے تھے کہ اتنا بڑا عالم، محقق، مدقق اور مصنف گمراہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر آپ اپنے باطنی نور سے بخوبی محسوس کررہے تھے کہ یہ شیطان کا پکا مرید اور اس زمانے میں گروہ شیطان کا سردار ہے، اپنے باطل افکار ونظریات کے سبب دائرہ ایمان سے باہر کوسوں دور جاچکا ہے، اسی لیے آپ نے تقریر وتحریر اور مناظروں کے ذریعہ جس بےخوفی سے اس منہ میاں مٹھو بننے والے خودساختہ مجدد دوراں صدی کا بخیہ ادھیڑا ہے وہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے اور حیرت واستعجاب میں یہ کہنے پر مجبور نظر آئے۔ ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بےباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باطنی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی باطنی نگاہوں سے وہ دیکھ لیتے تھے جو عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اس فرعون کی فرعونیت اور شیطان کی شیطانیت کو سب سے پہلے آپ نے محسوس کیا اور ڈنکے کی چوٹ پر دنیاوالوں کو بتادیا کہ یہ بقیہ ص ۲۷ پر

احوال عالم

از: محمد اختر رضا امجدی *

اسلاموفوبیا اور اس کے بڑھنے کے کچھ اسباب وعلل

اسلاموفوبیا کی بڑھتی خلیجوں نے جتنا نقصان مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو کو پہنچایا ہے، شاید ہی کسی اور واقعے یا حادثے نے پہنچایا ہو، بلکہ یوں کہوں تو بجا ہوگا کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جملہ سازشیں، ناروا سلوک، مسلماتِ اسلام پر سوالیہ نشان، عورتوں کی آزادی اور ان کے مابین حق مساوات کے نام پر عریانیت کو بڑھاوا دینا، میرا جسم میری مرضی جیسے فحش نعروں کی اوچھی حرکت، نسل کشی، قتل وغارت گری اور مسلمانوں کے ساتھ امتیازی رویہ کا اظہار یہ، قومِ مسلم کو شکوک و شبہات کی نظروں سے دیکھنا، دہشت گردی کو اسلام کے ساتھ مختص کر کے پیش کرنا، دیگروں کو بڑی سے بڑی دہشت گردی میں ملوث ہونے کے باوجود مجرم اور مسلمانوں کو ہلکے سے ہلکے جرم کو ٹیررازم قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہ کرنا بلکہ سارے حوادثات وواقعات جو آئے دن مسلمانوں کے ساتھ پیش آرہے ہیں، سب کے سب اسی اسلاموفوبیا کے نتائج ہیں، جو کھل کر سامنے آرہے ہیں۔

ملمع سازوں نے جھوٹ اور مکر وفریب کی اس درجہ ملمع سازی وتصنع کاری کر ڈالی ہے کہ حقیقت حجاب اور پردوں کی پرت تلے چھپ گئی ہے اور اس کا انکشاف تو بعد اس طرف لوگوں کا رجحان بھی ناپدید ہے، اسلام کی صورت کو اس قدر مسخ کر کے نظر نوازِ عام وخاص کیا گیا اور کیا جارہا ہے، کہ اس کی حقیقی صورت سے لوگوں نے عدول کر کے جھوٹ اور مکر وفریب کی ملمع زدہ عکس وچھوی کو حقیقت سمجھ لیا ہے، اسی وہمِ فاسد کے سبب اسلاموفوبیا وتقویت حاصل ہو رہی ہے اور سازشیوں کی شازشیں رنگ لا رہی ہیں، اسلام کے خلاف جتنی بھی خرافات پیش کی جاتی ہیں، وہ حقیقت سے کوسوں دور ہیں، چشم پوشی اور حقیقت کوشی کا اس سے بڑھ کر نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی بلکہ حقائق تو بالکل ہی ان مذموم بیانیوں کے الٹ اور عکس ہیں، اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امن کا درس دیتا ہے، مساوات اور حقوق کا پاسدار و پابند کر کے رکھتا ہے، بلکہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے مساوات اور عورتوں کو ان کا حق دلایا، ٹیررازم کے ساتھ تو اسلام کا دور دور تک کوئی ناطہ نہیں ہے، پھر بھی اسے اسلام ہی کے سر مڑھا جاتا ہے۔

المیہ تو یہ ہے کہ لوگ جہاد کو غلط رخ دے کر پیش کرتے ہیں، جبکہ دنیا کے ہر قانون میں Law Of Defense اور جہاد اسی مدافعتی نظام کا ایک حقیقی مرقع ہے، ٹیررازم اور فساد فی الارض کی ساری قسموں کی اسلام کھل کر مذمت اور اظہارِ برأت کرتا ہے، سو اس کا الزام مسلمانوں پر دھرنا کہاں سے قرین صواب ہو؟ اسی طرح مسلمانوں کے دیگر مسلمات اور ان کے داخلی مسائل کو مذموم، مفہوم اخذ کر کے غلط طور پر بیان کرنا کیا یہی انصاف ہے؟ افسوس ہے ایسے انصاف پر! اسلاموفوبیا کی خلیج کو وسیع کرنے میں چند مرکزی کردار ہیں:

۱ یہود ونصاریٰ اور کفار ومستشرقین کا مقصد اپنی اسلام دشمنی کی بنیاد پر اس کام کو فروغ دے کر اقدارِ اسلام کو پائے مال اور اسلام کی مثبت صورت کو مسخ کرنا ہے۔

۲ مغربی اور مشرقی میڈیا کا منفی کردار اسلاموفوبیا کو فروغ دینے میں یوں ہے کہ زرخرید میڈیا مسلمانوں کے جھوٹے سے چھوٹے ردِّ عمل کو بھی ٹیررازم سے جوڑ کر پیش کرتی ہے، جبکہ دوسرے مذاہب کے شدت پسندوں کو انفرادی مجرم کہا جاتا ہے۔

۳ سیاسی مفادات کے پیشِ نظر سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور اشتعال انگیز بیانیہ اپنا کر اکثریتی ووٹ بینک کو متحرک کرنے کی کوشش میں اسلاموفوبیا کو بڑھاوا دیتی ہیں۔

۴ جہالت اور عدم واقفیت کی بنا پر مغربی بلکہ بعض مشرقی

* مضمون نگار جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی کے طالب علم ہیں۔

معاشروں میں اکثر لوگ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اسلاموفوبیا کا شکار بن جاتے ہیں۔

۵ شدت پسند عناصر کی کاروائیوں اور چند گروہوں کی انتہا پسندانہ کارروائیوں کو دین اسلام کی طرف منسوب کر کے اسلاموفوبیا کو فروغ دیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے ایسے اسباب ہیں جو اسلاموفوبیا کو فروغ دیتے ہیں، جس سے اسلام خلاف عناصر کی مقصد برآری ہوتی ہے، اس طور پر کہ مسلمان یا تو سیکولرازم کا لبادہ اوڑھ کر مغربی تہذیب وتمدن کو اپنی مذہبیات میں رچا بسا لے، یا پھر اسلام منافرت کا شکار ہو کر اپنے دین ومذہب سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے، وگرنہ دوسری طرف غیر اسلامی عناصر اسلاموفوبیا سے مشتعل ہو کر اسلام کی ساکھ کو نقصان پہنچانے میں ہمہ وقت برسر پیکار تو رہیں گے ہی، جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔

الحاصل اسلام پر تبرا کرنے والوں، اور اسلاموفوبیا کے شکار ہونے والوں سے کہنا یہی ہے کہ پہلے اسلام کی تعلیمات کو سمجھیں امید قوی ہے کہ حقائق پر چڑھے سارے پردے چاک ہو جائیں گے اور جھوٹ ومکروفریب کے سارے دھند چھنٹ جائیں گے، رہی بات مخالفین اور دشمنان اسلام کی تو ان کا کوئی علاج نہیں، سوائے اس کی وہ اپنی بغض وعداوت کے سمندر میں ڈبکی لگاتے لگاتے ڈوب مریں، کیوں کہ بربنائے دشمنی اور ہٹ دھرمی کی جانے والی مخالفت کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ہاں ایک تجویز ضرور دوں گا کہ ان سے احتراز لازمی پکڑیں کہ ایسے لوگ ''مفسدین فی الارض'' کی قبیل سے ہیں اور ان سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

◆◆◆

ص ۵۲ رکا بقیہ ....

اِسکے ہر رُخ میں ہے لاریب کی طلعت ایسی
تاابد رکھتا ہے ایقانِ ہزاری قرآں

جاگ اُٹھتی ہے تلاوت سے حیاتِ غافل
وجد کردیتا ہے ہر ایک پہ طاری قرآں

تھم کے رفتارِ زمانہ بھی اسے سنتی ہے
جھوم کر پڑھتے ہیں جب حافظ وقاری قرآں

ظلمتِ غم میں جلاتا ہے مسرت کے چراغ
مسکراہٹ سے بدل دیتا ہے زاری، قرآں

جسم وجاں، فکر ونظر، علم وہنر، سب مہکے ہے
کمالات وفضائل کی وہ کیاری قرآں

یہ جو آیا، تو صحیفے ہوئے سارے منسوخ
حشر تک ساری کتابوں پہ ہے بھاری قرآں

شب میں اترے تو شبِ قدر بنادے اُسکو
دن میں اترے، تو ہوا عزازِ نہاری، قرآں

قبر میں، حشر میں، جنت میں رفیق وہمدم
ہے بڑی پختہ یقیناً تری یاری، قرآں

پاگئے کتنی بلندی، ترے صدقے حُفّاظ
سارے اعزاز ترے در پہ ہیں واری قرآں

تیری تعلیم سے کردارِ بشر نکھرا ہے
یعنی تقدیرِ اُمم تو نے سنواری، قرآں

تیرے اَحزاب، زمانے میں ہیں سب پر غالب
فوج تیری، نہ کسی جنگ میں ہاری قرآں

جو مِلا، جسکو ملا، تیرے ذریعے سے مِلا
شوکتیں تجھ سے ہیں عالَم کی یہ ساری قرآں

نقد رہتا ہے سدا خدمت قرآں کا صلہ
خود پہ رکھتا ہی نہیں کوئی اُدھاری قرآں

کیسے کیسے ہمیں اعزاز دیئے ہیں تو نے
جان ودل سے ہے تری شکر گزاری قرآں

تازگی باغِ محبت کو عطا کرتا ہے
شجرِ بغض وعداوت کو ہے آری، قرآں

ماننے والوں کو جنت کی خبر دیتا ہے
جو ہیں منکر، اُنھیں کردیتا ہے ناری، قرآں

جَو ہر فکر ونظر جو بھی فریدیؔ کو ملا
سب ترے در کی ہے یہ فیض نگاری قرآں

ڈاکٹر ادہم شرقاوی فلسطینی کے قلم سے

ایران و اسرائیل جنگ ! بے تاب لوگوں کو نصیحت

احوال عالم

بے تاب لوگوں کو نصیحت

کسی پر وہ بوجھ نہ ڈالو جسے اُس نے خود اپنانے سے انکار کر دیا ہو! ممالک کے مفادات ہوتے ہیں، عقائد نہیں:

(۱) جب اردوغان کا ستارہ چمکا، تو تم نے اُسے ہمارے سامنے ''خلیفہ'' بنا کر پیش کیا! اُس پر کوئی تنقید گویا حضرت عمر بن خطاب پر تنقید سمجھی جاتی تھی! حالانکہ اُس شخص نے کبھی خود کو خلیفہ نہیں کہا! وہ پہلے بھی، اب بھی اور ہمیشہ عملی طور پر اتحاد اور دشمنی کا فیصلہ اپنے ملک کے مفاد کی بنیاد پر کرتا رہا ہے۔

رٹے رٹائے نعروں کی کوئی حیثیت نہیں! جب اُس کے ملک کے مفاد میں لیبیا میں بحری راستے سے فوجی مداخلت کی ضرورت پڑی تو اُس نے کی۔

جب اُس کے ملک کے مفاد میں شام میں مداخلت کی ضرورت پڑی تو اُس نے جنگ کا پانسا پلٹ دیا اور جب اُس کے ملک کے مفاد میں غزہ کا قتل عام ہوتے دیکھنا ضروری ہوا، تو وہ بھی دوسروں کی طرح تماشائی بن کر بیٹھ گیا! حالانکہ فلسطین اُس کے لیے لیبیا سے کہیں زیادہ قریب ہے! فلسطین دین اور عقیدے کا معاملہ ہے، لیبیا معیشت اور مفاد کا! بات صرف اتنی سی ہے کہ سیاست کا مذہب صرف ''مفاد'' ہے۔

(۲) ایران کے معاملے میں بھی بالکل یہی بات! ایران نے کبھی نہیں کہا کہ ''میں غزہ کے دفاع میں تل ابیب پر میزائل برسا رہا ہوں'' یہ تم نے خود گھڑ لیا! اور جو تمہاری بات سے اختلاف کرے، اُس پر لعن طعن اور ''غدار'' کا لیبل چسپاں کر دیا! غزہ 650/دنوں سے ذبح ہو رہا ہے۔

ایران نے صرف دو بار بمباری کی اور وہ بھی جب اُس پر خود حملہ ہوا! ایران ایک اہم علاقائی طاقت ہے جو دوسروں کو استعمال کرتی ہے، کسی کے زیر استعمال نہیں آتی! جب اپنے مفاد اور اپنے اثر و رسوخ کے دفاع کی خاطر شام میں قتل عام کرنا ضروری سمجھا تو اس نے ہر طرف تباہی مچا دی! اور جب مدد کرنا مفاد میں دیکھا تو اس نے مدد کی۔

ایران سنی کی بھی حمایت کرے گا اگر اس میں اپنا مفاد دیکھے اور شیعہ کو بھی چھوڑ دے گا اگر چھوڑنا مفید سمجھے! سیاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا! سیاست دین کو صرف ایک ''مہرہ'' سمجھتی ہے جس سے عوام کو ہانکا جا سکے! دنیا کا ہر ملک ایسا ہی ہے۔

یہاں تک کہ اسرائیل کا بھی کوئی دین نہیں: وہ بھی کسی یہودی کو قربان کر دے، اگر بقا کی خاطر ضروری ہو! ایران نے اپنے وجود اور مفاد کے لیے ۲/ ہفتے سے بھی کم جنگ لڑی اور اپنے وجود اور مفاد کے لیے ہی روک دی! اُس نے غزہ سے متعلق کوئی ایک شرط بھی نہیں رکھی پھر تم کیسے اصرار کرتے ہو کہ اُس نے غزہ کے لیے جنگ لڑی؟

سیاسی اتحاد سمجھ میں آنے والی بات ہے

کبھی جن اور انسان اکٹھے ہو جاتے ہیں، نیک و بد ایک پلیٹ فارم پر آ جاتے ہیں! مفادات ایسے لوگوں کو بھی جوڑ دیتے ہیں جن کے بارے میں ہم سمجھتے تھے کہ یہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے! حماقت صرف وہی کرتے ہیں جو سیاسی اتحاد کو ''عقیدے اور دین'' کا معاملہ بنا لیتے ہیں۔

وہ اسے اپنے لیے لازم پکڑ لیتے ہیں، دوسروں پر بھی تھوپنا چاہتے ہیں اور پھر ''ولاء وبراء'' (دوستی و دشمنی) کے اصول کے تحت اُن کا محاسبہ کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلسطینیوں کی جان و مال کی حفاظت فرمائے، آمین۔

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اڑتالیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیری روایت: اس کی تفسیر میں امام مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''الجھالة العمد''یعنی یہاں نادانی سے مراد (خطا وسہو نہیں بلکہ) تعمد ہے اور (آگے فرماتے ہیں) ''عنقریب'' سے مراد ہے وہ پورا وقت جو موت سے اِدھر ہو (یعنی اگر وقت نزع سے پہلے پہلے جس کا فر یا عاصی یا گمراہ نے اپنے جرم سے سچی، پوری توبہ کر لی تو وہ بھی عن قریب ہی ٹھہرے گی یعنی ضرور مقبول ہوجائے گی)

رب کریم کو، بندے کا اعتراف واستغفار بہت پسند

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذا اذنب الرجل ذنباً، الحدیث- (ترجمہ) جب بندہ کوئی گناہ کر بیٹھے پھر عرض کرے اے رب میرے! مجھ سے گناہ سرزد ہوگیا''

ہے (یا کہے) میں نے گناہ کا کام کرلیا (اب میں نادم ہوں، معافی مانگتا ہوں) تو تو مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا پھر اس نے دھیان کیا کہ اس کا کوئی رب ہے (مالک ہے) جو گناہ بخش دیتا ہے (اگر چاہے) اور اس پر گرفت بھی کرلیتا ہے (اگر چاہے) تو میں نے اپنے اس بندہ کو بخش دیا۔

نبی رحمت علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے میں آسانی

نتیجہ: (مصنف یا راوی نے کہا) یہ سب (نرمی اور رعایت اس امت کو) ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کے لئے (امت مرحومہ کو) میسر ہے، جب کہ اگلی امتوں کا حال تو یہ تھا کہ جب وہ لوگ کوئی (عظیم) جرم کرتے تو ان سب پر (بعض) حلال چیزوں کا برتنا حرام ہوجاتا تھا اور جب کوئی، گناہ کرتا تو اس کے گھر کے دروازے پر یا جسم پر یہ لکھا ملتا کہ فلاں ابن فلاں نے ایسا گناہ کیا ہے اور اس کی توبہ یہ ہے۔

فضیلت امت: اور اس امت مرحومہ پر (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے طفیل) یہ معاملہ آسان فرما دیا گیا ہے، جبھی تو (قرآن میں) فرمایا:

''وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا۝ (ترجمہ) اور جو بندہ کر بیٹھے کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم پھر اللہ سے بخشش چاہے تو وہ پائے گا اللہ کو بڑا غافر بڑا مہربان۔'' [سورۂ نساء-۱۱۰]

نصیحت مصنف: لہٰذا ہر مسلم پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور صبح وشام برابر (مخلصانہ) توبہ کرتا رہے۔(۱)

توبہ سے غفلت اپنی جان پر دوہرا ظلم

قول مجاہد: امام مجاہد (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں: جس بندہ کو شام ہوئی اور اس نے توبہ نہیں کی اور جب صبح ہوئی اور توبہ نہیں کی تو وہ ان میں سے ہے جو (اپنی جانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔

نصیحت مصنف: حالانکہ عقلمند کو یہ چاہیے کہ ہر وقت ہی (نہ صرف صبح وشام) اللہ تعالیٰ کے حضور (برابر) توبہ کرتا رہے (کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں) اور نماز پنج گانہ کی محافظت میں خوب کوشاں رہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں نمازوں کو بندوں کے لئے صغائر سے تطہیر کا ذریعہ کیا ہے۔

نماز کی پابندی، صغیرہ گناہ کے لئے تطہیر وکفارہ

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

[۱] یعنی موت کے انتظار میں توبہ واصلاح حال کو مؤخر (یعنی لیٹ) نہ کرے، کیونکہ کیا پتہ موت کب اچانک آ دبوچے اور پھر بے توبہ کیے کہیں نہ مرجائے، لہٰذا توبہ وفکر آخرت سے کسی وقت غافل نہیں رہنا چاہیے، ۱۲/مترجم غفرلہٗ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

عنہ سے بطریق علقمہ روایت آئی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آ کر اپنے صغیرہ گناہ سے پاک ہونے کے بارے میں درخواست پیش کی، عرض کیا اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ (مراد یہ ہے کہ مجھے گناہ کا احساس واعتراف بھی ہے اور زبان سے توبہ واستغفار بھی کر رہا ہوں، کیا معافی کے لئے اتنا کافی ہے یا اور کیا کروں؟ مترجم غفرلہ) راوی کا بیان ہے حضور نے سوال سن کر (جواب نہیں دیا بلکہ) تھوڑی دیر سکوت فرمایا، اتنے میں آیت کریمہ نازل ہوگئی، (اللہ نے فرمایا):

''وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ. (ترجمہ) نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک یہ نیکیاں، برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے'' [سورۂ ہود- ۱۱۴ / کنز الایمان بتصرف یسیر]

بعض کلمات کی تفسیر: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا): دن کے دونوں کناروں سے مراد ہیں اوقات صبح وشام، صبح کے وقت، فجر کی نماز ہے اور شام کے وقت ظہر وعصر کی نمازیں ہیں اور زلف لیل سے مراد ہے رات کا ابتدائی حصہ جس میں پہلے نماز مغرب ہے پھر نماز عشا اور یہاں ''حسنات'' سے یہی پنج گانہ فرائض مراد ہیں اور سیئات سے مراد ہیں صغائر جو کہ دو نمازوں کے درمیانی اوقات میں سرزد ہو گئے ہوں اور (ذکریٰ) سے مراد ہے توبہ اور ذاکرین سے مراد ہیں (گناہ کا دھیان کر کے) توبہ کرنے والے اور ''نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ فرض نمازیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں یعنی صغائر کے لئے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(راوی حدیث نے آگے کہا) پھر نبی کریم ﷺ نے شخص مذکور کو طلب فرمایا اور یہ آیت کریمہ پڑھ کے سنائی، اس پر حاضرین مجلس میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا یہ حکم اسی شخص کے لئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا (اس کے لئے خاص نہیں) بلکہ سب کے لئے عام ہے۔

نیکی فوراً لکھ دی جاتی ہے اور بدی دیر میں

حدیث شریف: حضرت یونس ابن عبید نے خواجہ حسن بصری کے توسط سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیس من عبد الا و علیه ملکان، الحدیث- (ترجمہ) کوئی بندہ ایسا نہیں جس پر دو فرشتے متعین نہ ہوں، (ایک) صاحب یمین ہے اور دوسرا صاحب شمال، صاحب یمین، صاحب شمال پر امین (یعنی نگراں) ہے۔ جب بندہ کوئی بُرا عمل کرتا ہے تو صاحب شمال اس سے معلوم کرتا ہے کیا میں اس کی یہ برائی لکھوں؟ صاحب یمین اس کو جواب دیتا ہے کہ ابھی رہنے دے، جب تک پانچ سیئات نہ کر لے، مت لکھ، جب بندہ پانچ بدی کر لیتا ہے تو وہ پھر پوچھتا ہے، کیا (اب) لکھوں؟ وہ جواب دیتا ہے ابھی اور توقف کر یہاں تک کہ یہ (شاید) پانچ نیکیاں کر لے۔ پھر جب بندہ کوئی ایک نیکی کر لیتا ہے تو صاحب یمین کہتا ہے کہ ہمیں خبر مل چکی ہے کہ بندہ کی ایک نیکی، دس گنی ہوتی ہے۔ تو اب تو آ، اور پانچ کو پانچ سے مٹا اور اس کی (بقیہ) پانچ حسنات ثبت کر، حضور نے فرمایا: یہ دیکھ کر شیطان (مارے غم کے) چیخ پڑتا ہے اور کہتا ہے میں ابن آدم کو کب پکڑ پاؤں گا؟

حضرت ابو ہریرہ کا ایک عاجلانہ فتویٰ مسترد ہوا

ایک عورت کا قصہ: مصنف علیہ الرحمہ اپنے والد صاحب سے سن کر، ان کی پوری سند کا اجمالی حوالہ دیتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے ابو ہریرہ کہتے: میں ایک رات جب رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز عشا پڑھنے کے بعد (مسجد سے) نکلا تو ناگاہ میں ایک عورت کے سامنے تھا جو چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے سر راہ کھڑی تھی۔ بولی اے ابو ہریرہ! مجھ سے ایک عظیم گناہ ہو گیا ہے۔ کیا میرے لئے کوئی توبہ (کی سبیل) ہے؟ میں نے کہا (یہ تو بتا) تیرا گناہ کیا ہے؟ بولی میں نے زنا کیا اور زنا سے جو بچہ پیدا ہوا وہ میں نے مار ڈالا۔ میں نے کہا: تو ہالکہ بھی ہے اور مہلکہ بھی (یعنی یہ تیرا بڑا جرم ہے) بخدا (میرے علم میں) تیرے لئے کوئی توبہ نہیں۔ عورت نے (کچھ) کہا پھر اس کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش بقیہ ص ۲۷ / پر

از: مولانا عمران رضا منظری *

حضور اجمل العلماء اور علم اصول حدیث

فقیہ اجل حضرت علامہ شاہ مفتی اجمل صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آسمان علم وحکمت پر ایک ایسے سورج کے مانند تھے جس کی ضیا بار کرنوں نے عالم اسلام کو روشن کیا، آپ کے قدم ناز نے ہزاروں آبادیوں میں نہ جانے کتنے عشق وعرفان کے گلستان آباد کیے، آپ کے قلم حق رقم نے باطل افکار ونظریات کی دھجیاں اڑا دیں، آپ کی علمی وفقہی تحقیقات نے ارباب فکر ودانش کو انگشت بدنداں کر دیا، آپ کے علم وفضل کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجا، آپ کے علمی وفقہی محاسن وکمالات کا اعتراف وقت کے اکابر علما نے بھی کیا۔

بلا شبہ آپ نے اپنی خداداد ذہانت وفطانت، علمی بصیرت سے دینیات وشرعیات کے ہر ایک شعبے میں بے مثال مسلکی، اصلاحی، فکری، فقہی اور ملی وتحریری خدمات سے مسلک اعلیٰ حضرت کا تحفظ کیا اور اس کو فروغ بھی دیا جس کے سبب آپ کی داعیانہ، مبلغانہ، مناظرانہ ومصنفانہ اور فقیہانہ ومحدثانہ عبقری شخصیت باطل ایوانوں میں آج تک کہرام برپا کی ہوئی ہے۔

آپ رئیس الفقہا والمحققین، سند المفسرین، امام المتکلمین، ممتاز المحدثین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے ایک عظیم متبحر عالم علم اصول حدیث بھی تھے جس کے شاہد آپ کے فتاویٰ، جگہ جگہ منکرین حدیث کے بے جا اعتراضات کے جوابات اور علم حدیث واصول حدیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن تحریرات ہیں جن کے ملاحظات کے بعد علم حدیث اور اس کے ذیلی مضامین: فن اسماء الرجال، فن جرح وتعدیل اور فن حدیث واصول حدیث پر آپ کے تبحر کے ساتھ آپ کا محدثانہ استحضار بھی آشکار ہو جاتا ہے۔

اصول حدیث پر آپ کی مہارت وحذاقت کی ایک ہلکی سی جھلک ''فتاویٰ اجملیہ'' کی جلد چہارم، کتاب الرد والمناظرہ میں شامل سات سوالات پر مبنی ایک سوال نامہ ''المسک الواضح اللطیف'' نامی کتاب سے ماخوذ مستفتی محمد ظہور الدین صاحب، ساکن ٹونک، راجستھان نے حضور اجمل العلماء کے پاس حکم شرع جاننے کی غرض سے ارسال کیا تھا۔

واضح رہے کہ مذکورۃ الذکر کتاب حکومت سعودیہ عربیہ کی جانب سے شاہ سعود بن عبد العزیز کے حکم پر شائع کرائی گئی تھی جو ان گستاخان مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نجدیہ وہابیہ غیر مقلدین فرقہ ضالہ مضلہ کی گمراہ کن پالیسیوں اور لادینیت وبدمذہبیت پر مشتمل مندرجہ ذیل عقائد وافکار کا پٹارا تھی:

(1) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے حضور دعا کرنا بدعت ہے اور دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

(2) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نہایت قبیح اور منکر ہے بلکہ ایمان کی تباہی کا سبب ہے۔

(3) حجرۂ اقدس اور جالیوں کو چومنا جہالت ہے۔

(4) حضور مختار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ اور مدد مانگنا شرک اکبر ہے۔

(5) حضور شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا ناجائز ہے۔

(6) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا مذموم بدعت ہے۔

(7) سوال نمبر سات کے تحت زیارت قبر انور حضور مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق مندرجہ ذیل احادیث:

- من زار قبري وجبت له شفاعتي۔
- من حج ولم يزرني فقد جفاني۔

* مضمون نگار نخاسہ سنبھل، یوپی کے متوطن ہیں۔

- من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي۔

کے بارے میں نجدی مصنف کتاب نے لکھا:

یہ احادیث اور اس قسم کی دیگر احادیث سب ضعیف ہیں اور ان میں سے بعض موضوع ہیں، قابل اعتماد کتب سنت میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں اور نہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے انہیں نقل کیا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہ کریں، وہابیہ، نجدیہ، سلفیہ کے ذکر کردہ افکار وعقائد پر مشتمل جملہ تحریرات کا حضور اجمل العلماء نے آیات قرآنیہ، احادیث طیبہ، اقوال صحابہ وتابعین وفقہائے امت محمدیہ کی روشنی میں رد بلیغ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے حضور دعا کرنا، استغاثہ واستعانت، شفاعت طلب کرنا، روضۂ انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا ثابت فرمایا ہے، آپ نے اپنے موقف کے اثبات میں جس قدر قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کا التزام کیا ہے، اس سے آپ کا وسعت مطالعہ اور علمی استحضار اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے، طوالت کلام کے خوف اور موضوع سے بھٹک جانے کے سبب مع الاختصار سوالات سادسہ پر تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔

راقم نے سردست سلفیہ وہابیہ کے اوہام باطلہ وعقائد فاسدہ پر مبنی آخر الذکر سوال کہ زیارت قبر انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق احادیث میں سے بعض ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں، قابل اعتماد کتب سنت میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں اور نہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے انہیں نقل کیا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس قسم کی احادیث پر اعتماد نہ کریں، پر عنوان مقالہ کی مناسبت سے حضور اجمل العلماء کے قلم حق رقم کی محدثانہ تابانیوں کی جھلک پیش کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ وہابیہ، نجدیہ، غیر مقلدین، عداوت مصطفیٰ وصحابہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی بنیاد پر ایک زمانے سے عظمت نبی معظم اور فضائل صحابہ کرام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) پر مبنی احادیث وروایات کو ضعیف وموضوع کہتے رہے ہیں اور مسلمان اہل سنت کے دلوں سے محبت نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نکال کر گمراہیت ولادینیت پر لانے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر ہر دور میں علمائے حدیث واصول حدیث نے بروقت ان کی دیگر فتنہ انگیز موشگافیوں کی طرح مسئلہ حدیث کو ضعیف وموضوع کہنے پر اصولی تصریحات وتحقیقات کی رو سے ان کا علم تعاقب کیا ہے اور امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو عشق رسالت مآب کے جام شیریں سے سیراب کرتے رہے۔

مجدد اعظم محدث حضور اعلیٰ حضرت نے ''الھاد الکاف في حکم الضعاف، منیر العینین في تقبیل الابھامین'' اور ''حاجز البحرین'' میں وہابیہ غیر مقلدین کے اس باطل خیال کا جم کر پردہ چاک کرتے ہوئے حدیث ضعیف کے لائق عمل اور اس سے استدلال پر محققانہ اسلوب میں فنی واصولی بحث رقم کی ہے۔

حضور اجمل العلماء نے وہابی غیر مقلد مصنف کتاب کے اس دعویٰ کہ زیارت قبۂ انور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق احادیث: من زار قبري وجبت له شفاعتي، من حج ولم يزرني فقد جفاني، من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي۔'' کا اصولی جواب روایات مذکورہ کے طرق کثیرہ تحریر کرتے ہوئے دیا اور ثابت کیا ہے کہ احادیث ضعیفہ کثرت طرق کی بنیاد پر حدیث ضعیفہ ہی نہیں رہیں بلکہ حسن اور صحیح کے درجے تک پہنچ گئیں اور وہ لائق استدلال ہو جاتی ہیں۔

اس پر آپ نے بطور شواہد حضرت علامہ ملا علی قاری کی موضوعات کبیر سے متعدد روایات، علامہ امام تقی الدین سبکی کی ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام'' عارف باللہ امام علامہ عبد الوہاب شعرانی کی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' اور علامہ ابن عابدین شامی کی ''رد المحتار'' اور علامہ حلبی کی ''کبیری'' کے حوالہ جات سے سلفی مصنفِ کتاب کے دعوے کا بطلان ظاہر وباہر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں معتمد اور مستند ہیں تو زیارت قبر نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استحباب ثابت کرنے کے لیے یہ احادیث ضعیفہ نہایت کافی ہیں بلکہ یہ احادیث اپنے کثرت طرق کی بنیاد پر حدیث صحیح کے حکم میں داخل ہو گئیں، لہٰذا ان احادیث سے استدلال کرنا گویا احادیث حسنہ وصحیحہ سے

استدلال کرنا قرار پایا۔

ملاحظہ کریں حضور اجمل العلماء کا جواب جو علم اصول حدیث وفن حدیث پر آپ کی دقت نظر اور محدثانہ دقیقہ سنجی، کتب اصول حدیث پر کثرت مطالعہ اور استحضار روایات کا بین ثبوت ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

حدیث نمبر(1) من زار قبري وجبت له شفاعتي کی بطرق کثیرہ تخریج ہوئی، چنانچہ دارقطنی، بیہقی نے دلائل میں، ابن عساکر نے تاریخ میں، ابن عدی نے کتاب الکامل میں، ابن جوزی نے کتاب مثیر العزم میں، یحیی بن حسن نے کتاب اخبار المدینہ میں، حافظ ابو الحسن یحیی بن علی قریشی نے کتاب الدلائل المبینۃ فی فضائل المدینہ میں، حافظ ابو الیمان نے کتاب اتحاف الزائرین میں یہ روایت تخریج کی۔

حدیث نمبر(2) من حج ولم يزرني فقد جفاني کو بطرق متعددہ دارقطنی نے اور ابن عدی نے کتاب الکامل میں تخریج کی۔

حدیث نمبر(3)من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي کو دارقطنی، طبرانی، بیہقی اور ابن عدی وابن عساکر نے بطرق متعددہ وبالفاظ مختلفہ تخریج کی۔

حضور اجمل العلماء سلفیہ نجدیہ کو مزید دنداں شکن جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ان احادیث اور ان کے سوا اور کثیر احادیث زیارت میں ہیں، اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ سب احادیث ضعیفہ ہیں لیکن مخالف اس سے تو انکار نہیں کر سکتا کہ ان احادیث سے زیارت کے طرق کثیرہ ہیں اور جب ان کے طرق کثیرہ ہیں تو پھر یہ احادیث صرف ضعیفہ ہی نہیں رہیں بلکہ یہ حسن و صحیح کے درجے تک پہنچ گئیں، چنانچہ حضرت علامہ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں تصریح فرماتے ہیں:

''تعدد الطرق ولو ضعفت يرقي أو يترقى الحديث إلى الحسن۔ حدیث اگرچہ ضعیف ہو لیکن اس کے طرق متعدد ہو جائیں تو وہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

وفيه أيضا: ورد في صيام رجب أحاديث متعددة ولو كانت ضعيفة لكنها يتقوى بعضها ببعض۔

(از: موضوعات کبیر، ص151)

رجب کے روزے میں چند حدیثیں وارد ہوئیں اگرچہ وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ان میں بعض بعض سے قوی ہو جاتی ہے، حضور اجمل العلماء نے کسی حدیث ضعیف کو دیگر احادیث ضعیفہ کے ساتھ ضم ہونے کے سبب درجہ تقویت میں آنے اور متعدد احادیث ضعیفہ کے اجتماع سے ان کے اندر زیادتی قوت پر موضوعات کبیر اور علامہ امام تقی الدین سبکی کی شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام سے لکھا:

''وفيه أيضا:قال (أي البيهقي في حديث التوسع على العيال يوم عاشوراء): أسانيده كلها ضعيفة ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة۔(از: موضوعات کبیر، ص35) یعنی امام بیہقی نے (دسویں محرم کو اپنے عیال پر وسعت والی حدیث کے بارے میں) فرمایا: اس کی سب سندیں تو ضعیف ہیں لیکن جب بعض حدیث کو بعض کے ساتھ ملا دیا جائے گا تو اس کو قوی بنا دے گا۔

علامہ امام تقی الدین سبکی شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں انھیں کے لیے فرماتے ہیں:

''فاجتماع الأحاديث الضعيفة من هذا النوع يزيدها قوة وقد يترقى أو ترقى بذلك إلى درجة الحسن أو الصحيح إلخ۔(شفاء السقام، ص15) ایسی ضعیف حدیثوں کا جمع ہونا ان کی قوت کو زائد کر دیتا ہے اور وہ اسی بنا پر درجہ حسن یا صحیح تک ترقی کرتی ہیں۔''

حضور اجمل العلماء فرماتے ہیں: ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ احادیث سے ضعیفہ کثرت طرق سے قوی ہو کر حسن صحیح کے درجے تک ترقی کرتی ہیں تو پھر ایسی احادیث ضعیفہ کو دلیل وحجت بنانا اور ان کے ساتھ استدلال کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ عارف باللہ امام علامہ عبد الوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری میں تصریح کرتے ہیں: قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف إذا كثرت طرقه فألحقوه بالصحيح تارة وبالحسن

أخرى. (میزان الشریعۃ الکبری مصری، ج2، ص63) جس حدیث سے ضعیف کے طرق کثیر ہو جائیں تو جمہور محدثین اس کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور اس کو کبھی حسن اور کبھی صحیح کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں بلکہ فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: في فضائل الأعمال يجوز العمل بالحديث الضعيف۔ (ردالمحتار مصری، ج1، ص269) حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز ہے۔

علامہ حلبی کبیری میں فرماتے ہیں: يجوز العمل بالضعيف في الفضائل. (کبیری، ص50) فضائل میں ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

حضور اجمل العلماء کے مذکورہ دلائل کی روشنی میں سلفی نجدی مصنف کا دعویٰ کہ حدیث ضعیف لائق اعتماد واعتبار نہیں، کا بلیغ فرما کر حدیث ضعیف پر عمل کرنے اور اس کو متدل ٹھہرانے کے سلسلے میں نہایت عمدہ تنقیح وتحقیق پیش کی ہے جو اصول حدیث میں آپ کی جلالت وعبقریت کی آئینہ دار ہے۔

جملہ دلائل کے بعد فرماتے ہیں: ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں معتمد ومعتبر اور مستند ہیں تو زیارت قبر نبی ﷺ کا استحباب ثابت کرنے کے لیے یہ احادیث ضعیفہ نہایت کافی ہیں بلکہ یہ احادیث کثرت طرق کی بنا پر حدیث صحیح کے حکم میں داخل ہو گئیں لہٰذا ان احادیث سے استدلال کرنا گویا احادیث حسنہ وصحیحہ سے استدلال کرنا قرار پایا۔

آگے لکھتے ہیں: یہ جو کچھ بھی معروض ہوا وہ عقیدہ ومسلک اہل سنت وجماعت تھا لیکن مخالف ان احادیث کو ضعیف کہہ کر تصریحات ائمہ سلف وخلف کی مخالفت کرتا ہے۔

موضوع کا رد

حضور اجمل العلماء نے مصنف کے بعض احادیث زیارت قبر انور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موضوع کہنے کو ''دعویٰ بلا دلیل'' کے قبیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مصنف کے پاس اگر کوئی موضوع روایت ہوتی تو وہ اس کو پیش کرتا، لہٰذا اس کا ایسی روایت کو پیش نہ کرنا خود اس کی تکذیب کے لیے کافی ہے اور ان سہ احادیث میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔

قابل اعتماد کتب ستہ میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں، کا رد

حضور اجمل العلماء نے مصنف کتاب ثانی مسیلمہ کذاب کی کذب بیانی اور جہالت اور ضلالت کہ مذکورہ سہ احادیث زیارت قبل انور معتمد ومستند کتب ستہ میں کہیں مذکور تک نہیں، کا اپنے قلم حقیقت رقم اور زبان حق بیان سے پردہ چاک کرتے ہوئے تحقیق وتدقیق کے جواہر پاروں کو بکھیرتے ہوئے سہ احادیث مذکورہ کے مآخذ مراجع کتب ستہ کو مع مصنّفین تیکھے تیور میں لکھتے ہیں:

اس سے پوچھو کہ یہ سہ احادیث طبرانی، بیہقی، دارقطنی، تاریخ ابن عساکر، کتاب الکامل لابن عدی، کتاب مثیر الوزم لابن الجوزی، کتاب اخبار مدینہ یحیی بن حسن، کتاب الدلائل البینہ للحافظ ابو الحسن یحی بن علی، کتاب اتحاف الزائرین للحافظ ابوالیمین، کتاب شفاء السقام للعلامہ الامام سبکی، وفاء الوفا للعلامہ السمہودی میں باسند موجود ہیں تو مصنف بتائے کہ ان کتابوں میں کون سی کتاب قابل اعتماد نہیں؟ اگر مصنف سچا ہے تو بتائے ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے۔

اور نہ ہی ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے نقل کیا ہے، کا رد

مصنف کتاب کے اس اعتراض کہ ان احادیث کو نہ ائمہ اربعہ ودیگر ائمہ مسلمین نے نقل کیا ہے، کا مختصر مگر مدلل جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جب ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربت ومستحب قرار دیا بلکہ اس زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی قربت ٹھہرایا تو اس سے خود ہی ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک ان احکام کی دلیل یہی احادیث زیارت ہیں تو جب انھوں نے ان احادیث سے استدلال کیا تو ان احادیث کو نقل ہی کیا۔

چنانچہ علامہ فقیہ محدث امام شیخ تقی الدین سبکی نے ان احادیث (زیارت) کے طرق واسانید اور ان کے اوپر متفرع احکام میں ایک مبسوط کتاب شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام تالیف کی اور امام شیخ الاسلام مفتی الانام علامہ سمہودی نے وفاء الوفا

باخبر دار المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصنیف کی جس کی دو جلدیں ہیں جن میں ہر جلد تقریباً ۴۵۰ ساڑھے چار سو صفحات کی ہے۔

ان میں ان احادیث سے زیارت کو پوری پوری سندوں اور مختلف الفاظ وطرق سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ نقل کیا اور ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ مسلمین کی نقل کردہ سندوں کو پیش کیا ہے تو مصنف نے ان حضرات ائمہ پر یہ افترا کیا ہے۔

حضرت علامہ شاہ مفتی اجمل قادری سنبھلی نے اس مکمل سوال کا جواب کتب حدیث اور ائمہ اصول کی کثیر روایات کو جمع فرما کر جس اصولی انداز واسلوب میں رقم کیا ہے اس سے آپ کے عظیم محقق، حاضر دماغ محدث، مسائل فن حدیث پر گہری بصیرت رکھنے والے بالغ نظر اصولی ہونے کے علاوہ تحقیق مباحث و تنقیح مسائل، فتح مغلقات اور ازالۂ شبہات کرنے میں آپ کی غیر معمولی ناقدانہ شخصیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

تو یہ ہے آپ کا مکمل جواب علمی کمالات وفنی محاسن پر مشتمل ہونے کے ساتھ طالبان حدیث وفن حدیث کے لیے چراغ ہدایت ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے دیگر فتاوی میں متعدد مقامات پر فن حدیث پر نقد ونظر، بحث ومناظرہ اور جرح وتعدیل کے اصول وضوابط کی روشنی میں اپنے موقف کا جس محققانہ اور محدثانہ انداز میں اثبات واظہار فرمایا ہے، اس سے آپ کے مسائل حدیث کے فہم وادراک اور ان کی تشریحات وتوضیحات کی باریکیوں کا علم بھی ہو جاتا ہے۔

زیر نظر مقالہ لکھنے کے دوران ہی میں نے آپ کے فتویٰ میں علم اصول حدیث پر کیے گئے، تبصروں کو پڑھنے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اگر مستقل اس فن پر بھی تصنیفی کام کیا جائے تو حضور اجمل العلماء کی شخصیت اس دقیق وانیق فن میں بھی ارفع و اعلیٰ نظر آئے گی، بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں مولا تعالیٰ ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق علمی وعملی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

اشتعال انگیز فلمیں! فتنہ گروں کی سوچی سمجھی سازش

(از: محمد تحسین رضا نوری، شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت

تاریخ شاہد ہے کہ پوری دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں سب نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی انتھک محنت و کوشش کی ہے، کبھی جھگڑا وفساد، کبھی جنگ وجدل، تو کبھی مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں کے جال بن کر۔

غرض کہ ہر دور میں اس مذہب کے مٹانے والے، اس کے دامن تطہیر کو داغدار کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد موجود رہی ہے لیکن اللہ جل شانہ نے اساس اسلام کو اتنا ہی مضبوط و مستحکم کر دیا کہ پوری دنیا مل کر بھی کوشش کرے تو مذہب اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عصر حاضر میں بھی اسلام ومسلمانوں کو دشمن کھلے عام ٹارگیٹ کر رہے ہیں، وہ چاہیں فلم اسٹار کے غنڈے ہوں یا سیاسی جماعتوں کے کارکنان، کبھی غیر ذمہ دارانہ بیانات کے ذریعہ جنگ وجدل کی آگ بھڑکائی جاتی ہے تو کبھی فتنہ انگیز فلموں کے ذریعہ مسلم معاشرے کو اُکسایا جاتا ہے۔

مذہبی منافرت، فرقہ واریت، اقلیتوں پر ظلم وتشدد اور فتنہ گروں کی چالبازیوں کے اس قدر سنگین نتائج دیکھنے کو ملے کہ گزشتہ سالوں میں کئی فلمیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریلیز ہو چکی ہیں، جس بنا پر کافی ماحول گرم ہوا، لوگوں کا کافی جانی ومالی نقصان ہوا لیکن یہ فلم اسٹار کے غنڈے اپنی رذیل حرکتوں سے باز نہیں آئے، حال ہی میں "ادے پور فائل" نامی ایک اور فلم بنائی گئی جس میں "کنہیا لال" نامی ایک غیر مسلم کے قتل کی کہانی دکھائی گئی ہے جس کو راجستھان کے ادے پور میں توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا۔

اس سے پہلے "چھاوا" نامی موی تھیٹر میں ریلیز ہوئی تھی جس میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے تھے، جس کے ریلیز ہوتے ہی ملک میں کافی ہنگامہ برپا ہوا۔

میں ان فلم انڈسٹری کے نام نہاد رحم دل ایکٹرز وڈائریکٹرز سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ صرف مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز فلموں پر اکتفا کر کے دنیا کے دیگر مظالم کی پردہ پوشی کیوں کی جا رہی ہے؟ گزشتہ کئی سالوں سے اہل غزہ پر ہورہے ظلم وتشدد کے خلاف تمہارا ضمیر کیوں نہیں جاگا؟ جلیانوالہ باغ میں ہوئی خونریزی کے خلاف تمہارے قلم کیوں نہیں چلے؟ دہلی میں سکھوں پر ہوئے قتل عام پر موویاں ریلیز کیوں نہیں ہوئیں؟

1992ء میں بابری مسجد پر ہوئے سفاک حملوں پر تمہاری نظر کیوں نہیں گئی؟ صرف مسلمانوں کے خلاف ہی یہ فتنے بازی کیوں؟ یقیناً تمہارا مقصد صرف اور صرف ان گرم مدوں کا فائدہ اٹھا کر بین الناس مقبول ہونا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس دور میں ان کا ہدف ومقصد صرف اسلام اور مسلمان ہیں، اسی شر وفساد کی آڑ میں کروڑوں لوگوں کا کاروبار چل رہا ہے اور سیدھے سادھے لوگ ان کے پھیلائے دام فریب میں پھنس کر حق وسچ کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

میری تمام لوگوں سے گذارش ہے کہ حق وصداقت جاننا ہے تو تاریخ اٹھا کر پڑھیں ان جھوٹی ومکار موویز پر ہرگز بھروسہ نہ کریں، فتنہ وفساد میں پڑیں گے تو ان مکار فنکاروں کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ نقصان صرف اور صرف عام شہریوں اور غریبوں کا ہوگا۔

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں
یہاں پر صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

◆◆◆

ص ۵۲/ کا بقیہ

وہ چاہے مسند افتا ہو بزم فقہی ہو
لٹاتے ہر جگہ گوہر ہیں قائد ملت
عروج بخشا ہے ایسا خدا نے کیا کہنا
اکیلے ہیں مگر لشکر ہیں قائد ملت
ہجوم برق وشرر کی جسے نہیں پرواہ
یہ سچ ہے مرد قلندر ہیں قائد ملت
ہزار باد مخالف میں جو فروزاں ہے
اک ایسی شمع منور ہیں قائد ملت
بڑے بڑوں نے کہا جن کو قائد ملت
بڑائی جن پر نچھاور ہیں قائد ملت
وفور فکر ونظر اور علوئے ہمت میں
ہیں بے نظیر وہ رہبر ہیں قائد ملت
وہ جن کی اعلیٰ قیادت پہ ناز ہیں ہے ہم کو
زمانہ کچھ کہے صفدر ہیں قائد ملت
بریلی آج بھی مرکز ہے اہل سنت کا
اور اس مرکز کے فکری چارہ گر ہیں قائد ملت
بس اک نظر میں جو اپنا بنائے غیروں کو
اے نجم قادری دلبر ہیں قائد ملت

ص ۸/ کا بقیہ

اپنی ہمشیرۂ محترمہ کے وصال پر ملال پر

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے وصال مبارک کے ۲۷ ر ویں دن آپ کی سنجھلی صاحبزادی اور حجۃ الاسلام کی ہمشیرۂ محترمہ نے بھی ۲۳ ر ربیع النور شریف کو وصال فرمایا، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ الباری حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم میں رقم طراز ہیں:

’’حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ کہی:

الرحمة الله تعالى عليها رحمة واسعة

-----------۱۳۴۰ھ-----------‘‘

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

منظومات

حضور چہرے سے پردہ اٹھا دیا جائے

(از: محمد نعیم الدین قادری گلاپوری، بارہ بنکی

حضور چہرے سے پردہ اٹھا دیا جائے
اور اپنا جلوۂ زیبا دکھا دیا جائے
نصیبِ خفتہ ہمارا جگا دیا جائے
حضور دید کا شربت پلا دیا جائے
رسول پاک کا جلسہ سجا دیا جائے
اور ان کے نام کا نعرہ لگا دیا جائے
طفیل غوث ورضا اور فخر ازہر کے
ہمیں مدینے کا جلوہ دکھا دیا جائے
دکھا کے روئے منور کبھی مرے آقا
حریمِ دل کو مدینہ بنا دیا جائے
سکونِ قلب کی خاطر مجھے شہِ بطحیٰ
جمالِ گنبدِ خضریٰ دکھا دیا جائے
گھرا ہوں بحر الم میں زمانے سے آقا
نجات کا کوئی رستہ بتا دیا جائے
مقام حضرت صدیق قولِ حیدر سے
ہے کتنا اعلیٰ جہاں کو بتا دیا جائے
نعیم قادری اِک نعت پاک کا نغمہ
نبی کے عشق میں پڑھ کر سنا دیا جائے

رحمت ونور کا اک چشمۂ جاری قرآں

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ صدیقی، مسقط عمان

رحمت ونور کا اک چشمۂ جاری قرآں
باغِ عالم کے لیے بادِ بہاری قرآں
آئی ہے نبضِ دو عالم میں حرارت اِس سے
بزمِ کونین میں ہے جلوۂ باری، قرآں
مصدرِ حکمت و دانائی ہے اک اک نقطہ
ہر اندھیرے میں ہے اک تابشِ کاری، قرآں

بقیہ ص ۴۲ ر پر

محدود فرش تک نہیں شہرہ رسول کا

(از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک اڑیسہ

محدود فرش تک نہیں شہرہ رسول کا
عرش مجید میں بھی ہے چرچا رسول کا
آقا کے صدقے کیوں نہ کروں رب سے میں طلب
قرآن نے سکھایا وسیلہ رسول کا
اللہ نے نماز کا تحفہ دیا انھیں
کس طرح بھولے امتی صدقہ رسول کا
ہر لفظ سے ٹپکتا رہا نور کا گہر
جب بھی ادا ہوا کوئی جملہ رسول کا
کردار کی بلندی پہ جھکتا گیا فلک
اوپر سے جب بھی دیکھا وطیرہ رسول کا
ہم خوش نصیب ایسے ہیں، دنیا ہو یا کہ حشر
ہے ہر قدم پہ ہم کو سہارا رسول کا
دیکھو تقدس قدم شاہ انبیا
محبوب رب کا بن گیا طیبہ رسول کا
حضرت علی کی آنکھ کو دیتا گیا شفا
آب لعاب خوب ہے نسخہ رسول کا
ہم کو دیا ہے درس صراط الذین نے
قرآن کا ہے راستہ، رستہ رسول کا
بوجہل بے زباں ہوا عینیؔ یہ دیکھ کر
اک بے زباں بھی پڑھتا ہے کلمہ رسول کا

وفا خلوص کے پیکر ہیں قائد ملت

(از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، سیتا مڑھی، بہار

ہمارے دین کے رہبر ہیں قائد ملت
وفا خلوص کے پیکر ہیں قائد ملت
یہ ان کو دیکھ کے ہر اک پکار اٹھتا ہے
شبیہ حضرت اختر ہیں قائد ملت

بقیہ ص ۵۱ ر پر

الجامعۃ الغوثیہ للبنات میں عرس اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت کی زندگی ہم سب کے لیے نمونۂ عمل ہے، مفتیہ کنیز فاطمہ رضوی رام گڑھ 20/اگست 2025 بروز بدھ کو الجامعۃ الغوثیہ للبنات ہواگ ضلع ہزاری باغ [جھارکھنڈ] میں عرس اعلیٰ حضرت بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا، پہلے قرآن خوانی ہوئی، اس کے بعد تلاوت قرآن مجید سے محفل کا آغاز ہوا، طالبات اور معلمات نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے، بعدہ عالمہ فاضلہ مفتیہ کنیز فاطمہ رضوی شمسی پرنسپل جامعہ ہذا نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محقق بریلوی علیہ الرحمہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی اور کہا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی عشق رسول میں گزری ہے۔

انھوں نے ایمان کے لٹیروں سے بھولے بھالے مسلمانوں کی ایمان کی حفاظت فرمائی ہے، انھوں نے بڑی بڑی کتابیں تحریر فرمائی، فتاویٰ رضویہ جیسی عظیم انسائیکلو پیڈیا ہمیں دیا ہے، نعتیہ شاعری میں ان کی شہرت یافتہ کتاب حدائق بخشش کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے عشق رسول میں ڈوب کر کتنی بہترین انداز میں آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اعلیٰ حضرت، آل رسول سے بے حد محبت کیا کرتے تھے اور سیدوں کی خوب خاطر داری فرمایا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت کے اشعار بھی آپ بطور تمثیل دیکھ سکتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

مزید کہا کہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان طلبہ سے بھی پیار کیا کرتے تھے اور ان سے بھی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے، ان کی دعوت کیا کرتے، کپڑا اے سلوا دیتے، ان کی پسند کے مطابق کھانا کھلاتے، مزید کہا کہ سب سے بڑی جو دولت حضور اعلیٰ حضرت کو ملی تھی وہ تھی عشق رسول کی دولت، انھوں نے عشق رسول میں ڈوب کر نعتیں لکھی، ترجمہ کنزالایمان اور فتاویٰ رضویہ جیسی عظیم نعمتیں انھوں نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

انھوں نے طالبات سے کہا کہ اعلیٰ حضرت کی کتابیں زیادہ پڑھیں ایمان وعقیدے میں پختگی آئے گی اور ان کی تعلیمات پر ہمیں زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، ایمان کے لٹیرے ڈگر ڈگر، نگر نگر گھوم رہے ہیں۔ ان ایمان کے لٹیروں سے خود بھی آپ کو بچنا ہے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی ایمان کی بھی حفاظت آپ کو کرنی ہے۔ ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

طالبات سے کہا کہ آپ سب محنت سے علم دین حاصل کریں اور اعلیٰ حضرت کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنائیں، انھوں نے نمازوں کا خوب اہتمام فرمایا ہے ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت ہے، جب آپ اپنے اسلاف کی زندگی کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنائیں گے تو دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں آپ کامیاب ہوتی ہوئی نظر آئیں گی، ماشاء اللہ آخر میں صلوٰۃ وسلام کے بعد مفتیہ کنیز فاطمہ رضوی کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: اراکین الجامعۃ الغوثیہ للبنات، ہزاری باغ، جھارکھنڈ

میر عبدالواحد بلگرامی کے احوال وآثار پر قومی سیمینار

۳۸۲/ویں سالانہ عرس واحدی طیبی بلگرام شریف کے دوسرے دن ۱۳/ستمبر ۲۰۲۵ء کو حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی کی حیات وخدمات پر یک روزہ قومی سیمینار منعقد ہوا، حضرت مجدد وقت میر سید عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات ان کی تصنیف وتالیفات اور ان کے تعارف پر اب تک اتنا کام نہیں ہوا جتنا کام ہو جانا چاہیے۔

مذکورہ خیالات کا اظہار دسویں صدی ہجری کے مجدد حضرت سید میر عبدالواحد بگرامی کے سجادہ نشیں شیخ طریقت مولانا سید سہیل میاں قادری واحدی نے 382/واں سالانہ عرس طیبی واحدی کے

موقع پر منعقدہ سیمینار میں علما اور عوام سے فرمایا، حضرت صاحب سجادہ نے کہا: حضرت میر کے ایک صاحبزادے نے مارہرہ کو مطہرہ بنایا ہے، وہیں حضرت میر کے تین قابل قدر اقطاب وابدال جیسی شخصیات صاحبزادے بلگرام شریف محلہ سلہاڑا میں آرام فرما ہیں اور افسوس ان کی حیات وخدمات، ان کی تعلیمات، ان کے افکار ونظریات کو عوام الناس تک نہیں پہنچایا گیا۔

413/سال کے بعد حضرت میر کی حیات وخدمات پر بعنوان حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی گرامی احوال وآثار سیمینار میں ملک بھر سے قد آور شخصیات اور معزز علمائے کرام معروف ومشہور قلم کار نے شرکت فرمائی۔

382/واں سالانہ عرس مبارک کی تقریبات ہفتہ، اتوار اور پیر کو منعقد ہوئیں اور پہلے دن طاہر ملت گیسٹ ہاؤس کے سیمینار ہال میں حضرت شیخ طریقت مولانا سید میر سہیل احمد قادری واحدی سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ طیبیہ کی سرپرستی میں یہ یک روزہ قومی سیمینار منعقد ہوا، جس میں مشہور روحانی معالج شہزادۂ طاہر ملت صوفی سید رضوان میاں بھی شریک رہے، جس کی صدارت مفتی محمد حنیف خان رضوی بریلی نے کی اور مولانا محمد ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے قیادت کی، جب کہ نظم وانتظام اور نظامت کے فرائض مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی دہلی نے انجام دیئے۔

دار العلوم واحدیہ کے استاذ قاری محمد جنید رضا نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور حافظ محمد حسان رضا نے نعتیہ کلام پیش کیا، مولانا محمد مرتضیٰ شریفی مصباحی نے خطبۂ استقبالیہ اور مولانا محمد عارف القادری واحدی (کوآرڈنیٹر) نے ہدیہ تشکر پیش کیا، اس موقع پر میر عبدالواحد بلگرامی کی صوفیانہ کتاب ''حقائق ہندی'' جس کا ترجمہ مولانا محمد ناظم علی مصباحی نے کیا ہے، کی رونمائی کی گئی۔

شرکا نے بیک زبان کہا کہ ان شاء اللہ الرحمٰن اب حضرت میر صاحب پر امید سے بڑھ کر کام ہوگا جس کا آغاز ''حقائق ہندی'' سے ہو چکا ہے حالانکہ یہ کام خانقاہ کے منصوبے میں شامل نہیں تھا، مگر مولانا عارف القادری واحدی کی کوشش اور مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آف انڈیا کے تعاون سے ''حقائق ہندی'' کا اردو ترجمہ طباعت کی منزل سے گزر کر منظر عام پر آیا۔

اسی طرح ''سبع سنابل شریف'' کا خلاصہ بھی لکھ دیا گیا ہے اور مولانا ابرار رضا رشیدی نے سبع سنابل اور شرح نزہۃ الارواح کے فارسی نسخوں کا جائزہ بھی لے لیا ہے جب کہ مولانا عارف رضا اشفاقی نے میر عبدالواحد بلگرامی کے شجرہ طریقت میں شامل سبھی مشائخ کا تعارفی تذکرہ لکھ دیا ہے۔

سیمینار میں جنھوں نے مقالے پڑھے یا زبانی خلاصہ کیا وہ حسب ذیل ہیں: مفتی ناظم علی مصباحی، مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی، مفتی غلام مصطفی نعیمی، مولانا صادق رضا مصباحی، مفتی فضل الرحمن برکاتی، مولانا عارف رضا اشفاقی، مولانا عارف رضا نعمانی، مولانا ابرار رضا رشیدی، مفتی منظم ازہری، منظر امن مصباحی، مولانا کمال احمد علیمی، مولانا عابد رضا مصباحی، مولانا حسن نوری، مولانا امجد رضا علیمی، مولانا ارشد رضا قمر احمد اخلاقی امجدی، مولانا محمود غازی ازہری، مولانا حیدر رضا مصباحی، مولانا فیضان احمد نعیمی، مولانا غلام سید علی علیمی، ڈاکٹر اکرم رضا مصباحی، مولانا ابو ہریرہ رضوی، مفتی ازہار احمد امجدی، مفتی اسرار احمد فیضی، ڈاکٹر طالب اکرام اور مولانا شاہ نواز ازہری صاحبان۔

عرس کے دوسرے دن اجلاس عام میں ''حقائق ہندی'' کی رونمائی ہوئی اور مترجم کے لئے گیارہ ہزار روپے کا اعلان کیا گیا، شب اور دن کے پروگرام میں علمائے کرام نے پر مغز خطاب کئے، اس پروگرام میں بھی صاحب سجادہ اور حضرت سید سعید میاں، حضرت سید رضوان میاں شریک جلسہ رہے ساتھ ہی نوجوان عالم دین مولانا حسن نوری گونڈوی اجین مدھیہ پردیش کو اور دیگر حساس علمائے کرام کو میر عبدالواحد بلگرامی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

صاحب سجادہ نے اگلے سال کے لئے میر محمد طیب واحدی بلگرامی! احوال وآثار، کے موضوع پر سیمینار کا اعلان بھی کیا گیا، سبھی دستیاب مندوبین کو شرکت کی سند، بیگ، گھڑی اور قلم وفائل کا ہدیہ پیش کیا گیا۔

رپورٹ: مولانا عارف القادری، ستار گنج

DECEMBER-2025 Rs. 30/-

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ دسمبر ۲۰۲۵ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر:

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

www.muftiakhtarrazakhan.com

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10
جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ — دسمبر ۲۰۲۵ء
شمارہ نمبر ۱۲ — Issue No. 12

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۷۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan.

اس شمارے میں

مہمان اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

نسل نو کی کردار سازی

کردار کا لغوی معنی: طرز، رِوش، طَور، طریق، شُغل اور عادت وخصلت کے ہیں[۱] کسی بھی انسان کا کردار اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، چنانچہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنی اِصلاح کے ساتھ ساتھ، اپنی قوم کے نَوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی پر بھی خاص توجہ دیں؛ کہ یہ ہماری قوم وملّت کا سرمایہ اور مستقبل ہیں۔

نعمت الٰہی کا حصول

نوجوان کسی بھی قوم وملّت کے درخشاں مستقبل کی ضمانت ہوتے ہیں، اگر ان کی کردار سازی اور اچھی تربیت پر توجہ دے دی جائے، تو اُن کا وجود دنیا وآخرت میں نعمت الٰہی کے حصول کا باعث بنتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ، إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ (1) إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، (2) أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، (3) أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔[۲] انسان جب اِس دارِفانی سے کُوچ کرتا ہے، تو تین چیزوں کے سِوا اُس کے تمام اَعمال منقطع ہوجاتے ہیں: (1) ایک صدقۂ جاریہ، (2) دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل یا جائے (3) اور تیسرا وہ نیک اَولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی رہے۔''

خیر وبھلائی کی تعلیم

خیر وبھلائی کی تعلیم، اِصلاحِ مُعاشرہ اور کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خاص طَور پر اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عَلِّمُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمُ الْخَيْرَ۔[۳] اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو۔''

آج کے بچے کل کے نوجوان ہیں، ان کی اچھی تربیت ان کی مثبت کردار سازی کا پہلا زینہ اور ان کے لیے ہماری طرف سے بہترین تحفہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ، أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔[۴] باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں، کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں اور نوجوان نسل کو، دُنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کریں؛ کہ اس کے بغیر اَخلاقی تربیت اور کردار میں سُدھار، کسی طور پر ممکن ہی نہیں۔

نوجوان نسل کی کردار سازی میں والدین کا کردار

نوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی میں متعدد عوامل کا عمل دخل ہوتا ہے، لیکن ان میں سب سے اہم چیز اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہے، اچھی تعلیم وتربیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ او لیول (O`Level) کے کسی مہنگے اور شاندار اسکول میں داخلہ (Admission) دلوا کر انسان بے فکر ہوجائے! بلکہ والدین پر لازم ہے کہ قوم کے اِن معماروں کو خدمت دِین اور تعمیرِ وطن کے لیے ذہنی طور پر تیار کریں، ان کی مثبت کردار سازی کریں؛ تاکہ ان میں عقائد کی پختگی، اَخلاق کی درستگی، اعمال کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، فکر ونظر کی وسعت اور

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

عزّتِ نفس کا اِحساس اُجاگر ہو! اور وہ اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک خود دار شہری بن کر بھی مُعاشرے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

یاد رکھیے! امّت مسلمہ کے یہ نوجوان، قوم وملّت کی امانت ہیں، ان کی اچھی تعلیم وتربیت اور بہترین کردار سازی والدین کی ذمّہ داری ہے، اس مُعاملے میں ذرا سی بھی کوتاہی، آخرت میں پکڑ کا باعث بن سکتی ہے! سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِه، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا۔[۵] تم سب اپنی اپنی جگہ ذمّہ دار ہو اور تم سب سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا..... مرد اپنے اہل وعیال کا ذمّہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، جبکہ عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمّہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

نسلِ نو کی کردار سازی میں اساتذہ کا کردار

نوجوانوں کی کردار سازی میں اساتذہ کے کردار کا، کسی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اگر یوں کہا جائے تو شائد بے جا نہ ہوگا، کہ اسکول، کالج اور جامعہ وغیرہ میں اچھی تعلیم دِلوانے کا، ایک اَہم مقصد نوجوانوں کی کردار سازی اور شخصی تعمیر بھی ہوتا ہے، اس سلسلے میں اسکول اور کالج کی انتظامیہ اور ہمارے تعلیمی بورڈز معیاری نصاب تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں، پیشہ وارانہ اساتذہ کا تقرر کیا جاتا ہے، لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مناسب چیک اینڈ بیلنس (Check & Balance) نہ ہونے کے باعث، آج خاطر خواہ نتائج دیکھنے میں نہیں آتے! ہمارے تعلیمی اداروں میں اَخلاقی تربیت کا بڑا فُقدان ہے، اسلامی تعلیمات کو ثانوی حیثیت نہیں، بلکہ کوئی حیثیت نہیں دی جاتی ہے۔

اساتذہ اَخلاقی طور طریقوں، اسلامی اَقدار اور نفسِ مضامین کو طلبا کے قلب وذہن میں اُتارنے اور اپنی عملی زندگی میں اس کا نفاذ کرنے کے بجائے، رَٹنے پر زور دیتے ہیں! یہ چیز ہمارے نوجوانوں کے لیے کسی زہرِ قاتل سے کم نہیں!؛ کیونکہ کسی چیز کو رَٹ کر امتحان تو پاس کیا جاسکتا ہے، اے پلس گریڈ یا امتیازی پوزیشن (Privileged Position) بھی حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن نوجوانوں کی اَخلاقی تربیت اور کردار سازی نہیں کی جاسکتی! لہٰذا شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہمارے تمام اساتذۂ کرام کو، اپنی اس اہم ذمّہ داری کا احساس کرنا ہوگا! ملازمت کے بجائے عبادت سمجھ کر اپنے تدریسی فرائض کو مکمل ایمانت اور دیانتداری سے ادا کرنا ہوگا!؛ تاکہ نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کرکے انہیں اچھا، کارآمد اور باعمل مسلمان شہری بنایا جاسکے۔

تعلیمی اداروں میں منشیات کی لعنت اور نوجوان نسل

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہمارے بعض تعلیمی اداروں کا ماحول خطرناک حد تک بگڑ چکا ہے، بعض کالجز اور یونیورسٹیز میں منشیات فروشی کا سلسلہ سرِعام جاری ہے، نوجوان نسل ہماری آنکھوں کے سامنے تباہی کے عمیق گڑھے میں دھکیلی جارہی ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارے حکمراں اور ان کے ترجمان ہیں، کہ انہیں میڈیا پر ''سب اچھا ہے'' کی گردان رَٹنے ہی سے فرصت نہیں! آخر ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟

خدارا! حصولِ علم، ملازمت، یا کسی کام کاج سے گھر سے باہر جانے والے نوجوانوں اور چھوٹے بہن بھائیوں پر نظر رکھیں! کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور یاری دوستی کیسے لوگوں کے ساتھ ہے؟ ان کی سماجی سرگرمیاں کیا ہیں؟ موبائل فون وغیرہ پر وہ کیا دیکھتے سنتے اور کیسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں؟ ان سب اُمور پر کڑی نگاہ رکھیں اور لاڈ پیار کے چکر میں ان کی دنیا وآخرت کی تباہی کا باعث نہ بنیں۔

صحبت اور ہم نشینی کا کردار سازی میں عمل دخل

کسی انسان کے اچھے یا بُرے کردار میں، صحبت اور ہم نشینی کا بڑا عمل دخل ہوا کرتا ہے، اگر انسان اچھے اور بقیہ ص ۵۱ پر

از:مولانا محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت سیاست داں

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لیے کامل نمونہ ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی بھی عدل، امن، رواداری، حکمت اور انسانیت نوازی کی اعلیٰ مثال ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کے اسوۂ حسنہ کو واضح فرمایا:

’’لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(سورۃ احزاب، آیت:۲۱) ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔‘‘ (کنز الایمان)

یاست کا مقصد اور نبوی حکمت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاست کا مقصد اقتدار یا دنیاوی غلبہ نہیں تھا بلکہ اللہ کی وحدانیت کا اعلان، ایک اللہ کی عبادت و ریاضت کی جائے، اور اللہ کی بندگی کو غالب کرنا تھا، انسانی حقوق کا تحفظ، رعایا کی بھلائی، عدل و انصاف قائم کرنا اور اجتماعی زندگی کو صحیح اصولوں پر منظم کرنا تھا۔ آپ امت کی رہنمائی اور فلاح کے خواہاں تھے اور اسلام میں سیاست کا مطلب رعایا کی بھلائی اور عدل و انصاف تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ کی سیاسی بصیرت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے انتشار میں جکڑی ہوئی انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیا اور قلیل عرصے میں ایک ایسی ریاست قائم کر دی جس کی بنیاد عدل و انصاف پر تھی۔

تنصیب حجر اسود اور لاجواب فیصلہ

خانۂ کعبہ کی عمارت سیلاب اور بارش کی وجہ سے کمزور اور خستہ ہو چکی تھی اس لیے قریش نے اس کی تعمیر نو شروع کر دی، جب عمارت اس جگہ پہنچی جہاں حجر اسود نصب تھا تو قریش کے قبیلوں کے درمیان ایک جھگڑا سا کھڑا ہو گیا، ہر قبیلہ یہ چاہتا کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ نصب کریں تا کہ یہ عمل ہمارے قبیلہ کے لیے فخر و شرف کا باعث ہو، اس سلسلے میں تناؤ بڑھتا گیا یہاں تک کہ تلوار نکلنے کی نوبت آ گئی، آخر کار سارے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ صبح حرم شریف میں جو سب سے پہلے داخل ہو جائے گا اس کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا۔

خدا کی شان کہ سب سے پہلے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھتے ہی قریش بہت خوش ہوئے اور بیک زبان پکار اٹھے، بخدا! یہ امین و صادق ہیں، یہ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم کامل اور عقل سلیم عطا فرمائی تھی، آپ نے ایسا خوبصورت فیصلہ فرمایا کہ قریش فوراً رضا مند ہو گئے۔

آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور اس چادر کو قبائل قریش سے ایک ایک فرد پکڑ کر اس جگہ لے چلے جہاں حجر اسود نصب تھا تو اس طرح سارے قبائل کی شرکت ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہر آدمی مجھ کو اپنی طرف سے وکیل بنا دے، اس لیے کہ وکیل کا فعل مؤکل کا فعل ہوتا ہے۔ اس طرح حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف ہر ایک کو حاصل ہو جائے گا، قریش نے بدل و جاں اس فیصلے کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ (تواریخ حبیب الٰہ–ص:۲۱)

اس طرح جس معاملے پر جنگ کا خطرہ منڈلانے لگا تھا اور بدنظمی و فساد کی انتہا ہونے والی تھی، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی احسن طریقے، سیاسی تدبر سے اس معاملے کو ایسے سلجھایا کہ کام بھی ہو گیا اور خون کا قطرہ تک نہ بہا، بلکہ سب کے سب ہنسی خوشی اس کام میں امن و امان کے ساتھ شریک ہوئے۔

مکی دور کی سیاسی حکمت عملی

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو سیاسی و معاشرتی ظلم سہنا پڑا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکمت عملی کے ساتھ قدم اٹھایا جو مندرجہ ذیل ہیں:

خفیہ دعوت: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

"یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ[۱] قُمْ فَاَنْذِرْ[۲] وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ[۳] وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ[۴] وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔[۵] (پارہ:۲۹—سورہ: مدثر)

اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔" (کنز الایمان)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ آہستہ آہستہ شروع کر دی، جو لوگ آپ کے بہت قریب تھے اور جن پر آپ کو کافی اعتماد تھا سب سے پہلے ان کو تبلیغ کی. چوں کہ عرب بت پرستی میں گھرے ہوئے تھے، اس لیے ان کے درمیان اعلانیہ اسلام کی تبلیغ کرنا بڑا مشکل تھا. اس ماحول کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے پوشیدہ طور پر تبلیغ اور دعوت کا کام شروع کیا. اس دوران بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا.

خفیہ تبلیغ کا یہ سلسلہ برابر تین سال تک چلتا رہا. تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے. ابتدائی تین سالوں تک لوگوں کو دین کی خفیہ دعوت دیتے رہے تاکہ طاقتور مخالفین کے مقابلے میں تحفظ رہے۔

حبشہ کی ہجرت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نجاشی کے دربار میں بھیجا تاکہ ایک محفوظ سیاسی پناہ گاہ ملے۔

(ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج:۱، ص:۳۲۱)

معاہدہ ہجرت و میثاقِ مدینہ

ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ میں ایک تحریری معاہدہ میثاقِ مدینہ" تیار فرمایا، جو دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے، اس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے۔

عدل و انصاف کی حکمرانی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیاست میں عدل کو سب سے زیادہ مقدم رکھا، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔" (النساء، آیت:۵۸)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سختی سے عمل فرمایا، ایک موقع پر قریش کی ایک معزز خاتون نے چوری کی، لوگ سفارش کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا:

''قسم ہے اللہ کی! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔'' (صحیح بخاری، حدیث:۳۴۷۵)

دشمنوں کے ساتھ سیاسی حکمت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ بھی معاہدات کیے، مثلاً:

صلح حدیبیہ (۶ ہجری): بظاہر مسلمانوں کے خلاف دکھائی دیتی تھی مگر یہ حکمتِ عملی بعد میں عظیم فتح کا سبب بنی۔

(بخاری، کتاب الشروط، حدیث:۲۷۳۱)

صلح حدیبیہ سیاسی حکمت کا اعلیٰ نمونہ

صلح حدیبیہ ہمارے نبی ﷺ کی سیاسی حکمت اور دور اندیشی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس معاہدے کی شرائط بظاہر کمزور اور توہین آمیز لگ رہے تھے، مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ نے حالات کا گہرا تجزیہ کیا اور آپ نے فوراً جذبات کی بجائے عقل و حکمت کو ترجیح دی اور دشمن کے ساتھ صلح کی بنیاد پر امن کی راہیں ہموار کیں، نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے دو سالوں میں ہزاروں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس معاہدے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمارے حضور نبی آخر الزماں ﷺ جنگ و جدال کے نہیں بلکہ امن و امان کے داعی تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار نے "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے اسے بھی ہٹوا دیا، حالانکہ آپ ﷺ کو اپنا منصب خوب معلوم تھا، یہ عظیم ظرف، حکمت اور برداشت

کامظاہرہ تھا، صلح حدیبیہ ہمیں سکھاتی ہے کہ اصل فتح تلوار یا بندوق سے نہیں بصیرت، ضبط اور تدبر سے حاصل ہوتی ہے۔

بین الاقوامی تعلقات

فتح مکہ کے بعد آپ نے دنیا کے بڑے حکمرانوں (قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ وغیرہ) کوخطوط بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی، یہ بین الاقوامی سیاست کی روشن مثال ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ج ٤، ص: ٢٩٣)

مذہبی آزادی اور رواداری

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی عطا فرمائی۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ٥، ص: ٣٨١)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی انسانی تاریخ کا عظیم نمونہ ہے، اس میں عدل، مساوات، آزادی، حکمت، شوریٰ اور رواداری سب جمع ہیں، آج کی دنیا اگر ان اصولوں پر عمل کرے تو امن وعدل قائم ہوسکتا ہے۔

◆◆◆

ص ۲۱ / کا بقیہ

ان کہانیوں کے علاوہ ایک اور بھی کہانی مشہور ہے، پرانوں کے مطابق "پریاورتا" نامی بادشاہ کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس کے لیے اس نے ہر ممکن کوشش کی لیکن بے سود! پھر مہارشی کشیپ نے بادشاہ کو بچہ پیدا کرنے کے لیے "پتریشتی یگیہ" کرنے کا مشورہ دیا، یگیہ کے بعد ملکہ نے ایک بیٹے کو جنم دیا لیکن وہ مردہ پیدا ہوا، بادشاہ کے بچے کی موت کی خبر سے پورے شہر میں سوگ پھیل گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب بادشاہ مردہ بچے کو دفنانے کی تیاری کررہا تھا تو آسمان سے ایک روشن طیارہ زمین پر اُترا، اس میں بیٹھی دیوی نے کہا، میں ششٹھی دیوی ہوں اور دنیا کے تمام بچوں کی محافظ ہوں، یہ کہہ کر دیوی نے بچے کی لاش کو چھوا جس سے وہ زندہ ہوگیا، اس کے بعد بادشاہ نے اس تہوار کو اپنی سلطنت میں منانے کا اعلان کیا۔

ہندو مذہبی عقیدے کے مطابق یہ تہوار زندگی میں مسرت و شادمانی اور اولاد کے تحفظ اور تابناک مستقبل کے لئے منایا جاتا ہے، خوش حالیاں صدا قائم رہیں، اس کی دعا کی جاتی ہے، اگے سورج کی پوجا گھر اور سماج میں ترقی اور خوش حالی کے واسطے کی جاتی ہے۔

اخیر میں فضلائے مدارس اور ائمہ حضرات کے چند معروضات ہیں کہ مساجد میں جمعہ کی تقریروں اور محافل میں تعلیمی اہمیت اور عقائد واحکام پر خطاب کریں، یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ ہم پورا زور اولیاء اللہ کی تعلیمات کے بجائے کرامات بیان کرنے پر صرف کردیتے ہیں، رسمی تقاریر پر ہم اپنے بیانات نشر کرتے ہیں، ہم حالات ومواقع کے حساب سے ضرور گفتگو کریں لیکن عقائد واحکام اپنا موضوع سخن زیادہ تر بنائیں، دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں دینی تعلیم حاصل کرنے اور کفریہ عقائد سے بچنے اور بچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۴۳ / کا بقیہ

من چاہا پڑھ لیا، من چاہا تو چھوڑ کر کتاب ہی بھول گئے، اس طرح کے مطالعے کا نقصان یہ سامنے آتا ہے کہ ایک علمی تسلسل قائم نہیں ہو پاتا ہے اور نہ ہی کسی ایک فن میں گہرائی پیدا ہو پاتی ہے بلکہ ذہن مزید انتشار کا شکار ہوجاتا ہے؛ اس لیے جس کتاب کو اٹھائیے، بالاستیعاب یعنی مکمل پڑھنے کا ذہن بنائیے۔

اس کے فوائد آپ محسوس کریں گے، شروع شروع میں دقت آئے گی مگر جوں جوں مطالعہ کی اسپیڈ بڑھاتے جائیں گے آسانیاں ہوتی جائیں گی، روزانہ ایک آدھا صفحہ لکھنا اپنے اوپر لازم قرار دیں، اس سے آپ کی تحریر میں بلا کا نکھار پیدا ہوگا، مضمون نویسی کے حوالے سے یہ چند باتیں تھیں عمل کریں اور نتیجہ دیکھیں!

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

◆◆◆

یہ دینی رسالہ ہے، اس میں آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ ہوتی ہیں، اس کی حفاظت آپ کا دینی فریضہ ہے۔

از: مولانا پھول محمد نعمت رضوی*

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت شجاع

ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن دن کے بعد 12 ربیع الاوّل مطابق 20 اپریل 571 عیسوی کو اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے، حضور انور ﷺ کے جسم نازنین کا رنگ گورا سفید تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ کا مقدس بدن چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں: آپ کا جسم مبارک نہایت نرم و نازک تھا، میں نے دیبا و حریر ریشمی کپڑوں کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی، الختصر ہمارے آقا ﷺ خوبیوں کے پیکر تھے اور کیوں نہ ہو کہ تمام خوبیاں بھی تو ہمارے آقا رسول اکرم ﷺ کے صدقے میں ہیں۔

جسمانی طاقت وقوت

ایک بہادر و دلیر کے لیے جسمانی قوت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، حضور نبی کریم ﷺ تمام عالم میں سب سے بڑھ کر دلیر و شجاع تھے تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جسمانی اعتبار سے بھی قوت و طاقت والے ہوں گے، خود نبی کریم ﷺ اپنی جسمانی قوت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أُعْطِيتُ قُوَّةَ أَرْبَعِينَ فِي الْبَطْشِ وَالنِّكَاحِ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ح:567) یعنی مجھے نکاح اور گرفت کے سلسلہ میں چالیس (جنتی) مردوں کی قوت دی گئی ہے۔"

ایک جنتی مرد کی طاقت وقوت کتنی ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ۔ (سنن دارمی، ح:۲۸۲۵) یعنی ایک جنتی مرد کو (دنیا کے) 100 مردوں کی طاقت عطا کی جاتی ہے۔"

گویا حضور ﷺ کو اللہ پاک نے 4 ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی جو یقیناً آپ کو سب سے طاقت و قوت اور شجاعت والا مرد ثابت کرتی ہے

وہ ہے زور ید الٰہی کہ ہمسر دونوں عالم میں
نہ کوئی ان کی قوت کا نہ کوئی ان کی طاقت کا

(قبالۂ بخشش، ص:42)

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری کے چند واقعات

حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ سراپا شجاعت و بہادری تھے، حضور ﷺ کی پوری زندگی اسی شجاعت و بہادری اور دلیری سے عبارت ہے، ذیل میں آپ ﷺ کی شجاعت و دلیری کے چند واقعات پیش کی جاتی ہیں:

مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے پہلوان کسے مقابلہ

نبی کریم ﷺ کس قدر شجاع و بہادر تھے اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ملک عرب میں اپنی شجاعت و بہادری کی مثال نہ رکھنے والے پہلوان "رکانہ" کو لمحہ بھر میں شکست دے دی، امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:

"أنه كان بمكة رجل شديد القوة يحسن الصراع و كان الناس يأتونه من البلاد للمصارعة فيصرعهم. فبينا هو ذات يوم في شعب من شعاب مكة إذ لقيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له: يا ركانة ألا تتقي الله وتقبل ما أدعوك إليه، أو كما قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له ركانة: يا محمد، هل من شاهد يدل على صدقك؟ قال: أرأيت إن صرعتك أتؤمن بالله ورسوله؟ قال: نعم يا محمد، فقال له: تهيأ للمصارعة، قال: تهيأت، فدنا منه رسول

* مضمون نگار امام احمد رضا لائبریری برہم پوری سرلاہی نیپال کے رکن ہیں۔

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، فأخذہ ثم صرعه، قال فتعجب رکانة من ذلك، ثم سأله الإقالة والعودة، ففعل به ذلك ثانیا وثالثا. فوقف رکانة متعجبا وقال: إن شأنك لعجیب۔ (المواہب اللدنیہ، ج:ص:134-133، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ) یعنی مکہ مکرمہ میں ایک طاقتور شخص تھا جو اچھا پہلوان تھا اور دوسرے علاقوں سے لوگ اس سے کشتی لڑنے آتے تو وہ ان کو بچھاڑ دیتا۔ ایک دن وہ مکہ شریف کی ایک وادی میں تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی اس سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے رکانہ! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور میری دعوت کو قبول نہیں کرتے یا جو کچھ آپ نے فرمایا، رکانہ نے کہا اے محمد ﷺ! کیا آپ کی صداقت پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بتاؤ اگر میں تمہیں بچھاڑ دوں تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ گے؟ اس نے کہا ہاں اے محمد! آپ ﷺ نے فرمایا: کشتی لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اس نے کہا: میں تیار ہو گیا، نبی اکرم ﷺ اس کے قریب ہوئے اور اس کو پکڑ کر بچھاڑ دیا، راوی کہتے ہیں: رکانہ کو اس پر تعجب ہوا پھر اس نے اپنی بات دہرائی اور دوبارہ کشتی لڑنے کے لیے کہا، دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو رکانہ تعجب کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور کہا: آپ کی شان عجیب ہے۔"

ابوالاسود جمحی پہلوان کو شکست

ابوالاسود جمحی بھی سرزمین عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان تھا، علاقے کے تمام پہلوان اس سے خوف کھاتے تھے، اس کو بھی رسول اکرم ﷺ نے پچھاڑ دیا تھا، چناں چہ امام قسطلانی رضی اللہ عنہا س حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

"وقد صارع صلی اللّٰہ علیه وسلم، جماعة غیر رکانة، منهم أبو الأسود الجمحی، کما قاله السهیلی. ورواہ البیهقی وکان شدیدا بلغ من شدته أنه کان یقف علی جلد البقرة، ویجاذب أطرافه عشرة لینزعوہ من تحت قدمیه، فیتفری الجلد ولم یتزحزح عنه، فدعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، إلی المصارعة وقال: إن صرعتنی آمنت بك، فصرعه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، فلم یؤمن۔ (مصدر سابق، ص:134) یعنی نبی اکرم ﷺ نے رکانہ کے علاوہ بھی ایک جماعت کو بچھاڑا، ان میں ابوالاسود الجمحی بھی ہے جیسا کہ امام سہیل نے فرمایا اور امام بیہقی نے روایت کیا اور یہ شخص اس قدر سخت تھا کہ گائے کے چڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی اس کے کناروں کو کھینچتے تا کہ اس کے پاؤں کے نیچے سے نکالیں چڑا پھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکلتا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو مقابلے کے لیے بلایا اور کہا: اگر آپ مجھے بچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا، نبی اکرم ﷺ نے اسے بچھاڑ دیا لیکن وہ ایمان نہ لایا۔"

رکانہ کے بیٹے یزید کو شکست

اسی طرح رکانہ پہلوان کا بیٹا یزید بھی بڑا پہلوان تھا، اس کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے شکست سے دوچار فرمایا، البدایہ والنہایہ میں ہے:

"ان یزید بن رکانة صارع النبی فصرعه النبی ثلاث مرات کل مرة علی مائة من الغنم فلما کان فی الثالثة قال: یا محمد! ما وضع ظهری الی الارض احد قبلك وما کان احد ابغض الی منك وانا اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وانك رسول اللّٰہ۔ (البدایہ والنہایہ، ج:3، ص:104، دارالفکر بیروت)

یعنی یزید بن رکانہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے کشتی لڑی تو آپ ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑا، ہر دفعہ (پچھاڑنے پر اس نے آپ ﷺ کو) سو بکریاں دینے کا وعدہ (کیا) تھا، تیسری بار شکست کھانے پر (آپ ﷺ نے اس سے تین سو بکریاں معاف کر دیں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو) اس نے کہا: اے محمد! ﷺ آج سے پہلے کسی نے زمین کے ساتھ میری پشت نہیں لگائی تھی اور مجھے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص برا نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبود برحق ہے اور آپ ﷺ اس کے رسول ہیں۔"

جنگ حنین میں نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری

حضرت براء بن عازب اور دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمایا ہے: جنگ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر کفار کے حملوں کی تاب نہ لا کر واپس لوٹنے لگے اور کفار کی طرف سے لگا تار تیروں کا مینہ برس رہا تھا، اس وقت میں رسول اللہ ﷺ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ اکیلے دشمنوں کے دل بادل لشکروں کے ہجوم کی طرف بڑھتے چلے جارہے تھے، حدیث پاک میں ہے:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الْبَرَاءِ، فَقَالَ: أَكُنْتُمْ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ يَا أَبَا عُمَارَةَ؟، فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَلَّى، وَلَكِنَّهُ انْطَلَقَ أَخِفَّاءُ مِنَ النَّاسِ وَحُسَّرٌ إِلَى هَذَا الْحَيِّ مِنْ هَوَازِنَ وَهُمْ قَوْمٌ رُمَاةٌ، فَرَمَوْهُمْ بِرِشْقٍ مِنْ نَبْلٍ كَأَنَّهَا رِجْلٌ مِنْ جَرَادٍ، فَانْكَشَفُوا فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُ بِهِ بَغْلَتَهُ، فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَهُوَ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، اللَّهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، ح:1776) یعنی ایک آدمی حضرت براء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا: ابوعمارہ! کیا آپ لوگ حنین کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رخ تک نہیں پھیرا، کچھ جلد باز لوگ اور نہتے ہوازن کے اس قبیلے کی طرف بڑھے، وہ تیرانداز لوگ تھے، انہوں نے ان (نوجوانوں) پر اس طرح یک بارگی اکٹھے تیر پھینکے جیسے وہ ٹڈی دل ہوں، اس پر وہ بکھر گئے اور وہ (ہوازن کے) لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے، ابوسفیان (بن حارث) رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کو پکڑ کر چلا رہے تھے، تو آپ نیچے اترے، دعا کی اور (اللہ سے) مدد مانگی، آپ فرمار ہے تھے: "میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔"

غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ کی جواں مردی

اسی طرح غزوۂ خندق میں ہوا کہ ایک گڑھا کھودتے وقت ایک چٹان رکاوٹ بن رہی تھی اور کوششوں کے بعد بھی صحابہ کرام سے وہ چٹان نہ ہٹ سکی تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کیا گیا تو حضور ﷺ نے اس چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا، مسند احمد ابن حنبل میں اس کی مکمل تفصیل یوں ہے:

"أمرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم بحفر الخندق، قال: و عرض لنا صخرة في مكان من الخندق، لا تأخذ فيها المعاول، قال: فشكوها إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم، فجاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم، قال عوف: وأحسبه قال: وضع ثوبه ثم هبط إلى الصخرة، فأخذ المعول فقال: بسم اللّٰه، فضرب ضربة فكسر ثلث الحجر، و قال: اللّٰه أكبر أعطيت مفاتيح الشام، واللّٰه إني لأبصر قصورها الحمر من مكاني هذا. ثم قال: بسم اللّٰه" وضرب أخرى فكسر ثلث الحجر فقال: اللّٰه أكبر، أعطيت مفاتيح فارس، واللّٰه إني لأبصر المدائن، وأبصر قصرها الأبيض من مكاني هذا. ثم قال: بسم اللّٰه و ضرب ضربة أخرى فقلع بقية الحجر فقال: اللّٰه أكبر أعطيت مفاتيح اليمن، واللّٰه إني لأبصر أبواب صنعاء من مكاني هذا۔ (مسند احمد، ح: 18694) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ آئے اور زائد کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تہائی چٹان ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کے دوسری ضرب لگائی تو پھر اس سے دوسری تہائی چٹان ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ رب العزت کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس جگہ سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری صحابہ کرام کی نظر میں

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ جیسے بہادر صحابی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ، وَلَقِيَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ، اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَمَا يَكُونُ مِنَّا أَحَدٌ أَدْنَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْهُ۔ (مسند احمد ابن حنبل، مسند الخلفاء الراشدین، مسند علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، ح:1347) یعنی جب معرکہ کارزار گرم ہوتا اور لوگوں سے لوگ ٹکراتے، تو ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے آڑ میں آجاتے، پس لڑائی کے وقت آپ ﷺ سے بڑھ کر لوگوں (مخالفین) کے قریب ہم میں سے کوئی نہیں ہوتا تھا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شجاعت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ، فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا، وَقَدْ سَبَقَهُمْ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ، عُرْيٍ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ، وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا، قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا، أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ، قَالَ: وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّأُ- (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته، ح:2307) یعنی رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے بڑھ کر خوبصورت سب انسانوں سے بڑھ کر سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے، ایک رات اہل مدینہ (ایک آواز سن کر) خوف زدہ ہو گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم اس آواز کی طرف گئے، تو رسول اللہ ﷺ انہیں اس جگہ سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ سب سے پہلے آواز (کی جگہ) تک پہنچے، آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، آپ کی گردن مبارک میں تلوار حمائل تھی اور آپ فرما رہے تھے، خوف میں مبتلا نہ ہو خوف میں مبتلا نہ ہو، (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس (گھوڑے) کو سمندر کی طرح پایا ہے یا (فرمایا) وہ تو سمندر ہے، انہوں (انس رضی اللہ عنہ) نے کہا: اور (اس سے پہلے) وہ سست رفتار گھوڑا تھا۔"

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے: حضور ﷺ زیادہ بڑھ کر بہادر اور شجاع، سخی اور پسندیدہ میری آنکھوں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

◆◆◆

ص ۴۰ کا بقیہ ......

سحر و آسیب کے خاطر خواہ علاج میں بھی مفید ثابت ہوگا۔ اس لیے علما کو چاہیے کہ رسول کریم ﷺ کی اس پیاری سنت کو اختیار کریں اور اس کے درجنوں فوائد کا تجربہ کر کے معاملات کو آسان اور بہتر بنائیں۔

نہ گفتگو سے نہ وہ شاعری سے جائے گا
عصا اٹھاؤ کہ فرعون اسی سے جائے گا

◆◆◆

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی *

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے تقاضے

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روحِ انسانی کی تسکین ہے، ایمان ہے، بلکہ جانِ ایمان ہے، جب تک حضور ﷺ کی محبت والدین، بھائی بہن اور تمام رشتوں سے بڑھ کر نہ ہو، کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حتى أكُونَ أحَبَّ إِلَيْهِ مِن والِدِهِ و وَلَدِهِ والنّاسِ أجْمَعِينَ۔" [صحیح بخاری شریف]

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین وتنقیص بھی سببِ زوالِ ایمان ہے، کفر وارتداد ہے، ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت ہر مومن کو جان ومال، آل واولاد، ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی حرمتِ رسول ﷺ کی بات آتی ہے تو ہر بے ہنگم صورت میں مسلمان تڑپ اٹھتے ہیں اور اپنی محبتوں کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے زبانِ حال سے کہتے ہیں:

اک جان ہی کیا گر ہوں کروڑوں شہ طیبہ
سب آپ کی ناموس پہ سرشار کریں گے
ہم بھی ہیں غلامانِ ابوبکر مدینہ
کیونکر نہ فدا آپ پہ گھر بار کریں گے

معاندین کی گھناؤنی سازش

دورِ حاضر میں جب دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کے اس جذبۂ ایثار کو دیکھا تو انہوں نے اپنی خبیث زبانوں کو نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کے لیے کھولا، تاکہ مسلمان مشتعل ہوں، احتجاج کریں، تاکہ ان معاندین کی تشہیر ہو اور وہ اپنے حلقے میں نمایاں ہوجائیں، کچھ بدبخت اپنی اس سازش میں کامیاب بھی ہو گئے، آج یہ ناپاک طریقہ شرپسندوں میں مقبول ہے کہ جس شخص پر شہرت کا جنون سوار ہوتا ہے، حضور پُرنور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ناموسِ رسالت پر انگلی اٹھاتا ہے اور مسلمان احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گستاخ اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے اور مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

احتجاج اور مسلمان

آج کل احتجاج تقریباً ہر ماہ، ہر ہفتے، بلکہ اب ہر روز کسی نہ کسی جگہ ضرور ہوتا ہے، فائدہ کتنا ہوتا ہے یہ تو نہیں معلوم، لیکن نقصان سب پر عیاں ہے: گھروں کی بربادی، گولیوں کی بارش، بے شمار زخمی، بیوہ عورتیں اور یتیم بچے! ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے: کیا احتجاج کرنا شرعاً درست ہے؟ مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

"بلا شبہ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے، مگر ہر فرض بقدرِ قدرت ہے اور ہر حکم حسبِ استطاعت، جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے، اوّل: وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات وکفریات، جیسے آج کل لوگوں نے اختیار کیے ہیں۔ دوم: وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدوریات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔ سوم: وہ طریقہ مفید بھی ہو، دقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو اور کرے وہ بات جو

محض غیر مفید و بے اثر ہو، یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ج٦، ص٥-٦]

اسے بار بار پڑھیں اور خود سے سوال کریں کیا جو مطالبہ ہم حکومت سے کر رہے ہیں وہ اسے پورا کرے گی؟ ہمارا احتجاج کرنا مفید ہے؟ با اثر ہے؟ اسی کتاب مبارک میں ایک دوسرے سوال کے جواب میں ہے:

"بلا شبہ حمایت سلطنت اسلامیہ و حفاظت اماکن مقدسہ میں، وسعت و استطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے اور اس کے طرق میں جائز و ممکن و مفید کی تحدید شرع قویم و عقل سلیم سے، قال اللہ تعالیٰ: لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، وقال اللہ تعالیٰ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ - اور للہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے، شرع الٰہی عزّ وجل منزّہ ہے، اس سے کہ ناجائز و حرام یا ناممکن و غیر مقدور یا نامفید عبث کا حکم دے، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، وقال تعالیٰ: وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات سے، و قال تعالیٰ: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔" [فتاویٰ رضویہ، جلد ٦ قدیم ص:٨]

حالیہ احتجاج کے نقصانات

بریلی شریف میں ٢٦ / اکتوبر بروز جمعہ کو ہونے والے احتجاج کے نتیجے میں پولیس نے بلا تفریق لاٹھی چارج کیا، کتنے ہی مسلمان زخمی ہوئے اور کتنے گرفتار ہوئے، اس کے بعد حکومت کی طرف سے بیان آیا: مولانا کو پتہ نہیں تھا کہ شاسن کس کا ہے...... ایسی سزا دیں گے جسے سات نسلیں یاد رکھیں گی اور یہ بات صرف بیان تک محدود نہیں، بلکہ اس پر عمل جاری ہے، گھر توڑے جا رہے ہیں، رات کے وقت مسلم نوجوانوں کی گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور تھانے میں لے جا کر بے دردی سے زد و کوب کیا جا رہا ہے، مدارس میں چھٹیاں ہو گئی ہیں، بیچ چوراہے سے مسلمانوں کو اٹھا لیا جا رہا ہے، تعلیم کا خسارہ، جان کا خسارہ، مال کا خسارہ، وقت کا خسارہ، عزت کا خسارہ اور ایسا بھی نہیں کہ لوگوں کے علم میں نہ تھا کہ حکومت کا ردعمل ایسا ہوگا، بلکہ سب کو ظن غالب تھا اور ہے کہ اس وقت مسلمان کچھ بھی کرے فوراً اسے مجرم قرار دے کر کارروائی کی جائے گی۔ ایسے میں پھر احتجاج کا کیا فائدہ؟ نہ جانے کتنے مسلمان لاٹھی اور گولی کھا کر زخمی ہوئے، کتنوں کی جان بھی چلی گئی، ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے:

"لَزوالُ الدُّنیا أهونُ علی اللّٰهِ من قتلِ مسلمٍ۔ یعنی یقیناً اللہ جل جلالہ کے نزدیک پوری دنیا کا زوال ایک مسلمان کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے۔"

مسلمان اور عشقِ رسول ﷺ کے تقاضے

حضور ﷺ سے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم شریعت کے پابند رہیں، شریعت ہمیں غیر مفید احتجاج کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، ناموسِ رسالت کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، مگر ہر ایک پر اس کی استطاعت کے مطابق، آج کے حالات میں یہ فریضہ زبان و قلم سے ادا کیا جائے، تلوار و سنان سے نہیں، کیوں کہ ہم اس پر قادر نہیں اور قتل کی سزا دینا حکام کا کام ہے، عام لوگوں کا نہیں، تو ظاہر ہے کہ ہمارے لیے یہی راستہ ہے کہ ہم زبان و قلم سے اس فریضے کو انجام دیں۔ حسام الحرمین میں ہے، علامہ شیخ حامد احمد محمد الجداوی حفظہ اللہ عن شر کل غبی و غاوی فرماتے ہیں:

"فان تاب و الا وجب قتله و قتاله و کان فی مستقر سقر مآله الا ان القلم احد اللسانین و ان اللسان احد السنانین۔ یعنی پس اگر توبہ کر لے فبہا ورنہ قتل کرے اور قتال کرے اور ان کا ٹھکانہ ٹھیک جہنم میں ہے، قلم بھی ایک زبان ہے اور زبان بھی ایک نیزہ ہے۔" [حسام الحرمین، ص:١٥٧]

اس کے حاشیہ میں ہے:

"یہ احکام تو سلطان اسلام کے لیے ہیں کہ تھوڑے ہوں تو ان کو سزائے موت دے اور جتھا ہو تو ان پر فوج اسلام بھیجے اور علما و عوام کے لیے یہ ہے کہ تحریر و تقریر سے ان کا رد کریں

جیسا کہ آگے خود فرمایا ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے اور زبان بھی ایک نیزہ ہے۔" [حسام الحرمین، ص ۱۰۷]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علما کا کام ہے زبان وقلم سے ناموس رسالت کی حفاظت کرنا، گستاخیوں کی تردید کرنا اور حکام کا کام ہے سزا دینا، لیکن جہاں اسلامی حکومت نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے؟ وہاں کے لیے مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ بالکلیہ گستاخ رسول سے مقاطعہ کرلیا جائے، زبان وبیان سے اس کی تردید کی جائے اور ممکن ہو تو حکومت سے اس کی سزا کا مطالبہ کیا جائے خود سے قانون ہاتھ میں نہ لیا جائے کہ یہ شرعاً بھی جائز نہیں، چنانچہ اسی حسام الحرمین میں ہے:

"جان لیجیے کہ دنیا میں گردنیں مارنا بس حکام ہی کے سپرد ہے نہ عام (رعایا) کے، جس طرح آخرت میں عذاب دینا صرف ذوالجلال والاکرام کے ہاتھ، رہے اور لوگ جو سلاطین وحکام کے سوا ہیں اُن کا فرض فقط زبان سے رد اور بیان سے جھڑکنا اور اہل اسلام کو شیاطین کے میل جول سے بچانا اور کام حکام تک پہنچانا ہے، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کے بوتے بھر بلکہ حقیقۃً فقہائے کرام نے کتب فقہ میں مصرح ارشاد فرمایا ہے کہ جو کسی مرتد کو بے حکم بادشاہ قتل کردے اسے بادشاہ سزا دے۔

جب ممالک اسلامیہ میں یہ حکم ہے تو ان کے ماسوا میں کیسے نہ ہوگا کیوں کہ مرتد کے قاتل کو غیر مسلم حکام یقینی قتل کر دیں گے تو اس (قتل مرتد) میں اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو اور اپنے نفس مسلم کو ایک کافر جان کے عوض قتل کے لیے پیش کرنا ہے۔" [حسام الحرمین، ص ۱۳۸]

احتجاج اور اتحاد

احتجاج اسی وقت کارگر ثابت ہوسکتا ہے جب سب مل کر کریں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شہر میں، ایک ہی قصبے میں، روزانہ احتجاج ہو رہا ہے، لیکن آج فلاں گاؤں سے، کل فلاں گاؤں سے، احتجاجی ریلیاں نکلتی ہیں، جس کے نتیجے میں کوئی فائدہ تو نہیں لیکن جانی مالی نقصان بکثرت ہوتا ہے، ایسی صورت میں ایک شہر کے سارے حضرات جن میں علما، وکلا، نیتا سب یکجا ہو کر کوئی لائحۂ عمل تیار کریں تو مفید وکارگر ثابت ہوسکتا ہے، خواہ وہ احتجاج ہی کیوں نہ ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے درمیان اتحاد ہی کا فقدان ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی آسانی سے ہم پر حاوی ہوسکتا ہے۔

راقم الحروف کے استاذ علامہ عاشق حسین کشمیری دام ظلہ العالی نے ایک حکایت بیان کی: جنگل میں دو بیل ایک ساتھ رہتے تھے، ایک کا رنگ کالا تھا دوسرے کا سفید! شیر یہ چاہتا تھا کہ دونوں کا شکار کرلے لیکن نہیں کر پاتا تھا۔ بارہا کوشش کرتا لیکن ناکام ہو جاتا، پھر اس کو کسی جانور نے مشورہ دیا کہ پہلے دونوں کے اتحاد کو توڑ دو، اس کے بعد ایک کو اپنا ساتھی بنا لو اور دوسرے پر حملہ کردو۔ شیر نے یہی کیا، پہلے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور کالے بیل کو اپنا ساتھی بنالیا، پھر اس کے ساتھ مل کر سفید بیل پر حملہ کر کے کھالیا۔ کچھ دن بعد کالے بیل پر بھی شیر نے حملہ کرنا چاہا تو کالے بیل نے کہا میں تو اسی دن مرگیا تھا جس دن سفید بیل سے الگ ہوا تھا، اسی لیے کہا جاتا ہے: اتحاد زندگی اور اختلاف موت ہے۔

متحدہ ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن
مختلف ہو تو مروشور مچاتے کیوں ہو

خلاصۂ کلام

حضور ﷺ سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ شریعت کی پیروی کی جائے، دائرۂ شریعت میں رہ کر افعال انجام دیے جائیں، اللہ تعالی نے جس کا مکلف بنایا وہی کریں، یہ نہیں کہ جو کام حکمرانوں کا ہے، عوام اس کی انجام دہی میں کمربستہ ہوجائیں، ہمارا فرض یہ ہے کہ زبان وقلم سے ناموسِ رسالت کا دفاع کریں، لوگوں کے لیے اس فرق کو واضح کریں، قوم کو حکمت ودانائی کے ساتھ راہِ حق کی طرف متوجہ کریں اور انھیں مشکلوں کے سپرد نہ کریں، اللہ تعالی ہمیں حکمت ودانائی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ◆◆◆

(از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی *

گیارہویں شریف اور اس کے جواز کا ثبوت

گیارہویں شریف ایک ایسا نیک عمل ہے جو صدیوں سے مسلمانوں میں جاری ہے لیکن تحریک وہابیت کے بعد گونا گوں اعتراضات کی زد میں ہے، فقیر نے اس مضمون میں ثابت کیا ہے کہ گیارہویں شریف ایصالِ ثواب کا دوسرا نام ہے، اسی لئے اُصولی طور تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، ہاں جاہلوں کا منہ کون بند کرے! فقیر کے اس مضمون سے ایسے جاہلوں کو دندان شکن جواب دیا جاسکتا ہے، اللہ عزوجل بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبصدقہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر کی اس مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کے لیے توشۂ راہ آخرت اور مستفیدین کے لیے مشعلِ راہ ہدایت بنائے، آمین۔

مشکوۃ شریف کی حدیث ہے، عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو اُس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے، اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ باقی پچاس غلام آزاد کر دے، وہ کہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس غلام آزاد کر بھی دیئے ہیں اور باقی پچاس غلام رہتے ہیں، میں وہ آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انہ لو کان مسلم فاعتقتم عنہ او صدقتم عنہ او حججتم عنہ بلغہٗ ذالک، رواہ ابو داؤد۔ (مشکوۃ باب الوصایا، ص ۲۶۶)

ترجمہ: اگر وہ مسلمان ہوتا تو پھر تم اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اُس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُس کو ثواب (فائدہ) پہنچتا۔"

دوسری حدیث جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کل معروفٍ صدقۃٌ رواہ امام احمد۔ (مشکوۃ باب فضل الصدقۃ، ص ۱۶۸) ہر کار خیر صدقہ ہے۔"

فرض، واجب کا ثواب ایصال نہیں ہوسکتا، صدقات نافلہ کا ثواب ایصال ہوسکتا ہے، اَب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھا جائے تو فوت شدگان کی دو قسمیں ہوگئیں، ایک قسم تو کافروں اور نام نہاد مسلمانوں کی اور دوسری قسم صحیح العقیدہ مسلمانوں کی، پہلی قسم کو ایصال ثواب کرنا بے کار اور فضول خرچی ہے اور اُن کے ورثا کو اس فضول خرچی سے واقع ہی گریز کرنا چاہیے اور وہ گریز کرتے بھی ہیں، جب کہ فوت شدگان کی دوسری قسم کو ہر قسم کے صدقات نافلہ کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اُن کے ورثا بھی الحمدللہ اُن کو ایصال ثواب کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ راستے میں پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو لوگوں کے آرام کی غرض سے ہٹا دینا کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو اور یہ نیت کر لینا کہ اے اللہ کریم میرے اس عمل کا ثواب فلاں فوت شدہ کو پہنچے، تو جائز ہے درست ہے، ایصال ثواب کے لئے کوئی ایک طریقہ مخصوص سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان ابتدا ہی سے مختلف انداز میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہے، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ، موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، جن میں ایک نام ''گیارہویں'' کا بھی آتا ہے، حضور غوث اعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (غوث اعظم اور رضی اللہ عنہ کہنے کی وضاحت مضمون کے آخر میں کر دی گئی ہے) سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو مسلمان آپ کی روح کو

اسلامیات

ایصالِ ثواب کرتے ہیں، گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصال ثواب کا نام ''گیارہویں'' مشہور ہو گیا اور مہینے کی گیارہ تاریخ کو مقرر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اپنی سہولت کے لئے اور یہ کہ اس کا اہتمام یاد رہے، اس کے علاوہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس دن کے سوا ثواب پہنچتا ہی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الآخر مشہور ہے، اہل سنت ہر سال گیارہ ربیع الآخر کو آپ کے عرس یعنی یوم وصال کے دن آپ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، بعض بزرگوں کے نزدیک آپ کے وصال کی تاریخ نو ربیع الآخر ہے، برّصغیر پاک وہند میں ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے، یعنی ایصال ثواب میں کوئی بندش نہیں ہے، چاہے ہر سال ایصال ثواب کیا جائے، چاہے ہر مہینہ، چاہے ہر روز کیا جائے، اسلام میں سال کے سارے دنوں میں ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، نام بدلنے سے کوئی خرابی نہیں آتی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارک میں تعلیم گاہ کا نام ''صُفہ'' تھا، اب اس کے کئی نام ہیں مثلاً مدرسہ، مکتب، اسکول وغیرہ، گیارھویں کا ایصال ثواب کے علاوہ کوئی اور مطلب ومفہوم نہیں، باقی ہر قسم کے اعتراضات، شکوک وشبہات من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، مسلمانانِ اہل سنت اس ایصال ثواب کو فرض، واجب اور سنت نہیں سمجھتے، نہ ہی اہل سنت کے کسی معتبر ومستند عالم دین کی تحریر میں ایسا ملے گا، اہل سنت صرف اسے مستحسن یعنی ایک اچھا فعل سمجھتے ہیں، کسی مسلمان کو ایصال ثواب کرنا اچھا فعل ہی ہے، بُرا کام نہیں، باقی جھوٹے الزامات لگا کر یا کسی جاہل کے فعل کو دیکھ کر مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

حافظ صلاح الدین غیر مقلد، ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، اپنی کتاب ''قبر پرستی'' میں لکھتے ہیں: ''گیارہویں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے اور اس میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ گیارہویں سے حضرت پیر صاحب خوش ہوں گے، جس سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، ہماری حاجات پیر صاحب پوری فرمائیں گے اور اگر ہم نے گیارھویں میں کوتاہی کی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے، جس سے ہمارا کاروبار ٹھپ ہوجائے گا اور ہماری حاجات پوری ہونے سے رہ جائیں گی۔ (ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۱۹/۱۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء، صلاح الدین یوسف، قبر پرستی، ص ۱۴۶)

حافظ صلاح الدین صاحب نے الزام لگاتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ اہل سنت کی فلاں کتاب میں یہ عقیدہ لکھا ہے، یا فلاں مستند عالم دین یا مفتی نے یہ کہا ہے، بس یہ غیر مقلدین ایسے ہی بہتان لگا کر اور مفروضے قائم کر کے اہل سنت کے معمولات کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں، تاکہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ بازی ختم نہ ہوسکے، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے مومن کے حق میں بدگمانی حرام ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (سورہ الحجرات: ۱۲) ترجمہ: اے ایمان والو اکثر گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔"

حدیث شریف میں ہے:

"ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ (بخاری شریف، جلد ۲، ص ۸۹۶) ترجمہ۔ بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

"افلا شققت عن قلبه حتی تعلم اقالها ام لا۔ (مسلم شریف، جلد ۲، ص ۳۲۶) ترجمہ: تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہوجاتا کہ اس نے دل سے کلمہ کہا ہے یا نہیں۔"

گیارھویں صالحین کی نظر میں

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''ماثبت من السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ: میرے پیر ومرشد شیخ

عبدالوہاب متّقی مہاجر مکّی رحمۃ للہ تعالیٰ علیہ نو ربیع الآخر کو حضرت غوثِ اعظم رضی للہ عنہ کا عرس کرتے تھے" بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔ (ما ثبت من السنۃ، ص ۱۶۷)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للہ تعالیٰ علیہ اپنی دوسری تصنیف "زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین" میں لکھتے ہیں: حضرت غوث پاک کا عرس نویں ربیع الآخر کو کیا جاتا ہے، بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق یہی صحیح تاریخ ہے، اگرچہ ہمارے دیار میں گیارھویں تاریخ مشہور ہے۔" (زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، ص ۱۲۵)

گیارہ ربیع الآخر کو حضور غوث پاک رضی للہ تعالیٰ عنہ کا عرس منانا بزرگوں کا معمول رہا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للہ علیہ اپنی مشہور تصنیف "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان للہ پانی پتی رحمۃ للہ علیہ (متوفی ۹۹۷ھ) گیارہ ربیع الآخر کو حضرت غوث پاک کا عرس کرتے تھے۔ (ص ۴۹۸)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ غیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی کی تحریر ہے: ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث معدوم تھا، یہاں تک کہ للہ تعالیٰ نے اس سرزمین میں اپنا فضل و احسان کیا اور یہاں کے بعض علما جیسے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ للہ علیہ وغیرہ کو اس علم سے نوازا، شیخ ہندوستان میں علمِ حدیث کو لانے اور اس کے باشندوں کو اس کا فیض عام کرنے والے پہلے شخص ہیں۔" (دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، ص ۹۰، بحوالہ الحطہ فی ذکر صحاح الستہ، از نواب صدیق حسن خاں، ص ۷۰)

مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے: ان (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی) کی ذات سے شمالی ہند میں علم حدیث کی زندگی ملی اور سنت نبوی کا خزانہ ہر خاص و عام کے لئے عام ہو گیا۔ . . ہم آج ان کے شکر گزار ہیں اور علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں۔"

(دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، بحوالہ الفرقان، لکھنؤ، شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۳۷)

غیر مقلد عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے: مجھ عاجز کو آپ کے علم وفضل اور خدمت علم حدیث اور صاحبِ کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسنِ عقیدت ہے، آپ کی کئی تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔" (تاریخ اہل حدیث، ص ۲۷۴)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علماے دیوبند کی نظر میں

حکیم الامت دیوبند جناب اشرف علی تھانوی کی تحریر ہے: بعض اولیاء للہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرّف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔" (فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، ص ۲۲۱/ بحوالہ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، ج ۷، ص ۶)

آیۃ اللہ، حجۃ اللہ، سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ للہ علیہ گیارھویں کے متعلق فرماتے ہیں: حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارکہ پر گیارھویں کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظم کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشا پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۶۲)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علماء دیوبند و غیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد نے لکھا: شاہ عبدالعزیز بن شیخ اجل ولی للہ محدث دہلوی بن شیخ عبدالرحیم عمری رحمہم للہ، استاذ الاساتذہ، امام نقاد، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف اور دیارِ ہند کے خاتم المفسرین و محدثین اور اپنے وقت میں علما و مشائخ کے مرجع تھے، تمام علوم متداولہ اور غیر متداولہ میں خواہ فنونِ عقلیہ ہوں یا عقلیہ، ان کو جو دستگاہ حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے۔" (اتحاف النبلاء، مطبوعہ کانپور ۱۲۷۸ھ، ص ۲۹۶)

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد کی رائے ہے: بڑے بڑے علما آپ کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں اور فضلا آپ کی تصنیف کردہ کتابوں پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔" (تاریخ اہل حدیث، ص ۲۸۸)

مولوی سرفراز خاں صفدر دیوبندی (گوجرانوالہ) کی رائے ہے: بلاشبہ مسلکِ دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔" (اتمام البرہان، حصہ اوّل، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۸)

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ تمام بزرگ دینِ اسلام کے عالم وفاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارھویں شریف کا ذکر کرکے کسی قسم کا شرک وبدعت کا فتویٰ نہیں دیا، صلحا کا طریقہ جائز ہوتا ہے۔

غیر مقلدین کا فتویٰ

اب ہم غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری کے فتوے نقل کرتے ہیں جس میں صالحین کے طریقہ کار کو جائز اور درست لکھا ہے، مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوال کیا گیا کہ چینی کی رکابیوں پر جولوگ عربی وغیرہ لکھ کر بیماروں کو پلاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ: آیات قرآنی کو لکھ کر پلانا بعض صلحا نے جائز لکھا ہے۔" (اخبار اہل حدیث، امرتسر ۲۲ محرم ۶۲ ۱۳ ھ، فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، ص ۶۸)

مولوی صاحب سے ایک سوال کیا گیا کہ: جولوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (میر عظمت اللہ، مدراس) مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ: تعویذ کا مضمون اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحا بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں، اللہ اعلم۔ (اہل حدیث، ۲۹ محرم ۶۲ ۱۳ ھ، فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، ص ۶۸)

الحمدللہ ان دونوں فتوؤں سے ثابت ہوا کہ جس کام کو صلحا یعنی نیک لوگ جائز سمجھیں وہ کام جائز ہے، شرک وبدعت اور ناجائز نہیں ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارھویں یعنی آپ کے لئے ایصال ثواب کو صالحین نے جائز سمجھا ہے، تو ان کے فیصلہ کو ماننا چاہیے اور امت مسلمہ پر شرک وبدعت کے فتوے لگا کر تفرقہ بازی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

◆◆◆

ص ۴۷ کا بقیہ......

اور ملنسار ہیں، علم وروحانیت، حکمت وادب اور حسنِ اخلاق کی تابانیوں نے آپ کی شخصیت کے چاند کو اس قدر منور وممتاز کر دیا ہے کہ اہلِ علم کے درمیان دور ہی سے پہچان لیے جاتے ہیں، آپ کی قیادت وسربراہی میں خانقاہ شہبازیہ دن بدن ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے، اللہ رب العزت جماعت اہلِ سنت پر آپ کا ظلِّ ہمایونی تادیر قائم وباقی رکھے، آمین۔

◆◆◆

ص ۴۹ کا بقیہ......

پُرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: مخلوق کے باہمی حقوق روز قیامت ضرور ضرور بلاشبہ ادا کروائے جائیں گے۔ یہاں تک ہوگا کہ اگر (مثلاً) سینگ والی بکری نے، مُنڈی بکری کو سینگ مارا تھا تو اس کا بھی بدلہ دلا دیا جائے گا۔"

......جاری

از: مولانا محمد مبشر حسن مصباحی*

چھٹ پوجا اور مسلم خواتین کی جہالت
شرکیہ عقائد اور ہماری ذمہ داریاں

سوشل میڈیا کے توسط سے اور براہ راست جانکاری کے مطابق چھٹ تہوار کے موقع سے مسلم عورتیں شرکیہ عقائد کی ناواقفیت کی وجہ سے سوریا یگیہ منت مان لیتی ہیں، تکمیل نذر کے لیے گھاٹ پر جاتی ہیں اور کتنی عورتیں شیرینی اور کیلا نذر بھیجتی ہیں اور اسی طرح کے بہت سے کفریہ عقائد ہیں جنہیں وہ نہیں جانتی ہیں اور کرتی ہیں۔

اسلام میں مرد وزن کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنا اسی لیے فرض قرار دیا گیا ہے کہ کفریہ عقائد کا علم حاصل ہوجائے، لیکن صد افسوس! ہم عربی اردو ناظرہ پڑھنے لینے کو دینی تعلیم کی فرضیت سے سبکدوشی سمجھتے ہیں، چاہے ہمیں عقائد کا علم ہو یا نہ ہو، برائیوں سے بچنے و بچانے کی پہلی ذمہ داری خود اپنی ذات کی اور گھر کے گارجین کی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ - اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اس پر بڑے سخت دل اور قوی ہیکل فرشتے مقرر ہیں، وہ ذرا سی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جن کا اللہ انہیں حکم دیتا ہے۔"

پھر علما اور داعیان اسلام کی ذمہ داریاں ہیں، علما اور ائمہ مساجد میں جمعہ کی تقریروں کا عنوان اگر عقائد و احکام بنالیں، مسلم معاشرے سے جہالت ختم ہوسکتی ہیں، لیکن افسوس آج ہر گاؤں اور شہر میں درجنوں علما اور ائمہ ہیں، مدارس و مساجد ہیں لیکن کفریہ شرکیہ عقائد کی بہتات ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ- لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ- كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ- لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ- ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔"

تمام مسلم مرد و عورت بالخصوص داعیان اسلام کے لیے شرکیہ عقائد کی حقیقتوں سے جانکاری لازمی ہے، آیئے ملاحظہ کریں۔

چھٹ کی کیا حقیقت ہے

چھٹ ہندو مذہب کا ایک تہوار ہے، یہ تہوار برصغیر کے مختلف حصوں میں منایا جاتا ہے، چھٹ میں سورج کی پوجا کی جاتی ہے، چھٹ پوجا کی روایت کیسے شروع ہوئی؟ اس بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک عقیدے کے مطابق، جب رام اور سیتا 14 سال کی "بنواس" یعنی جلاوطنی کے بعد ایودھیا واپس آئے، تو انھوں نے راون کے قتل کے گناہ سے خود کو بری کرنے کے لیے رشی منیوں کے حکم پر سوریہ یگیہ (سورج کی پوجا) کرنے کا فیصلہ کیا۔

رام نے پوجا کے لیے مُگدل رشی کو مدعو کیا، مگدل رشی نے گنگا کا پانی چھڑک کر سیتا کو پاک کیا اور کارتک مہینے میں سورج دیوتا کی پوجا کرنے کا حکم دیا، ہندو عقیدے کے مطابق یہ کہانی مشہور ہے کہ چھٹ کا تہوار مہا بھارت کے دور سے شروع ہوا تھا۔ یہ تہوار سب سے پہلے سوریا کا بیٹا "کرن" نے سورج کی پوجا کرکے شروع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ "کرن" سوریا کا بہت بڑا عقیدت مند تھا اور وہ روزانہ گھنٹوں پانی میں کھڑا رہتا تھا اور اسے ارگھیہ پیش کرتا تھا، سوریا کی مہربانی سے ہی وہ ایک عظیم جنگجو بن گیا، آج بھی چھٹ کے دوران ارگھیہ دینے کی وہی روایت رائج ہے۔

بقیہ ص ۹ر پر

* مضمون نگار مسلم بورڈ نیپال کے صدر ہیں۔

از: عبدالوحید قادری *

تذکرہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت حبیب عجمی علیہ الرحمہ صدق وصفا پر عمل پیرا، صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضیت وکرامت بے اندازہ ہے، ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنا وقت ضائع ہونے کا مقروض سے حرجانہ وصول کرتے اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے، ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لئے پہنچے تو وہ گھر پہ موجود نہ تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے، البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے، اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں۔

چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو، بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا، بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں؟ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض لوگوں سے سود لے کر کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے، لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آکر سوال کیا، آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا، لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے، سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا لیکن وہ ہنڈیا سالن کی بجائے خون سے لبریز تھی، اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بدبختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو شاہد بنا کر کہا کہ آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے۔

راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کسنا شروع کئے کہ علیحدہ ہٹ جاؤ، حبیب سود خور آرہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس کی طرح بدبخت نہ بن جائیں، یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا، فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو، اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے تا کہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے، پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو، اب حبیب تائب ہو کر آرہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گنہگاروں میں درج کر لے۔

آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کرا دیا، اس کے بعد آپ نے منادی کرا دی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے، اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہِ مولا میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل کو اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دے دی۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے،

پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنالیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لئے حضرت حَسَن بصری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔

ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد ونوش کے لئے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے تو آپ مزدوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے، لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیالائے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہوسکی لیکن اس نے خود ہی یہ کہہ دیا ہے کہ دس (۱۰) یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دے دوں گا، پھر جب دس (۱۰) دن کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر جا کر کیا جواب دوں گا اسی خیال میں غرق چلے جارہے تھے۔

دوسری طرف اللّٰہ تعالیٰ نے ایک بُوری آٹا، ایک ذبح شُدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو (۳۰۰) درہم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچادیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔

چنانچہ جب آپ گھر کے دوازے پر پہنچے تو گھر سے کھانے کی خوشبو آئی، اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچادیا، یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس (۱۰) یوم کی بے توجہ کی ریاضت کا اللّٰہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے، تو اگر زیادہ دلجمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔

چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس قدر عبادت میں غرق ہوئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچ گئے اور ان کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 33 تا35)

آپ کی چند کرامات

(1) ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچّہ گم ہوگیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں، آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہیں، آپ نے اس سے وہ درہم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا ہے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا، اس کو گلے لگا کر پوچھا تو کہاں چلا گیا تھا، لڑکے نے کہا میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لئے بازار بھیجا، راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔

اس ایک واقعہ سے آپ کی دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرے کہ اتنی عجلت کے ساتھ ہوا نے کس طرح پہنچادیا تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السّلام کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا فاصلہ طے کرسکتا ہے اور بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان علیہ السّلام تک پہنچ سکتا ہے تو یہ واقعہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

(2) بصرہ میں ایک مرتبہ سخت قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لے کر غربا و مساکین میں کھانا تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی، جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 36-35)

(3) آپ کا مکان بصرہ کے چوراہے پر تھا، ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور نہانے کے لئے چلے گئے، اتفاق سے حضرت حَسَن بصری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے ان کا لباس پہچان لیا اور سوچا کہ شاید حبیب عجمی انہیں بھول کر چھوڑ گئے ہیں، اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا، اس خیال سے آپ کپڑوں کی حفاظت کے لئے وہاں رکے رہے، جب حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ واپس آئے تو حضرت حَسَن بصری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے

پر چھوڑ کر چل دیئے، اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ اس کے بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے حفاظت کے لئے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے یہاں جَو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا، وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آپہنچا، تو حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دے دی۔ اس پر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہیں دینی چاہیئے بلکہ ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے، یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوان نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے، آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص36)

(4) منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معلومات کیں تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے، پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ حجاج تم کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا، آپ نے فرمایا کہ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔

چنانچہ پھر دوبارہ تلاشی لی لیکن ان کو نہ پا کر واپس آ گئے، حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر نکل کر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا، اس لئے آپ محفوظ رہے، اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے، یہ سن کر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آسکا، آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیۃ الکرسی، دو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد اور دو مرتبہ آمَنَ الرَّسُوْل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضرت حَسَن بصری کو تیرے حوالے کیا، تو ہی ان کی حفاظت فرما۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص36)

(5) حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ دریا پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں، آپ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کریں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جائیں، یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی طاری ہوگئی اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حبیب کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے، اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہوگئی کہ جب روز محشر پُل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہوگی۔

آپ نے دوسری ملاقات میں حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ مَیں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے رہتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صدحیف دوسروں نے میرے علم کا فائدہ اٹھایا لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا۔

حضرت فریدالدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام حضرت حسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شئے پر فضلیت عطا فرمائی ہے، اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اے نبی کہیں کہ اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی عطا کر۔

جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودہواں درجہ کرامت کا ہے اور اٹھارہواں اسرار ورموز کا! کیونکہ کرامات کا حصول عبادت سے متعلق ہے اور اسرار ورموز کا عقل وفکر سے! جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہر شئے پر تھی، لیکن اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرتے تھے اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں کی کتاب پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے، انہیں دیکھ کر امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا: لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کروگے۔

ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ڈالا، جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہوگئی ہو اور یہ بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضا کرے، اس لئے کہ وہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا؟ یہ سن کر امام شافعی نے کہا کہ میں نے اسی لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو۔

ایک مرتبہ تاریکی میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی، اس وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہوگیا، چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کرکے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا نہیں چاہتا، ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، ایک دن اسی کنیز سے فرمایا: ذرا میری کنیز کو آواز دے دو، اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی آپ کی کنیز ہوں، فرمایا کہ تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا، یہی وجہ ہے کہ میں تم کو پہچان نہ سکا، جس وقت آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگتے، ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن مجید کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جب کہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں، فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہوا اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوگی اور جس کو تجھ سے انس نہ ہوا اس کو کسی سے انس نہ ہوگا، لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کے تمام امور سے دستبردار ہو چلے ہیں تو یہ بتائیے کہ رضا کس شئے میں ہے؟ فرمایا کہ رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی کدورت نہ ہو، ایک خونی تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اسی شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے قتل کا ارتکاب کیا تھا۔

پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے، اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادھر آنکلے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی، یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص 36–38)

◆◆◆

اسلاف و اخلاف

از: ڈاکٹر غلام مصطفٰی نجم القادری*

حضور قائد ملت! ایک ارتقائی شخصیت

عزم وحوصلہ کی نشانی، منور پیشانی، ملت کو آبرومندانہ زندگی دلانے کی گہرائی میں ڈوبی ہوئی چمکدار آنکھیں، سجی سجائی گھنی بھنویں، دشمن کو زیر کرنے کی تاک میں کھڑی ناک، سفید و جاذب گول مول چہرہ، چاند کا ہالہ، خوش نما داڑھی، متبسّم اور سُرخ ہونٹ، چھوٹا مگر بوٹا سا قد، ملت کی دستگیری کے لیے ہر وقت مستعد دست و بازو، ہر دَم، دَم بہ دَم رواں دواں جانب منزل بڑھتے قدم، ان مفردات کا مرکب بنائیے اور غور سے دیکھیے تو ایک پُر کشش صورت اُبھرے گی، آپ دیکھتے ہی پکار اُٹھیں گے کہ ارے یہ تو میرے قائد ملت ہیں۔

اس وقت اہلِ سنّت کی تمام ترنگاہیں آپ ہی پر مرکوز ہیں، کیا علما اور کیا مشائخ، سب تدبیر اُمور مشکلہ میں آپ ہی کو تکتے اور حل کی اُمیدیں رکھتے ہیں اور یہ ایسا اس لیے ہے کہ جو بڑھے تو بڑھتے ہی چلے گئے، چھائے تو چھاتے ہی چلے گئے۔ چڑھے تو چڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں، علم کا مسکن، عمل کا پہاڑ، تقویٰ کا ہمالہ، ہمت کا سلطان، ولولہ کا جہان، جذبوں کا طوفان، مسلکِ رضا کا سچا نگہبان، تعلیماتِ تاج الشریعہ کا ترجمان، آپ ہیں حضرت علامہ عسجد رضا خان! جنھیں آج ہم سب قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین حضور تاج الشریعہ اور قائد ملت کے پیارے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

تاریخ وسن پیدائش

حضور تاج الشریعہ کا آنگن بچوں کی کلکاری سے سونا تھا، دعاؤں کا سلسلہ تھا، آہِ سحر گاہی کی قطاریں تھیں، صف بستہ تمنائیں تھیں کہ بیکل حسرتوں کی گود میں عنایت کا جوڑا، اجابت کا سہرا بن کر ۱۴/شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ایک بلند بخت بچے کی ولادتِ باسعادت ہوئی، مسرتوں کی چاندنی میں گھر آنگن، محلہ پڑوس ڈوب گیا، محلہ خواجہ قطب بریلی کے در و دیوار جھوم جھوم اُٹھے، قطب عالم، شہزادۂ مجددِ اعظم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرطِ مسرّت میں نومولود کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا، دعاؤں سے نوازا اور داخلِ سلسلہ فرمایا اور آپ کا نام محمد تجویز فرمایا، اسی نام پر شاندار عقیقہ ہوا، عرفی نام ”منور“ منتخب ہوا، اور پکارنے کے لیے ”عسجد رضا“ کو پسند کیا گیا۔

ملاحظہ

یہاں پر بطور عرض داشت نازآگیں انداز میں یہ بھی پیش کردوں کہ ۱۹۷۰ء حضور قائد ملت کا سن ولادت ہے اور ۱۹۷۴ء میرے والد مرحوم کا سن وفات ہے، اُس وقت میں بارہ ۱۲/سال کا تھا۔ گھر والوں نے یہ سوچ کر کہ ایسے غم اندوز ماحول میں تعلیم متاثر ہوگی۔ لہٰذا خاندانی متفقہ فیصلہ سے مجھے میرے گاؤں کے ایک لڑکے کے ساتھ جو بریلی شریف ہی میں پڑھتا تھا، بریلی شریف ۱۹۷۵ء میں بھیج دیا گیا۔ اُس وقت میں ثانیہ جماعت کا طالب علم تھا۔ بریلی شریف میں اُس وقت تمام طلبا، مساجد میں امام ہوا کرتے تھے۔ مگر بارِ امامت کا متحمل نہ ہونے کی وجہ سے میرے لیے رہنے سہنے، کھانے پینے کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔

اُدھر پیرانی امّاں (حضور عسجد میاں کی والدہ) کو کسی لڑکے کی تلاش تھی، جو گھر کی ضرورت میں کام آئے، بازار سے سودا سلف لائے اور یہیں رہے، یہیں کھائے پیے، میرے لیے یہ سنہرا موقع تھا، میں نے اس خوب صورت دعوت کو لبیک کہتے ہوئے قبول کرلیا اور اپنی ڈیوٹی سے بخوشی جڑ گیا، مدرسے کے ٹائم سے پہلے صبح بازار جاتا، جو حکم ہوتا وہ لا کر حاضر کر دیتا، مجھے یاد ہے پیرانی امّاں سبزی ترکاری کے ساتھ مکنے چنے اور خشخاش خاص طور پر منگواتی تھیں، بازار کی واپسی پر بچا ہوا پیسہ واپس کرتا

* مضمون نگار جامعہ مصباح تاج الشریعہ، ردولی، سیتامڑھی، بہار کے بانی ہیں۔

تو پیرانی امّاں کبھی سب، کبھی کچھ مجھے ضرور واپس کرتیں، اس طرح میری تشنہ ضرورتوں کی تکمیل ہو جاتی، اللہ حضرت پیرانی امّاں کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے، آمین۔

جب میں حضرت کے گھر بریلی شریف پہنچا ہوں، اُس وقت میری عمر تیرہ سال کی تھی اور حضور عسجد میاں پانچ سال کے تھے، بطورِ فخر واعزاز جب میں کبھی برسبیل تذکرہ یہ کہتا ہوں کہ میں نے حضور عسجد میاں کو گود کھلایا ہے، تو لوگ حیرت کرتے ہیں، مگر یہ حقیقت ہے اور اب یہ وہ حقیقت ہے جو عظمت و عقیدت میں بدل چکی ہے، اللہ تعالیٰ اس رشتۂ عقیدت کو عمر خضری عطا فرمائے۔

قائد ملت کے والد گرامی

ایک ایسا نام جو نعرہ بن کر پوری دنیا میں گونج رہا ہے، ایک ایسی ذات جو صلاح وفلاح کی پات پات پر جلوہ گر ہے۔ ایک ایسا شخص جو شخصیتوں کے ہجوم میں بھی نمایاں اور درخشاں ہے، وہ ہیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان! جنھوں نے دین وسنّیت کے عروج وارتقا کے لیے ملک وبیرونِ ملک کے بے تکان دورے کیے۔ جہاں گئے اربابِ فکر وآگہی نے لپک کر استقبال کیا۔ فروغِ اسلام جن کا مطمح نظر تھا، اُمت کی عظمت رفتہ کی بحالی جن کا خواب تھا! جو ہمیشہ مزاحم دین فکر وخیال سے ستیزہ کار رہا! حسد کی آندھی اور بُغض کے طوفان میں بھی جس کو مسکرانا آتا تھا۔ اتنی چوکھی مصروفیات میں بھی قرطاس وقلم سے جس کا تعلق نہ چھوٹا اور جاتے جاتے پچاس سے زیادہ ذخیرۂ علوم ومعارف سے مملو کتب قوم کے حوالے کر گیا۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز کا جو مرقع جمیل تھا، شخصیت جب ایسی فولادی ہو جائے تو پھر اس کے اندر تسخیری قوت کا آنا جانا قدرتی عطیہ ہے، ان کی اس قوت کا اندازہ اُس وقت ہوا، جب کروڑ سے زیادہ لوگوں کا جتھا ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے ان کے قدموں میں حاضر ہو گیا، صلح کلیت کا زور توڑنے کے لیے آج بھی جن کا نام برقِ تپاں ہے، اگر حضور قائد ملت فخریہ یہ کہیں کہ ''پدرم سلطان بود'' تو انھیں اس کا حق حاصل ہے۔

قائد ملت کے مرشد مکرم

درد وسوز، آہِ نیم شبی، نالۂ سحر گاہی، ذکر محبوب کی مستی، فکر یار کی جلوہ افشانی، کبھی جلوت میں خلوت کے مزے ہیں، تو کبھی جلوت میں خلوت آرائی، جو دل دیتا تھا اور درد لیتا تھا، جو اپنوں کو ٹوٹنے سے بچانے کی ہر ممکن فکر کرتا تھا، فروغِ دین وآرائش سنیت کے لیے جہاں جہاں ضرورت پڑی کشاں کشاں تشریف لے گئے، جہاں چلے گئے، بغیر کسی ظاہری اعلان کے دیوانوں کی قطاریں لگ گئیں، جہاں ٹھہر گئے نور کی برسات ہو گئی اور اب تک اُن فضاؤں سے بریلویت کی خوشبو ٹپک رہی ہے، غمزدوں کے لیے جو نوید مسرّت تھا، پریشانیوں کی شب ظلمات کے لیے جو سپیدۂ سحر تھا، جو اپنوں کے لیے ریشم کی طرح نرم تھا۔ تو اعدائے دین کے لیے آتش سوزاں سے زیادہ گرم، ان کے جلوؤں کی تابانی کہاں نہیں ہے، ان کے ذکر وتذکرہ کی مہک سے کون سی نوری بزم خالی ہے۔

آج پورے برصغیر میں خصوصاً جو سنیت کی چاندنی اور قادریت کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، تو یہ اُسی مردِ پاکباز، مردِ شہباز، مردِ سکندر ومردِ قلندر کا فیض وفیضان ہے۔ عوام اور علما ان کے حاشیہ کرم سے یکساں فیضیاب ہوتے تھے، عوام اپنے عوامی مسائل لے کر، علما اپنی علمی ژولیدگی لے کر، ایک ہی چوکھٹ تھی جہاں سارے مسائل کا حل تھا، ساری گتھیاں جہاں چٹکی بجا کر حل کی جاتی تھیں، وہ صرف ایک شخص تھا، جو سب کی امیدگاہ تھا، وہ عوام کو نسخۂ شفا دیتا نظر آرہا ہے، تو علما کو علمی جواہر پارہ، وہ سب کا درد مند تھا، وہ سب کا مسیحا تھا، اس کی توجہات کا بادل اگر رئیس کی کوٹھی پر برستا تھا، تو غریب کی جھونپڑی پر بھی۔

اس لیے وہ کبھی سیٹھوں کے بنگلے پر نظر آتا، تو کبھی مفلس و قلاّش کی جھگی جھونپڑی پر، کیا مجال کہ اس کے دور میں کوئی شریعت کے خلاف کچھ بول کر گذر جائے، اگر ایسا ہوتا تو اس وقت تک تعاقب کرتے جب تک شریعت کا ضابطہ مسکرانے لگ جاتا، اگر حکومت نے شریعت کے باب میں رخنہ اندازی کی کوشش کی تو پھر مومنانہ غیرت اور شاہانہ طمطراق کا جلوہ دیدنی

ہوتا، سر بکف آگے بڑھ جاتے اور غلامِ باوفا کی طرح انھیں اُس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک سازشوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا دیتے، زمانے نے دیکھا ہے کہ ان کے دیئے گئے، فتویٰ کے مطابق کس طرح حکومتِ وقت کا فیصلہ بدلا ہے۔

اگر احسان فراموشی جرم ہے اور یقیناً جرم ہے، تو آج کی انسانی نسل کو عموماً اور مسلم نسل کو خصوصاً آپ کا یہ احسان یاد رکھنا ہی ہوگا کہ کس طرح نسل کو مٹنے سے آپ نے بچایا ہے، مسلم نوجوانوں کو یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارا وجود حضور مفتی اعظم ہند کے تاریخی فتویٰ کی جیتی جاگتی برکت ہے، ورنہ جبری نس بندی کا سلسلہ اگر بند نہیں ہوتا تو سوچو کیا ہوتا! یہ حضور مفتی اعظم کا کرم ہے کہ نس بندی کے خلاف فتویٰ دے کر نسل کی نسل اور فصل کی فصل کو آپ نے بچالیا اور فرزند اعلیٰ حضرت سے یہی اُمید بھی تھی، ہم نے اعلیٰ حضرت کو تو نہیں دیکھا ہے، مگر حضور مفتی اعظم ہند کے لبادے میں جلوۂ اعلیٰ حضرت کو ضرور دیکھا ہے، اس لیے ہم بڑے فخر سے کہتے اور لکھتے ہیں ؎

زمانہ کہہ رہا ہے مفتیٔ اعظم مگر اجملؔ
میرا ایماں یہ کہتا ہے میرے احمد رضا تم ہو

ان دو حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر خاص طور پر ہم نے اس لیے کیا ہے کہ لوگ قائد ملت کو ہلکے میں نہ لیں، انھیں معمولی نہ سمجھیں، انھیں بلند و بالا اور جاوداں کرنے کے لیے ان کی اپنی شخصی عظمت کے سوا یہ دو نسبتیں ہی کافی ہیں، آج لوگ چھوٹی چھوٹی اور ایسی ویسی نسبتیں پا کر اپنے آپ کو بڑا ہی نہیں بہت بڑا گمان کرتے ہیں۔

یہاں تو یہ نسبتیں ایسی ہیں کہ ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو ماہتاب کر دیں، جو کہہ دیں تو تقدیر بدل دیں، چھو دیں تو نصیبہ چمکا دیں، ہاتھ اُٹھا دیں تو انقلاب برپا کر دیں، مسکرا دیں تو بگڑا کام بن جائیں، جو دنیا کی کلاہِ افتخار بھی درست کر دیں اور آخرت کی زلف برہم بھی سنوار دیں، حضور قائد ملت علم و عمل کے ان دونوں دریاؤں کے شناور کا نام ہے، جو غیروں کو نوازیں تو کاہ سے ماہ کر دیں، انھوں نے اپنے دل بند کو کتنا نوازا ہوگا، یہ انھیں نوازشات کی حسین برسات ہے کہ کل کے مولانا عسجد رضا کو آج کا ہم قائد ملت دیکھ رہے ہیں، تو یہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ایک طرف حضور مفتیٔ اعظم کا فیضانِ نظر ہے، تو دوسری طرف حضور تاج الشریعہ کے مکتب کی کرامت!

تعلیمی سفر کا آغاز

آپ کی بسملہ خوانی آفتابِ ولایت، ماہتابِ کرامت، تاجدارِ اہلِ سنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نے کرائی، ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ نے دی، جب منزلِ شعور کو پہنچے تو آپ کا داخلہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی میں ہوا، جس میں آپ نے انٹر تک عصری تعلیم حاصل کی، پھر دینیات کی طرف سفر کا رُخ موڑ دیا گیا اور اس کے لیے چند جیّد علما اور ماہرین علوم و فنون کی خدمات حاصل کی گئیں، مثلاً حضرت علامہ مفتی ناظم علی بارہ بنکوی، حضرت مولانا محمد نظام الدین بریلی شریف، حضرت مفتی محمد مظفر حسین، صدر العلما علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں اور خود حضور تاج الشریعہ نے مل کر تعلیمی سلسلے کو چار چاند لگا دیئے۔

فضیلت و اِفتا کی کتب مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، الاشباہ والنظائر، فواتح الرحموت، مقاماتِ حریری، اجلی الاعلام، عقود الدریہ، رسم المفتی، وغیرہ کا درس آپ کے والد محترم نے خود دیا، ۲۰۰۱ء بموقع عرسِ رضوی جانشین حضور صدر الشریعہ، ممتاز الفقہا، محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ مدظلہ العالی نے ختم بخاری کرائی اور کثیر علما و فضلا کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔ گھر کا ماحول برسوں سے فقہ و فتویٰ کا تھا، جس کی بنیاد سرکار اعلیٰ حضرت کے دادا رئیس الفقہا حضرت علامہ رضا علی خان نے ڈالی تھی اور اب تک تسلسل سے یہ خالص علمی دینی کام انجام پا رہا ہے۔

خود اعلیٰ حضرت نے جس مسند کو زینت بخشی کہ رشک اوج ثریا کر دیا اور بریلی عالم اسلام کا مرجع و مرکز بن گیا، حضور حجۃ الاسلام نے اپنے وقت میں جس کی حنا بندی کی اور پھر حضور مفتی اعظم ہند نے تو اس مسند سے وہ وہ کارنامے انجام دیئے کہ زمانہ پکار اُٹھا: یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت ہی کا حق و حصہ ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا دور آیا تو یہ دور نئے نئے چیلنج، فتنے اور مسائل کا دور تھا مگر حضور تاج الشریعہ نے شریعت کے تاجِ افتخار میں کوئی کمی نہیں آنے دی، خالص اسلامی دینی، فقہ وفتویٰ، افتا وقضا کی گود میں آنکھ کھولنے، پلنے اور پروان چڑھنے والے شہزادے پھر کیسے خاموش رہتے، فراغت کے دو سال بعد رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ علامہ عسجد رضا نے تحریر فرمایا، جس کی تصدیق حضور تاج الشریعہ، حضور محدثِ کبیر، قاضی شہر بریلی قاضی مفتی عبدالرحیم بستوی، مفتی ناظم علی، وغیرہ اکابر علما نے کی، یہ آپ کا پہلا فتویٰ تھا اور بالکل درست تھا، فرطِ مسرّت میں حضور تاج الشریعہ نے شیرینی تقسیم کروائی۔

علمی کمالیت

مضبوط قوتِ حافظہ علم کے لیے نعمت عظمیٰ ہے، تو نسیان آفتِ جان، آدمی پڑھے اور یاد ہی نہ رہے، یاد کرے اور بھول بھول جائے، تو مت پوچھیے اس وقت کیا گذرتی ہے، ایسے میں نہ علم کا کمال ظاہر ہو پاتا ہے، نہ فضل کا جمال، علمی کارناموں کی انجام دہی میں اعلیٰ قوتِ حافظہ کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا گھرانہ ہے جو فضل خداوندی سے اس دولت کبریٰ سے نہال اور مالا مال ہے، اعلیٰ حضرت کے فیضان یادداشت کی کرنیں بچے بچے میں نمایاں نظر آتی ہیں، حضور قائد ملت، ذہانت وفطانت، قوتِ یادداشت اور زیرکی واسرار فہمی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

یہ ذہانت ہی کا کمال ہے کہ رضاعت جیسے گنجلک اور پیچیدہ مسئلے کا پہلی بار جواب لکھا اور پہلا جواب ہی ایسا باصواب کہ ہر طرف سے مبارک بادی کی جھڑی لگ گئی، اس طرح آپ مولانا عسجد رضا سے اب مفتی عسجد رضا ہو گئے، حضور تاج الشریعہ مزید اطمینانِ قلبی کے لیے آپ کو جامعۃ الرضا لے گئے اور جماعتِ خامسہ کے طلبا کو مشکوٰۃ شریف کی تدریس کا حکم فرمایا، آپ نے برجستہ درس دیا اور ایسا درس دیا کہ رُموز ونکات کے دریا بہا دیئے، حدیث مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا پر ایسی سیر حاصل گفتگو فرمائی کہ طلبہ مچل مچل گئے اور عش عش کر اُٹھے، وہ ایک تاریخی درس تھا، جو شرکائے درس کو اب تک یاد ہے اور جب جب موقع ملتا ہے خوب خوب تذکرہ کرتے ہیں، آپ کے تدریسی انداز، اسلوب افہام وتفہیم، طلبا کے ذہن میں بات اُتارنے کے لیے لفظوں کا چناؤ، یہ سب سُن کر حضور تاج الشریعہ نے دل سے دعا دی اور سکون کی سانس لی۔

ذمے داریوں کا ہجوم

حضرت تاج الشریعہ چوں کہ علمی شخصیت تھے اور بریلی شریف عالمی مرکز! اس اعتبار سے ان سے معاملات گونا گوں تھے اور سلسلۂ ملاقات غیر منقطع ونامتناہی، ان تمام ترضرورتوں اور مصروفیتوں کا بارِ گراں حضور تاج الشریعہ کے دوشِ ناتواں پر تھا، اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے علامہ عسجد رضا عالمی مرکز کی چوکھی ذمے داریوں میں گھر گئے، حضرتاج الشریعہ کی موجودگی میں آپ جملہ اُمور کو سر کرنے میں جٹ گئے، حضور تاج الشریعہ کے بعد تو مصروفیتوں کا نہ تھمنے والا سیلاب آپ کے سامنے تھا، کثرتِ کار اور ہجومِ افکار نے آپ کو تدریس وافتا کا موقع ہی نہیں دیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ذہن ایسا تیز ہے اور علم ایسا مستحضر کہ آج بھی اگر درس میں بیٹھ جائیں تو درس پکار اُٹھے: کاش! آپ میرے ہی قبیلے میں رہتے اور مسند افتا کو سنبھالنے لگیں تو مسند افتا تفقّہ کے لولو والمرجان سے لالہ زار بن جائے، مگر اسے کیا کہیے۔

تنگیِ کنجِ قفس، رنجِ اسیری داغِ گل
اتنے سامانِ ستم اور ایک جانِ عندلیب

حضور تاج الشریعہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مرکز کی ذمے داری بڑھتی چلی جا رہی ہے، چیلنج پر چیلنج سامنے آ رہے ہیں، اس لیے میرے بعد مرکز کی تمام تر ذمے داریوں کو سنبھالنے اور بخوبی نبھانے کے لیے عسجد میاں میں کی قائدانہ، مصلحانہ تربیت ضروری ہے اور یہ ضرورت کسی بھی اعتبار سے تشنۂ تکمیل نہ رہے، اس لیے حضور تاج الشریعہ نے قائد ملت کی ہمہ نوعی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جلوت وخلوت میں، سفر وحضر میں ساتھ رکھا اور ایسا پختہ کار بنا دیا کہ زمانے نے دیکھا کہ ذمے داریاں بڑھتی گئیں، صلاحیتیں نکھرتی گئیں۔

اب حضور تاج الشریعہ نے آپ کو آل انڈیا جماعت رضائے

مصطفیٰ کا صدر نامزد کیا، احساس مندی کے ساتھ اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کی وجہ سے اب آپ کو مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا، اس مرحلے سے بھی آپ فائز المرام گذرے، اب وقت آیا کہ قاضی شہر بریلی مفتی محمد عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد آپ ہی شہر بریلی کے قاضی منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ شرعی کونسل آف انڈیا، مرکزی دار الافتاء والقضاء، امام احمد رضا ٹرسٹ کے صدر مقرر ہوئے، ہندوستان گیر سطح پر آپ متعدد مدارس وتناظیم کے سرپرست یا سربراہِ اعلیٰ ہیں، خود میرے ادارہ جامعہ مصباح تاج الشریعہ، ردولی سیتا مڑھی بہار کے آپ ہی سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔

اجازت وخلافت

حضور قائد ملت کے طبعی اوصاف، علم وفضل سے شغل، دینی ودنیاوی اُمور کے حل وعقد سے آگاہی، معاملات فہمی ودور بینی، احساسِ ذمے داری اور ولولۂ خود آگاہی وخدا آگاہی وغیرہ وغیرہ خوبیوں کو دیکھ کر حضور تاج الشریعہ نے اپنی زریں خلافت جو انھیں بالخصوص قطب عالم سرکار مفتی اعظم اور دیگر اکابر ومشائخ سے ملی تھی، حضور قائد ملت کو تفویض فرمادی، اس کے علاوہ ملک وبیرونِ ملک کے اکابر اسلام، عمائد اہلِ سنّت نے بھی اپنی اپنی قیمتیں خلافتوں سے نوازا، یہ خلافت نواز شخصیتیں اگر کسی کو خلافت دیتی ہیں تو یونہی نہیں دیتی۔ پہلے بارِ امانت کا متحمل سمجھتی اور اگر کچھ کمی ہو تو اوراد ووظائف کے ذریعے یا خصوصی توجہ ڈال کر پہلے اس لائق بناتی ہیں، پھر بزرگوں کے عطیات عطا کرتی ہیں اور جب عطا کر دیتی ہیں تو مدنی فیضان کا تسلسل شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ وہ گلکاری ہوتی ہے کہ مشامِ قوم وملت معطر ہو جاتا ہے۔

قاضی القضاۃ فی الہند

اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور ضابطۂ حیات ہے اور یہ حیات کے ہر شعبہ کو متأثر ہی نہیں منور کرنے کی آب وتاب رکھتا ہے، انسانی زندگی اور اس سے پھوٹنے والے حوائج ومسائل کے چشمے بے شمار ہیں، ان تمام کے حل مشکلات پر بھی اسلام نے نظر رکھی ہے، عہدے متعین کیے ہیں، ذمے داریاں تقسیم کی ہیں، تاکہ حسنِ اعتدال وحسنِ توازن کے ساتھ ہر شعبہ، ہر دم متحرک بھی رہے اور جوان رعنا بھی، قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی انھیں سرناموں کا ایک باوقار اعلامیہ ہے۔ یہ زمینی حقیقت اور تاریخی سچائی ہے کہ ہر دور میں اُمتِ مصطفیٰ کو کسی نہ کسی بالغ نظر، رہبر ورہنما کی ضرورت پڑی ہے۔ اگر لوگوں کو انھیں کے حالات وکیفیات پر چھوڑ دیا جائے تو معاشرہ عقائد سے لے کر ایمان تک پلپلا، کمزور بلکہ عضو معطل بن کر رہ جائے اور دین وشریعت کی صورت زیبا دھندلی ہو جائے۔

اسی وجہ سے حسّاس فکر ونظر کے حاملین اپنے میں سے کسی اہل اور لائق وفائق کو چنتے اور انھیں منصب قاضی القضاۃ عطا کر کے اس شعبہ کی مکمل ذمے داری ان کے سپرد کر دیتے ہیں، قرونِ اولیٰ سے یہ سلسلہ یونہی چلا آ رہا ہے، جس سے نظام اسلام کا گلشن لہلہا رہا ہے، مدون فقہ امام الائمہ، مقتدائے احناف، سرکار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بامشقت سزا قبول کر لینا مگر عہدۂ قضا قبول نہ کرنا اور پھر آپ کے شاگردِ رشید ستونِ مسلکِ احناف حضرت سیدنا امام ابو یوسف کا عہدۂ قضا قبول کر لینا، یہ سب تاریخ کی سچائیاں اور مضبوط کڑیاں ہیں۔ اپنے دور میں امام اہلِ سنت سرکار اعلیٰ حضرت نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا، مجلس منعقد کی، مسند سجایا۔ خود قاضی القضاۃ رہے اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو غیر منقسم ہندوستان کا قاضی اور حضور مفتی اعظم ہند اور مفتی محمد برہان الحق صدیقی جبل پوری کو ان کا معاون مقرر فرمایا، بعد کے دور میں حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان تاحینِ حیات پورے ملک کے قاضی القضاۃ رہے۔

حضور تاج الشریعہ کے وصال پُر ملال کے بعد اعلیٰ قیادت کے متحملین، صف اوّل کے علما وفضلا، فقہائے کاملین؛ بالخصوص امیر المومنین فی الحدیث حضور محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی جو خود حضور تاج الشریعہ کے دور میں نائب قاضی القضاۃ تھے، یہ بریلی شریف سے ان کی غایت محبت ہے کہ شرعی کونسل آف انڈیا کے سیمینار کے موقع پر علما کے جم غفیر اور فقہا کے مجمع کثیر میں آپ نے علامہ عسجد رضا خاں کے قاضی

القضاۃ فی الہند ہونے کا اعلان فرمایا، اب پورے ہندوستان کے چیف جسٹس علی الاتفاق علامہ عسجد رضا خاں ہیں، فللّٰہ الحمد۔

چند یادگار کارنامے

(۱) یوپی حکومت نے جب تعلیم سے جڑے ہر ادارے کے لیے بلا امتیاز و تشخص ''وندے ماترم'' کا مسئلہ کھڑا کیا، مسلمانوں میں بے انتہا کشمکش آئی، آزمائشی حالات سے لوگ گذرنے لگے، حال و ماحول کے تیور سے مرعوب و متأثر ہو کر بڑے بڑے علما حیلہ تلاشنے اور بہانہ تراشنے لگے، اس وقت حضور قائد ملت، قاضی القضاۃ فی الہند نے حضور مفتی اعظم ہند کی روش کو اپناتے اور ان کی روشن ڈگر پر چلتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ''وندے ماترم'' مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں، آپ کی مبنی بر حقانیت آواز میں ایسا سوز و ساز اور پکار میں ایسا دم خم تھا کہ طوفان کا رُخ بدل گیا اور مسلمانوں نے شرکیہ کلمات سے بچنے پر سکون کی سانس لی۔

(۲) مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب قبلہ کا حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر خطائے اجتہادی کا مسئلہ بیدار ہوا، طوفانِ بلاخیز برپا ہو گیا، جس کے نتیجے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا، دنیائے سنیت میں عجیب ہلچل اور بے چینی پیدا ہو گئی، کوئی کہتا ان پر توبہ لازم ہے، تو کوئی کہتا ان پر تجدید ایمان ضروری ہے۔

ایسی برہم ہوا و فضا میں لوگوں کی نگاہیں مرکز اہل سنّت بریلی شریف کی طرف تھیں کہ حضور محدثِ کبیر، نائب قاضی القضاۃ فی الہند اور حضور قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند نے برمحل، بروقت اور برجستہ شریعت مطہرہ کے محکم حکم کی روشنی میں محضر نامہ تیار کر کے اپنے اپنے دستخط اور مہر سے مزین جونہی نشر کیا اور صاف کہا کہ علامہ جلالی صاحب حق پر ہیں، ان پر توبہ اور تجدید ایمان کچھ لازم نہیں، اس فرمان کے صادر ہوتے ہی زمانے نے دیکھا کہ گھنگھور گھٹائیں چھٹیں اور حق کا روئے زیبا مسکرانے لگا۔

(۳) ابھی ابھی ایک بڑی نادر الوجود ہستی نیپال میں گذری ہے، شیر نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد قادری علیہ الرحمہ کی! نیپال اور اطرافِ نیپال کی سرزمین پر آپ نے اپنی کد و کاوش سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ایسی کاشت کی کہ آج ہر طرف سنیت کی پھلواری و گلکاری نظر آ رہی ہے۔ جس نے اپنی مردانہ کوشش اور مومنانہ تیور سے شمالی بہار اور نیپال کے پھلواروی (خانقاہِ مجیبیہ والے) صلح کلی کے فتنوں کا قلعہ قمع کر دیا۔ اس غلام رضا کے نیزے کی مار سے زخمی کچھ لوگ ہمیشہ آپ کے تعاقب میں رہے، مگر یہ آپ کی انفرادیت تھی کہ بلاخوف لومۃ لائم مسلکِ رضا کا کام کرتے رہے، آپ کے انتقال کے بعد کچھ نام نہاد زخم خوردہ مفتیوں نے سوشل میڈیا پر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ جو بھی مفتی جیش محمد کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوگا، وہ کافر ہو جائے گا۔

اچانک لوگ ایک عجیب اضطراب سے دوچار ہونے لگے، اُلجھنیں بڑھیں، دقتیں آئیں، گومگو اور کشمکش کا ماحول پیدا ہو گا، کہ پھر قاضی القضاۃ فی الہند اور نائب قاضی القضاۃ فی الہند کی رگِ حمیت پھڑکی اور مشترکہ اعلامیہ جاری کر دیا کہ حضرت علامہ مفتی جیش محمد قادری سنّی صحیح العقیدہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے پابند عالم دین تھے، لہٰذا لوگ ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کو بڑی سعادت سمجھیں اور شوق سے پڑھیں، اعلان کے جاری ہوتے ہی تمام مریدوں، عقیدت مندوں میں خوشی کی لہر چھا گئی، ایک بہت بڑے ازدحام نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اس طرح ایک فتنہ جو اٹھا تھا، آناً فاناً بیٹھ گیا۔

(۴) ابھی کچھ مہینہ پہلے یہاں کی دو بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشینانِ گرامی قدر کے مریدانِ باوفا مگر انجام نا آشنا کی غلوئے عقیدت نے ایک دوسرے کی تضحیک و تمسخر اور سوئے ادب کا روپ دھار لیا، جس کے نتیجے میں تعلقات کشیدہ اور معاملات غیر سنجیدہ ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے یہ ناخوش گوار ہوا پورے ملک میں پھیل گئی، سوشل میڈیا پر جواب اور جواب الجواب کا دل خراش، اخلاق پاش سلسلہ شروع ہو گیا۔

سنیت کو صدمہ پہنچنے کا شدید خطرہ لاحق ہوا اور قائد ملت خاموش رہیں! کیسے ہو سکتا تھا؟ حضور قائد ملت نے تاریخ طے کی، نائب قاضی القضاۃ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری اور ان دونوں پیرانِ عظام اپنے خاص نمائندوں کے ساتھ مرکز

اہلِ سنّت بریلی شریف تشریف لے آئے، آپسی گفت وشنید اور بحث وتحقیق کے بعد مریدوں نے معذرت طلب کی، شیو خان گرامی نمناک آنکھوں سے ایک دوسرے کے دستگیر نہیں بغل گیر ہو گئے۔ انتشار کی جو کالی گھٹا ملک گیر ہو گئی تھی، دفعتاً چھٹ گئی اور پھر ایک دوسرے کے مقام وعظمت کے تحفظ کے تیقن کے سائے میں محبت ویگانگت کی پُرنور وسرور فضا قائم ہو گئی، اخوت کی نسیم سحر چلی اور حالات معمول پر آ گئے۔

یہ تو میری محدود معلومات کی حد تک چند تاریخی کارنامے تھے، جو میں نے سپردِ قرطاس کیے ہیں، کچھ وہ بھی ہوں گے جو لکھنے سے رہ گئے ہوں گے، بس دیکھتے جائیں کیسے کیسے کارناموں سے دنیائے سنیت شادکام ہوتی ہے۔ ؎

ابتدا ہی سے قدم بوس ہیں لاکھوں جلوے
رفتہ رفتہ تیری رفتار قیامت ہوگی

ایک اہم گذارش

کبھی کبھی کچھ اپنوں کی زبانی یہ ناشنیدنی سننے میں آتی ہے کہ ملکی حالات اچھے نہیں ہیں، ملّی معاملات میں ناہمواری ہے، سماجی بگاڑ کا دور دورہ ہے، اختلاف کی خلیج ہے کہ دن بہ دن وسیع ہوتی جا رہی ہے، اسلام اور اسلامیات نشانے پر ہے، فرد سے لے کر جماعت تک کو فکر وعمل کی مضبوط ڈوری کے حصار میں رکھنے کی ضرورت ہے اور ایسے میں مرکز خاموش ہے، مرکز کو ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے، ملت کی بہبود کے لیے مضبوط قدم اُٹھانا اور بڑھانا چاہیے، جو احباب یہ گلہ کر رہے ہیں، ان تمام دوستانِ ناشاد سے برملا یہ کہنا چاہوں گا کہ یا تو آپ اپنی انا کے خول میں محصور ہیں، یا مرکز سے عملی وابستگی نہیں ہے، ورنہ آپ کو وہ شکایات نہ ہوتیں جو اتفاق سے ہے، آپ سے گذارش ہے آپ فردیت کی قبا سے باہر آئیں، جماعت اور اجتماعیت کی نظر سے ہر منظر کو دیکھیں۔

آپ قریب آئیے، مرکز کے قریب رہیے، تاکہ مرکزی وسیع وبسیط کارناموں سے عدم واقفیت کا دھبّہ نہ لگے، جس طرح مرکز ماضی میں خاموش نہیں تھا، الحمدللہ! آج بھی خاموش نہیں ہے، دعا کیجیے ہمارا مرکز کبھی خاموش نہ ہو، سچ یہ ہے کہ مرکز اپنا کام کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے، غلط فہمی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ہم سب جو کر رہے ہیں، اسے اپنا صرف اپنا کام سمجھتے ہیں۔

آپ اپنے کام کو بھی جس دن مرکز ہی کا کام سمجھنے لگیں گے، غبارِ خاطر سے آپ بے نیاز ہو جائیں گے، ہم سب کا کام بھی مرکز ہی کا کام ہے، ہم سب مرکز ہی کے کارندے اور نمائندے ہیں، ہم میں اور غیروں میں یہ بڑا فرق ہے کہ غیروں کے یہاں مرکز اور مرکزی شخصیت پر تنقید نہیں تائید ہے، ہمارے یہاں تائید نہیں تنقید ہے، اگر فکر کا یہ رُخ درست ہو جائے تو کہیں بھی کیا، بغیر کیا بے کیا ہی نظر آئے گا۔

اسے یوں سمجھیے: ایک بادشاہ ایک ملک کی باگ ڈور سنبھالتا ہے اور ملک کی سرحد وسیما کی حفاظت کے لیے ملٹری جگہ جگہ متعین کرتا ہے، یہ خصوصی ٹیم ملک کی سرحد وسیما کی حفاظت میں جٹ جاتی ہے، یہ ملٹری ٹیم کا ملک کی حفاظت میں لگنا گویا کہ بادشاہ کا لگنا ہے، اسی لیے تمام کارناموں کا سہرا بادشاہ کے سر سجتا ہے، بس اسی طرح یہ سنّی علما، فضلا، مفتیانِ کرام، داعیانِ عظام، دانشورانِ ملت، قلم کارانِ محترم وغیرہ وغیرہ جو اپنے اپنے کام اور کارناموں سے سنیت کی سرحد وسیما کی حفاظت میں لگے ہیں، ان سب کا سہرا مرکز ہی کے سر ہے، یہ یقین کر لیں کہ ہم مرکز کی خصوصاً بٹالین ہیں، جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، بس اپنے اپنے کارناموں کا کوہِ نور مرکز کے حوالے کرتے چلے جائیں۔

بس یہ سمجھ لیں کہ آپ کا کام مرکز ہی کا کام ہے، تو شکوہ سنجی کبھی قریب بھی نہیں آئے گی، جب ان بکھرے کاموں کے حاصل محصول کا رشتہ مرکز سے جڑ جائے گا، تب دنیا سر چڑھ کے بولے گی کہ مرکز خاموش نہیں ہے، ہمارا مرکز متحرک وفعال اور سرگرم وحسّاس ہے، یہ اندازِ عقیدت چشم کشا بھی ہوگا اور دلکشا بھی، تنکا جمع ہو کر نشیمن، پھول جمع ہو کر گلدستہ، ہیرا جمع ہو کر مالا کی شکل اختیار کر سکتا ہے، تو ہم سب اپنے کو اپنے کام کو مرکز کے حوالے کر کے مرکز کا سنگھار و وقار نہیں بن سکتے اور مرکز کو رشک صد افتخار نہیں بنا سکتے۔ ع

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

مقبولیتِ تامہ

کچھ چیزیں حضورقائدملت کو وراثت میں ملی ہیں، شخصی وجاہت، ذہانت وفطانت، قائدانہ صلاحیت اور اس کے ساتھ قبولیت ومقبولیت! کسی بھی جلسے میں حضورتاج الشریعہ کے نام پر اُمنڈنے والی بھیڑ کو اگرآپ نے دیکھا ہے، بھیڑ کی بے تابی دیکھی ہے، ایک نظر دیکھ لینے کی چاہ میں گھنٹوں انتظار کا منظر دیکھا ہے تو آپ اعتراف کریں گے کہ قائدملت پرتو تاج الشریعہ ہیں اور اس کی وجہ بھی ہے کہ جن شیدایانِ تاج الشریعہ کو آج حضور تاج الشریعہ کی یاد تڑپاتی ہے تو وہ قائدملت کو دیکھ کر اپنی دید کی پیاس بجھاتے ہیں، شعلۂ عشق کی بے تابی ایسی کہ جہاں کہیں اعلان ہوا کہ فلاں جگہ فلاں تاریخ کو حضور قائدملت آرہے ہیں، توحضورتاج الشریعہ کے جمال کی زیبائی نظر میں سمائے دیوانہ وار وہاں پہنچنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

آپ حضورقائدملت کے دیدار کے انتظار میں بے قرار ہیں کہ اچانک پردے کی اوٹ سے حضورقائدملت باہر آجائیں تو پہلی نظر میں آپ کو یہی گمان ہوگا کہ حضورتاج الشریعہ نظر آگئے، خود بریلی شریف میں خانقاہوں کی کائنات میں جو رونق، جو چہل پہل، جو بھیڑ، جو آمدورفت، حضورقائدملت کے یہاں نظر آتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا، ان کی شخصیت کے یہ وہ نمایاں گُن اور فروزاں پہلو ہیں جو انھیں یکتا اور اکلوتا بنائے ہوئے ہیں۔

ان تمام رنگ وآہنگ، کشش وجاذبیت، انفرادیت و امتیازیت، خودگیری وہمہ گیری، ہرلمحہ ایک نیا جلوہ، ہروقت ایک نئی آب وتاب، ہردن اِک نئی شان دیکھنے، پرکھنے، غور کرنے کے بعد آپ بھی بے ساختہ یہی کہیں گے: حضور قائدملت ایک ارتقائی شخصیت ہیں۔ ؎

جمالِ یار کی رعنائیاں یہاں نہ ہوئیں
بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے

◆◆◆

ص ۵۰ رکا بقیہ ....

جائے اور کامیاب طلبا کو انعامات سے بھی نوازا جائے تاکہ دلچسپی بڑھے۔

5 **علمی وتحقیقی مواد کا اضافہ!** اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر اہلِ سنت کی تصانیف، مقالات اور تحقیقی رسائل کو باقاعدہ درس کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ کے اندر تحقیقی مزاج پیدا ہو۔

6 **عصرحاضر کے تقاضوں کے مطابق تیاری!** آج بدمذہب صرف مدارس کی چار دیواری تک محدود نہیں رہے بلکہ میڈیا، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی خاصہ پکڑ بنائے ہوئے ہیں، اس لئے اہلِ سنت کو چاہیے کہ ان پلیٹ فارمز پر بھی مضبوط اور مربوط حکمت عملی کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کریں، تاکہ عوام الناس ان ہلاکت خیز عناصر کے دلدل میں نہ پھنسیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ ہمیں بدمذہبوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور تادم حیات مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۴ رکا بقیہ ....

حال دل اپنا سنائیں تو سنائیں کس کو
ہے یہاں کون مہربان رسول عربی

پھر سے فرعون زمانہ کے نشانے پر ہے
خلد سا شہر رضا خان رسول عربی

آئیے بہر مدد وقت مدد ہے اب تو
اے مرے خاصۂ خاصان رسول عربی

تیری ناموس پہ اے کاش کہ پہرا دیتے
ہو فدا تجھ پہ مری جان رسول عربی

سر کٹا دیتے ہیں بس نام پہ مردان عرب
ہوگی پھر حسن کی کیا شان رسول عربی

اپنی پہچان کو کافی ہے یہ پیاری نسبت
ہم تمہارے ہیں غلامان رسول عربی

کیوں نہ ہو ناز بھلا اپنی گدائی پہ جسیم
ہم گدا اور ہیں سلطان رسول عربی

◆◆◆

تقریبات

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

عصا نامہ

عصا (Stick) جسے اردو میں لاٹھی یا چھڑی بھی کہا جاتا ہے، محض سہارے کا آلہ ہی نہیں بلکہ حکمت، بزرگی، قیادت اور معجزات کا نشان بھی رہا ہے، یہ چھوٹا سا آلہ انبیائے کرام کی سنت، شعرا کی تشبیہ اور اہلِ علم وتقویٰ کا شعار رہا ہے، عصا طاقت وقوت، بزرگی وقیادت اور علم وحلم کی علامت سمجھا جاتا ہے، سماجی سطح پر معزز اور محترم افراد اس کا استعمال کرتے آئے ہیں، اولیا، علما اور شیوخ اکثر عصا رکھتے تھے جو ان کی سنجیدگی و وقار کی علامت ہوتا تھا، یوں کہہ لیں کہ عصا اپنے آپ میں ایک ایسی چیز ہے جو کثیر الفوائد بھی ہے اور کثیر الجہات بھی۔ مذکورہ فوائد کے علاوہ یہ شریر اور مفسد چیزوں سے انسان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس لیے دورِ حاضر میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اسلامی ادب اور عصا

عصا کے متعلق اسلامی ادب میں بہت ساری کہاوتیں اور محاورے استعمال ہوتے آئے ہیں جو عصا کی ہمہ جہتی اور افادیت کو بیان کرتے ہیں، ذیل میں ہم چند کہاوتیں اور محاورے پیش کرتے ہیں جس سے اس کی اہمیت مزید ظاہر ہوگی:

عصا کے سہارے چلنا

یعنی کمزوری یا محتاجی کی علامت، جب کوئی شخص کمزوری کے باعث دوسروں پر انحصار کرتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان عصا کے سہارے چلتا ہے، اس مثال کا اطلاق حقیقت اور مجاز دونوں پر کیا جا سکتا ہے۔

عصا اُٹھا کر بولنا

یعنی سختی اور طاقت کے ساتھ بات کرنا، عصا صرف کمزوروں کا سہارا ہی نہیں بل کہ طاقت کا اظہار یہ بھی ہوتا ہے جب کوئی انسان اپنے عمل یا قول میں سختی وطاقت کا مظاہرہ کرتا ہے تو کہا جاتا کہ وہ شخص عصا اٹھا کر بات کرتا ہے، اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

عصا نہ رہتا، تو گدھے کی عزت نہ ہوتی

یعنی اختیار اور طاقت ہو تو لوگ گدھے کی بھی عزت کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں کہہ لیں تو عصا روپی طاقت اغیار کو آپ کی عزت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ طاقت نہ ہو تو انسان دشمنوں کے سامنے بے وقعت اور بے عزت ہو جائے۔ اگر سماجی اعتبار سے معزز ہونا ہے تو طاقت کا ہونا بے حد ضروری ہے طاقت کے بغیر کوئی آپ کو عزت دینے آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔

عصائے پیری

یعنی بڑھاپے کا سہارا، یہ محاورہ اس بیٹے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کا سہارا بنتا ہے۔ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ان کی کمزوری کو اپنی جوانی وطاقت کے ذریعے دور کر کے ان کی خدمت کرتا ہے۔

کاسہ بھر کھانا، عصا بھر چلنا

یعنی طاقت کے مطابق ہی کام کرنا، اپنی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ اٹھانا۔

روزمرہ کی زندگی میں عصا کا استعمال

روزمرہ کی زندگی میں بھی عصا خوب استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں چند بنیادی پہلوؤں کا ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

بوڑھوں کے لیے سہارا

عصا عمر رسیدہ اور بزرگ افراد کے لیے چلنے کا سب سے مضبوط سہارا ہوتا ہے، جو توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

حفاظت کا ذریعہ

بعض خِطوں میں لاٹھی کا استعمال دفاعی ہتھیار کے طور پر بھی ہوتا ہے، خصوصاً دیہی علاقوں میں۔ پرانے زمانے میں اسے

* مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ایک فن کا درجہ حاصل تھا، اس زمانے میں لوگ کوشش کرتے تھے کہ لاٹھی چلانا ضرور سیکھ لیں کیوں کہ یہ فن مصیبت کے وقت دشمنوں سے حفاظت کے کام آتا تھا۔ لاٹھی چلانا ایک ایسا ہنر ہے جس کے ذریعے کئی لوگوں کو بہ آسانی قابو کیا جا سکتا ہے۔

مدد کا ذریعہ

عصا سہارے اور حفاظت کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے کاموں میں مدد کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ مثلاً بلندی پر کوئی چیز رکھی ہے تو لاٹھی کا استعمال کر لیا۔ دریا سے گزرتے ہوئے پانی کا اندازہ لگا لیا۔ پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے استعمال کر لیا وغیرہ وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ کا عصا استعمال کرنا

ہمارے آقا حضور سید عالم ﷺ نے بھی عصا کو خوب استعمال فرمایا ہے، چند احادیث یہاں پیش کی جاتی ہیں:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان النبی صلی الله عليه وسلم إذا خرج إلى العيد يحمل عنزة فتوضع بين يديه فيصلي إليها. (رواہ البخاری:944) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لیے نکلتے تو ایک چھوٹی نیزہ نما لاٹھی (عنزہ) ساتھ رکھتے، جو آگے رکھ دی جاتی اور آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے۔"

"عن سعد بن أبي وقاص رضی الله عنه قال كنا نعدّ المشي بين يدي الجنازة من السنة، والجلوس لها من السنة، والعصا من السنة. (رواہ البیهقی فی السنن الکبری) ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم جنازے کے آگے چلنا، جنازے کے لیے بیٹھنا، اور عصا رکھنے کو سنت شمار کرتے تھے۔"

نبی کریم ﷺ کا عمل تھا کہ آپ کبھی کبھی عصا کے سہارے چلتے یا خطبہ دیتے وقت ہاتھ میں رکھتے، حالت نماز میں اسے سترہ بناتے، صفوں کی درستی میں استعمال فرماتے۔ غرض کہ عصا ایک کثیر الاستعمال آلہ تھا جو مختلف کاموں کے لیے نہایت موزوں اور مفید تھا، ساتھ ہی ساتھ عصا وقار، شان اور بزرگی کی علامت کے طور پر بھی دیکھا جاتا تھا۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں:

(۱) انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (۲) صُلحا کی زینت ہے۔ (۳) دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔ (۴) کمزوروں کا مددگار ہے۔ (۵) منافقین کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ (۶) عبادت میں زیادتی کا باعث ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حجاج بن یوسف اور دیہاتی کا عصا

حجاج بن یوسف ثقفی (م ۹۵ھ) ایک سخت گیر گورنر کے طور پر مشہور تھا۔ ایک بار حجاج بن یوسف کی ملاقات ایک دیہاتی انسان سے ہوئی۔ اعرابی کے ہاتھ میں عصا دیکھ کر حجاج نے اس سے عصا کے متعلق پوچھ تاچھ کی۔ حجاج کی سخت گیر طبیعت اور انتظامی مصروفیت کے مدنظر ایک اعرابی کی لمبی بات سننا حجاج کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا لیکن اس اعرابی نے جس انداز میں عصا کے فوائد شمار کرائے، اس نے حجاج کو طویل گفتگو سننے پر بھی مجبور کر دیا، ذیل میں آپ بھی حجاج بن یوسف اور اس اعرابی کا پر لطف مکالمہ پڑھیں اور تحت اللفظ عصا کی اہمیت وافادیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حجاج نے اس اعرابی سے پوچھا: ما بيدك؟ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: قال هي عصاي أركزها لوقت صلاتي۔ یہ میری لاٹھی ہے، جسے میں نماز کے وقت زمین میں گاڑ کر قبلے کا رخ معلوم کرتا ہوں۔ وأعدها لأعدائي۔ اپنے دشمنوں کے لیے ہتھیار بناتا ہوں۔ وأسوق بها دابتي۔ اس سے اپنی سواری کو ہانکتا ہوں۔ وأقوى بها على سفري۔ سفر میں اس کے ذریعے طاقت حاصل کرتا ہوں۔ وأعتمد عليها في ذهابي وإيابي۔ آنے جانے میں اس پر سہارا لیتا ہوں: يتسع بها خطوي۔ یہ لاٹھی میری چال کو لمبا اور تیز کرتی ہے۔ وأثب بها على النهر۔ نہر پر چھلانگ لگانے میں مجھے مدد دیتی ہے۔ وتؤمن العثرة۔ گھٹنوں کے بل گرنے سے بچاتی ہے۔

وأتقي بواسطتها شر العشرة۔ برے لوگوں کے شر سے

حفاظت کرتی ہے۔والقی علیھا کسائی فتقینی الحر ۔اس پر چادرڈال کرگرمی سے بچتا ہوں۔وتجنبنی القر ۔اور یہ مجھے سردی سے بچاتی ہے۔وتدنی الی مابعد عنی ۔ یہ دور کی چیزوں کو قریب کردیتی ہے۔وأقرع بھا الأبواب وأضرب بھا الکلاب۔ دروازے کھٹکھٹانے اور کتے بھگانے کے کام آتی ہے۔وتنوب عن الرمح فی الطعان۔لڑائی میں نیزے کی جگہ کام آتی ہے۔ وعن السیف فی منازلة الأقران۔دشمنوں سے تلوار کی طرح لڑنے میں مدد دیتی ہے۔وأھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب أخری ۔اپنی بکریوں کو ہانکنے میں بھی یہی کام آتی ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں جو میں اس سے لیتا ہوں۔

(تفسیر القرطبی (11/ 126)

قارئین کرام!

آپ اس اعرابی کی ذہانت،انداز بیان اور اس کی فکری گہرائی پرغور فرمائیں کہ ایک عام سے دیہاتی انسان نے لاٹھی رکھنے کے کس قدر فوائد گنا ڈالے،عام طور دیہاتی انسان لاٹھی کو جانوروں وغیرہ کے لیے استعمال کرتا ہے اور یہی اس کے استعمال کا بنیادی مقصد بھی ہوتا ہے لیکن اس اعرابی کی غیر معمولی ذہانت اور اس کی فکری وسعت نے حجاج جیسے سخت گیر گورنر کو بھی ساکت و جامد کر دیا اور وہ سراپا حیرت بنے اس اعرابی کی باتیں سنتا رہا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اعرابی کا نقطہ نگاہ اور عصا کی حکمتیں اس قدر گہری اور وسیع ہیں کہ اگر اس کے ایک ایک نکتے پر کلام کیا جائے تو اس میں حکمت و دانائی کے کئی پہلو نظر آئیں گے۔

عصا کی کثیر الجہتی

عصا(Stick)ایک کثیر الاستعمال چیز ہے۔اسے عوام سے خواص تک خوب استعمال کرتے ہیں۔عصا میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے استعمال کرنے والوں کی عرفی حیثیت کے مطابق بھی جانا جاتا ہے اور اسی اعتبار سے اس کی تعریف،تعارف اور طریقے سب بدل جاتے ہیں۔عصا کسی شیخ یا بزرگ کے ہاتھ میں ہوتو احترام کا حق دار قرار پاتا ہے۔لوگ بزرگوں کی لاٹھیاں بھی بڑے احترام سے سنبھال کر رکھتے ہیں۔بعد وصال تبرکات میں شامل کر لیتے ہیں۔یہی لاٹھی جب کسی پولیس والے کے ہاتھ میں ہوتو اچھا بھلا آدمی بھی راستہ بدلنے ہی میں عافیت جانتا ہے، نہ جانے کب اور کس کی عزت اتار دے۔یہی لکڑی کی چھڑی جب استاذ کے ہاتھوں میں نظر آئے تو طلبہ کی آوازیں بلند اور گردنیں کتاب پر مرکوز رہتی ہیں۔اسی لاٹھی کو کسان کے ہاتھ میں دیکھ کر گائے بھینسوں کا جھنڈ بھی قطار کے ساتھ چلنے میں ہی عافیت جانتا ہے۔

عصا فقط لکڑی نہیں، یہ رازوں کی کتاب ہے
جو سمجھے اس کا بھید، وہی دانا، وہی جناب ہے

قرآن میں عصا کا ذکر

قرآن کریم میں بھی عصا کا ذکر کئی مقام پر آیا ہے اور الگ الگ معانی میں آیا ہے:

"وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ‌ؕ فَانْفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ۔اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔فوراً،اس میں بارہ چشمے بہہ نکلے۔"

(سورۂ بقرہ: آیت ۶۰)

"وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ۔اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا زمین پر ڈال۔" (سورۂ اعراف: آیت ۱۱۷)

مذکورہ آیات میں عصا بمعنی لاٹھی استعمال ہوا ہے۔اس کے علاوہ یہ لفظ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ مختلف معانی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

"فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

(سورہ ابراہیم: آیت ۳۶)

"اَلَّا تَتَّبِعَنِ‌ؕ اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىۡ ۔تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا۔" (سورہ طٰہٰ: آیت ۹۳)

دونوں ہی آیتوں میں عصانی اور عصیت نافرمانی اور حکم عدولی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عصائے موسیٰ

عصا کی بات چلتی ہے تو اہل علم کی نگاہوں میں عصائے موسیٰ کا تصور ضرور آتا ہے۔ وہ عصا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی ایک اہم نشانی تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک اہم یادگار تھا۔ جس کے بارے میں رب تعالیٰ کے استفسار پر حضرت موسیٰ نے بڑے عمدہ اسلوب میں جواب دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

"وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ۔ (سورۂ طٰہ: آیت ۱۷) اور اے موسیٰ! یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ۔ (سورہ طٰہ: آیت نمبر ۱۸) حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے] عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

شان نزول

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہونے والے کلام کا ایک اہم حصہ بیان کیا ہے، اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا یہ موقع اس وقت پیش آیا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی شریک حیات کے ہمراہ اپنے وطن کی جانب رواں دواں تھے، راستے میں اہلیہ محترمہ پر آثار ولادت ظاہر ہوئے، سخت سردی کا موقع تھا، اوپر سے گھنا اور گھپ اندھیرا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھے جس سے روشنی اور آگ کا انتظام ہو سکے۔ دور پہاڑی کی جانب انہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ آپ اس کی جانب چلتے رہے یہاں تک کہ اس درخت تک جا پہنچے جو روشنی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ روشنی اصل میں تجلیات ربانی کی روشنی تھی، قدرت خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درجہ کلیمی کے لیے منتخب فرما چکی تھی۔ آپ جتنا اس درخت کے قریب جاتے وہ دور ہوتا جاتا، ٹھہر جاتے تو درخت قریب محسوس ہوتا، حضرت موسیٰ بڑی حیرت میں تھے کہ آواز آئی:

"اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ - بے شک میں تیرا رب ہوں۔ (سورۂ طٰہ: ۱۴)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین جو کلام ہوا اس کی تفصیل قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ اسی ہم کلامی میں پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ سے دریافت فرمایا: وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ۔ (سورۂ طٰہ: ۱۷) اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ۔ (سورہ طٰہ: آیت نمبر ۱۸) [حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے] عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے پر پتّے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

مذکورہ سوال و جواب پر غور کریں تو حکمتوں کے کئی باب کھلتے ہیں، مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ میں تھا، جیسا "بیمینك" سے ظاہر ہے، دین اسلام میں دائیں جہت کو فضیلت حاصل ہے، خود رب کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو داہنی جانب ہی سے ندا فرمائی: وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ۔ اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی۔" (سورۂ مریم:52)

معلوم ہوا کہ داہنی جانب کو اختیار کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ انبیائے کرام فطرتاً سنت الٰہیہ کے عادی ہوتے ہیں اس لیے قبل اعلان نبوت بھی ان کے کام افضل اور معیاری ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو داہنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔

رب تعالیٰ کا عصا کی بابت معلوم کرنا حضرت موسیٰ کی تسلی کے لیے تھا تا کہ وہ ہم کلامی کے وقت اُنس و اطمینان محسوس کریں۔ حضرت موسیٰ کا جواب کو لمبا کرنا نعمت الٰہی کا شکریہ تھا کہ ذرا سی لاٹھی میں بھی رب کی اس قدر نعمتیں ہیں۔ یعنی بندہ کسی چیز کو چھوٹا یا ہلکا نہ سمجھے۔ غور کرے تو ہر چیز میں رب کی بے شمار نعمتیں نظر آئیں گی۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ طول جواب کے ذریعے زیادہ سے زیادہ رب کی ہم کلامی کا شرف حاصل کیا جائے، حضرت موسیٰ کا عصا کے چند فوائد گنانے کے بعد وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی۔ کہنا

اس بات کی علامت ہے کہ رب کی نعمتیں بے شمار ہیں، انسان چاہے بھی تو انہیں گن نہیں سکتا۔

عصائے موسیٰ کا پس منظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔عصائے موسیٰ صرف لکڑی کا ٹکڑا بھر نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر بھی تھا، یہ عصا اپنے اپ میں کئی سارے معجزات کا حامل بھی تھا۔حضرت موسیٰ اس عصا کو زمین پر ڈالتے تو یہ ایک زبردست اژدھا بن جایا کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پتھر پر مارا تو اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے،مصر سے نکلتے وقت سمندر سے گزرتے ہوئے جب فرعون اور اس کا لشکر آپ کے تعاقب میں تھا،آپ نے عصا کو پانی پر مارا تو پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور بیچ میں خشکی کا راستہ نکل آیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل فرعون کے ظلم و ستم سے محفوظ بچ کر نکل گئے تھے۔تفسیر خازن اور تفسیر نسفی میں عصائے موسیٰ کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے جو نسلاً بعد نسل حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔اس کا نام نبعہ تھا۔عصائے موسیٰ کی لمبائی دس گز کے برابر تھی۔اس کے اوپری حصے پر دو شاخیں تھیں جو اندھیرے میں روشنی دیتی تھیں۔ سونے کے وقت عصائے موسیٰ پہرے داری بھی کرتا تھا۔سفر میں آپ کے ساتھ چلا کرتا تھا۔آپ سے باتیں کرتا تھا۔دشمنوں اور دَرِندوں کو مارتا اور حفاظت کرتا تھا۔کنویں سے پانی نکالنے کے لئے رَسّی بن جاتا تھا۔آپ کا سامان اٹھاتا تھا۔اسے زمین میں گاڑ دیتے تو دَرَخت بن کر حَسْبِ خواہش پھل بھی دیتا تھا۔

(ماخوذ از تفسیر خازن و نسفی)

اس طرح یہ عصا محض ایک عصا نہیں تھا بل کہ قدرت الٰہی کا مظہر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زبردست معجزہ بھی تھا۔

عصا اعتماد اور قوت کا نام ہے

عصا صرف ایک لاٹھی ہی نہیں اعتماد، بھروسے اور مضبوط سہارے کا نام بھی ہے۔ہاتھ میں عصا ہو تو دشمنوں سے حفاظت کا بھروسہ اور سہارا رہتا ہے،اسی لیے لغوی اعتبار سے بھلے ہی عصا لاٹھی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا مجازی مفہوم بھروسے اور سہارے ہی کے معنی میں آتا ہے،امام قشیری اسی مفہوم کو استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والمريدُ في طريقه محتاجٌ إلى عصمةِ الشريعة، كما يحتاجُ المسافرُ في طريقه إلى عصاه يتوكّأ عليها ويحتمي بها من المهالك۔ (رسالہ قشیریہ ص:44 باب فی التمسک بالشریعۃ)

سالک اپنے راستے میں شریعت کی عصمت (حفاظت) کا محتاج ہے،جس طرح کوئی مسافر راستے میں اپنے عصا کا محتاج ہوتا ہے، کہ اسی پر سہارا لیتا اور اسی سے خطرات سے بچتا ہے۔"

اس اقتباس میں امام قشیری نے عصمت بہ معنی حفاظت اور عصا بہ معنی بھروسہ و سہارا استعمال کیا ہے،بعض صوفیا امام قشیری کے اسی اقتباس سے رمزاً یہ قول بھی بیان کرتے ہیں:

"العصا للمسافر زاد. وللسالك اعتماد۔ عصا مسافر کے لیے راستے اور سالک کے لیے شریعت کا سہارا و اعتماد ہے۔"

ایک شاعر کہتا ہے:

از نہال نو شگفتہ نتوان ساخت عصا
تکیہ باید بہ کسی کرد کہ دوران دیدہ

نوخیز پودے پر عصا (سہارا) نہیں بنایا جا سکتا،سہارا تو اسی پر کیا جاتا ہے جو زمانے کا دیکھا بھالا ہو۔

عصا اور ایک ذہین نوجوان

الولید بن القطامی شرقی (م ۱۵۵ھ) عرب کا مشہور ادیب اور ماہر انساب تھا۔شرقی کو دور جوانی میں ایک عربی نوجوان کے ساتھ ایک سفر کا اتفاق ہوا۔سفر خاصا طویل اور لمبا تھا،موصل سے مقام رقہ تک جانا تھا۔شرقی اکیلا ہی چلا تھا لیکن راستے میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی،جس کا تعلق قبیلہ تغلب اور عمرو بن کلثوم کی نسل سے تھا۔اس تغلبی نوجوان کے پاس ایک تھیلا، پانی کا مشکیزہ اور ایک عصا تھا۔شرقی نے محسوس کیا کہ وہ دیگر سامان کی بنسبت عصا کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا،کسی بھی وقت عصا اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔اس کے طرز عمل سے شرقی کو بڑی

کوفت ہوئی کہ بڑا عجیب شخص ہے ہر وقت لاٹھی کو ساتھ لیے پھرتا ہے، کئی بار شرقی نے سوچا کہ لاٹھی کسی وادی میں پھینک دوے لیکن لحاظاً خاموش رہا۔ کئی دن بعد جب شرقی سے نہیں رہا گیا تو اس نے اس نوجوان سے پوچھ ہی لیا کہ وہ ہر وقت عصا کو ساتھ کیوں رکھتا ہے؟ نوجوان نے جواب دیا:

"إنّ موسی بن عمران [علیه السلام] حین آنس من جانب الطُّور ناراً، وأراد الاقتباس لأهله منها، لم یأتِ النارَ فی مقدار تلك المسافة القلیلة إلاّ ومعه عصاه .... وجعل الله جِمَاعَ أمره من أعاجیبه وبرهاناته فی عصاه۔ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام جب کوہِ طور کے جانب آگ دیکھ کر اپنی اہلیہ کے لیے آگ لینے گئے، تو وہ قلیل فاصلہ طے کرتے وقت بھی اپنی لاٹھی ساتھ لے کر گئے ....اور اللہ نے ان کی ساری نبوت کی نشانیاں اسی لاٹھی میں رکھی تھیں۔

عصا ساتھ رکھنے کے حوالے سے نوجوان کا جواب بڑا فاضلانہ تھا مگر اس وقت تک شرقی کے لیے عصا بے مقصد اور غیر تجرباتی تھا اس لیے نوجوان کا دانش مندانہ جواب بھی اسے لطیفہ محسوس ہوا جسے اس نے قہقہے کے ساتھ ہوا میں اڑا دیا۔"

ناداں ہو تو دنیا بھی قفس لگتی ہے
صاحبِ علم ہو تو قید بھی درسگاہ بنے

آگے کے سفر کے لیے دونوں لوگ کرائے کے گدھے پر سوار ہوئے۔ راستے میں جب اس نوجوان کا گدھا سست پڑتا تو وہ اپنے عصا کا استعمال کرتا، عصا کی ضرب لگتے ہی گدھے کی سستی دور ہو جاتی اور اس کی چال تیز ہو جاتی لیکن شرقی کا حال خراب تھا، اس کا گدھا جانتا تھا کہ شرقی کے پاس ''تنبیہ الغافلین'' نہیں ہے اس لیے گدھا بے فکر ہو کر اپنی ہی چال میں چلتا رہا، جس کی وجہ سے شرقی بہت پیچھے رہ گیا۔ جب شرقی منزل پر پہنچا تو وہ نوجوان مزے کے ساتھ آرام کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر شرقی نے کہا کہ آج مجھے عصا کا پہلا فائدہ معلوم ہوا۔ میرے پاس بھی عصا ہوتا تو میں بھی وقت پر منزل پہنچتا اور آرام کرتا۔

شرقی کہتا ہے کہ آگے کا سفر مزید مشکلوں بھرا تھا کہ ہمیں کوئی سواری نہیں مل سکی جس کے باعث پیدل ہی چلنا پڑا۔ وہ نوجوان تھکتا تو عصا پر ٹیک لگا کر چلتا جس سے اسے آرام اور سہارا ملتا جب کہ میں بغیر سہارے کے چل رہا تھا اس لیے منزل پر پہنچتے پہنچتے تھک کر چور ہو گیا۔ اس دن شرقی کو عصا کا دوسرا فائدہ معلوم ہوا۔ تیسرے دن وہ دونوں ایسے علاقے سے گزرے جو بہت اوبڑ کھابڑ اور پگڈنڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اچانک ایک خطرناک سانپ ان پر حملہ آور ہوا۔ شرقی بیان کرتا ہے:

"فلم تكن عندی حیلةٌ إلا خِذلانَه وإسلامَه إلیها، والهربَ منها، فضربها بالعصا فثقلت، فلمّا بَهَشَت له ورفعت صدرَها ضربها حتّی وقذها، ثمّ ضربها حتّی قتلها، فقلت هذه ثالثةٌ - میرے پاس سانپ سے بچنے کوئی تدبیر نہیں تھی، میں نے اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا مگر اس نوجوان نے اپنی لاٹھی سے سانپ پر وار کیا، جس سے وہ کمزور ہو گیا۔ پھر جب سانپ نے حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس نے ضرب پر ضرب ماری یہاں تک کہ اسے مار دیا۔ میں نے کہا یہ تیسری اور سب سے بڑی بات فائدے کی معلوم ہوئی۔"

سفر کے چوتھے دن شرقی بھوک سے نڈھال تھا۔ اس نوجوان پر شرقی کی حالت ظاہر تھی مگر وہاں ایسا کچھ نہیں جسے بہ طور خوراک استعمال کیا جا سکے، اچانک ایک خرگوش سامنے سے گزرا۔ نوجوان نے اپنی لاٹھی سے اسے نشانہ بنایا۔ وہ فوراً گر گیا۔ دونوں نے جلدی سے اسے ذبح کر لیا۔ چونکہ یہ کام بھی اس کے عصا کی بدولت ہوا تھا اس لیے عصا کا چوتھا فائدہ بھی شرقی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اب گوشت کا انتظام تو ہو گیا تھا لیکن اسے پکانے یا بھوننے کے لیے کوئی سامان نہیں تھا، شرقی نے اس نوجوان سے کہا:

"اگر ہمارے پاس آگ ہوتی تو میں اسی وقت اسے پکاتا۔ اس نوجوان نے کہا آگ تو ہے! اس نے اپنے تھیلے سے ایک چھوٹی سی لکڑی نکالی، اور لاٹھی سے رگڑ کر آگ پیدا کی،

تقریظ

یہاں تک کہ آگ جل گئی۔اس نے جھاڑ جھنکار جمع کیا، آگ جلائی، اور خرگوش کو اس میں ڈال کر اچھی طرح بھون لیا۔ہم نے اسے کھایا۔بھوک مٹی اور دل خوش ہو گیا۔میں نے کہا یہ پانچویں بات عصا کے فائدے کی معلوم ہوئی۔"

سفر کا اگلا پڑاؤ ایک سرائے میں تھا جو ویران ہو چکی تھی۔ فرش پر گوبر اور مٹی جمی ہوئی تھی۔بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔اس نے ایک پھاوڑے کا سریا (لوہا) اٹھایا اور اپنی لاٹھی کو اس کا دستہ بنایا اور ساری جگہ کو اچھی طرح صاف کیا، یہاں تک کہ زمین کا سفید رنگ ظاہر ہو گیا اور خوشبو بھی آ گئی۔میں نے کہا یہ عصا کا چھٹا فائدہ ہوا۔پھر ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں راستے الگ ہوتے تھے اور میں اس سے جدا ہونے والا تھا، اس نوجوان نے مجھ سے کہا اگر آج رات میرے ساتھ قیام کرو تو مجھے بہت اچھا لگے گا، میرا گھر قریب ہی میں ہے۔اس کی بات سن کر میں اس کے پاس ہی ٹھہر گیا۔اس نے مجھے ایک گھر میں لے جا کر بٹھایا جو ایک گرجا گھر کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔وہ پوری رات مجھ سے باتیں کرتا رہا، مجھے دلچسپ باتیں سناتا اور ادب سے پیش آتا رہا۔ جب سحر کا وقت ہوا، تو اس نے ایک چھوٹی سی لکڑی لی اور اپنی وہی لاٹھی نکالی اور اس سے ناقوس بجانا شروع کیا۔وہ بہت مہارت سے ناقوس بجا رہا تھا۔میں نے اس سے کہا:

"ویلَكَ، أمَا أنت مسلم، وأنت رجلٌ من العرب من ولد عَمرو بن كلثوم۔ افسوس! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اور تم تو عرب ہو، عمرو بن کلثوم کی نسل سے ہو؟"

اس نے کہا: ہاں! میں مسلمان ہوں۔میں نے کہا: تو پھر ناقوس کیوں بجاتے ہو؟ اس نے جواب دیا میرے والد نصرانی ہیں اور اسی گرجے کے پادری ہیں۔وہ نہایت بوڑھے اور کمزور ہیں، میں ان کی خدمت کے لیے ناقوس بجاتا ہوں۔شرقی کا کہنا ہے کہ میں ابتداً جس شخص کو معمولی گردان رہا تھا وہ تو بہت زیرک اور مہذب نکلا۔میں نے اس سے عصا کے وہ تمام فائدے بیان کیے جو میں نے اس سفر میں دیکھے، حالانکہ میں شروع میں اس کی لاٹھی کو پھینکنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔میری بات سن کر اس نے جواب دیا:

"واللّٰه لو حدّثتُك عن مناقب نفع العصا إلى الصبح لما استنفدْتُها المِسحاة۔ اللہ کی قسم! اگر میں تجھے صبح تک عصا کے فائدے سناؤں تو بھی ختم نہ ہوں گے۔پھر اس نے اسی لاٹھی کو دیوار میں گاڑا اور میرے کپڑے اس پر لٹکا دیئے، اس کا یہ عمل دیکھ کر بے ساختہ میرے منہ سے نکلا: هذه سابعة۔ یہ عصا کا ساتواں فائدہ ہوا۔" (ماخوذ: البیان والتبیین ۳/ ۳۲)

دور حاضر کی مشکلات اور عصا کی اہمیت

دور حاضر میں جہاں کہنے کو سیفٹی اور سیکورٹی کے معاملات بہتر ہوئے ہیں وہیں لوگوں میں لاقانونیت اور فتنہ وفساد کا مزاج بھی خوب بڑھا ہے۔آئے دن لوٹ پاٹ، چھینا جھپٹی، راہ چلتے مال لوٹنا، اکیلا دیکھ کر حملہ کرنے جیسے واقعات بھی مسلسل بڑھے ہیں۔" آوارہ اور پاگل جانوروں" کے حملہ کرنے جیسے حادثات بھی مسلسل بڑھ رہے ہیں۔سنسان راستوں اور اکیلے انسان پر " آوارہ کتوں" کے جھنڈ حملہ کر دیتے ہیں، ایسے حالات میں خالی ہاتھ ہونا انسان کو یوں ہی آدھا کمزور بنا دیتا ہے باقی کسر غنڈے موالی اور جانور کر دیتے ہیں۔ایسے حالات میں انسان کے ہاتھ میں صرف عصا کا ہونا ہی" آوارہ جانوروں" کو کنٹرول میں رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ رات کے سناٹے میں خالی ہاتھ انسان کو دیکھ کر گلی کا معمولی سا کتا بھی کاٹنے کو دوڑتا ہے، لیکن اگر ہاتھ میں ڈنڈا ہو تو جھنڈ کے جھنڈ بھی دور سے ہی بھونکنے کی رسم ادا کر لیتے ہیں، قریب آنے کی جرأت بھول کر بھی نہیں کرتے، کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قریب گیے تو عصا کے غضب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، یہ تو عمومی نوعیت کے حالات ہیں، علمائے کرام اور اسلامی وضع قطع والے افراد مزید حساس اور خطرناک حالات کا سامنا کرتے ہیں۔

اسلامی وضع قطع ہی نفرت اور حملے کا بنیادی سبب بنی ہوئی ہے، ایسے میں عصا کا استعمال نہ صرف علما کا وقار بڑھائے گا بلکہ بوقت ضرورت" فرعونی جادوگروں" کے بقیہ ص ۱۳/ پر

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

مضمون نویسی کی تعریف اور چند بنیادی باتیں

مضمون میں تسلسل کے ساتھ اس طرح اظہار خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مربوط تحریر بن جاتی ہے، یا کسی موضوع کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق اپنے خیالات کو خوبصورت اور موزوں الفاظ میں مسلسل انداز میں بیان کرنا کہ قاری اس کے مطلب و مقصد کو بخوبی سمجھ جائے؛ مضمون نویسی کہلاتا ہے، مضمون ایک غیر افسانوی نثری صنف ہے، اس میں خیالات کا تسلسل بہت ضروری ہے، اردو میں بھی صنفِ مضمون دیگر ادب کی طرح مغربی ادب سے آئی ہے، مضمون کو انگریزی میں Essay کہا جاتا ہے، بیاں کیا جاتا ہے کہ اردو میں لفظ Essay کے لیے مضمون لفظ کا استعمال سب سے پہلے سرسید احمد خاں نے کیا۔

جب کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کے ذہن اور دل میں کوئی بات آتی ہے یہی اس کا خیال ہے، اس خیال کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ الفاظ ہیں، ذہن و دل میں پہلے خیالات آتے ہیں اس کے بعد ان خیالات کے اظہار کے لیے لفظوں کی تلاش ہوتی ہے، خیالات اصل ہیں اور الفاظ خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، خیالات کا اثر دیرپا ہوتا ہے اور الفاظ کا وقتی، اس لیے مضمون نگار کو زیادہ زور اور توجہ خیالات کی اصلاح اور پاکیزگی کی طرف دینا چاہیے، ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ خیالات اور الفاظ لازم و ملزوم ہیں۔

یہ بات بھی مناسب اور پسندیدہ نہیں کہ خیالات تو عمدہ اور بلند ہوں مگر ان کو پست اور بھونڈے الفاظ میں بیان کیا جائے اور یہ بھی نہیں کہ ساری توجہ اور لیاقت الفاظ کی تلاش اور انتخاب میں صرف کردی جائے اور خیالات کی طرف کم توجہ دی جائے، ایسا کرنے سے خیالات اور الفاظ میں مطلوبہ و پسندیدہ تعلق اور تناسب نہیں رہ جاتا اور مضمون کی حیثیت گر جاتی ہے اور اس میں نقص پیدا ہوجاتا ہے۔

مضمون نگار کی زبان میں جب تک لوچ، روزمرہ میں صفائی، تراکیب میں حسن، بیان میں سلاست و سادگی اور الفاظ میں دل آویزی نہ ہوگی، مضمون نگار کے خیالات دل نشین نہیں ہوسکتے۔ اچھا مضمون نگار بننے کے لیے ذخیرۂ معلومات وخزانۂ الفاظ کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور بار بار لکھنے کی مشق کرنی بہت ہی ضروری ہے۔ مطالعہ سے نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ انشا پردازی کے اسلوب سے واقفیت ہوتی ہے۔ مضمون نویسی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے چند خاص خاص باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

(1) مضمون لکھنے سے پہلے اس موضوع کے تمام اہم پہلوؤں کا ایک خاکہ ذہن میں بنا لیا جائے جس پر مضمون لکھنا ہے، یعنی مضمون کی تمہید کیا ہو، کون کون سی باتیں کس ترتیب سے لکھی جائیں وغیرہ۔

(2) اپنے خیالات کو ادا کرنے کے لیے آسان، پُر اثر اور صحیح زبان کا استعمال کرنا چاہیے۔

(3) تحریر میں الجھاؤ، الفاظ کی تکرار اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(4) موضوع تحریر میں تسلسل اور ربط مضمون نویسی کی جان ہے۔

(5) جس موضوع پر مضمون لکھنا ہو اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات ہونی چاہیے۔ ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے مخصوص شخص، کسی جماعت، مذہب یا فرد کی تضحیک ہوتی ہو۔

(6) مضمون کو کئی پیراگرافوں میں تقسیم کرکے لکھنا چاہیے، پورے مضمون کو ایک پیراگراف میں لکھنا غلط ہے۔

(7) پورے مضمون کو لکھ لینے کے بعد اسے ایک بار ضرور دہرا

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

لینا چاہیے، اہل زبان کہتے ہیں کہ: لکھنا، لکھنے کا ہنر سکھاتا ہے یعنی اگر آپ املا نہیں لکھ سکتے تو نقل لکھیں! خط نہیں لکھ سکتے تو بے ہنگم اپنی آرزوؤں تمناؤں، امنگوں اور مطالبات کو لکھیں، مضمون نہیں لکھ سکتے تو پابندی سے ڈائری لکھیں! مقالہ نہیں لکھ سکتے تو مضمون لکھتے رہیں کہ مشق و ممارست آپ کو نچلے درجے سے اوپر والے درجے تک پہنچا دے گی۔

مضمون نویسی خواہ جس زبان میں کرنی ہو اس کے لیے اسی زبان میں یومیہ نویسی بڑی معاون ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے آپ کو کس قسم کے مضامین لکھنے ہیں اس کا تعین کر لیجیے! اس کے بعد دوسرا کام یہ کریں کہ آپ منتخب موضوعات پر لکھنے والے بڑے قلم کار کون کون ہیں، ان کا جائزہ لیجیے پھر ان میں سے زبان و بیاں اور اندازِ تحریر و تحقیق کے اعتبار سے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو اس کی تحریریں بطور خاص مطالعہ میں رکھیے، پھر اس کی تقلید کی کوشش کیجیے اور رفتہ رفتہ تخلیقی صلاحیتوں کا آغاز کرتے ہوئے اپنی خاص پہچان قائم کرنے کی کوشش کیجیے۔

کچھ نہ کچھ ہمیشہ لکھتے رہیں، اگر ایسا نہیں کریں گے تو آپ کی تحریروں سے روانی اور سلاست رخصت ہو جاے گی، مطالعہ نفیس ہونا چاہیے، سطحی قسم کا مطالعہ زیادہ کارآمد نہیں ہوتا ہے، بعض لوگ شوق شوق میں مطالعہ تو کر لیتے ہیں مگر قوت آخذہ کو عمل میں نہیں لا پاتے ہیں یعنی زیرِ مطالعہ کتاب کی تراکیب، تعبیرات اور اسلوب کو اپنے اندر ڈھال نہیں پاتے ہیں نتیجتاً بعد مطالعہ بھی وہ اپنے آپ میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں پاتے ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو گہرائی کے ساتھ پڑھیں اور بار بار پڑھیں ہر ہر لفظ کے سیاق و سباق اور نشست و برخاست کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں امید ہے یہ مشکل دور ہو جائے گی۔

صرف پڑھنا کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ آپ نے اس پڑھے ہوئے کو اپنے آپ میں ضم کتنا کیا! اس کا ابلاغ کس ڈھنگ سے کیا، ہر تحریر نہ تو پڑھنے کی ہوتی ہے اور نہ چھوڑنے کی، اس لیے انھیں تحریروں کو پڑھا جائے جس میں آپ کو کوئی فائدہ نظر آئے اور نئی چیز ملنے کا امکان ہو۔

نو آموز قلمکاروں کی تحریریں تنقیدی نگاہ سے پڑھیں، آپ اس کے مفید اثرات محسوس کریں گے خیال رہے تنقید کرنی نہیں ہے بس! صرف پڑھنے کی حد تک رہیں، ماضی قریب کے کسی ادیب کو نہ چھوڑیے! سب کو پڑھ ڈالیے! ہمیشہ ذہن یہ رہے کہ ابھی میں مشقی مراحل میں ہوں، اس لیے اگر کوئی اصلاح کرے تو دل سے شکریہ ادا کریں، مضمون نویسی کے لیے سب سے پہلے آپ ان پانچ باتوں کو ذہن میں رکھیں:

(1) صحت کلمات ہمیں اتنی شد بد اور اردو زبان کا اتنا مطالعہ ہونا چاہیے کہ ہم سیاق و سباق سے اردو عبارت کو درست طریقے سے پڑھ سکیں، جیسے ایک لفظ ہے "گل" یہ لفظ دو طریقے سے پڑھا جاتا ہے پہلے طریقے کی مثال: گُل و گلزار ہے بمعنی: پھول اور چمن یعنی یہ "گُل" گاف کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور دوسرے طریقے کی مثال: آب و گلِ ہے یعنی: پانی اور مٹی یہ گلِ گاف کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ دیکھیے! محض ایک حرکت کی تبدیلی سے معنی کہاں سے کہاں پہنچ گیا، لہٰذا اس چیز کا بطور خاص خیال رکھیں۔ یہ صرف ایک مثال لکھی ہے، اس طرح کے متقارب الحرکات کلمات کی اردو ادب میں بھر مار ہے جن کی تمیز کرنا ضروری ہے۔ اس کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے: نفیس اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ۔

(2) املا املا کو درست مضمون نگاری کے لیے ریڑھ کی ہڈی تصور کرتا ہوں۔ ایک مضمون نگار کی "املا" درست ہونا تو نہایت ضروری ہے ورنہ محظوظ کو "محضوض" زیتون کو "ظیتون" اور ثامنہ کو "سامنہ" لکھیں گے اور اس چیز سے لامحالہ معیار گرے گا۔

(3) مطالعہ ویسے بھی طلبہ اور علما لیے مطالعہ نہایت ضروری ہے لیکن مضمون نویسی وغیرہ سے جڑے افراد کے لیے تو مطالعے سے کہیں مفر نہیں ہے آپ بغیر مطالعہ کے اس میدان میں ناقۂ بے زمام کی طرح ہیں؛ کہ جس کے لیے حدود اربعہ جیسی کوئی قید نہیں ہوتی ہے اور یہی عدم تقیید کسی بھی صاحب قلم کو منزل آشنا نہیں ہونے دیتی؛ لہٰذا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کریں۔

ادبیات

(4) **رموزِ اوقاف:** رموز اوقاف کے حوالے سے ایک بات عرض ہے کہ آپ اس کے استعمال میں افراط وتفریط کے شکار نہ ہوں، یعنی: متوزان مقدار میں ان رموز کا استعمال کریں کہ "خیر الامور اوسطھا" مسلمہ ضابطہ کی خلاف ورزی نہ ہو، بعض لوگ حد سے زیادہ ان کا استعمال کرتے ہیں تو بعض لوگ بالکل استعمال نہیں کرتے، آپ درمیانہ چال چلیں۔

(5) جدید تراکیب وتعبیرات: اردو محارے اور جدید وقدیم تعبیرات زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، اس کے لیے ایک بنیادی چیز یہ یاد رکھیں کہ کسی بھی صاحب قلم کا مضمون یا کتاب نہایت گہرائی کے ساتھ پڑھیں، قلمکار نے جملوں کو کس طرح استعمال کیا ہے، تعبیر کو کس انداز میں پیش کیا ہے، اسے ذہن نشین کریں بلکہ لکھ لیں۔

(6) حاصل مطالعہ مضمون نگاری سیکھنے کے لیے پہلا کام یہ کریں کہ حاصل مطالعہ لکھنا شروع کریں، اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے آپ اساتذۂ کرام کی رہنمائی سے ایک کتاب منتخب کریں، پھر ایک رجسٹر خریدیں جو صرف اسی کام کے لیے ہو، دوسری کوئی چیز اس میں نہ لکھیں، اب روزانہ کی بنیاد پر اس منتخب شدہ کتاب سے صرف ایک صفحہ پڑھیں اور کم از کم دس بار پڑھیں، پھر اس کتاب کو بند کر دیں اور قلم کاپی لے کر بغیر کسی ہچکچاہٹ اور خوف کے جو آپ نے دومنٹ پہلے پڑھا ہے اسے لکھتے جائیے ممکن ہے پہلے دن صرف دو چار سطر ہی لکھ سکیں مگر ہمت مت ہاریئے بلاناغہ یہ کام کرتے جائیے ایک دن آئے گا کہ جو آپ پڑھیں گے، من وعن لکھ ڈالیں گے، یہ طریقہ استقامت کے ساتھ اپنائیے۔

کسی بھی کتاب کو تین سے چار مرتبہ سراپا آنکھ بن کر پڑھیے، درمیان میں جو نئے الفاظ ملیں ان پر خوب غور کریں کہ مؤلف نے ان الفاظ کو کس طرح استعمال کیا ہے سمجھ میں نہ آئے تو لغت دیکھیے، اساتذۂ کرام سے پوچھیے درجہ کے ساتھیوں سے اس پر ڈسکشن کیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

(7) اصل پیراگراف کے کلمات بدل کر لکھنے کی مشق کریں جیسے: اصل پیراگراف تھا: بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو ماضی اور حال سے زیادہ مستقبل پر نظر رکھتی ہیں، نظیر اکبر آبادی کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے، یہ ایسے شاعر ہیں جنہوں نے عوامی جذبات، احساسات اور خیالات عوامی زبان میں نظم کیے۔

اب چند الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ: بہت سی شخصیات ماضی اور حال سے بڑھ کر مستقبل پر نگاہ رکھتی ہیں، نظیر اکبر آبادی کا شمار انہیں شخصیات میں ہوتا ہے، وہ ایسے شاعر ہیں جنہوں نے عوامی حالات وافکار اور احساسات کو ان ہی کی زبان میں پرویا، یہ طریقہ کبھی کبھی استعمال کیجیے آپ کو لطف بھی آئے گا اور الفاظ کی ذخیرہ اندوزی بھی ہوگی، یہ سچ ہے کہ شروعاتی دور میں آپ کا قلم ہر دو لفظ کے بعد رکے گا، ہر جملہ کے بعد آپ کو بہت زیادہ غور وفکر کرنا پڑے گا، مگر آپ قلم کاپی سمیٹ کر نہ بیٹھیں، بلکہ ہمت کر کے یہ سوچیں کہ جب لکھنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو لکھنا ہی ہے چاہے کتنا ہی وقت کیوں نا لگ جائے، یہ ہمت اور جذبہ اگر آپ کے اندر پیدا ہو گیا تو یقین کریں جس ایک صفحے کو لکھنے میں آپ کا ایک گھنٹہ صرف ہوتا تھا اسے چند ہی منٹوں میں لکھنے لگیں گے۔

(8) ذخیرۂ الفاظ بڑھانے پر محنت کریں جب برتن میں کچھ ہوگا ہی نہیں، تو اس سے نکلے گا کیا؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک اچھا مضمون نگار بن جاؤں تو بغیر ذخیرۂ الفاظ جمع کیے یہ چیز ممکن نہیں، اس کے لیے لغات سے اپنا رشتہ مضبوط کیجیے اور ہر وقت اس تاک میں رہیں کہ کوئی نیا لفظ مجھے پڑھنے اور سننے کو ملے تو اسے اپنی کاپی میں اتار لوں یا دماغ میں محفوظ کر لوں۔

(9) کوئی مضمون یا کتاب پڑھیں تو اس میں استعمال کردہ "جدید کلمات" کو اچھے سے یاد کر لیں اور انہیں اپنے مضمون میں استعمال کرنے کی کوشش کریں، اس طرح چلتے رہیں گے تو ایک دن "قطرہ قطرہ قلزم می شود" کا عملی نظارہ ضرور ہوگا۔

(10) مضمون نگاری کے لیے مطالعہ نہایت ضروری ہے بلکہ یوں سمجھیے کہ اس کا لازمہ ہے، بغیر مطالعے کا مضمون مواد سے خالی اور سطحی قسم کا ہوتا ہے؛ اس لئے اپنے مطالعہ کی اسپیڈ بڑھائیے، یہاں یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کی ہے کہ مطالعہ منتشر نہ ہو، کہ صبح کسی کتاب کو اٹھا لیا، شام کسی اور کو اور جب بقیہ ص ۹ / پر

سخن در سخن

تبصرہ نگار: مولانا طفیل احمد مصباحی*

انیس العرفاء ترجمہ مونس الفقراء

ماضی قریب کے مشہور محقق جناب شمس بریلوی صوفیائے کرام اور مشائخ امت کی تصنیفی خدمات اور رسائلِ تصوف پر روشنی ڈالتے ہوئے ''عوارف المعارف'' کے مقدّمہ میں لکھتے ہیں:

مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس گراں قدر تصنیف کو جس پر انہوں نے کافی محنت کی تھی اور اپنا کافی وقت بھی اس پر صرف کیا تھا، بصورتِ مسوّدہ زمین میں دفن کر کے کہا: نعم الدلیل انت و الاشغال بالدلیل بعد الوصل محال. لیکن اس کے باوجود کہ وصول کے بعد دلیل کو سمجھنے یا پیش کرنے کی فرصت کہاں اور ان میں اشتغال ایک امر محال ہے۔

حضرات صوفیہ کا یہ معمول رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے دور میں علومِ متداولہ کے درس وتدریس کی طرف پوری پوری توجہ کی ہے اور ان مساعی کو وصولِ مطلوب سے پہلے ضروری اور مفید سمجھتے تھے اور صرف درس وتدریس ہی نہیں بلکہ تصوف وطریقت کے موضوع پر ان حضرات نے قلم اٹھایا۔

چنانچہ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں بصورت نثر ونظم بزرگانِ سلوک وطریقت اور مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم جو ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں، وہ بہت ہی گراں مایہ اور گراں بہا ہے۔

اہلِ علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مطابق وراثت نبوی کا فکری وعملی نمونے پیش کرنے والے گروہ میں علمائے کرام کے ساتھ ساتھ صوفیائے عظام بھی پیش پیش رہے ہیں، جہاں علمائے کرام نے دعوت وتبلیغ، درس و تدریس اور ''جہاد بالقلم'' کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔

وہیں صوفیائے کرام نے رشد وہدایت، وعظ وتلقین اور تصنیف وتالیف سے نہ صرف عوام بلکہ خواص تک کے دلوں کی دنیا فتح فرمائی ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے وقت کے مرجعِ علم وفتویٰ اور اعلم العلماء بھی کسی نہ کسی شیخ بزرگ اور صوفی ومرشد کے دامن کرم سے وابستہ رہے ہیں، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام جامع شریعت وطریقت ہوا کرتے تھے۔

اپنے علم وروحانیت کے سہارے جہاں وہ درس وتدریس کا مقدس فریضہ انجام دیتے تھے، وہیں ظاہر وباطن کی صفائی اور اذہان وقلوب کے تزکیہ وتصفیہ بھی فرماتے تھے، علاوہ ازیں تصنیف وتالیف کے ذریعے اصلاحِ امت کا کام سرانجام دیتے تھے، صاحبِ تصانیف صوفیائے کرام میں سلطان الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی، شیخ علی ہجویری، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ ابوطالب مکی، شیخ فرید الدین عطار، شیخ عبد اللہ انصاری، شیخ ابوسعید ابو الخیر، شیخ عبد الرحمٰن جامی، حضرت مولانا روم، مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، حضرت امیر خسرو، غوث العالم حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، شیخ عبد القدوس گنگوہی، حضرت مجدّد الف ثانی وغیرہم کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔

فخر الاماثل قدوۃ المشائخ حضرت شیخ نور الحق والدین معروف بہ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ (متوفیٰ: 818ھ/1415ء) کا شمار نویں صدی ہجری کے جلیل القدر صوفیا ومشائخ میں ہوتا ہے، آپ اپنے وقت کے مسلم الثبوت شیخ وصوفی عارفِ باللہ ولی کامل اور بے لوث داعی ومبلغ تھے، آپ کی ولایت وکرامت مسلّم ہے، علم وروحانیت، سخت عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت اور کثرتِ نوافل کے سبب آپ ولایت وروحانیت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے، دعوت وتبلیغ، رشد وہدایت، دین ومذہب کی

ترویج و اشاعت اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے فروغ و استحکام میں آپ نے اہم کردار ادا کیا، آپ عظیم والد کے عظیم فرزند اور نامور باپ کے نامور سپوت تھے۔

آپ حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی قدس سرہ (متوفیٰ: 800ھ) کے فرزند و مرید اور خلیفہ تھے، شیخ نور قطب عالم نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے والد کے علاوہ قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ سے کی، آپ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر شاہ کے ہم جماعت (کلاس فیلو) تھے، یہ وہی قاضی حمید الدین ناگوری ہیں جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے صحبت نشیں خلیفۂ مجاز اور ظاہری علوم میں ان کے استاذ تھے، جیسا کہ ''تذکرہ صوفیائے بنگال'' میں مرقوم ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہما نے قاضی حمید الدین ناگوری کے علم و فضل اور روحانی مدارج کی بڑی تعریف کی ہے۔

شیخ نور قطب عالم، غوث العالم، تارک السلطنت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (متوفیٰ: 808ھ) کے مخدوم زادے، پیر بھائی اور رفیق خاص تھے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے حکم سے پہاڑ کا حرکت کرنا اور حضرت نور قطب عالم کے بلانے سے پہاڑ کا چلنے لگنا، بڑی مشہور کرامت ہے، حکیم شاہ قطب الدین احمد حسامی مانک پوری اپنی مایۂ ناز فارسی تصنیف ''انوار العاشقین'' میں لطائفِ اشرفی کے حوالے سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ جیسے ہی حضرت نور قطب عالم نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، پہاڑ حرکت میں آ گیا اور چلنے لگا، اس دن سے بلا اختلاف آپ اپنے والد (شیخ علاء الحق پنڈوی) کی مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے اور بے شمار گمراہوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمائی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ کے متعلق ''اخبار الاخیار'' میں لکھتے ہیں:

آپ شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور شیخ علاء الحق پنڈوی کے بیٹے مرید اور خلیفہ تھے، ہندوستان کے بہت بڑے ولی اور صاحبِ ذوق و شوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے، منقول ہے کہ آپ اپنے والد محترم کی خانقاہ کے جملہ درویشوں اور فقیروں کی خدمت کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑے دھویا کرتے اور ان کی ضروریات کے لیے پانی گرم کر کے دیا کرتے تھے...... شیخ نور قطب عالم کے خطوط کے اندر وہ شیرینی اور الفاظ کے معنی میں وہ لطف و سرور ہے جو دل والوں کے دل کا علاج اور اہلِ محبت کے لیے محبت کا پیغام ہے، آپ کے مکتوبات میں سے چند کلمات نقل کیے جاتے ہیں:

دنیا دھوکے کی جگہ ہے اور تم اس درخت کے تنا کی مانند ہو جس کے اوپر سے اس کی چھال اتار لی گئی ہو اور خدا کی ذات بڑی غیور ہے، ان حالات کے ہوتے ہوئے دل میں فرحت و سرور کیسے آ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعۂ وحی مطلع فرمایا کہ اے داؤد! اپنی امت کے گناہ گار بندوں سے فرما دے کہ میں گناہگاروں کے گناہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں اور جو لوگ صدیقین میں سے ہیں، ان سے فرما دیجیے کہ میں بڑا غیرت مند ہوں۔ (اخبار الاخیار مترجم ص: 326 — 330)

دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے علاوہ شیخ نور قطب عالم نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا اور قوم و ملت کی فلاح و بہبود کا فریضہ انجام دیا، آپ کے دور میں کنس (گنیش) نامی راجا نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کیے اور سینکڑوں علما و مشائخ کو بے دریغ قتل کیا، جس سے حضرت شیخ نور قطب عالم تڑپ اٹھے اور سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھ کر راجا کنش کے خلاف جہاد پر آمادہ کیا، آپ کے مکتوب کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

کنس نامی ایک کافر و بے دین حاکم اس ملک پر غالب آ گیا ہے اور ظلم و خون ریزی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، اکثر علما و مشائخ کو اس نے قتل کرا دیا ہے اور اب بقیہ اہلِ اسلام (کے قتل و غارت) کی فکر میں ہے، بادشاہانِ اسلام پر مسلمانوں کی حفاظت واجب ہے، میں امید کرتا ہوں کہ آپ یہاں آ کر مسلمانوں کو اس کے ظلم سے نجات دلائیں گے۔ (تذکرہ صوفیائے بنگال، ص: 393)

شیخ نور قطب عالم کا جب یہ خط سلطان ابراہیم شرقی کو ملا تو اس نے نہایت عزت و احترام سے اس کو پڑھا اور حضور سید اشرف

جہانگیر سمنانی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہما سے مشورہ طلب کیا۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے شیخ نور قطبِ عالم کے موقف کی تائید فرمائی اور سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا، جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

''اگر آپ کی مدد اور آپ کی فوجوں کی اعلیٰ ہمتی سے یہ متبرک ہستیاں صاحب زادگان (حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کے فرزندانِ گرامی) اور ان کے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھنے والے خاندان حضرت قطب عالم کے دوسرے افراد اس کالے کافر (کنس) کے پنجوں سے نجات پاجائیں تو یہ ایک بہترین کارنامہ ہوگا۔ میں جو کہ مجروح فقیر ہوں علّائی سلسلے کا، میں آپ کے اس عزم پر جو آپ نے کیا ہے، مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ وہ بنگال کو ان کافروں کے ہاتھ سے نجات دے، میں نے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہے اور اس سے انصاف طلب کیا ہے، کیوں کہ آپ کا اور آپ کے امرا کا مقصد سرزمینِ بنگال کو آزاد کرانا ہے اور اسلام کے علَم کو سربلند کرنا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اپنے مقصد میں بہترین طریقے پر کامیاب ہوں گے کیوں کہ بادشاہ کا یہ قطعی اور صحیح فیصلہ حضرت مخدوم (علاء الحق) کے صاحب زادے (شیخ نور قطب عالم) کی تمنا کے مطابق اور ان کے مقصد کی تکمیل کے لیے معاون و مددگار ہے، لہٰذا آپ کو اس بزرگ ہستی کی عقیدت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنی چاہیے اور کبھی جان بوجھ کر ان سے ملنے سے گریز نہ کرنا چاہیے اور ان کے مقصد کے حصول کے لیے لڑنے سے روگردانی نہ کرنی چاہیے۔'' (ایضاً، ص 397-396)

شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کے مکتوبات کے ظاہری و معنوی پہلوؤں کی تعریف کی ہے اور ان کو امراضِ قلبیہ کے لیے علاج و تریاق بتایا ہے۔ مکتوبات کی طرح آپ کے بیش قیمت ملفوظات اور اقوال و ارشادت بھی کافی اہم ہیں، آپ کی حیات بخش اخلاقی و روحانی تعلیمات میں پند و موعظمت، اسرار و معارف اور سلوک و تصوف کے گوہرِ گراں مایہ پوشیدہ ہیں۔

''مونس الفقراء'' آپ کی اکلوتی تصنیف ہے جو زبان و بیان کا خوب صورت مرقع ہونے کے ساتھ اسلامی و روحانی تعلیمات کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ اس کی سطر سطر سے آپ کا علمی مقام روحانی عظمت عبادات اور فرائض و نوافل سے غایت درجہ شغف و انہماک خلوص وللّٰہیت اور مسلم معاشرے میں صوفیانہ اقدار و روایات کی ترویج و توسیع سے متعلق آپ کی تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے ''مونس الفقراء'' کی شکل میں اپنا خونِ جگر نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔ کتاب کی نوعیت اور اس کے مندرجات و مشمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ نور قطب عالم اس کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

اس مجموعہ (مونس الفقراء) کو میں نے انتیس فصلوں پر مرتب کیا ہے، پہلی فصل: نماز میں حضوریِ دل کے بیان میں، دوسری فصل: نمازِ فجر میں سنتِ فجر سے قبل کیے جانے والے ذکر اور مسجد کی جانب جانے کے بیان میں، تیسری فصل: ان دعاؤں کے بیان میں جن کا ذکر احادیث و آثار میں آیا ہے، چوتھی فصل: نمازِ اشراق، اس کی دعائیں، نمازِ تسبیح اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، پانچویں فصل: نمازِ چاشت اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، چھٹی فصل: نمازِ ظہر، دیگر نوافل اور اس کے بعد کی دعاؤں کے بیان میں، ساتویں فصل: نماز عصر اور اس کی دعاؤں کے بیان میں، آٹھویں فصل: نمازِ مغرب نمازِ اوّابین اور دوسرے نوافل کے بیان میں نویں فصل: نماز عشا نوافل اور بعد نماز عشا کی دعاؤں کے بیان میں، دسویں فصل: تہجد، نوافل اور بعد تہجد کی دعاؤں کے بیان میں، گیارہویں فصل: نماز قضائے حاجات اور کفایتِ مُہمّات کے بیان میں، بارہویں فصل: حضور علیہ السلام کے جمال با کمال کو دیکھنے کے لیے جو نماز و ادعیہ ہیں ان کے بیان میں، تیرہویں فصل: فضائلِ نماز جمعہ کے بیان میں، چودہویں فصل: شب جمعہ کے اوراد و وظائف اور روز جمعہ اور ساعتِ مقبول کے بیان میں۔

پندرہویں فصل: توبہ اور شرائطِ توبہ کے بیان میں سولھویں فصل: ذکرِ ارادت، تعریف شیخ اور اس کی شرطوں کے بیان میں، سترہویں فصل: خلوت و گوشہ نشینی اور چلّہ کشی کے بیان میں،

سخن در سخن

اٹھارہویں فصل: خلوت و گوشہ نشینی کے دلائل وشرائط کے بیان میں، انیسویں فصل: فضیلت ذکر کے بیان میں، بیسویں فصل: کیفیتِ ذکر کے بیان میں اکیسویں فصل: نفیِ خواطر کے بیان میں بائیسویں فصل: احوالِ دل کے تجسّس وتفقد کے بیان میں تیئیسویں فصل: تفرقۂ دل کے علاج کے بیان میں، چوبیسویں فصل: فقر و قناعت کی فضیلت کے بیان میں، پچیسویں فصل: تجرید وتفرید کے بیان میں چھبیسویں فصل: نفس، دل، روح اور سر کے بیان میں، ستائیسویں فصل: سماع، وجد اور رقص کے بیان میں، اٹھائیسویں فصل: شرائط وآدابِ سماع اور تخریق ثوب اور حالت وجد میں پھٹ کر گرے کپڑے کے احکام کے بیان میں، انتیسویں فصل: بادشاہ اور ان کے علاوہ سے فتوح (نذرانے) وغیرہ لینے کھانے اور کھلانے کے بیان میں۔

مذکورہ بالا اقتباس سے کتاب کی اہمیت ومعنویت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وقت کی قلت کے پیشِ نظر کتاب کے چیدہ مقامات کی توضیح وتشریح اور اس کے تفصیلی تعارف سے قاصر ہوں، حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور کتاب کے مختلف موضوعات کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر ایک مستقل کتاب تیار کی جاسکتی ہے، اللہ کرے کوئی بندہ سامنے آئے اور اس خواب کو شرمندۂ تعبیر بنائے، ڈاکٹر اعجاز الحق قدوسی نے "تذکرہ صوفیائے بنگال" میں "مونس الفقراء" کی ضخامت 60ر صفحات بتائی ہے۔ جب کہ زیر تبصرہ کتاب (انیس العرفاء) کے آخر میں شامل "مونس الفقراء" کا اصل فارسی متن ص: 409ر تا 610ر کو محیط ہے، کہاں ساٹھ صفحات اور کہاں دو سو صفحات دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، ممکن ہے کہ اس کے مترجمین نے خانقاہ شہبازیہ بھاگل پور میں موجود نسخہ کے علاوہ دیگر قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے تقابل کے بعد ہی اسے ترجمہ وطباعت کے مراحل سے گذارا ہوگا ورنہ اس کی صحت وثقاہت پر سوالیہ نشان لگ سکتا ہے۔

خانقاہ دراصل عبادت گاہ کو کہتے ہیں اور یہاں سے ہر وہ کام انجام پاتا ہے جو عند الشرع عبادت کا درجہ رکھتا ہے، خواہ وہ عبادت وریاضت ہو یا خدمتِ خلق دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت ہو یا درس وتدریس، تصنیف وتالیف ہو یا دینی ورفاہی کاموں سے متعلق منصوبہ بندی۔ یہ سارے مقدس کام خانقاہوں سے انجام پاتے ہیں، آج اگرچہ خانقاہیں اپنی قدیم روش سے کافی ہٹ چکی ہیں بایں ہمہ آج بھی اس خاکستر میں چنگاری موجود ہے جو لپکتی ہے تو شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے اور انفس وآفاق کو منور کردیتی ہے۔

شہبازیہ ملّا چک بھاگل پور (بہار) صوبۂ بہار کی ایک عظیم علمی وروحانی خانقاہ ہے جو گذشتہ کئی صدیوں سے دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا کام عظیم پیمانے پر انجام دے رہی ہے، دینی وملی اور تبلیغی کارناموں کے علاوہ اس کی تصنیفی واشاعتی خدمات بھی قابلِ قدر ہیں "حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی" کے قیام کے بعد مختلف موضوعات پر یہاں سے اب تک دو درجن سے زائد کتب ورسائل شائع ہوچکے ہیں، جو خوش آئند اقدام اور قابلِ تقلید عمل ہے، سالِ گذشتہ یہاں سے سلطان العارفین حضور سرکار سیدنا شہباز محمد بھاگل پوری علیہ الرحمہ کی مایۂ ناز تالیف "ستین شریف" ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع ہوئی تھی جو تقریباً چھ سو صفحات سے متجاوز تھی۔

زیر تبصرہ کتاب "انیس العرفاء ترجمۂ مونس الفقراء" چھ سو دس (610) صفحات پر مشتمل ہے اور حال ہی شائع ہوئی ہے، ایک عظیم علمی وروحانی سرمایہ کی حفاظت خانقاہ شہبازیہ کا ایک اہم اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔ علمِ تصوف کے درجنوں موضوعات ومباحث کو محیط یہ کتاب عوام وخواص اور علما وطلبہ سب کے لیے یکساں مفید ہے، الحمد للہ! راقم الحروف کی کوشش سے اب یہ کتاب بہت جلد پڑوسی ملک (پاکستان) سے بھی شائع ہونے والی ہے۔

اس گراں قدر کتاب کے مترجمین پیرِ طریقت گلِ گلزارِ شہبازیت حضرت علامہ سید شاہ محمد انتخاب عالم عطا شہبازی دامت برکاتہم العالیہ (زیب سجادہ خانقاہ عالیہ شہبازیہ بھاگل پور) اور پیکرِ علم وحکمت حضرت علامہ مفتی محمد فاروق عالم اشرفی مصباحی دام ظلہ العالی ہیں، مخدوم گرامی حضور سید شاہ انتخاب عالم شہبازی ایک مایۂ ناز عالم دین منفرد وممتاز نعت گو شاعر ادیبِ عصر اور ایک درجن کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔

علاوہ ازیں متقی وپرہیزگار خلیق ومتواضع بقیہ ص ۲۰ پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

انتالیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ابوہریرہ کہتے ہیں یہ سن کر میں حضور کے پاس سے نکلا اور مدینہ شریف کی گلیوں میں دوڑا پھرتا اور کہتا کہ ہے کوئی جو مجھے اس عورت کا پتہ بتلادے جس نے اسی رات مجھ سے کوئی فتویٰ پوچھا تھا اور بچے (میری یہ کیفیت دیکھ کر) کہتے تھے (کیا) ابوہریرہ پاگل ہوگئے ہیں؟ (دن اسی کیفیت میں گزرا) جب رات ہوئی تو اس عورت سے وہیں کل والی جگہ ملاقات ہوگئی، میں نے اس کو حضور کا فرمان عالی شان سنایا کہ ہاں اس کے لئے توبہ (کی گنجائش) ہے، تو مارے خوشی کے اس کے منھ سے (پھر) چیخ نکل گئی اور بولی میں ایک باغ کی مالکہ ہوں اور وہ (اب) مساکین کے لئے صدقہ ہے کفارۂ گناہ کے طور پر (چنانچہ) اس کا ذکر، اللہ کے اس ارشاد میں مذکور ہے، فرمایا:

"إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ-الآیۃ (یعنی استحقاق عذاب جہنم سے ان مجرمین کا استثنا ہے کہ) جنہوں نے (اپنے جرموں سے) توبہ کرلی اور ایمان پر قائم رہے اور نیک عمل کئے۔ (یعنی سدھر گئے اور آخر تک سدھرے رہے) تو ایسوں کی برائیوں کو نیکیوں سے اللہ تبدیل فرما دے گا اور اللہ بڑی بخشش و مہربانی فرمانے والا ہے۔" [سورۂ فرقان—۷۰]

بدی کو نیکی سے تبدیل کرنے کا کیا مطلب؟

تفسیری اقوال: بعض علما (اس آیت کی نیز دیگر نصوص کی روشنی میں) فرماتے ہیں کہ بندہ جب اپنے سب گناہوں سے (سچی، معتبر) توبہ کرلیتا ہے تو اس کے گذشتہ سب گناہ مثل حسنات ہوجاتے ہیں، بالکل اسی طرح مضمون حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے: کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے نامۂ اعمال میں نظر کرے گا تو اسے شروع میں اپنی معصیتیں دکھیں گی اور آخر میں نیکیاں، پھر پلٹ کر اوّل اجزا کو (دوبارہ) دیکھے گا تو وہ سب سیئات، حسنات دکھیں گی اور اس مضمون کے مانند حضرت ابوذر غفاری نے بھی حضور علیہ السلام سے (مرفوعاً) روایت کیا (جس سے معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَأُوْلَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ کا یہی معنی ہے۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اسے برے اعمال سے گھما کر نیک اعمال کی طرف کردے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا کہ گذشتہ سیئات کی جگہ اب نیک اعمال کرے تو یہ ہے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَأُوْلَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ-(الی)-غَفُوراً رَّحِيماً﴾ کا۔

کتنی وسیع ہے اللہ کی شانِ غفّاری

انتباہ از مصنف: (بھائی!) تجھے معلوم ہو کہ کفر سے اعظم کوئی گناہ نہیں ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ إِن يَنتَهُواْ يُغَفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ۔ (ترجمہ) یعنی اے پیارے نبی! تم ان لوگوں سے فرماؤ جنہوں نے اب تک کفر کیا اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گذشتہ سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" [سورۂ انفال—۳۸]

... تو کفر سے نیچے درجے والے گناہ کے متعلق تیرا کیا گمان ہے؟ (۱)

شان کریمی کے سامنے گناہوں کی کیا حقیقت؟

حدیث شریف: حضرت امام حسن بصری (علیہ الرحمۃ) حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

[۱] یعنی جب کفر جیسا سب سے بڑا، سب سے برا گناہ بھی سچی توبہ سے بخشا جاسکتا ہے تو اور کون سا جرم قابل بخشش نہیں ہوسکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو؟ فللہ الحمد۔ ۱۲ مترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

"لو اخطأ احدکم حتی ملأ ما بین السماء والارض ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ (ترجمہ) اگر بالفرض تم میں کا کوئی فرد اتنے کثیر گناہ کرلے کہ آسمان وزمین کے درمیان کا پورا خلا پُر ہوجائے اور پھر سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی توبہ قبول فرمالے گا۔" (وہ ایسا تواب رحیم ہے)

حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے تین اعتذار

حدیث شریف: حضرت یزید رقاشی (تابع جلیل الشان) سے مروی ہے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مدینہ منورہ میں) رسول اللہ صلی اللہ کے ممبر شریف پر کھڑے ہوکر ہمیں ایک بار خطبہ دیا، خطبہ میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا:

"آدم اکرم البشر علی اللہ یعتذر الیہ یوم القیامۃ بثلاث معاذیر-الحدیث. (ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام اللہ پر اکرم البشر ہیں (یعنی اس کے نزدیک بڑے معزز ومکرم ہیں حتی کہ) اللہ تعالیٰ ان سے روز قیامت تین عذروں کے ساتھ اعتذار فرمائے گا:

(۱) فرمائے گا: اے آدم! اگر یہ بات نہ ہوگئی ہوتی کہ میں نے خود جھوٹ والوں پر لعنت کی ہے اور جھوٹ کو میں مبغوض رکھتا ہوں اور جھوٹ پر میں نے وعید کی ہے (عذاب سے ڈرایا ہے) اور حال یہ ہے کہ میرا قول متحقق ہوچکا ہے۔ (یعنی کہہ چکا ہوں کہ) "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" [سورۂ سجدہ، ۱۳، پارہ ۲۱] تو میں آج تیری پوری ذریت پر ضرور ضرور رحم کرتا۔" (جہنم میں کافروں اور عاصیوں تک کو نہ ڈالتا)

(۲) اور فرمائے گا: اے آدم! میں تیری اولاد میں سے کسی ایک فرد کو بھی دوزخ میں داخل نہیں کروں گا نہ اسے آگ کا عذاب دوں گا، بجز اس شریر کے جس کو میں نے اپنے علم سے جانا ہوا ہے کہ اگر بالفرض میں اب بھی دوبارہ اسے دنیا کی طرف لوٹادوں تب بھی وہ ضرور ضرور اسی حالت شر پر پلٹے گا جس میں پہلے تھا اور پھر نہ اس سے رجوع کرنے والا ہے، نہ تائب ہونے والا (یعنی پھر بھی کفر یا معصیت پر مصر رہے گا اور اسی حالت میں دوبارہ مرے گا)

(۳) اور فرمائے گا: اے آدم! میں نے تجھے اپنے بیچ اور تیری ذریت کے بیچ حکم بنایا تو میزان عمل کے پاس اٹھ کے جا اور اپنی اولاد کے اعمال کی طرف نظر کر جو تیری طرف اٹھائے جائیں، تو جس بندے کی ذرہ بھر بھلائی بھی راجح ہوگی اس کیلئے جنت ہے تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ میں دوزخ میں نہیں داخل فرماؤں گا مگر صرف اسی انسان کو جو پورا ظالم ہوگا۔

حدیث شریف: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**الدواوین ثلاثۃ، دیوان لا یغفر اللہ-الحدیث۔** دیوان (دفاتر اعمال) تین ہیں ایک دیوان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مغفور نہیں فرمائے گا۔"

اور ایک دیوان وہ ہے جو بخش دے گا (اگر چاہے گا) اور ایک دیوان وہ ہے جس میں سے کچھ نہیں چھوڑے گا۔ (یعنی ذرا سی رعایت نہیں فرمائے گا) تو وہ دیوان جس کو نہیں بخشے گا وہ شرک وکفر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ [سورۂ مائدہ — ۷۲] یعنی جو کفر پر مرے گا اس پر اللہ نے جنت حرام فرمادی ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔"

اور رہا وہ دیوان جسے (بشرط مشیت) بخش دے گا تو وہ بندے کا ظلم ہے جو اس نے اپنے اوپر کیا جو کہ بندے اور رب کے بیچ کا معاملہ ہے (یعنی حقوق اللہ نہ کہ حقوق العباد) اور رہا وہ دیوان جس میں سے کچھ نہیں چھوڑے گا تو وہ ہیں بندوں کے آپس کے حقوق ومظالم، جو بعض نے بعض پر کئے۔ (۱)

بندوں کے باہمی حقوق ومظالم کا بدلہ ضرور ہونا ہے

حدیث شریف: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

"**لَتُؤدنّ الحقوق-الحدیث۔** یعنی حضور بقیہ ص ۲۰ پر

[۱] اس حدیث شریف کی اگر شاندار تفصیل وتشریح دیکھنی ہو تو فتاویٰ رضویہ کتاب الحظر والاباحۃ، نصف اول، ص ۴۸ کی طرف مراجعت کریں۔ مترجم غفرلہ

ترغیبات

از: مولانا محمد عامر فضیل مرکزی *

اہل سنت کے خلاف دیابنہ کی محاذ آرائی اور ہماری ذمہ داری

آج ایک پرچہ دارالعلوم دیوبند کے ششماہی امتحان کا نظر سے گزرا جس کا عنوان تھا ''ردِّ رضاخانیت'' (یعنی ردمسلک اعلیٰ حضرت بزعم دیابنہ) یہ د کر حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی کہ ہمارے مخالفین کس قدر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ امام اہل سنت، مجدد دِین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور مسلک اہلِ سنت و جماعت کے خلاف پروپیگنڈا تیار کر رہے ہیں۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں، بلکہ یہ دیوبندی مدارس میں ایک منظم منصوبہ بندی ہے کہ طلبہ کی ذہن سازی امام اہلِ سنت کے خلاف کی جائے، ان کے نصاب میں صرف درسِ نظامی نہیں، بلکہ باقاعدہ ''رد اہلِ سنت'' اور ''رد علمائے مسلک اعلیٰ حضرت'' کے عنوان سے کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

طلبہ کو اسی نہج پر تیار کیا جاتا ہے اور پھر امتحانات میں انہی موضوعات پر سوالات رکھے جاتے ہیں تا کہ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں اعلیٰ حضرت اور اہلِ سنت کے خلاف نفرت اور بغض ہمیشہ کے لیے بٹھا دیا جائے، گویا ان اداروں میں محض تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ ذہن سازی ایک خاص مقصد کے تحت کی جاتی ہے کہ یہ مستقبل میں اہل سنت پر بھونڈے اعتراضات کرے اور علمائے اہل سنت کو بدنام کرنے کی ناکام جسارت کرے جس کا نمونہ سوشل میڈیا پر اکثر دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔

ہماری کوتاہی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بدمذہب ہمارے خلاف اس قدر منظم محاذ آرا ہیں، تو کیا ہم اہلِ سنت اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ کافی ہے کہ ہمارے مدارس صرف درسِ نظامی کی تکمیل پر اکتفا کریں اور تحقیقی ومناظرانہ تیاری کو پسِ پشت ڈال دیں؟ یقیناً نہیں! حقیقت یہ ہے کہ ہماری غفلت ہی نے ان عناصر کو جرأت بخشی کہ وہ ہمارے امام پر انگلیاں اٹھائیں، ہمارے خلاف پرچے تیار کریں اور اپنی نئی نسل کے ذہنوں کو زہر آلود کریں، اگر ہم اپنی نسلوں کو صرف روایتی تعلیم دیں اور دفاعی و تحقیقی پہلو کو چھوڑ دیں تو یہ علمی میدان یک طرفہ ہوتا جائے گا اور ہمارے مدارس سے بجائے ماہرین فارغ ہونے کے، علم کے کوڑے حضرات فارغ ہوں گے۔

ہماری ذمہ داریاں

اس لئے اہلِ سنت کے علما اور مدارس پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی پالیسی کو محض روایتی نہ رکھیں بلکہ اسے دفاعی، تحقیقی اور مناظرانہ بنیادوں پر استوار کریں، چند نکات درج ذیل ہیں:

1 **افکارِ امام احمد رضا کو نصاب کا حصہ بنایا جائے!** اعلیٰ حضرت کے علمی و تحقیقی کارنامے، فتاویٰ رضویہ کے مباحث اور ان کے مناظرانہ جوابات کو طلبہ کے نصاب میں شامل کیا جائے تا کہ طلبہ براہِ راست اپنے امام کی تحریروں سے روشناس ہو۔

2 **مناظرانہ و تحقیقی تیاری!** طلبہ کو محض فقہ، تفسیر اور حدیث کے دروس نہ دیئے جائیں بلکہ انہیں اس انداز میں بھی تیار کیا جائے کہ وہ بدمذہب کے ہر اعتراض کا علمی اور مدلل جواب دے سکیں۔

3 **عقائد بدمذہب سے روشناس کرایا جائے!** یعنی نصاب میں ایسی کتابیں شامل کی جائے جو بدمذہبوں کے عقائد کو اجاگر کرے خصوصاً عصر حاضر میں رد دیوبندیت و وہابیت، رد رافضیت اور رد الحاد پر مشتمل کتابوں کو مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

4 **دفاعِ اہلِ سنت کے مستقل پرچے!** یعنی جس طرح درسی کتابوں کے امتحانات مدارس میں لئے جاتے ہیں، اسی طرح بدمذہبوں کی تردید پر مشتمل کتابوں کا امتحان لیا بقیہ ص ۳۲/ پر

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

ص ۶ رکا بقیہ

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اس کا کردار بھی اچھا ہوگا اور اگر کسی شخص کا بُرے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہوا، تو اس کے کردار اور قول وعمل میں بھی اس کی جھلک بہت نمایاں نظر آئے گی! لہٰذا ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں، زیادہ سے زیادہ وقت بزرگانِ دین اور نیک لوگوں کے ساتھ گزاریں؛ تاکہ ہماری اَخلاقی تربیت ہو! اور اُن سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا رہے! اللّٰہ ربّ العالمین نے ہمیں اچھے، سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (۶) اے ایمان والو! اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔“

کردار سازی کے لیے صرف اچھے لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنا کافی نہیں، بلکہ بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اللّٰہ ربّ العالمین نے جہاں ہمیں ایک طرف اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا، وہیں دوسری طرف بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی منع فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (۷) تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔“

بُری صحبت کی جدید صورتیں اور ذرائع

اچھی یا بُری صحبت کا تعلق صرف انسان تک ہی محدود نہیں، اگر کوئی شخص فیس بک، ٹویٹر، انسٹا گرام، انٹرنیٹ یا دیگر سوشل میڈیا ذرائع سے، گانے باجے سنتا ہے، فلمیں ڈرامے دیکھتا ہے، فحاشی وعُریانیت پر مبنی ویڈیوز دیکھتا ہے، یا اجنبی لڑکے لڑکیوں سے شریعت مطہرہ کے اُصول کے خلاف، بے تکلّف گفتگو یا چیٹ کرتا ہے، تو یہ سب اُمور بھی بُری صحبت کا کام کرتے ہیں، بلکہ برائی کے رَواج میں ان سب چیزوں کی تاثیر بہت تیز اور انتہائی خطرناک ہے، لہٰذا نیک بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، ایسے غیر شرعی اُمور اور ذرائع سے بچنا ہر ایک پر لازم وضروری ہے؛ کہ صحبت بہر صورت اپنا رنگ دکھاتی ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِیْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِیْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحاً طَیِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِیْرِ، إِمَّا أَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحاً خَبِیْثَةً۔ (۸) اچھے اور بُرے دوست کی مثال مُشک اُٹھانے والے اور بھٹّی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹّی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بدبو پاؤ گے۔“

حضرت سیّدنا حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جس نے بُرے دوست کی صحبت اختیار کی وہ سلامت نہیں رہے گا اور جو نیک دوست کی صحبت اختیار کرے گا، وہ قابلِ قدر مال پائے گا (۹) تو معلوم ہوا کہ ہم نشینی اور دوستی کے اثرات، انسان کی شخصیت وکردار پر ضرور مرتّب ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بُری صحبت سے بچے اور نیک صحبت اختیار کرے۔

شراب نوشی! کردار سازی میں ایک بڑی رکاوٹ

ہماری نوجوان نسل کے اَخلاق وکردار میں جن اشیا نے بگاڑ پیدا کیا، شراب نوشی بھی ان میں سے ایک ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر شراب نوشی حرام فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (۱۰) اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور پانسے (فال کے تیر پھینکنا) ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا اِن سے بچتے رہنا؛ تاکہ تم فلاح پاؤ! شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جُوئے کے سبب، بُغض اور دشمنی ڈلوا دے اور تمہیں اللّٰہ کی یاد اور نماز سے

روکے، تو کیا تم باز آگئے۔"

لہٰذا ہمیں اپنی نوجوان نسل کے کردار میں سُدھار پیدا کرنے اور انہیں ایک اچھا اور مُعاشرے میں مفید انسان بنانے کے لیے، اس چیلنج سے بھی نپٹنا ہوگا۔

بدکاری! اَخلاقی بگاڑ کا سب سے بڑا سبب

کسی بھی انسان کے کردار میں بگاڑ پیدا کرنے کا، سب سے بڑا سبب زِنا کاری ہے، یہ انتہائی بے حیائی کا کام ہے، خالق کائنات نے اس کی سخت ممانعت وحرمت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا۔ (۱۱) بدکاری کے پاس بھی مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔"

آج بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارا نوجوان اس فعل شنیع میں بری طرح مبتلا ہوا جاتا ہے، اُسے اپنے کردار، خاندانی عزّت ووقار اور شرعی حُدود وقیود کا بھی کوئی لحاظ وپاس نہیں رہا، باوجود یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں سمیت اپنی تمام اُمّت کو، بدکاری وفعل حرام سے بچنے پر جنّت کی ضمانت دی ہے، مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (۱۲) جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

لہٰذا ہماری نوجوان نسل سمیت ہم سب پر لازم ہے کہ اس فعلِ بد سے کوسوں دُور رہیں، بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس سے بچائے رکھیں۔

تزکیۂ نفس! تعمیر شخصیت اور کردار سازی کا ایک اہم پہلو

شخصیت اور کردار کی تعمیر کو دین اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کے ذریعہ جو اَحکام نازِل فرمائے ہیں، اُن میں تعمیر شخصیت اور کردار سازی ہمیشہ اہم ترین موضوع رہا ہے، کہ انسان کی فلاح وکامیابی کا راز اِسی میں پنہاں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ (۱۳) وہ مُراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کرلیا اور نامُراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں میں) دَبائے رکھا۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی اور اپنے نوجوانوں کی کردار سازی میں، تزکیۂ نفس کے پہلو کو بھی ضرور پیشِ نظر رکھیں۔

حُسن اَخلاق! مثبت کردار سازی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے

کسی بھی انسان کا کردار اُس وقت تک بہتر نہیں ہوسکتا، جب تک وہ حُسن اَخلاق جیسی بہترین صفت سے متصف نہ ہو جائے، حضرت سیّدنا ابودَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ۔ (۱۴) بروزِ قیامت مؤمن کے میزان میں، سب سے زیادہ بھاری اور وَزن دار چیز، اس کے اچھے اَخلاق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ ہر فحش گو، بداَخلاق، بدکردار، بدکلام اور بے حیا شخص کو ناپسند فرماتا ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقاً۔ (۱۵) یقیناً تم میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ ہے، جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے۔"

دعوتِ فکر

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ فرامین مبارکہ، ہمیں دعوتِ فکر دے رہے رہیں، کہ ایک اچھا مسلمان بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، اَخلاق کا اچھا ہونا کتنا ضروری ہے! لہٰذا اگر ہم واقعی ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا چاہتے ہیں اور اپنی نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کرنا چاہتے ہیں، تو اُن کی کردار

سازی کے ساتھ ساتھ، ہمیں اپنی ذات کو بھی تمام اَخلاقی رَذائل سے پاک کرنا ہوگا اور مخلوق خدا کے ساتھ نرمی، شفقت، لطف، مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہوگا؛ کہ ہمارے دین متین کی یہی تعلیمات ہیں۔

اے اللہ! ہمارے کردار وسیرت میں بہتری پیدا فرما، ہمارے قول وفعل کے تضاد کو ختم فرما، ہماری اور ہماری نوجوان نسل کی اِصلاح فرما، انہیں بے راہ رَوی سے محفوظ فرما، شراب نوشی، بدکاری، بداَخلاقی، بدکرداری اور بداَعمالی سے بچا، حُسن اَخلاق کی دَولت سے مالا مال فرما اور تزکیۂ نفس کا جذبہ عنایت فرما! آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات: (۱) فرہنگ آصفیہ 3/493۔ (۲) صحیح مسلم کتاب الوصی، ر: 4223، ص716۔ (۳) شُعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاوالِین، ر: 8704، 6/2911۔ (۴) سنن الترمذی، باب ماجاء فی آدب الولد، ر:۱۹۵۲، ص۴۵۳۔ (۵) صحیح البخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ر:۸۹۳، ص۱۴۴۔ (۶) پ11، التوبہ:119۔ (۷) پ7، الانعام:68۔ (۸) صحیح ابن حِبّان، کتاب البِرّ والاحسان، ر:562، ص147۔ (۹) الزُہد والرقائق، باب فضل ذکر اللہ، ر:۱۰۵۹، 1/373۔ (۱۰) پ7، المائدہ:91-90۔ (۱۱) پ15، بنی اِسرائیل:32۔ (۱۲) صحیح البخاری، باب حفظ اللّسان، ر:6474، ص1123۔ (۱۳) پ30، الشّمس:9، 10۔ (۱۴) سنن الترمذی، آبواب البِرّ والصلہ، ر: 2002، ص462۔ (۱۵) صحیح البخاری، کتاب آصحاب النّبی، ر:3759، ص632۔

◆◆◆

ص ۵۴ ر کا بقیہ ....

کربلائی ہیں سو توصیف حرم کرتے ہیں
چلو پھر بدر کی تاریخ رقم کرتے ہیں
اے صحابہ کے اصولوں کے طرف دار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

اپنی نسلوں کو بتاؤ کہ یہ قرآن ہے کیا
کیا حقیقت ہے مسلمان کی، ایمان ہے کیا
سر بکف ہو کے شریعت کے علم دار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

تم ابوبکر کے فاروق کے شیدائی ہو
تم ہی عثمانی ہو تم لوگ ہی مولائی ہو
اہل بیت اور صحابہ کے وفادار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

خواب غفلت سے اٹھو دیں کی حفاظت کے لیے
خانقاہوں سے نکل آؤ شریعت کے لیے
چاہتے ہو جو رہے سر پہ یہ دستار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

نسل نو کے لیے شاہین کی پرواز بنو
غم کے مارے ہوئے مظلوموں کی آواز بنو
دل میں رکھتے ہو اگر جذبۂ ایثار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

ظلم سے کرتے ہیں ہم جنگ کا اعلان چلو
قوم وملت کے لیے مرنے اے فرقان چلو
مقتل عشق بھی مدت سے ہے تیار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

◆◆◆

منظومات

مصطفیٰ سا کوئی شہ کار نہیں ہوسکتا

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک اڑیسہ

مصطفیٰ سا کوئی شہ کار نہیں ہوسکتا
دوسرا احمد مختار نہیں ہوسکتا

بلبل وگل ہی نہیں سارا چمن کہتا ہے
ان کے جیسا کوئی غمخوار نہیں ہوسکتا

سرور دیں کے ضیابار وسیلے کے بغیر
راستہ کوئی بھی ہموار نہیں ہوسکتا

ہاتھ میں سیرت آقا کا اگر ہے دامن
مرحلہ زیست کا دشوار نہیں ہوسکتا

جس کو حاصل ہے گلستان نبی سے نسبت
غالب اس گل پہ کبھی خار نہیں ہوسکتا

زلف یاد شہ عالم کے جو سائے میں ہے
رنج وغم میں وہ گرفتار نہیں ہوسکتا

ثانی اثنین لقب ان کو ملا ہے رب سے
مثل صدیق کوئی یار نہیں ہوسکتا

وقف ہے مدحت سرکار پہ عینی کا قلم
وقت اس کا کبھی بیکار نہیں ہوسکتا

مارے جاتے ہیں مسلمان رسول عربی

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا

آنکھیں نم دل ہے پریشان رسول عربی
مارے جاتے ہیں مسلمان رسول عربی

صرف آنسو ہی نہیں خون کے قطروں سے ہیں
تر بتر دیدۂ ودامان رسول عربی

ظلم کی آگ لگی ایسی کہ کتنے انسان
ہوگئے بے سروسامان رسول عربی

جائیں تو جائیں کہاں چھوڑ کے دربار ترا
زخم سے چور مسلمان رسول عربی

بقیہ ص ۳۳ر پر

انبیا کے بعد اعلیٰ حضرت صدیق ہیں

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، کیلی فورنیا، امریکہ

انبیا کے بعد اعلیٰ حضرت صدیق ہیں
یار غار شاہ بطحا حضرت صدیق ہیں

ہیں وہ "عنداللہ اتقاکم" کی تفسیر مبیں
چرخ عظمت کے ثریا حضرت صدیق ہیں

"جاء بالصدق" آیت قرآں کا یہ اعلان ہے
حق کی تصدیق سراپا حضرت صدیق ہیں

سب سے پہلے امتوں میں جائیں گے جنت میں وہ
مژدۂ لبہائے آقا حضرت صدیق ہیں

"مادنامنا" حدیث فاتح خیبر گواہ
اشجع جملہ صحابہ حضرت صدیق ہیں

ہے تواتر سے یہ مروی قول حضرت مرتضیٰ
خیر امت شاہ والا حضرت صدیق ہیں

ساتھ تھے ہیں ساتھ آقا کے رہیں گے ساتھ ساتھ
خوش نصیبی کا سہارا حضرت صدیق ہیں

ہیں عتیق نار وہ سرکار کا ارشاد ہے
قصر جنت کا سویرا حضرت صدیق ہیں

قدسی امت پر ہے واجب ان سے الفت حشر تک
عرش رفعت کا اجالا حضرت صدیق ہیں

اے غلامان نبی، خلد کے حقدار اٹھو

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

اے غلامان نبی، خلد کے حقدار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

اپنے ماضی کا ورق پھر سے الٹنا ہوگا
متحد ہوکے ہی ظالم سے نمٹنا ہوگا

پیش کرنی ہے ہمیں سیرت سرکار اٹھو
پھر گرانی ہے ہمیں ظلم کی دیوار اٹھو

بقیہ ص ۵۳ر پر